

مولانا محمد شفیع رحمہ اللہ جو کہ دیرائیں کو لے لیا اور جس سے متغیریں اُس سے بازار ہو، شرف

سِنِّ النَّسَاءِ شَرَفِ

تصنیف

امام ابو عبد الرحمن بن العزیز و شعیب النسائی

معہ

شرح النسائی

جلد دوم

مولانا خلیل الرحمن صاحب

صدر اندر ترمین الاسلامیہ، شرف الدار، حیدر آباد، سندھ

ناشر

مزمع پبلشرز

نزد مقدس مسجد اُردو بازار، کراچی

فہمہ حقوق بحق ناشر محفوظ اہیں

نہ ۲۰۱۴ — بین النسلانی شرفیہ جلد دوم

بروز ائرنٹ — دسمبر ۲۰۰۹

اٹھام — اٹھامی (مستند) پبلیشرز

مطبع — اٹھامی (مستند) پبلیشرز

شمار — اٹھامی (مستند) پبلیشرز

شمار پبلیشرز: مقصد: مسجد، مدرسہ، دارالکرامی

فون: 321-32760374

فیکس: 321-32725873

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: <http://www.zamzampub.com>

مِلے پجیون پکرتے

■ **Madrasah Arabia Islamia**
1 Azzam Avenue P.O. Box 5796-750
Azgagville South Africa
Tel.: 00(27)114132/85

■ **Azhar Academy Ltd.**
54 68 Little Wood Lane
Moorby Park London E12 6DA
Phone: 020-6911-8797

■ **ISLAMIC BOOK CENTRE**
113-121 Palmer Road, Boreham D.I ONE
U.S.A.
Tel/Fax: 01204-369100

■ سبیت: جم، اردو، فارسی، عربی، ہندی، 32726504

■ دارالکرامی، مدرسہ، دارالکرامی

■ قریبی کتب خانہ، القائل، آرام، بارگاہ

■ کتب خانہ، مدرسہ، دارالکرامی

■ کتب خانہ، مدرسہ، دارالکرامی

■ کتب خانہ، مدرسہ، دارالکرامی

عرض مؤلف

واضح رہے کہ اس شرح التلخیص کی دوسری جلد کو ایک مکتبہ کے مالک نے کافی عرصہ پہلے چھوڑا تھا جس کی تائید ایک ملائی کا تب سے کرائی تھی اس کی تصحیح کرتے کرتے اس کی کچھ جہتیں اکٹائی گئی اس لئے اس کی تصحیح اچھی طرح سے نہ ہو سکی علاوہ اس کے اسقر سے بھی اس کے زجر و تخریج میں کہیں کہیں غلطیاں ہوئی ہیں۔ بہرحال ان وجود کی بنا پر شرح التلخیص کی دوسری جلد میں جو ایک مالک مکتبہ نے بہت زمانے پہلے چھپوائی تھی کافی غلطیاں نکلی ہیں اب کافی توجہ و محنت کے ساتھ حتی المقدور اس کی اصلاح کر دی گئی ہے اور محترم دوست و خیر خواہ مالک زجر و تخریج مولانا محمد رفیع صاحب طبع کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سعادت دارین سے نوازے۔

قارئین حضرات اسقر نے غلطیوں کی اصلاح میں بہت کوششیں کی ہیں پھر بھی اگر کہیں کوئی غلطی نظر آجائے تو اسقر کو مطلع فرمائیں آئندہ طباعت میں اس کی اصلاح کر دی جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

طاب دعا

اسقر غلیل الرحمن تلخیصی شغورہ

فہرست مضامین

۳۵	من الطوک رکعتہ من المصلوۃ " جس نے ایک رکعت پڑھا تو اس سے اس کا کرم عظیم ہے۔
۳۶	ساعات النبی نبی عن المصلوۃ بھیجا " جن اوقات میں نماز سے کلمہ کیا ہے اس کا بیان۔
۳۷	النہی عن الصلوۃ بعد العصر " صبح کے بعد نماز سے منع کرنے کا بیان۔
۳۸	باب النہی عن الصلوۃ عند خلوع الشمس " سورج طلوع ہونے کے وقت نماز کی ممانعت کا بیان۔
۳۹	النہی عن الصلوۃ نصف النهار " تمیز دوپہر کے وقت نماز کی ممانعت کا بیان۔
۴۰	النہی عن الصلوۃ بعد العصر " عصر کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت کا بیان۔
۴۱	الم حیلۃ فی الصلوۃ بعد العصر " عصر کے بعد نماز کی اجازت ہے۔
۴۲	المرخصۃ فی الصلوۃ قبل غروب الشمس " اس بات کے بیان ہیں کہ غروب ہونے سے پہلے نماز کی اجازت ہے۔
۴۳	الم حیلۃ فی الصلوۃ قبل المغرب " غروب سے پہلے نماز کی اجازت کا بیان۔
۴۴	الصلوۃ بعد خلوع الشمس " سورج طلوع کے بعد نماز کا بیان۔
۴۵	اباحۃ الصلوۃ فی الیوم بعد العصر " صبح کی روزہ کے بعد نماز پڑھنے کے بیان۔
۴۶	اداءہ الصلوۃ فی ساعات کلھا سکت " کہ جس تمام اوقات میں نماز پڑھنا جائز ہے۔
۴۷	الوقت الہدی بجمع فیہ المصالح بین الظہر و العصر " اس وقت کا بیان جس میں سارے حکم اور عمر کی نوزائش ہوتی ہے۔
۴۸	سہان والکعب " اس میں اصوات کی حرکت میں جائز ہے اس کی وضاحت۔
۴۹	الوقت الہدی بجمع فیہ المفید " اس وقت کا بیان جس میں مفید و نازیہاں اکٹھی پڑھتے۔
۵۰	الوقت الہدی بجمع فیہ المسالو میں المغرب والعشاء " اس وقت کے بیان میں جس میں مغرب اور عشاء کے درمیان بیچ کر ہے۔
۵۱	فحان النبی بجمع بھیجا ہر الصلاۃ " اس حال کا بیان جس میں روزہ اور نماز کے درمیان بیچ کر کیا جائے۔
۵۲	الجمع بین الصلاۃ فی الحظیر " حالت طہر میں روزہ اور نماز کے درمیان بیچ کر کرنا۔
۵۳	الجمع بین الظہر والعصر بوجہ " غریب کی طرح روزہ اور عصر کے درمیان بیچ کر کرنا۔
۵۴	الجمع بین المغرب والعشاء بالمعروف " روزہ میں مغرب اور عشاء میں بیچ کر کرنا۔
۵۵	کیف المجمع " جمع کیا کیسے کا بیان۔
۵۶	فصل الصلاۃ لم یفسد " نماز کو اس کے مفہوم و عادت میں بڑھتی ہوئی فصاحت کا بیان۔
۵۷	فہرست نسی صلاۃ " جو نماز کو نسی کیا اس کے سے کیا حکم ہے۔

- ۶۳ طبع نام علی صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے پہلے کیے گئے تھے۔
- ۸۳ عذرا سے دم سے عذرا کو قید میں بند کر دیا۔ اس سے پہلے وہی نازک لگا رہا۔ یہ وقت میں لگا یاں۔
- ۸۷ کتب معنی انکسرت میں تھلا۔ اس میں پانی نہ تھا۔ نہ مٹاؤ تھا۔ نہ مٹاؤ تھا۔ نہ مٹاؤ تھا۔
- ۹۵ **تکابب الاذان**
- ۹۷ بعد الاذان الاذان رات کا
- ۹۸ شبہ الاذان الاذان کے خلاف ہو کر گئے ہیں۔
- ۹۹ بعض صورت میں شرح میں الاذان اس لیے لکھا گیا کہ اس کے لیے ہے۔
- ۱۰۱ کم الاذان میں کلمہ الاذان کے خلاف ہے۔
- ۱۰۲ کیف الاذان کی کیفیت الاذان کے لیے ہے۔
- ۱۰۵ الاذان میں السمر السمر کا یہ بیان ہے۔
- ۱۰۷ الاذان میں السمر السمر کا یہ بیان ہے۔
- ۱۰۸ السمر السمر کا یہ بیان ہے۔
- ۱۰۹ السمر السمر کا یہ بیان ہے۔
- ۱۱۰ السمر السمر کا یہ بیان ہے۔
- ۱۱۱ السمر السمر کا یہ بیان ہے۔
- ۱۱۲ الاذان میں السمر السمر کا یہ بیان ہے۔
- ۱۱۳ وقت الاذان الاذان کے وقت۔
- ۱۱۴ کیف السمر السمر کا یہ بیان ہے۔
- ۱۱۵ ربع السمر السمر کا یہ بیان ہے۔
- ۱۱۶ السمر السمر کا یہ بیان ہے۔
- ۱۱۷ السمر السمر کا یہ بیان ہے۔
- ۱۱۸ السمر السمر کا یہ بیان ہے۔
- ۱۱۹ السمر السمر کا یہ بیان ہے۔
- ۱۲۰ السمر السمر کا یہ بیان ہے۔
- ۱۲۱ السمر السمر کا یہ بیان ہے۔
- ۱۲۲ السمر السمر کا یہ بیان ہے۔
- ۱۲۳ السمر السمر کا یہ بیان ہے۔
- ۱۲۴ السمر السمر کا یہ بیان ہے۔
- ۱۲۵ السمر السمر کا یہ بیان ہے۔
- ۱۲۶ السمر السمر کا یہ بیان ہے۔
- ۱۲۷ السمر السمر کا یہ بیان ہے۔
- ۱۲۸ السمر السمر کا یہ بیان ہے۔
- ۱۲۹ السمر السمر کا یہ بیان ہے۔
- ۱۳۰ السمر السمر کا یہ بیان ہے۔

۱۲۳	سب نے کیا کیا؟ (۱) طہ، (۲) اہل مکیہ کے لئے صرف اقامت میں (۱) طہ
۱۲۴	الاقامة لا اقامة لكل صلاة ہاں یہ تراویح کے لئے صرف اور نہ کئے گئے ہیں
۱۲۵	الاقامة نفس سرور کعبہ میں صلاہ "جو ٹھکر" اور سب ایک وقت میں کیا ان کے لئے قامت کا رہا
۱۲۶	امان تراویح کی جڑ سے باہر نہیں
۱۲۷	الاقامة نفس بصلی واحد "اور ان نفس کے لئے بصرہ لکھا گیا ہے"
۱۲۸	الاقامة نفس بصلی واحد "اور ان نفس کے لئے جو پورا امان ہے"
۱۲۹	سبب الاقامة "فیہ قامت کا بیان"
۱۳۰	قامت میں واحد لکھا "تو ایک کا اپنے لئے قامت کہہ پاؤں"
۱۳۱	فصل القامات "اور ان کے لئے قامت"
۱۳۲	لا یسجد علی سنان "اور ان کے لئے قامت"
۱۳۳	محاذ القوم الذی لا یسجد علی اور ان کے لئے قامت
۱۳۴	نقول من یقول القوم "اور ان کے لئے قامت"
۱۳۵	نور الذلک "اور ان کے لئے قامت"
۱۳۶	نقول من یسجد لعمود "اور ان کے لئے قامت"
۱۳۷	القوم الذلک "اور ان کے لئے قامت"
۱۳۸	تاریخ بنا
۱۳۹	تسبیح علی السی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الاذان "اور ان کے لئے قامت"
۱۴۰	تسبیح بعد الاذان "اور ان کے لئے قامت"
۱۴۱	تسبیح بعد الاذان "اور ان کے لئے قامت"
۱۴۲	تسبیح بعد الاذان "اور ان کے لئے قامت"
۱۴۳	تسبیح بعد الاذان "اور ان کے لئے قامت"
۱۴۴	تسبیح بعد الاذان "اور ان کے لئے قامت"
۱۴۵	تسبیح بعد الاذان "اور ان کے لئے قامت"
۱۴۶	تسبیح بعد الاذان "اور ان کے لئے قامت"
۱۴۷	تسبیح بعد الاذان "اور ان کے لئے قامت"
۱۴۸	تسبیح بعد الاذان "اور ان کے لئے قامت"
۱۴۹	تسبیح بعد الاذان "اور ان کے لئے قامت"
۱۵۰	تسبیح بعد الاذان "اور ان کے لئے قامت"
۱۵۱	تسبیح بعد الاذان "اور ان کے لئے قامت"
۱۵۲	تسبیح بعد الاذان "اور ان کے لئے قامت"

- ۱۵۲ فصل مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم والصلوة فیہ "سجدت کی دوائیں میں نماز کے لئے فضیلت کا بیان"
- ۱۵۳ ذکر المسجد الذی اسیر علی النہر "اُس مسجد کا بیان جس کی باغیچہ کی پھل کی
- ۱۵۴ فصل مسجد فیہ والصلوة فیہ "سجدت کی دوائیں میں نماز کے لئے فضیلت"
- ۱۵۵ ما تبتہ انرجل الیہ من المصاحد "میں سجدہ کی طرف غریب اجازت سے الگ کیا گیا"
- ۱۵۶ مرثیہ شیعہ مصاحد "میرزا بن ابوبکر بن علی کے عبادت خانوں کو سجدہ دینے کا بیان"
- ۱۵۷ سلسلہ قصود والحدود فی مصاحد "تیسراں کو صوفیوں اور دین و سکندر کا
- ۱۵۸ الہی عن انحاء تقیور مساجد "قبروں کو سجدہ دینے سے منع فرمایا"
- ۱۵۹ الفضل فی بیان المصاحد "سجدہ میں کتنی فضیلت"
- ۱۶۰ الہی عن مع النساء من سجدہن المصاحد "عورتوں کو سجدہ میں مانے سے منع فرمایا"
- ۱۶۱ من ینع من المسجد "سجدہ سے کئی گنا لطف اس کا بیان"
- ۱۶۲ من یخرج من المسجد "سجدہ سے کئی گنا لطف اس کا بیان"
- ۱۶۳ عروب الجہاد فی المصاحد "سجدہ میں کئی گنا لطف اس کا بیان"
- ۱۶۴ لایحیض الصبیان المصاحد "بچوں کو سجدہ میں کئی گنا لطف اس کا بیان"
- ۱۶۵ وسط الامیر سادۃ المصاحد "تیسری کو سجدہ میں کئی گنا لطف اس کا بیان"
- ۱۶۶ لایحیض المصاحد "اُس کو سجدہ میں کئی گنا لطف اس کا بیان"
- ۱۶۷ الہی عن الحج والعمرة فی المصاحد وعن التحق قبل الصلوة الحمد "سجدہ سے کئی گنا لطف اس کا بیان"
- ۱۶۸ اوروز جمعہ سے پہلے سجدہ کی فضیلت کا بیان"
- ۱۶۹ الہی عن ناسخه الاتصال فی المصاحد "سجدہ میں کئی گنا لطف اس کا بیان"
- ۱۷۰ ترجمہ فی سلسلہ التعمیر فی المصاحد "سجدہ میں کئی گنا لطف اس کا بیان"
- ۱۷۱ الہی عن انشاء المساجد فی المصاحد "سجدہ میں کئی گنا لطف اس کا بیان"
- ۱۷۲ اظہار السلاخ فی المسجد "سجدہ میں کئی گنا لطف اس کا بیان"
- ۱۷۳ تشبیک الامام فی المسجد "سجدہ میں کئی گنا لطف اس کا بیان"
- ۱۷۴ الاستغناء فی المسجد "سجدہ میں کئی گنا لطف اس کا بیان"
- ۱۷۵ الشرم فی المسجد "سجدہ میں کئی گنا لطف اس کا بیان"
- ۱۷۶ انصاف فی المسجد "سجدہ میں کئی گنا لطف اس کا بیان"
- ۱۷۷ الہی عن ان تصحیح لرحل فی فلق المصاحد "سجدہ میں کئی گنا لطف اس کا بیان"
- ۱۷۸ ذکر نہیں الہی صلی اللہ علیہ وسلم عن ان یصل لرحل بن عبدیہ وس یصلہ وهو فی علانہ
- ۱۷۹ "اِس بات کے بیان میں کوئی لکھنے والے کو کوئی حالت میں ہے" اس کے لئے کئی طرف سے
- ۱۸۰ کے لئے فرمایا"

- ۱۳۸۸ افرحہ لہ صلیٰ ابیہیق علیہ السلام، صلیٰ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے پائیں ٹھوس ٹھوس کی اجازت نہ دیا۔
- ۱۳۸۹ ماہ، لرحلین بشلک صلاۃ "بچے شوک تو نہیں تے، گڑا ہائے"۔
- ۱۳۹۰ زحلی المصاحہ "سر جلاؤ جو اڑیو"۔
- ۱۳۹۱ انمول عدد جون اسعد وعدہ حروج سے "سکھ میں دھلی، زور زور سے لٹکے کے وقت، جامہ پہنے ماچیا"۔
- ۱۳۹۲ الامر بالصلوۃ فی الجہوس فیہ "سکھ میں بچھے سے بچھنے کا شرم"۔
- ۱۳۹۳ الرخصۃ فی الطلوع فیہ والعروج مدہ، سر مدلا "سکھ میں بچھا، بچھنے کے سمیت لٹکے کی اجازت ہے"۔
- ۱۳۹۴ صلاۃ لڈی بر علی المسعد "لڈی بر کی بچھنے کے پاس سے گزرتا ہے"۔
- ۱۳۹۵ انشر علی الجہوس فی المسعد وخطوہ اخلوہ "سکھ میں بچھے، انشر وڈی زلی زلیہ فیہ"۔
- ۱۳۹۶ واکر ہی لڈی صلیٰ علیہ وسلم عن الصلوۃ فی لفظن الاصل "لڈی نہ بچھے کی بچھنے کا وقت ہے"۔
- ۱۳۹۷ لڈی بر علی "لڈی بر"۔
- ۱۳۹۸ لڈی صلیٰ علیہ وسلم "لڈی بر کی بچھنے کے پاس سے گزرتا ہے"۔
- ۱۳۹۹ الصلوۃ علی الجہوس "پہلی پہلا پہلا"۔
- ۱۴۰۰ الصلاۃ علی الجہوس "پہلی پہلی پہلی پہلا پہلا"۔
- ۱۴۰۱ الصلوۃ علی الجہوس "پہلی پہلی پہلی پہلا پہلا"۔
- ۱۴۰۲ الصلوۃ علی الجہوس "پہلی پہلی پہلی پہلا پہلا"۔
- ۱۴۰۳ الصلوۃ علی الجہوس "پہلی پہلی پہلی پہلا پہلا"۔
- ۱۴۰۴ الصلوۃ علی الجہوس "پہلی پہلی پہلی پہلا پہلا"۔
- ۱۴۰۵ الصلوۃ علی الجہوس "پہلی پہلی پہلی پہلا پہلا"۔
- ۱۴۰۶ الصلوۃ علی الجہوس "پہلی پہلی پہلی پہلا پہلا"۔
- ۱۴۰۷ الصلوۃ علی الجہوس "پہلی پہلی پہلی پہلا پہلا"۔
- ۱۴۰۸ الصلوۃ علی الجہوس "پہلی پہلی پہلی پہلا پہلا"۔
- ۱۴۰۹ الصلوۃ علی الجہوس "پہلی پہلی پہلی پہلا پہلا"۔
- ۱۴۱۰ الصلوۃ علی الجہوس "پہلی پہلی پہلی پہلا پہلا"۔
- ۱۴۱۱ الصلوۃ علی الجہوس "پہلی پہلی پہلی پہلا پہلا"۔
- ۱۴۱۲ الصلوۃ علی الجہوس "پہلی پہلی پہلی پہلا پہلا"۔
- ۱۴۱۳ الصلوۃ علی الجہوس "پہلی پہلی پہلی پہلا پہلا"۔
- ۱۴۱۴ الصلوۃ علی الجہوس "پہلی پہلی پہلی پہلا پہلا"۔
- ۱۴۱۵ الصلوۃ علی الجہوس "پہلی پہلی پہلی پہلا پہلا"۔
- ۱۴۱۶ الصلوۃ علی الجہوس "پہلی پہلی پہلی پہلا پہلا"۔
- ۱۴۱۷ الصلوۃ علی الجہوس "پہلی پہلی پہلی پہلا پہلا"۔
- ۱۴۱۸ الصلوۃ علی الجہوس "پہلی پہلی پہلی پہلا پہلا"۔
- ۱۴۱۹ الصلوۃ علی الجہوس "پہلی پہلی پہلی پہلا پہلا"۔
- ۱۴۲۰ الصلوۃ علی الجہوس "پہلی پہلی پہلی پہلا پہلا"۔

۲۰۷ اصطلاحی ہوگی یہ وہی الامام سترہ اسماعیلی اور امام کے درمیان نزاع کا بیان۔

۲۰۸ اصطلاحی لقب شوق الوحدہ "ایک کیزے میں نماز پڑھنے کا بیان"

۲۰۹ اصطلاحی قیصر واحد "ایک قیصر میں نماز پڑھنے کا بیان"

۲۱۰ اصطلاحی الامار "قیصر میں نماز پڑھنے کا بیان"

۲۱۱ صلاة الروح فی لوبہ بمعنی علی سرکہ "سرکے لوبہ میں نماز پڑھنا" تاکہ صحت پائی جیڑی کے بدن پر ہو۔

۲۱۲ صلاة الروح فی القوب الوحدہ لیس علی عاتقہ معنی "نہی کا ایک کیزے میں نماز پڑھنا" تاکہ قیصر میں نہ ہو۔

۲۱۳ کہ ہمہ ہاں پڑھنے سے نہ صحت ہو۔

۲۱۴ اصطلاحی السورہ "ترکی پڑھنے کا بیان"

۲۱۵ نوعی اصطلاحی حبیصہ لہا اعلام "تقریباً ایک ماہ کی پوری میں نماز پڑھنے کی ہدایت ہے۔"

۲۱۶ اصطلاحی شباب العمر "سرخ کپڑوں میں نماز پڑھنا"

۲۱۷ اصطلاحی لشعرا "نہی شعلہ میں نماز پڑھنے کا بیان"

۲۱۸ اصطلاحی العین "نہی پٹے ہونے کے لئے پڑھنا"

۲۱۹ اصطلاحی العین "نہی پٹے ہونے کے لئے پڑھنا"

۲۲۰ یہی ضعیف الامام بمعنی اذہ علی ماہر من "نہی ہموگوں کے ساتھ نماز پڑھنے کو چاہئے کہ وہاں رکھے۔"

۲۲۱ **کتاب الامامة**

۲۲۲ ذکر الامامة و لجماعة

۲۲۳ ائمة اهل العلم والفصل "علم اور فضیلت کے لئے امامت کا بیان"

۲۲۴ اصول مع صلاہ العور "نہی امامت کے ساتھ نماز پڑھنا"

۲۲۵ من احسن الامامة "کون شخص امامت کا زیادہ مستحق ہے۔"

۲۲۶ تقطیع نوری العین "نہی عور کے لئے نہی کے لئے نہی کے لئے کھانا"

۲۲۷ اجتماع الخیر فی موضوع ہم فیہ سواء "نہی نفاذ ہونے کی جگہ میں جہاں سب برابر ہیں۔"

۲۲۸ اجتماع القوم و عہدہ الوالی "نہی کوشش ہونے کے لئے نفاذ ہونے کی جگہ میں جہاں سب برابر ہیں۔"

۲۲۹ نفاذ عہدہ الوالی "نہی عہدہ کے لئے نفاذ ہونے کی جگہ میں جہاں سب برابر ہیں۔"

۲۳۰ صلوة الامام خلف رجل من رعيہ "امام کا پیچھے نماز پڑھنا"

۲۳۱ امامة الزمان "نہی امامت کے لئے نفاذ ہونے کی جگہ میں جہاں سب برابر ہیں۔"

۲۳۲ امامة الاعصی "نہی امامت کے لئے نفاذ ہونے کی جگہ میں جہاں سب برابر ہیں۔"

۲۳۳ امامة العلاء قبل ان یصلو "نہی امامت کے لئے نفاذ ہونے کی جگہ میں جہاں سب برابر ہیں۔"

۲۳۴ قیوم الناس والارباب الامام "نہی امامت کے لئے نفاذ ہونے کی جگہ میں جہاں سب برابر ہیں۔"

- حروج الزحف من صلوة الامام وفرغہ من صلواتہ فی ماعینہ المسجدة "سعی" اکیلا، مکی نمازت ...
- ۲۶۰ "فلیجہ بالورسیر کے کسی ٹوٹے میں: اکیلا نماز سے اس کا ورغہ ہوگا۔"
- ۲۶۱ "الاتحاد بالاعداء یصلی فاعدا" "قد ارکانہ الامام کی دیگر وجہ ہے کہ نماز پر جمعہ"
- ۲۶۲ "احلاف علیہ الامام والعموم" "اس اور مقتدرین کی نیت میں اشکالہ فایران"
- ۲۶۳ "ممنوع من الیوم والحداد" "ممنوع"
- ۲۶۴ "لصل الحماة" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۶۵ "الحماة اور کانوا للعد" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۶۶ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۶۷ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۶۸ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۶۹ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۷۰ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۷۱ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۷۲ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۷۳ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۷۴ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۷۵ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۷۶ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۷۷ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۷۸ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۷۹ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۸۰ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۸۱ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۸۲ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۸۳ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۸۴ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۸۵ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۸۶ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۸۷ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۸۸ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۸۹ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۹۰ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۹۱ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۹۲ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۹۳ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۹۴ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۹۵ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۹۶ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۹۷ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۹۸ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۲۹۹ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"
- ۳۰۰ "الحماة اذا کانوا" "باعت کی اشکالہ فایران"

- ۱۹۷ جبکہ امام فرض ہے، ہوتا۔
- ۱۹۸ المنع بعد الصف "صف کے پیچھے نماز پڑھنے والے کا بیان۔"
- ۱۹۹ الموقوف دون الصف "صف میں پہنچنے سے پہلے رکوع کرنا۔"
- ۲۰۰ الصلاة بعد الظهر "بعد ظہر نماز کا بیان۔"
- ۲۰۱ الصلاة في العصر وذكر اختلاف الظليل عن ابن اسحق في ذلك "عمرت سے پہلے نماز، اس میں۔"
- ۲۰۲ والاحتاج في نقله عن ابن اسحق في ذلك "کافرت۔"
- ۲۰۳ ككتاب الاجتماع.....
- ۲۰۴ باب العمل في الصلوة "اقتباس کر کے لکھتے ہیں کہ نماز کا بیان۔"
- ۲۰۵ حضرت پراہنہ، زبیدی روایت.....
- ۲۰۶ جواب تلمیذی.....
- ۲۰۷ حنفیہ، حدیث بخاری سے کاسراشا اور ابن کثیر نے.....
- ۲۰۸ ترکہ دینے پر کیا دفع پر ترجیح.....
- ۲۰۹ باب دفع اليدين قبل التكبير "تکبیر سے پہلے دفع پر کیا کیا گیا۔"
- ۲۱۰ دفع اليدين حدود المكسب "دو ہاتھوں کے درمیان دفع پر کیا کیا گیا۔"
- ۲۱۱ دفع اليدين حين الادمين "دو ہاتھوں کے ساتھ دفع پر کیا کیا گیا۔"
- ۲۱۲ باب موضوع الاطعام عند الرفع "ارٹھ پر ہاتھوں کے ساتھ دفع پر کیا کیا گیا۔"
- ۲۱۳ دفع اليدين من التكبير "تکبیر کے وقت دونوں ہاتھوں کو خوب اچھی طرح اٹھانا۔"
- ۲۱۴ عرض الشكيرة الادوية "تکبیر پر فرض ہونے کا بیان۔"
- ۲۱۵ القول الذي يفتح به الصلوة "تکبیر کے وقت سے نماز شروع کرنا چاہتا ہے اس کا بیان۔"
- ۲۱۶ الامام محمد بن حاتم.....
- ۲۱۷ وضع اليدين على المذلل في الصلوة "نماز میں دو ہاتھوں کو بائیں ہاتھ پر رکھنا کا بیان۔"
- ۲۱۸ في الامام الاداري الرجل قد وضع شعله على يمينه "یمنہ جب بائیں ہاتھ کو دیکھتا ہے تو دائیں ہاتھ میں اٹھاتا ہے۔"
- ۲۱۹ ہاتھ دے کر ہاتھ پر رکھ کر کیا کرتے.....
- ۲۲۰ باب موضوع اليدين من الشغل في الصلوة "نماز میں کسی نماز میں راستہ ہاتھوں کو کسی چیز پر رکھنے۔"
- ۲۲۱ باب النهي عن التخصير في الصلوة "نماز میں ہاتھ پر رکھنے کی منع کا بیان۔"
- ۲۲۲ الصف من القدمين في الصلوة "نماز میں دونوں گونہوں سے رکھنے کا بیان۔"
- ۲۲۳ سكوت الامام بعد فتاح الصلوة "نماز کے وقت میں سکوت کر کے بیٹھنا۔"
- ۲۲۴ باب الدعاء من الشكيرة والعقود "تکبیر اور قرأت کے درمیان دعا پڑھنے کا بیان۔"
- ۲۲۵ نوع اسر من الدعاء بين الشكيرة والعقود "تکبیر اور قرأت کے درمیان دعا پڑھنے کا بیان۔"

- ۳۳۵ سورہ آخر من الذکر من النساء میں الذکیر والفرقاء "تکبیر اور قرآن کے درمیان ایک اور ذکر اور دعا کا بیان"
 ۳۳۷ سورہ آخر من الذکر من النساء میں النساء "الفتح کا ذکر کرتے ہوئے درمیان ایک اور ذکر کا بیان"
 ۳۳۸ سورہ آخر من الذکر بعد التکبیر "تکبیر کے ایک اور ترجمے کا بیان"
 ۳۳۹ سورہ ابتدائہ صفحہ الكتاب قبل السورۃ "سورۃ سے پہلے صفحہ الكتاب کے ساتھ شروع کرنے کا بیان"
 ۳۴۰ قرآن کا مسمیٰ اللہ الرحمن الرحیم "تہجد اور کئی اور عبادت کے قرآن کا بیان"
 ۳۴۱ مسمیٰ یا ثانی
 ۳۴۲ مسمیٰ یا ثالث
 ۳۴۳ ترک الجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم "تہجد اور کئی اور عبادت کے قرآن کا بیان"
 ۳۴۴ سورہ فراء ذیہ اللہ الرحمن الرحیم میں فاتحہ الكتاب "سورۃ خوش گوارہ کی قرآن کا بیان"
 ۳۴۵ احباب فراء ذیہ فاتحہ الكتاب ہی اتصالاً "اسلامی مردانہ نمونہ قرآن الہی کے بیان"
 ۳۴۶ فصل فاتحہ الكتاب "سورۃ فاتحہ کی تفصیلات کا بیان"
 ۳۴۷ نائوس نول اللہ عز وجل ولعلہ یتبک من العذی والفران العظیم "کئی قرآن شریف کے قرآن"
 ۳۴۸ ولقد آتینک من عند ربک فی الحقیقۃ "الحق کی حقیقت"
 ۳۴۹ ترک الفراء خلف الامام لیسلم یجھد "غیر حرز، ذیہ امام کرکچھ قرآن کا بیان"
 ۳۵۰ ترک الفراء خلف الامام لیسلم یجھد "ہم امام ذیہ امام سے پیچھے نہ کرے قرآن کا بیان"
 ۳۵۱ فراء ذیہ الفراء خلف الامام لیسلم یجھد "اس کے پیچھے سورۃ فاتحہ کا بیان"
 ۳۵۲ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۵۳ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۵۴ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۵۵ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۵۶ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۵۷ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۵۸ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۵۹ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۶۰ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۶۱ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۶۲ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۶۳ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۶۴ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۶۵ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۶۶ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۶۷ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۶۸ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۶۹ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۷۰ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۷۱ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۷۲ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۷۳ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۷۴ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۷۵ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۷۶ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۷۷ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۷۸ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۷۹ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۸۰ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۸۱ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۸۲ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۸۳ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۸۴ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۸۵ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۸۶ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۸۷ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۸۸ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۸۹ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۹۰ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۹۱ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۹۲ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۹۳ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۹۴ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۹۵ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۹۶ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۹۷ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۹۸ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۳۹۹ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ
 ۴۰۰ قرآن خلف الامام کی قرآن روہ

- ۳۱۱ القراءۃ فی الطہر "تلمیح میں قرأت کا بیان"
- ۳۱۲ تطویل المقیم فی النکحۃ الاولیٰ من صلاۃ الطہر "تلاذخیر کی پہلی نکتہ میں قیام کو طویل کرنا"
- ۳۱۳ باب مسامح لایامہ الا یہ فی الطہر "تلمیح میں تلاذخیر کا کوئی آیت مذکورہ"
- ۳۱۴ تفصیل الیام فی النکحۃ ثلاثہ من الطہر "تلمیح میں تلاذخیر کی پہلی نکتہ میں قیام کو طویل کرنا"
- ۳۱۵ القراءۃ فی النکحۃ الاولیٰ من صلاۃ الطہر "تلاذخیر کی پہلی نکتہ میں قیام کو طویل کرنا"
- ۳۱۶ القراءۃ فی النکحۃ الاولیٰ من صلاۃ العصر "تلاذخیر کی پہلی نکتہ میں قیام کو طویل کرنا"
- ۳۱۷ تصحیف مقیم و القراءۃ "قیام و قراءۃ کی تحریف کا بیان"
- ۳۱۸ باب القراءۃ فی المغرب بقتلہ الجفصل "مغرب میں قتلہ الجفصل کی قرأت کا بیان"
- ۳۱۹ القراءۃ فی المغرب سبع اسیر ربک الاعلیٰ "مغرب میں سبع اسیر ربک الاعلیٰ کی قرأت کا بیان"
- ۳۲۰ القراءۃ فی المغرب بالمرسلات "مغرب میں مرسلات کی قرأت کا بیان"
- ۳۲۱ القراءۃ فی المغرب بالطور "مغرب میں طور کی قرأت کا بیان"
- ۳۲۲ القراءۃ فی المغرب بخم الدعان "مغرب میں خم الدعان کی قرأت کا بیان"
- ۳۲۳ القراءۃ فی المغرب بختی "مغرب میں ختی کی قرأت کا بیان"
- ۳۲۴ القراءۃ فی المغرب بعد المغرب "بعد مغرب کی قرأت کا بیان"
- ۳۲۵ الفصل فی قراءۃ فہم اللہ احد "فہم اللہ احد کی قرأت کی تعلیمات کا بیان"
- ۳۲۶ القراءۃ فی العشاء الاخرۃ سبع اسیر ربک الاعلیٰ "عشاء میں سبع اسیر ربک الاعلیٰ کی قرأت کا بیان"
- ۳۲۷ القراءۃ فی العشاء الاخرۃ بالنسب و صلحہا "عشاء میں نسب و صلحہا کی قرأت کا بیان"
- ۳۲۸ القراءۃ فی العشاء الاخرۃ بالنسب و صلحہا "عشاء میں نسب و صلحہا کی قرأت کا بیان"
- ۳۲۹ القراءۃ فی العشاء الاخرۃ بالنسب و صلحہا "عشاء میں نسب و صلحہا کی قرأت کا بیان"
- ۳۳۰ القراءۃ فی العشاء الاخرۃ بالنسب و صلحہا "عشاء میں نسب و صلحہا کی قرأت کا بیان"
- ۳۳۱ القراءۃ فی العشاء الاخرۃ بالنسب و صلحہا "عشاء میں نسب و صلحہا کی قرأت کا بیان"
- ۳۳۲ القراءۃ فی العشاء الاخرۃ بالنسب و صلحہا "عشاء میں نسب و صلحہا کی قرأت کا بیان"
- ۳۳۳ القراءۃ فی العشاء الاخرۃ بالنسب و صلحہا "عشاء میں نسب و صلحہا کی قرأت کا بیان"
- ۳۳۴ القراءۃ فی العشاء الاخرۃ بالنسب و صلحہا "عشاء میں نسب و صلحہا کی قرأت کا بیان"
- ۳۳۵ القراءۃ فی العشاء الاخرۃ بالنسب و صلحہا "عشاء میں نسب و صلحہا کی قرأت کا بیان"

۲۲۵	باب مد انصرت بالقرآنہ "قرآن کی قرأت میں مصرت لایا گیا"
۲۲۵	بین القرآن بالضمون "قرآن کو ضمیر سے لڑنے کے ساتھ چمکتا"
۲۲۵	دب لشکر لمزکوع "دوب کے لئے لڑنے کے لئے لایا گیا"
	رفع القیدین لمزکوع حذاء المروج الاذین "دوب کے لئے لڑنے کے لئے لایا گیا"
۲۲۸	کے برابر لایا گیا
۲۲۹	باب راع اجدید لمزکوع حذاء الصکین "دوب کے لئے لڑنے کے لئے لایا گیا"
۲۲۹	نورک ذائقہ "نورک کے لئے لایا گیا"
۲۲۹	الطاعة الصلح فی الزکوع "نورک کے لئے لایا گیا"
۲۳۰	الاعتماد فی الزکوع "نورک کے لئے لایا گیا"
۲۳۱	باب المطبق "نورک کے لئے لایا گیا"
۲۳۲	سے دلائل "نورک کے لئے لایا گیا"
۲۳۳	الاسکاک دالو کب فی الزکوع "نورک کے لئے لایا گیا"
۲۳۳	باب مع اصح الزکوع فی الزکوع "نورک کے لئے لایا گیا"
۲۳۵	باب مع اصحاب القیدین فی الزکوع "نورک کے لئے لایا گیا"
۲۳۵	باب الصیاح فی الزکوع "نورک کے لئے لایا گیا"
۲۳۶	باب الاقداس فی الزکوع "نورک کے لئے لایا گیا"
۲۳۶	لیجور عہد اللہ دالو فی الزکوع "نورک کے لئے لایا گیا"
۲۳۸	تعظیم ارب فی الزکوع "نورک کے لئے لایا گیا"
۲۴۰	باب المذکر فی الزکوع "نورک کے لئے لایا گیا"
۲۴۱	نوع اصغر من المذکر فی الزکوع "نورک کے لئے لایا گیا"
۲۴۱	نوع اصغر من "نورک کے لئے لایا گیا"
۲۴۱	نوع اصغر من المذکر فی الزکوع "نورک کے لئے لایا گیا"
۲۴۲	نوع اصغر من "نورک کے لئے لایا گیا"
۲۴۲	نوع اصغر "نورک کے لئے لایا گیا"
۲۴۳	باب اصغر من نورک "نورک کے لئے لایا گیا"
۲۴۳	باب الاصغر من الزکوع "نورک کے لئے لایا گیا"
۲۴۵	باب راع القیدین عند المروج "نورک کے لئے لایا گیا"
	باب راع المروج عند المروج "نورک کے لئے لایا گیا"
۲۴۵	کافول "نورک کے لئے لایا گیا"

۳۷۹	المسجود علیٰ ائیدیں "تو انہیں پتہ نہ تھا"
۳۸۰	باب المسجود علیٰ قبر کثیر "تو انہیں پتہ نہ تھا کہ انہیں"
۳۸۱	باب المسجود علیٰ القذین "تو انہیں پتہ نہ تھا کہ انہیں"
۳۸۲	باب نصب القذین فی المسجود "تو انہیں پتہ نہ تھا کہ انہیں"
۳۸۳	باب فتح صحنہ المرحلین فی المسجود "تو انہیں پتہ نہ تھا کہ انہیں"
۳۸۴	باب تہذیب القذین "تو انہیں پتہ نہ تھا کہ انہیں"
۳۸۵	باب مکان البدین من المسجود "تو انہیں پتہ نہ تھا کہ انہیں"
۳۸۶	باب البیض عن سباط القذین فی المسجود "تو انہیں پتہ نہ تھا کہ انہیں"
۳۸۷	باب صفة المسجود "تو انہیں پتہ نہ تھا کہ انہیں"
۳۸۸	باب المسجود فی المسجود "تو انہیں پتہ نہ تھا کہ انہیں"
۳۸۹	باب المسجود فی المسجود "تو انہیں پتہ نہ تھا کہ انہیں"
۳۹۰	باب المسجود فی المسجود "تو انہیں پتہ نہ تھا کہ انہیں"
۳۹۱	باب المسجود فی المسجود "تو انہیں پتہ نہ تھا کہ انہیں"
۳۹۲	باب المسجود فی المسجود "تو انہیں پتہ نہ تھا کہ انہیں"
۳۹۳	باب المسجود فی المسجود "تو انہیں پتہ نہ تھا کہ انہیں"
۳۹۴	باب المسجود فی المسجود "تو انہیں پتہ نہ تھا کہ انہیں"
۳۹۵	باب المسجود فی المسجود "تو انہیں پتہ نہ تھا کہ انہیں"
۳۹۶	باب المسجود فی المسجود "تو انہیں پتہ نہ تھا کہ انہیں"
۳۹۷	باب المسجود فی المسجود "تو انہیں پتہ نہ تھا کہ انہیں"
۳۹۸	باب المسجود فی المسجود "تو انہیں پتہ نہ تھا کہ انہیں"
۳۹۹	باب المسجود فی المسجود "تو انہیں پتہ نہ تھا کہ انہیں"
۴۰۰	باب المسجود فی المسجود "تو انہیں پتہ نہ تھا کہ انہیں"

۴۸۷	نوع آخر "یا ادریح کی دعا کا بیان"
۴۸۸	نوع آخر "یس اور یح کی دعا کا بیان"
۴۸۹	نوع آخر "یا ادریا کی دعا کا بیان"
۴۹۰	نوع آخر "یس اور یح کی دعا کا بیان"
۴۹۱	عدد المسبح فی السجود "تہ" میں تسبیح کی تعداد کا بیان
۴۹۲	باب ترسیخ فی ترک الذکر فی السجود "تہ سے پہلے نہ رکھنا" کا بیان
۴۹۳	ہو بہ مانعہ عن تعدد من اذ غزو حل "اس بات کے بیان میں کہ بعد از نماز جس نے کہ وقت زیادہ قریب ہو جائے"
۴۹۴	لعل السجود "تہ کی نسبت کا بیان"
۴۹۵	باب ثواب من سجد عند غروب وحل سجدہ "بعض متقدم غروب کے واسطے کہ جب تک کہ اس کے کعبہ کا بیان"
۴۹۶	باب موعظ السجود "سوحن جوئی فضیلت کا بیان"
۴۹۷	بابہ حل بیحوہ نہ نکون سجدۃ الطول من سجدہ "اس بات کے بیان میں کہ کیا ایک بار سجدہ سے بعد سے"
۴۹۸	سے زیادہ طویل دعا پڑھنے کے"
۴۹۹	باب التکبیر عند الرفع من سجدہ "تہ سے اٹھانے وقت تکبیر کے کا بیان"
۵۰۰	باب دفع البعیر عند الرفع من السجدة الاولى "اول کعبہ سے اٹھانے وقت میں ہاتھ اٹھانے کا بیان"
۵۰۱	اموک ذالک میں السجدتین "دو سجدوں کے درمیان سجدہ پڑھنے کے کا بیان"
۵۰۲	باب الدعاء بین السجدتین "دو سجدوں کے درمیان دعا کا بیان"
۵۰۳	باب دفع البعیر میں السجدتین للقاء "دو سجدوں کے درمیان بیرونی جانب سے اٹھانے کا بیان"
۵۰۴	باب کیف لعلوس میں السجدتین "دو سجدوں کے درمیان بیرونی جانب سے اٹھانے کا بیان"
۵۰۵	قصر لعلوس میں السجدتین "دو سجدوں کے درمیان قصر درملان کا بیان"
۵۰۶	باب التکبیر للسجود "تہ سے اٹھانے کے بعد تکبیر کے کا بیان"
۵۰۷	باب الاستواء للعلوس عند الرفع من السجدتین "پس وقت دو سجدوں سے اٹھانے کو سیدھا بیٹھ جانا"
۵۰۸	باب الاعتماد علی الارض عند النهوض "اٹھانے کے وقت زمین پر تکیہ لگانے کا بیان"
۵۰۹	باب دفع البعیر عن الارض قبل التکبیر "تکبیر سے پہلے زمین سے اٹھانے کا بیان"
۵۱۰	باب التکبیر للہو "اٹھانے کے وقت تکبیر کے کا بیان"
۵۱۱	باب کیف لعلوس عند السجود "اول سجدہ سے اٹھانے کا بیان"
۵۱۲	باب الاستقبال بالطرف الاصل للقدم للقاء عند السجود "تہ سے اٹھانے کے بعد"
۵۱۳	الطرف الاصل کی طرف سے اٹھانے کا بیان
۵۱۴	باب موعظ البین عند العلوس للسجود "اول سجدہ سے اٹھانے کے بعد"

۵۶۰ باب اصلاح فی الصلوٰۃ "تم از سر مسائل اصلاح کیا"

۵۶۱ اصلاح فی الصلوٰۃ "آغازش تفسیراً"

۵۶۲ باب نکاح فی الصلوٰۃ "ماریہ، نے کیا"

۵۶۳ باب عن تمسک والحدود ماہ منہ فی الصلوٰۃ "تم از سر مسائل بحث کرتے ہوئے سے حدیث بخار پائے وہ بیان"

۵۶۴ مکالمہ فی الصلوٰۃ "انامہ گزشتہ کتاب اس کا کیا"

۵۶۵ باب عمل من قدم من الشتر ناسا ولم یستھد "جو شخص دو سو سے اور کثرت سے بعد اپنے تکیہ پر چلتا کہ اگرچہ ایک سو سے کیا نہ ہو"

۵۶۶ باب عمل من سبہ من تکتفئ نسیا وانکلم "جو شخص بولنے سے روکتا کہ بعد سلام پھیرے اور کلمہ کرے"

۵۶۷ باب سوت میں سے کیا کہ تہا ہے"

۵۶۸ ذکر الاختلاف علی اسی ہریرۃ فی المسح علی النیۃ یزید میں سو کے وجہ سے یا نہیں

۵۶۹ باب زیادہ لکھتے ہیں "بات کرتے ہیں اس میں جو اختلاف ہے اس کا کیا"

۵۷۰ باب تعدد الحصل علی مہ ذکر اذا ضحک "جو شخص ضحک کرے اور اپنی بات سے طمانی ہو کر نہ آئے کہ کیا"

۵۷۱ باب البحر "قوی میں تفسیرات متعدد کرتے کرتے اور موقوف کرتے ہیں"

۵۷۲ باب ما یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۷۳ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۷۴ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۷۵ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۷۶ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۷۷ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۷۸ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۷۹ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۸۰ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۸۱ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۸۲ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۸۳ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۸۴ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۸۵ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۸۶ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۸۷ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۸۸ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۸۹ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۹۰ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۹۱ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۹۲ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۹۳ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۹۴ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۹۵ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۹۶ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۹۷ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۹۸ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۹۹ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۶۰۰ باب یقبل من علی حیا "جو شخص پاؤں کھتے یا اس کا پاؤں پہنتے اس کا کیا"

۵۷۲	از کسی غلطی سے شروع کر دیا ہے
۵۷۳	باب احیاء تہجد فی الاصل "تہجد میں ہمارے چھ نکات کا بیان"
۵۷۴	موضع العصر بعد الاذانہ و تحریک السجۃ "اذان کے وقت دو نماز اور تحریک سجدہ کا بیان"
۵۷۵	باب الحجۃ عن رفع الیمین اثنی السجۃ بعد الدعاء فی الصلاۃ "تہجد میں اٹھانے کے وقت یمن کی طرف نظر دھرنے کی امانت کا بیان"
۵۷۶	باب ایجابہ التہجد "آجائے تہجد کا بیان"
۵۷۷	تعلیم التہجد کتلم السورۃ من حقہ ان "تہجد کا تلمذ پڑھنے کا حق ہے قرآن کے"
۵۷۸	باب کیف یصلیہ "بیان میں اس بات نے کہ تہجد میں کس طرح ہے"
۵۷۹	نوع آخر من التہجد "ایک اور تہجد کا بیان"
۵۸۰	نوع آخر "ایک اور تہجد کا بیان"
۵۸۱	باب السلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم "نبی ﷺ پر سلام بھیجے گا بیان"
۵۸۲	باب الصلیۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم "نبی ﷺ پر صلیۃ سلام پڑھنے کی تعلیمات کا بیان"
۵۸۳	باب التمجید والصلۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلاۃ "تہجد کے بارے میں تمجید کا بیان"
۵۸۴	از حضور ﷺ پر درج ہے کا بیان"
۵۸۵	باب الامر بالصلۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم "نبی ﷺ پر امر اوصاف کا بیان"
۵۸۶	باب کیف الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم "پڑھنے کے بارے میں نبی ﷺ پر درج ہے کا بیان"
۵۸۷	نوع آخر "ایک اور درج کا بیان"
۵۸۸	نوع آخر "ایک اور درج کا بیان"
۵۸۹	نوع آخر "ایک اور درج کا بیان"
۵۹۰	نوع آخر "ایک اور درج کا بیان"
۵۹۱	ایک اور درج کا بیان
۵۹۲	تہجد پر شکل و رمان کا باب
۵۹۳	باب الصلیۃ فی الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم "نبی ﷺ پر صلیۃ سلام پڑھنے کی تعلیمات کا بیان"
۵۹۴	باب بحیرۃ الدعاء بعد الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم "نبی ﷺ پر درج ہے کا بیان"
۵۹۵	الدعاء بعد التہجد "تہجد کے بعد کا بیان"
۵۹۶	باب الدعاء بعد التہجد "تہجد کے بعد کا بیان"
۵۹۷	نوع آخر من الدعاء "ایک اور دعا کا بیان"
۵۹۸	نوع آخر من الدعاء "ایک اور دعا کا بیان"
۵۹۹	نوع آخر من الدعاء "ایک اور دعا کا بیان"

۵۹۳	نوع آخر "ایک اور دعا کیا جائے"
۵۹۴	باب النعوذ فی الصلاة "نار تک پڑھنا چاہئے کیا جائے"
۵۹۵	نوع آخر "ایک اور دعا کیا جائے"
۵۹۶	نوع آخر من الذکر بعد الطہارۃ "تشریح کے بعد ایک اور ذکر کیا جائے"
۵۹۷	باب تطہیف الصلاة "تخفیف صلاۃ کیا جائے"
۵۹۸	باب اقل ما یجوز من عمل الصلاة "کم از کم جس عمل سے نماز جائز ہو جائے اس کا بیان"
۵۹۹	باب السلام "سلام کا بیان"
۶۰۰	باب موضع الیمین عند السلام "سلام کے وقت دائیں ہاتھوں کے مقام کا بیان"
۶۰۱	کیفۃ السلام علی الیمین "سب بات کے بیان میں کہ دائیں طرف سے سلام کی طرح کر دیا جائے"
۶۰۲	کفۃ السلام علی الشمال "بائیں طرف سلام کی کیفیت کا بیان"
۶۰۳	الامام بالکامل مسکک
۶۰۴	مطالعۃ شکی کا تراب
۶۰۵	باب السلام بالیدین "دو ہاتھ ساتھ سلام کر کے کیا جائے"
۶۰۶	تسلیم السامع من مسلم الامام "مقتدی کا سلام کہ جس وقت امام سامع کرتے"
۶۰۷	باب السجود بعد العروۃ من الصلوۃ "نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کرتے کیا جائے"
۶۰۸	باب سجدتی السجود بعد السلام والکلام "سلام اور کلام کے بعد سجدہ کیا کیا جائے"
۶۰۹	السلام حد سجدتی السجود "سجود کے بعد سلام کیا جائے"
۶۱۰	مسکک امام ثانی وغیرہ
۶۱۱	حلیۃ الامام من التسليم والانصراف "تسلیم اور انصراف کے درمیان امام کا بیجا"
۶۱۲	باب الامر بعد التسليم "سلام پھرنے کے بعد قبل کی طرف سے عزائم کا بیان"
۶۱۳	التکبیر بعد التسليم "امام کے سلام پھرنے کے بعد اٹھا کر کہہ کر"
۶۱۴	باب الامر بقرآنۃ العمودات بعد التسليم من الصلوۃ "نماز سے سلام پھرنے کے بعد دو قرات پڑھنے کا حکم کیا جائے"
۶۱۵	باب الامر بعد التسليم "سلام پھرنے کے بعد استغفار کا بیان"
۶۱۶	الذکر بعد الاستغفار "استغفار کے بعد ذکر کیا جائے"
۶۱۷	باب التہلیل بعد التسليم "سلام پھرنے کے بعد لا ایلہ الا اللہ پڑھنے کا بیان"
۶۱۸	حد التہلیل والذکر بعد التسليم "تسلیم کے بعد اور تہلیل کی تعداد کیا جائے"
۶۱۹	نوع آخر من القول عند قضاء الصلوۃ "نماز کے تمام ہونے کے وقت پاب اور دعا پڑھنے کا بیان"
۶۲۰	کم مرۃ یقول الذکر "پیدا ہوا کیا پڑھنے"
۶۲۱	نوع آخر من الذکر بعد التسليم "سلام پھرنے کے بعد ایک اور ذکر کیا جائے"

- ۶۱۵ نوع آخر من الذکر والمدعاء بعد التسليم "تسليم بعد رکب اور نماز نماز جا کر پڑھنا"
- ۶۱۶ باب الثماني عشر من الصلاة "نماز کے بعد پڑھنا چاہئے کیا ہے"
- ۶۱۷ عدد السجود بعد التسليم "نماز کے بعد سجدوں کی تعداد کیا ہے"
- ۶۱۸ نوع آخر من عدد السجود "آخر اور سجدوں کی تعداد کیا ہے"
- ۶۱۹ نوع آخر من عدد السجود "آخر اور سجدوں کی تعداد کیا ہے"
- ۶۲۰ نوع آخر من عدد السجود "آخر اور سجدوں کی تعداد کیا ہے"
- ۶۲۱ باب عقد السجود "سجود کے بعد کیا ہے"
- ۶۲۲ باب ترک مسجوع "مسجوع کے بعد کیا ہے"
- ۶۲۳ باب التمسك من الصلاة "نماز سے ہاتھ نہ ہٹانا"
- ۶۲۴ باب الوضوء الذي ينصرف فيه النساء من الصلاة "نساء کی وضو نماز کے بعد کیا ہے"
- ۶۲۵ باب التمسك من الصلاة "نماز سے ہاتھ نہ ہٹانا"
- ۶۲۶ باب التمسك من الصلاة "نماز سے ہاتھ نہ ہٹانا"
- ۶۲۷ باب التمسك من الصلاة "نماز سے ہاتھ نہ ہٹانا"
- ۶۲۸ باب التمسك من الصلاة "نماز سے ہاتھ نہ ہٹانا"



من ادرك ركعة من الصلوة

جس نے ایک رکعت پائی نماز سے اس کا کیا حکم ہے

اجبرنا ثقیبہ عن مالک عن ابن شہاب عن ابي سلمة عن ابي هريرة ان رسول الله عليه وسلم قال من ادرك من الصلوة ركعة فقد ادرك الصلوة.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے نماز سے ایک رکعت پائی تو اس نے نماز کو پایا۔

اجبرنا اسحق بن ابراہیم قال حدثنا عبد الله بن الدريس قال حدثنا عبيد الله بن عمر عن الزهري عن ابي سلمة عن ابي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من ادرك من الصلوة ركعة فقد ادركها.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے نماز سے ایک رکعت پائی تو اس نے نماز کو پایا۔

اجبرني يزيد بن محمد بن عبد الصمد قال حدث هشام بن عمار قال حدثنا اسمعيل وهو ابن ساعدة عن موسى بن اعمش عن ابي عمرو الاوزاعي عن الزهري عن ابي سلمة عن ابي هريرة ان النبي صلى الله عليه وسلم قال من ادرك من الصلوة ركعة فقد ادرك الصلوة.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز سے ایک رکعت پائی تو اس نے نماز کو پایا۔

اجبرني شعيب بن شعيب بن اسحق قال حدثنا ابو العباس قال حدثنا الاوزاعي عن الزهري عن سعيد بن المسيب عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ادرك من الصلوة ركعة فقد ادركها.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے نماز سے ایک رکعت پائی تو اس نے نماز کو پایا۔

اجبرني موسى بن سليمان بن اسمعيل بن القاسم قال حدثنا ثقیف بن يونس قال حدثني الزهري عن سالم عن ابيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من ادرك ركعة من الجمعة وغيرها فقد تمت صلاته.

صلی اللہ علیہ وسلم قال الشمس تطلع و معها قرن الشيطان فاذا ارتفعت فارفعها فاذا اسوت فارفعها فاذا زالت فارفعها فاذا ادنت للغروب فارفعها فاذا غربت فارفعها و نهی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلوة فی تلك الساعات .

حضرت عبداللہ مناہکی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آفتاب طلوع ہوتا ہے اور شیطان اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے جب آفتاب بلند ہوتا ہے تو اس سے الگ ہو جاتا ہے پھر جب آفتاب میں سر پہنچتا ہے تو اس کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے پھر جب اُچھلتا ہے تو اس سے جدا ہوتا ہے پھر جب غروب کے قریب ہوتا ہے تو شیطان آفتاب کے سامنے کھڑا ہوتا ہے پھر جب غروب ہوتا ہے تو اس سے جدا ہو جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیتوں میں نازل ہونے سے منع فرمایا۔
 اخبرنا سويث بن نصر قال حدثنا عبد الله عن موسى بن علي بن رباح قال سمعت عتبة ابن عامر الجعفي يقول ثلاث ساعات كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينها عن الصلوة فيها ما لا نصلی فیہن او نغیر فیہن موانعا حين طلع الشمس بازغة حتى ترتفع و حين يقوم فاتمة الظهيرة حتى تميل و حين تصيف الشمس للغروب حتى تغرب .

حضرت عقبہ بن عامر نخعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تین اوقات ہیں ان میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے اور مردوں کو دفن کرنے سے منع فرماتے تھے جس وقت آفتاب طلوع ہوتا ہے یہاں تک کہ بلند ہو جائے اور جس وقت ٹھیک دوپہر کو بھیں سر پہ کھڑا ہوتا ہے یہاں تک داخل جائے اور جس وقت آفتاب ڈوبنے لگے یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔

تشریح: منجلی کا مسلک یہ ہے کہ حدیث باب میں جن تین اوقات میں نماز سے منع کیا گیا ہے ان اوقات میں قرآن پڑھنا یا نوافل کوئی نماز یا نذر نہیں ہے۔

حدیث باب سے مسلک حنفی کی تائید ہوتی ہے اور چونکہ حدیث میں کسی مکان کی قید نہیں اس لئے نماز کی ممانعت ہر جگہ ہے خواہ مکہ میں ہو یا اور نہیں اس لئے حدیث باب امام شافعی پر بحث ہے کیونکہ انہوں نے فوائت اور مکہ کی تخصیص کی ہے ان کو قویٰ یہ ہے کہ حدیث میں جو ممانعت آئی ہے وہ قضاء شدہ نماز کے علاوہ اور نمازوں کے لئے ہے لہذا ان اوقات میں قضاء نمازوں کا ادا کرنا منع نہیں ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جو کوئی نماز سے سو گیا یا اس کو بھول گیا تو اس کو جس وقت یاد آئے پڑھ جائے پڑھ لے لیکن اس کا وقت ہے۔ (رد الوہاب و مسلم)

یہ حدیث عام ہے جو تمام اوقات کو شامل ہے لہذا اس سے معلوم ہوا کہ ان اوقات میں قضاء نمازوں کا پڑھنا منع نہیں ہے اور مکہ کی تخصیص کی ہے اس لئے امام موصوف کہتے ہیں کہ سوائے مکہ کے ہر جگہ ان اوقات میں نوافل نکرہ ہیں مگر مکہ میں نکرہ نہیں اس کی دلیل میں قرآنی و ابورواد کی حدیث پیش کرتے ہیں جس کو حضرت حمید بن مطہر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبد مناف کی اولاد تم کسی کو جو خانہ کعبہ کا طواف کرے اور نماز پڑھے جس وقت چاہے دن میں یا

ت میں نہ قطع کرو۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عائدہ تہجد میں جب پانچ نوافل پڑھ سکتے ہیں کوئی ممانعت نہیں اس استعمال کا جواب میں تاہم اور صواب بخیر ہے یہ وہ ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ممانعت نماز کی عام ہدایت ملتی ہے کہ کوئی بھی نماز نہ کر دو تین اوقات میں جائز نہیں ہے اس سے حدیث میں تاہم عن صلوة اللہ کی وجہ سے نوافل شدہ نوافل کو خارج کر کے ان اوقات میں اور انہی کو جائز کہنے کا حاصل یہ آتا کہ حدیث "عن عامر عن صلوة اللہ" کو عمومی کے لئے لکھتے ہیں قراردی جائے جس کا دار بدر مقارنت پر ہے یعنی جب تک دونوں کا ایک وقت میں ہونا ظاہر ہو جائے اس وقت تک عام کو تخصیص عن بعض نہیں قراردی جائے گا اور چونکہ بیان دونوں حدیثوں کا ایک زمانے میں واقع ہوا معلوم نہیں ہو اس لئے "من ناسم عن صلوة اللہ" کو عمومی کے لئے تخصیص نہیں قراردی جائے گا اور بالعرض اگر دونوں حدیثوں کا زمانہ متقارن نہ ہوتا ضروری نہ بھی ہو تب بھی یہاں عمومی کے لئے لکھیں ہوگا جیسے ماہر شافعی اور ائمہ موافقیین کہتے ہیں کہ حدیث "من ناسم عن صلوة اللہ" نماز کے حق میں خاص اور اوقات کے حق میں عام کتاب اس حدیث کے ذکر بعد حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی تخصیص ہوئی ہے تو حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے اس کی تخصیص ہوگی کیونکہ حدیث "من ناسم عن صلوة اللہ" عام ایجابات وکشافات ہے اور حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ تین اوقات کی تخصیص کرتی ہے اب دونوں متعارض ہیں یعنی ایک دوسرے کے برخلاف ہیں اوقات نماز میں نوافل شدہ نماز کے بارے میں کیونکہ حدیث عقبہ بن عامر کی تخصیص تقاضا کرتی ہے کہ اوقات سے غرض میں نوافل شدہ نماز نہ کرے اور حدیث "من ناسم عن صلوة اللہ" سے اس کی تخصیص عموم صلوات سے تقاضا کرتی ہے کہ ان اوقات میں نوافل شدہ نماز جائز ہو اس صورت میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ترجیح دینی جائے گی کیونکہ وہ مجرم ہے۔

(فتح المعبود ۱۶۳، بحر الوافی ۲۶۳)

مصنف کو شب روٹی نے یہ جواب دیا ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ یہاں شوافع نے اپنے اصولی قول کو چھوڑ دیا ہے، انہی نے کہا کہ ان کوئی عام نہیں اس سے بعض کو خدشہ ہے نہ کیا ہو مگر یہاں اس پر عمل نہیں کیا بلکہ نوافل شدہ نماز کی تقاضا سے متعلق ارشاد "فلیصلھا اذا ذکرھا" کو اپنے علوم پر چرندی رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ نوافل شدہ نماز کو جب بھی یاد آجائے نوافل کر دو وقت میں ہو یا غیر کر دو وقت میں ہر حالت میں پڑھنا چاہئے کیا آپ دیکھتے نہیں کہ حضور کرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مذکور ذیل صلاۃ میں اصرار ہے وقت میں ظاہر ہے اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اوقات کر دوہر میں نماز سے منع فرمایا ہے بیان وقت میں ایسا وقت جس میں نماز سے اعتنا ضروری ہے لہذا اگر نماز نہ پڑھو (یعنی حدیث ممانعت وافی حدیث کا کسی طرح معارض ہو سکتی ہے) اے میرے حدیث نبوی کو حدیث میری ترجیح دینی آئیے اور جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ حدیث "من ناسم عن صلوة اللہ" عام ہے اس سے ہفتہ مکروہ اور مری حدیث کی بناء پر عامی کر لیا گیا بعض شافعیین نے یہ جواب دیا ہے کہ حدیث "من ناسم عن صلوة اللہ" مستثنا کرتے ہوئے شوافع جو کہتے ہیں کہ جو شخص طویل آداب کے وقت بیدار ہو وہ اس حدیث کی دلالت سے اس وقت نماز پڑھ سکتا ہے مری و تسلیم نہیں کرتے کیونکہ بخاری و مسلم وغیرہ میں اس کے معارض حضرت ابن

مرحوم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث موجود ہے کہ تم میں سے کوئی شخص نہ کرے کہ آداب طہارہ ہوتے وقت یا غروب کے وقت نماز پڑھے تو ان روایات میں مراد اس سے منع کر دیا گیا ہے اور یہ ثابت واضح ہے کہ جو شخص طہارہ آداب کے وقت پیرا ہو اور اپنے قصد سے اس وقت نماز پڑھے گا جس کی ممانعت پر روایت مذکورہ روایت مروی ہیں اب حلیہ کے واسطے عنوان کے تحت کہ حدیثیں بلا حرج و جہت ہیں جن سے طہارت کا کہ جنہوں نے روایت کیا وہ اس کوئی نماز فرض ہو یا غیر فرض ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

پہلی حدیث میں یہ قسم کا بیحد وضیر کی حدیث کا جواب اس سے نام شریفی نے خانہ کعبہ میں نوافل سے جواز پر استدلال کیا ہے جبکہ اس حدیث کو ترمذی نے صحیح کہا اور ان سے علماء اہل حلیہ و اہل ترمذی روایت کی یہ حدیث سے بھی روایت کی تو حدیث کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے لیکن یہ عام ہے وہ روایات میں بھی اور نماز میں بھی اور نوافل کے تحت کی حدیث فقہ حنفی سے لہذا یہ شخص ہوئی کہ خصوصاً اگر مشافعی کے اصحاب پر اور اگر ہم ان میں بھی ہیں کہ شخصیں نہ سمجھیں تو اگر نہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ روایات مذکورہ میں جواز نوافل کو بھی شامل ہے اور حدیث باب سے مراد وہ معلوم ہوتا ہے کہ ان اوقات میں نماز منع ہے اور وہ وہ ہے کہ جب یہاں کرنے والی شخص اور مراد اس سے خرام ثابت کرنے والی شخص جمع ہوں تو حرام کرنے والی شخص کو ترجیح دی جاتی ہے لہذا اب اس کے تحت کی حدیث مقدم ہوئی۔ (الحق تقدیر و جواز ان میں تفسیر)

اور حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث باب سے ترمذی نماز کی ممانعت بھی ثابت ہوتی ہے چنانچہ اس حدیث میں آیا ہے کہ "اور فقیر فیہن موفانا" اس سے ان اوقات مذکورہ میں ترمذی روایت کی یہ حدیث معلوم ہوتی ہے لیکن علماء اہل حلیہ و اہل ترمذی نے حدیث کو اس کے ظاہر پر محمول کیا ہے اور منہاں نے کہا کہ ان اوقات میں اگر کسی نے نماز پڑھا تو اس کو مکرر و جہاد یعنی قول تکلیفی کا بھی ہے چنانچہ انہوں نے کہا کہ اس حدیث سے نماز جہاد کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس کے ممانعت ثابت ہوتی ہے اور روایت دہانے بھی ایک باب قائم کیا ہے کہ طہارہ و غروب کے وقت نہیں کرنے میں جو حدیث آئی اس کا یہاں چکرانے کے باعث حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی یہی حدیث بیان کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہاں بھی "اور فقیر فیہن موفانا" سے دینی کی ممانعت مراد ہے نہ کہ اگر علماء نے کہا کہ ان اوقات میں ترمذی جہاد بھی مکرر ہے اور یہی قول ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور یہی قول مہاجر و ثوری و یحییٰ و داؤد ابو حنیفہ و احمد و مالک و شافعی و حنبلہ کا ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو محمول کرنے سے باب مذکورہ کے آداب طہارہ و غروب کے وقت نماز جہاد کی ممانعت میں مروی ہے اور علامہ طحطاوی نے اس پر کہ اس حدیث سے نقل کیا ہے کہ "اور فقیر فیہن موفانا" سے مراد نماز جہاد ہے اور کسی طرف اس کلمہ کی بھی فرمایا ہے کیونکہ ان اوقات میں دینی مکرر نہیں ہے مگر یہ یہی ہے کہ اس حدیث سے جہاد ترمذی جہاد پر محمول کیا ہے جو جواب یہ ہے کہ اس میں بعض عمریں شریفی نے کہ اب انہوں نے اس حدیث کو اس حدیث سے جہاد بنی ماسر رضی اللہ عنہما روایت کی ہے کہ رسول اکرم رضی اللہ عنہ نے ہم کو منع فرمایا کہ ہم اپنے سروں پر نماز پڑھیں لیکن اوقات میں سورج طہارہ ہونے کے وقت اسی آخر حدیث اور ترمذی نے کہ اب المعروف میں فرمایا کہ اس حدیث کو روح بن قوس نے بھی موی بن علی

میں ایسے مہر حق سے روایت کیا ہے کہ میں نے اس اتنا یاد ہے کہ حضرت عقبہ بن لیث سے روایت کرنے والے اہل بیت سے
 پوچھا کہ اگر رات میں رُخ کیا جائے تو کیا حکم ہے تو حضرت عقبہ نے جواب دیا کہ اس جائز ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ
 رُخ ہوئے تو اس حدیث کی بناء پر انکو نصبر و پھین مونا "اے نماز گزار! ہو تو رُخ کی جائے گی۔ واللہ نعمانی
 اعلم (حشدہ شرح الغابہ: ۱/۵۶)

السنہ عن الصلوة بعد الصبح

صبح کے بعد نماز سے منع کرنے کا بیان

ابو بکر بن قیس عن مالک عن محمد بن یحییٰ بن حبان عن الامام عروج عن امی شریفة ان لیسی صلی
 اللہ علیہ وسلم بھی عن الصلوة بعد العصر حتی تغرب الشمس وعن الصلوة بعد الصبح حتی تطلع
 الشمس۔

امام عروج حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد نماز سے منع فرمایا یہاں تک کہ
 آفتاب غروب ہوئے اور فجر کے بعد بھی نماز سے منع فرمایا یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو جائے۔

ابو نعیم احمد بن حنبل عن یحییٰ بن خالد عن اہلہ عن قتادہ قال حدثنا ابو العلیہ عن امی
 عباس قال سمعت غیر واحد من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عنہم عن عمر وکان من احبہم انی ان
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عن الصلوة بعد الفجر حتی تطلع الشمس وعن الصلوة بعد العصر
 حتی تغرب الشمس۔

ابو العالیہ ابن ابی اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے بہت سے اصحاب سے
 سنا کہ صبح کے بعد نماز بھی نہیں اور دوپہر کے بعد ایک سب سے زیادہ محبوب تھے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کے بعد نماز
 سے منع فرمایا یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے اور عصر کے بعد بھی نماز سے منع فرمایا یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔

تشریح: احادیث میں سے معلوم ہوا کہ ان اوقات میں روزہ نہ رکھنے کے علاوہ اور دو باتوں میں بھی یعنی طلوع فجر اور
 عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے حالانکہ ان اوقات کے وقت کی حدیث کے برعکس ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ
 فجر کے بعد نماز درست ہے چنانچہ قس بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مسجد میں شریف بنے اور نماز کی تکبیر کی
 گئی اور میں نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مسجد کی نماز پڑھی پھر جب آپ اہل شریف نے جانے لگے تو مجھے نماز پڑھنے کو بھیجا
 آپ نے فرمایا: ہاں! اسے نہیں کیا دو نمازیں ساتھ ہی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے فجر کی دو رکعتیں نہیں پڑھی تھیں ان کی بار
 کر رہا ہوں آپ نے فرمایا کہ اب نہیں اور ان کی روایت میں ہے "تسکنت رسول ﷺ" اور تہذیب کی روایت میں ہے "فلا

اذن "ارشاد فرمایا، اب اس کی مراد میں متفقہ اور شافعیہ کے درمیان اختلاف ہوا، حضرت شوافع اس کے معنی یہ کہتے ہیں "فلا بئس اذن" یعنی بیکہ یہ بات ہے جو تیرے جانی تو اب کوئی خیر نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ اگر فجر کی دو رکعت سنت نہ پڑھی ہو تو فرض کے بعد پڑھ لینے میں کوئی خیر نہیں ہے یہ اپنا اشیائی کا قول جدید ہے انہوں نے کسی حدیث سے استدلال کیا جان کا قول قدم حقیر کے "و فی حق ہے" وغیرہ جو برہان کا قول یہ ہے کہ سنت فجر فرض کے بعد بطریق آفتاب سے پیچھے پڑھنا درست نہیں ہے جو برہان دینی اصل اس منوں کے تحت نیا حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی ہے یہ حدیث متواتر ہے اس کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت نے جن کی تعداد اربعین (۳۱) تک پہنچ جاتی ہے روایت کیا ہے اور علامہ بیہقی نے اذن بطلان سے اس کے قیود کو نقل کیے۔ یہاں طریق امام محمد کوئی نے بھی اس کو متواتر قرار دیا ہے اس سے واضح طور پر فرض کے بعد بطریق آفتاب سے پہلے سنت فجر کی ممانعت ثابت ہوتی ہے نیز مسئلہ مسجد کی تابعداری حدیث قوی سے بھی ہوتی ہے جس کو امام ترمذی نے "باب ما جاء فی اتحاد کلہما بعد طلوع شمس" کے تحت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یصل و تکفئ الفجر فلیصلہ ما بعد ما تطلع الشمس" نیز مسئلہ مسجد کی تابعداری کو کریم رضی اللہ عنہ کے فضل سے بھی ہوتی ہے جس کو امام ابو داؤد نے "باب المسح علی الخفین" کے تحت حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم رضی اللہ عنہ نے فرود ہو کر سے واپسی کے وقت حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو "فصلت" سے بھی روکتا تھا یعنی دوسری رکعت میں اس کی اقتداء کی جب انہیں نے سلام پھیرا تو نبی کریم رضی اللہ عنہ کو اسے ہونے اور دو رکعت روٹی تھی صرف دو اور فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ اس موقع پر اس رکعت کی تکمیل کے بعد سنت فجر نہیں پڑھی، یہ اصل علامہ ابو داؤد و ترمذی و بیہقی کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد مشنف حارث النسخی نے ۳۷۵ میں لکھا ہے کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہمارے شیخ کا یہ استدلال مشہور استدلال ہے ان کے علاوہ کسی اور شارح کی توجہ اس استدلال کی طرف نہیں گئی۔

اب رہا یہ سوال کہ حضرت فہم بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث کا جواب کیا ہوگا تو جو صحابہ علماء کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس حدیث کا لفظ "فلا اذن" سے مراد دعاء ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے معنی امام شافعی نے اپنے قول کے ثبوت میں بیان کئے ہیں اس کے علاوہ اس کے اندر ایک اور احتیاج بھی ہے کہ اس سے انکار بھی ہوا ہو سکتا ہے جس کا مصداق یہ ہوا "لا یصلو اذن بالانفصال اذن" "کہ ان دونوں رکعتوں کو اگر وقت پڑھا کر دیا اور اس کی نظیر موجود ہے کہ حدیث میں "فلا اذن" کا لفظ انکار کے لئے آیا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم ۲/۳۷۷ "باب کسر اذیہ تفصل بعض الا و لا فی اذیہ" کے تحت حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس واقعہ کا ذکر آیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ رسول اکرم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، میرے والد نے فرض کیا کہ میں نے اپنے بیٹے نعمان کو ایک نماز بخش دیا حضور نے فرمایا کیا کرتے اسی طرح اپنے سب بیٹوں کو میرا میرے والد نے جواب دیا میں منہور رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو

کہ تمہارے سب بیٹے تم سے برابر ملوک کریں اور تمہاری اطاعت کریں میرے والد نے کہا جی ہاں اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "فلااذن" یعنی اگر تم یہ چاہتے ہو تو کیلئے اس بیٹے کو غلام نہ دو سب بیٹوں کو برابر دو اس سے معلوم ہوا کہ یہ بال "فلااذن" اگر رکھ لیں بلکہ نکال کیلئے ہے اسی طرح حدیث میں ابن عمرو رضی اللہ عنہما میں بھی "فلااذن" سے الفاظ مراد ہو سکتا ہے اور جب حضرت قیس بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث میں "فلااذن" کا لفظ صریح طور پر اقرار اور اجازت پر دلالت نہیں کرتا بلکہ وہ دو معنوں کا احتمال رکھتا ہے تو اس حالت میں اس سے استدلال کیسے ممکن ہوگا "اذا جاء الاحمال بطل الاستدلال" شواہد کی طرف سے اگر کوئی یہ کہے کہ عذر استدلال "فکت رسول اللہ ﷺ" کے الفاظ ہیں یہی الفاظ ابو داؤد کی روایت میں آئے ہیں حضور اکرم ﷺ کے سکوت سے معلوم ہوا کہ صبح کے فرض کے بعد سنت فجر کی قضاء جائز ہے اس لئے "فلااذن" کا لفظ اقرار و اجازت کے لئے ہے نہ کہ انکار کے لئے اس کے جواب میں حضرت کہتے ہیں کہ اس میں شبہ نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے قیس بن عمرو رضی اللہ عنہما کو اس قسم میں صرف "فلااذن" کا لفظ فرمایا تھا اس کو روایت کرنے والے نے مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے تو ہو سکتا ہے کہ راویوں نے لفظ "فلااذن" سے اقرار سمجھ لیا ہو اس لئے انہوں نے اپنی سمجھ کے مطابق روایت بالعمی کے طور پر فسکت کا لفظ لے کر دیا اس لئے اسکی روایت سے فریق مخالف کا فجر کے فرض کے بعد سنت فجر کے جواز پر استدلال صحیح نہیں ہے اس سے استدلال اس صورت میں صحیح ہوتا اگر وہ حضور اکرم ﷺ کا قول ہوتا جبکہ حضور کا فرمودہ قول صرف "فلااذن" ہے سوائے اس کے باقی الفاظ راویوں کی تعمیرات ہیں انہوں نے جیسے سمجھا وہی بیان کر دیا اور پیچھے مذکور چکا ہے کہ "فلااذن" سے قطعی طور پر اقرار اور اجازت کا ثبوت نہیں ہوتا ہے بلکہ اس لفظ کے اندر اقرار و انکار دونوں کا احتمال موجود ہے اور حنفیہ نے "فلااذن" کا جزمیہ بیان کیا ہے وہ امام شافعی کے بیان کردہ منہج سے کفر نہیں ہے بلکہ قواعد عربیت کے لحاظ سے دونوں برابر ہیں اس لئے اس سے استدلال کیسے صحیح ہوگا اور اگر مہمان بھی ایسی کہ استدلال کا مدار حضور ﷺ کا سکوت ہے جس پر "فکت" کا لفظ دلالت کر رہا ہے جب بھی اس سے عموم حکم پر استدلال نہیں ہو سکتا اس لئے کہ حضرت قیس بن عمرو رضی اللہ عنہما نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی پھر جب فرض کے بعد سنت فجر جہاں سے جھوٹ گئی تھی پڑھی تو ان سے حضور ﷺ نے فرمایا "اصلا مان معا" قیس کیا دو نمازیں ساتھ ہی اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ قیس بن عمرو رضی اللہ عنہما کے اس عمل پر سکوت نہیں فرمایا بلکہ اس پر حضور نے پہلے انکار فرمایا پھر جب قیس بن عمرو رضی اللہ عنہما نے اپنا عذر بیان کیا کہ میں فجر کی سنت پڑھ نہیں سکتا اسے اب پڑھ لیا اور حضور نے سنت فجر کی مخالفت پر ان کی رعبت اور حرم محسوس کی تو ان کے اپنے اجتہاد کے مطابق کہے ہوئے عمل پر ان کی حسن نیت اور شدت حرم کو محسوس کرتے ہوئے سکوت اختیار فرمایا، بہر حال حضرت قیس بن عمرو رضی اللہ عنہما کی حدیث کا متعلق ایک جزئی فعل کی حکایت سے ہے جس میں عموم ہو نہیں بلکہ وہ فعل ان کے ساتھ قصور مانا جائے گا کسی اور کو درست نہیں جیسا کہ اس جیسے واقعات کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ "حکایتہ حال لا عموم لہا" تو یہاں بھی اس واقعہ کا ایسا ہی حال ہے اس تو یہ یہ مذکور سے حضرت قیس بن عمرو کے واقعہ والی حدیث کا معاملت دلی حدیث سے تعارض نہیں ہو جاتا ہے

اور دونوں قسم کی روایت میں تطہیر ہو جاتی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

علاوہ اس کے حضرت قیس بن عمرو کی حدیث کا قیاسیہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ اس حدیث کو ائمہ فقیہ اور ائمہ مہربان وغیرہ نے بطریق موصول نقل کیا ہے لیکن اکثر محدثین نے یہی کو بطور مرسل نقل کیا ہے اور امام ابو داؤد نے مرسل ہونے کو ترجیح دی ہے اسی طرح امام ترمذی نے بھی مرسل ہونے کو ترجیح دی ہے انہوں نے فرمایا کہ اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے اس لئے کہ قیس بن عمرو سے نقل کرنے والے محمد بن ابیہم نے انیس سے نہیں سنا بہر حال اس حدیث کی اسناد لطافہ ارسال والعمال منطرب ہے اور اس کا لفظ بھی منطرب ہے کسی روایت میں ”فلاذان“ اور کسی روایت میں ”فسمکت و رسول اللہ ﷺ“ کا لفظ آیا ہے اور اس کے معنی میں بھی اضطراب ہے نیز حدیث قیس بن عمرو رضی اللہ عنہما کی کتب صحیح اور اجماعی روایت کے بھی خلاف ہے جس کو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی واسطت سے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے ”لا صلوة بعد الصبح حتی نطلع الشمس الخ“ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی احادیث کے لئے بھی خلاف ہے جن کو امام نسائی نے اس عنوان کے تحت بیان کیا ہے اور حدیث قیس بن عمرو ان قوی الاسناد قوی روایات کا مقابلہ نہیں کر سکتی اس لئے ان کو قیس بن عمرو کی حدیث پر ترجیح دی جائے گی جیسا کہ بناء حدیث کا یہی طریقہ ہے اور اگر ہم ان بھی نہیں کر اس بھی حدیث مقابلہ کر سکتی ہے اس لئے حضرت قیس بن عمرو کی حدیث سے ممانعت کے حکم عام کو خصوصاً یہ جائے گا تب بھی اس کو دلیل میں پیش کرنا صحیح نہیں اسلئے کہ ضابطہ یہ ہے کہ جب صحیح اور محرم میں تعارض ہو تو ترجیح محرم کو ہوتی ہے اس لئے زیر بحث مسئلہ میں ممانعت والی احادیث کو حضرت قیس بن عمرو کی حدیث پر ترجیح دینی ہوئے گی۔ (معارف السنن ج ۱/۲۹۹/۲۹۸)

باب النہی عن الصلوة عند طلوع الشمس

سورج طلوع ہوتے وقت نماز کی ممانعت کا بیان

اخبسنا نسیۃ بن سعد عن مالک عن نافع عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یصحر احدکم فیصلی عند طلوع الشمس و عند غروبها۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس کا قصد نہ کرے کہ سورج نکلنے اور غروب کے وقت نماز پڑھے۔

اخبسنا اسمعیل بن مسعود اباناً خالد حدیثاً عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ان یصلی مع طلوع الشمس او غروبها
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورج طلوع ہونے اور غروب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

تشریح: اس حدیث کی بنا پر امام بیہقی نے فرمایا کہ چپہ اسجد اور قضاہ کر کے ان وقتوں میں چڑھنا درست نہیں اور اگر اتفاقاً چڑھ لے کر جائز ہے حتیٰ علماء کہتے ہیں کہ مقصود اس حدیث سے ان وقتوں میں نماز پڑھنے سے منع کرنا ہے اس لئے کوئی نذر خواہ فرض ہو یا تلقین مطلق اور غروب آفتاب کے وقت جائز نہیں ہے مگر ای دن کی عصر تک کسی نے نہیں پڑھی حتیٰ کہ غروب کا وقت ہو گیا تو وہ چڑھ لے۔ (مقدمہ حق)

المنہی عن الصلوة نصف النهار

ٹھیک دوپہر کے وقت نماز کی ممانعت کا بیان

احمرنا حمید بن مسعدة قال حدثنا سليمان وهو من حبيب عن موسى بن عيسى عن ابيه قال سمعت عتبة بن عامر يقول ثلاث ساعات كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينها ان يصلي فيهن او يغفر فيهن موفانا حين تطلع الشمس بازغة حتى ترفع ر حسن بقوه قائم لظهرة حتى تنيل وحين تصيف للغروب حتى تغرب

حضرت حمید بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اوقات سے ہیں جن میں نبی کریم ﷺ ہمیں نماز پڑھنے اور سر اوں کو قنن کرنے سے منع فرماتے تھے جس وقت آفتاب غروب ہو یہاں تک کہ بلند ہو جائے اور اس وقت آفتاب سر کی سیدھ پر جائے یہاں تک کہ چھل جائے اور جس وقت غروب کے لئے ہاکیں ہو جے یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔

تشریح: اس حدیث کی تشریح کیجئے تو ان "اوقات منہی عن الصلوة" کے تحت آئے گی ہے یہاں صرف اتنی بات عرض کرنی ہے کہ شریعت نے نصف النهار یعنی دوپہر کو نماز پڑھنے سے اس لئے منع کیا ہے تاکہ خدا پرستوں کی عبادت آفتاب پرستوں کی عبادت سے مشابہ نہ ہو جائے امام شافعی نے فرمایا کہ جمعہ کے دن دوپہر کو کھانا پڑھنا درست ہے اسی کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دوپہر کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا "الا يوم الجمعة" مگر جمعہ کے دن بھی نماز سے منع تھا تاہم یہ کہ جمعہ کے دن دوپہر کو کھانا پڑھنا جائز ہے اس مسئلہ میں امام ابو جعفر نے امام شافعی کی موافقت کی ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک درست نہیں اس لئے کہ ممانعت کی حدیشیں عام اور مشہور ہیں اور یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جس سے امام شافعی نے استدلال کیا ہے امام عظیم کے نزدیک ضعیف ہے بلکہ شوافع کے نزدیک بھی ضعیف ہے چنانچہ حاتمہ ابن محمد نے کہا کہ اس حدیث کو امام شافعی وغیرہ نے روایت کیا ہے اس کی سند میں کلام ہے اس لئے یہ حدیث ان احادیث مشہورہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی من سے ممانعت ثابت ہوتی ہے اور اگر مان بھی ہو جائے کہ یہ حدیث ثابت ہے مگر بھی اس سے استدلال اس لئے صحیح نہیں کہ جب حدیث صحیحہ اور محرم میں تضاد ہے تو ترجیح ضرور کو ترجیح ہوتی ہے اس مضابطہ کے مطابق یہاں زیر بحث مسئلہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ممانعت وال حدیثوں کو

النہی عن الصلوۃ بعد العصر

عصر کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت کا بیان

اخیر بن محاذہ بن موسیٰ قال حدثنا ابن عیینہ عن صفیۃ ابن سبیہ سمع اماما بعد العنزی یقول
یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلوۃ بعد الصبح حتی تطلع و عن صلوۃ بعد العصر حتی
تغرب

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کے بعد آفتاب طلوع ہونے تک نماز
پڑھنے سے اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

حدثنا عبد الحمید بن محمد قال حدثنا محمد بن یزید عن اس حریج عن ابن شہاب عن عطاء بن
یزید انہ سمع ابن سعید الخدری یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا صلوۃ بعد العصر
حتى یتزعج الشمس ولا صلوۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ فرماتے تھے کہ فجر
کے بعد کوئی نماز نہیں پڑھاں تک کہ آفتاب نکلے اور عصر کے بعد کوئی نماز درست نہیں پڑھاں تک کہ آفتاب غروب ہو۔

احمرنی محمود بن غیلان حدثنا الولید قال اخبرنی عبد الرحمن بن عمر عن ابن شہاب عن عطا
بن یزید عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحروہ
عطاء بن یربوع عن ابی ہریرۃ عن حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے
روایت کی ہے۔

اخبرنا احمد بن حنبل قال حدثنا سفیان عن هشام بن حجاج عن طاؤس عن ابن عباس ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن الصلوۃ بعد العصر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

اخبرنا محمد بن عبد الف بن المبارک السخرومی قال حدثنا العفی بن عیینہ قال حدثنا وہب
عن ابن طاؤس عن ابن عباس قال قالت عائشہ رضی اللہ عنہا اوہم عمر و صی اللہ عنہ اما نہی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تحروا بصلاتکم ظلوع الشمس ولا عروبھا لایھا تطلع بین یرنی شیطان۔
ابن طاؤس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ عمر و عمرہ کے بعد

نماز کی مخالفت کے بارے میں جو حدیث وارد ہوئی ہے اس کا مفہیم کہنے میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے لفظی ہو گئی سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم طلوع آفتاب اور غروب کے وقت نماز کا قصد نہ کرو کیونکہ آفتاب شیطان کے سر کے دلوں چانیوں کے دریاں نکلتا ہے۔

اخیرنا عمرو بن علی قال حدثنا یحییٰ ابن سعید قال حدثنا هشام بن عروة قال أخبرنی ابی قال أخبرنی ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا طلع حاجب الشمس فاعثروا الصلوة حتی تشرق واذا غاب حاجب الشمس فاعثروا الصلوة حتی تغرب۔

مراد کہتے ہیں مجھ سے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب سورج کا کنارہ طلوع کے لئے نماز کو مؤخر کر دے یہاں تک کہ طلوع ہو جائے اور جب سورج کا کنارہ غروب ہو تو نماز کو مؤخر کر دے یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔

اخیرنا عمرو بن منصور قال ابانا آدم ابن ابی ایاس قال حدثنا الثبت بن سعد قال حدثنا معاذ بن صالح قال أخبرنی ابو یحییٰ ملیح بن عمرو وضررة بن حبيب وابو طفعة نعم بن زیاد قالوا سمعنا ابا امامة الباهلی یقول سمعت عمرو بن حصبة یقول قلت یا رسول اللہ هل من ساعة اقرب من الاخری او هل من ساعة یتسبی ذکرها قال نعم ان اقرب ما یکون الرب عز وجل من اللحد جوف اللیل الاخر فان استطعت ان تكون من یذکروا ذہ عز وجل فی تلك الساعة فکون فان الصلوة معصودة مشهودة الی طلوع الشمس فانها تطلع بین قرنی الشیطان وهی ساعة صلوة الکفار قدع الصلوة حتی لو رفع قید ریح و یذهب شعاعها لم الصلوة معصودة مشهودة حتی تعدل الشمس اعتدال الریح بنصف النهار فانها ساعة لتفتح فیها ابواب جهنم و تسجر قدع الصلوة حتی یغنی الغنی لم صلوة معصودة مشهودة حتی تلعب الشمس فانها تلعب بین قرنی شیطان وهی صلوة الکفار۔

حضرت عمر بن محمد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ کیا کوئی ایسا وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندہ سے بہت قریب ہوتا ہے یا کوئی ایسا وقت ہے جس میں ذکر الہی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی طلب کی جائے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں ہے ایک بزرگ و برتر پروردگار اپنے بندے سے کچھ رات کے حصے میں بہت قریب ہوتا ہے اگرچہ سے ہو سکے کہ تو ان لوگوں میں سے ہو جو اس وقت میں اللہ عز وجل کو یاد کرتے ہیں تو ان میں سے ہونگے کوشش کر اس لئے کہ اس وقت کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور نماز کے لئے گواہی دیتے ہیں سورج نکلے تک کیونکہ سورج شیطان کے سر کے دلوں چانیوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب کا وقت کافروں کی عبادت کا وقت ہے اس لئے آفتاب بظہر فاصلہ نیزہ کے بلند ہونے تک نماز چھوڑ دے پھر نماز پڑھ یعنی اشرق کی اس وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور نماز کے لئے گواہی دیتے ہیں یہاں تک کہ آفتاب سیدھا ہو جائے مثلاً سیدھا ہونے نیز سے کہ کھینچ ٹھیک درپہر ہو جائے اس

لئے کہ اس وقت میں جنم کے روزہ اڑے گھوڑے جاتے ہیں اور روزے نرم کی جالی ہے اس وقت سے زہرزدہ یہاں تک کہ سر پہ ایک طرف رکھ دیا جائے پھر نماز پڑھ لینی ظہر کی اسلئے فرشتے نہ ضرور ہوتے ہیں اور کوئی دیکھتے ہیں یہاں تک کہ آفتاب کو قریب ہو جائے اس لئے کہ وہ شیطان کے سر کے دونوں جانبوں کے ایمان غروب ہوتے ہیں یہ وقت کافروں کی عبادت کا ہے۔

تشریح

ان محدثوں سے عصر اور فجر کے بعد عصر آفتاب کے غروب ہونے کے بعد ہوتا ہے کہ اس میں نماز سے مساحت فرمائی گئی ہے حدیث میں اس کی کوئی تفصیل نہیں بظاہر اس کے عدم سے کوئی بھی آزاد ہو گیا اور عصر کے بعد پڑھنے سے مساحت معلوم ہوتی ہے لیکن فقہانے تفصیل کی ہے کہ قرآن کی قضا عصر اور فجر کی نماز کے بعد چارے میں چاروں کا تحقق ہے اور نو اٹھ جائز ہیں یا نہیں اس میں امام ابو حنیفہ وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ عصر اور فجر کی نماز کے بعد نو اٹھ پڑھنا جائز نہیں اس کی وجہ مختلف چارے ہیں یا ان کی ہے کہ فجر اور عصر کے بعد نو اٹھ کی ممانعت میں ہے سے نہیں کہ ان دونوں وقتوں کے نہ کر کوئی اجازت ہے بلکہ اس وجہ سے کہ عصر اور فجر کے بعد کا تمام وقت گویا اپنے فرض وقتی میں مشغول ہو رہے ہیں اس لئے اس کے ساتھ کوئی اور نماز جائز نہ ہو سکتی ہے لیکن یہ ممانعت اس معنی کے لگاتار سے نو اٹھ کے وقتی میں تمام ہو گئی اور ایسی نمازوں کو شرط نہ ہوئی جو فرض میں آخر چوتھا ہیں یا واجب الی ہیں وجب الی سے مراد ہر وہ عمل ہے جو فہمہ اس واجب الی شروع ہوا نہ کہ وہ اصل میں شکل شروع ہوئی تھی پھر کسی وجہ سے جب ہوئی جیسے نماز جنازہ اور بدو عطاہت تو تقیہ کے نزدیک عصر اور فجر کی نماز کے بعد بدو عطاہت اور نماز جنازہ اور قرآن کی قضا میں کوئی حرج نہیں ہے ہاں نو اٹھ سے روکے ہیں حتیٰ کہ اختلاف سے زیادہ طواف کے بعد کی دونوں رکعتوں کو بھی عصر اور فجر کے بعد ناکارہ مکرر ہے اس لئے کہ ان کا واجب دانا واجب الی کی وجہ سے نہیں بلکہ ختم طواف کی وجہ سے یہ جو طواف کرنے والے کا فعل ہے البتہ بعد و عطاہت اور صاف ہے وہاں رکعتوں کے درمیان واضح فرق ضرور ہو گیا کہ بدو عطاہت اور نماز جنازہ واجب الی کی قسم سے ہے اور طواف کی دونوں رکعتوں کا واجب اور غایہ کی وجہ سے ہے اور دو ختم طواف ہے جو طواف کرنے والے کا فعل ہے اور اس قول مذکور میں امام ابو حنیفہ انفرادی نہیں بلکہ مجاہد و حمید بن اسیر و حسن بصری و سفیان و ثوری و ابو یوسف و محمد اور امام مالک رحمہم اللہ کا یہی قول ہے عصر اور فجر کے بعد طواف کی رکعتیں مکروہ ہیں۔ (معارف ص ۲۵۲ بحوالہ عمدۃ العلوٰی)

امام ابو حنیفہ امام مالک و غیرہم کے اس قول کی دلیل آواز محابہ میں سورہ کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر اور عصر کے بعد طواف کی رکعتیں مکروہ ہیں چنانچہ مفسر ہے کہ حضرت عمرؓ نے فجر کی نماز کے بعد صوف یا کمرہ نماز میں پڑھی تھی کہ ان کی طوفی کے پاس پہنچے تو طوفی باب نما کے پاس ایک جگہ کا ہم سے پھر سورت بند ہونے کے بعد طواف کی دو رکعتیں پڑھیں شریعت امتیاز نہ دیا اور امام بخاری نے بھی اس کو "باب استطواف بعد الصبح والعصر" کے تحت بطور تحقیق روایت کیا ہے۔ (بخاری: ۲۴۰۱)

نیز شریعت مانتی ہے اثر سے بھی مسلک ظہر کی جائید ہوتی ہے اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے محمد بن فضال سے وہ

اللہ جلّیٰ کو غم کی دو انگلیں چاہئے دیکھی تھیں اور عمر کے بعد ان دنوں پہ رات کوئی کوڑا لڑائی تھی، چنانچہ حضرت عائشہؓ نے اس کو منع فرمایا کہ رات سے غم نہ کرنا اور حضور ﷺ کی زبان یہ قسم ہے کہ کوئی مٹا کرے تو اس پر پھر امت قیامت جھٹکے گا۔ حکم مولا علیؓ کا بعد ازاں حضور ﷺ سے حضرت عمرؓ کو یہ روایت بھی روایت ہے اس جواب مولا علیؓ کے انبار میں قریب سات۔

تا جہاں کہ تفت کی آغری حد تک جو دھڑکتا مردانہ جوش بھری ہو، وہاں ہی ہے کہ اس سے پہلے ایک کڑی، بے رحمی ہے۔
کیونکہ اس حد تک میں جن اوقات یعنی ظہور آفتاب کے وقت اور غروب آفتاب کے وقت اور دوسرے وقت بظہر امتحان کے
لہذا اسے مہلت نہ دو۔ ہر شخص کو یہ بات قابل غور بھی ہو، زمانہ آفتاب کے ہر گز نہیں ہے، ہر گز مہلت نہ ہے، تو اس حد تک ہی ہو
کہیں اور جہاں جو حد تک اس حد تک ہے، ان کے مسلک کی حد تک ہی ہے۔

الرخصة في الصلاة بعد العصر

غصہ کے بعد نماز کی اجازت ہے۔

أخبرونا الشيخ بن إبراهيم قال حدثنا جرير عن منصور عن هلال بن يساف عن وهب بن الأحمد عن علي قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن نعيم في بعد العصر ألا تكون الشمس بيضاء نعمة من نعمة.

حضرت علیؑ پنجم ہے روایت سے کہ مراد اللہ عزوجل سے معنی کے جمع نماز سے ہے اور یا آخری ہے کتاب خیر اور بلاتہ و بیکار

[illegible][illegible]

أخبرنا مسعيل بن مسعود عن خالد بن الحارث عن ثعلبة عن أبي يحيى قال سمعت مسروقاً

والاسود قالاً شہد علی عائشة انہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان عندی بعد العصر صلاهما۔

ابو اسحاق سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے مسروق اور اسود سے سنا کہ ان دونوں نے کہا کہ ام حفصہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس بات پر گواہی دیتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ عصر کے بعد میرے پاس ہوتے تو ان دونوں رکعتوں کو پڑھتے۔

احمرنا علی بن حجر قال ابنا علی بن مسہر عن ابی اسحق عن عبد الرحمن بن الاسود عن ابیہ عن عائشہ قالت صلاتان مائرتھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیئہ سر او لا علانیۃ و کعتان قبل الفجر و رکعتان بعد العصر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ دو نمازیں ہیں کہ رسول کریم ﷺ ان کو میرے گھر میں نہ پیشیدہ طور پر پھرتے اور نہ علانیہ طور پر دو رکعتیں فجر کی نماز سے پہلے اور دو رکعتیں عصر کے بعد۔

احمرنا علی بن حجر قال حدثنا اسماعیل قال حدثنا محمد بن ابی حرمۃ عن ابی سلمۃ انہ قال عائشہ عن المسعد بن اللثیب کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلیہما بعد العصر لکانتا امہ کان یصلیہما قبل العصر ثم انہ شغل عنہما او نسبہما فصلاهما بعد العصر و کان اذا صلی صلاتہما ابی سلمہ سے روایت ہے اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان دونوں رکعتوں کے متعلق پوچھا جن کو رسول اللہ ﷺ عصر کے بعد پڑھا کرتے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ ان کو عصر سے پہلے پڑھتے تھے پھر ایک مرتبہ آپ مشغول کر لئے گئے آپ بھول گئے (حجرت کی وجہ سے یہ دو رکعتیں فوت ہو گئیں) پھر آئے عصر کے بعد پڑھا اور آپ کی شان یہ تھی کہ جب کوئی نماز شروع کرتے تو اس پر ہدایت فرماتے تھے۔

احمرنی محمد بن عبد الاعلی قال حدثنا المعتمر قال سمعت معمر بن یحیی عن ابی کثیر عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن عن ام سلمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی فی بیئہا بعد العصر رکعتین مرۃ واحدة وانہا ذکرک لہ فقال ہما رکعتان کنت اصلیہما بعد الظہر فطلعت عنہما حتی صلیت العصر۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ عصر کے بعد میرے گھر میں دو رکعتیں پڑھیں تو میں نے آپ سے ان کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہی دونوں رکعتیں ہیں جن کو میں صبح کے بعد پڑھتا تھا جس میں دو رکعتیں کام میں لگے نہ پڑھا۔ کیا یہاں تک کہ میں نے عصر کی نماز پڑھی۔

احمرنا اسحق بن ابراہیم قال ابنا و کعب قال حدثنا طلحۃ بن یحیی عن عیادۃ عن عبد اللہ عن

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرُّكْعَيْنِ قَبْلَ الْعَصْرِ فَصَلَا هُمَا بَعْدَ الْعَصْرِ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ مشغول نماز کے تھے عصرت پہلے کی دو رکعت سے پھر ان کو عصر کے بعد پڑھا۔

تشریح: عصر کے بعد نوافل اور طواف کی دو رکعتوں کا پڑھنا بڑے یا نیکس اس بارے میں پہلے عنوان کے تحت امام ابو حنیفہؒ کا نام مالک اور اکثر علماء کا قول پوری تفصیل سے گزر چکا ہے، اب رہا امام شافعیؒ کا مسلک تو اس سلسلہ میں ان کا مسلک یہ ہے کہ ایسے نفل اور نوافل جو ذوات الاسباب ہوں انہیں عصر اور فجر کے بعد پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ذوات الاسباب سے مراد وہ نماز ہے جس کا سبب مقدم ہوشال کے طور پر نماز کی نماز اور فوت شدہ نماز کی قضاء اگرچہ وہ نفل ہو اور حرجیہ الوضوء اور طواف کی دو رکعتیں وغیرہ اور نوافل مطلقہ جن کا کوئی سبب نہ ہو اگر وہ ہیں مگر کہ میں وہ بھی جائز ہیں تو ذوات الاسباب اور غیر ذوات الاسباب کی یہ تفصیل امام شافعیؒ کے یہاں ہے، ان کے اس مسلک کی بنیاد حضرت کریمؐ کی حدیث ہے جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے یہ حدیث صحیح مسلم اور بخاری میں ہے اسی سے امام شافعیؒ نے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے اس حدیث میں پورا واقعہ بیان کیا گیا ہے اس میں ہے کہ کریمؐ کہتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پہلے سنا کہ آپ نے بعد عصر کے نماز سے مساحت فرمائی پھر میں نے دیکھا کہ آپ نے دو رکعتیں پڑھیں تو میں نے آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا آپ نے جواب دیا میرے پاس عبد القیس کا وفد احکام دین کے لئے آیا تھا تو خیر کے بعد کی دو رکعتوں کے پڑھنے سے مجھے مشغول کر لیا تو یہ وہی دونوں ہیں بعض روایات میں آیا ہے کہ صدقہ کا مال آیا تھا اس کو تقسیم کرنے میں ظہر کی رکعتیں قضا ہو گئیں تھیں ان کو ادا کیا ہے اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں کیونکہ عبد القیس کے لوگ جب حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے تھے اہل بحرین کی طرف سے، اہل مصالحت بھی اپنے ساتھ لائے تھے بہر حال یہ نماز امام شافعیؒ کے قول کے مطابق ذوات الاسباب میں تھی اس لئے عصر کے بعد ذوات الاسباب والی نماز کا جواز اس حدیث سے ثابت ہو گا اور اس حدیث سے یہ بھی معنی ہوا کہ جس طرح نوافل کی قضا کی جاتی ہے اسی طرح سنت کی قضاء بھی سنت ہے کہی قول امام شافعیؒ کا ہے جو یہ کہ ابن الملک نے اس کا ذکر کیا ہے۔ احناف نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ اصل یہ دو رکعتیں نبی کریم ﷺ ظہر کے بعد پڑھتے تھے ایک روز بحرین کے مال کے تقسیم کرنے میں ظہر کی یہ دو رکعتیں قضا ہوئی تھیں آپ نے ان کو بطور اکر عصر کے بعد پڑھا تو اس حدیث سے اتفاق ثابت ہے کہ آپ نے پڑھیں یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ ہمیشہ پڑھتے تھے جبکہ نسائی وغیرہ میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے الفاظ ”مصرعہ واحصہ“ اور اس کی روایت کے الفاظ ”فصلم اورہ بصلیہما قبل ولا بعد“ سے واضح طور پر ثابت ہوا ہے کہ آپ نے یہ دو رکعتیں عصر کے بعد ایک مرتبہ پڑھی تھیں ہمیشہ پڑھتے تھے البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ان دونوں رکعتوں پر ادا کرتے تھے لیکن ان سے کئی طرح

کی روایات آئی ہیں وہ اپنی بلا واسطہ روایت میں مداومت ثابت کر رہی ہیں لیکن ان کی روایات میں اشعراپ معلوم ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابن عباسؓ اور مسور بن مخرمہ اور عبد الرحمن ازہرؓ نے مجھے حضرت عائشہؓ کے پاس ان دور کعبین کی تحقیق کے لئے بھیجا جو رسول اکرم ﷺ عصر کے بعد پڑھتے تھے اور میں نے اس سلسلے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ام سلمہؓ سے دریافت کرو کیونکہ جب واقعہ وہی ہیں ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا "لیس عندی صلاہما ولكن حدثنی ام سلمة الع" "کیا وہ روایت میں آیا ہے" لا انہی صلوٰۃ ام سلمة" "مجھے اس واقعہ کا علم نہیں ہے کہ رسول اکرم ﷺ عصر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے یا نہیں اس کے متعلق ام سلمہؓ سے دریافت کرو تو ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کو ان دور کعبوں کا علم نہ تھا پھر اس کے برخلاف خود ہی فرماتی ہیں کہ حضور نے ان دور کعبوں پر مداومت فرمائی ہے چنانچہ وہ فرماتی ہیں کہ دو رکعتیں ہیں ان کو رسول اکرم ﷺ نہ پوشیدہ اور نہ علانیہ کسی حالت میں نہیں چھوڑتے دو رکعتیں نماز صبح سے پہلے اور دو رکعتیں بعد عصر کے (رواہ البخاری و مسلم) یعنی ان دور کعبوں پر مواظبت فرماتے تھے اور ان سے مواظبت نہ کر سکا حدیث بھی مروی ہے چنانچہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ سے دو رکعتیں قبل عصر کے فوت ہو گئیں، پھر جب واپسی گھر تشریف لائے تو ان دور کعبوں کو واکیاں پھر اس کے بعد نہیں پڑھا۔ (رواہ الضعیف فی الاوسط)

اور تمام روایات میں صحیح روایت حضرت عائشہؓ کی یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ عصر کے بعد ان کے گھر میں دو رکعت پڑھتے تھے اور ان دونوں رکعتوں پر مواظبت فرماتے تھے۔ اور مواظبت کا مطلب یہ ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ عائشہؓ کے گھر میں تشریف لے جاتے تو ان دور کعبوں کو پڑھتے اور اگر کسی دوسری بیوی کے یہاں تشریف لے جاتے یا سفر میں ہوتے تو ان کو کس پڑھتے اب یہ بات مجھ سے باہر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سرہؓ کے گھر میں ایک عمل شروع فرمایا پھر اس کو برقرار رکھنے کی غرض سے حضرت عائشہؓ کے گھر میں تشریف رکھنے کی حالت میں اس پر مداومت فرماتے نہ حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں اس عمل کو ہمیشہ کرتے اور نہ ان کے علاوہ کسی اور بیوی کے گھر میں حالانکہ اوپر کی روایت میں حضرت عائشہؓ نے ان دونوں رکعتوں کے متعلق ظہن نہ ہونے کی بات ہے گھر میں مداومت نہ کرنے کی خبر دی ہے تو اس تفصیل مذکور سے ثابت ہوا کہ حضرت عائشہؓ کی روایات مطہرہ ہیں یعنی قابل ثبوت نہیں سی لئے انہم زعمانی نے "باب ما جاء فی الصلوٰۃ بعد العصر" کے تحت حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کو حضرت عائشہؓ کی حدیث پر ترجیح دی ہے اور فرمایا "وفقد روی غیر واحد عن النبی ﷺ انہ صلی بعد العصر رکعتین و حدیث ابن عباس اصح" اور حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں "انہ لم بعد ہما" کی زیادتی ہے جس سے واضح طور پر پتہ ہوتا ہے کہ ان دور کعبوں پر مداومت نہیں فرمائی صرف ایک مرتبہ عصر کے بعد پڑھی گئی تھی بلکہ اس سے بھی واضح الفاظ "مرة واحدة" حضرت ام سلمہؓ کی روایت میں ہے کہ خبر کی دو رکعت سنت جو روٹی تھی اسے نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد صرف ایک مرتبہ پڑھا پھر حال حضرت

نرخ کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے پہنچی، غیرہ کا دعویٰ مذکور ہے ورنہ ثابت ہو گیا اور علامہ بخاری نے لکھا ہے کہ صرف متقدم ہی نہیں بلکہ شوافع میں سے بہت سے لوگ جیسے علامہ خطابی اور ابو دین اور سیوطی وغیرہم نے بھی اس کے دعویٰ مذکور سے اتفاق نہیں کیا بلکہ انہوں نے کہا کہ ان دو روایتوں کی قضاہ بعد عصر مضمور اکرم رحمہم اللہ کی خصوصیات میں سے تھی علاوہ اس کے یہ بات بھی کہ حدیث مذکور میں عام فعل بیان نہیں کیا گیا بلکہ ایک خاص فعل کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد ایک مرتبہ دو رکعتیں پڑھیں پھر افعال جزئیہ کے اندر خصوصیت وغیرہ کے احکامات ہوتے ہیں اس لئے وہ ان قواعد عامہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو عصر کے بعد نماز کی ممانعت والی حدیثوں میں بیان کئے گئے ہیں اور وہ حدیثیں تو ان کی حد تک پہنچ چکی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ عصر کی نماز کے بعد کوئی فعل کی ممانعت ہے اور وہ ممانعت بھی عام ہے لہذا ذات السبب اور غیر ذات السبب کا دعویٰ بلا دلیل ہے اور ہر مضمون ممانعت کے معنی میں ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مرتبہ عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنا وہ آپ کے لئے مخصوص تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتح المصلی: ۵/۲، معارف السنن: ۱۳۲، ۱۳۸)

ام نسائی نے ترجمہ کے تحت جو حدیث پیش کی ہے اس میں سے ان کا مقصد ام شامی کے مسلک کی تائید ہے تو اس حدیث سے اس کا ثبوت مشکل ہے کیونکہ اس حدیث میں کوئی صریح لفظ ایسا نہیں جو اس مسلک پر دلالت کرنا ہو بلکہ معنی میں اس حدیث سے بعد عصر نماز کے جواز پر جملہ استثنائے سے استدلال کیا ہے جو ثابت دہلی کے لئے کافی نہیں چنانچہ علامہ سندھی نے اس حدیث سے استدلال کے جواب میں فرمایا کہ بظاہر اس جملہ استثنائے کے مفہوم سے عصر کے بعد جبکہ سورج صاف ستھرا ہو جواز مصلوۃ معلوم ہوتا ہے لیکن وہ ایک تو بعض ضعیفہ وغیرہ کے نزدیک معتبر نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک دلالت اطلاق وہی متباعد الاستدلالی روایت سے زیادہ قوی ہے یعنی جن احادیث سابقہ سے عصر کے بعد مطلقاً فعل نماز کی ممانعت ثابت ہوتی ہے وہ زیادہ مضبوط ہیں اس استثناء دہلی روایت سے اس نئے حدیث باب سے عصر کے بعد جبکہ سورج صاف ستھرا ہو جواز مصلوۃ پر استدلال جہود علماء کے یہاں غیر معتبر ہے اب رہا یہ سوال کہ آپ کی اس تاویل سے تو استثناء کاغی ہے کار ہونا لازم آتا ہے تو ہم کہیں گے کہ محض استثناء کے لئے بعض افراد مصلوۃ کا جواز کافی ہے جیسے فرائض کی قضا عصر کے بعد جائز ہے جبکہ سورج صاف ستھرا اور بلند کی پر موقوف عصر کے بعد مطلقاً ممانعت مصلوۃ کے قائلین نے اس حدیث کو ترک نہیں کیا بلکہ اس کو بعض الرا مصلوۃ پر محمول کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (حاشیہ النسائی: ۲۸۰/۱)

علاوہ اس کے اگر مصنف کی مراد ذات السبب نماز کی ادائیگی کو جائز قرار دینا ہے تو پھر اس روایت کے اور ترجمہ کے درمیان کوئی ممانعت معلوم نہیں ہوتی ہے کیونکہ شوافع کے یہاں عصر کے بعد ذوات السبب نماز کی ادائیگی کے جواز میں "لا ین تکون الشمس الح" کی کوئی قید نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک تو عصر کے بعد مطلقاً ذوات السبب نماز کی ادائیگی جائز ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

بعض حضرات نے اس حدیث کی ایک اور روایت تو یہ کہی ہے اس کو جب پر حدیث مذکور کا بعد عصر جواز فعل سے کوئی تعلق

نہیں ہے چنانچہ مصنف بذیل المجهود نے ۲۲۸/۲ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عصر کے بعد نماز سے منع فرمایا لیکن ثرۃ آفتاب صاف سحر اور بلندی پر سب نماز کی اجازت ہے تو اس حدیث میں نماز سے مراد عصر کا فرض ہے اب اس حدیث کا ان حدیثوں سے تقاضا نہ ہوگا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بعد عصر نماز کی ممانعت کے بارے میں روایت کی ہیں جیسے امام طحاوی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے عصر کے بعد مکہ کے راستہ میں دو رکعتیں پڑھیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دیا اور عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا پھر فرمایا کہ خدا کی قسم تمہیں معلوم ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہم کو عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے سے منع فرماتے تھے نیز طحاوی نے ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے تھے مگر فجر اور عصر کے بعد نہیں پڑھتے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث باب کا محل و صدق سوائے فرض عصر کے اور کچھ نہیں۔

حاصل بحث یہ ہے کہ حامد و حمد اللہ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ آپ نے حدیث باب کو عصر کے فرض پر محمول کیا ہے لیکن سنائی نے ترجمہ اور اس کے تحت کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حدیث باب فرض عصر پر محمول نہیں ہے بلکہ فقہائے فرض اور اہل سنن و فاضل جو ذوات الناساب وہی ان پر محمول ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

الرخصة في الصلوة قبل غروب الشمس

اس بات کے بیان میں کہ سورج غروب ہونے سے پہلے نماز کی اجازت ہے

اخبرنا شعبان بن عبد اللہ قال حدثنا عبد اللہ بن معاذ قال انابنا ابی قال حدثنا عمرو بن ابن حمير قال سالت لاحقا عن الركنين قبل غروب الشمس فقال كان عبد الله بن الزبير يصليهما فاورسل اليه معاوية ماها كان امر كعتان عند غروب الشمس فاضطر العليلت التي ام سلعة فقالت ام سلعة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلني ركعتين قبل العصر فشغل عنيهما فركعتيهما حين غابت الشمس فلم اراه يصليهما قبل ولا بعد.

عمران بن حصیر کہتے ہیں کہ میں نے لاحق سے غروب آفتاب سے پہلے دو رکعت پڑھنے کو پوچھا جس نے جواب دیا کہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ عصر کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے کہ کبھی کر دو رکعتوں کا حال دریافت کیا کہ سورج غروب ہونے سے پہلے یہ دو رکعتیں کبھی ہیں جو تم پڑھتے ہو ان کے جواب میں عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے حدیث پیش کی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے ایک مرتبہ یا ہوا کہ آپ مشغول کر لے گئے جس کی وجہ سے وہ دو رکعتیں پڑھیں پھر آپ نے دو رکعتوں کو عصر کے بعد پڑھا ہوا میں نے نہ آج سے پہلے ان دو رکعتوں کو عصر کے بعد پڑھتے دیکھا اور نہ آج کے بعد۔

میں صلوٰۃ حبسیٰ فانیخت الیہ قرآنہ فقال ہذا صلوٰۃ کنا نصلیہا علیٰ عہدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
راوی حدیث انہ اخیر نے یزید بن ابی حبیب سے بیان کیا کہ انہیں شمالی مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھنے کے لئے
بغیرے ہوئے تو میں نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے کہا: کھڑکی کی طرف ایسے وقت میں کوئی نماز پڑھا رہا ہے عقبہ بن
عامر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا پھر کہا: وہی نماز ہے جو ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پڑھتے تھے۔

تشریح: مغرب کی اذان کے بعد اقامت شروع ہونے سے پہلے نفس پر حرجی جائے یا نہیں اس مسئلہ میں اختلاف ہے زیادہ صحیح قول کے مطابق وہ مسافر نفی کے نزدیک دو تہیں مغرب کے فروع سے پہلے مستحب ہیں امام احمد کا قول انھیں اذان سے پہلے نفس کی گھبراہٹ کے ساتھ بیان جائے لیکن امام نووی نے "باب ما جاء في الصلوة قبل نكاح" کے تحت یہ لکھا ہے کہ امام احمد اور طاہر نے فرمایا "ان صلاهما احسن وهذا عند هذا على الاستحباب" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی مستحب ہے۔

[illegible]

سنۃ "اور حدیث کے متعلق علامہ احمد بن حنبل نے اپنی مختصر میں فرمایا "ہذا اسناد صحیح علی شرط مسلم" اور ابن جریر کی ایک دوسری بھی حدیث میں آیا ہے نہ نبی ﷺ نے مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں۔

خاص بحث کا یہ ہے کہ ان دو رکعتوں کے بارے میں امام شافعی کے مسلک کی تائید ہوتی ہے کہ وہ دوران کے ہم خیال حضرات کہتے ہیں کہ ان روایات مذکورہ سے مغرب سے پہلے دو رکعتوں کے استحباب کا ثبوت ہوتا ہے، امام ابو حنیفہ اور امام مالک چونکہ منع کرتے ہیں جیسا کہ اوپر ہم ان کا قول نقل کر چکے ہیں اس لئے احناف میں سے بعض حضرات نے ان احادیث مذکورہ سے امام شافعی کے استدلال کا یہ جواب دیا ہے کہ ان احادیث مذکورہ سے مغرب سے پہلے دو رکعتوں کے استحباب پر استدلال کرنا ایک کمزور استدلال ہے کیونکہ ان احادیث مذکورہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں تعارض ہوتا ہے چنانچہ حضرت ملاؤس کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مغرب سے پہلے دو رکعتوں کے بارے میں سوال کیا گیا انہوں نے فرمایا "ہذا بیت احدنا علی عہد رسول اللہ ﷺ بصلیہما وخص فی الرکعتین بعد العصر" اس حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے اپنی مختصر میں نقل کرنے کے بعد سکوت اختیار کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ان کے پاس صحیح ہے اور ابو داؤد نے بھی علامہ میں فرمایا "اسناد حسن کما فی بعض صحیح الحدیث"۔

اب جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث صحیح ثابت ہوئی تو اس کا تعارض صحیح بخاری کی اس حدیث مذکورہ سے ہوا جس سے امام شافعی نے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے اور چونکہ کار صحابہ جنی ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم اور ان کے عہد وہ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا عمل بوداؤں کی حدیث مذکورہ کے مطابق ہے جیسا کہ امام نووی نے اس کی تصریح کی ہے، اور حافظ ابن حجر نے بھی اس کو محمد بن عمرو وغیرہ سے نقل کیا ہے اس لئے ابو داؤد کی حدیث کو ترجیح دی جائے گی صحیح بخاری کی حدیث پر، کوئی کہہ سکتا ہے صحیح بخاری کی حدیث قابل ترجیح ہے کیونکہ وہ زیادہ صحیح اسناد سے مروی ہے، یہ درست ہے لیکن یہاں اس وجہ مذکور کی بنا پر حدیث ابن داؤد کو ترجیح دی جائے گی۔

اس کے علاوہ حضرت ابراہیم نخعی کی حدیث مرسل بھی مغرب سے پہلے دو رکعتوں کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے اس میں آیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما مغرب سے پہلے دو رکعتیں نہیں پڑھتے تھے یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے کوئی حرج نہیں کیونکہ حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے ابراہیم نخعی کے مراسیل کو صحیح قرار دیا ہے۔

(کما فی التہذیب)

"اور امام احمد نے اس کے متعلق "لاباس بھا" فرمایا کہ اس کی توحیف و ترشیش کا ہے بلکہ ابن معین نے ان کے مراسیل کو سعید بن مسیب کے مراسیل پر ترجیح دی ہے۔ (کما فی مقلعہ فتح النہلیہ)

غرض کہ ان روایات کے پیش نظر احناف میں سے بعض حضرات نے مغرب سے پہلے دو رکعتوں کے استحباب کے قول کو قابل قبول قرار دیا ہے، لیکن علامہ سندھی کے کام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب مذکور ضعیف ہے انہوں نے نسائی کے حدیث میں

کھٹا ہے کہ ظہر میں ہے اگر نماز مغرب سے پہلے اور کھٹیں جائز ہیں بلکہ مستحب ہیں اور جو لوگ منع کرتے ہیں ان کے پاس کوئی ثبوتی دلائل کافی جواب نہیں ہے۔ ۲۸۳۱

اور یہی بات حنفیہ شیعہ احمدیوں کی تقریر سے بھی معلوم ہوتی ہے انہوں نے بعض حضرات کا جواب مذکور نقل کرنے سے بعد لکھا ہے کہ جب یہ بات ثابت شدہ ہے کہ ہمارے علماء حق کے نزدیک مغرب سے پہلے اور کھٹیں مکروہ ہونے کی وجہ تاخیر مغرب ہے اور کھٹیں پڑھنے سے فرض مغرب کی تاخیر لازم آتی ہے اور تاخیر مکروہ ہے مگر تھوڑی سی تاخیر ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کو عرف شرع میں تاخیر نہیں سمجھی جاتی جیسا کہ تاخیر کھٹیں مستحب ہونے کی بات درختہ وغیرہ کی عبادت سے بھی معلوم ہوتی ہے اور ان دلوں رکعتوں کو مختصر سورتوں سے ادا کرنے کی صورت میں محققین علماء کے یہاں کوئی راہب لازم نہیں آتی ہے لہذا ان دونوں رکعتوں کی حیثیت اہانت کے درجہ میں ہے اور اگر احادیث سے انتخاب بھی ثابت ہو جاوے تب بھی ہمارے مذہب کے خلاف نہیں ہے بڑھ کر یہ تخفیف رکعتیں نہ روایت کی جاوے۔ زیادہ سے زیادہ بات سناہ آتی ہے کہ ایک چیز جس سے فتنہ خاموش ہے اس کو حدیث نے بتایا کیونکہ مغرب سے پہلے رکعت نقل کا پڑھنا نبی کریم ﷺ کے فعل سے ثابت ہے جیسے ان زبان اور محمد بن صخر کی حدیث مذکور میں اس کا بیان ہے اور بخاری و مسلم کی قوی اور عام حدیث نہیں کھلی ادائیں صلوٰۃ سے ثابت ہوتا ہے کہ اذان اور اقامت کے درمیان صرف ایک وقت میں نماز ہے اور خالص صبر سے مغرب سے پہلے جیسے بخاری کی حدیث میں آیا ہے ”صلوا قبل الصلوة صلوٰۃ“ مغرب سے پہلے نماز پڑھنا یہ بات نہیں مرثیہ فرمائی کہ نبی کریم ﷺ کی تقریر سے بھی اور کھٹیں قبل مغرب کا ثبوت ہوتا ہے جیسے مسند احمد وغیرہ کی حدیثوں میں آیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ و صحابہ کرام کہتے ہیں ہم مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے اور حضور اکرم ﷺ دیکھتے تھے اور منع نہ فرماتے تو حضور کی تقریر سے ان دونوں رکعتوں کا جواز ثابت ہوا اور اگر کوئی ان میں ان کی حدیث نقلی کے متعلق یہ دعویٰ کرے کہ وہ سنا ہے حضور اکرم ﷺ سے کوئی تم زلفت ہو گئی تو آپ نے اس کو مغرب سے پہلے بطور قضاء پڑھائی تو اس کے دعویٰ کو محمد بن اسحاق حدیث مسند و کرامی نے کیونکہ اس میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مغرب سے پہلے اور کھٹیں پڑھیں پھر فرمایا ”حسنوا قبل المغرب“ رکعتیں اقل حدیث

اور ابو داؤد، ابن جریر، ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں مغرب سے پہلے دو رکعتوں نے بارے میں ان کا جواز نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں کسی کو مغرب سے پہلے ان دو رکعتوں کو پڑھنے نہیں دیکھا۔
واللہ اعلم شاید ان دلوں رکعتوں سے مراد وہی الطہر کی سنت دو رکعتیں ہوں جن کو رسول اکرم ﷺ عصر کے بعد غروب آفتاب سے پہلے پڑھتے تھے اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں جس طرح سنت صبر کے تعلق ”انھا قبل العصر“ کہنا صحیح ہے اس طرح یہاں راوی حدیث نے بعد عصر کی نماز کو قبل المغرب سے تعبیر کیا ہے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس حکام مذکور سے بخلاف کیا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے کسی کو بعد عصر غروب آفتاب سے پہلے ان دونوں رکعتوں کو پڑھنے

ہوئے نہیں دیکھا۔

اور اگر یہ مطلب نہ ہو جو ہم نے بیان کیا تو پھر بقول بعض حضرات، انہیں کے اگر فرض مغرب سے پہلے دو رکعتیں مراد لی جائیں جو بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں حکم کل پڑھا کرتے تھے اس کا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی منسلک اللہ رکعتیں سے پرشید و رہنا متصل سے بہت ہی زیادہ اصل بات ہے، اور ہر ایسا نکتہ سے جو مرہی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ان دونوں رکعتوں کو نہیں پڑھتے تھے شاید اس سے ان کی مراد ان دونوں رکعتوں کے اہتمام اور سوا اہلیت کی نفی ہے جس طرح سوکھ و سنتوں کا اہتمام اور ان پر ممانعت فرماتے تھے اس طرح کا اہتمام نہ فرماتے اور بخاری و مسلم کی وہ روایت جو اوپر آچکی ہے اس کو بزاز اور بیہقی اور ابن حزم نے بھی میں حسین بن عید اللہ کے واسطے سے وہ ابن جریر سے وہ اپنے والد سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اس میں "انہیں مکمل اذانیں صلوٰۃ" کے بعد "الا الصغوب" اور ایک روایت میں "ما خلا المغرب" آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنا چاہئے نہیں ہے۔

مگر مقلد ابن حجر نے فرمایا کہ اس استثناء کی زیادتی شاذ ہے کیونکہ حبان بن عید اللہ اگرچہ بزاز و غیرہ کے نزدیک حدیث ہے لیکن اس حدیث کی اسناد اور متن میں ابن جریر حدیث کی مخالفت کی ہے جو عید اللہ بن جریر کے اصحاب میں سے ہیں اور اس حدیث کے متعدد طریقوں میں سے "اسمعیلی نے جس طریق سے روایت کی ہے اس میں آیا ہے" و کان یروینہ بصلی رکعتین قبل صلوٰۃ المغرب "ابن اسحاق بخلاف ہوتا تو حضرت جریر قاضی روایت کردہ حدیث کے خلاف نہ کرتے تو معلوم ہوا کہ "الا المغرب" یا ما خلا المغرب "کی زیادتی شاذ ہے اس کی بنیاد پر استدلال درست نہیں۔

بعض محدثین نے اس زیادتی کو صحیح قرار دینے کے لئے یہ تاویل کی ہے کہ یہ زیادتی چونکہ اذان کی طرف سے ہے اس لئے اس کو اس پر معمول کیا جائے گا کہ ابن جریر کو یہ حدیث دو سندوں سے پہنچی ہے انہوں نے اس کو انہیں متصل سے بغیر زیادتی کے سننا اور اپنے والد سے زیادتی کے ساتھ اور ثقاہت کی زیادتی مقبول ہے لیکن علامہ شیرازہ عثمانی کا خیال ہے کہ ما خلا ابن حجر نے جو کچھ فرمایا کہ یہ زیادتی شاذ ہے وہی درست ہے۔ (فتح المعلوم ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲)

الصلوٰۃ بعد طلوع الفجر

طلوع فجر کے بعد نماز کا بیان

اخیر ما احمد بن عبد اللہ بن الحکم قال حدثنا محمد بن جعفر قال حدثنا شعبۃ عن زید بن محمد قال سمعت نافعاً يحدث عن ابن عمر عن حفصۃ انها قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا طلع الفجر لا یصلی الا رکعتین خفیفین۔

زید بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے نافع سے سنا وہ حدیث بیان کرتے تھے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور وہ طلعہ سے حضرت

حصہ بظاہر فرماتی ہیں جب فجر طلوع ہوتی تو رسول کریم ﷺ فرض سے پہلے سوائے کئی دو رکعتوں کے کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے۔

تشریح اول شرعی سے معلوم ہوتا ہے کہ طلوع فجر کے بعد فرض سے پہلے سنت فجر کے علاوہ کسی اور نماز کی گنجائش نہیں ہے چنانچہ اس روایت میں سنت حصہ بظاہر فرماتی ہیں کہ سب سے زیادہ چاہئے کہ ساتھ تھقل اور جہت رکھتے ہوئے اور رسول کریم ﷺ فرض فجر سے پہلے جب فجر طلوع ہوتی سوائے سنت فجر کے اور کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے نیز اس حدیث سے بھی طوریاً فوریاً بعد نماز فجر سے پہلے سنت فجر سے زیادہ تھقل پڑھنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے جس کو امام احمد اور ابوداؤد نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے "لا صلوة بعد النصح الا رکعتیں"۔

نیز طبرانی کی روایت میں آیا ہے "اذا طلع الفجر فلا تصلوا الا رکعتیں" "فرض ان حدیثوں سے واضح طور پر امر مذکور کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، لہذا میں نے بعض حضرات سے شکام میں یہ حکم ممانعت کے لئے موقوفہ الی قیہ الکاکی ہے انہوں نے یہ فیضیر یہی عبادت کے پیش نظر رکھا ہے ظہیر یہ میں ہے اگر کسی شخص نے طلوع فجر سے پہلے آخرات میں تھقل شروع کی پھر جب اس نے ایک رکعت پڑھی تو فجر طلوع ہوئی اس صورت میں بعض علماء کہتے ہیں کہ نماز کو توڑ دو اور تھقل کہتے ہیں کہ ایک رکعت ملا کر نماز کو تمام کر لے اور زیادہ بھی یہی ہے کہ نماز کو توڑ دے کہ تمام کر لے اور یہ اوجہ قول کے مطابق یہ۔

رخصتیں سنت فجر کے فائز مقام نہ ہوگی فرض نہ (منع عن التھقل بعد طلوع الفجر قبل صلوة الفجر یا کثیر من سنة المسحور) کے ساتھ قصور کی قیہ لگا کر ظہیر یہ میں بیان کردہ صورت مذکور سے حکم سے انحراف کیا ہے کیونکہ یہ باتقصد ہے (اخراج لک) کسی لئے تو یہ رکعت ملا کر پڑھ کر نماز افضل ہے۔

اباحۃ الصلوۃ الی ان یصلی الصبح

صبح کی نماز پڑھنے تک نماز جائز ہونے کا بیان

اخبرنی الحسن بن اسماعیل بن سلیمان و ایوب بن محمد قال حدثنا حجاج بن محمد قال ابوب حدیثنا وقال حسن اجبرمی شعبۃ عن یعلی بن عطاء عن یزید بن طلق عن عبد الرحمن بن الہیلمانی عن عمرو بن عسۃ قال اتیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ من اسلم معک قال حر و عبد فلت هل من ساعۃ اقرب الی اللہ عزوجل من آخری قال نعم حواف اللیل الاخر فصل ما بدالک حتی تصلی الصبح ثم انہ حتی یطلع الشمس وما دامت وقال ابوب فاما دامت کانتہ حجة حتی تنشر ثم صل ما بدالک حتی یقوم العمود علی ظلہ ثم انہ حتی تزول الشمس فان جہنم تسجر نصف النهار ثم صل ما بدالک حتی یضنی العصر ثم انہ حتی تغرب الشمس فانہا تعرب بین قرنی شیطان و تظن بین

فری شیطان۔

حضرت عمرو بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر عرض کیا یا رسول اللہ! کون لوگ آپ کے تابع اور ہوئے ہیں آپ نے جواب دیا آزاد اور غلام (آزاد سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور غلام سے مراد حضرت بلال رضی اللہ عنہ) میں نے عرض کیا کون ایسا وقت ہے جس میں بندہ اللہ بزرگ و برتر سے بہت قریب ہوتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا اس رات نے آخری جسے میں ہذا اس مبارک وقت میں صبح کی نماز کا وقت آنے تک تم سے جتنی عبادت ہو سکے پڑھ لیا کرو صبح کی نماز پڑھنے کے بعد رک جاؤ یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے کسی طرح نماز سے رک جاؤ یہاں تک کہ سورج اس حالت میں آگیا کہ چڑھے کی ڈھلانی ہے (یعنی عدم حرارت کی وجہ سے اس کی طرف دیکھا ممکن ہونے میں گویا وہ ڈھال کی طرح ہے) یہاں تک کہ اس کی شعاع پھیل جائے پھر نماز پڑھو جو کچھ تم سے ہو سکے پھر ٹھیک دوپہر کے وقت میں جب کہ آفتاب ڈھلنا بھی نہیں ہے نماز سے باز رہو یہاں تک کہ آفتاب دخل جائے کیونکہ جنم نصف نہار کے وقت گرم کی جاتی ہے پھر نماز پڑھو تم سے جتنی سہولت ہو سکے یہاں تک کہ تم عصر کی نماز پڑھو پھر آفتاب غروب ہونے تک نماز سے باز رہو کیونکہ آفتاب شہان کے سر کے اوپر ساجہ نہیں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور طلوع ہوتا ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ ہر حالت میں بندے سے قریب ہے مگر حدیث کے الفاظ "قال نعم جوف الليل الاخر" جو حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمائے تھے سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کے اس خاص وقت میں بہت زیادہ قریب ہوتا ہے یعنی بندے سے راضی ہوتا ہے اور دعا قبول کرتا ہے اسی لئے فرمایا فصل باد الگ کر کے جتنی نماز سہولت پڑھ سکتے ہو غرض میں پڑھو۔

دہا پہ سوال نماز شب کی اجازت کب تک ہے تو حدیث کے الفاظ "حنی یصلی النصب" سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی نماز کے وقت سے پہلے تک نماز شب جائز ہے طلوع فجر کے بعد نماز صبح سے پہلے سوائے دو رکعت سنت فجر کے اور کسی نماز نفل کی اجازت نہیں جس کی دلیل وہ احادیث ہیں جو عثمان سابقی کے تحت گزری ہیں، دوسری بات جو اس حدیث سے ثابت ہو رہی ہے کہ اس سے مسلک حنفی کی تائید ہوتی ہے کہ فرائض ہوں یا نوافل خواہ مکہ میں ہوں یا کسی دوسری جگہ میں ان تین اوقات میں جو حدیث میں مذکور ہوئے ہیں جائز نہیں ہیں۔

اباحة الصلوة فی الساعات کلھا بمكة

مکہ میں تمام اوقات میں نماز پڑھنا جائز ہے

احمر ما محمد بن منصور قال حدثنا صفیان قال سمعت من ابی الزبیر قال سمعت عبد اللہ ابن عباسہ یحدث عن جیر بن مطعم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا بنی عبد مناف لاتمتعوا احد اطراف بھذا

البيت وحلى فية ساعة من الليل او نهار.

حضرت جیسر بن مسلم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسے عبد مناف کے بیٹوں کی توست منع کرو جو اس گھر میں نماز کا طواف کرے اور جس وقت چاہے نماز پڑھے رات میں یا دن میں۔

تشریح: اس حدیث کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے کیونکہ تمام راوی قابل اعتماد ہیں اور امام نسائی کے علاوہ ابن حبان اور ابن خریزہ وغیرہ نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اس کو صحیح کہا، بظاہر اس حدیث سے امام شافعی کے مذہب کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ساعت میں خود طلوغ کا وقت ہو یا ٹھیک دو پہر کا یا غروب کا یا ان کے علاوہ کوئی اور وقت ہو ہر صورت نماز جائز ہے اور یہی امام شافعی کا مسلک ہے ان کے یہاں اوقات مکروہ میں بھی مکہ میں نوافل جائز ہیں، تو آپ نے حدیث کے عمرہ سے اپنے مسلک پر استدلال کیا ہے کیونکہ "اہل ساعۃ من لیل و نهار" کے یہ الفاظ طلوغ وغروب اور ٹھیک نصف نماز سب کو شامل ہیں۔

لیکن امام، لکھتا ہے کہ "اور امام ابو حنیفہ وغیرہم ان اوقات مذکورہ میں نوافل جائز نہ ہونے کے قائل ہیں خواہ مکہ میں ہو یا کہیں اور جگہ جو عدم جواز میں کہہ سکتے ہیں کہ تمام شہروں کا سہ ہے، امام ابو حنیفہ وغیرہ نے اپنے مسلک کے ثبوت میں حضرت عبد بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث پیش کی ہے اس حدیث کو سوائے امام بخاری کے سب حفاظ حدیث نے روایت کیا ہے اس میں آیا ہے کہ تین اوقات ہیں جن میں ہم کو نماز پڑھنے اور مردے کو دفن کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے ممانعت فرمائی طلوغ آفتاب کے وقت یہاں تک کہ بلند ہو جائے اور دو آفتاب کے وقت یہاں تک داخل جاوے اور غروب آفتاب کے وقت یہاں تک غروب ہو جاوے۔

اس حدیث سے واضح طور پر بغیر کسی مکان کی فیدہ کے ہر جگہ ان اوقات مذکورہ میں نوافل کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، اور حنفیہ کے یہاں تو ان اوقات میں نوافل کی بھی ممانعت ہے دلیل یہی حدیث ہے نیز حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی حدیث جو پچھلے عنوان کے تحت گزر چکی ہے اس سے بھی مسلک حنفیہ کی تائید ہوتی ہے اس میں ان تینوں اوقات میں نماز کی ممانعت مذکور ہے علاوہ اس کے ان اوقات مذکورہ میں نماز کی ممانعت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے بخاری و مسلم وغیرہ میں احادیث مروی ہیں، اس حدیث باب کا خمس سے امام شافعی نے استدلال کیا ہے جواب یہ ہے کہ ایک تو نماز و طواف کا حکم ہے اور ایک عبد مناف کے بیٹوں کو حکم ہے کیونکہ وہ مخالفین تھے خانہ کعبہ کی خدمت اور ربانی امن کو حاصل بھی تو نمازیوں کے لئے یہ ضابطہ بتلادیا ہے کہ ان اوقات مکروہ میں نماز ممنوع ہے اور مخالفین کو یہ حکم دیا کہ تمہیں طواف کرنے والوں اور نمازیوں کو روکنے کا کوئی حق نہیں اور یہ ایسا ہے جیسا کہ زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو حکم دیا "فلایاک و سکواہم" ۶۱ حوالہ "کہ چھانت کر ان کا اچھا مال نہ لیجئے اور آگے فرمایا: "اتق ذمۃ المظلوم" تو ایک طرف مصلحتیں کو یہ بدانت فرمادی اور دوسرے فریق یعنی مصدقین سے فرمایا کہ صدق کو روکو جس کے واپس کرو جس کی سوال ہوا "وان ظلمونا" فرمایا "وان ظلموکم" تو کیا ظلم کی اجازت دیدی؟ نہیں

بلکہ دنیا کا دستور یوں ہی ہے اگر زکوٰۃ دینے والوں کو اس کی ہدایت نہ فرماتے کہ زکوٰۃ کا مال حاصل کرنے اور دھار کر دو کوئی چیز درمیان میں مانتے نہ کھولے اور یہی زکوٰۃ ادا کر کے زکوٰۃ لینے والوں کو راضی کر دے اور اگرچہ محبت مال کے سبب سے تمہارا یہ خیال ہو کہ زکوٰۃ لینے والوں سے ہمارا مال کم کر دیا تو ممکن تھا کہ زکوٰۃ دینے والے متوسط درجہ کا جانور بھی نہ دیتے اور اگر وصول کرنے والوں کو چھانت کر عہدہ مال لینے سے بچنے کی ہدایت نہ فرماتے تو ممکن تھا کہ وہ سب سے عہدہ مال لوٹ کھسوٹ کر لے آتے تو دونوں توراہ و اعتدال پر قائم رہنے کی ہدایت فرمادی اس طرح یہاں چونکہ خانہ کعبہ کی درمیانی اور ستائید وغیرہ امور عہدہ منافع کے پیشوں کے ذریعہ آتے اور وہ شاید گاؤں کا بعض لوگوں کو شوافع سے دے دیتے ہوتے اس لئے ان کو سمجھا دیا کہ مست منع کر دے گی جو خانہ کعبہ کا شوافع کرنا چاہے اور ان نماز پڑھنا چاہے جس وقت چاہے رات کو یا دن کو۔

دوسری طرف معرفت عقیدہ بنی ماعز علیہ السلام وغیرہ کی حدیثوں میں ایک ضابطہ بیان فرما کر تنبیہ کر دی کہ کوئی شخص حدیث مذکور کے الفاظ "وصلی ایہ ماعزہ شفاء" سے یہ سمجھ بیٹھے کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب اور ٹھیک دوپہر کی حالت میں بھی خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنا ہوگی بلکہ اس ضابطہ کا تقاضا یہ ہے کہ خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے والے بھی اوقات مکرر میں نماز سے اجتناب کریں یہ نکتہ یہ اوقات کفار کی عبادت کے ہیں اور حدیث میں آیا ہے کہ آفتاب شیطان کے دو قرن کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے تو معلوم ہلتی کی وجہ سے کہ بہت میں سر اور دوسرے شہروں میں کوئی فرق نہیں ہے (واللہ اعلم بالصواب)

ابن کثیر نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ ارشاد مبارک "وصلی ایہ ماعزہ شفاء" سے مراد حضور اکرم ﷺ کی یہ بھی اوقات غیر مکرر ہیں جس وقت چاہے تو پڑھنے والوں کو مست منع کر دے اس تاویل سے روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ (مرفقہ: ۳۸۱۳، شرح منقلاہ: ۱/۵۶۱ مع زیادۃ من الجامع)

علامہ سندھی نے لکھا کہ ارشاد مبارک "ایہ ماعزہ شفاء" کفر ہے "لا یعتصموا" خلاف اور صلی کا حرف نہیں اب حدیث کا مطلب یہ ہو گا اسے عہدہ منافع کے میزب کوئی شخص مہر میں خواف اور نماز کے لئے داخل ہونا چاہے جس وقت میں بھی ہو تو تم اس کو مسجد حرام میں دخول کے وقت منع نہ کرو تا اس درجہ کے مطابق حدیث کا ترجمہ سے کوئی رابطہ نہیں ہے اس لئے معتقد گا کہ اس حدیث سے اپنے دعویٰ پر استدلال اشکال سے خالی نہیں ہے، اہم بات یہ ہے کہ معتقد نے اس حدیث سے کہ میں تمام اوقات میں جواز صلوات پڑھیں، استدلال کیا حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ جس وقت امام نماز جو پڑھا رہا ہو یا بعد کے دن خطبہ پڑھ رہا ہو یا جس وقت پانچ نمازوں میں سے کوئی نماز پڑھا رہا ہو، ان حالات میں مردوں کے لئے طواف اور نماز کی اجازت نہیں ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم (حاشیہ النعمانی: ۲۸۴۱۱)

الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین الظهر والعصر

اس وقت کا بیان جس میں مسافر ظہر اور عصر کی نماز اکٹھی پڑھے:

اخیر ناقبة قال حدثنا معضل عن عقب عن ابن شہاب عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فعل قبل ان تزویج الشمس اخر الظهر الى وقت العصر ثم نزل فجمع بينهما فان زاعت الشمس قبل ان یوتعل صلی الظهر ثم ركب.

مفسر ابن تیمیہ سے روایت ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ آفتاب دھنسنے سے پہلے کوچ کرتے تو ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر کرتے پھر سواری سے اترتے اور ظہر اور عصر کو یک ساتھ پڑھتے اور آٹھ رکعتوں سے پہلے آفتاب دھل جاتا تو ظہر کی نماز پڑھتے پھر سواری پر اترتے۔

اخیرنا محمد بن سفيو والحارث بن مكي قراء فعليه وان اسمع والنقط له عن ابن المقاسم قال حدثني مالك عن ابي انبريس السككي عن ابي الطويل عامر بن وائلة ان معاذ بن جبل اخبرنا انهم خرجوا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم عام تبوك فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجمع بين الظهر والعصر والمغرب والعشاء فاخر الصلوة يومئذ ثم خرج فصلى الظهر والعصر جميعا ثم دخل ثم خرج فصلى المغرب والعشاء.

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ابو انبریس سے روایت کیا کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک کے سال نکلے تو آپ صبح و عصر کے درمیان اور مغرب و عشاء کے درمیان جمع کرتے تھے ایک دن نماز کو مؤخر فرمایا پھر تشریف لائے پھر ظہر اور عصر کو یک ساتھ اور آٹھ رکعتوں سے پہلے پڑھتے تھے اور تشریف لائے پھر مغرب اور عشاء اکٹھی پڑھتے۔

تفسیر: عنوان کے تحت کی روایات کے پیش نظر ماہرین نے بتا دیا ہے ہیں کہ کئی مفسرین نے ظہر اور عصر کے ایک ہی وقت میں جمع کرنا بیجا قرار دیا ہے کہ صبح کے لئے جائز ہے، آٹھ رکعتوں اور عشاء کو بھی پڑھنے کے سلسلے میں مؤخر کریں گے۔ تاہم اس میں بعض غلطیاں ہیں جو ہم نے درمیان اس مسئلہ میں اختتام ہے۔ ہے امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب کے یہاں اور عصر کا ایک ہی وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے مگر جو صحیح میں عشاء میں ظہر اور عصر اور حذر کسی مغرب اور عشاء کا جمع کرنا جائز ہے ان دونوں قسموں کے علاوہ کسی حالت میں بھی دو فرضوں کا حقیقی ایک ہی وقت میں جمع کرنا قرآن حکیم اور احادیث متواتر کے خلاف ہے۔

احناف اپنے مسئلہ پر آیات قرآنی اور احادیث متواتر سے استدلال کرتے ہیں قرآن پاک میں ہے "ان الصلوة کلفت علی النعمان کھافوہا" "نماز مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے اور وقت کے ساتھ سمجھ دو ہے" دوم کی دلیل ارشاد فرمائی ہے "حافظوا

علی الصلوٰۃ ای اتواہی اوقاتہا یعنی نمازوں کو ان کے اوقات مقررہ میں ادا کیا کرو، تیسری دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے "فحلف من بعدہم حلف اصاعوا الصلوٰۃ فالاہیہ" یعنی پھر ان تک لوگوں کے پیچھے ان کے جو شہید اپنے نکاحی ہوئے جنہوں نے نماز کو بڑا کیا ہے، اکثر منف کا یہ قول ہے کہ نماز میں: خیر کردنی یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آگیا تو ان آیات سے معلوم ہوا کہ نماز کی حد بندی کر دی گئی، اور اس کے لئے وقت مقرر ہے جس کو تو نماز تا مروجع نہ ہو گا ان آیات کے نشانے اس صورت میں پورے ہو سکتے ہیں جبکہ ہر نماز کو اس کے وقت مقررہ پر ادا کیا جائے نیز احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ تمام نمازوں کے لئے اوقات مقرر ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے: "و فرما: تم میں کس نے رسولی نام ﷺ کو کبھی نہیں، کبھی آپ نے کسی نماز کو بے وقت پڑھا، یا اسے مٹا، یا دھنکے، یا مغرب اور عشاء کو ملا دیا، اور صبح کی نماز دوسرے روز اس کے وقت سے پہلے یعنی طلوع میں پڑھی، اللہ تعالیٰ کی جمع نذر و مصر کو شہادت کی وجہ سے بیان نہیں کیا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان دونوں مقامات کے علاوہ کسی اور حالت میں جمع حقیقی جائز نہیں ہے یہ حدیث بخاری و مسلم میں ہے، دوسری حدیث صحیح مسلم میں کسلۃ النہر میں کسی "تم شیخ فشا: نہ جانے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے گھبراہٹ کا واقعہ مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سو جانے میں کچھ کہہ ہی نہیں ہے اور: "ری اور ان کو اللہ تعالیٰ کے بعضہ قدرت میں ہیں بس میں نے چاہا تو ان کا چھوڑا اللہ تعالیٰ اور فقیر ہو جائے میں ہے یوں کہ نماز کو تاخیر کر کے حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آجائے، یہ حدیث واضح طور پر بتا رہی ہے کہ حضور ﷺ نے اختیار کی حالت میں بے وقت کبھی نماز نہیں پڑھی اور یہ کہ ایک نماز کو دوسرے وقت میں ملے چاہا فقیر ہے، نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "میں جمع بین الصلوٰۃین فقہا من الکبانہ" جس نے دونوں کو جمع کر دیا کہانہ کے ایک روز وہ میں گھر آیا اعلان کیا کہ میں نے اس کی عطا کو دیدہ اور دیا۔

معلوم ہوا کہ وہ فرضوں کا حقیقہ ایک ہی وقت میں جمع کرنا کہا نہیں ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے حال کو کھسکا کہ تم میں چیزیں کہنا نہیں ہے میں ایک "جمع بین الصلوٰۃین" دوسری "تکبرا من الوحف" یعنی جہاد میں کفار سے بھاگنا تیسری "ہی" یعنی لوٹ مار، بقول ذہبی سالم نے اس کو بطور مسند ابوداؤد و دیگر سے بیان کیا ہے۔

غرض کہ ان آیات مبارکہ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سوائے عرفات اور مزدلفہ کے وہ فرضوں کا ایک ہی وقت کے اندر پونہ عشر کے جمع کرنا خود بخود منکر کا ہو یا مرض وغیرہ کا اختلاف، وہ ان کے موافقین تمام اہل علم کے یہاں جائز نہیں یہاں پر ایک شبہ یہ کہ عرفات اور مزدلفہ میں جمع کرنا کیوں جائز ہے ان کا جواب یہ ہے کہ وہ بھی قوت کے ساتھ ثابت ہے مثل قوت قرآن کے ہر آیت کو اس وجہ سے متواتر کہتے ہیں کہ متصل و متعلق ہزاروں انسانوں سے ہم تک پہنچا اور روایت ہو جاتے رہے لیکن اگر کوئی سند پوچھے تو ایک سند بھی متصل نہ ملے گی مگر اس کی قطعیت احادیث سے جو سند سے ملی ہوں بہت بڑھی ہوئی ہے تو متواتر کے لئے مسلسل اسناد ضروری نہیں لہذا جس طرح قرآن قوت کے ساتھ ثابت ہے اسی طرح جمع بین الصلوٰۃین عرفات اور مزدلفہ تک بھی متواتر ثابت ہے کیونکہ ہر سال ان کو مل جاتی آتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں لہذا وہ مستحقی ہے۔

بعض اہل علم کا توں ہے کہ سفر کی حالت میں غیر عصر اور مغرب و عشاء کو، سوں میں سے کسی ایک وقت میں جمع کرنا جائز ہے امام شافعی و امام احمد و اسحاق اور ابن قدامہ کے بیان کے معنی میں مالک کا بھی یہ قول آیا ہے اور مشہور قول امام مالک کا یہ ہے کہ جمع بین الصلوٰتین کا جواز سفر میں نہیں ہے۔ ساتھ مخصوص ہے، اس کو عامہ میں منیٰ نے اپنے شیخ کے حوالہ سے بیان کیا ہے علاوہ ان کے اور احناف کے قول مذکور کے اور بھی چار اقوال اپنے شیخ کے حوالہ سے محدثانہ میں نقل کئے ہیں وہاں دیکھ لیں۔

بھراہم شافعی وغیرہ کے نزدیک جمع تقدیم کے لئے یکو شرکا کا ہیں کہ انکی نماز جیسے عصر کو مقدم کر کے ظہر کے ساتھ پڑھے تو اس کے لئے یہ شرط کا ہیں کہ ظہر کو مقدم کرے اور ظہر کی نماز سے فارغ ہونے سے پہلے عصر کو ان کے ساتھ جمع کرنے کی نیت کرے اور دونوں میں اس قدر فاصلہ نہ کرے جس کو لوگ حرف میں جدا کر دیتے تھے ہیں اور قریب کی رعایت کرے اور جمع اخیر کے لئے شرط یہ ہے کہ ظہر کا وقت نہ راجح ہونے سے پہلے ظہر کو عصر کے ساتھ جمع کرنے کی نیت کرے، ان شرط کا ذکر امام نووی وغیرہ نے کیا ہے امام شافعی وغیرہ اپنے مسلک پر ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جو جمع بین الصلوٰتین کے بارے میں آئی ہیں جیسے حدیث باب شمس حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے جب زوال آفتاب سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوچ فرماتے تو ظہر کو وقت عصر تک مؤخر فرماتے پھر وقت عصر ہو جانے کے بعد سواری سے اترتے پھر عصر اور عصر کی نماز اکٹھی ادا فرماتے اور اگر کوچ کرنے سے پہلے آفتاب دھس جا تو ظہر کی نماز پڑھتے پھر سواری پر اترتے یعنی ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر کے درمیان جمع نہ فرماتے بلکہ صرف ظہر کی نماز پڑھ کر روانہ ہو جاتے اس حدیث کے آخری الفاظ "ان زاعت الشمس النع" سے واضح طور پر جمع تقدیم کی نئی ہو گئی ہے۔

لہذا اس سے امام ابوحنیفہ وغیرہ کے قول کی تائید ہوتی ہے کیونکہ ان کے یہاں جمع تقدیم کا کوئی ثبوت نہیں ہے بلکہ اس قول میں ان حرم بھی ہمارے سوا ہی ہیں جیسا کہ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ان کے نزدیک بھی جمع تقدیم درست نہیں اور امام بخاری کے قائل کردہ ترجمہ "باب ما أخبرنا الظہر انما العصر" سے اسی طرح ابواب اسطر میں جو ترجمہ کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی جمع تقدیم کے قائل نہیں ہیں۔ (فتح الباری: ۳/۸۰، عمدة القاری: ۳/۵۷۳، ۵۷۴)

اب رہا جامع اخیر تو اظہار اس حدیث سے اس کا جواز معلوم ہو رہا ہے، دوسری حدیث اپنے مسلک کے ثبوت میں یہ پیش کی ہے جو حفصہ بن اسد کے تحت امام شافعی نے حضرت سہاذ بن جنبل رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کی ہے یہ حدیث انہی الفاظ کے ساتھ جو سنائی کی روایت میں ہے امام ابو داؤد نے بھی حضرت عطاء رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کی ہے اس حدیث سے استدلال اس طرح کیا ہے کہ حدیث میں تقدیم جمع کا خبر دونوں کو شامل ہے اور واقعہ سفر کا ہے لہذا اعمال سراج بین الصلوٰتین خواہ بطریق تقدیم ہو یا بطریق اخیر درست ہے، اور تیسری دلیل ان کی (یعنی جمع بین الصلوٰتین فی اسطر کے قائلین کی) کہ وہ حدیث ہے جو ابو داؤد نے بعد مالک بن انس بن ابی الزبیر عن جابر رضی اللہ عنہ روایت کی ہے اور اس کو اسی سند سے امام شافعی نے بھی اگے عنوان "الوقت المذی یجمع لہ المسافر بین المغرب والعشاء" کے تحت روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں "انما ظہر الشمس و

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسکنا فجمع بین المصلوبین بسرف " چوتھی دلیل ان حضرات کی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کو امام ترمذی اور ابوداؤد غیر حملے روایت کیا ہے اسی حدیث میں جمع تقدیم اور جمع تاخیر دونوں کا بیان آیا ہے اس بناء پر وہ اس حدیث کو اپنے مسلک کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں علاوہ اس کے ان حضرات نے جمع بین المصلوبین کے ہوا پر قیاس سے استدلال کیا ہے اور قیاسی عرفہ اور عرفہ میں دو فصول کو ایک ساتھ پڑھنے پر کیا ہے کیونکہ وہ قیاسی لوگ عینی عبادات میں مشغول رہتے ہیں اس لئے ان کی سمجھ اور آسانی کے لئے عرفہ اور مزدلہ میں دو نمازوں کو ایک وقت میں ایک ساتھ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ توقف کے لئے عیساں ان سے وقت مل جائے اور یہ سب ہر سفر میں موجود ہے لہذا مسافر کے لئے بھی دو فصول کا ایک وقت میں جمع کرنا جائز ہوگا۔

ان دلیل مذکورہ کے جوابات امام ابوحنیفہ اور جمہور علماء کی طرف سے یہ ہیں کہ چوتھی دلیل میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی جو حدیث پیش کی ہے جس کا جواب علامہ سندھی نے یہ دیا ہے کہ "السی وقت العصر" کا لفظ جو حدیث میں آیا ہے اس کے معنی "السی ضرب وقت العصر" کے ہیں اور اس جمع بین المصلوبین کو جمع فعلی پر محمول کیا جائے تاکہ جمع حقیقی وقت پر فعلی صورتی جمع یوں ہوگی کہ ظہر کو اس کے آخر وقت میں اس طرح پڑھنے کے غماز سے فارغ ہونے کے ساتھ ہی اصر ظہر کا وقت ختم ہو گیا اور عصر کا وقت داخل ہو گیا تو دونوں کے وظائف مل گئے پھر عصر کی نماز اس کے اول وقت میں پڑھے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

اس جواب کی تائید میں ہم در کچھ تفصیل سے بحث کریں گے تاکہ انصاف پسند اور حقیقت پسند شخص کو تمام اقوال میں سے قول حنفیہ ہی اقرب الی الاعتدال اور ارجح ہو نامعلوم ہو جائے اس کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن پاک کی آیات اور احادیث متواترہ جو ہم پہلے و مخالف کے دلائل کے تحت نقل کر چکے ہیں ان سے اور اجماع سے ثابت ہوا ان کے خلاف ہرگز نہیں ہو سکتا اب اگر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں جمع بین المصلوبین کو جمع حقیقی وقت پر محمول کریں تو اس سے آیات قرآنیہ قطعیہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ کی صحیح اور متواترہ حدیثوں کی مخالفت لازم آئے گی جو بالکل ناجائز ہے۔

فہذا عنوان کے تحت کی حدیث مذکور جس کے راوی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں جمع فعلی صورتی پر محمول ہے اس سے کتاب اللہ کی موافقت کے ساتھ ساتھ احادیث میں بھی توفیق و تطبیق حاصل ہو جاتی ہے علاوہ اس کے جمع بین المصلوبین سے جمع حقیقی مراد ہے یا جمع فعلی صورتی اس کو خود راوی حدیث نے زیادہ جانتے ہیں اور حدیث کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کی کیفیت بیان کر دی چنانچہ بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ سفر میں جمع بین المصلوبین کا ارادہ فرماتے تو ظہر کو اس کے آخر وقت تک مؤخر کر دیتے پھر ظہر پڑھتے اور عصر کو اس کے اول وقت میں پڑھتے اور مغرب کو اس کے آخر وقت میں پڑھتے اور عشاء کو اس کے اول وقت میں پڑھتے اور کہتے تھے "فصلنا کلان رسول اللہ ﷺ یجمع بین المصلوبین فی المسافر" اسی طرح رسول اکرم ﷺ سفر میں دو نمازوں کو جمع فرماتے تھے۔ (مجمع الزوائد)

بہ قابل فہم بات یہ ہے کہ کئی کئی حدیث کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خود ہی صریحاً کہہ دی کہ میں نے بیعت میں
اختلاف کی جو حدیث بیان کی اس سے کچھ نہیں مرے ہے اور انہوں نے اس کیفیت کو خود کے ساتھ چاہنے کی نسبت منہ
آزم چلی گئی طرف کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث وہاں میں بیعت میں اختلاف میں بیعت نہیں ہوئی ہے اور یہی وجہ ہے
زیادہ قاضی قرطبی اور قاضی عروصہ۔

دوسری دلیل میں حضرت معاذ بن جسر رضی اللہ عنہ کی جو حدیث قشاشی نے اس حدیث میں واضح طور پر بیعت تھامنے کا کوئی ذکر
نہیں بلکہ بیعت تھامنے کے احوال کے بغیر کا بھی احوال ہے اور چونکہ یہاں کوئی ایسا قوی بھی نہیں جس کی بنا پر بیعت تھامنے
پر محمول کرنا صحیح ہو اس لئے حدیث بیعت تھامنے پر محمول نہیں کر سکتے بلکہ اس سے یہ ایک بیعت انصاریہ ہے اس کی تائید پر وہ حدیث
روایت کر رہی ہے جو پہلی حدیث میں بطریق ائمہ میں ہے، اہل حضرت معاذ بن جسر بیعت سے روایت کرتے ہیں اس میں آیا
ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر کے مال کے منہر چلے، ظہر آگیا، عصر کے درمیان
بیعت کرتے تھے کہ آخر وقت میں اور عصر اواس وقت میں پڑھتے پڑھتے آگے سے اور مغرب میں کے آخر وقت میں پڑھتے پڑھتے آخری مغرب
کو پہنچنا نہ پڑے سے پہلے پڑھ لیتے اور مشابہہ کثرتاً نہ پڑھنے کے بعد اول وقت میں پڑھتے۔ یہ حدیث بخاری ہے کہ یہ
اظہار کی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت میں "جمع بین الظہر والعصر" اور "جمع بین المغرب والعشاء" سے بیعت
انصاریہ میں مراد ہے نہ کہ جمع تھامنے کی۔

تیسرا اشکال یہ ہے کہ یہ خود اور قرطبی کی کسی ایک روایت سے بیعت تھامنے کا بیعت ثابت ہوتا ہے نہ بیعت خود اور قرطبی
وغیرہ کے تھامنے سے روایت ہے وہ بیعت بن علی حبیب سے اور اہل ظہیر سے وہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول
آرم ﷺ غزوہ بدر کے سفر میں ناز میں طرح پڑھتے تھے کہ جب آپ صبح یا آفتاب سے چلے، اسے بلا جانتے تو حکیم کو مسرت حکیم
کو آخر کرتے پھر انہوں کو ایک راتھ پڑھتے اور جب نواں آفتاب نہ بد کو کچ کرتے تو خبر و خبری نواں اٹھی پڑھتے پھر وہ ان
ہوئے اور جب مغرب سے پہلے کو کچ کرتے تو مغرب کو مؤخر کرتے یہی نہ کہ اس کو مشابہہ کے ساتھ پڑھتے اور جب مغرب
کے بعد کو کچ کرتے تو مشابہہ کو جہتی مغرب کے ساتھ پڑھتے۔ اس حدیث سے بظاہر بیعت تھامنے کا خود روایت ہو رہا ہے، حضرت اور
چندوں کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو اکثر ائمہ میں سے معقول قرار دیتے ہیں، اور انہوں نے کہا کہ اس حدیث کو کتب
تہذیب نے روایت کیا ہے کیونکہ اس سے روایت کرنے والے ثقافت خاندان سے بیعت تھامنے کا ذکر کیا گیا ہے یا حدیث شاذ ہے نیز ان
روایت سے یہ بھی کہ یہ حدیث منکر ہے اور بیعت تھامنے کے وقت میں کوئی مضبوط حدیث نہیں تو یہ قول اس حدیث کے ضعیف
ہونے پر دلیل ہے، اور امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث قصیدہ غریب ہے اہل علم نے یہ ایک موقوف حدیث قرار دیا ہے، امام مسلم
نے یہ روایت میں اپنی تفسیر میں معاذ کے طریق سے روایت کیا ہے اس میں بیعت تھامنے کا ذکر نہیں۔

اور امام نے صومر الحدیث میں ۱۱۲۰ھ بخاری سے نقل کیا ہے وہ کتب شاذ میں نے تھامنے سے روایت کیا ہے چھما کہ

آپ نے لیٹ میں سجدے سے پڑھنا ابلیحیہ کی حدیث کو کس سے کھینچا انہوں نے جواب دیا خالہ مدائنی سے امام بخاری نے فرمایا ”وكان خالده السعدي يدخل الاحاديث على الشيوخ“ غرض کہ ہر اکم نے طویل کلام کے بعد کہا کہ ہم بہت غور و فہم کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ حدیث موضوع ہے البتہ تھمید بن سعید ثقہ اور معتبر ہیں ان کے مستند اور قاضی اعتماد ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اب اس حوالے سے کہا کہ یہ حدیث جمعۃ اللہ میں ہے باب میں بہت سی کتب و قسم کی حدیث ہے جس کی چند و بیش اپنی کتاب کلی میں لکھی ہیں پھر آگے چل کر لکھا ہے کہ اگر حدیث صحیح بھی ہو تب بھی اس میں ہمارے قول کے خلاف کوئی بات نہیں اس صورت میں وہ قطعاً قطعی صورت پر محسوس ہے۔

تیسری حدیث کس سے جمع حقیقی کے قائلین نے اپنے منسک پر استدلال کیا اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں تین میں اصول تین کی جو صورت بیان کی ہے یہ تو حضور اکرم ﷺ کی اس عادت معروفہ کے خلاف ہے جو سفر کی حالت میں بھی مغرب میں ﷺ نماز کو کسی طرح پڑھتے تھے اس کا حضرت ابن عباس اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما نے اس طرح نقل کیا ہے کہ جب اپنی منزل میں مغرب کا وقت ہو جاتا تو آپ ﷺ مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ پڑھتے اور اگر منزل میں مغرب کا وقت نہ ہوتا تو سوار ہو کر روانہ ہوتے یہاں تک کہ جب عشاء کا وقت ہوتا تو اترتے پھر مغرب اور عشاء پڑھتے، تاہم یہ صحیح پڑھنے والے بات عقل سے بہت ہی بعید ہے کہ مکہ میں مغرب کا وقت ہو جائے اس کے باوجود مغرب کی نماز پڑھنے بغیر روانہ ہو جائیں پھر مقام ہرب میں مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ پڑھیں اس کو ضل یا غل تسلیم نہیں کرتی تاہم یہی ہے کہ جب سورج چھپنے کے قریب ہو تو غروب کا وقت اس پر مبالغہ بولا ہے اس کی تائید ابن جریر کی روایت کے الفاظ سے ہوتی ہے کہ ان میں آیا ہے ”سرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مکہ عند غروب الشمس حتى اتى سرف۔“ کنز العمال ۱۲/۲۳۲۲ تو دیکھئے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ مکہ سے غروب آفتاب سے کچھ پہلے نکل گئے تھے جب کہ آپ کی رفتار میں تیزی تھی کیونکہ حضور ہوائے نواز کا بہت اہتمام فرماتے تھے حتیٰ کہ آپ مغرب کے آخر وقت میں مقہ سرف پہنچ گئے اور مغرب ان کے آخر وقت میں اور عشاء کی نماز اول وقت میں ادا فرمائی اور یہ حضور کے لئے ناممکن یا کوئی مشکل بات نہ تھی خصوصاً جب کہ سفر اپنی اونٹنی تھوڑی پر ہوتا تھا جس کی تیز رفتاری مشہور تھی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

غرض کہ تیسری حدیث جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کی ہے اور اس سے امام شافعی وغیرہ نے جمع حقیقی کے جواز پر استدلال کیا ہے وہ درست نہیں کیونکہ اسے جمع حقیقی پر محمول کرنے سے اشکال وارد ہوتا ہے اور احادیث کے درمیان تعارض پیدا ہوتا ہے اور حقیقہ نے حدیث مذکور کی جو تفصیل اور توضیح کی ہے اس سے تعارض ختم ہو جاتا ہے اور سب روایات پر عمل ہو جاتا ہے کیونکہ ان کے یہاں قولہ حدیث مذکور ہو یا صحیح کی کوئی اور حدیث جو جمع فغلی پر محمول ہے۔

اور چوتھی حدیث سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے متعلق حاکم نے کہا کہ ابو یوسف کی حدیث سے موضوع ہے اس لئے امام بخاری نے اس روایت کو ابو یوسف سے نقل نہیں کیا اور یہ تفصیل اس حدیث کے ناقابل استدلال ہونے کی دوسری دلیل

کے تحت نازل ہیں۔ اب رہا وہ شافعی، وغیرہ کے قیاس کا جواب انہوں نے سن کر حالت میں بیعت میں اہل سنن چاروں ہوں کہ عرفہ اور مزدہ میں نہ۔ مصر اور مغرب و عشاء و ایک ساتھ پڑھنے پر قیاس کیا ہے جس کا سبب انہوں نے یہ قرار کیا کہ طاقی لوگ سناٹک کے میں مشغول رہتے ہیں۔ اس پر حضرت کی بناء پر عرفہ اور مزدہ میں ان کے لئے جمع بین الصلاہیں جائز رکھا گیا ہے اور یہ سنت پر سفر میں موجود ہے لہذا سفر میں بھی بیعت جائز ہونا چاہئے۔ وہاں کا جواب امام طحاوی نے یہ دیا ہے کہ قیاس مذکور صحیح نہیں کیونکہ سب اس پر متفق ہیں اگر نہ عرفہ میں سفر اور مصر کو اپنے اپنے وقت مقررہ پڑھا ہو۔ اسی طرح مزدہ میں مغرب اور عشاء کو اپنے اپنے مقررہ وقت میں ذکر ہے تو یہ نہ ہوگی لیکن زکات سنت کی بعد سے عشاء کا ذکر نہ ہوگا کیونکہ یہ تمام مسائل عرفہ اور مزدہ کے علاوہ ہی اور وقت میں کلمہ اور مغرب و عشاء کو ان کے اوقات مقررہ میں پڑھنے تو وہ لازم کار نہیں ہوتا۔

ان سے ثابت ہوا کہ عرفہ اور مزدہ بیعت کے مقررہ وقتوں میں نہ صرف ان دونوں وقتوں میں بیعت بین الصلاہیں مشروع ہے ان کے علاوہ اور وقتوں میں بیعت بین الصلاہیں کا حکم نہیں ہے۔ اور امام شافعی وغیرہ نے جو سنت بیان کی ہے وہ وہاں علیٰ تعبیر نہیں ہے۔ عرفہ اور مزدہ میں بیعت بین الصلاہیں کی طاعت جیسے معلوم نہیں تھا۔ صحیح دور۔ سناٹک کے کی طاعت نہیں معلوم نہیں ہے بلکہ یہ فرق مذکور اشارہ کرتا ہے کہ بیعت کی صحت دونوں جہاں میں فعلی کے یہی ہیں کہ اس بیعت کا نیت یہ مقول یعنی ہے اس کا نیت دیکھنا اور کسی اور وقت سے ہے جو الزامی حد تک کافی نہیں ہیں۔ سناٹک کی حد میں عرفی نے کہا کہ اس وقت میرے نزدیک یہ سنت ہے کہ عرفہ اور مزدہ کے علاوہ کسی اور وقت میں بیعت بین الصلاہیں جائز نہیں ہے۔ بلکہ بغیر قلب و شہد اور اختلاف کے نہیں قرآنی قطع سے قرآن کے اوقات ثابت ہیں اور نماز و اسکے اوقات سے نہ بیعت کی صحیح نہیں ہے۔ اور یہ وہ حدیث جن کے بارے میں وارد ہوئی ہے وہ متصل ہے و حکم نہ ہے باصحیح ہے مگر صریح نہیں ہے لہذا اسی حدیثوں کے ذریعہ سے نماز کو اس کے وقت مقررہ سے لے کر پیچھے کرنا ہر صحیح نہیں ہے۔ اسے عرفہ اور مزدہ کے جمع بین الصلاہیں چھوڑنا جائز ہونے میں اختلاف کا سبب زیادہ رائج اور مضبوط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتح الملقم، معارف اسلامی، امامی الاحزاب)

بیان ذلک

جمع بین الصلاہیں کس حالت میں جائز ہے اس کی وضاحت

احسننا محمد بن عبد اللہ بن زریع قال حدثنا یزید بن زریع قال حدثنا کثیر بن فاروق قال سالت سالم بن عبد اللہ عن صلاۃ اربعہ فی السفر و سالتہ هل کان یجمع بین شئی من صلاۃ فی سفرہ فذکر ان صلیۃ یست ابی عید کانت تحته فکتبت الیہ و هو لی ذرا عہ لہ اسی فی اخر یوم من ایام الدیاء اول یوم من الآخرۃ فاسرع العبر الیہا حتی اذا حانت صلاۃ الظہر قال لہ العزیز لصلایۃ ابا عبد الرحمن فلم یبلغ حتی اذا کان بن الصلاۃ نزل فقال لہ اقم فاذا سلمت اقم فتملی ثم رکب حتی اذا

غابت الشمس قال له المؤذن الصلاة فقال كنعك في صلاة الظهر والعصر ثم سار حتى اذا اشبكت السحوم نزل ثم قال للمؤذن اقم فاذا سلمت فاقم فصلى ثم اصرف فانصبت السحوق قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا حضر احدكم الا امر الذي يخاف لورثه فليصل هذه الصلوة.

کثیرین قادر وندا کہتے ہیں کہ میں نے سالم بن عبد اللہ سے سنا میں ان کے والد کی نماز کے متعلق روایت کیا کہ سفر میں روز نماز کو جمع کر کے پڑھتے تھے یا نہیں تو سالم نے بیان کیا کہ ابو سعید کی بیٹی صفیہ میرے والد کے نکاح میں تھی ایک مرتبہ عبد اللہ اپنی بیٹی میں تھے صفیہ نے ان کے پاس تحریر لکھ کر بھیجی کہ اب میرا ایام و نیا میں سے آخری دن اور ایام آخرت میں سے اس روز ہے یہ اطلاع دیتے ہی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سواری کے جانور پر سوار ہوئے اور سواری کی رفتار کو تیز کیا کہ صفیہ کے پاس جلدی پہنچ سکیں دور ان سفر نماز ظہر کا وقت آگیا مؤذن نے ان سے کہا کہ سلام عبد الرحمن نماز کا وقت ہو گیا اس پر انہوں نے کوئی توجہ نہیں دی یہاں تک کہ ظہر کو عصر تک مؤخر کر دیا پھر اترے اور مؤذن سے کہا تم میرے دھوئیں سے کھیں کی تو حضرت عبد اللہ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر تکبیر کی تو عصر پڑھی اس طرح سے دونوں نمازوں کو جمع کر کے ایک ساتھ پڑھا پھر سوار ہوئے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا مؤذن نے ان کو نماز مغرب کی اطلاع دی انہوں نے جواب دیا ظہر اور عصر کی نماز میں جس طرح کیا تھا ویسا کرنا پھر آگے چلے رہے یہاں تک کہ جب ستارے گھٹان چکے تھے تو سواری سے اترے پھر مؤذن سے کہا اقامت ہو اور جب میں سلام پھیر لوں تو پھر اقامت کہنا تو اس طرح سے مغرب اور عشاء دونوں کو ایک ساتھ ادا کیا پھر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ہماری طرف التفات کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو کوئی ایسا وجہ پیش آئے جس کے فوت ہو چکا نہ پیش نہ تھا تو وہ وہی طرح سے دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھے۔

تشریح: پہلے عنوان کے تحت کیا حدیث سے ثابت کیا ہے کہ ظہر اور عصر کا جمع کرنا اور مغرب و عشاء کا جمع کرنا مسافر کے لئے جائز ہے اب یہ عنوان وہ کم کر کے اور اس کے ماتحت کی روایت میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قصہ نقل کر کے بتانا چاہتے ہیں کہ مسافر کے لئے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنے کی اجازت ہے دو حالت میں نہیں بلکہ وہ جس حالت میں ہے اور وہ جس حالت میں ہے کہ مسافر کو کوئی زیادہ ایسا ضروری کام پیش آجائے جس کی وجہ سے اس کو رفتار میں جلدی ہو تو ایسی صورت میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنے کی اجازت ہے جس پر عنوان کے تحت کی روایت دلائل کر رہی ہے کیونکہ اس میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا جو سفر بیان کیا گیا ہے وہ خاص قسم کا سفر تھا وہ اپنی زمین پر گئے ہوئے تھے جو کہ مدینہ کے سچ میں تھی اور ان کی بیوی صفیہ جو ابو سعید بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھی سخت بیمار ہو چکی تھی کہ اب جان ہو چکی اس نے اپنی بزرگ حالت کی اطلاع بذریعہ تحریر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دی آپ اس پریشان کن خبر پاتے ہی سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اور چونکہ ان کو رفتار میں جلدی تھی اس لئے اس سفر میں آپ نے جمع بین اصلاحتین کیا تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمع کی اجازت کے لئے خاص قسم کا سفر ہونا شرط ہے جس سے امام مالک کے قول کی تائید ہوتی ہے انہوں نے فرمایا مسافر دو نمازوں کو

جمع کر کے ایک وقت میں نہیں پڑھ سکتا۔ الا ان بعدہ السیر۔ مگر سفر خاص کی صورت میں یعنی سر فرور قرار میں جلدی ہوتی جمع کر کے پڑھ سکتا ہے اس قول کو ابن قاسم نے امام مالک سے نقل کیا ہے جیسا کہ ابن رشد نے اس کا ذکر کیا ہے لیکن امام شافعی اور امام مالک کا بھی ایک قول یہ ہے کہ جمع بین الصلاحتین کے جواز کے لئے خاص قسم کا سفر ہونے کی شرط نہیں ہے بلکہ کسی بھی نوعیت کا سفر ہو۔

بہر صورت سفر کے لئے جمع بین الصلاحتین جائز ہے امام شافعی کے قول کی تائید حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے اور امام مالک کا قول اس سے رد ہو جاتا ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمود اتموک کے سفر میں نماز کو مؤخر کر دیا پھر آپ ﷺ خیمہ سے باہر تشریف لائے اور عصر کو ایک ساتھ پڑھا پھر خیمہ میں داخل ہوئے پھر بر تشریف لائے اور مغرب و عشاء کو بھی ایک مرتبہ ادا فرمایا یہ حدیث بغیر اسراج فی السیر کے جمع کے جواز پر دلالت کر رہی ہے اور امام شافعی نے امام میں لکھا ہے کہ حدیث کے الفاظ اتم دخل و خرج "سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اس سفر پر قیام کے بغیر دخول و خروج نہیں ہو سکتا لہذا مسافر کیلئے جمع بین الصلاحتین ہر حالت میں جائز ہے خواہ کہیں بھی اس کا قیام ہو یا سفر جاری رکھتے والا، وہ خاص قسم کے سفر کی شرط کے ساتھ مشروط کرنا صحیح نہیں۔

اور فقہ ابوباری میں علامہ ابن عبدالبر علیہ الرحمۃ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث نے شبہہ کو باطل قائم کر دیا ہے اور اس سے ان حضرات کے قول کی خوب اچھی طرح تردید ہو رہی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ مسافر کے لئے جمع بین الصلاحتین جائز نہیں ہے مگر اس کے لئے جائز ہے جس کو قرار میں جلدی ہو جیسا کہ امام مالک اس کے قائل ہوئے ہیں، عرض کر جمع کے جواز کے لئے رد کو میں اسراج کی شرط و عدم شرط کا اختلاف قائم شافعی اور امام مالک کے درمیان ہے ورنہ جواز جمع کے قائلین سب اس پر متفق ہیں کہ مشقت سفر کے سبب سے مسافر کے لئے جمع بین الصلاحتین جائز ہے اور اس کے جواز کو ان احادیث سے ثابت کیا ہے جو سنہ کے دوران و اردو ہوتی ہیں اور ان میں سے ایک یہ حدیث بھی ہے جو عنوان کے تحت نقل کی گئی ہے اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فعل نقل کیا ہے کہ انہوں نے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کر کے پڑھا ہے امام شافعی اور امام احمد وغیرہ نے اس کو جمع حقیقی پر محمول کیا ہے، حضرات احناف اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قصد ایک فن تھا ہے اس کو مختلف روایوں سے نقل کیا ہے اور اس واقعہ کے باعث نہیں نے جو سفر کیا اس میں جمع بین الصلاحتین کیا ہے مگر جمع حقیقی پر اس حدیث سے استدلال نہیں ہو سکتا کیونکہ حدیث کے الفاظ "حنسی اداکان بین الصلوٰتین" واضح طور پر جمع حقیقی اختیار کرنے پر دلالت نہیں کرتے ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ظہر کے آخری وقت میں بطور تقدیم کے ظہر اور عصر کو ایک ساتھ پڑھا ہو اور اس کا بھی امکان ہے کہ انہوں نے جمع فعلی صوری کی جمع کا خیال کیا ہو یا کوئی امکان نہیں اس لئے کہ الفاظ حدیث اس کی موافقت میں نہیں ہیں۔

اب ان جملہات میں سے کسی ایک معنی کی یعنی جمع حقیقی کی نہیں بجا دلیل ہوگی جو درست نہیں ہے نیز فعلی فعلی لفظی لفظی

المصنوعۃ كانت علی العمومین کتاباً موقوتاً " اور سنت متواترہ کے خلاف ہے اس لئے جمع تقدیم حقیقہ پر محمول نہیں کر سکتے اور اگر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس فعل مذکور کو جمع فعلی پر محمول کیا جائے تو کوئی امکان نہیں کیونکہ جمع فعلی پر محمول کرنے سے نہ تو کتاب اللہ کی مخالفت لازم آتی ہے اور نہ سنت متواترہ کی، تو کو یا کتاب اللہ کی آیات اور احادیث متواترہ اس کی تائید میں ہیں بلکہ خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بعض روایات میں اس کی صراحت کر دی، دیکھو اس حدیث میں مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھنے کا بیان آیا ہے کسی طرح جمع کیا اس کی کیفیت نافع اور عبد اللہ بن واقد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے بیان کی ہے کہ مؤذن نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو وقت نماز کی اطلاع دی تو انہوں نے کہا کہ چلتے ہو چلتے دو یہاں تک کہ شفق غائب ہونے سے پہلے اترے اور مغرب کی نماز پڑھی پھر انتظار کیا یہاں تک کہ شفق چھپ گیا اور عشاء کی نماز پڑھی پھر کہا ہے شک رسول اکرم ﷺ کو جب کسی کام کے پیش نظر رفتار میں جندی ہوتی تو اسی طرح کرتے جس طرح میں نے کیا ہے۔

اس حدیث کو ابو داؤد دارقطنی وغیرہ حوالے سے ابن فضال کے طریق سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے تابع اور عبد اللہ بن واقد سے روایت کیا ہے اور نیوی نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے اس روایت سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مغرب اور عشاء میں جمع فعلی صورت کی تھی کہ مغرب کو اس کے آخری وقت میں اور عشاء کو اس کے اول وقت میں پڑھا کیونکہ راوی نے اس حدیث میں شفق غائب ہونے تک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا انتظار کرتا، صریح طور پر بیان کیا ہے اور جب یہاں جمع فعلی اختیار کی تو ظاہر بات ہے کہ کلمہ اور عصر میں بھی جمع فعلی کی ہوگی کیونکہ واقعہ ایک ہے اسی آیت سے مغرب و عشاء کا ایک ہی سفر میں مغرب اور عشاء میں جمع فعلی اور ظہر و عصر میں جمع فعلی کیونکہ صحیح ہو سکتی ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ قول کہ حضور اکرم ﷺ بھی اسی طرح کرتے جس طرح میں نے کیا ہے کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

بہر حال ان قرآن و شواہد کی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ اس عنوان کے تحت کی حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے جمع بین الصلاۃ میں کو جمع فعلی صوری پر محمول کیا جائے گا اور جمع فعلی پر محمول ہونے کی صورت میں ان تو بعد شریعہ اور اصول و احکام کی خلاف ورزی نہیں ہوتی جو آیت قرآنی "ان الصلوة كانت علی العمومین کتاباً موقوتاً" میں مذکور ہیں جس کا تفسار ہے کہ ہر نماز کا جدا جدا وقت ہے جہاں تک ممکن ہو اس کے وقت سے نہ ٹالنا جائے اور بخاری و مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث "ما جعلی رسول اللہ علیہ وسلم صلاة لغیر میقاتها الا صلاتین الخ" میں بیان کئے گئے ہیں بلکہ تمام نصوص پر بدون تاویل کے عمل ہو جاتا ہے۔

الوقت الذی یجمع فیہ المقیم

اس وقت کا بیان جس میں مقيم و نمازیں اکٹھی پڑھے

احمرنا قتیبة قال حدثنا سليمان بن عمرو بن جبارة بن زيد عن ابن عباس قال صليت مع النبي صلى

اللہ علیہ وسلم بالمدۃ ثمانیا جمیعاً و سبعا جمیعاً آخر الظہر و عجل العصر و آخر المغرب و عجل العشاء.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ میں کبھی آٹھ رکعتیں پڑھیں اور آٹھ رکعتیں پڑھیں ظہر کو آخری وقت میں پڑھتے اور عصر کو جلدی پڑھتے اور مغرب کو تاخیر کرتے اور عشاء کو جلدی پڑھتے۔

آخرنا ابو عاصم خنيس من اصروم قال حدثنا حبان ابن هلال حدثنا حبيب وهو ابن ابي حبيب عن عمرو بن مرم عن جابر بن زيد عن ابن عباس انه صلى بالبصرة الا ولى والعصر ليس بينهما شئى والمغرب والعشاء ليس بينهما شئى فعل ذلك من شغل وزعم ابن عباس انه صلى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدية الا ولى والعصر نعان سجدة ليس بينهما شئى

جابر بن زید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عصر میں ظہر و عصر کا نماز پڑھی دونوں کے درمیان کوئی چیز نہ تھی اور مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی دونوں کے درمیان کوئی چیز نہ تھی انہوں نے عید الیٰ کا میں مشغول رہنے کی وجہ سے کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مدینہ میں ظہر اور عصر کی آٹھ رکعتیں پڑھیں ان کے درمیان کوئی چیز نہ تھی۔

تشریح: احادیث میں جس طرح سفر میں دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنے کا بیان آیا ہے اسی طرح حضر اور اقامت کی حالت میں بھی پنجین اہل نماز کا بیان آیا ہے جیسا کہ عنوان کے تحت حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ میں ظہر کی چار رکعتیں اور عصر کی چار رکعتیں ایک ساتھ پڑھیں اور سات رکعتیں یعنی مغرب کی تین رکعتیں اور عشاء کی چار رکعتیں ایک ساتھ پڑھیں یہاں جمع حقیقی کا تصور تک نہیں ہو سکتا خود راوی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر سے جو فعلی صورتیں معین ہوئی وہ فرماتے ہیں کہ ”آخر الظہر و عجل العصر الخ“ کہ ظہر کو اس کے آخری وقت میں اور عصر کو اس کے اول وقت میں ادا فرمایا اور مغرب کو اس کے آخری وقت میں اور عشاء کو اس وقت میں ادا فرمایا۔

اب دینی اہم نہیں رہا بالکل صحت کردی کہ جمع فعلی معین ہے اور اس کے ثواب میں چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو کبھی جس ویسٹا کر آپ ﷺ نے کسی نماز کو بے وقت پڑھا ہو (یعنی بحالت احتیاء) سوائے مقام مزدلفہ کے وہیں مغرب و عشاء کو ایک ساتھ پڑھا اور نماز کی نماز پڑھی دوسرے روز اس کے وقت سے پہلے یعنی نفس میں (رواہ مالک فی الموطا و البخاری و غیر ہذا) تو یہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مطلق

بیعت کی گئی اور بیعت کا موقعہ روزِ ولادت میں مغرب اور غنائی نماز تکبیر پہنچنے پہنچنے پر مخصوص ہوا۔ حالانکہ خود حضرت ابن عباسؓ سے حدیث اکبرؓ کے بعد یہ روایت کی ہے جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بیعت ابن عباسؓ میں جو حدیثیں شامل تھیں وہ اتنا ہی اور ضروری حدیث کہ بیعت صحابی اور تابعین کے بیعت پر محمول کیا جائے تو ان کی روایت میں قصور نہیں ہے اور اس وقت یہ حدیث کہ جو قرآن مجید اور ان کی دونوں قسمیں روایات میں موافقت یہاں موجود ہے، نیز ابن عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ اور اسے پاس شریف اسے آپ چلی، عذر کوس نے تفریق میں درمیان کوس کے اصل وقت میں جمع کر کے پڑھے اور مغرب کوس کے آخر وقت میں اور عشاء کوس کے اول وقت میں جمع کر کے پڑھے یہی بیعت صحابی سے اس میں کسی شیعہ کی گنجائش نہیں، اور حضرت مہدیؑ ان غویں نے بیعت ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے عید میں رسول اکرم ﷺ نے بیعت ابن عباسؓ کی کیا ہے اور ان کی صورتوں میں سے کوئی صورت بھی اس کو حدیث کے متعین کر دیا ہے کہ بیعت صحابی سے کسی بیعت میں طہری نماز اس نے آخر وقت میں صبح کی نماز اول وقت میں پڑھی تو صورت میں بیعت ہوئی لیکن روایات و اس زمانہ میں پڑھیں۔

اسی طرح مغرب اور عشاء میں بیعت لڑا یا اس وقت یہ کہ غصہ اور بہت سے علماء نے بیعت مثلاً عافانہ اور غیرہ سے بیعت اور مذکورہ بیعت میں نے واضح اور فقہانہ کیا ہے جس سے انکار نہ کیا مخالف حدیث ہے کہ ان کو نہ دینا ہے کیا کہ یہ تو غیر ضعیف ہے یا طرہ مذکورہ نماز حدیث کے خلاف ہے اس کے جواب میں یہ فلاں جرح نے لکھا ہے کہ جس تو جرح کو کوئی حدیث قرار دے رہے ہیں یہ تو جرح ہے جس کو کوئی حدیث نہیں آئی اور اس طرح میں نے بیعت کر دیا ہے۔

اور حدیث میں میں سے ابن عباسؓ اور علیؓ، وغیرہ نے اس کو جرح کے لایا ہے یا اہل بیتؓ کی کیا ہے جی کہ وہ بیعت صحابی کو ظاہر بہت دور کر کے والوں میں میں وہ بیعت حضرت ابن عباسؓ کی حدیث مذکور کی شرط میں وہ لکھے کہ یہ بیعت صحابی صحابی سے اور وہ بیعت نہیں بہر حال کوئی حدیث حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں بیعت کی حدیث میں اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے پیش نظر عافانہ کے تحت فقہانہ حدیث کی یہ تو درست ہے کہ بیعت صحابی صحابی سے ہے اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

اب یہ بات کہ میں بیعت سے حضور اکرم ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ اس کے متعلق روایت حدیث حضرت ابن عباسؓ سے سوال کیا گیا تو نہیں نے جواب دیا "اراد ان لا یجرح احدہم" کہ حضور ﷺ سے بیعت سے بیعت کو دور کرنے کے لئے جمع فرمایا حضور ﷺ کو بغیر کسی عذر کے حضرت میں فرمایا "مقصد بیعت میں اتصال تین کا خود کوئی حدیث حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرنے کے لئے کہ جس میں اتصال تین کا بیان میں میں بیعت کی حدیث میں آیا ہے اس کا سبب مرض اور سفر یعنی ہارش دینا و ذکر اہل بیت اور دست لہاں۔

چنانچہ ابی الاحمر میں الجواب لکھی سے حالہ سے ان جملہ کا قول نقل کیا گیا ہے انہوں نے کہا کہ ان میں میں بیعت کی

حدیث کو عرض اور مدعا اور سفر وغیرہ انداز میں سے کسی عذر پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خود ہی جمع کی علت بتادی کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت سے حرج کو دور کرنے کے لئے اپنے میں جمع بین اہل بیتین فرمایا اور خود ابن عباس رضی اللہ عنہما کی شریعت سے متعین ہو گیا کہ فعل اور صورت میں جمع فرمایا مگر حقیقت میں ہر ایک نماز اپنے وقت میں ادا ہوئی اس میں کیا اشکال ہے شریعت میں اس کی تکثیر موجود ہے، لہذا بعض متاخرین کا یہ قول کہ مسلمان شریعت میں اس کی کوئی تکثیر نہیں ملتا ہے کیونکہ شریعت میں اس کی تکثیر موجود ہے جیسا کہ مستحضر عدوت کے لئے فرمایا کہ عہد اور عصر کو ایک فصل کے ساتھ جمع کر کے ظہر کو اس کے آخری وقت میں ادا عصر کو اس کے اول وقت میں پڑھا لایا یہی مغرب اور عشاء میں یہاں بالاتفاق جمع فعلی صوری مراد ہے تو معلوم ہوا کہ جمع مسلمان شریعت میں جمع صوری پر بھی ہونا چاہتا ہے۔ (فتح المصلحہ: ۲۶۱/۲، امالی الاحیاء: ۳۱۶/۲)

عنوان کے تحت دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ میں صلوٰۃ والی یعنی نماز ظہر اور عصر ایک ساتھ پڑھی، دونوں کے درمیان کسی سنت وغیرہ کا حذف تھا، ادنیٰ سے مراد ظہر کی نماز ہے ان کو ادنیٰ سے اس لئے تعبیر کرتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے سب سے پہلے جس نماز کی نبی کریم ﷺ کو تعلیم دی تھی اور نماز ظہر تھی اور ان کا اس ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نماز بھی اکتھی پڑھی، صحیح مسلم وغیرہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ میں تقریر فرمائی تھی اور تقریر بہت طویل تھی جس کی وجہ سے تاخیر ہو گئی اور اوپر کی تفصیل مذکور سے معلوم ہو چکا ہے کہ وہ عصر میں جمع فعلی صوری کو بنا کر دیکھتے تھے۔

لہذا اس حدیث میں ان کے جمع ہیں اہل بیتین کو بھی جمع فعلی صوری پر محمول کیا جائے گا کیونکہ اس حدیث میں جمع فعلی کے خلاف دلالت کرنے والے کوئی چیز موجود نہیں بلکہ ظاہر سیاق حدیث جمع فعلی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اس حدیث پر حصول خطبہ سے ابن عباس کا مقصد، نبی کریم کے اس شخص کے خیال کو رد کرنا تھا جو اہل بیتین کو اہل بیتین کی آواز دہرا رہا تھا، وہ چاہتا تھا کہ نماز کے لئے تقریر کو بند کر دیا جائے، اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بتا دیا جاتا ہے تھے کہ تاخیر آخر وقت تک جاتا ہے بلکہ عصر والی میں سے کسی معلومت کے پیش نظر ہونا جس طور سے تبلیغ علم اور عام لوگوں کی رہنمائی کی مصلحت پیش نظر ہو۔

(امالی الاحیاء: ۳۱۶/۲، ۳۱۷/۲)

غرض کہ خطاب میں مشغول رہنے کی وجہ سے تاخیر ہو گئی اس لئے ظہر، عصر اور مغرب و عشاء میں جمع کیا تو صورت میں جمع ہوئی اور وہ حقیقت دونوں نمازوں اپنے وقت میں ادا ہو گئیں پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ مدینہ میں ظہر اور عصر کے اٹھ رکعات یعنی نو رکعتیں پڑھیں یہاں ام جزدہ استعمال کل پر کرنے کی وجہ سے جبکہ وہ رکعت مراد لی گئی لہذا اٹھ رکعات سے آٹھ رکعات مراد ہیں تو ان سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ بتا دیا جاتا ہے ہیں کہ میں نے کوئی چیز ایجاد نہیں کی بلکہ میرے اس عمل کی اصل موجود ہے اور وہ امامہ صلی علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

ہوئے اور فرمایا کہ تم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اسی طرح کرتے تھے جب حضور کو تہذیب میں بدلنے ہوئی۔

اخبرنا عبدہ بن عبد الرحیم قال حدثنا ابن شعیل قال حدثنا کثیر بن قاروند قال سألنا سالم بن عبد اللہ عن الصلاة فی السفر فقلنا اکان عندہ منہ یجمع بین شیء من الصلاة فی السفر فقال لا الا یجمع ثم انیتہ، فقال کانت عندہ صغیۃ فارسلت الیہ ابی فی آخر یوم من النہا واول یوم من الآخرۃ فوکیب واما معہ فاسرع السیر حتی حانت الصلاة فقال لہ المؤمن الصلاة یا ابا عبد الرحمن فصار حتی اذا کان بین الصلائین نزل فقال للمؤمن اقم فاداسلمت من الظہر فاقم مکانک فاقم فصلی الظہر رکعتین ثم سلم ثم اقام مکانہ فصلی العصر رکعتین ثم رکب فاسرع لیسر حتی غابت الشمس فقال لہ المؤمن الصلاة یا ابا عبد الرحمن فقال کففتک الاول فصار حتی اذا اشتکت الجوع نزل فقال اقم فاذا سلمت فاقم فصلی المغرب ثلاثاً ثم اقام مکانہ فصلی العشاء الاخرۃ ثم سلم واحداً تلفاء وجهہ ثم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا حضر احدکم امر یخشی لوطہ للیصل هذه الصلاة.

کثیر بن قاروند نے روایت عامر بن عبد اللہ بیان کیا ہے کہ ہم نے سالم بن عبد اللہ سے سوال کیا کہ کیا عبد اللہ سفر میں نمازوں کو جمع کرتے تھے انہوں نے جواب دیا نہیں بلکہ اگر مزدلفہ میں جمع کرتے تھے پھر میں ان کے پاس گیا تب انہوں نے کہا کہ عبد اللہ کے علاج میں منیع تھی اس نے عبد اللہ کے پاس پیغام بھیجا کہ بے شک میرا آخری دن ہے دنیا کی زندگی سے لوں دن سے آخر کی قیمت سے اس عبد اللہ سوار ہوئے اور میں ان کے ساتھ تھا جس وقت کو جمع کیا یہ سن تک کہ نماز کا وقت آگیا پس مؤذن نے ان سے کہا اے عبد الرحمن نماز کا وقت ہو گیا اطلاع کے باوجود تم تک رکے چتے رہے یہاں تک کہ جب دو قدروں کے درمیان کا وقت ہوا ترے اور مؤذن سے کہا اقامت ہو اور جب میں تیرے کا سلام پھیروں تو اپنی جگہ قائم رہ کر دو بار اقامت پڑھا مؤذن نے اقامت کہی تو عبد اللہ نے دو رکعتیں ظہر کی پڑھیں پھر سلام پھیرا پھر بغیر کسی تو عصر کی دو رکعتیں پڑھیں پھر سوار ہوئے اور تیار قدری سے چلے گئے پس مؤذن نے ان سے کہا اے ابو عبد الرحمن نماز کا وقت ہو گیا انہوں نے کہا جیسا پیسے کیا تھا ویسے ہی کرنا پس چلتے رہے یہاں تک ستارے چمکانے پکٹنے لگے پھر سواری سے اترے اور کہا اقامت کہو جب میں سلام پھیراں پھر اقامت کہنا مؤذن نے اقامت کہی تو مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں پھر اقامت کہی تو عثمان بن عفان پڑھی پھر ایک ہی مرتبہ اپنے چہرے کے سامنے کپڑے سلام پھیرا پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم سے کسی کو شہید معاصی پیش آئے جس کے فوت ہو گیا ان کو دیکھتے ہو تو اٹھنا سے نماز پڑھ لو گے۔

تشریح: ان لوگوں کے تحت کی پہلی حدیث میں: سالم بن عبد الرحمن قریشی نے اس سوگند کر لیا ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی صفیہ بنت ابی عبد کی شدت مرض کی اطلاع ملنے کے بعد اپنی زمین سے شروع کیا تھا اسی سفر میں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مغرب اور عشاء کو جمع کیا جسی نفس اور صورت میں جمع کیا جمع حقیقی مراد نہیں کیونکہ حدیث کی روایت سے واضح طور پر

حالت: دوتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے "فحمة العشاء" ختم ہونے تک کی ہر خبر کی ہر اذیت رات کی اول تاریکی کو کہتے ہیں اس کے ختم ہونے تک ہر خبر کی ہر جب آسمان کے ستارے پر سفیدی دیکھی تو سواری سے اترے اور مغرب کی نماز پڑھی سفیدی چھپ جانے سے پہلے تو صحابہؓ کی اس روایت نے جس کے لفظ ہیں (فساد حتی دھبت فحمة العشاء وراوند بياض الافق) نسخ انسہانی کی روایت کے لفظ مذکور کی مراد کو واضح کر دیا کیونکہ انسہانی کی روایت میں "حتى ذهب بياض الافق" کے بعد "فحمة العشاء" یا اعتبار سے استعماں کیا گیا ہے یعنی جمع میں اصطلاحیں سفیدی ختم ہونے کے وقت واقع ہو جائیں مثلاً اگر رات داخل ہو جاوے اور مغرب کی نماز رات کی اول یہی ختم ہونے کے وقت ہو مغرب کا آخری وقت ہے ارا کی اور یہاں پر اس تاویل کی آہل علم و دین سے پیش آئی کہ اگر یہ دلیل کی جائے تو قرآن العشاء لفظ کی زیادتی کی کوئی حاجت نہیں کیونکہ اس کا ختم ہونا بياض افق ختم ہونے کے وقت خود ہی حاصل ہے یعنی اول رات کی سیاق آسمان کے کنارے کی سفیدی ختم ہونے کے ساتھ ساتھ ختم ہو جاتی ہے تو پھر "حتى ذهب بياض الافق" کے بعد "فحمة العشاء" کی زیادتی جزئی کی روایت میں آئی ہے اس کی کیا ضرورت ہے۔

بہر حال اس تاویل مذکور کے ساتھ کوئی جادہ نہیں پھر یہ کہ اس تاویل کے بغیر رفع تعارض کیونکر ہو سکتا ہے تہذیبیت کی صحیح روایات مشہورہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے جمع فعلی صوری پر واضح طور پر دلالت کر رہی ہیں اور حدیث کی ہم نے جو ترجمہ کر کے ہے اس میں اس کی پکی جاتی ہے تاہم اس اصطلاح علم معانی میں ایک ایسا لفظ ۲۰ جو پہلے سے نو پر روایتی دیکھتا ہے اور اس کے ترجمہ کی صورت میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ "فحمة العشاء" سراجہ جملہ کی تائید کے لئے ہے اور یہاں تک کہ یہ بات اپنی جگہ معلوم ہو چکی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (المعجم الاحیاء شرح معانی الآثار ۳/۱۸۱)

عنوان کے تحت دوسری حدیث سے امام مالکؒ کے مسند کی تائید دینی ہے ان کے ہاں جمع میں اصطلاحیں بطور حقیقی اس وقت ہو رہے ہیں جب کہ قبیل میر و حمرہ قریش بھیجے کر رہی ہے اور غنیم کے یہاں دیگر لوگوں و قرآن کی بناء پر تو جملہ میں نازل ہو چکے ہیں یہ حدیث نے فعلی صوری پر محمول ہے۔

تیسری حدیث میں جو فقرے جاز رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ان کی تشریح عنوان "الموطأ السنن" جمع فی العشاء سن الظهر والعصر کے تحت کر رہی ہے۔

پانچویں حدیث میں ابن جابر رضی اللہ عنہما نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت عائشہؓ کی روایت سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے لئے لفظ کو بیان کیا ہے جس کا بیان اس روایت کے ملاد اور بھی کافیہ روایت میں آیا ہے اس روایت کے لفظ "حتى" اذکان فی آخر الشفق غزل الیہ "واضح طور پر جمع فعلی صوری پر دلالت کر رہے ہیں جملہ مقدمہ تواریخ شفق میں اضافہ کیا ہے مطلب حدیث کا یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما شفق کی آخری ساعت میں شفق غائب ہونے سے پہلے نئے ہر مغرب کی نماز پڑھی پھر منام کی نماز پڑھی اس دل میں کہ شفق چھپ گیا تھا۔

پنجی روایت میں بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اسی واقعہ کا بیان ہے جس کو مصنف ابن عساکر نے تابع کے واسطے بیان کیا ہے اس کے الفاظ احسنی کمال المشفق ان یعیب الخ "میرزا طور پر بیع غلطی صوری پر ولایت کر رہے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے شفق غالب ہونے سے پہلے مغرب کی نماز پڑھی پھر جب شفق حسیب کی تو مشاعر کی نماز پڑھی تو گویا دونوں میں سے ہر ایک کو اپنے اپنے وقت میں اور اپنا مغرب کو اس کے آخری وقت میں اور مشاعر کو اس کے اول وقت میں یہی مسلک خلیفہ اور ان کے موافقین وہ ہے جس کا رائج ہو: تحصیل دانس کے ساتھ چھ گز چھا ہے۔

ساتویں حدیث میں بھی کثیر بن قارود نے سالم بن عبد اللہ کی روایت سے پورا قصہ بیان کیا ہے اس سلسلہ میں نسائی کی روایات کے علاوہ طحاوی وغیرہ کی روایت کو بھی سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی غلطی ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اتنی ہر سال ہوا، مؤذن تیس نے وہی غلطی رانیوں میں سے کسی نے عالم کا ذکر کیا اور کسی نے تابع کا اور کسی نے غلام اصل سے مؤذن کا ذکر کیا ہے بہر حال روایت جمع بھی پجھول ہے۔ (امامی الاحبار: ۳۰۱/۲)

اس حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے سامنے کی طرف ایک ہی سام بچھ کر اس سے اذان پانچ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے ان کے نہ سب میں ایک ہی مزمع ہے بسو و رضا و سلاموں کے قائل ہیں وہ امامہ حنفی نے لکھا ہے کہ ایک سلام پر اکتفا کے بارے میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے مگر اکثر حدیثوں میں دو سلام کا بیان آیا ہے اس لئے جمہور علماء نے وہی کو اختیار کیا ہے۔

الحال التي يجمع فيها بين الصلاتين

اس حال کا بیان جس میں دو نمازوں کے درمیان جمع کیا جاتا ہے

جبراً قسماً من سبعة عن مالك عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا حدى به المسير جمع بين المغرب والعشاء.
 نفع ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو قنبر میں جلدی ہوتی تو مغرب اور عشاء کے درمیان جمع کرتے۔

تعبیرت اسحق بن ابراہیم قال: تباينا عبد الوفاق قال: حدثنا معمر عن موسى بن عتبة عن نافع عن ابن عمر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا حدى به المسير او حظه امر جمع بين المغرب والعشاء.

نفع ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو قنبر میں جلدی ہوتی یا آپ کو کسی ہم سفر کی

اخذ علی تو مغرب اور مشاء میں جمع کرتے۔

اخبرنا محمد بن منصور قال انہما سفیان قال سمعت الزہری قال احسنی سالم عن امہ قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا جہد فی السیر جمع بین المغرب والعشاء۔

سالم اپنے والد ابو عبد اللہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ کو چلنے میں جہد ہو تو مغرب اور مشاء میں جمع کرتے۔

تشریح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں "جہد فی السیر ای اذا اهتم بہ وامسرع فی السیر" کے الفاظ آئے ہیں یعنی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قدام میں جلدی ہوتی تو جمع بین الصلاتین کرتے اسی سے استدلال کرتے ہوئے امام مالک نے فرمایا جیسا کہ ابن قاسم نے ان سے روایت کی ہے کہ جمع بین الصلاتین کے لئے خاص قسم کا سفر ہونا شرط ہے۔

لہذا جب تک استمرار سفر اور اسرار فی السیر کی حالت رویش نہ ہو مسافر جمع نہیں کرتے، امام شافعی رحمہ اللہ کو شرط نہیں تھمے ان کے یہاں کسی طرح کا بھی سفر ہو ہر حالت میں مسافر کے لئے جمع بین الصلاتین جائز ہے، مالک روایت میں امام مالک کا بھی یہی قول آیا ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے امام مالک نے اپنے قول پر استدلال کیا ہے اس کو سفر ترک واپس حدیث جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے واضح طور پر رد کرتی ہے کیونکہ اس سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر اسرار میر کے جمع بین الصلاتین فرمایا جس کے متعلق پھر تفسیر سے امام شافعی کے قول کے حوالہ سے پیچھے بیان کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ ہو۔

ہر حال ان حضرات کے یہاں جمع حقیقی پر محمول ہے نہ کہ کاسک معلوم ہو چکا کہ سوائے عرفہ اور مزدلفہ کے جمع حقیقی نہیں جائز نہیں تھیں روایات میں دو نمازوں کے درمیان جمع کا بیان آیا ہے خواہ یہ روایت ہو یا دوسری روایات ہوں تمام کی تمام کتاب اللہ و سنت حرامہ اور اجماع کے دلائل سے جمع فعلی صوری پر محمول ہیں اور حنفی اتفاق سے جمع فعلی کو صحیح کہتے ہیں امی تو یہ سب سے کتاب اللہ کی موافقت و تمام اہل ویت میں مطابقت ہو جاتی ہے بلکہ خود راوی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بعض روایات میں صراحت کر دی کہ جمع سے مراد جمع صوری ہے اور ان کے قصہ مذکورہ کو بیان کرنے والی روایات بھی بتا رہی ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سفر کے دوران جمع فعلی صوری کے طور پر نمازیں ادا کیں پھر انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز پڑھتے جب آپ کو قدام میں جلدی ہوتی تھا جنہاں ان کے تحت کی حدیث بھی جمع فعلی صوری پر محمول ہے۔

(بدل المعجم، واما سی الاحبار)

الجمع بین الصلاتین فی الحضر

حالت حضر میں دو نمازوں کے درمیان جمع کرنا

احسن ما فہم عن مالک عن ابی الزبیر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال علی رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم الظهر والعصر جمعاً والمغرب والعشاء من غیر خوف ولا مضر
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ظہر اور عصر کی نماز انھیں پڑھنی اور مغرب اور عشاء
وکنہی پڑھنی جمع خوف اور مضر کے۔

ابن ماجہ محمد بن عبد العزیز بن ابی رزہ واسمہ غزوہ ان قال حدثنا الفضل بن موسیٰ عن الی
عمرو عن حبيب بن ابی ناسہ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصنئ
بالمدینۃ یجمع بین الصلواتین بین الظهر والعصر والمغرب والعشاء من غیر خوف ولا مضر لیل لہ لم؟
قال لئلا یکون علی امتہ حرج.

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ مدینہ میں دو نمازوں کے درمیان جمع کرتے ظہر و عصر میں اور
مغرب و عشاء میں بغیر خوف اور مضر (بارش) کے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ دو نمازوں کے درمیان جمع کرنے سے حضور کی
مراد کیا تھی تو جواب دیا کہ حضور ﷺ نے اپنی امت سے حرج دور کرنے کے لئے ایسا فرمایا۔

ابن ماجہ محمد بن عبد الاعلیٰ قال حدثنا خالد قال حدثنا ابن جریج عن عمرو بن دینار عن ابی
السعد عن ابن عباس قال صلوات واد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلا جمعاً وسیعاً جمعاً.
ابن ماجہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے آٹھ اور سات نمازیں آئیں ساتھ
پڑھیں۔

تشریح سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے اس حدیث میں اتار دینی نقل کیا ہے "من
غیر خوف ولا مضر" کہ رسول اکرم ﷺ نے مدینہ میں بغیر خوف اور مضر کے ظہر و عصر کی نماز انھیں پڑھنی اور مغرب و عشاء کی
انھیں پڑھنی عظام ہوا کہ بغیر کسی عذر کے جمع فرمایا یعنی ملے ابن امیر نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کو انھار
میں سے کسی عذر پر تسل کرنا صحیح نہیں کیونکہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ نے دو نمازوں کے درمیان
کیوں جمع فرمایا اس سے حضور ﷺ کی کیا مراد تھی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی وجہ یہ بتائی "انہما لا یجوع احدہما" اس سے
آپ کا مقصد یہ تھا کہ امت غمی اور مشقت میں نہ پڑے۔ (نحوہ النسخ: ۱۶۷)

سنن ابی داؤد میں روایت میں جزیب کے الفاظ یہ نقل کئے ہیں "لئلا یکون علی امتہ حرج" علامہ سنن نے اس کا یہ
مطلب بیان کیا ہے تاکہ حضور کی امت جمع میں ایسا عذر نہ کہنے لگے کہ دن اگر ہم جمع کو جمع فعلی پر محمول کریں جیسا یہ مائل
میں گزرتا چکا تو تہمید یا اوقات کے متعلق سے صحابی امت کے لئے جائز ہے کیونکہ انہوں میں سے ہر ایک اس کے وقت کے اندر
کی جائی ہے اجماع کی نماز آخر وقت میں اور دوسری اول وقت میں، بہر حال روایات میں جمع میں ایسا عذر نہ کہنا کہ آج اس میں
جمع سے جمع فعلی مراد ہونے کی اس حدیث سے تائید بخوبی ہے ورنہ اکثر روایات کو نظر انداز کرنا لازم آئے گا خاص کر روای

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جمع صوری کی صراحت کر دی جیسا کہ اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

ابوہریرہؓ سید الناس نے کہا کہ جیسا کہ حق الہامی میں ہے کہ: "اوی حدیث مراد حدیث دوسرے سے زیادہ جانتا ہے لہذا جمع فسی صوری پر محمول کرنے کے علاوہ دوسرے کو کوئی طریقہ نہیں، حالانکہ اس بناء پر علامہ شوکانیؒ کو ظاہر پرست محمود کرنے والوں میں ہیں لیکن وہ بھی بول اٹھے کہ یہاں پر جمع صوری مراد ہے چنانچہ انہوں نے کہا کہ نام ترمذی نے اپنی ضمنی کفر میں کتاب والعقل میں صراحت کی ہے کہ صوری اس کتاب میں کوئی حدیث انکی نہیں جس پر حلف میں سے کسی نے قائل نہ کیا ہو صرف وہ حدیثیں ایسی ہیں جن پر کسی کا قائل نہیں ہو لایک تو یہی ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کہ بدوین عذر کے نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں جمع بنی ہصلہ تین کیا اور دوسری شارب غمر کے بارے میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب کوئی شراب پیو تو اس کو کوترے لگاؤ جس پر چٹا بار میں اس کو قائل کرو۔

قاضی شوکانی کہتے ہیں کہ آپ سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما جمع میں اصلواً تین والی صحیح ہے اس کے باوجود جہود کے اس پر قائل نہ کرنے سے اس کی محنت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے استدلال ساقط ہو سکتا ہے حالانکہ بعض اہل علم نے اس پر قائل کیا ہے اور اگرچہ ترمذی کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر کسی نے قائل نہیں کیا لیکن ان کے غیر نے اس حدیث کو ثابت قرار دیا ہے اور مثبت مقدم ہے لہذا اس میں اس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کا جرح نہیں کیا ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ میں بغیر خوف اور عذر سفر کے جمع کیا ہے اس سے جمع صوری مراد ہونے پر استناد کرنا بہتر ہے بلکہ دوسری تفصیل بحث مذکور سے بغیر تردید کے واضح ہو گیا کہ یہاں پر یقینی طور سے جمع صوری مراد ہے جس کے خلاف ہوتا ممکن نہیں۔ (اور ہم نے اس جمع بین اصلا تین کے مسئلہ کے بارے میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام تطہیف السمع باطلال اولیٰ الخرج رہا ہے جس کو شوق ہوس کا مطالعہ کرے)۔ (۳۲۹، ۳۳۰، اضافی الاصول: ۲)

تو یہاں اس مسئلہ میں غلامہ شوکانی نے مسلک حنفی کی ترمیمی کی ہے اور وہ خود بھی درمنازوں کے درمیان جمع کے بارے میں مسلک حنفی کو رائج قرار دیتے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے موافقین کا مذہب معلوم ہو چکا ہے کہ جمع وقتی حقیقی خود سفر میں ہو یا حضر میں کسی حالت میں جائز نہیں البتہ سفر کی ضرورت سے مسافر کی سمجھ کے لئے جمع لفظی صوری جائز ہے اور کبھی کبھی حضر میں بغیر عذر کے جائز کہتے ہیں لہذا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مذکور کی مخالفت نہیں کی باقی چونکہ یہ حدیث رسالہ اور امام شافعیؒ وغیرہما کے خلاف ہے کیونکہ ان کے یہاں بغیر عذر کے حضر میں جمع جائز نہیں اس لئے انہوں نے اس حدیث میں تاویل شروع کر دی چنانچہ امام مالک کا قول ہے کہ بارش کی وجہ سے جمع کیا امام شافعیؒ وغیرہ کا قول بھی جیسا ہے لیکن یہ تاویل صحیح نہیں کیونکہ صحیح مسلم کی روایت کا لفظ "من غیر خوف ولا مطو" اس کو رد کرتا ہے اور امام احمد و ابن ماجہ و غیرہ حالت مرض پر محمول کیا کہ مرض کے عذر سے حضور اکرم ﷺ نے حدیث میں جمع بین اصلا تین کیا لیکن اس کو بھی وہی مبرر رضی اللہ عنہما کی تعلیل رد کر دیتی ہے اور پھر رد چکا ہے کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں کیوں جمع کیا تو انہوں نے

جواب دی "لو اذان لا یخرج احدہ" شیخ اس لئے کیا کہ اسے کوئی میں نہ اٹھیں

لہذا حدیث کو مرض پر محمول نہیں کر سکتے نیز امام ترمذی کے قول مذکور سے معلوم ہوا کہ ان کے خیال کے مطابق اس حدیث پر کسی کا عمل نہیں ہوا لہذا مرض پر محمول نہیں کر سکتے اور صرف حنفی ہی نہیں بلکہ حافظ ابن حجر نے بھی کہا کہ حدیث کو مرض پر محمول کرنے کی صورت میں اشکال سے خالی نہیں کیونکہ اذان عباس کی تصریح کے مطابق شیخ بین العلما میں نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کے ساتھ کیا اور یہ جلی علی غرض بہت قوی عید بات ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ابن حزم نے اسے کثرت میں سے شمار کیا ہے لہذا مرض پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔

بہر حال حدیث ابن عباس کی تاویل میں اور اس کو شیخ دینی حنفی پر محمول کرنے میں جو کچھ امام مالک وغیرہ کی طرف سے کہہ گیا ہے وہ سب کا سب ناقابل قبول اور تکلف سے خالی نہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر نے اس کا اعتراف کیا ہے۔

(فتح الباری: ۱۹/۲، معراج السنن: ۱۶۳/۲، معجم)

ذیل میں فرمایا کہ امام شافعی بغیر ہذا کے شیخ حنفی کو جائز نہیں سمجھتے لہذا وہ ابن عباس کی اس حدیث صحیح کا جواب دیں گے و تاہم ان کی طرف سے جواب یہ ہے کہ تمام حدیثوں کا جو جمع بین اصحاب کے بارے میں وارد ہوئی ہیں اس بناء پر جمع حنفی صحیح نہیں ہے۔

الجمع بین الظہر والعصر بعرفة

عرفہ میں ظہر اور عصر کے درمیان جمع کرنے کا بیان

اخیر منی ابراہیم بن ہارون قال حدثنا حاتم بن اسحق قال حدثنا جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر بن عبد اللہ قال سار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اتی عرفہ فوجد الفیلذ حضرت نہ سمرۃ فسنل بها حتی اذا زاعت الشمس امر بالقصواء فحملت له حتی اذا انھض الی یطن الوادی خطب الناس ثم اذن بلال ثم اقام فصلى الظہر ثم اقام فصلى العصر ولم یصل بينهما شیاً.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حشریف لے چلے یہاں تک کہ عرفہ میں پہنچے وہیں آپ نے دیکھا کہ خیمہ مقام عرفہ میں کھڑا کیا گیا ہے لہذا اس میں اترے یہاں تک کہ سب آفتاب چل گیا تو قسم ادا کی اور انہی پر پانیان ڈالنے کے لئے فرمایا پانیان ڈال گیا پھر سوار ہوئے یہاں تک کہ ظن داوی میں پہنچے تو لوگوں کے در پر غلبہ اور شافریا پھر خال ﷺ نے اذان دی پھر تکبیر کی تکبیر کی نماز پڑھی پھر تکبیر کی نماز پڑھی پھر عصر کی نماز پڑھی پھر دووں کے درمیان کچھ نہیں پڑھا یعنی نہ سنت پڑھی اور نہ نفل۔

تشریح جس طرح قرآن کریم تو اسے ثابت ہے اس طرح حج کی عبادات میں عرفہ اور حراء میں حقیقی جمع بین

اسلامی قوانین سے ثابت ہے کہ اگر ان پر تمام امت کا انساب الہذا وقرآن کے ضابطہ "ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کما یامرونہ" کی اجازت نہ ملے تو کسی حد ہند کی کربوی گئی سے سے متعلق ہے۔

صاحبِ ہدایہ نے لکھ ہے کہ "وقد ورد النقل المستعین بانفاق الروافد والجمع بين النصاحين" کہ روایوں کے اتفاق سے وہاں نمازیں جمع کرنے کی تلقین شائع ہوئی ہے لہذا ایک حدیث شریفہ سے ہم نے قرآن کی آیت میں جو غلط بیان کیا ہے اس میں تخریص اور تہا کہہ کر اس میں مقدمہ فرمایا ہے کہ "وہ روایت میں ہے" تاخیر چاہا ہے اور ایسا ہی منسوب اکرم چلتے سے کیا، چنانچہ حضرت جوہر بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس حدیث میں انہوں نے فرمایا کہ حسب آفتاب دھماکا کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نور سے ملنے والی میں تشریف لائے تو لوگوں کو خطبہ منابا یعنی خطبہ پڑھے اس خطبہ میں شیخ کے احکام بیان کئے اور فرمایا کہ تم اسے (نور) دعا کی رحمت دلاؤ اور دوسرا خطبہ چلو گا تھا اس میں صرف دعا تھی پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی پھر انعام کی تو حضور چلتے سے خطبہ پڑھا تو شیخ پھر فرمایا کہ تم اس خطبہ اور دوسرے خطبہ کے وقت میں اس کو شیخ تقدیم کرتے ہیں اور چونکہ یہ دونوں نمازیں مل کر پڑھاں جب ہے اس لئے ان کے درمیان میں عقیدے اور فاضل نہ پڑھے کیونکہ حضرت جوہر رحمۃ اللہ علیہ کی اس حدیث میں تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان میں نہ سنت پڑھی اور نہ عمل کیا نہ سب سے تمام جملوں کا تہجد اور اخیر میں چونکہ ہے کہ صرف تہجد کی سنت پڑھنے والوں کی نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہو گا کہ آیت ازل اور رواۃ سنت کے ساتھ تہجد کی اس پر بھی سب کا اقرار ہے۔

الجمع بين المغرب والعشاء بالمزدة

مزدلفہ میں مغرب اور عشاء میں جمع کرنے کا بیان

اخبرنا ابي بصير عن سعيد بن مالك عن يحيى بن سعد عن عبد بن نابت عن عبد الله بن يزيد ان ابا
ابوب الاصبغ اخبره انه سمى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في حجة الوداع بالغ مغرب والعشاء
ما بعد ذلك جميعاً.

عبداللہ مکیؑ زیادہ سے زیادہ ایت ہے کہ ابو ایوب انصاریؓ نے ان کو خبر دیا ہے کہ انہوں نے حجۃ الوداع میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مزدلفہ میں مغرب و عصر، ایک ساتھ پڑھ لی۔

احسننا يعقوب بن ابراهيم قال حدثنا هشيم عن اسمعيل بن ابي خالد قال حدثنا ابو اسحق عن
سميع بن جابر قال كنت مع ابن عمر حيث ناقضوا عن غزوات فلما اتى جمعة جمع بين العرب والاضواء
فلما فرغ قال فعز رسول الله صلى الله عليه وسلم في هذا المكان من هذا.

سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ انہیں نے کہا کہ میں نے قرآن مجید کے ساتھ تھا جبکہ وہ عرفات سے مجھے پس جب وہ

استعمال نہیں کیا اس سے بھی کنایہ کے طور پر پیشاب مراد ہوتا ہے تو اس سے راوی کا مقصد یہ بتانا ہے کہ میں نے اپنے استاد سے جو قصہ سنا ہے اسی کو یاد رکھا اور دوسروں تک پہنچانے میں اس کی روایت کی ہے اور صحابہ کرام بول کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف کرنے سے احتراز نہیں کرتے تھے بہر حال پیشاب سے فارغ ہونے کے بعد وضو تکلیف کیا نہیں ہے کہ باقتدار تعداد کے کم درجہ کا وضو ہو بعض روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس جگہ آب زمزم سے وضو کیا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے پانی والا اور حضور نے وضو کیا۔ (حاشیہ النسانی لعلامہ السلسلی: ۱/۹۲۰)

بہر حال نبی کریم ﷺ کے وضو فرمانے کے بعد حضرت اسامہ نے آپ سے کہا کہ مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا ہے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا ”الصلاة امامک“ یعنی نماز کا وقت میرے آگے حرافہ میں ہے مے سے اشارہ فرمایا کہ تاخیر واجب ہے حتیٰ کہ اگر عشاء کا وقت ہونے سے پہلے عز ولفہ میں پہنچے تو بھی اذان نہ کرے یہاں تک عشاء کا وقت ہو جائے اور تاخیر اس وجہ سے واجب ہوئی تاکہ حرافہ میں دو نمازیں جمع کرنا ممکن ہو پھر جب حضور اکرم ﷺ عز ولفہ میں پہنچے تو مغرب کی نماز پڑھائی عشاء کے وقت میں پھر صحابہ کرام نے اسباب اتارے پھر عشاء کی نماز پڑھائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معمولی فصل جمع بین الصلاتین میں نقصان رونہیں۔ (ہدایہ)

فضل الصلاة لمواقبتها

نماز کو اس کے مقررہ اوقات میں پڑھنے کی فضیلت کا بیان

اخبرنا عمرو بن علي قال حدثنا يحيى قال حدثنا شعبه قال اخبرني الوئيد بن العيزار قال سمعت ابا عمرو الشيباني يقول حدثنا صاحب هذه الدار و اشار الي دار عبد الله قال سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم اي العمل احب الي الله تعالى فقال الصلاة على وقتها و مر الوائد بن الجهاد في السبل الله عز وجل.

ابو عمرو دمشقی: سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے اس گھر والے نے حدیث بیان کی اور اشارہ کیا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا عمل بہت اچھا ہے حضور نے فرمایا نماز کو اس کے وقت مستحب میں ادا کرنا اور ماں باپ کی اطاعت کرنا اور اللہ عز ووجل کی راہ میں جہاد کرنا۔

اخبرنا عبد الله بن محمد بن عبد الرحمن قال حدثنا سفيان قال حدثنا ابو معاوية النخعي سمع من ابي عمرو عن عبد الله بن مسعود قال سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم اي العمل احب الي الله عز وجل قال اقام الصلاة لوقتها و مر الوائد بن الجهاد في سبل الله عز وجل.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میں کون سا عمل کر سکوں کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے حضور نے فرمایا یا بندے کے ساتھ جو نیکوئی کے وقت محتجب میں اور اگر اللہ والہ دین سے اچھا سلوک کرنا اور اللہ بزرگ و بڑی راہ میں جہاد کرنا۔

عبدنا یحییٰ بن حکیم و عمرو بن یزید قالوا حدثنا ابن ابی عدی عن شعبۃ عن امرأہ بن محمد ابن المستشر عن ابیہ ابی کان فی مسجد عمرو بن عبد حبیل فقیمت الصلاة فدخلوا اسطروہ فقتل ابنی کنت اوثر قتل و سئل عبد اللہ هل بعد الاذان و کسر قائل نعم و بعد الاقامة و حدث عن السی صی اللہ و علیہ وسلم انه قام عن الصلاة حتى طلعت الشمس ثم صلی و اللفظ یحییٰ۔

ابراہیم اپنے والد محمد بن مستشر سے روایت کرتے ہیں کہ وہ یحییٰ محمد بن مستشر عمرو بن شعیب کی مسجد میں تھے جس نے اس کے لئے اقامت گئی تھی اور نماز میں عمرو بن شعیب کا انتظار کرتے رہے پھر وہ گئے اور کہا کہ میں اس پر چڑھ رہا تھا پھر کہا کہ عبد اللہ بن مسعود پیغمبر سے دریافت کیا کہ کیا ان کے بعد وتر کی قنہ و پڑھ سکتے ہیں آپ نے جواب دیا ہاں اور اقامت کے بعد بھی اور حدیث بیان کی تھی کہ یہ صحیح ہے کہ آپ نماز سے سوز ہے یہیں تک کہ قرب طلوع ہو گیا پھر نماز پڑھ لی۔

تشریح

حضرت علی بن ابی طالب و سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود وغیرہم رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے عمرو بن شعیب و حاکم و مسلم قول ہے چنانچہ عمرو بن شعیب نے نماز صبح کی اقامت کے بعد جہالت سے اپنے وتر کی قنہ پڑھی ایک مرتبہ ان سے ووافوت ہوا کیا تھا ارمان و اقامت سے ہم ہو گیا تھا تاکہ اس کا وقت طلوع فجر تک نہ گزر جائے پھر جہالت سے بعد ووافوت سے تر ہو جاتا ہے و ترہیب کی وجہ سے کہتے ہیں کہ انہوں نے نماز فجر سے پہلے وتر کی قنہ پڑھی اور لوگوں سے جو ان کے انتظار رہے تھے کہ وہ تاخیر سے آنے کی وجہ سے کہتے ہیں کہ میں وتر کی قنہ پڑھا ہوا تھا میں نے تاخیر ہوئی اور کہا کہ وتر چھوٹ جاگئے کی صورت میں مسئلہ یہی ہے جو میں نے اختیار کیا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کہن قوی ہے ان سے پوچھا کیا کر کیا ان فجر کے بعد وتر پڑھ سکتے ہیں آپ نے فرمایا جی ہاں بلکہ اقامت کے بعد بھی پھر بلکہ اقامت میں نے قنہ کی طرف اشارہ کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما و نہیں ہے ابھی شریف رہے تھے خندق کا حاشا ہو ایک جگہ آخری شب کو آرام فرماتے تھے اترے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ چلتے صبح تھے سب سو گئے گیری فتنہ سو جانے کی وجہ سے آنکھیں نہیں کھلیں تھیں کہ آفتاب طلوع ہو گیا سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور صحابہ سے فرمایا کہ تم میں سے جو یہاں شیطان آگیا پھر وہاں سے ہٹ کر غصہ کیا اور وہ کہیں حالت فجر کی پڑھیں پھر فرما پڑھا۔

بہر حال اس حدیث میں القہر نہیں کے بیان سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پوچھ کر حضور پوچھ کر فرما جائے کی وجہ سے روایت کیا جاتی ہے بلکہ اس کی قنہ و غمراہی ہے پھر اگر یہ کہ جائے کہ قنہ و قنہ کتبات یعنی نفس کے ساتھ حضور سے کہنی

اس حدیث سے صرف ارفض کی قضاء کا ثبوت ہوا ہے آپ اس سے قضا کے وتر کیے ثابت کر رہے ہیں تو ہم کہیں گے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اپنے قول "نعم وبعد" لا فاعلة سے مجرد حدیث کے حوالے سے جواب دینے سے واضح ہو گیا کہ وتر ان کے نزدیک واجب ہے بلکہ فوت ہونے کی صورت میں اس کی قضاء ضروری ہے مثل قضا کے ارفض کے۔

(حاشیہ النہالی، ۱/۲۹۳)

بہر حال محمد بن منشی کی روایت سے معلوم ہوا کہ اگر وتر فوت ہو جائے تو اس کی قضاء فجر کی نماز سے پہلے کرے یا بعد از عید کا حکم مسلک ہے کہ اگر کسی نے رات کو وتر نہیں پڑھا اسکو فجر کی نماز سے پہلے یا آداب کہ اس نے وتر نہیں پڑھا تو پہلے وتر کی قضاء پڑھے ورنہ فجر کی نماز نہیں کھے ہوا ہے کہ "لم یجز فجز عن مذکر انہ نم یو ثر لو جوبہ عندہ الا اذا صلی الوقت او نسی الفاعلة او فالت است اعتقادہ"۔ (حدیث المعجم ۵: ۱۲-۳۳، خلاصہ پوری بحث اپنے مکتب پر آئے گی)

نسی نسی صلاۃ

جو شخص نماز کو بھول گیا اس کے لئے کیا حکم ہے

اخبرنا قتیبة قال حدثنا ابو عروبة عن قتادة عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من

نسی صلاۃ فليصلها اذا ذكرها

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز کو بھول گیا تو اس کو پڑھ لے جس وقت اسکو یاد آئے۔

تشریح: بھام اس حدیث کی ذمات سے اوقات مکروہ میں بھی نماز کا جواز معلوم ہوا ہے جس سے نام شائقی کے

ذہب کی تائید ہوتی ہے ان کے مذہب میں طلوع وغروب اور زوال آفتاب کے وقت فرض نماز جو چھوٹ گئی ہو اس کی قضاء دو مسنون نہیں ہے اور اپنے مسلک پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کیونکہ اس حدیث کے الفاظ "فليصلها اذا ذكرها" تمام اوقات کو شامل ہیں لہذا ان تینوں اوقات میں ارفض کی ممانعت نہیں، ام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ان تینوں اوقات میں ارفض نماز جائز نہیں ہے ان کی ویس حضرت مقبر بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اس حدیث کو امام مسلم وغیرہم نے روایت کیا ہے حضرت مقبر بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کو رسول اکرم ﷺ تین اوقات میں نماز پڑھنے یا نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرماتے آفتاب نکلنے کے وقت یہاں تک کہ بلند ہو جائے ٹھیک دو پہر کو یہاں تک کہ آفتاب ڈھل جائے غروب کے وقت یہاں تک کہ آفتاب ذوب جائے۔

اس کے علاوہ محمد بن جبر رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان اوقات مذکورہ میں کوئی

بھی نہ چار نہیں ہے، عمرو بن ہشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح مسلم میں مذکور ہے اور حضرت عبداللہ مسکنی کی حدیث امام مالک، احمد اور نسائی رحمہ اللہ نے روایت کی ہے، امام شافعی نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے حدیث "مسح الخ" سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص طلوع آفتاب کے وقت پہلے نماز کو پڑھ لے گا وہ اس کی ولایت سے اس وقت نماز پڑھ سکتا ہے حالانکہ اس کے معارض حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما بخاری، مسلم میں اور حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صحیح مسلم میں موجود ہے کہ تم میں سے کوئی قسم کر کے ایسا عمل نہ کرے کہ آفتاب نکلے وقت اور وہ ہوتا وقت نہ پڑھے تو اس حدیث میں واضح طور سے ممانعت فرمادی اور یہ بڑے واضح ہے کہ جو شخص طوعاً آفتاب کے وقت پڑھ لے گا وہ اپنے قصد اور ارادہ سے اس وقت نماز پڑھے گا "اذا تعذر حاشا قاطعاً" پس اب ہمارے لئے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث دوسرے نمبر سے کافی رہی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قبول اذان سے قبل فرض ہو یا قبل منوں ہے۔ کچھ غلطی شروع انتہایہ بعض شارحین نے ایک اور جواب یہ دیا ہے کہ اگر انہوں نے "فصلیہا اذا ذکرہا" سے اوقات غیر کمزور میں نماز پڑھا تو وہ اپنے ذکر منوں میں مطابقت پیرا ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم مزید تفسیر پیچھے لڑ رہی ہے۔

فیمن نام عن صلاة جو شخص نماز سے سوگیا اس کیسے کیا حکم ہے

اخبرنا حمید بن مسعود عن يزيد قال حدثنا حجاج الاحول عن فتاده عن انس قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الرجل يرقد عن الصلاة او يغفل عنها فان كفارتها ان يصلها اذا ذكرها
حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جو نماز سے غافل ہو کر سو جاتا ہے یا اس سے لاپرواہی کر دیتا ہے حضور نے فرمایا اس کا کفارہ یہ ہے کہ نماز پڑھے جس وقت یاد آجائے۔

اخبرنا فضيلة قال حدثنا حماد بن زيد عن ثابت عن عبد الله بن رباح عن ابي فتادة قال ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم نومهم عن الصلاة فقال ان لم يلبس في اليوم نفريط اما النفريط في اللفظة فاداسي احادكم صلاة او نام عنها فليصلها اذا ذكرها.

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کے نماز سے سو جانے کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غفلت اور کوتاہی سو جانے میں نہیں ہے یا شبہ کوتاہی باگھے میں ہے۔ جب تم میں سے کوئی اپنی نماز کو بھول جائے یا اس سے سو جائے تو پوچھے کہ اس کو پڑھے جس وقت یاد آئے۔

احسن سويد بن نصر قال انبانا عبد الله وهو ابن المبارك عن سليمان بن المغيرة عن ثابت عن عبد الله بن رباح عن ابي فتادة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليس في اليوم نفريط اما

صلی اللہ علیہ وسلم فلصلیہا احدکم من الغد لو قتها۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ جب نماز سے سوجھے یہاں تک کہ آفتاب طلوع ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے ہر شخص ایسا نماز کو آگے روز لای کے وقت میں پڑھ لے۔

ابو ثناء عبد الاعلی بن راصل بن عبد الا علی قال حدثنا علی قال حدثنا محمد بن اسحق عن الزہری عن مسعود عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نسیت الصلاۃ فصل اذا ذكرت فان اللہ تعالیٰ یقول اقم الصلاۃ لذكری قال عبد الا علی حدثنا بہ بعضی مختصراً۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو نماز کو بھول جائے تو ہی پڑھ لے جب یاد آ جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”اقم الصلاۃ لذكری“ نماز پڑھ کر جو جب نماز یاد آ جائے بعد ازاں اعلیٰ کہتے ہیں کہ ہم سے یہ حدیث جتنے نے مختصر بیان کی ہے۔

اخبرنا عمرو بن سواد بن الاسود بن عمرو قال ابنا ابن وهب قال ابنا یونس عن ابن شہاب عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من نسی صلاۃ فلصلیہا اذا ذکرها فان اللہ تعالیٰ قال اقم الصلاۃ لذكری۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی نماز کو بھول جائے تو اس کو پڑھ لے جب یاد آ جائے کیونکہ اللہ نے فرمایا ”اقم الصلاۃ لذكری“۔

اخبرنا سويد بن نصر قال حدثنا عبد الله عن معمر عن الزهري عن سعيد بن المسيب عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نسی صلاۃ فلصلیہا اذا ذکرها فان اللہ تعالیٰ یقول اقم الصلاۃ لذكری قلت للزهري هكذا فرأها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی نماز کو بھول جائے تو جب یاد آ جائے اسی وقت فوت شدہ نماز پڑھ لے کیونکہ اللہ نے فرمایا ”اقم الصلاۃ لذكری“ مگر کہتے ہیں جس نے زہری سے پوچھا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پڑھا ہے زہری نے فرمایا جی ہاں۔

تشریح: جو شخص نماز بھول گیا یا اس سے سہواً رو گیا اس کے بے حکم یہ ہے کہ جب یاد آ جائے اسی وقت فوت شدہ نماز کو پڑھ لے دوسری روایت میں آیا ہے ”فان ذالک وفيها“ کہ جس وقت یاد آ جائے وہی اس وقت شدہ نماز کا وقت ہے اور یہی بات قرآن حکیم سے ثابت ہوئی ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز بھول گیا تو جب فوت شدہ نماز یاد آ جائے اسی وقت پڑھ لے یہ بیان کرنے کے بعد حضور نے آیت ”اقم الصلاۃ لذكری“ پیش کی کہ نماز پڑھا کر جو جب نماز یاد آ جائے۔

روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں دو قرآنیں ہیں، ایک تو "لقد کسریٰ" ہے یا ہے حکم کی طرف اضافت کے ساتھ یہ قرأت مشہور ہے لیکن ظاہر قرأت مقصود کے موافق نہیں کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری ہی یاد کے لئے نماز پڑھا کرو یا نماز پڑھا کرنا کہ میں نہیں یاد کروں، تو شاربین کو اشکال پیش آیا ہے کہ آیت کا حضور اکرم ﷺ کے ارشاد مبارک سے کیا مطلق ہے بعض شارحین نے دلیل کی کہ اس جگہ ایک مضاف بخلاف ہے جیسی "وقت ذکر صلاحی" اب مطلب یہ ہوا کہ نماز کا تم کرو جس وقت نماز یاد آ جائے اب مقصود کے موافق ہو جائے گی۔ یا اس اگر سے جو اللہ کی طرف مضاف ہے، ذکر ملاء مراد ہے کیونکہ ذکر ملاء افضل ملاء کو مستعزم ہے اور دو نماز میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کو مستعزم ہے تو ذکر ملاء کا وقت گویا ذکر اللہ کا وقت ہے اب کوئی اشکال نہیں، دوسری قرأت "لقد کسریٰ" ہے، نام جرم پھر لام تعریف اور اخیر میں الف مقصود کے ساتھ یہ قرأت صحیحہ میں سے نہیں ہے لیکن مقصود کے زیادہ موافق ہے اس لئے کہ یہ مصدر ہے بمعنی تذکر کے اور تذکر کا معنی ہے یہ ذکر، اب مطلب یہ ہوگا کہ نماز پڑھا کر نماز یاد کر لیکہ وقت۔ (حاشیہ النہج، للعلامة السعیدی)

بہر حال قرآن اور حدیث سے معلوم ہوا کہ جو بھی یاد آ جائے اسی وقت فوت شدہ نماز پڑھ لے اس فوت شدہ نماز میں نماز کا وقت "تے تک" کا انتظار نہ کرے کیونکہ اس کا وقت حقیقہ ہو کر مستقبل کی طرف نہیں پہنچے گا بلکہ اس فوت شدہ نماز کا وقت جس حال پر تھا ایسا ہی رہے گا اور جب کل کا وقت آئے گا تو صرف اس دن کی نماز اس کے وقت مقررہ میں پڑھ لے اس کی ہرگز اجازت نہیں دی گئی کہ کسی وقت فوت شدہ نماز کی ایک مرتبہ قضا پڑھ لی پھر اس کو اس میں نماز کے وقت میں وقتی نماز کے ساتھ دوبارہ پڑھے، یہی مطلب ہے ارشاد مبارک "فلیصلیہا احدکم من الغد لوفیہا" "اگر اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ فوت شدہ نماز کی قضا دو مرتبہ کرنے کا حکم دیا ہے کہ ایک مرتبہ فی الحال جب یاد آ جائے اور دوسری مرتبہ بعد میں کل کو قیہ کے ساتھ، بہر حال حدیث کا صحیح مطلب یہی ہے جو بیان کیا گیا اس کو تحقیق علماء نے اختیار کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(کنز ذکرة النور، فتح الملہم: ۲/۲۴۲)

امام نووی نے جو صحیح کی ہے اس کے قریب قریب علامہ سندھی نے بھی ارشاد مذکور کی تفسیر کی ہے، آپ نے فرمایا کہ ارشاد مذکور "فلیصلیہا احدکم الیغ" کا یہ مطلب نہیں کہ جب فوت شدہ نماز یاد آ جائے پڑھ لے اس کے بعد آئندہ اس کے مثل والی نماز کے وقت میں دوبارہ پڑھ لے بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ کل کی نماز کو اس کے وقت پڑھا کر عذاب رب یا عجز کا مریض تو چونکہ کل کے وقت کی نماز ہو بھلا آج کے دن کی فوت شدہ نماز جیسی ہے اس اعتبار سے کہ وہ بھی پانچ نمازوں میں سے ایک ہے جیسے فجر اور ظہر کل کی فجر یا کل آج کی فوت شدہ نماز فجر ہے اور کل کی ظہر جیسا آج کی فوت شدہ ظہر ہے اسلئے ظہر کل کے وقت یہی طرف لوٹ سکتی ہے، بہر حال ارشاد مذکور سے مقصود مستقبل کے وقت کی حفاظت اور اہتمام ہے کہ نماز کو اس کے وقت مقررہ سے لگا کر دوسرے وقت میں اور کرنے کی اپنی عادت نہ بنالے اور حدیث کا یہی مطلب حدیث عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے، بالکل موافق ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کو فوت شدہ نماز پڑھائی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم اس نماز

تو آئندہ ہر کسی کی اسی نماز کے وقت میں اہلِ رحمہ تقاضا نہ کریں؟ حضور ﷺ نے فرمایا تمہارا رب تم کو ہلاک دے گا (یعنی) اسے نہ کرے پھر کیا تم سے رہا تو ان کے کہہ کر شرارت تھا، کا متفقین وہ ہیں سے کوئی بھی تو کل نہیں کیونکہ شریعت میں اس کی کوئی تفسیر موجود نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (حاشیہ اسلامی)

علامہ س کے تیس کا مضافا بھی یہی ہے کہ فوت شدہ نماز کی تقاضا ایک مرتبہ پڑھنے کے بعد بھی اس کا اعادہ نہ کیا جاتا ہے کیونکہ فرض نمازیں تو پابج ہیں اب جس نے فوت شدہ نماز کی یاد آئے شرعاً وہی تو کرے یا اس نے مامور یا (جس کا تم کہہ کیا) کے بعد کو پورا کر دے، نیز بعد سے اعادہ شرعاً صحیح ہے کہ فرما "فلیصلہا اذا ذکرتھا" ہے بالکل موافق ہے شرعاً صحیح ہے کہ صرف یہ فرمایا کہ جو شخص کسی نماز کو بحال جائے یا سہرا وہ اپنے فوت شدہ نماز یاد آئے پڑھے اس کے بعد بھی دائرہ چلے گا اگر نہیں فرمایا، نیز "لا تفسدوا فیہا الا ذالک" فقرہ یاد دہش حصر سے معصوم رہتا ہے کیا اس فوت شدہ نماز کا کفر و سوائے تقاضا پڑھ بیٹے کے نہ کیونکہ واجب نہیں، مگر حالی تحصیل مذکور سے واضح ہو گیا کہ مگر فرقہ کا قول مدہ بحث کے بھی خلاف ہے اور قیاس کے بھی۔

کیف یقضی الفات من الصلاۃ

اس بیان میں کہ فوت شدہ نماز کی تقاضا کس طرح کی جائے

احمرنا ہناد بن السری عن امی الاحوص عن عطاء بن السائب عن یزید بن ابی مریم عن مریم عن ابیہ قال کما مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر لا سربنا لیلۃ قلعا کان فی وجہ الصبح نزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لنام ونام الناس فلم نستطع الا بالشمس قد حلت علینا فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسلمون فاذن لم صلی الم رکعتین قبل الفجر ثم امره فاقام فقصی بالناس ثم حلفت بساھو کائن حتی تقوم الساعة.

یزید بن ابی مریم رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ایک شخص میں ہم میں ہمیں اکرم ﷺ کے ساتھ تھے ہم نہت کو چتے رہے پس آخری شب میں صبح سے کچھ پہلے رسول اکرم ﷺ نے آرام فرمانے کے لئے ایک نماز پڑھا تو تمام کچھ حضور ﷺ سو گئے اور لوگ بھی سو گئے ہم بیدار نہ ہوئے مگر جب ہم پر آفتاب طوع واداء میرجہ اربھوئے علی رسول اکرم ﷺ نے سوزن کو حضور یا سوا ان نے اذان دینے پھر فرض سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں پھر سوزن کو بغیر کاظم اذان نے تعمیر پڑھی پھر لوگوں کو نماز پڑھانی پھر قیامت تک دین کے خلق اہل اور جزائے ہوئے اے تھے سب تباہیے۔

احمرنا سوید بن نصر قال حدثنا عبد اللہ عن ہشام الدستوائی عن ابی الربیع عن نافع بن جبر بن مطعم عن امی عبیدہ بن عبد اللہ عن عبد اللہ بن مسعود قال کما مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحسبنا عن صلاة الطہور والعصر والمغرب والعشاء فاشد ذالک علی فنت فی نفسی نحن مع رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفقی سبیل اللہ فأمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا ۷ اقام فصلی بنا الظہر
ثم اقام فصلی بنا العصر ثم اقام فصلی بنا المغرب ثم اقام فصلی بنا العشاء ثم طاف علیہا فقال ما علی
الارض غصبة یدکرون اللہ عز وجل غیرکم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے یس میں ظہر وغیرہ وغیرہ اور
مشام کی نمازوں سے باز رکھا گیا جس کی وجہ سے مجھے سخت صدمہ پہنچا جس نے اپنے دل میں کہا کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
ہیں اور اللہ کے راستے میں ہیں (پاؤ جو داس کے ہم سے نماز میں فوت ہو گئیں) ایس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو دیا اس
نے اقامت کہی تو ہم کو ظہر کی نماز پڑھانی پھر اقامت کہی تو ہم کو عصر کی نماز پڑھانی پھر اقامت کہی تو ہم کو مغرب کی نماز پڑھانی
پھر اقامت کہی تو ہم کو مشام کی نماز پڑھانی پھر تارے پاس تشریف لائے اور فرمایا اس دن سے زمین پر تمہارا تسلط وہ کوئی نہ کرے
ہم امت میں جو اللہ پر راف و برتر کا ذکر کرتی ہو۔

احسب بعقوب بن ابراہیم قال حدثنا یحییٰ عن یزید بن کيسان قال حدثني ابو حازم عن ابي
هريرة قال عرنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يستيقظ حتى طلعت الشمس فقال رسول الله
صلى الله عليه وسلم لاحد كل رجل من اس واحد فان هذا منزل حضرنا فيه الشيطان قال فعملنا فدعا
مالئا فنوضا ثم صلى سجدتين ثم اقيمت الصلاة فصلی العداة

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے آخری شب میں آرام کرنے کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
ایک مقام پر قیام کیا اور سب ۲ گئے ہم میں سے کسی کی آنکھ نہیں کھلی حتیٰ کہ آفتاب طلوع ہو گیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہاں
سے کوچ کرو کیونکہ اس منزل میں ہمارے پاس شیطان آگیا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے وہاں سے کوچ کیا پھر حضور نے
پالی رکھا اور وہ بغیر کیا پھر دو کشتیں سنت فجر کی پڑھیں پھر اقامت کہی گئی پھر فرض کی دو کشتیں پڑھیں۔

احسب ابو عاصم حمیش بن اصرم قال حدثنا یحییٰ بن حسان قال حدثنا حماد ابن سلمة عن
عمرو بن دینار عن نافع بن جبر عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال هي سفر له من يكلوننا
المبللة لا ترفد عن صلاة الصبح؟ قال بلال انا فاستقل مطلع الشمس فضرب على اذانهم حتى ايقظهم
حر الشمس فقاموا فقال نوضوا ثم اذن بلال فصلی ركعتين و صلوا ركعتي الفجر ثم صلوا الفجر

حضرت نافع اپنے والد جبر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں جبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ
آج کی رات ہماری کون گرائی کرے گا تاکہ ہم صبح کی نماز سے سونہ جائیں بلال رضی اللہ عنہ نے کہا میں مگرانی کروں گا وہ آفتاب کے
طلوع کی سمت منہ کر کے گرے گا کرتے رہے اور دوسرے حضرات سب مو گئے سب پر ہماری نیند مسلط کر دی گئی حتیٰ کہ ان کو آفتاب
کی گرمی نے جگا دیا اور سب اٹھ کھڑے ہو گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اؤ سکرلو پھر بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی پھر دو کشتیں پڑھیں

اور لوگوں نے بھی دور کشتیں پڑھیں پھر سب نے فجر پڑھی۔

اسخرونا البصر عاصم قال حدثنا حبان ابن ہلال حدثنا حبيب بن عمرو بن ہرم عن جابر بن زید عن ابن عباس قال ادلج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ عمر من فلم یسقط حتی طلعت الشمس او بعدها فلم یصلی حتی اولعت الشمس یصلی وهو صلاة الوسطی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز رات سز کرتے رہے پھر رات کے آخری حصہ میں آرام کرنے کیلئے ایک مقام پر نزل فرمایا آرام کرنے لگے گہری نیند آنے کی وجہ سے حضور ﷺ بیدار نہ ہو سکے یہاں تک کہ پورا آفتاب یا کچھ حصہ آفتاب کا طلوع ہو گیا اس وقت حضور ﷺ نے صبح کی نیت شدہ نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ آفتاب بلند ہو گیا پھر نماز پڑھی اور پھر صبح کی نماز صلاۃ الاولیٰ ہے۔

تشریح: اس مزارع سے تحت "لیفۃ النعمیس" کا واقعہ ابن جریر رحمہ اللہ کی روایت سے بیان کیا ہے پھر آگے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی اسی واقعہ کو بیان کیا ہے آخر میں کا مطلب یہ ہے کہ آخر شب میں کسی مقام پر آرام کرنے کے لئے اترا اور حضور اکرم ﷺ کو مع اصحاب کے ایک سفر میں ایسا واقعہ پیش آیا اور کٹر علماء کے نزدیک صرف ایک واقعہ ایسا واقعہ پیش آیا ہے اور علامہ ابن عبد البر اکتی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ اخیر سے واپسی میں پیش آیا کہ حضور اکرم ﷺ نماز رات سز کرتے رہے آخر شب میں استراحت کا ارادہ فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا کہ کوئی شخص ایسا ہے جو بروقت بیدار نہ رہے جال ﷺ نے عرض کیا کہ میں بگا دوں گا سب سو رہے جب صبح کا وقت قریب ہو گیا تو جال ﷺ نے مکی کاؤ سے اپنی بیٹھو لگا لی اور سو گئے جب آفتاب کی چوہ پڑی تب جاگے، پھر حال جال ﷺ نے مدبر بیان کیا کہ مجھ پر تینہ کا این غلبہ ہوا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا پھر حضور ﷺ نے ان کو ماست ٹیکس کی پھر صحابہ کو ٹیکس دی کہ نیند میں کوئی کوتاہی نہیں بلکہ وہ بیداری میں ہے اور اس جگہ سے جہاں ان کو شیطان کا دھوکہ پہنچا تھا کوئی کرنے کا حکم دیا اور آگے بھی کر دوسرے مقام پر اترے اور جال ﷺ کا ذکر ان کا حکم دیا اور صحابہ نے ختیں پڑھیں پھر اقامت کے ساتھ جماعت کی نماز پڑھ لی۔

یہاں پر ایک اشکال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ طلوع آفتاب تک تیسے سو رہے حتیٰ کہ فجر کی نماز قضاء ہو گئی جبکہ دوسری روایت میں آپ نے فرمایا "ان عینی فساہان ولا ہنام قلبی" کہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں قلب نہیں ہوتا اور ذہن میں تو ماضی مضبوط ہوتا ہے امام نووی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ قلب صرف ان حسیات کا ادارک کرتا ہے جو قلب سے متعلق ہیں جیسے حدث اور تکلیف وغیرہ لیکن طلوع فجر وغیرہ ایسے امور ہیں جن کا تعلق آنکھ سے ہے اور ان کا ادارک صرف آنکھ سے ہو سکتا ہے لیکن آنکھ اس وقت سوتی رہی تو قلب بیدار تھا اس لئے نماز قضا ہو گئی دوسرا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی روحانی شخص ایک حالت تو تھی جس میں قلب سوتا تھا اتفاق سے اس موقع پر یہی حالت پیش آئی دوسری حالت قلب کی بیداری کی جو عام طور پر رہتی تھی، دونوں جواب نقل کرنے کے بعد امام نووی کہتے ہیں دوسرا جواب ضعیف ہے اول جواب صحیح اور قائل اعاد

ہے اب دہائی قسمی، روایت میں کوئی تاخیر نہیں۔

اسی سبب نے کہا کہ حضور ﷺ کو بھی بھی بیداری میں تشریع اور احکام مسبو کے بیان کی مصلحت سے سو داتی ہوتا تھا جیسا کہ نماز میں سبک و اتہاش آتے تو پھر نیند کی حالت میں تشریع اور احکام فقہانی مصلحت سے یہ واقعہ بطریق ولی واقع ہو سکتا ہے اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں، بہر حال اس واقعہ سے یہ مفہوم نہیں ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا قلب اس وقت بیدار تھا اور اگر قلب بیدار تھا لیکن احکام فقہانہ کھانے کی مصلحت سے اس واقعہ پیش نہ آتا، ہرگز نہیں۔ تاہم پڑھنا آگیا۔

(فتح المعلوم ۲۳۱/۲)

اس حدیث سب سے معلوم ہو کہ ہونہار چھوٹ گئی جب یاد آ رہا ہوے بلا تاخیر اس کی قضاء پڑھے اور اس کے لئے اذان دے اور اقامت لگے کہ قضا واسے مطابق ہو جائے کیونکہ حضور کرم ﷺ نے لیلۃ لعریس میں ان نکلے پر آفتاب کے نیچے ملنے ہونے کے بعد صبح کی نماز کا اذان اور اقامت کے ساتھ قضا کیا، ایک مسلک فقہی حضرات کا ہے اور اسلافی کا قول نہ یہم اور اس طرح دواؤں اور ابن المذہب بھی قول ہے۔ (فتح المعلوم ۲۳۱/۲، حوالہ قول العینی)

یہاں پر ایک اور مسئلہ تو یہ غور ہے کہ اس حدیث لیلۃ لعریس سے کس فریق کے مسلک کی تائید ہوتی ہے اس بارے میں غرض ہے کہ اس حدیث سے مسلک حنفی کی تائید ہوتی ہے، غلبہ کا مسلک پیچھے نہ رہتا ہے، یہ تین اوقات یعنی طلوع آفتاب اور غروب اور غلبہ دو پہر کے وقت کوئی نماز خواہ فرض ہو یا نفل جائز نہیں تو اس حدیث سے مماثلت کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کرم ﷺ نے بیدار ہونے کے بعد فوراً نماز نہیں پڑھی بلکہ حکم دیا "تساعط کس رجی موائس وحملہ" اور صحیح مسلم کی روایت میں آیا ہے کہ کہوا لفر کما لموسا حتی اذا برفعت الشمس لوز النبع کہ یہاں سے کوئی کہو اور کے بعد دوسرے مقام پر اذان اور اقامت کے ساتھ یہ وقت کی نماز پڑھائی تو تاخیر طلوع آفتاب کے وقت نماز جائز نہ دینے کی وجہ سے فرمائی اور شفع کے نزدیک چونکہ حضور آفتاب کے وقت فرض نہ پڑھیں ہیں جس کی نفیس ضرور ملتی ہے وہ لیلۃ لعریس والی حدیث ان کے مسلک کے خلاف ہے اس لئے انہوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ وہاں ایک مصلحت تھی وہ یہ کہ حضور نے فرمایا کہ اس متوال میں ہر رے ہاں شیطان آگیا تو حضور نے وہاں شیطان کے شر کا اس سے کیا اس لئے اس جگہ سے بچنے کو اسے کوچ کرنے کا حکم دیا۔

خفیہ کہتے ہیں کہ ایک سبب یہ ہو گا کہ الفاظ حدیث "فلم یصل حتی اوقعت الشمس" بقرہ میں کہ صرف یہ حالت نہ نہ بلکہ شیطان حاضر ہو کر تھا نہیں ہے بلکہ دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ آفتاب شیطان کے سرک دونوں جانبوں کے درمیان نکلتا ہے آفتاب پرست طوائف کے وقت آفتاب کو تہجد کرتے ہیں تو آفتاب پرستوں کی مشابہت سے پرہیز کرنے کے لئے اس جگہ نہ لکھیں چھٹی و گویا ان دو زمانوں اور مکانوں دونوں کی رعایت کی اور نہ دہائی حدیث یہ کیوں نہ بتاتا ہے "حتى اذا اوقعت الشمس" آفتاب پرستوں کو اس لئے چھوڑ رہے ہیں کہ وہاں شیطان حاضر ہو گیا تو زمانہ کو ایسا نہ پھوڑ رہے ہیں کہ جو نہ نکال طور

سے واجب ہوئی اس کو یا قص طار سے اور اگر درست نہیں اور طوارق آفتاب کے وقت نماز کی ادائیگی کا فرض کی عبارت سے مطابقت کے سبب سے جس طرح صفت کمال واجب ہوئی تھی اسی طرح ادا نہ ہوگی لہذا اس مقام سے کوئی کرنے کا سبب دہاں پر صرف شیعہ کی حاضری کو ضمیر انارست نہیں بلکہ حدیث کے احادیث و قواعد کلیہ اور اصول بتا رہے ہیں کہ ایک سبب یہ بھی تھا جو اب پر مذکور ہو اس لئے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو چھوڑا چھڑا گئے چل کر نماز پڑھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عنوان کے تحت دوسری حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ہوا تھا نقل کر رہے ہیں کہ میں کافروں نے چار نمازوں سے روک دیا تھا وہ غزوہ خندق میں پیش آیا جس کو یوم الاحزاب بھی کہتے ہیں جو ۱۰ھ پکارا جبری سے پیسے دی قعدہ میں واقع ہوا جس کو امام بخاری نے ترجیح دی لیکن بہت سے علماء کا قول یہ ہے کہ پانچ ہجری میں ہوا اس وغزوہ خندق اس لئے کہتے ہیں کہ یہ عید کے ارد گرد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے خندق کھودی گئی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس کھودنے میں شریک ہوئے تھے اور یوم الاحزاب اس لئے کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں مشرکین قریش اور غلامان اور یہود کے تین ہزار کی جماعت حملہ آور ہوئی تھی اس غزوہ خندق کے روز مشرکین چار نمازوں سے عزام ہوئے جس کی وجہ سے وہ نماز میں فوت ہو گئیں صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز میں اس قدر حلف آتا تھا کہ وہ کسی حال میں تاخیر پسند نہ کرتے تھے تو یہاں چار نمازیں فوت ہو گئیں اس لئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ صدمہ پہنچا تھا جس کا لہذا وہ ان کے قول سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ خود فرماتے ہیں "لما نصد ذالک علی البغ" یہی وہی حقیقت ہے جس کی طرف اہل معرفت نے اشارہ کیا ہے۔ مگر باغی دل خالص آم پروردگار سے لگ بھرا دل غم بود۔

در اصل مشرکین نے تین نمازوں سے مشغول کر دیا بالذاتی ایسی کہ رقت سے تین نمازیں فوت ہو گئیں عشاء کا وقت باقی رہا مگر چونکہ ان تین نمازوں میں غمی غمیرہ مصر اور مغرب کی قضاء پڑھنے سے مشغول کی نماز بھی اپنے معمول کے وقت سے تاخیر ہو گئی تھی اس وجہ سے گویا مشرکین نے چار نمازوں سے باز رکھا، یہاں پر ایک اذکار یہ ہے کہ بخاری و مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف مصر کی نماز فوت ہوئی اور اس کی قضاء مغرب آفتاب کے بعد کی پھر مغرب پڑھی لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ چند نمازیں چھوٹ گئیں۔

بظہر تو دہی، ہے اسے تو دہی کا جواب یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بخاری و مسلم کی روایت کو ترجیح دی کہ صحیح قول یہی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے صرف مصر کی نماز فوت ہو گئی تھی انہوں نے بخاری و مسلم کی روایت کو اس لئے ترجیح دی کہ امام نسائی نے ابو عبیدہ کے واسطے سے ان کے والد عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی جو روایت بیان کی اس کی سند اور چہ اچھی خاصی ہے مگر حدیث منقطع ہے، اور حافظ ابوالفتح ابن سید الناس رحمہ اللہ وغیرہ نے دونوں قسم کی روایات میں مصالحت کی یہ صورت نکالی ہے کہ غزوہ خندق چند روز تک چوری رہا تو کسی دن تین نمازیں قعدہ ہوئیں اور کسی دن ایک نماز یعنی مصر کی اب کوئی قضاء نہیں، ایک نماز قضاء ہونے کی روایت بھی صحیح ہے اور تین نمازیں قضاء ہونے کی روایت بھی صحیح ہے۔ (مصر قضا: ۱۲ ۱۳) الحکم کتب

الدری ۱۰۰ . معارف السنن بحوالہ فتح الباری ۵۷/۳

یہاں پر ایک اور اشکال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے صلوٰۃ خوف کیوں نہ پڑھی تاکہ یہ نماز میں قضاء ہونے سے محفوظ رہ جائیں، اس کا جواب یہ ہے کہ غزوہ خندق کے وقت تک صلوٰۃ خوف کا شاہد اثر و انکسار ہو تھا کیوں کہ غزوہ خندق کا وقت اس سے پہلے کا ہے اسی لئے صلوٰۃ خوف نہیں پڑھی۔ (بدل المعجود ۲۳۹/۱)

بہر حال حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے قوت شدہ نمازوں کی قضاء کا طریقہ معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کی اپنی نماز پر قوت ہو گئی تو قندہ میں ان کو ترتیب وار پڑھے جیسے اصل میں واجب ہو کہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے بھی جب خندق کے وقت قوت شدہ نماز کو روزانہ کی ترتیب سے ادا کیا، پھر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے اس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "صلوا کما ولینتمونی اصلی" جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا اسی طرح نماز پڑھا کرو، اب دونوں حدیثوں کے مجموعہ سے یعنی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ترتیب وار قضاء کرنے کے فعل اور حضرت مالک بن نویر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اپنے فعل کے مطابق ادا کرنا نماز کا حکم دینے سے ثابت ہو گیا کہ ترتیب کی رعایت ضروری ہے۔ نیز قوت شدہ نماز اور وقتی فرض کے درمیان بھی ترتیب واجب ہے اس کا ثبوت اس ارشاد باریک سے ہوتا ہے کہ نہ ہمیں کسی نماز کو جوں جوں پڑھا، اور نہیں رفتی اور اسی حالت میں امام کے ساتھ نیت یا نہی تو امام کے ساتھ نماز پڑھا کر کے پھر نماز سے قضا ہونے کے بعد اس نماز کو پڑھ لے جو جوں جوں پڑھا تھا پھر امام کے ساتھ جو نماز پڑھی اس کو پڑھا لے۔

اس حدیث کو اگر قطعی اور یقینی نے اس عمل میں ابراہیم اتر رہا ہے، وہ سعید بن عبد الرحمن السجستانی سے وہ سعید بن عبد الرحمن سے وہ کافی سے اور کافی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کو امام مالک نے بھی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بطور متوفی روایت کیا ہے اور ابن قسطنطین اور ابو زرعہ نے اس کو متوفی تابع کہ عمر سعید بن عبد الرحمن نے یا اسحاق بن ابراہیم نے اس کو ابو مرفوع غلی کیا ہے اور ائمہ صحابہ کے یہاں یہ بات پوشیدہ نہیں کہ لے (ابو مرفوع روایت کرتا) زیادت ہے اور زیادتی مستحب اور قوت میں اعتماد رکھ کر قبول ہے اور یہ دونوں مستحضر ہیں چنانچہ ابن معین اور ابو زرعہ اور امام احمد رحمہم اللہ نے ترتیب کی "لا بأس بہ" کے الفاظ کے ساتھ توثیق کی اور سعید بن عبد الرحمن السجستانی کی ابن معین اور سنانی نے توثیق کی، اور اگر مانا بھی لیا جائے کہ حدیث متوفی سے تب بھی مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ ابن معین کی حدیث اپنی رائے سے نہیں کہی جاسکتی بلکہ حضور اکرم ﷺ سے سنا کر روایت کی ہے۔

غرض کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قوت شدہ نمازوں کی قضاء میں اور قوت شدہ نماز اور وقتی فرض کے درمیان ترتیب ضروری ہے۔ (شرح النہایہ ۱۰۹/۱)

امام حنفیہ امام مالک و امام احمد رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے لیکن امام شافعی اور ابو حنیفہ رحمہما کے یہاں ترتیب مستحب ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ ہر فرض بذات خود مکمل ہے لہذا ایہ فرض کا جواز و دوسرے فرض کے جواز پر متوقف نہیں رہے گا اور نہ ہی فرض

وقت درست ہونے کے لئے فوت شدہ قدرتی چیزیں اننگلی ٹرڈ ہوئی جیسے روزے اور سوۓ کا نیک ٹھہرے کیا تاکہ شرط اس کو سمجھتے ہیں جس پر کسی بوت کا ٹھہرہ ہو وہ جب دو چیز ملاحظہ ہوتی ہیں تو شرط بھی ساتھ ہو جاتی ہے اور اس وقت ہیبت کے صفاتی ہے لہذا فرض وقتی صحیح ہونے کے لئے فوت شدہ قدرتی چیزیں اننگلی ٹرڈ نہیں ہو سکتا لہذا اگر ایک چیز کے دوسری چیز کے لئے شرط ہونے پر دلیل موجود ہو تو اس صورت میں دوسری چیز کے لئے شرط قرار دیا جائے گا جیسے اگر ان تمام جمادات کے لئے شرط ہے وہ شرط ہونے پر انھیں جمادات نہ کہتی ہیں اور وہ اختلاف وہ جب تک کے شرط ہے جس پر "لا اعتکاف الا بالصوم" کو ثابت کیا ہے۔

فرض کو لازم ثنائی وغیرہ کے قول کا علم صحیح ہو گا کہ جب کوئی چیز یا ت خود تصور ہو وہ دوسرے کے لئے شرط نہیں ہو سکتی جس کی وجہ یہ بیان کی گئی تو زیر بحث مسئلہ خود کا مکمل اسی نوعیت کا ہے۔ ایمان و کفر کا اطلاق زیر بحث مسئلہ سے مختلف ہے۔ (حاشیہ شرح النفاہہ صفحہ ۱۰۶)

حاشیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ زیر بحث مسئلہ کا احاطہ ایمان اور کفر وغیرہ سے کیا نہ ہو، حدیث میں امر واجب ترتیب پر جمادات کوئی ہے۔ لہذا ان کی حالت میں یہ ثابت ہو جائے کہ ایمان چیز فکری چیز کے لئے شرط ہے۔ دوسری چیز کو دوسری کے لئے شرط قرار دیا جائے گا جیسے ایمان تمام جمادات کے لئے شرط ہے کیونکہ ان کے لئے قرآن یا "فليس يعصل من الصالحات وهو موثوق" یہ آیت واضح طور پر بتاتا ہے کہ جمادات کے لئے ایمان شرط ہے۔ اسی طرح اختلاف کے لئے روزہ شرط ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "لا اعتکاف الا بالصوم" (یعنی نہیں)۔ دیگر مکرر روایت کے ساتھ تو یہ حدیث مکمل ہے اعتکاف میں روزے شرط ہونے کی علامت روزہ ایک مستقل فرض ہے مگر اس کے وجود میں اس نے اعتکاف کے لئے شرط ہونے پر اور تمام صورتوں کے لئے ایمان شرط ہونے پر دلیل موجود ہے اس لئے ایمان کو جو اصل شرائط ہے تو جمادات کے لئے روزے کو اختلاف کے لئے شرط قرار دیا گیا ہے روزہ فرض تو جمادات کو داخل ہے وہ دوسرے کے لئے شرط نہ ہوگا۔

جو اعتراضات وجوب ترتیب کے قول میں ہو کہتے ہیں کہ مذکورہ زیر بحث مسئلہ بھی اسی کے قریب ہے (جو امر ثنائی کے قول کے لئے ہے)۔ اس پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ چونکہ حضرت بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث موجود ہے "فليس يعصل من الصالحات وهو موثوق" اس صورت میں وجوب ترتیب پر جمادات کوئی ہے اس بنا پر کہتے ہیں کہ فوت شدہ قدرتی چیزیں اننگلی ٹرڈ نہیں ہو سکتی لہذا ان کے لئے شرط ہونے پر اور تمام صورتوں کے لئے ایمان شرط ہونے پر دلیل موجود ہے اس لئے ایمان کو جو اصل شرائط ہے تو جمادات کے لئے روزے کو اختلاف کے لئے شرط قرار دیا گیا ہے روزہ فرض تو جمادات کو داخل ہے وہ دوسرے کے لئے شرط نہ ہوگا۔

علاوہ اس کے بعض شرطیں بھی ہر ایک نے ایسا ہی کیا اور جواب یہ ہے کہ ہر فرض وقتی صحیح ہونے کے لئے فوت شدہ قدرتی چیزیں اننگلی ٹرڈ نہیں ہو سکتی لہذا ان کے لئے شرط ہونے پر اور تمام صورتوں کے لئے ایمان شرط ہونے پر دلیل موجود ہے اس لئے ایمان کو جو اصل شرائط ہے تو جمادات کے لئے روزے کو اختلاف کے لئے شرط قرار دیا گیا ہے روزہ فرض تو جمادات کو داخل ہے وہ دوسرے کے لئے شرط نہ ہوگا۔

اس مسئلہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور ہے یہ معلوم ہوا کہ اگر ایک سے زیادہ نمازیں فوت ہوئی ہوں تو اول

نہز کے لئے اذان دے اور اقامت کہے اور بقی نمازوں کے حق میں اختیار دیا گیا ہے چاہے ہر ایک کے لئے اذان دے اور اقامت کہے تاکہ قضاہ اور کے موافق ہو اور چاہے تو صرف اقامت پر اکتفا کرے کیونکہ اذان تو حاضر کرنے کے لئے ہوتی ہے اور یہاں تو لوگ سب حاضر ہیں، اگر کوئی کہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے مسئلہ خود پر استدلال صحیح نہیں کیونکہ اس میں صرف اقامت کا بیان ہے اذان کا ذکر نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہی حدیث جو سنائی گئی روایت کی ہے اس کو تردید نے بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے اس میں ”فلمصر بلالا فاذن ثم اقام فصلی الظہور ثم اقام فصلی العصر الخ“ کے الفاظ ہیں اور ای طرح امام ابو یوسف نے بھی اپنی سند سے روایت کی ہے تو اگر چہ سنائی کی روایت میں راوی نے اذان کا ذکر نہیں کیا لیکن تردید کی روایت میں اس کا ذکر ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اول نماز یعنی ظہر کے واسطے اذان و اقامت کی اور بقی نمازوں میں صرف اقامت کی تو اس زیادتی پر عمل بہتر ہے۔

نیز سنائی کی مطلق روایت کو متقدم روایت پر محمول کرینگے جو تردید کی روایت میں وارد ہوئی ہے، خصوصاً امام شافعی کے اصول پر اب مسئلہ واضح ہو گیا کہ پہلی نماز کے لئے اذان و اقامت بھی کہے اس کے بعد بقی نمازوں کے لئے اقامت پر اکتفا کیا جائے گا، یہی قول امام محمد سے منقول ہے ان سے معنی ہوا یہ نقل کیا ہے اور شیخ ابو بکر رازی صاعی نے اس کو سب کا قول قرار دیا اور امام شافعی وغیرہ کا قول بخیر بھی یہی ہے۔ (ہدایہ، شرح النہایہ، بحر الوافی)

عنوان کے تحت کی آخری روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یہ روایت بہت مختصر ہے اس روایت میں انہوں نے فرمایا کہ ”صلوۃ الوسطی“ سے مراد صبح کی نماز ہے امام باکندہ امام شافعی کا یہی قول ہے اس کے علاوہ اور بھی قول نقل کئے گئے ہیں چنانچہ حافظ ابو نعیم عبد المؤمن بن خلف الدیمائی نے اپنی کتاب ”کشف المسعطی عن الصلاة الوسطی“ میں انہیں اقوال نقل کئے ہیں، اور زرقانی نے شرح صواعق حریہ میں اقوال نقل کئے ہیں تو مجموعہ صلاۃ الوسطی کی تفسیر میں انہیں اقوال ہیں۔

مگر اکثر صحابہ اور جمہور تابعین کا قول اور بعض احادیث کی دلیل سے یہ ہے کہ صلاۃ الوسطی یعنی درمیان والی نماز عصر ہے کیونکہ اس کے ایک طرف دن کی نمازیں ہیں فجر اور عصر اور ایک طرف رات کی دو نمازیں ہیں مغرب و عشاء، یہی قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور داؤد وغیرہم کا ہے، اس کو علامہ بیہقی نے نقل کیا ہے اور امام نووی نے اس کو قول مختار قرار دیا ہے، اور ماوردی نے کہا کہ امام شافعی نے واضح طور بیان کیا ہے کہ وہ صبح کی نماز ہے لیکن صحیح حدیثوں سے ثابت ہوا ہے کہ وہ عصر کی نماز ہے اس بناء پر مذہب امام شافعی بھی یہی ہوگا کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ اگر کوئی حدیث صحیح میرے قول کے برخلاف پاؤ تو یقیناً جو کہ میرا مذہب وہی ہے جس کے ساتھ حدیث وارد ہوئی ہے اور میرا قول دیوار پر نہ ہو، اب رہا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کا جواب تو انہوں نے یہ بات اپنے اجتہاد سے کہی یا بطور احتمال کے فقہان کی بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے متبادل میں قاطعی حجت نہیں ہو سکتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صلاۃ الوسطی یعنی درمیان والی نماز عصر ہے۔ (متفق علیہ میں علمی رضی اللہ عنہ رواہ الترمذی عن ابن مسعود وصحرفہ بن جندب رضی اللہ عنہ مرقاۃ ۲/۱۲، مظاہر حق ۱/۲۱۵)

کتاب الاذان

بدء الاذان

اذان کی ابتداء

اخبرنا محمد بن اسماعیل و ابراہیم بن الاحسن قال حدثنا حجاج قال قال ابن حرمہ اخبرنی مطلق عن عبد اللہ بن عمرو انه کان یقول کان المسلمون حین قدموا لمدینہ یجتمعون لیتحیوہ الصلاۃ و لیس ینادی بها احد فلتکلموا یونانی قالوا فکان بعضهم یتحدوا انافوسا مثل انافوس النصارى و کان بعضهم یبلی قرونا مثل قرن اليهود فقال عمر رضی اللہ عنہ اولاً یتحدون رجلاً ینادی بالصلاۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بلال قم لتناد بالنصلاۃ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مسلمان جب مدینہ طیبہ میں پہنچے تو اندازے سے نماز کے لئے اوقات عداۃ متعین کر لیتے تھے اور ان اوقات پر قیام ہو جاتے اور کوئی نماز کے لئے اعلان نہیں کرتا تھا تو مسلمانوں نے ایک دن اس بارے میں گفتگو کی چند لوگوں نے کہا کہ نصاریٰ کے ناقوس کی طرح ناقوس بٹاؤ اور کچھ لوگوں نے کہا یہود کے سینک کی طرح سینک بٹاؤ حضرت عمرؓ نے کہا کیوں ایک شخص کو ناقوس بیچتے ہو کہ وہ دو آواز لگا دے نماز کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال رضی اللہ عنہ گھڑے پہلوؤں کو گھڑنے کے لئے بلاؤ۔

تشریح: نکتہ میں اظہار اذان کے معنی انعام یعنی خیر دینے اور آگاہ کرنے کے ہیں، شریعت میں اوقات مخصوصہ میں اظہار مخصوصہ کے ساتھ تہذیب کے واسطے جانے کی حد و اکاذان کہتے ہیں، اذان کی ابتدا اس طرح ہوتی کہ ہجرت کے بعد مدینہ میں جب منوات شہر کے لئے جانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو کوئی ایسی صورت نہ تھی جس سے وقت پر تمام لوگ جمع ہو جائیں اور اندر سے تعین وقت کی صورت میں قوت جماعت کا اندیشہ تھا اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا تو لوگوں نے دیگر اقوام پر نظر کی کچھ لوگوں نے ناقوس بجانے کی رائے ظاہر کی، ناقوس اس کہ کہتے ہیں کہ ایک بڑی گھڑی کو چھوٹی گھڑی سے جڑے ہیں اور کبھی چھوٹے کے لئے ناقوس کا لفظ استعمال کرتے ہیں اس طریقہ سے اوقات نماز معلوم کرنے کا دستور نصاریٰ کے مذہب میں تھا، اور کچھ لوگوں نے بگلی بجانے کی رائے دی تاکہ اس کی آواز میں کسب وکام جمع ہو جائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی تجویز کو مانگ کر فرمایا اور فرمایا کہ ناقوس بجانا نصاریٰ کا اور بگلی بجانا یہود کا طریقہ ہے میں ان کی مخالفت کرتی ہوں۔

تاکہ وہ لوگوں کو نماز کی طاعت دے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے بلال کھڑا ہو نماز کے لئے آواز دے اور اس نے اسطرح سے کیا مراد ہے اس کی وضاحت ابن سعد کی روایت سے ہوتی ہے ابن سعد نے طبقات میں حدیث سنہ سے پہلے کی منزل روایت سے بیان کیا ہے کہ اس نے اذان سنو آتے مرا مجلس فی الوقت ہا ضرر ہو نے کا اعلان کرنا ہے اس سے اذان شروع ہوا نہیں بلکہ ایسی ہی آواز دے کہ الصلوٰۃ جامعة الصلوٰۃ جامعة حافظ ابن حجر نے کہا کہ تمام احادیث پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے جس خیال کا اظہار کیا تھا کہ کسی کو نماز کی اطلاع دینے کے لئے کیوں نہیں بھیجتے وہ مشاورت کے بعد تھا اور حضرت عبداللہ بن زید کے خوب دیکھنے کا واقعہ اس کے بعد پیش آیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اس آیت میں کو تا علیٰ علیہ اور اسنو کوئی وغیرہ کے متحول قرار دیا ہے، چنانچہ انہوں نے شریعت میں یہاں تک کہ اس کو جبر سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی خواب و نئی روایت میں سوا وقت ہو جاتی ہے جس کی صورت یہ ہے کہ پہلے اذان وقت نماز کا مشورہ پیش آیا پھر دوسری مجلس میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے خواب کا واقعہ پیش آیا۔

حافظ ابن حجر نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اذان ہجرت کے بعد شروع ہوئی کیوں کہ یہ حدیث ہجرت سے پہلے اذان کی بات نہیں کرتی ہے، کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایسی حدیث بھی مروی ہے جو کہ میں اذان کی مشروریت پر دلالت کرتی ہیں اس کے جواب میں حافظ موصوف نے کہا کہ ان احادیث میں سے کوئی حدیث صحیح نہیں اور ابن عمر نے یقین کے ساتھ کہا کہ جب کہ میں نماز فرض ہوئی تو حضور اکرم ﷺ بطور اذان کے نماز پڑھتے تھے حتیٰ کہ حضور ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اس کے بعد پانچوں نمازوں کے لئے بلائے کی ضرورت محسوس ہوئی لہذا اس دور میں حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا جیسا کہ اس کا ذکر حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے۔ (فتح المصنف ۲/۲۰، مرقاۃ ۱/۵۵)

نیز قرینہ بھی ملتا رہا ہے کہ اذان مدینہ میں شروع ہوئی کیوں کہ مدینہ کا قرون کا تہہ قاسم طہان بہت کم تھے اور جرحے اور خود حاضر رہتے تھے۔

تثنية الاذان

اذان کے الفاظ دو دو بار کہنے کا بیان

’صبر ما فتية بن سعيد قال حدثنا عبد الوهاب عن ايوب عن ابي لؤي عن انس قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مر بلالا ان يقطع الاذان وان يوتر الاقامة.

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بلال رضی اللہ عنہ کو غزوہ بدر کے دوران کے کلمات جنت میں اور تکبیر کے طاق جی ایک ایک بار۔

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا يحيى قال حدثنا شعبة قال حدثني ابو جعفر عن ابي الصمعي عن ابن عمر قال كان الاذان على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم متين والاقامة معرفة مرة الا انك تقول قد قامت الصلوة قد قامت الصلوة.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اذان کے کلمات اور اقامت کے ایک ایک بار عربی کہتے تھے "قد قامت الصلوة قد قامت الصلوة" یعنی دو۔۔۔

تشریح: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں "یابے کہ" امر سلا لا یبضع الاذان الخ "مختصر و نرم" بلال رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو غزوہ بدر کے دوران کے کلمات جنت میں اور تکبیر پر محمول ہے، نہ کہ غزوہ بدر کے دوران کے "تفریم" مفر ہے یعنی ایک مرتبہ ہے اسی طرح "ان یوتر الاقامة" کا مطلب بھی تعظیم پر محمول ہے۔ (کذا قال علامہ المدھی)

مالمیہ نے "سمران یبضع الاذان" سے اذان کے شروع میں اللہ اکبر دو مرتبہ کہنے پر استدلال کیا ہے کیوں کہ وہ اذان کے شروع میں اللہ اکبر دو بار کہنے کے قول پر اور امام ابو یوسف کا قول بھی اسی طرح نقل کیا گیا ہے "کما هي الضمان" ہم کہتے ہیں کہ یہاں ہمارے نزدیک ترجیح میں ہے درجہ اللہ اکبر کہ شروع کے منظر میں ہے کیوں کہ اس کو دو سانس میں پڑھ لیا جائے نہ کہ چار سانس میں اس کا اول سے عنوان کے تحت کی حدیث اور حدیث ابی حذروفہ میں تحقیق ہو جاتی ہے۔ حدیث ابی حذروفہ رضی اللہ عنہ کو امام شافعی اور ابو داؤد و ترمذی و نسائی وغیرہ نے روایت کیا ہے اس سے اللہ اکبر چار مرتبہ کہنے کا ثبوت ہوتا ہے نیز اس حدیث کے بعض طرق میں اذان کے کلمات اٹھ (۱۸) ہونے کا ذکر آیا ہے اب ظاہر یہ ہے کہ ترجیح اور ترجیح سے بعد مذکور ہوا ہوگا، اسی طرح سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث میں ترجیح و اذان ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان کے شروع میں اللہ اکبر چار مرتبہ کہنا بلا شک و شبہ درست اور صحیح ہے، اور اگر روایات کے درمیان تو فیض کا طریقہ تھے، نہ کیا جائے تو پھر اذان کے باب میں ان روایات پر عمل کرنا متعین ہو جائے گا جو زیادہ واضح اور قوی کا، لعل امتحان نہ لگتی ہوں۔

(معارف السنن: ۲/۸۵۲)

اب دہاتہ مت کا اختلاف تو اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

خفض الصوت في الترجيع في الاذان

اذان کی ترجیع میں آواز کو پست کرنے کا بیان

اخبرنا بشر بن معاذ قال حدثني ابراهيم وهو ابن عبد العزيز بن عبد الملك بن ابي معاذ قال

حدثنی اسی عبد العزیز و جدی عبد الملک عن ابی معذورۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم القعدہ فالقی عنہ الاذان حرقاً فقرأ قال ابو اہیم هو مثل اداننا هذا قلت له اعد علی قال اللہ اکثر اللہ اکبر الشہدان لا الہ الا اللہ مرتین الشہد ان محمد رسول اللہ مرتین ثم قال مصوت دون ذلك الصوت بسمع من حوله الشہد ان لا الہ الا اللہ مرتین الشہد ان محمد رسول اللہ مرتین حی علی الصلوۃ مرتین حی علی الفلاح مرتین اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ.

ابو محمد اور ابو نعیم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کو اپنے سامنے ٹھایا پھر اس کو اذان ایک ایک غلط کر کے سکھائی اور ابیم نے کہا کہ وہ داری اذان کی طرح ہے بشرطین معاو نے کہا کہ میں نے ابراہیم سے عرض کیا تو اس کا اعادہ کیجئے ابراہیم نے کہا "اللہ اکبر اللہ اکبر الشہد ان لا الہ الا اللہ" کو دوسری مرتبہ "الشہد ان محمد رسول اللہ" کو دوسری مرتبہ پھر پہلی مرتبہ کے مقابلے میں دوسری مرتبہ "الشہد ان لا الہ الا اللہ" کو دوسری مرتبہ "الشہد ان محمد رسول اللہ" کو دوسری مرتبہ اس قدر بلند آواز سے کہا کہ ان کے آس پاس جو لوگ تھے انہوں نے سن لیا پھر "حی علی الصلوۃ" دوسری کہا اور "حی علی الفلاح" دوسری کہا پھر "اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ" کہا۔

تشریح: ترجیح یہ ہے کہ اذان میں چار مرتبہ "اللہ اکبر" کے بعد دوسری مرتبہ "الشہد ان لا الہ الا اللہ" اور دوسری مرتبہ "الشہد ان محمد رسول اللہ" پہلی آواز سے کہے پھر لوٹ کر "الشہد ان لا الہ الا اللہ" دوبار بلند آواز سے اور "الشہد ان محمد رسول اللہ" دوبار بلند آواز سے کہے اس ترجیح کے مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اذان میں ترجیح نہیں ہے، امام احمدؒ کے نزدیک ترجیح اور ترک ترجیح دونوں جائز ہیں مگر ترک ترجیح افضل ہے، چنانچہ ابن قدامہؒ نے لکھا ہے کہ امام احمدؒ نے حضرت بلال اور عبد اللہ بن زیدؓ کی اذان کو پسند کیا ہے ان کے اذان میں پسند ہو گئے ہیں اور ان کی اذان میں ترجیح نہیں ہے، ثوری اور اخفیؒ کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ترجیح سنت ہے، امام ابوحنیفہؒ وغیرہم کے قول کا ثبوت ابن عدیشوں سے ہوتا ہے مولیٰ اذان بلالؓ سے جو ترجیح سے خالی ہے اور ترجیح سے خالی ہونا صحیح سندوں سے ثابت ہے۔ امام شافعیؒ کی اذان سے جو آسمان سے نازل ہو کر عبد اللہ بن زیدؓ کو کلمات اذان خراب میں مل گئے تھے اس کی اذان میں ترجیح نہیں ہے چنانچہ ابن الجوزیؒ نے (التحقیق) میں کہا کہ حدیث عبد اللہ بن زیدؓ اذان کے امر میں اصل ہے اس میں ترجیح نہیں ہے، جس سے معلوم ہوا کہ ترجیح غیر مسنون ہے۔ (حکاکہ الزبلی: ۱/۲۱۲)

سوم ابن عمرؓ کی حدیث سے جو اوپر کے عنوان تحفۃ الاذان کے تحت کتب دی گئی ہے وہ بھی ترجیح کے ذکر سے خالی ہے غرض کہ ان حدیثوں سے امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ثابت ہوتا ہے کہ اذان میں ترجیح مسنون نہیں ہے۔

(الکوکب القدی: ۱۰۶، معارف السنن: ۱/۴۷۲)

امام شافعیؒ امام مالکؒ نے ابو محمد وروہ کی اذان والی حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو سائی نے اس عنوان کے تحت اور

آئے والے مولوں کے تحت روایت کیا ہے اس حدیث سے واضح طور پر ترجیح ثابت ہو رہی ہے۔ امام ابوحنیفہ اور آپ کے
 متبعین کی طرف سے حدیث اہل بیت دورہ کے چند جوابات دیئے گئے ہیں۔ (۱) امام محمد بن قیس نے فرمایا کہ ابوحنیفہ دورہ نے شہادتین کے
 ساتھ اس قدر تواتر و بلند نہیں کی جس قدر نبی کریم ﷺ نے چاہی تو حضور ﷺ نے فرمایا "اوجع و امدد عن ہونک" یعنی
 وہ بارہ کہلوایا تاکہ بندہ آواز سے کہے تو دہرائنا شہادتین کی تعلیم کے لئے تھا اس کو ابوحنیفہ دورہ نے ترجیح خیال کیا۔ اس کی مثال یوں
 سمجھ لیں جیسا کہ استاد نے کتاب کی عزت و تین مرتبہ پر موائی تو اس سے یہ سرا نہیں ہوتی کہ کتاب میں مضمون دو تین بار ہے
 بلکہ صرف تعلیم مقصود ہوتی ہے اسی طرح حضور ﷺ نے بطور تعلیم ایسا فرمایا اس کو ابوحنیفہ دورہ ترجیح سمجھ گئے۔ (۲) ابن الجوزی نے
 تحقیق میں لکھا ہے کہ ابوحنیفہ دورہ کو توحید کا یقین تھا پھر جب وہ مسلمان ہوئے اور حضور کریم ﷺ نے ان کو اذان کی تعلیم دی تو
 حضور ﷺ نے شہادت کے کلمات کو ذکر کیا تاکہ قلب میں راسخ اور جم جائے کیوں کہ اسی پر اسلام کی بنیاد تھی اور توحید الہی اور
 شہادت و رسالت پر یقین سے داخل جنت ہوتا ہے قبول میں کڑ جانے کے لئے شہادتوں کا اعادہ فرمایا لیکن ابوحنیفہ دورہ نے خیالی
 کیا کہ اگر شہادتین اذان کے اجزاء میں سے ہیں تو کلمات اذان انہیں شکر تھے۔ ابن الجوزی کا یہ جواب اور جوابات کی
 نسبت سے بہت اچھا ہے، بہر حال انصاف کی بات یہ ہے کہ ترجیح ثابت ہے مگر حنفیہ نے عدم ترجیح کو ترجیح دی کیوں کہ
 حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہمیشہ اذان پڑھتے رہے مگر ان کی اذان میں ترجیح نہیں ہے۔

(معارف السنن: ۱۸۰/۲)

پھر آگے چل کر ۱۸۲ھ میں علامہ بخاری نے زیلعی کے حوالہ سے ارازمیوں نے تحقیق کے عنوان سے ابن الجوزی کا یہ قول
 نقل کیا ہے کہ اذان کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث بنیادی مقام رکھتی ہے اس میں ترجیح نہیں ہے جس
 سے معلوم ہوا کہ ترجیح مستون نہیں ہے۔ نیز دوسری جگہ فرمایا کہ اہل مکہ کا عمل اذان اہل بیت دورہ پر تھا اور جو مذہب ہم نے اختیار کیا
 ہے اس پر اہل مکہ کا عمل راہور ہے کہ ان کے یہاں اذان میں ترجیح حنفی دورہ و اسور اذان سے متعلق پیچھا امر ہے لہذا اس پر
 عمل ہوتا ہے۔ اس کو عمل کرنے کے بعد ملے لکھتے ہیں کہ کلام کا حاصل یہ ہے کہ ابوحنیفہ دورہ و سمرقانی عمیر کی اذان میں ترجیح حنفی
 اب مسئلہ اختیار اور ترجیح کا ہے حوائج نے جن وجوہ کی بنا پر حدیث اہل بیت دورہ کو ترجیح دی ان کی امام بخاری کے قول سے وضاحت
 کی چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ حدیث اہل بیت دورہ چند وجوہ سے حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ پر مقدم ہے۔ اس میں یہ ہے کہ حدیث
 اہل بیت دورہ مؤخر ہے دوسری اس میں زیادتی ہے اور سمرقانی کی زیادت مقبول ہے تیسری یہ کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو اذان کی
 تعلیم کی، چوتھی یہ کہ اہل عرب میں کا عمل ترجیح پر رہا۔ (المجموع: ۱۱۳/۵)

حنبل اور قتیبہ جیسے ہیں عدم ترجیح مقدم ہے ترجیح پر جس کے متعدد وجوہ ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ اذان کے قسم میں حدیث
 عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اس پر اور آسان سے قابل ہونے والے افریقہ کی اذان میں ترجیح حنفی دوسری یہ کہ حضرت بلال رضی اللہ
 عنہ کی اذان میں ترجیح حنفی حالانکہ وہ سفر اور حضر میں حضور اکرم ﷺ کی وقت تک آپ ﷺ کے مؤذن رہے مگر وہ حضرت

ہیں پھر ایذا دہرہ **الصلوۃ** نے اذان کے انہیں اور قاست کے ستر و کلمیں کو ترتیب وار جس طرح حضور ﷺ نے تعلیم فرمائی تھی اسی طرح شمار کیا۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے ابو محمد و کوکان کے قول کے مطابق اذان کے انہیں اور قاست کے ستر و کلمات کی تعلیم دی تو انہیں کا بعد اس صورت میں بھی ہو سکتا ہے جب اذان کے شروع میں تحمیر چار بار کہے اور شہادت کے چار کلمات میں ترجیع کرے اسی طرح قاست کے سترہ طے دو مرتبہ کہنے کی صورت میں بھی ہو سکتے ہیں کیوں کہ انہیں میں سے چار کلمے ترجیع کے کمال دیئے گئے اور وہ کلمے "قد قاست الصلوۃ" کے زیادہ ہوئے تو سترہ ہو گئے حالانکہ اس کے برخلاف ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان میں ترجیع نہیں ہے اور ان کی حدیث میں قاست کے کلموں کو ایک ایک بار چار مرتبہ کورتے ہیں حاصل یہ نکالنا کہ ان میں سے ہر ایک سورت جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(کنز قال علامۃ السنن علی حاشیۃ علی السنن ص ۲۱۳)

علامہ مصنف کی تقریر سے معلوم ہوا کہ ترجیع اور قاست جائز ہیں اور قاست کے متعلق بحث آگے آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ اس ترجیع کے متعلق دوسرے علماء جن کی بھی رائے ہے کہ جائز ہے مگر قول ہمارا حنفیہ کا یہی ہے کہ ترک کیا جائے کیوں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان میں ترجیع نہیں ہے مگر سند بدل جائے اور ابو محمد و کی تعلیم کردہ صورت سنوں ہوئی تو پھر نکالنا کہ ہمارے نبوی شریف میں سنت کیوں کہ ستر و کہ ہو سکتی تھی۔ یہ تو ممکن باتوں میں سے ہے اور ہمارا امام احمد نے فرمایا جیسا کہ شرح اشعابہ ص ۱۶ پر مذکور ہے کہ ترجیع اور ترک ترجیع دونوں میں سے آخری امر ترک ترجیع ہے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ کیا ابو محمد و کی اذان فتح مکہ کے بعد نہیں انہوں نے جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ واپس نہ بیت کی طرف نہیں لوئے بلکہ بلال رضی اللہ عنہ کو بعد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی اذان پر بحال رکھا تو معلوم ہوا ہے کہ اگرچہ ترجیع جائز ہے مگر سنت ترک ترجیع ہے ہر حال کلمات اذان کی تعداد جس حدیث میں ابو محمد و نے بیان کی ہے وہی کوثر شافعی نے تصحیح فرمایا ہے اور دیگر کی جو تعداد بیان کی وہ مذہب حنفی کے وافق ہے اس سے استدلال کرتے ہوئے حنفیہ کہتے ہیں کہ کلمات تکبیر کے ستر و ہیں۔

کیف الاذان

کیفیت اذان کے بیان میں

احمد رضا السعفی بن ابوالہب قال انبأنا معاذ بن عیشم قال حدثنی ابی عن عامر الاحول عن مکحول عن عبد اللہ بن محبیز عن ابی معاذ قال علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاذان فقال اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ اللہ اللہ لا الہ الا اللہ اللہ اللہ ان محمداً رسول اللہ اللہ اللہ ان محمداً رسول اللہ ثم یقول لیسئل اللہ ان لا الہ الا اللہ اللہ اللہ ان لا الہ الا اللہ اللہ اللہ ان محمداً رسول اللہ

اشہد ان محمداً رسول اللہ صلی علی الصلوٰۃ حی علی التسلوٰۃ حی علی الفلاح حی علی الفلاح اللہ اکبر
اللہ اکبر لا الہ الا اللہ

ابو کبیرؓ سے روایت ہے کہ میں کہہ رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو ان کی تعلیم میں طرح دی کہ اللہ اکبر اللہ
اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ
محمداً رسول اللہ ﷺ محمد رسول اللہ ﷺ محمد رسول اللہ ﷺ محمد رسول اللہ ﷺ محمد رسول اللہ ﷺ محمد رسول اللہ ﷺ
اللہ اکبر لا الہ الا اللہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ
اللہ اکبر لا الہ الا اللہ

اخبرنا ابراہیم بن الحسن بن یوسف بن سعد واللفظ لہ قال حدثنا حماد عن ابن جریج قال
حدثني عبد العزيز بن عبد الملك بن ابی محذورة ان عبد الله بن محبوباً أخبره وكان يتيماً في محراب
محذورة حتى جهزه الى الشام قال قلت لابی محذورة اني خارج الى الشام وعسى ان أسأل عن
تأديتك فانعمرني ان ابلغ محذورة قال نه عرج في نهر فكتا ببعض طريق حين يقفل رسول الله صلى الله
عليه وسلم من حنين للقباء رسول الله صلى الله عليه وسلم في بعض الطريق فاذا مؤذن رسول الله صلى الله
عليه وسلم بالصلاة عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فسمعت صوت المؤذن ونحن عنه متكونون فقلنا
لحكيم وبهزاء به فسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم الصوت فارسل اليه حتى وقفنا بين يديه فقال
رسول الله صلى الله عليه وسلم ابيكم الذي سمعت صوته قد ارتفع فاشار المؤذن اليه وصدقوا فارسلهم
كلهم وحسبي فقال قم فاذا بالصلاة ففعلت فالتفتي هلي رسول الله صلى الله عليه وسلم التاذيب هو
بنفسه قال قل الله اكبر الله اكبر الله اكبر الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان
محمداً رسول الله اشهد ان محمداً رسول الله ثم قال ارجع فامض صوتك لم قال قل اشهد ان لا اله الا
الله اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان محمداً رسول الله اشهد ان محمداً رسول الله حي على الصلوة حي
الصلوة حي الفلاح حي الفلاح اللہ اکبر اللہ اکبر لا اله الا الله ثم دعاني حين قضيت التاذيب فاعطاني صبرة
فيها شئسي من لينة فقلت يا رسول الله عني بالتاذيب بمكة فقال قد امرتك به فقدمت علي عناء من
اسيد عامل رسول الله صلى الله عليه وسلم بمكة فادمت معه بالصلوة عن امر رسول الله صلى الله عليه
وسلم

ابن جریرؒ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے عبد العزیز بن عبد الملک بن ابی محذورہ نے بیان کیا اور ان سے عبد اللہ بن
محرز نے بیان کیا اور عبد اللہ بن محرزؒ نے ایک چیم لڑکا ابو محذورہؒ کی پرورش میں تھا کہ اس کو ملک شام جانے کے لئے تیار رہے گا

”بھجا چاہا ہے وہ اقامت کے دہکے یعنی ”قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ“ سے متعلق ہے نیز ممکن کہتے ہیں کہ ابو محمد درہ اور ان کی اولاد کا ترجیح اذان اور افراد اقامت پر دو مرتبہ یہاں تک کہ اہل مصر کے ایام میں تغیر واقع ہو گیا۔ واللہ اعلم

تو ان کا ترجیح اذان اور افراد اقامت پر دوام ایسی چیز ہے جو اس راوی کی روایت کو کمزور نہیں کرتی ہے جس میں اذان و اقامت کے مشیہ یعنی دو بار کہنے کا ذکر آیا ہے۔ اس تاویل کا جوہر علامہ ابن الترمذی نے یہ دیا ہے کہ یہ تاویل مذکور باطل ہے اس کے باطل ہونے پر ابو محمد درہ کی وہ حدیث جو پیچھے لکھی ہے دلائل سے یوں کہ اس حدیث میں وہ خود کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اقامت کے مترادف کی تعلیم دی اور انہوں نے مترادف کن دینے لہذا یہ تاویل صرف ان کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقص اعتبار ہے۔ نیز روح بن عباد کا کہ ان جرح سے روایت میں انہوں نے اقامت کے تمام کلمات کو دو مرتبہ بیان کیا ہے جیسا کہ یہ حدیث متفقہ میں عنوان ”باب من قال بثلثة الاقامات وجميع الاذان“ کے تحت مذکور ہے اس طرح نسائی نے بھی بواسطہ حجاج ابن جرح کی روایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو محمد درہ کو اقامت کے مترادف کی تعلیم دی اور مترادفات ہر کلمہ کو دو بار کہنے کی صورت میں درست ہو سکتے ہیں اس حدیث کو عازمی نے حسن قرار دیا ہے لہذا حیرت کی بات یہ ہے کہ اس صحت کے باوجود اس کا قائل ہونا کہ مشیہ یعنی دو بار کہنے کا حکم صرف اقامت کے دو کلمے یعنی ”قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ“ کی طرف راجع ہے کیوں سمجھ ہو گا۔

دوسرے استدلال کا جواب یہ ہے کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ابو محمد درہ اور ان کی اولاد کا ترجیح اذان اور افراد اقامت پر دوام ناقص قبول ہے اور اس پر دوام کو اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو بہت سے بہت اس کا تقاضا یہ ہے کہ ترجیح اذان اور افراد اقامت کو ترجیح دی جائے جس کے متعلق قائل ہیں اس سے نگرار اور مشیہ کی روایات کا ضعیف ہونا ہرگز لازم نہیں آتا جیسے متنی کے قول سے منضم ہو رہا ہے کیوں کہ حقیقت یہ ہے کہ زیادہ دو راوی حدیث موجود ہونے کی وجہ سے کسی دوسری حدیث پر ترک عمل اس کے ضعیف ہونے کو لازم نہیں کرتا دیکھئے احادیث منسوخہ کے ناقلین اُمر عاقل اور قائل امتداد ہوں تو ہم نے ان کی صحت کا حکم لکھ دیا ہے حالانکہ نسخ موجود ہونے کی وجہ سے ان پر عمل نہیں کیا جاتا لہذا متنی کا قول مذکور ناقص قبول ہے۔

(الجوہر النقی: ۱/۱۱۳)

اذان المنصرفین فی السفر

سفر میں دو متفرق شخص کی اذان کا بیان

اخبرنا حاجب بن سليمان عن وكيع عن سفيان عن خالد الحذاء عن ابي فلابه عن مالك بن الحويرث قال اتيت النبي صلى الله عليه وسلم انا وابن عم لي وقال مرة اخوي انا وصاحب لي فقال اذا سافرنا فاذانا واقبعا ولبنو مكنا اكبر كفا.

حضرت مالک بن حورث رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرے بچا کا بیٹائی کریم رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم سفر کرو تو اذان کو اور تکبیر کو اور قرآن میں سے جو زیادہ دوست کرتے۔

تشریح حضرت مالک بن حورث رحمہ اللہ اور ان کا ساتھی جو چچا زاد بھائی تھادونوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے واپس جانے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم سفر کرو اور نماز کا وقت آوے تو اذان کو اور اقامت کو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ دونوں الگ الگ اذان کہیں اور الگ الگ اقامت کہیں بلکہ دونوں کو خطاب کیا اور مرد یہ کہ تم دونوں اذان کے ساتھ وراۃ امت کے ساتھ نماز پڑھو اور اذان و اقامت تم میں سے ہر ایک کے لئے جائز ہے جو بھی اذان اور اقامت کہے گا وہ دونوں کے لئے کافی ہے اس میں امامت کی طرح بڑے کو چھوٹے پر ترجیح نہیں دی جائے گی اور دوسری بات یہ کہ دونوں کا ساتھ سفر کرنا کوئی ضروری چیز نہ تھا لہذا ہر ایک کو تکلم دیا گیا کہ جب بھی تم سفر کرے اذان و اقامت کہے اسی لئے امامت کے امر میں متفقہ کا لفظ نہیں فرمایا بہر حال حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر اذان و اقامت دونوں کہے افضل یہی ہے کہ دونوں کہے اور اگر دونوں کو چھوڑا تو فکر وہ ہے کہیں کہ دونوں کا چھوڑ دینا حضرت مالک بن حورث رحمہ اللہ کی حدیث میں یہ نہ کہہ کر کے مختلف ہے اور صرف اقامت پر اکتفاء کیا تو جو بڑے اور جواز کا ثبوت اثر اذان صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا ہے جس کو مانع نے روایت کیا ہے کہ اتن عمر رحمہ اللہ سفر میں صرف اقامت پر اکتفاء کرتے سوائے فجر کی نماز کے کہ اس میں دونوں کہتے تھے اسی طرح ہر ایک کو اس امام کے لئے ہے جس کی طرف لوگ جمع ہو جائیں۔

(رواہ مالک، مفتح القدیر: ۱/۸۱، معین الہدایہ: ۲۰۹، ۱۰۳، ۱۳۱ ص ۱۳۱)

اود شاید یہ دونوں علم اور قرأت میں برابر تھے یوں کہ دونوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ساتھ آئے تھے اور ایک ساتھ واپس لوٹے تھے اس لئے عمر میں بڑے کو امامت کے لئے فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ امامت کے لئے افضل شخص کو مقدم کرنا بہتر ہے۔

اجتزاء المرء باذان غیرہ فی الحضر

حضر میں آدمی کا غیر کی اذان پر اکتفاء کرنا

احیوی زیادہ یوب قال حدثنا اسماعیل قال حدثنا یوب عن ابی قلابہ عن مالک ابن الحویرث قال التین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحو شیعۃ متفاربون فاقبما عنده عشرين ليلة وكان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجیما رفیقا فقل ان قد استفتا الی اهلنا فاستأنا عن شرکاء من اهلنا فاعبرناہ فقال او جعوا الی اہلبکم فاقبموا عنہم وعلوہم وروہم واذا حضرت الصلوة فلیؤذن لکم احدکم ولیؤمکم اکبرکم۔

اخبارنا فیہ قال حدثنا اللیث عن ابن شہاب عن سالم عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان
ہلالا یؤذن بلیل فکفوا وادعوا حتی تسمعوا الاذین ابن ام مکتوم۔

سالم اپنے والد ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بلال رضی اللہ عنہ رات سے اذان
دیتا ہے تم کھانا اور پانی یہاں تک کہ اذان ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی اذان سنو۔

تشریح حضرت بلال اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما جن کا نام عبداللہ بن قیس اور بقول اکثر علماء کے عرب بن قیس تھا
دونوں مسجد نبوی کے مؤذن تھے اور ام مکتوم کا نام عائشہ بنت عبداللہ بن عکاشہ تھا اور مخرومہ تھی مکتوم کے معنی ہیں چھپا ہوا دونوں
آنکھ کی روشنی ختم ہو گئی تھی اس لئے مکتوم نام رکھا گیا ان کو تیرہ مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے جہاد کے لئے تشریف لے جاتے وقت
مدینہ پر خلیفہ مقرر کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں قادسیہ کی لڑائی میں شہید ہوئے۔ (کما فی العنی)

وقت سے پہلے اذان جائز نہیں اس پر سب کا اتفاق ہے مگر صبح کی اذان کے وقت میں اختلاف ہے امام یوسف اور امام
شافعی رحمہما اللہ فجر کے واسطے اخیر آدمی رات میں اذان کو جائز کہتے ہیں اور یہی قول امام مالک و امام احمد رحمہما اللہ کا ہے ان کا
استدلال حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات سے اذان دیتا ہے تم کھانا اور پانی یہاں تک کہ اذان
ام مکتوم اذان دے۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک وقت سے پہلے اذان جائز نہیں ہے ان دونوں حضرات کے
مسک کی تائید بتاتل کی روایت سے ہوتی ہے اس میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے بلال! اذان مت دے یہاں تک
کہ فجر طلوع ہو جائے۔ شیخ تقی الدین نے کتاب امام میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی اسناد کے تمام راوی معتبر ہیں نیز حضرت
احمد رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی مسک خشکی کی تائید ہوتی ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب مؤذن فجر کی اذان دیتا تو حضور اکرم ﷺ
کھڑے ہو کر دو رکعت سنت فجر پڑھتے پھر مسجد کو جاتے اور یہ وقت کھانا پینا حرام ہونے کا تھا اور مؤذن اذان نہیں دیتا حتیٰ کہ صبح
ہو جائے۔ (دواء الطحاری)

نیز ابن ابی شیبہ نے مصنف میں جریر سے وہ منسودہ ابی اسحاق سے وہ اسود سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی
ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مؤذن اذان نہیں دیتا یہاں تک کہ فجر روشن ہو جائے اس کی اسناد صحیح ہے۔

نیز حافظ ابن عبدالبز نے التہجد میں ازہم تابعی سے روایت کی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ شان تھی کہ جب کوئی مؤذن
رات میں اذان دے دیتا تو اس سے کہتے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اپنی اذان کا اعادہ کر۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ بات صحابہ رضی اللہ عنہم کے
دور میں ظاہر تھی کہ وقت سے پہلے اذان پکارا کرتے تھے۔ نیز ابو داؤد نے حماد بن سلمہ سے وہ ابویہ سے وہ تابعی سے وہ ابن
عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ نے فجر طلوع ہونے سے پہلے اذان دیدی تو حضور اکرم ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ تین
دفعہ اعلان کرے اے لوگوں! فجر دار ہو جاؤ کہ یہ بندہ سو گیا تھا۔ غرض کہ ان روایات سے بھی امام ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے قول
کی تائید ہوتی ہے کہ وقت سے پہلے اذان دینے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

[illegible]

فہمات علامہ انور شاہ تھکری نے بھی حدیث ائین مرہوشی ادب دیتے ہوئے ان کی تعریف و تحسین کی ہے آپ نے امام شیعانی کی کتاب ائین سے نقل کیا ہے اور فرمایا کہ اس جہ سے مہسوس اور واضح و خلیہ ان کی بھی نقل کیا ہے کہ اگر آپ جیسے افاضی اہل تشیعہ کے لئے تھی۔ (معارف السنین، ۱۶/۲، ص ۱۶۷)

[illegible]

(فتح المفسر ١٠: ٢٠٠، بحر الرقيق ١٢: ٢٠٠)

هل يؤذن جميعا او فرادى

کیا دونوں اکٹھے اذان کہیں گے یا الٹ الٹ

احمد بن يعقوب بن ابراهيم قال حدثنا حمض بن عبد الله عن الحسن بن عاصم عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا ذن بلال فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن ام مكتوم قالت وما يكر بيومها الا ان ياتي هذا ويضع هذا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب خدائی زبان سے کوئی کلمہ نکلے تو اسے چھو کر پڑھنا جائز ہے۔

اخبرنا يعقوب بن ابراهيم عن هشيم قال اباء مضمور عن جيب بن عطال عن حماد عن عمنه ابيه
 قالت فل رسول الله صلى الله عليه وسلم لا أدن ابن او مكته فكلوا واشربوا ولا أدن بلال فاذن كلوا

ولا تشربوا

حضرت میر تقی میرؒ کی یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب میں منہموزان کے قطرے لگاؤں تو میری دُعا قبول ہوگی۔

[illegible]

بہر حال مومن کے تحت کی حدیثوں سے ایوانوں کا ثبوت تو بہر باب حیران سے وقت سے پہلے ان کے جواز پر
 حتمہاً ثابت نہیں ہوں کہ ان کی ہی اذان پہ اکتفا نہیں کیا گیا اور اگر ایک اذان کافی تو چار، پندرہ، اسی یا ستر کی بلند
 آواز کے ساتھ اور کوئی صورت نہیں کہ اذان دلی تیر، پندرہ بجے کے لئے تھی۔ تعجب ہے کہ سرکاری اور عام بوجہ صاف وغیرہ جاپ کے
 تے ایک بلکس اقدار اندہ ہونے کے باوجود ایک اپنے منظر پر مبنی وقت سے پہلے اذان فجر کے بعد زیر صحنہ طالعندی اس شخص نہیں
 کیسے اتفاق کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (معروف المسنن ۱۲/۲۰)

الاذان في غير وقت الصلوة

غیر وقت تھمار میں اذان دینے کا بیان

اخير: السحق بن ابراهيم قال: سمنا المعتمر من مومن عن به عن ابي عثمان عن ابي سعيد عن
السبي صلى الله عليه وسلم قال: ان ثلاثا يؤمن منهن يوفى الله دينكم ويجمع قلوبكم وان يقول هكذا
يعني في التسبح.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جبکہ اپنی رات سے اذان دے کر صبح تک سوئے رہو، اللہ تعالیٰ تم کو اللہ کے فضل سے نوازے گا۔

کیف یصنع المؤذن فی اذانه

مؤذن اپنی اذان میں کس طرح کرے

ابوہریرہؓ بن عیسیٰ بن خلیل قال حدثنا وکیع قال حدثنا سفیان عن عوف بن ابی جحوف عن ابیہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فخرج بلال فأذن فجعل یقول فی اذانه هكذا یعرف بمعنا وشمالا۔ حضرت ابی حمزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مجھے اس انداز میں اذان پڑھانی کہ اس طرح دائیں اور بائیں طرف چہرہ پھیرتے تھے۔

تشریح: قول کا اطلاق نفل پر ہونا اشارت ہے یہاں قول کا اطلاق نفل پر کیا گیا ہے لہذا "فجعل یقول" کے معنی کے "فجعل یفعل" کے ہیں اور جملہ "بمعنا وشمالا" سابقہ جملہ "فجعل یقول" کا بیان ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ "حس علی الصلوٰۃ" اور "حس علی الفلاح" پر پہنچے تو ان دونوں کے کہنے کو اپنا چہرہ دائیں اور بائیں طرف پھیرتے تھے کہ دونوں طرف والوں کو آواز پہنچے۔ (ہامش السنن فی اعلامہ السنہ ص: ۱۲۲)

بہر حال "حس علی الصلوٰۃ" اور "حس علی الفلاح" کے وقت دائیں اور بائیں طرف چہرہ کا پھیرنا سنت اذان ہے لہذا انہما نماز پڑھنے یا جماعت کے ساتھ اس سنت کو نہ چھوڑے کی بھی وجہ ہے کہ ان کے اشارے کے جو نقص یہ اشد وجہ کے کان میں آئیں دے دو بھی ان دونوں کلمات پر اپنا چہرہ پھیرے مگر دونوں قدم اپنی جگہ پر رہیں کیوں کہ وارفتگی نے بواسطہ سید بن غفیر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اکرم ﷺ نے تمہیں دیا کہ جب ہم اذان اور اقامت کہیں تو دونوں قدم ان کی جگہ نہ ہٹائیں۔ (بحوالہ رائق ص: ۱۰/۲۷۷)

اب یہ سوال کیا قیامت میں بھی "حس علی الصلوٰۃ" اور "حس علی الفلاح" کے وقت میں دائیں اور بائیں چہرہ پھیرے؟ نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اقامت بعد از کلمات اور ترتیب کلمات اور فرائض کے لئے سنت ہونے میں مثل اذان کے ہے مگر چند چیزوں میں اذان بھی نہیں جیسے اذان میں مستحب یہ ہے کہ اپنی دونوں انگلیوں کو ان کے اندر رکھے اور اقامت میں قول مختار کے مطابق ایہ کرنے کا حکم نہیں ہے اسی طرح اقامت میں قول نہیں ہے اسی طرح اقامت میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" کے اضافے کی اجازت نہیں ہے۔ (مکذا قال فی اعلامہ محمد اعجاز علی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مفاتیح ص: ۱۱/۶۱)

رفع الصوت بالاذان

بلند آواز کے ساتھ اذان دینے کا حکم دینا

ابوہریرہؓ بن سلمہ قال انبأنا ابن القاسم عن مالک قال حدثنا عبد اللہ بن حسن بن عبد اللہ ابن

عبدالرحمن بن ابی صعصعة الانصاری العاصمی عن ابيه انه حبره ان امام عبد الحميد بن محمد قال له اني اراك تحب النعم والبادية فان كنت في جمعك او ما ذنبك فاذت يا صبيحة فارفع صوتك الله لا يسمع مدى صوت المؤذن حس ولا انس ولا شئ الا شهيد له يوم القيامة قال ابو سعيد سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم .

عبدالرحمن اپنے والد عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمد اللہ نے عبد الرحمن و انس بات کی خبر لی ۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ سے کہا کہ یہ بھلا کچھ نہیں دیکھا ہوں کہ کوئی اور بھلا میں رہتے رہتے نہ کرتے وہ سب تم اپنی عمر کے ساتھ بھلا میں رہا اور نماز کے واسطے اذان و اقامت کی آواز پڑھ کر کہوں کہ مؤذن کی آواز کے آواز نہیں سننے میں اور نہ ہی دروازوں کی آواز مگر قریب سے کہ ان اس کے واسطے کہ وہ اس کے حضور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے ہیں کہ اس نے ان کو رسول اللہ ﷺ سے سنا ۔

اخبرنا اسماعيل بن مسعود ومحمد بن عبد الله بن علي قال حدثنا يزيد بن ابي ربيع قال حدثنا شعبة عن موسى بن ابي عثمان عن ابي يحيى عن ابي هريرة سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول المؤذن يعمر له بعد صوته ويشهد له كل رطب وباقس .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ (رطب و باقس) سے پڑھتے ہوئے عاتق کو مؤذن کی مغفرت پڑھائی جاتی ہے اور ہر رطلہ چیز اس کے لئے کوئی دیتی ہے ۔

اخبرنا محمد بن المنصور قال حدثنا معاذ بن هشام قال حدثني ابي عن قتادة عن ابي اسحق الكوفي عن السواء عن عازم بن النسي صلى الله عليه وسلم قال ان الله وملائكته يصلون على الصنف المقدم والمؤذن بفقره بعد صوته ويصلونه من سمعه من رطب وباقس وله مثل اجر من صلى معه .

حضرت ہشام بن عازم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے اگلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں اور مؤذن کی فقرہ اور آواز اس کے مغفرت کی جاتی ہے اور اس کی تصدیق فرمائی جاتی ہے اور عتق اور جو بھی پڑھ اس کی رازش میں اور جتنے لوگ اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں ان کے ہر رطلہ ثواب ملتا ہے ۔

تشریح : ان کو حضور ائمہ نے آواز پڑھتی زیادہ بلند ہوئی انہوں نے کہا کہ ہم نے نبی کریم ﷺ سے سنا تھا کہ اللہ اور اس کے فرشتے اگلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں اور مؤذن کی فقرہ اور آواز اس کے مغفرت کی جاتی ہے اور اس کی تصدیق فرمائی جاتی ہے اور عتق اور جو بھی پڑھ اس کی رازش میں اور جتنے لوگ اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں ان کے ہر رطلہ ثواب ملتا ہے ۔

اللہ کیا طے کرے کہ اس کے متعلق حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا تھا کہ اللہ اور اس کے فرشتے اگلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں اور مؤذن کی فقرہ اور آواز اس کے مغفرت کی جاتی ہے اور اس کی تصدیق فرمائی جاتی ہے اور عتق اور جو بھی پڑھ اس کی رازش میں اور جتنے لوگ اس کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں ان کے ہر رطلہ ثواب ملتا ہے ۔

یعنی ابتدا یہاں مؤذن کی آواز کی آخری حد مراد ہے ۔ اگلی روایت میں ”بعد صوته“ کا لفظ آیت میں کا معنی ہے نتیجہ آواز اور شائد کہ مراد یہ ہے کہ جرات و نشان اور جو بھی چیز مؤذن کی آواز سے آواز کوئی دیتی ہے ۔

و اسے گواہی دیں گے تو قطعاً ہدی کے ذکر سے یہ بات صحیح ہوئی کہ مؤذن کی انتہائے آواز جس کی حیثیت بھنگ سے زیادہ نہیں جب وہ کان میں پہنچے تو بہتات اور انسان وغیرہ گواہی دیں گے تو جو اذان کی صاف آواز قریب سے سنیں گے وہ درجہ اولیٰ گواہی میں گئے اس میں ترغیب دی ہے مؤذن کو آواز بلند کرنے پر تاکہ اس کے گواہ بہت سے ہوں اور حدیث میں بیان کردہ شہادت مؤذن کی عظمت، بشارت اور بندی و بند کے اظہار کے واسطے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ دوسری اور تیسری حدیث میں آیا ہے کہ بعد از موت دعوت یعنی آواز کو قدر طاقت بلند کرنے اور پھیلانے کے مؤذن کی مغفرت کی جاتی ہے اور ہر مطلب اور ایسی ہر طبقہ و چیز جس میں بڑھنے کی قوت ہو جیسے آبی نباتات وغیرہ اور ایسی سے مراد وہ چیز جس میں بڑھنے کی قوت نہ ہو جیسے پتھر و پھاڑ وغیرہ غرض کہ ہر تر اور خشک چیز مؤذن کے لئے گواہی دیتی ہے اور اس کی تصدیق کرتی ہے اب مؤذن جس قدر آواز بلند کرتا ہے مغفرت بھی اسی قدر ہوتی ہے گواہی پھر پھر طاقت سے آواز اجنبائی مسافت کو پہنچ جاتے تو مغفرت بھی مکمل پاتا ہے اور اگر آواز اس کی قوت کی مسافت تک پہنچتی ہے تو موافق اس کی مغفرت ہوتی ہے بعض حضرات نے کہا کہ اگر نماز کا ذکر نہیں کیا جائے اور اسے ہوں کہ مقام اذان اور جہاں تک اذان کی آواز پہنچتی ہے کے درمیانی فاصلہ کو بھر دیں تو سب بخشے جاتے ہیں ہر حال بعد از موت مغفرت ملے جانے کے یہی دو ممکنہ شمار میں نے بیان کئے ہیں۔

(کذا فی حاشیہ التہذیب ۱۳۱/۲/۲، مطاوع حق)

التَّوْبُ فِي آذَانِ الْفَجْرِ

فجر کی اذان میں توبہ کا بیان

احمر بن مسعود بن نصر قال اذنا عبد الله عن سفيان عن ابي جعفر عن ابي سلمان عن ابي محنوزة قال كنت اذن لرسول الله صلى الله عليه وسلم وكنت اقول في اذان الصبح الاول حي على الفلاح الصلاة خير من النوم الصلاة خير من النوم الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله.

حضرت ابو محنوزہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے واسطے اذان ادا کرتا تھا اور میں فجر کی اذان میں کہتا تھا "حي على الفلاح الصلاة خير من النوم الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله"۔

ابو عبد الرحمن بن عيسى قال حدثنا يحيى وعبد الرحمن قال حدثنا سفيان بهذا الاثر نحوه قال ابو عبد الرحمن وليس طبع جعفر المروزي.

عمر بن مولى كعبہ کہتے ہیں کہ ہم سے سنی گئے اور عبدالرحمن نے حدیث بیان کی اور دونوں کہتے ہیں کہ ہم سے بھی سفیان نے اسی سند کے ساتھ شمس کی حدیث سے بیان کیا۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بعد از روزِ جمعہ نبی کریم ﷺ کے واسطے اذان کہتے تھے اذان کہتے

تھے ان ہاں ہر مٹ میں کوئی ذکر نہیں علامہ سندھو نے لکھا ہے کہ شاہ فیہی نے مرہمہ چیلو کے لئے حجۃ الوداع کے دنوں میں انوالن کی جو کی بنی اور امت میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تنبویہ کے مکتبی یہ ہیں کہ خیر وادار نے گئے بعد پھر خیر وادار نے کی صرف جو کرنا اور مذہب کا قول "الصلوة خیر من النوم" "نیک نماز بخیر سے ان مفہوم سے نکالی نہیں اس لئے اس کو تنبیہ سے تعبیر کیا گیا، (خامس النہایہ ۱۳۶) دراصل تنبیہ کا لفظ قسمت پر بھی بولا جاتا ہے اور فخری الزان میں موانع تنبیہ الصلوٰۃ خیر من النوم "پر بھی وارد ہے، تبصران دعوت میں ہے ہر نیک کو تنبیہ تک کہ کہتے ہیں جو نیک کریمہ یعنی: کے وقت سے اب تک ثابت ہے اور زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ فخری الزان میں "الصلوة خیر من النوم" کی زیادتی داخل: ان تھی اور حدیث کا لفظ بھی "اجعلہ فی الذلک" اس کو بھی الزان میں شامل کر دے داخل الزان ہونے پر دلیل ہے۔

میرا دل جب وہ حضور ﷺ کے حکم سے داخل کیا گیا تو یہ فی بات نہیں جو دین کے خلاف ہو بلکہ مشروع ہے اور شرع کے نزدیک فحش و اذنی نہیں اس کی زبانی حلت ہے اور اہل علم و ایمانی نے واضح کیا ہے کہ یہ مقصود مذکور ہمارے ائمہ ثلاثہ کا مسلک ہے اور اہل مالک وشافعی اور اہل احمد ونبی و احمد ونبی ہم کا بھی یہی مذہب ہے اور سخت ہوئے پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث "ما انت کرہی ہے اس میں آیا ہے" معنی "السا اذا قال السوء من في اذان العجور حيا الفلاح قول الصلوة عيو من السوء" کہ فحش و اذنی میں جس کی عمل الخلاف کے بعد ا صلوة فخر من التوم کو نہاست ہے۔ اس کو ابن خزیمہ و دارقطنی اور بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ابن اسکن نے اس کو صحیح کہا کہ معافی التلخیص ۷۵ (مزید تفصیلات شروحات جراید و معارف السنن لمؤلفہ المشورہ میں ۳۰۴/۲ سے آخروہ کہہ لیجئے۔

فقال ابو عبد الرحمن ولبس ماني جعفر القراء امامنا في كعبه من كرات من يد باب كراوى ابو جعفر جس سے مغيان نے روایت کی وہ ابو جعفر محمد بن ابراہیم بن مسلم بن مران بن النعمانی ہیں جو مسجد اعراباں کے مہتابوں تھے ان صحابن وغیرہ نے ان کو قاتل کر دیا۔

آخر الاذان

وہ ان کے آخری کلمات کا بیان

خبرنا محمد بن معمر بن عیسیٰ قال حدثنا الحسن بن ابرہم قال حدثنا وھب قال حدثنا الاعمش عن ابوالخیر عن الاسود عن بلال قال أخبر الان الله اكبر اذ اكبر لا اله الا الله.

اسود نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا آخری کلمات قرآن کے "اللہ اکبر اللہ اکبر" اللہ اکبر سے پہلے "لا اله الا الله" (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) ہے۔

اخبرنا سويد قال انما عبد الله عن سفيان عن منصور عن ابراهيم عن الاسود قال كان آخر اذان
لا اله الا الله اكبر لا اله الا الله.

ابراہیم اسور سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ لیل کی اذان کے آخری کلمات "اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا
اللہ" ہیں۔

اخبرنا سويد قال انما عبد الله عن سفيان عن الاعمش عن ابراهيم عن الاسود مثل ذلك.
اعمش نے بھی جوا۔ ابراہیم اسور مثل حدیث منصور کے روایت کی ہے۔

اخبرنا سويد قال حدثنا عبد الله عن يونس بن ابي اسحق عن محارب بن دثار قال حدثني الاسود
ابن يزيد عن ابي محنرة ان آخر الاذان لا اله الا الله.

محارب بن دثار کہتے ہیں کہ مجھ سے اسود بن یزید نے ابی محنرہ کے واسطے سے حدیث یونس کی کہ اذان کا آخری کلمہ
لا الہ الا اللہ ہے۔

تشریح: حضرات محدثین نے اذان کے آخری کلموں کو کلمات ہمزائے کے ساتھ قلم بند کیا ہے تاکہ شروع اذان پر
قیاس کر کے آخر میں بھی ٹھیک چار بار سنوں ہوئے گا وہم پیدا نہ ہو یا اذان کے آخر کلمات پر قیاس کر کے توحید کے کلمہ یعنی لا الہ الا
اللہ کو دوبار کہنے کا وہم پیدا نہ ہو اور شاید معنی توحیدی و بافت کے لئے اذہن میں کلمہ توحید کو ایک بار کہنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

(کذا فی هامش لسانى لعلامة السدي: ۱۵/۲)

الاذان في المتخلف عن شهود الجماعة في الليلة المطيرة

بارش والی رات میں جماعت میں حاضر نہ ہونے کا اعلان کرنا

اخبرنا قتيبة قال حدثنا سفيان عن عمرو بن دينار عن عمرو بن اوس يقول اننا رجل من ثقف انه
سمع مسادى النبي صلى الله عليه وسلم يعني في ليلة مطيرة في السفر يقول حي على الصلوة حي على
العلاج صلوا في رحالكم.

عمرو بن دينار نے عمرو بن اوس کی روایت سے بیان کیا ہے کہ عمرو بن اوس کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک ثقفی شخص نے بیان کیا
ہے کہ انہوں نے سفر میں بارش والی رات میں نبی کریم ﷺ کے منادی سے یا اعلان کرتے سنا "حي على الصلوة حي على
العلاج" تم اپنی منزلوں میں تھماؤ۔

اخبرنا قتيبة عن مالك عن دفع ابن عمر اذن بالصلوة في ليلة ذات برد وريح فقال لا صلوا في
الرحال فان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يأمر المؤذن اذا كانت ليلة ماردة ذات مطر يقول الاصلوا

فی الحال.

نافع سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سردی اور ہوائی رات میں نوازیں دیں اس کے بعد کہا خدا اپنے نیکانوں میں نماز پڑھو اس لئے چنگ رسول اللہ ﷺ مؤذن کو حکم دیتے تھے جبکہ رات غنڈی اور بارش دینی ہوتی کہ یوں اعلان کرے کہ خبردار اپنی منزلوں میں نماز پڑھو۔

تشریح: جو لوگ بد حرم مسجد میں آسکتے ہیں ان پر جماعت واجب ہے لیکن اگر چہ وہ ہوا یا بارش وغیرہ کا بندر ہو تو جماعت کا وجوب نہیں رہتا بلکہ ایسے حالات میں شریعت نے اپنے اپنے گھر یا مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے چنانچہ اس حدیث میں آیا ہے کہ سفر میں ایک رات کو بارش ہو رہی تھی تو نبی کریم ﷺ کے منادوں نے قوموں کو آگاہ کرنے کے لئے اذان کے بعد ”حسی علی الصلوة“ ”نماز کو آؤ“ ”حسی علی الصلاح“ ”گامریابی کی طرف توجہ کرو“ ”صلوا فی رحالکم“ ”پنی منزلوں میں نماز پڑھو“ کی آواز لگائی دونوں اعلان میں کوئی تضاد نہیں۔

پہلا ”حسی علی الصلوة“ ”حسی علی الصلاح“ کے اعلان میں تضاد یہ کہ نماز یا بہت عت فراموش ہے اور اس میں توجہ کثیر ہے تاکہ جردتہ جماعت میں شریک ہوا جائیں وہ اس سے باز نہ رہیں۔ مگر دوسرے اعلان ”صلوا فی رحالکم“ سے خبر کی حالت میں ترک جماعت کی اجازت بتا دی گئی۔

دوسری حدیث میں آیا ہے کہ تیز ہوا اور سردی کی رات میں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ”الاذان“ ”الاصلاح“ ”حسی الرحال“ خبردار اپنے گھر یا مسجد میں نماز پڑھو کیوں کہ ایسے بندے اپنے نیکانوں میں نماز پڑھنے کی بھی کریم ﷺ سے اجازت دی ہے ظاہر تو یہی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے پہلے اذان دی اور اذان سے ظاہر ہونے کے بعد اعلان کیا ”الاصلاح“ ”حسی الرحال“ ”صلوا فی رحالکم“ سے معلوم ہوا کہ تیز ہوا اور سخت بارش وغیرہ کے طور سے اگر مسجد میں پہنچنے سے پہلے تو کوئی حرج نہیں ایسی صورت میں ترک جماعت کی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (کنز الدقائق فی هامش السنائی للعلامة السبکی ۱۵/۲)

اور حدیث میں سفر کی قید احترازی نہیں واقعی ہے۔

الاذان لمن یجمع بین الصلوتين فی وقت الاولى منهما

جو شخص دو نمازوں کے درمیان جمع کرے ان میں سے پہلی نماز کے وقت اذان دینے کا بیان

اخیر یا امیر ابن ہارون قال حدثنا حاتم بن اسماعیل قال ابان جعفر بن محمد عن ابیہ ان جابر بن عبد اللہ قال سار رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم حتی اتی عرفة فوجد القبة قد حضرت نہ بدمرة فزل بها حتی اذا اذاعت الشمس امر بالقصوة فرحمت نہ حتی اذا انتهی الی بطن الوادی عطف الناس لم اذن بلال ثم اقام فصلی الظهر ثم اقام العصر ولم یصل بينهما شیئاً.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ منی سے عرفات کی طرف چلے یہاں تک کہ میدان عرفات پہنچے وہاں خیمہ کو مقام منہرہ میں کھڑا کیا گیا یا حضور ﷺ اس میں اترے جب آفتاب ڈھل گیا تو قصواء نامی اونٹنی کا کاہادہ کھنے کا حکم دیا، لیکن کسا گیا حضور ﷺ اس پر سوار ہو کر وطن وادی میں پہنچے وہاں لوگوں کو خطبہ سنایا پھر جلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی پھر اقامت کہی پھر عمرہ کی نماز پڑھی پھر اقامت کہی پھر عصر پڑھی اور دونوں کے درمیان کوئی نماز یعنی نفل نہیں پڑھی۔

تفسیر: اس حدیث میں جمع تقدیم کا بیان ہے اس کا ثبوت حدیث مشہورہ سے ہے اور اس کے جواز پر تمام عرفہ میں تمام امت کا اجماع ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ امام عمرہ اور عصر کو وقت ظہر میں ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ پڑھائے عمرہ کے لئے اذان اور دو اقامت بھی کہے پھر عصر کی اقامت کہے اذان نہ دے کیوں کہ عصر حفاظت جماعت کے لئے یا اشتداد وقوف کے لئے اپنے وقت معبود سے پہلے ظہر کے وقت ادا کی جاتی ہے لہذا لوگوں کو اطلاع دینے کے لئے صرف عجمہ کافی ہے۔ (بذاریہ) اپنی تفصیل کتاب الحج میں آئے گی اللہ تعالیٰ۔

الاذان لمن جمع بین الصلاتین بعد ذهاب وقت الاولیٰ منهما

اذان اس شخص کے لئے جو دو نمازوں کے درمیان جمع کرے ان میں سے پہلی نماز کا وقت ختم

ہونے کے بعد

اخیر نسائی اسحاق بن ابراہیم بن ہارون قال حدثنا حفص بن محمد عن ابیہ ان جابر بن عبد اللہ قال قطع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی انتہی الی المزدلفۃ فصلی بنا المغرب والعشاء باذان والاقامتین ولم یصل بینہما۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ عرفہ سے چلے یہاں تک کہ مزدلفہ میں پہنچے وہاں مغرب وعشاء کی نماز ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ادا فرمائی اور دونوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی یعنی نہ سنت پڑھی اور نہ کوئی نفل۔

ابن عمر بن ابی بن حجر قال ایتانا شریک بن سلیمان عن سعید بن جبیر عن ابن عمر قال کنا معہ بجمع فاذا فیہ ثم اقام فصلی بنا المغرب ثم قال الصلوۃ فصلی بنا العشاء رکعتین فلکنت ماحلہ الصلوۃ قال ہکذا صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی هذا المكان۔

سعید بن جبیر ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ابن عمر کے ساتھ مزدلفہ میں تھے اذان دی پھر اقامت کہی پھر ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی اس کے بعد عشاء کی دو رکعتیں پڑھائیں میں نے کہا یہ کسی نماز ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اسی جگہ میں۔

تشریح: اس حدیث کے متعلق یہ کہ جس کتاب میں آج میں آئے گی انکے، اللہ تعالیٰ یہاں ان روایات کا ذکر سلسلہ کی مسابقت سے نہیں بلکہ کتاب الاما کی مسابقت سے انکی بیان کر دیا کیونکہ عرفات میں دو دنوں کے لئے ایک ہی اذان اور مزدلفہ میں بھی دو دنوں کے لئے ایک ہی اذان کا ذکر روایات میں آیا ہے مزدلفہ میں جمع تا غیر یعنی مغرب کو قضاء کے وقت میں ایک ساتھ حقیقتاً جمع کے جواز پر تاسر است کا اتفاق ہے۔

الاقامة لمن جمع بين الصلاتين

جو شخص دو نمازیں اکٹھی پڑھے اس کے لئے اقامت کا بیان

احمد بن محمد بن العثی قال حدثنا عبد الرحمن قال حدثنا شعبة عن الحكم وسلمة بن كهيل عن سعيد بن جبیر انه صلى المغرب والعشاء جمع باقامة واحدة ثم حدث عن ابن عمر انه صنع مثل ذلك وحدث ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم صنع مثل ذلك

عمر بن کھیل سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے مغرب وعشاء کی دو مزدلفہ میں ایک اقامت سے پڑھی پھر انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی ایسا ہی کیا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے بھی مزدلفہ میں اسی طرح سے نماز پڑھی۔

احمد بن عمرو بن عیسیٰ قال حدثنا يحيى بن سعيد قال حدثنا اسماعيل وهو ابن ابي حنيفة قال حدثني ابو اسحق عن سعيد بن جبیر عن ابن عمر انه صلى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بجمع باقامة واحدة

سعید بن جبیر ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مزدلفہ میں ایک اقامت سے نماز پڑھی۔

احمد بن اسحق بن ابی ابراہیم عن وكيع قال حدثنا ابن ابي ذئب عن الثوري عن سالم عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم جمع بينهما بالمرأة صلى كل واحدة منهما باقامة ولم يخطو قلا واحدة منهما ولا بعد.

سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مغرب اور عشاء دونوں مزدلفہ میں اکٹھی پڑھیں ان دونوں میں سے ہر ایک اقامت کے ساتھ پڑھی اور ان دونوں میں سے کوئی ایک نماز سے پہلے نفل نہیں پڑھی اور نہ بعد میں۔

تشریح: عنوان کے تحت کی "خری حدیث کے الفاظ" صلی کل واحدة منهما باقامة "سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مزدلفہ میں مغرب وعشاء نماز (واقامت کے ساتھ پڑھی لیکن اس سے ظاہر کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں

الاكتفاء بالاقامة لكل صلاة

ہر ایک نماز کے واسطے صرف اقامت کہنے کا بیان

اخرجنا الحسن بن زكريا بن دينار قال حدثنا حسين بن علي عن زائدة قال حدثنا سعيد بن ابي هريرة قال حدثنا هشام بن ابا الزبير المكي حدثهم عن نافع بن جبير بن ابي عبيدة بن عبد الله بن مسعود حدثهم ان عبد الله بن مسعود قال كنا في غزوة فحبسنا المشركون عن صلاة الظهر والعصر والمغرب والعشاء فنما انصرف المشركون امر رسول الله صلى الله عليه وسلم عناديا فاقام لصلاة الظهر فصلينا واقام لصلاة العصر فصلينا واقام لصلاة المغرب فصلينا واقام لصلاة العشاء فصلينا ثم طاف عنا فقال ما على الارض عصابة يدكرون الله عز وجل غيركم.

ابو عبيدة بن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه نے اپنے شاگردوں نافع بن جبير وغيرہ سے حدیث بیان کی کہ عبد اللہ بن مسعود رضي الله عنه نے فرمایا کہ ہم غزوہ خندق میں مشغول تھے شرکوں نے ہم کو نماز گھر اور عصر و مغرب اور عشاء سے باز رکھا پھر جب مشرکین واپس لوٹ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے منادی کو حکم دیا منادی نے نماز ظہر کے لئے اقامت کی ہم نے ظہر پڑھی پھر نماز عصر کے لئے اقامت کی ہم نے عصر پڑھی پھر نماز مغرب کے لئے اقامت کی ہم نے مغرب کی نماز پڑھی پھر نماز عشاء کے لئے اقامت کی ہم نے عشاء کی نماز پڑھی پھر حضور آرم ﷺ ہمارے طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اس روئے زمین پر تمہارے سوا کوئی ایسی جماعت نہیں جو اللہ بزرگ و بڑی عبادت کرتی ہو۔

الاقامة لمن نسي ركعة من صلاة

جو شخص نماز سے ایک رکعت بھول گیا اس کیلئے اقامت کا بیان

اخرجنا قتيبة قال حدثنا اللبث بن يزيد بن ابي حبيب ان سويد بن ليس حدثه عن معاوية بن حديج ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى يوما لسلم وقد بقيت من الصلاة ركعة فادركه رجل فقال نيت من الصلاة ركعة فدعيل المسجد وامر بالالا فاقام الفصولا فصلينا للناس ركعة فاعتبرت بذلك الناس فلما لمي اتعرف الرجل قلت لا الا ان اراه عصر مي فقلت هذا هو قالوا هذا طلحة بن عبيد الله.

حضرت معاویہ بن حدیج رضي الله عنه کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن نماز پڑھی پھر سلام پھیرا حالانکہ نماز سے ایک رکعت باقی تھی ایک آدمی نے عرض کیا کہ آپ نماز سے ایک رکعت بھول گئے پھر مسجد میں داخل ہوئے اور بل ﷺ کو حکم دیا بل ﷺ نے نماز کیلئے اقامت کی پھر حضور ﷺ نے لوگوں کو ایک رکعت پڑھائی زنادی حدیث معاویہ کہتے ہیں میں

نے لوگوں کو اس کی اطلاع دی تو لوگوں نے مجھ سے کہا تم اس جانے والے آدمی کو جو سنتے ہو میں نے کہا نہیں لیکن اگر اس کو کچھ لوں تو پہچان لوں گا پھر وہ میرے سامنے سے گزرنے لگائیں گے کہا وہ آدمی یہی ہے لوگوں نے کہا یہ ہمیں ابن عبید اللہ ہیں۔

تشریح: اس حدیث میں صحابہ بنی حدیث کے ساتھ ساتھ جو اللہ بیان کیا اس کے متعلق علامہ سندھی نے لکھا ہے کہ شاید اس زمانہ کا واقعہ ہوگا جبکہ نماز میں سلام کا جواب دینے اور کلام وغیرہ سے نماز نہیں ٹوٹی تھی بلکہ کلام وغیرہ کی وجہ سے نماز تھی امام احمدی (حاشیہ السنائی: ۱۸/۲)

اذان الراعی

بکری چرانے والے کی اذان

اخیرنا محمد بن منصور قال انہما عبد الرحمن عن شعبۃ عن الحکم عن ابن ابی لیلیٰ عن عبد اللہ بن ربیعۃ انہ کان مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فسمع صوت رجل یؤذن فقال مثل قوله ثم قال ان هذا الراعی غنم او عازب عن اہله فظنوا فاذا هو راعی غنم۔

عبد اللہ بن ربیعہ رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ وہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کی آواز سنی جو اذان دے رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کلمہ کے جواب دیا پھر فرمایا بے شک یہ بکری کا چرواہا ہے یا بچے گھر والوں سے دور ہونے والا ہے پھر لوگوں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بکری کا چرواہا تھا۔

تشریح: اس کی تاویل صحیحہ انہی دینے میں چند فائدے ہیں ایک تو اس کی توحید پر بیروں کی شہادہ دوسرے اس کی سنت کی پیروی تیسرے جماعت مسلمین کے ساتھ تشبہ اور بعضوں نے کہا کہ جب اذان اور اقامت کہتا ہے تو فرشتے اس راہی کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اس کو جماعت کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مرقاۃ: ۲/۱۶۷)

بہر حال جب کوئی آدمی میدان اور جنگل میں اکیلا ہو تو اس کے لئے بھی افضل ہے کہ اذان اور تکبیر سے نماز پڑھے۔
تعمین وغیرہ میں اس کی تفسیر کی ہے۔

الاذان لمن یصلی وحده

اذان اس شخص کے واسطے جو اکیلا نماز پڑھے

اخیرنا محمد بن مسلمۃ قال حدثنا ابن وہب عن عمرو بن العارث ان ابا عثمان المعافری حدثہ عن عقبۃ بن عمرو قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یحب ربک من راعی غنم فی رأس شظیۃ الجبل یؤذن بالصلاۃ ویصلی فیقول اللہ عزوجل انظر الی عبدی هذا یؤذن و ینصی بالصلاۃ

یختلف منیٰ فہ عمرت لعیدی و ادخلہ الجنة .

عقیدہ میں امر بخیر کی روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے سوس اللہ ﷺ کو نماز میں حاضر جواب دہی ہوتا ہے کہ یوں کے چہ واپے سے جو پڑھ کر چولی پر نماز کے واسطے اذان دیتا ہے اور نہ پڑھتا ہے اللہ بزرگ و بزرگ فرشتوں کو فرماتا ہے پھر سے اس بندے کی طرف دیکھو نماز کیلئے اذان دیتا ہے پھر بندے سے نماز پڑھتا ہے مجھ سے ڈرتا ہے جنگ میں لے اپنے بندے کو محکم دیا اور سو جنت میں داخل کرو گا۔

تشریح: ابن المکث نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ منقر و س لئے اذان اور اقامت جائز ہے لیکن ملا علی قاری نے کہا کہ اولیٰ یہ ہے کہ اس حدیث کے پیش نظر کہنے کے واسطے اذان اور اقامت کو مستحب کہا جائے حدیث میں اقامت کا ذکر نہیں ہوا لکن وہی لا یجوز فیہ الاصل ہے لہذا بھڑکائی ہے کہ اذان سے اقامت عام ہر آدمی کے لئے اذان اور تکبیر اور منقر و س کا اس چہ واپے کو لفظ عربی سے تالیف اور انکی اپنے نفس کی طرف اضافت بتا رہی ہے کہ اس چہ واپے کی شان اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بڑی ہے (امام ترمذی رحمہ اللہ) (مرفعات ۱۶۷/۲)

الاقامة لمن یصلی وحده

اقامت اس شخص کیلئے جو اکیلا نماز پڑھے

عبد بن علی بن حجر قال ابانا اسماعیل قال حدثنا یحییٰ بن علی بن یحییٰ بن خالد بن رفاعہ بن رافع الشمری عن ابیہ عن حماد بن رفاعہ بن رافع بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسألو جالس فی صلب الصلاة الحديث .

رواہ ابن رافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جبکہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کی صف میں بیٹھے ہوئے تھے۔

تشریح: الحدیث کے لفظ سے اشارہ کیا ہے کہ جس پوری حدیث بیان کرو گا یہاں روایت نہیں کی لیکن جواب مسئلہ میں متفرق طور پر اس کو بیان کرینگے مالا اس سے حدیث اعرابی کی کھری اشارہ کیا ہے جس نے ناقص نماز پڑھی ہوگا اس حدیث کے بعض طرق میں اتم کا لفظ بھی آیا ہے جس کے معنی ہیں اقامت کہ جس سے ثابت ہوا کہ اکیلے نماز پڑھنے والا بھی اقامت کہے۔ (امام ترمذی رحمہ اللہ) (حاشیۃ النسانی)

کیف الاقامة

کیفیت اقامت کا بیان

عبد بن عبد اللہ بن محمد بن نجیم قال حدثنا حجاج عن شعبۃ قال سمعت ابا جعفر مؤذن مسجد العربیہ عن ابی المثنیٰ مؤذن مسجد الجامع قال سألت ابن عمر عن الاذان فقال کان الاذان علی عهد

میں ایثار اور ہولنی حرمت کے ساتھ "اللہ اکبر" نے چاروں گہ کو ایک سانچے میں کے اسی طرح دوسرے گہ کو تو پھر استناد اقامت کے یہ صحیح ہوئے کہ سوائے "قد قامت الصلاة" قد قامت الصلاة کے کسی کو قطعی مت کہو حالانکہ یہ کسی کا قول نہیں ہے بلکہ حال ازل ہی کی توجیہ مذکور منقول نہیں انصاف کی بات یہ ہے کہ افراد اوقات کی حدیث صحیح ہے اور متعدد طریقوں سے مروی ہے لہذا افراد اقامت کے امر سے انکار صحیح نہیں وہ باب اختصار سے ہے کہ بعض احوال میں مثلاً سفر، غیروہ کے احوال میں جو رکعتی تعلیم کے لئے اس کا حکم دیا تو اس سے مواظبت ثابت نہیں ہوتی اور سنت تو وہ ہے جس پر مہم نعت ہوا وہ یہ دوہم نے ہا کہ ایثار اقامت باب اختصار سے ہے بعض احوال میں تیس یا پانچ رکعت کا حکم دیا اس پر دلیل یہ ہے کہ اہل علم و فہم نے کہا کہ حدیث بلال رضی اللہ عنہ سے متواتر تار نقل کے لئے کہ وہ اقامت کو دو درجہ کہتے تھے یہاں تک کہ انتقال کا اور براہیم علی سے منقول ہے کہ اقامت محل اذان کے بھی تھی کہ غوامیہ کی حکومت وئی تو ان کے بادشاہوں نے تہمت کو ایک ایک مرتبہ کر دیا تاکہ جلدی سے نکل سکیں اس کو ابن الجوزی نے تحقیق میں نقل کیا ہے کہ اذان اور اقامت کے کلمات دو درجہ تھے بعد ازاں جب عمر امیہ کا دور اقتدار و اقبال کے امراء نے اقامت کو ایک ایک مرتبہ مودیا ورنہ احادیث متواترہ اور اقوال تابعین جو امام طحاوی نے نقل کی ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اقامت کا کلمہ دو درجہ رکیز مسنون خرید ہے اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما اسی مرتبہ حدیث بلال رضی اللہ عنہ جس میں اقامت کا کلمہ ایک ایک مرتبہ کہنا مذکور ہے وہ باب اختصار سے ہے کہ بعض احوال میں جواز کی تعلیم دینے کے لئے اس کا حکم دیا ہے اس سے دوام ثابت نہیں ہوتا نہ یادہ سے زیادہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر اذان کی صورت بھی جائز ہے اگر ہاری بحث سنت میں ہے کہ جس پر ہمیشہ سے علمبر آد ہوتا ہوا اور وہی شیئی یعنی اقامت کا کلمہ مثل اذان کے دو درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اعلم (شرح المغاہ: ۱/ ۱۱۹، فتح القدیر: ۱/ ۱۶۹)

حدیث باب میں آیا "فاذا سمعنا النع" کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب ہم "قد قامت الصلاة" کی آواز سنتے تو دوسرے پھر نہ کے لئے نکلتے اس کی توجیہ میں علامہ سندھی نے لکھا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ بات مولیٰ نہیں شاید ان کی مراد یہ ہو کہ بعض صحابہ جی کریم رضی اللہ عنہ کی لمبی قرأت پر اعتماد کرتے کبھی کبھی فروغ الی اصولہ کو اقامت تک مؤخر کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اعلم۔

اقامة كل واحد لنفسه

ہر ایک کا اپنے لئے اقامت کہنے کا بیان

اخبرنا علی بن حجر قال انا ابنا اسماعیل عن خالد الحذاء عن امی قلابہ عن مالک بن الحویث قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولصاحب لی اذا حضرت الصلاة فاذا فم الیوم ثم لیامکمما اکبر کما۔

حضرت مالک بن حویث رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے اور میرے ایک ساتھی سے فرمایا کہ جب

نماز کا وقت آجائے تو اذان کو پھر اقامت کہ پھر تم میں سے جو براہ ہو وہ اقامت کرے۔

تشریح: حدیث باب کی مراد یہ ہے کہ تہرہ دونوں میں سے کسی ایک کی اقامت کافی ہے، جان پر ہونا، کاجماع ہے، قحب ہے کہ نام نہائی نے اس حدیث پر ”افہ کل واحد لنفسہ“ کا عنوان دیا ہے کہ ہر ایک اپنے لئے اقامت کہے اس سے تو لازم آتا ہے کہ اذان کا معاملہ بھی اس طرح ہو کیونکہ اس میں اذان کا ذکر بھی ہے حالانکہ یہ خلاف مشاہد ہے کہ ہر شخص کا الگ الگ اپنے لئے اقامت کہنا بھی کام نہ سب نہیں لہذا امام نہائی کے کلام کی تاویل کی ضرورت ہے محلی غرض ان کی یہ ہے کہ واقعہ میں ان دونوں میں سے کسی ایک کی اقامت کافی ہے۔

فضل التاذین

اذان دینے کی فضیلت

احمد بن حنبلہ عن مالک عن ابی الزناد عن الامروء عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا نودی للصلاة ادبر الشیطان ولہ ضراخ حتی لا یسمع التاذین فاذا قضی النداء اقبل حتی اذا نوب بالصلاة ادبر حتی اذا قضی الشرب اقبل حتی یخطوین المراء ونفسه یقول ادکر کذا ادکر کذا العالم یکر ہذکر حتی یبطل النعماء ان ہذری کم صلی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا جب نماز کیلئے اذان دیا جاتی ہے تو شیطان گونامارتا ہو پیچھے دیکر بھانپتا ہے تاکہ اذان نہ سنے پس جب اذان ہو چکی ہے وہ آتا ہے یہاں تک کہ جب نماز کیلئے گیم کی جاتی ہے تو وہ پیچھے دیکر بھانپتا ہے جب گیم ہو چکی ہے وہ آتا ہے تاکہ نماز کی آواز میں ادھر ادھر کے خیالات ڈالے کہ بے گناہوں کو بدنامی پہنچا دے اور اذان دینے والوں کی حالت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ کتنی نماز پر مبنی۔

تشریح: یہ جو حدیث میں بیان کیا گیا کہ جب اذان دی جاتی ہے شیطان گونامارتا ہو پیچھے دیکر بھانپتا ہے اس بارے میں بعض حضرات کہتے ہیں یہ حقیقت پر مبنی ہے کیونکہ شیطان کھاتے پیتے ہیں جیسے کہ اخبار میں آیا ہے بعد ازاں اللہ کے خلاف سے شیطان کا گونامارتا اور اسی حالت میں بھٹکتا، ہلکتا، بات نہیں۔ یا اس کا یہ مطلب ہے کہ بد بخت کبھی شیطان ذکر اللہ کو حقیر جانتا ہے اس لئے اس سے نفرت کرتا، داغ پیچھے دیکر بھانپتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے ضربہ ہماں جنبہ اس کو ذلیل اور حقیر جانے یہ مطلب ابن الملک نے بیان کیا ہے۔ اگر کوئی کہے اس کا کیا سبب ہے کہ شیطان قرآن اور آیتوں سے نہیں بھٹکتا اذان اور اقامت سے بھٹکتا ہے اس کی جو بات شریعت میں دیکے ہیں۔ ایک جواب یہ دیا ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ ہات اور انسان وغیرہ میں سے کوئی بھی نماز ان کی اذان نہیں سنا کر وہ قیامت کے دن اذان کے لئے وہی نے لگا تو شیطان اذان سے اس لئے بھٹکتا ہے تاکہ اذان کے لئے قیامت کے دن اس کو ای برائی نہ پڑے۔

اور یہ کہ تمام ذوالن شفق جو کرا ایک ساتھ شہادت حق کا اعلان کرتے ہیں اس سے شیطان از حد غرور اور وقار سے رکھتا ہے اس لئے بھانپتا ہے۔ ابن الجوزیؒ نے یہ جواب دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اذان میں ایک ایک بیٹ رکھی ہے کہ وہ شیطان کا اذان دکھا دیتی ہے اور ان کو مقررہ آدمی میں ڈالتی ہے اس لئے وہ بھاگتے ہیں بخلاف نماز کے اس کے اندر اس طرح کی بیٹ نہیں رکھی اس لئے تو شیطان دوسرا اور نفس کی باتوں کے ذریعہ سے نماز میں گڑبڑ پیدا کر مٹکی بیٹ کو شعل کرتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

اسی حدیث میں فرمایا کہ جب بحیرہ ہو چکا ہے تو نمازی کے دل میں طرح طرح کے خیالات ڈالنے کے لئے آتا ہے الغافا حدیث یہ ہیں "حسنی یحضر بین الصرء ونفسه الح" یعنی شیطان قلب کے دوسرے اور نفس کی تمیز کے ساتھ نمازی اور اس کے قلب کے درمیان آؤن بن جاتا ہے جس سے وہ حضور قلب کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا۔ قاضی عیاضؒ نے کہا کہ اس حدیث میں آؤ بنے کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی ہے کہ وہ آدمی اور اس کے قلب کے درمیان آؤ بن جاتا ہے لیکن قرآن پاک میں حاکل بننے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے فرمایا "واعصموا ان الله یحول بین الصرء وقلبه" کہ اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے قلب کے درمیان آؤ بن جاتا ہے۔ دونوں میں کوئی منافقت نہیں کیونکہ یہ اس اللہ تعالیٰ کی طرف اہل سنت کے یہاں باعتبار حقیقت کی گئی اور حدیث میں حاکل بننے کی نسبت شیطان کی طرف بطور مجاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس بات پر اختیار بنا دیا ہے کہ نمازی اور اس کے قلب کے درمیان آؤ بن کر دواؤں اور طرن طرن کے خیالات ڈالے جس سے مقصود بندہ کی خوب اور اچھی طرح آزمائش ہے کہ وہ ان کی دوسرے انداز پر عمل کرتا ہے کون باز رہتا ہے جو شخص ان دواؤں کی طرف توجہ ہوتا ہے وہ شک میں پڑ جاتا ہے حتیٰ کہ یہ بدت آجاتی ہے کہ نمازی کو یہاں نہیں گیا کہ کتنی رکعت پڑھی اور کتنی باقی ہے۔ (میرفات: ۲: ۱۵۹) زہر الوسی

لعلامۃ السیوطی: (۲۲/۲)

الاستہام علی التاذین

اذان دینے پر قرعہ ڈالنا

اخبرنا قتيبة عن مالك عن مسمي عن ابي صالح عن ابي هريرة ان رسول الله عليه وسلم قال لو بعلم الناس ما في النداء والصف الاول ثم لم يجدوا الا ان يستهوا عليه لاستهوا عليه ولو يعلمون ما في التهجير لاستبقوا اليه ولو علموا ما في العتمة والصبح لاتوهما ولو حبوا.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر لوگ جاننے کہ اذان دینے میں اور کھڑے ہونے پہلی صف میں کیا ثواب ہے پھر کوئی چیز ترجیح نہ پائے مگر یہ کہ قرعہ ڈالیں تو اہل اس پر قرعہ ڈالنے اور اگر لوگ جاننے کہ نماز ظہر کے واسطے سویر جانے میں کیا کچھ ثواب ہے انہ سب سے پہلے پیچھے اور اگر لوگ جاننے عشاء اور صبح کی نماز میں کیا ثواب اور فضیلت ہے تو ضرور ان نمازوں میں حاضر ہوتے مگر چہرین کے بل کھست کر کیوں نہ ہو۔

تشریح: اس حدیث میں فرمایا کہ اگر لوگ اذان اور اقامت کھنڈا پہلی صف میں کھڑے ہونے کی فضیلت اور ثواب کی

تقدیر کہ ہائے توبہ ان دین دینے اور صف اول میں کھڑے ہونے میں ہمیں بھی بھڑا کر کے بھری گواہی دے اور ان کو ایسا دوسرے پر ترجیح دینے کے لئے قرعہ ادا کر دینی ضرورت ہے چنانچہ اس کے نام پر قرعہ لفظ وصف اولیٰ ترک کر دیا۔ اور ان کو ادا کیا۔ اس کے لئے لکھا کہ ان فیہ است ورتوبہ کی مقدار مکمل کر دیں بھی لکھا گیا کہ بعد سے پس میں نہ فرموا "لکو بعدہم" اس میں عالمی الساء والصلیٰ الاولیٰ السح "میں سے فقہ اور ان اور صف اول میں کھڑے ہونے کی نصیحت اور توبہ کی اہمیت واضح ہے۔ کہ ان دونوں میں ان نصیحت اور توبہ میں فرقہ کرنا اسی شان سے کہ ان کی تعمیر سے الفاظ کا سر میں فرمایا گیا ہے۔ جو پھر قرآن مجید میں اتھوٹنے سے فرمایا "فعلیہم من اللہ ماغنیہم" ان فرعون اور اس کے گھمبے پر یہ ناسی دیکھ کر فرمایا انا ظاہر ہوں کہ ان کی نصیحت پر دولت اور توبہ لکھی گئی ہے۔ اور اسے آئیں میں ان کی تقدیر اور حقیقت اس لئے لکھا کہ ان کے کوئی نقص نہ ہو گا بلکہ ان اور ان سے کچھ اور بھی نصیحت اور توبہ کی نصیحت اور توبہ لکھی گئی ہے۔

پھر مال حدیث سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ ان اور اول صف میں کھڑے ہونے کی نصیحت اور توبہ کی نصیحت عظیم شان ہے۔ لہذا اس کے مآثر نہ ہونا چاہئے۔ راقی حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ اگر لوگ ہائے توبہ میں یہ نصیحت اور توبہ سے ان کی طرف جمع کر کے حمار کے تھوڑے سے پتھر بھی لکھے ہیں یہ کہ فریاد و روت کی طرف جہ کی کرنا۔ اور اس کے پتھر و لکھ کے ان سے سب سے زیادہ توبہ سے یہ کہ توبہ جمع کے لئے اور یہ کہ توبہ اور صف اول میں کھڑے ہونے کے لئے اور ان کی نصیحت اور توبہ میں اس کی مثال یہ ہے جیسے ایک آدمی دولت قبول کرنے کے لئے کہ میں اچھا ہے۔ مگر اس کے مطالب سے توبہ سے توبہ لکھنے کی طرف جمع کرنے میں اس کی نصیحت اور توبہ سے توبہ لکھنے کی طرف جمع کرنے کی طلب میں کھڑے ہونے اور اس کی طرف جمع کرنے کے لئے۔

نہج میں اس حدیث میں یہ فرمایا کہ اگر لوگ ہائے توبہ کو مٹا دے اور اس کی توبہ میں یہ کچھ نصیحت اور توبہ سے توبہ ان دونوں میں شہرہ حاضر ہوتے آتے چہ میری کے علی علی کرکوں نہ آتے ہوں گے۔ اور اس سے ان دونوں کا توبہ اس کے فرمایا کہ یہ دونوں وقت نیند اور غفلت برآتی ہے جس میں اس لئے غیبت کے تمام عناصر کو چھوڑ کر جماعت میں حاضر ہونے کی ترغیب اور نصیحت دیکھ کر فرمایا۔ وہ حدیث نقلی ام (مرقات : ۱۲ : ۱۲۰)

اتخاذ المؤذن الذی لا يأخذ علی اذانه اجرا

ایسے شخص کو مؤذن مقرر کرنا جو اپنی اذان پر اجرت نہ لے

احمد بن محمد بن سلیمان قال حدثنا عثمان قال حدثنا حماد بن سلمة قال حدثنا سعيد بن جری عن ابی العلاء عن مطرف بن عثمان بن ابی العاص قال قلت لرمول اللہ علیہ وسلم احملی ماہ قرمی فقال انت امامہم وافتد باضعفہم واتخذ مؤذنا لا يأخذ علی اذانه اجر

حضرت عثمان بن ابوالحسام رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو اپنی قوم کا امام مقرر کر دیجئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم ان کے امام ہو اپنی قوم کے ضعیف لوگوں کی پیروی کرو واپس یہ شخص کو مؤذن مقرر کر جوازان پر مزدوری طلب نہ کرے۔

تشریح ارشاد مبارکہ "وَأَقْنِدْ بِأَعْظَمِهِمْ" "کا عطف مقدر پر ہے یعنی "فامهم واقتدب اضعفهم" "کہ تو اپنی قوم کی امامت کر اور ان کے ضعیف لوگوں کی پیروی کر یعنی کمزور مقتد ہوں کی رعایت کر۔ علامہ طبری نے کہا کہ اقتد جملہ انشائیہ ہے جس کا عطف ہے "است اصامهم" "پر کیوں کہ وہ بھی بتا دیں اہم ہمسائے یہ ہے ہند اہل انشائیہ کا عطف جملہ انتہی پر ہونے میں کوئی اشکال نہیں لیکن چونکہ جملہ اسبب ثبوت اور دوام پر دلالت کرتا ہے اس لئے جملہ اسبب استعالیٰ فرمایا تو ارشاد مذکور کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح ضعیف لوگ تمہاری نماز کی پیروی کرتے ہیں اسی طرح تمہاری ان کی کمزوری کی پیروی کرو اور ان کی خاطر قرأت اور قیام وغیرہ میں تخفیف کرو غرض کہ امام پر اپنے مقتدیوں کی رعایت ضروری ہے امام مقتدیوں کے ساتھ نماز کو خلاف سنت طویل نہ کرے اس طرح کہ قرأت مسنونہ سے زیادہ پڑھے حتیٰ کہ مقتدی خالص طور سے ضعیف لوگ ہوں اور جماعت چھوڑ دیں یہ طریقہ بیشک ارشاد مبارکہ کے خلاف ہے لیکن اگر امام نے بقدر مسنون قرأت پڑھی تو وہ تقویٰ میں داخل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حدیث کے آخری جملے سے معلوم ہوا کہ اذان پر مزدوری لینا درست نہیں چنانچہ ابن ہمام نے لکھا ہے کہ ابو داؤد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "وَلْيُؤْذَنَ لَكُمْ عِذَا كُنْتُمْ لِيَوْمِكُمْ" "کہ تمہارے لئے وہ شخص اذان دے جو زیادہ اچھا ہو اور امامت وہ شخص کرے جو تم میں سے زیادہ اچھا پڑھنے والا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ مؤذن کا عام اور عامل ہونا مستحب ہے کیوں کہ عام فاسق بہترین لوگوں میں سے نہیں کیوں کہ صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قول میں۔ سے ایک قول کے مطابق عالم کاسق کو جائز فاسق سے زیادہ سخت عذاب دیا جائے گا اور خیار کے حدیثوں میں سے یہ بھی ہے کہ اجرت نہ لیں اس لئے مؤذن اور امام کے لئے اجرت جائز نہیں البتہ علماء نے لکھا ہے کہ اگر امام اور مؤذن مزدوری خیرانہ لیں اور لوگ ہدایت خود روئی پکڑے وغیرہ کا فرج بقدر ضرورت ان کے لئے بروقت بھیج دیا کریں تو ان کے واسطے حلال ہو گا لہذا قوم کے ذمہ مزدوری ہے کہ وہ خود ہی امام اور مؤذن کے اخراجات کا انتظام کریں لیکن علامہ طبری اور بقول مذکور سے متعلق نہیں انہوں نے کہا کہ جو علماء اذان پر اجرت لینے کو باجائز کہتے ہیں انہوں نے اس حدیث یاب سے استدلال کیا ہے حالانکہ اس حدیث میں اس پر کوئی دلیل نہیں کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عثمان بن ابوالحسام رضی اللہ عنہ کو افضل طریقہ پر عمل کرنے کا حکم دیا ہو کیوں کہ افضل طریقہ یہ ہے کہ ایسا مؤذن مقرر کیا جائے جو اپنی اذان پر مزدوری نہ مانگے۔ (مرفات ۱۰/۱۷۰)

شرح الامامیہ میں لکھا ہے کہ ہزارے زمانہ میں لوگوں کی حاجت اور دین کے کاموں سے اڑھ بچا گئی وہ رنجش کے پیش

نظر فقہاء متاخرین نے تعلیم اور امامت وغیرہ پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے اور اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۶۳/۱)
اور علامہ سندھی نے فرمایا کہ ”والتخلفون ذنا العی“ میں ”ایفعل امر“ کا صیغہ اکثر علماء کے نزدیک مذہب پر محمول ہے
اس بناء پر انہوں نے اذان پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

القول مثل ما یقول المؤذن

اذان کے جو کلمات مؤذن کہتا ہے اسی طرح کہنے کا بیان

اخبرنا فقیہہ عن مالک عن الزہری عن عطاء بن زید عن امی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا سمعتم النداء فقولوا مثل المؤذن۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مؤذن کی اذان سناؤ جس طرح مؤذن کہتا ہے اسی طرح جواب دو۔

تشریح علامہ بخاری نے حافظ ابن حجر کے قول کے نواسط لکھا ہے کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان کے تمام کلمات کا جواب بغیر کسی تبدیلی کے اسی طرح دینا چاہئے جس طرح مؤذن کہتا ہے یعنی ”حسی علی الصلوة“ اور ”حسی علی الفلاح“ کا جواب بھی ”حسی علی الصلوة“ اور ”حسی علی الفلاح“ کے ساتھ دینا چاہئے۔ لیکن صحیح بخاری میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایت اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت مفسرہ (کھن کر بیان کرنے والی) سے معلوم ہوتی ہے کہ یہ دونوں کلمات مذکورہ ارشاد نبوی ”فقولوا مثل المؤذن“ سے مستثنیٰ ہیں البتہ دونوں کلمات یعنی ”حسی علی الصلوة“ اور ”حسی علی الفلاح“ کے جواب میں ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ پڑھنے جس کے معنی یہ ہیں صحتاً و پھر بانی نہیں ہو سکتا ہے مگر اللہ کے پناے سے اور عبادت پر قوت نہیں مگر اللہ کی توفیق سے۔ نیز ظاہری و غیرہ نے حادث بن زکریا رضی اللہ عنہ اور ابنی رضی اللہ عنہ کی روایت سے اور براء وغیرہ نے انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ اذان سننے والے ”حسی علی الصلوة“ اور ”حسی علی الفلاح“ کے جواب میں ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ پڑھے۔ (معاویہ السنن: ۲/۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳

ہو جائے ایک تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور ہے دوسری حدیث ابی امامہ رضی اللہ عنہ جس کو ابن نمیر نے مشد ابی یعلیٰ کے حوالے سے نقل کیا ہے اس میں آیا کہ جب مؤذن "حی علی الصلوۃ" کہتے تو حضور اکرم رضی اللہ عنہ "حی علی الصلوۃ" کہتے اور جب "حی علی الفلاح" کہتے تو حضور رضی اللہ عنہ "حی علی الفلاح" کہتے اس لئے اور یہی مذہب شیخ اکبرؒ کا ہے جیسا کہ ابن عابدینؒ نے اس کی صراحت کی ہے۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ شارع رضی اللہ عنہ کی فرض دونوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا ہے نہ کہ دونوں کا جمع کرنا تو کبھی اس کے جواب میں "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" پڑھے کبھی "حی علی الصلوۃ" اور "حی علی الفلاح" پڑھے۔ علامہ عورتیؒ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ رحمہ اللہ سے فرماتے سنا کہ میں نے تقریباً چودہ سال تک جمع بین انکھنیں پر عمل کیا پھر میرے واسطے ظاہر ہوا کہ شارع رضی اللہ عنہ کی فرض دو اکلوس میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا ہے نہ کہ دونوں کو کبھی "حی علی الصلوۃ" اور "حی علی الفلاح" اور "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" کے درمیان جمع کرنا بلکہ اس نے جمع کرنا چھوڑ دیا۔ (معارف السنن: ۲۳۷/۲)

اب رہا یہ مسئلہ کہ جواب اذان کا کیا ہے واجب ہے یا مستحب اس بارے میں جن حضرات امامؒ نے رحمۃ اللہ علیہم ۱/۱۷۳ میں لکھا ہے کہ ظاہر حدیث "ثُمَّ اذْهَبُوا السَّعْيَ فَيَقُولُوا امْلِ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ" سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان کا جواب ریاء واجب ہے اور کوئی قرین نہیں جو واجب سے روک دے اور لکھا ہے کہ ظاہر خلاصہ و فتاویٰ اور فقہاء میں یہ ہے کہ اذان کا جواب ریاء واجب ہے۔ اور طوائفیؒ نے کہا کہ مؤذن کی اجابت قدم سے ہے نہ کہ زبان سے اگر زبان سے جواب دیا اور قدم سے نہ چلا تو جواب دینے والا نہ ہوگا اور اگر مسجد میں موجود ہو تو اس پر زبان سے جواب دینا واجب نہیں، بہر حال شخص الا کہ طوائفی کے قول کے مطابق اذان کا جواب زبان سے دینا واجب نہیں البتہ اجابت قدم یعنی قدم سے چل کر جماعت میں شریک ہونا واجب ہے۔ اور فقہاء کی ایک جماعت نے اسی کی صراحت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ زبان سے اذان کا جواب دینا مستحب ہے اگر جواب دے گا تو ثواب کا مستحق ہوگا ورنہ ثواب نہیں پادیا اور نہ مناد کا ہوگا۔ علامہ ابن امامؒ کے حنفیہ میں سے صاحب بحیث اور نہ لکھ میں سے ابن وہبؒ جیسا کہ قسطلانیؒ میں ہے اور اہل ظاہر کما قال الشارکائی جواب اذان کے وجوب کے قائل ہیں اور علامہ عینیؒ نے قول وہب کو شرح بخاری میں ترجیح دی ہے مگر امام ابو دینیؒ نے لکھا ہے کہ کچھ قوس یہ ہے کہ اذان کا جواب مستحب ہے۔ یہی قول مجبور علماء کا ہے اور امام علاؤیؒ کے نزدیک قول جہدہ وارج ہے اس لئے آپ نے اس کی تائید و تقویت میں تفصیلی بحث کی ہے اور دلیل سے ثابت کیا ہے کہ اذان کا جواب دینا مستحب ہے چنانچہ آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور اکرم رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے حضور رضی اللہ عنہ نے ایک روز اذان کو جب اس نے "اللہ اکبر اللہ اکبر" کہا تو فرمایا علی الصلوۃ یعنی وہ مذہب اسلام پر ہے کیوں کہ اذان شیعہ اسلام میں سے ہے پھر وہ مؤذن نے "اشھد ان لا اله الا اللہ" کہا تو حضور رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اخرج من الصلوۃ" کہ وہ آگ سے نکل گیا یعنی توحید و محمدت ایمان کی برکت سے وہ آگ سے نکل گیا ابی آخر اللہ یت اب علی دینی فرماتے ہیں کہ دیکھو کہ رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے خود ہی مؤذن سے اذان کا

مگر سنا کر جواب دہر دیا تو واضح ہو گیا کہ مؤذن کی اذان کا جواب دینا بطور احتیاج ہے تاکہ فضیلت حاصل کرے تو کیا اذان کا جواب دینا ایسا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو دعا کی تعلیم دی جس کو نمازوں کے بعد پڑھنے کا ان کو حکم دیا گیا ہے اور مثل اس کے ایسا دعاؤں کی بھی تعلیم دی ہے جن کو صبح و شام کے وقت پڑھا کریں تو جس طرح ان اوجہ کا نمازوں کے بعد پڑھنا یا صبح و شام کے وقت پڑھنا واجب نہیں اسی طرح اذان کا جواب دینا بھی واجب نہیں ہاں مستحب ہے۔ (شرح معانی الآثار)

علامہ ابن عابدین نے امام محمدؒ کی کا قول نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ ایسا قریب ہے کہ ”لقولوا“ ”سیدہ امرو کو جواب دے“ حدیث کی حدیث باب میں وارد ہوا ہے اس کے جواب سے پیغمبر دینے والا ہے اور اس سے ہمارے اصحاب میں سے اس جماعت کے قول کی تائید ہوتی ہے جو یہ کہتی ہے کہ اذان کا جواب زبان سے واجب دینا نہیں بلکہ مستحب ہے۔

(معانی الاحیاء: ۲/۲۶۴)

اسی صفحہ میں ابن عابدینؒ کے حوالے سے اور کچھ باتیں نقل کی ہیں جو چاہے وہاں دیکھ لے۔ پیچھے ہم نقل کر چکے ہیں کہ علامہ بھی بھی ان حضرات کے ساتھ ہیں جو زبانی جواب اذان کو واجب کہتے ہیں اس لئے انہوں نے امام محمدؒ کی اس استدلال مذکور کا یہ جواب دیا ہے کہ ممکن ہے کہ راوی نے اجابت اذان کا ذکر ابن مسعودؓ کی حدیث مذکور میں چھوڑ دیا ہو یا اجابت اذان کا حکم اس واقعہ کے بعد ہوا ہو گا لہذا حدیث ابن مسعودؓ مخالف نہیں ابو سعید خدریؓ کی حدیث باب کے آخری، اور حافظ ابن حجرؒ نے بعض سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ اس شخص نے اذان صلوٰۃ کا قصد کیا ہو علماء حنفیہ کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ احتمال اول پر کوئی دلیل نہیں اسی طرح احتمال ثانی پر بھی کوئی دلیل نہیں اب رہا احتمال ثالث جو حافظ ابن حجرؒ نے بعض شارحین سے نقل کیا ہے تو اس کو ابن مسعودؓ کی روایت کا خلافت ابو حنیفہؒ کی روایت میں جمل شامل ہے روایت کا لفظ ”وحضرہ الصلوٰۃ“ مسترد کرتا ہے فقہن مسعودؓ کی روایت مسند احمد والی جمل اور طبرانی کی الکبیر میں ہے اور معاذ بن جبلؓ کی روایت مسند احمد اور طبرانی کی الکبیر میں ہے۔ علامہ بیہقی نے کہا کہ رجال احمد صحیح کے رجال ہیں۔ بہر حال ان روایات سے معلوم ہوا کہ اس اذان دینے والے آدمی نے قصد نماز اذان دی تھی۔ (معانی الاحیاء: ۲/۲۶۴)

یہاں اور ایک بات تو نقل ذکر ہے کہ یہ جو بعض کتب قدس میں لکھا ہے کہ ”حسب علی الصلوٰۃ“ ”اور“ ”حسب علی الفلاح“ کے جواب میں ”ماشاء اللہ کان وما لم یسلم یکن“ کہہ اس کی کوئی اصل نہیں پائی جاتی۔

ثواب ذاک

اذان کے جواب دینے کا بدلہ

احمرنا محمد بن سلمۃ لانی حدیثنا ابن وہب عن عمرو بن العاص ان یحییٰ بن ابراہیم حدیثہ ان علی بن خالد الزولفی حدیثہ ان العاص بن صفوان حدیثہ انہ سمع ابانہ یقول کما مع رسول اللہ صلی اللہ

علیه وسلم فقام سلافاً یسادی للما مضی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال مثل هذا یقیا دخل الجنة.

نصر بن حیان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جس بلال کھڑے ہو کر اذان کہنے لگے پس جب خاموش رہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ظلموں اور غلامیوں کے بغیر اس کے جواب دے اور جنت میں داخل ہوگا۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص اذان کے کلمات ای طرح کہے جس طرح مؤذن کہتا ہے خواہ اذان کے جواب دینے میں کہے یا اذان دینے میں۔ غرضیکہ صدق دل سے کہے تو اس کا ثواب یہ ہے کہ وہ دخول جنت کا مستحق ہوگا۔ نجات پانے والوں کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔

القول مثل ما یشہد المؤذن

مؤذن جس طرح شہادت کا کلمہ پڑھتا ہے اسی طرح پڑھنا

اخیرنا مسوید بن نصر انبانا عبد اللہ بن المبارک عن مجمع بن یحییٰ الانصاری قال کنت جالساً عند ابی امامہ بن جہل بن حنیف فاذا المؤذن فقال اے اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر فکبر الشہید فقال الشہید ان لا الہ الا اللہ فشہد الشہید فقال الشہد ان محمداً رسول اللہ فشہد الشہید تم قال حدثنی حکذا معاذ بن ابی سفيان عن قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم .

مجمع بن یحییٰ انصاری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں بغداد میں سل بن حنیف کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب مؤذن اذان کہتا گا اور اللہ اکبر اللہ اکبر کہتا تو اہل امامت نے کہا "اللہ اکبر اللہ اکبر" اور پھر مؤذن نے "الشہد ان لا الہ الا اللہ" کہا تو اہل امامت نے "الشہد ان لا الہ الا اللہ" کہا پھر مؤذن نے "الشہد ان محمداً رسول اللہ" کہا تو اہل امامت نے "الشہد ان محمداً رسول اللہ" کہا پھر مؤذن نے کہا اسی طرح مجھ سے بیان کیا معاذ بن ابی سفيان نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے۔

اخیرنا صاحبہ بن قدامة حدثنا حریز عن صخر عن مجمع عن ابی امامہ بن جہل قال سمعت معاذ بن رضی اللہ عنہ یقول سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسمع المؤذن فقال مثل ما قال: "اللہ اکبر" اہل امامت نے بیان کیا ہے اور انہیں کہتے ہیں کہ میں نے معاذ بن رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے سنا اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کے کلمات کا جواب دیتا رہتے تھے جس طرح مؤذن کہتا تھا۔

تشریح علامہ سندھی نے لکھا ہے کہ "فکبر الشہید" کا یہ مطلب نہیں کہ لفظ اللہ اکبر کو دوبارہ کہنا بلکہ مراد یہ ہے کہ

اس کو پہلی بار دوسرے کہ پھر دوسری بار دوسرے کہا اس تاویل سے اذان کی آیات میں موافقت ہو جاتی ہے یوں کہ آیات صحیحہ و مشہورہ میں یہ کلمہ اذان کے شروع میں چار بار کہنے کا بیان آیا ہے۔ نہ تعالیٰ اعلم (حاشیہ السنن ص ۳۱۰)

اس حدیث میں زیادہ حدیث میں بنی صلیف نے چوتھی اذان کے جواب دیئے کے بعد کہا کہ میں نے اذان کا یہ جواب دیا ہے۔ حادی بن ابی سفیان نے فرمایا ہے جواب دیتے تنا اور معاویہ علیہ السلام نے اذان کے جواب سے قرعہ پونے کے بعد کہا کہ میں نے اس طرح اذان کا جواب دیا میرا ہی رسول اکرم ﷺ سے جواب دیتے بنا۔

القول اذا قال المؤذن حي على الصلاة حي على الفلاح

جب مؤذن حی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کہے تو اس کا جواب دینا

الحسن بن سجاد بن موسیٰ و ابو اہیہ الحسن المفسی قال حدثنا حجاج قال اس جریج احمر بن عمرو بن یحییٰ بن عیسیٰ بن عمر احمر عن عبد اللہ بن علقمہ بن وقاص عن علقمہ بن وقاص قال اس جریج احمر عن مؤذنه فقال معاویہ کما قال المؤذن حتی اذا قال حی علی الصلوۃ قال لا حول ولا قوة الا بالله فقلت قال حی علی الفلاح قال لا حول ولا قوة الا بالله وقال بعد ذلك ما قال المؤذن ثم قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول مثل ذلك۔

ماقہن وقاص کی روایت یہ ہے کہ میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ اس وقت ان کے مؤذن اذان دیتے تھے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے اذان کا جواب دیا اس طرح مؤذن نے کہا میں نے کہا میں نے کہا کہ جب مؤذن نے "حی علی الصلوۃ" کہا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے "لا حول ولا قوة الا بالله" کہا پھر جب مؤذن نے "حی علی الفلاح" کہا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے "لا حول ولا قوة الا بالله" کہا اور اس کے بعد مؤذن نے "صیبا" کہا معاویہ رضی اللہ عنہ نے "یہاں" کہا پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ رضی اللہ عنہ سے اسی طرح کہتے سنا۔

الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم بعد الاذان

اذان کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے کا بیان

احمر بن سجاد بن موسیٰ قال حدثنا عبد الله بن حبيب عن شريح بن كعب بن علقمہ بن وقاص عن عبد الله بن عمرو بن عيسى بن عمر احمر عن عبد الله بن علقمہ بن وقاص عن مؤذنه فقال معاویہ کما قال المؤذن حتی اذا قال حی علی الصلوۃ قال لا حول ولا قوة الا بالله فقلت قال حی علی الفلاح قال لا حول ولا قوة الا بالله وقال بعد ذلك ما قال المؤذن ثم قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول مثل ذلك۔

بھی گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں "ثم سلوا الله لي الوسيلة" کا ترجمہ آیا ہے تو یہ ارشاد
 تھا رہا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں "فان حين يسمع النداء الخ" میں لفظ حين سے ماخوذ اذان کا وقت مراد
 ہے اب مطلب یہ ہوا کہ جو شخص اذان کے گھنوں کے جواب دینے کے بعد یہ دعا پڑھے "اللهم رب هذه الدعوة التامة
 والصلوة الفاتمة" تا آخر تو اس کا ثواب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی شفاعت اس شخص کے لئے واجب ہوتی ہے یہ ایک
 جامع دعا ہے اذان کے کلمات کو دعوت میں لئے فرمایا کہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلایا جاتا ہے لہذا وہ
 دعوت توحید ہے اور تادمہ اس کو غلط فرمایا کہ شریعت نقصان ہے تو مطلب یہ ہے کہ ایسی دعوت تادمہ کا نام ہے جس میں شرکت کا
 بالکل شائبہ نہیں یا کسی نام اور کام۔ جب کہ اس میں بکاؤ داخل نہیں ہو سکا بلکہ وہ دعوت قیامت تک جاتی رہنے والی ہے اور دعوت
 بنی صفت تمام اور کمال کی مستحق ہے اس کے ماسوائے دنیا کی چیزوں کے ساتھ نقصان اور خسارہ مرض ہو سکتا ہے جیسا کہ شیخ
 روایات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ ان باتوں سے یہاں کہ لفظ "الدعوة" کو "الصلاة" کے ساتھ اس لئے موصول کیا گیا کہ اس
 میں بتائی ۲۱۰ اور ۲۱۱ قول ہے "ادعوا لا اله الا الله" ہے اور ترجمہ "والصلوة الفاتمة" فرمایا اس میں اشارہ نماز کی طرف
 ہے جو غیر منسوب ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ علامہ طبری نے کہا کہ اول سے محمد رسول اللہ تک دعوت تادمہ ہے اور "حسبى
 الصلوة" اور "حسبى الفلاح" "صلوة کا ترجمہ ہے" اتم محمد الموم بلغة والمصلحة "وسيلة کی تفسیر بھی ہے حضرت عبداللہ
 بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں گزر چکی ہے "فان لفظ ابن حجر نے کہا کہ نصیحت سے مراد تمام مخلوقات پر مہر چڑانہ ہے اور ممکن ہے کوئی
 دوسری منزلت مراد ہو۔ وسیلہ کی تفسیر ہو "واعتد العظام المحمودة الذی وعدته" "ابن عطاء کر حضور اکرم ﷺ کو فرشتوں کا
 سب سے اعلیٰ درجہ جس کا تعلق وعدہ کیا ہے۔

ترمذی وغیرہ کی روایت میں کمرہ کے ساتھ مقام محمودہ وارد ہوا ہے اور سنائی و لحادی و ابن خزیمہ و ابن حبان و طبرانی اور بیہقی
 رحمہم اللہ کی روایات میں معرفہ کے ساتھ آیا ہے لہذا تمام نووی کا قول کہ روایت کمرہ کے ساتھ ثابت ہے ناقابل اعتبار ہے۔ ابن
 الجوزی نے کہا کہ مقام محمود یعنی ایسا مقام جس کی نگلے و پچھلے سب ہی لوگ تعریف کریں گے اس سے مراد شفاعت کہرتی
 ہے۔ (قائمه الحافظ)

یہاں قول اکثر علماء کا ہے "ور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے یہی حوالہ ہے علامہ نے اور قول بھی نقل کئے ہیں مگر وہ
 کراہ ہیں "الذی وعدته" "صفت ہے اللہ کی علامہ طبری نے کہا کہ اس ارعہ سے مراد وہی ارعہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت
 میں کیا ہے "عسى ان يبعثك ربك مقام محموداً" کہ امید ہے یعنی امید ہو کہ تیرا رب تم کو مقام محمود میں جگہ دے
 گا۔ لفظ عسى آیت میں تحقیق کے لئے ہے لہذا ارعہ کا جو اطلاق اس پر کیا گیا وہ درست ہے۔ پھر ترمذی وغیرہ کی روایات میں
 "الذی وعدته" کے بعد "انك لا تخلف الميعاد" کا اقتضاد یہ ہے لیکن یہ جو عرف میں "والموعود الواسع" "بواسطہ
 جاتا ہے اس کے بارہ میں علامہ بخاری نے مقامہ محمد میں لکھا ہے کہ جب کہ خلافتی نے نشاں کیا ہے کہ اس لفظ کو کوئی اصل نہیں

کیوں کہ اذان کے بعد کسی دعا میں اس افتخار کا حدیث میں کوئی ذکر نہیں۔ اسی طرح ”ما رواہ ابو حمزہ الراحمین“ کی روایتی حدیث کی کتابوں میں موجود نہیں جیسا کہ بلاخی قارئین نے لکھا ہے۔ (مرفعات: ۱۶۳/۲، معانی الاحیاء: ۲۶۱/۲)

الصلاة بين الاذان والاقامة

اذان اور اقامت کے درمیان نماز پڑھنے کا بیان

احسننا عبد اللہ بن سعید عن یحییٰ عن کھمس قال حدثنا عبد اللہ بن بريدة عن عبد الله بن مغل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بين كل اذانين صلاة بين كل اذانين صلاة لمن شاء.

حضرت عبد اللہ بن مغلؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے اور ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے اس شخص کے واسطے جو چاہتا ہے۔

احسننا اسحق بن ابی نعیم قال فیما ابو عامر حدثنا شعبہ عن عمرو بن عامر الانصاری عن انس بن مالک قال کان المصوف اذا اذن امام فاس من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیندرون السورۃ بصلوں حتی ینزع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہم کذلک ویصلون قبل المغرب ونم یکن من الاذان والاقامة شیئ.

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جب مؤذن اذان ایتانوی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے ہر کوئی کھڑے ہوتے پھر ستونوں کی طرف جلدی کرتے اور نماز پڑھتے یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نکلتے اور آئندہ ہر لوگ نماز میں ہوتے اور لوگ مغرب سے پہلے نماز پڑھتے حالانکہ اذان اور اقامت کے درمیان زیادہ وقت کا فاصلہ نہیں گزرتا۔

تشریح: علامہ سندھویؒ نے لکھا ہے کہ اذان میں سے مراد اذان اور اقامت ہے جیسا کہ معنیٰ نے ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے اس حدیث اور اس جیسی دوسری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھنے کی ممانعت نہیں بلکہ دو رکعتوں کا پڑھنا مستحب ہے واجب نہیں کیوں کہ تیسری مرتبہ فرمایا ”لنفس شاء“ یعنی جو شخص اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت پڑھنا چاہے وہ پڑھے اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ دو رکعتیں جن کے اذان اور اقامت کے درمیان پڑھنے کا ذکر حدیث میں آیا ہے واجب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یہی مضمون دوسری حدیث میں بھی آیا ہے چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ ستونوں کی آڑ میں نماز پڑھنے کی غرض سے ہفت کرتے تھے اور نماز مغرب سے پہلے مختصر دو رکعتیں پڑھتے تھے کہ نماز مغرب میں تاخیر ہو پھر مختصر اکرام ﷺ جہر سے نکلتے اور صحابہ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے اور ان کے اس عمل پر انکار نہیں فرماتے بلکہ انہیں نماز کی حالت پر

قائم رکعت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ابن الحاکم نے کہا کہ ارشاد مہارکہ بردوازا انوں کے درمیان نماز ہے کو اذان اور اقامت کے درمیان نفس پڑھنے پر حضرت ولانے کے لئے بطور تاکید کی مرتبہ فرمایا تیسری مرتبہ میں فرمایا "کمن شاء" یہ اس لئے فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ نماز سونان کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ عام ہے۔ لیکن غلط فہمی کہتے ہیں زیادہ غلط یہی ہے کہ مسئلہ مذکور اس لئے فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے یہ نماز مستحب ہے واجب نہیں۔ بہر حال ان روایات سے امام شافعی وغیرہ کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ ان کے ہاں مغرب میں بھی اذان کے بعد اقامت سے پہلے دو رکعت نماز مستحب ہے۔ امام ابو حنیفہ نماز مغرب سے پہلے نفل نماز کو کھڑا کہتے ہیں آپ کے اس قول کی تائید حضرت برید و اسمعیل علیہ السلام کی حدیث سے ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بردوازا انوں کے درمیان دو رکعتیں ہیں "خلاصۃ المغرب" یعنی سونے نماز مغرب کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (محرقات: ۱۶۵) حریرہ تفصیل پیچھے گذر چکی ہے)

التشديد في الخروج من المسجد بعد الاذان

اذان کے بعد مسجد سے نکلنے پر سخت وعید کا بیان

اخبرنا محمد بن منصور عن سفيان عن عمرو بن سعيد عن الشعث بن ابي الشعثاء عن ابيه قال رايت ابا هريرة ومرو رجل في المسجد بعد النداء حتى لم يبق له الا رجل واحد فقال ابو هريرة اما هذا فقد عصي ابا القاسم صلى الله عليه وسلم.

ابو اشعث یعنی سلیم بن امور سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ایک شخص اذان کے بعد مسجد سے نکل گیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس آدمی نے ابو القاسم رضی اللہ عنہ کی نافرمانی کی۔

اخبرنا احمد بن عثمان بن حكيم قال حدثنا جعفر بن عون عن ابي عبيس قال اخبرنا ابو صحرة عن ابي الشعثاء قال عرج رجل من المسجد بعد ما وصى بالصلاة فقال ابو هريرة اما هذا فقد عصي ابا القاسم صلى الله عليه وسلم.

حضرت ابو اشعث کہتے ہیں ایک آدمی مسجد سے نکل گیا بعد اس کے کہ اس میں نماز کے لئے اذان پڑھی گئی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس شخص نے ابو القاسم رضی اللہ عنہ کی نافرمانی کی۔

تشریح: مسجد کے باہر جو لوگ ہوتے ہیں ان کے لئے بھی اجابت اذان کا حکم ہے مگر چونکہ وہ آدمی مسجد میں تھا اور شاید یہ واقعہ مسجد نبوی میں پیش ہوا ہو اس لئے اس مسجد کا حق قائم ہو گیا اور جب اس مسجد کا حق واجب ہو گیا تو اذان کے بعد اس سے نکل جانا علامت نفاق ہے اس لئے اس سے منع کیا گیا اور جو شخص اذان کے بعد مسجد سے نکل گیا اور حقیقت اس نے حضور اکرم ﷺ کی ممانعت کی خلاف ورزی کی اسی لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس

فحص نے ابو القاسم رحمہ اللہ کی تفرافی کی (ابو القاسم حضور رحمہ اللہ کی کنیت ہے۔ یعنی وہ نام جو آپ کے بیٹے قاسم کے قتل سے بڑھا جائے کمالی قادی نے کہا کہ سند احمد کی روایت میں اتنا زاد ہے کہ پھر ابو ہریرہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں رسول رحمہ اللہ نے حکم دیا کہ جب تم مسجد میں ہو اور اس وقت نماز کے لئے اذان دی جائے تو غم میں سے کوئی مسجد سے نہ نکلے یہاں تک کہ نماز پڑھ لے۔ لیکن ابن داؤد وغیرہ نے کہا کہ یہ وعید جو حدیث میں آئی ہے اس شخص کے لئے ہے جو کسی دوسری مسجد کی جماعت کا حکم نہ بوجہی اگر کسی دوسری مسجد کا امام اذان کے بعد چلا جائے تو اس کے لئے یہ وعید نہیں۔

امام ترمذی نے فرمایا کہ ابو نعیم غشی سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب تک مؤذن اقامت شروع نہ کرے مسجد سے نکل سکتا ہے۔ شاید اس کلام سے ان کی مراد یہ ہو کہ اگر کوئی ضرورت پیش آجائے تو اقامت شروع ہونے سے پہلے چلا جاسکتا ہے۔ اس پر سعید بن مسیب کی حدیث مرسل دلالت کرتی ہے اس کو ابو داؤد نے مراسیل میں نقل کیا ہے اس میں آیا ہے کہ حضور اکرم رحمہ اللہ نے فرمایا اذان کے بعد سوائے منافق کے کوئی شخص مسجد سے نہیں نکلے مگر جس کو اس کی حاجت نے نکل دیا اور وہ ایسا آئے کا ارادہ رکھتا ہو تو ایسی صورت میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر نماز پڑھ چکا ہے تو ظہر اور عشاء میں مسجد سے نکل جانے میں کوئی قباحت نہیں کیوں کہ وہ اللہ کے دہائی۔ یعنی مؤذن کا ایک مرتبہ جواب دے چکا ہے مگر جب مؤذن اقامت شروع کر دے تو ظہر اور عشاء میں شریک ہونا چاہئے تاکہ ترک جماعت کی جہت سے بچا جائے اور فجر و مغرب اور عصر میں حلیہ کے قول کے موافق نکل جائے کیوں کہ ان نمازوں کے بعد ان کے یہاں نکل مکروہ ہے۔ فجر اور مغرب کو اکیلے پڑھ لینے کے بعد دوبارہ جماعت میں داخل ہونے کی ممانعت حدیث سے ثابت ہے چنانچہ دار قطنی نے ایک حدیث صحیح ابن عمر رحمہ اللہ کی روایت سے بیان کی ہے کہ حضور اکرم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب تم اپنے گھر میں نماز پڑھ لو پھر جماعت کی نماز پالو تو پڑھ لو مگر فجر میں شریک مت ہو۔ غلط فہمی نے نکھا ہے کہ عصر بھی فجر اور مغرب کے حکم میں داخل ہے۔ (مبطل المعہود ۲۰۶/۱۰ لمعات ۱/۱۰۹۱)

امام مالک رحمہ اللہ فرمود مغرب میں حنیفہ کے موافق ہیں امام شافعی کے نزدیک مطلقاً جائز ہے کہ سب نمازوں میں شریک ہو جائے۔ (اشعۃ اللمعات ۱/۵۳۳)

اب رہی یہ بات کہ حدیث باب میں جس آدمی کے بعد نکل جانے کا ذکر آیا ہے وہ کسی ضرورت سے نکل گیا تھا یا بل ضرورت اس کے متعلق علامہ سندھوی نے لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ کو معلوم ہو گیا تھا کہ اس آدمی کا نکل جانا کسی ایسی ضرورت کی وجہ سے نہ تھا جو اس کے واسطے خروج کو جائز کر دیتی ہو جیسے ضرورت وغیرہ کی حاجت اسی لئے حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس شخص نے ابو القاسم رحمہ اللہ کے حکم کی مخالفت کی ہے اور یہ قول ابو ہریرہ رحمہ اللہ کا مرفوع کے حکم میں ہے کیوں کہ اس میں بھی وعید کی بات صرف حضور اکرم رحمہ اللہ کی طرف سے جانی پہچانی جاسکتی ہے۔ (حاشیہ المسالی: ۱۲۹)

اور علامہ سیوطی نے بھی قرطبی کے حوالہ سے ابو ہریرہ رحمہ اللہ کے اس کلام کو حدیث مرفوعہ پر محمول کیا ہے کہ در حقیقت ابو ہریرہ رحمہ اللہ نے اذان کے بعد مسجد سے نکلنے کی تحریم کو نبی کریم رحمہ اللہ سے سنا اس لئے "اما بعد فقد عسی

ہوتا ہے کہ افسوس ورنہ ایک رکعت ہے یہی قول انہما کا ہے۔ علامہ سندھی متفق نہ ہوئے کے ساتھ ساتھ دسٹ مظرف ہیں چنانچہ انہوں نے نقلی ہونے کے باوجود بات انصاف کی گئی کھائے کہ "وہ مسلمین کس دسٹین الخ" سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک رکعت کے ساتھ نماز ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ فجر کی دو رکعت سنت کے بعد پڑھا نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحب ہے۔ (حاشیہ السنی: ۲۷۱)

مزید بحث و ذکر کے متعلق: کے اپنی جگہ پر آئے گی ابن النکتہ وغیرہ نے کہا کہ فجر کی دو رکعت سنت کے بعد واجب کر دیا یہ شب بیداری کی ممکن سے رات لینے کے لئے لیتے تھے تاکہ طبیعت کی نشاۃ کے ساتھ فرض پڑھ سکیں لہذا قول بتا رہے ہیں کہ لیتا مستحب ہے اور امام نووی نے بھی فجر کی دو رکعت کے بعد ایسے کو مستحب کہا۔ اہل قاری کہتے ہیں کہ بعض لوگوں کا یہ قول کہ فرض اور سنت کے درمیان فصل کے لئے بیٹھتے تھے درست نہیں کیوں کہ حضور اکرم ﷺ سنت گھر میں پڑھتے تھے اور فرض مسجد میں۔

(مرقاۃ: ۱۲۱/۲۰)

لہذا ان کے تحت کی دوسری روایت میں آیات کہ حضور اکرم ﷺ نیند سے جاتے تھے بعد دو رکعت صحن سنت فجر پڑھیں پھر قوتوں کو فرض پڑھا: یا در وضوئیں یا علامہ سندھی نے اس کی توضیح میں لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا سونا ناقص وضو اور حدیث نہیں تھا کیوں کہ حضور ﷺ کا قلب نہیں ہوتا تھا۔ اس کی توجہ روایت سے دینی ہے فرمایا کسب عیسائی ولا ہمام فنی "کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری منگیس سوتی ہیں اور میرا قلب نہیں سوتا۔ امام نووی وغیرہ نے کہا کہ یہ حضور اکرم ﷺ کی خصوصیت میں سے تھی کہ حضور ﷺ کا وضو نیند سے نہیں ہوتا تھا اس میں اہدیت صحیحہ اور دوسری ہیں۔

(بذل المسجود: ۱۲۵/۱ ملخصاً)

اقامۃ المؤذن عند خروج الامام

امام کے نکلنے کے وقت مؤذن کا اقامت کہنا

انصرون الحسین بن حویث قال حدثنا الفضل بن موسیٰ عن معمر بن یحییٰ بن ابی کثیر عن عبد اللہ بن ابی شافعہ عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قیعت الصلوۃ فلاحتموا حتی تروى عن خروجہ۔

محدث اللہ بن ابی قتادہ نے اپنے والد سے روایت کی ابوالدہ رحمہ اللہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کے ختم ہو گئے ہیں جائے تو تم مت کھڑے ہو یہاں تک کہ تم مجھے اکیلو کو کہہ دے کہ تم باہر جاؤ۔

تشریح: علامہ سندھی نے لکھا ہے کہ "فلاحتموا الخ" اور شامی شامیہ اس قیام سے نہایت فرامانی بدوش میں کھڑے کھڑے امام کا انتظار کیا جائے لیکن معنی وغیرہ درست کرنے کے لئے کھڑا دلائل نہیں ہے بہر حال یہ حدیث امام کو

دیکھنے سے پہلے جواز کا مت پر دلالت کر رہی ہے لہذا اس روایت پر جو ترجمہ رکھا ہے اس کے ارد گرد کے درمیان مناسبت نہیں۔ **فلینعمل والله تعالیٰ اعلم**

مظاہر حق میں ہے کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ جب تعمیر کہتے ہیں "سعی علی الصلوٰۃ" کہے اس وقت مقتدی کفر سے ہوں شاید کہ باہر تشریف لانا قبر سے حضور ﷺ کا اس وقت ہونا ہوگا۔



کتاب المساجد

الفصل فی بناء المساجد

تعمیر مساجد کی فضیلت

الخیرونا عمرو بن عثمان قال حدثنا یقبة عن مجیر عن خالد بن معدان عن کثیر بن مرة عن عمرو بن عبسة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من بنی مسجداً اذکر الله عزوجل فیہ بنی الله له جناحی لیلحة

نعم ابن جریر رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں بلفظ رسول الله ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس غرض سے مسجد بنائے کہ اس میں اللہ بزرگ و بزرگوار کو یاد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے بہشت میں گھر بناتا ہے۔

تشریح: بخاری کی روایت میں اتنا زیادہ ہے "یسعی فیہ وحده الله" یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے واسطے مسجد بنائے تاکہ لوگوں کو اٹھانے کے واسطے۔ اسی لئے علامہ ابن الجوزی نے لکھا کہ جو شخص جنام مسجد کے درود پڑھ کر رکھے جس کی تعمیر کر رہا ہے اس کا یہ فعل اس کے عدم خلاص پر دلیل ہے اور نبی اللہ میں بنا دینی اللہ تعالیٰ کی طرف بطور عبادت ہے۔ (کذا قال علامہ السوطی)

بہر حال حدیث سے معلوم ہوتا کہ جو شخص ظلموں اور ستموں کی اصلاح کے لئے مسجد بنائے وہ اس فضیلت کا مستحق ہوگا جو حدیث میں بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے بہشت میں عبادت گاہ تعمیر فرماتا ہے لیکن اگر ہم محمود اور دیکھا کی غرض سے بنائے تو جو شخص اس فضیلت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

المباحاة فی المساجد

مسجد کی تعمیر میں ایک دوسرے کے مقابلہ پر فخر کرنا

الخیرنا مسوید بن نصر قال ابانا عبد الله بن المبارک عن حماد بن سلمة عن ابوب عن ابی فلامیة عن انس ان السی صلی الله علیه وسلم قال من اشراط الساعة ان یتباہی الناس فی المساجد

معارف انس پیغمبر کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ لوگ تعمیر مساجد میں ایک دوسرے مقابلہ پر فخر کریں گے۔

تشریح: مطلب حدیث یہ ہے کہ بطور فخر، محمود اور دیکھا کے ایک دوسرے سے بڑھ کر بڑی بڑی مساجد

مسجد بنائیں گے اور سادگی سے بہت کران کی خوب عبادت کریں گے تاکہ لوگ ان کی تعریف کریں ایسی تعمیر مسجد کا عمل اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ نہیں کہ حدیث میں قیامت کی علامتوں میں سے شمار کیا گیا ہے۔ (موفات، ملاحظہ ہو)

علامہ سندھی نے لکھا ہے کہ ایسی مسجدوں کا وجود اور ظہور اس حدیث کی صداقت پر شہادت دے رہا ہے لہذا یہ آنحضرت ﷺ کے عجزات میں سے ایک عقیم نشانِ عجز ہے۔ علامہ سندھی نے بالکل درست فرمایا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حدیث حضور ﷺ کے عجزہ کی نشاندہی کر رہی ہے کیوں کہ اس حدیث میں حضور ﷺ نے اپنے بعد اوند و اوند کی خبر دی جس کی اس دور میں تعمیر مساجد نے تصدیق کر دی کہ میرا اور بالآخر لوگ زور و زور دہی آؤ گوں سے چندے وصول کرتے ہیں اس سے مجھ پر غریب اور حیرت انگیز عمل پر تعمیر کرتے ہیں اور از حدان کی عبادت کرتے ہیں اور میں کے ساتھ ایک دوسرے کے متبادل پر نظر کرتے ہیں اسی لئے اس نوعیت کی مسجدوں کا وجود قیامت کی نشانوں میں سے ایک نشانی ہے اور حضور اکرم ﷺ کے عجزات میں سے ایک روشنی معجزہ ہے۔

ذکر ای مسجد وضع اولہ

سب سے پہلے کوئی مسجد بنائی گئی اس کا بیان

اخبرنا علی بن حجر قال حدثنا علی بن مسهر عن الاعمش عن ابراهيم قال كنت اقرأ علی ابی القرآن فی الکفة فاذا قرأت الحمد سجد فقلت بائنت اتسجد فی الطريق فقال انی سمعت ابا ذر یقول سألت رسولہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای مسجد وضع اولاً قال المسجد الحرام قلت ثم ای قال المسجد الانصی قلت وکم بیہما قال اربعون عاماً و الارض لک مسجد لعلیہما اذ کت الصلوۃ فصل

اعمش نے ابراہیم سے روایت کی وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے دربارِ راسخ میں قرآن پڑھتا جب میں بیتِ جہدہ تلاوت کرتا تو میرے والد جہدہ کرتے میں نے کہا ابا جی آپ راسخ میں جہدہ کرتے ہیں تو انہوں نے فرمایا بیشک میں نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا سب سے پہلے کوئی مسجد بنائی گئی حضور ﷺ نے فرمایا مسجد حرام میں نے عرض کیا پھر کوئی حضور ﷺ نے فرمایا مسجد اقصیٰ میں نے عرض کیا ان دونوں کے درمیان کتنی مدت کا فاصلہ ہے حضور ﷺ نے فرمایا چالیس سال کا اور سری زبیر میں تیرے لئے مسجد ہے پس جہاں کہیں تجھ کو نماز کا وقت پالے وہاں نماز پڑھ لے۔

تشریح: یہاں اشکال یہ ہے کہ کعبہ کے بانی حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ میں اور مسجد اقصیٰ کے بانی حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ میں ہزار برس سے بھی زیادہ مدت کا فاصلہ ہے چالیس برس کا فاصلہ کیوں فرمایا اس کا جواب ابن الجوزی نے یہ

دیا ہے کہ اس حدیث میں اول بنام اور مسجد کی بنیاد رکھنے پر اشارہ ہے اور پہلے کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا اور نہ پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس بنایا کیوں کہ حقیقی ہے کہ وہی شخص جس نے کعبہ بنایا وہ حضرت آدم علیہ السلام تھے اس کے بعد ان کی اولاد زمین میں پھیلی تو ہو سکتا ہے کہ ان کی اولاد میں سے کسی نے بیت المقدس بنایا ہو اور اس میں چالیس برس کا فرق ہو اس کے بعد دوبارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس۔

غلام ابن حجر نے کہا کہ تاریخ سے یہ خبر ہونے کی وجہ سے لوگوں کو اشکال پیش آیا کیوں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تجدید کی تھی تاہم جس کی اس کی بنیاد حضرت یعقوب علیہ السلام نے رکھی تھی اس کے دوا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کعبہ کے بعد تو ہو سکتا ہے اس میں چالیس برس کا فرق ہو۔ (اللہ تعالیٰ اعلم) (مرویات: ۲۹۹/۲، مظاہر حق: ۲۵۳)

اسی حدیث میں یہ بھی فرمایا کہ ساری زمین میرے لئے عبادت کی جگہ ہے جہاں نماز کا وقت ہو جائے وہاں نماز پڑھو۔ گذشتہ امتوں کو اس کی عبادت کا جہوں میں عبادت کا پابند بنایا گیا تھا تمہارے لئے اس کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ اے لئے یہی حکم ہے کہ جہاں نماز کا وقت ہو وہ نماز پڑھو بشریک زمین جس حالت میں بتائی گئی اسی حالت میں چلیے۔ پھر نماز ہے اور زمین کی حالت اسلامیہ پاک صاف ہے فرض کہ اس نماز کی جگہ پاک ہو شرط ہے اور اگر ناپاک ہو جائے تو اسکی زمین پر نماز جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (حاشیہ التسلی)

فضل الصلوٰۃ فی المسجد الحرام

مسجد حرام میں نماز کی فضیلت

اخبرنا فیہ قال حدثنا الملیل عن نافع عن ابراہیم بن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عباس ان سمعہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت من صلی فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الصلوٰۃ فیہ الفضل من الف صلوٰۃ لیما سواہ الا مسجد الکعبۃ۔
نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت یسورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں نماز پڑھے (اس کی بڑی فضیلت ہے) کیوں کہ جب تک میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے سنا کہ نماز مسجد نبوی میں افضل ہے بڑا نماز سے بہ نسبت اور مسجدوں کے سوائے مسجد کعبہ کے۔

تشریح: اس حدیث میں مسجد کعبہ کو مستثنیٰ کیا ہے اس استثناء کے معنی میں اختلاف ہوا بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسجد نبوی میں نماز افضل ہے مسجد حرام میں نماز کے مقابلہ میں بدوی الف صلوٰۃ کے یعنی مسجد نبوی میں نماز بہ نسبت اور مسجدوں کے بڑا نماز سے افضل ہے مگر بہ نسبت مسجد حرام کے بغیر الف صلوٰۃ کی قید کے مطلقاً افضل ہے۔ اور اور بن عبد الرحمن نے اہل حدیث کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز مسجد حرام میں افضل ہے اس نماز سے جو

مکہ کی مسجد میں پہنچے جسے پھر اس کی تائید میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں فرمایا جیسی کہ نماز میری اس مسجد میں اتنی مسجد تو ہی میں اٹھل ہے بڑا نماز ہے نبوت اور سیدوں کے سوائے مسجد تو م کے نبیوں کی مسجد حرام مسجد نبوی سے انصر ہے جس میں ایک نماز لاکھ نزل کے برابر ہے۔ (ذکرہ النبی صلی فی حاشیہ الحرم مدنی)

الصلوة فی الکعبہ

کعبہ میں نماز پڑھنے کا بیان

اخبرنا فضیلة قال حدثنا انیس بن ابی شہاب عن سالم بن عبدہ قال دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البیت هو وابوہ من رید و سلال و عثمان بن طلحة فاعقبوا علیہم فلما فجعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنت اول من ولج فلقیہ ثلاثا فسالہ هل صلی فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم صلی میں العمودیں الیائیں۔

سارا اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور اسامہ بن زید و عباس اور عثمان بن طلحة کعبہ میں داخل ہوئے پھر اس کا دروازہ بند کر دیا پھر جب رسول اللہ ﷺ نے اس کا دروازہ کھولا تو سب سے پہلے میں داخل ہوا تو بلال رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے کعبہ میں نماز پڑھنا ہذاں بھیجے نے جواب دیا ہاں اور عیسیٰ بن سیرین کے درمیان نماز پڑھی۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کعبہ کے اندر نماز جائز ہے اس سے فقہاء اور ان کے متبعین کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ دروازہ اس کے بند کیا کہ داخل دشمنوں اور کفار کے ساتھ نماز، حرم کے انھیں اذکر تیس و شیعہ لوگوں کی بھیجے کے اندر شیعہ سے بندہ پاموس۔ یہ تو قرآن کے اندر مال کا ہے جہاں کہ بخاری کی روایت میں واضح طور پر اس کا بیان آیا ہے۔ (کتاب الحجہ و عمرہ ص ۱۸۸)

ابو حاتم نے حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نے کعبہ کے اندر نماز پڑھ لی تھیں اور یہ یحییٰ بن عمر و سلم بن عبد اللہ کی روایت سے جو حدیث بیان کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے کعبہ کے اندر نماز پڑھ لی تھیں۔ یہ بھی بجا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی حدیث ثابت ہے جیسا کہ نماز کے محل کو بدلت کرتی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث اس کے ثبوت سے انکار کرتی ہے بلکہ حدیث وال بھیجے کو حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما پر ترجیح دینی جائے گی۔ (مسند المسجود: ۳، ۱۹۹، ۲۰۰)

اور بعض حضرات نے ایک اور جواب یہ دیا ہے کہ کعبہ کے اندر داخل ہونا غیر نماز نہیں پڑھی پھر اگلے دن داخل ہوئے اور نماز پڑھی جیسا کہ ابن قسطلانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ بیت اللہ کے اندر داخل

ہوئے پھر باہر تشریف لائے اور بالائی بیٹے منصورؒ کے چچے تھے میں نے باب بیٹے سے پوچھا کہ منصورؒ نے نماز چڑھی بالائی بیٹے نے کہا نہیں پھر اگلے دن رغل ہوئے تو میں نے سوال کیا بالائی بیٹے سے، یا منصورؒ نے نماز پڑھی تو جواب دیا جی ہاں دو وقتیں چڑھیں۔ (یہ ہوا ہے شرح النقایہ، ۱/۱۴۸ سے نقل کیا گیا ہے) (والفوائد فی العلم






فضل المسجد الاقصى والصلاة فيه

مسجد اقصیٰ اور کس میں نیز پڑھنے کی فضیلت کا بیان

اخبرنا عمرو بن منصور قال حدثنا ابو مسهر قال حدثنا سعيد بن عبد العزيز عن ربيعة بن يزيد عن
ابي انريس الخولاني عن ابي الليثمي عن عبد الله بن عمرو عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ان
سليمان بن داود عليه السلام لما بنى بيت المقدس سأل الله عز وجل خلافا ثلاثة سأل الله عز وجل
حكما يصادف حكمه فآتته وسأل الله عز وجل ملكا لا يفتي لاحد من بعده فآتته وسأل الله عز وجل حين
فزع من بناء المسجد ان لا ياتيه احد لا ينهزه الا الصلوة فيه ان يخرج من خطبته كيوم ولدته امه

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں جب سلمان ابن ابراہیم رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کی تعمیر کو اللہ عزوجل سے تین چیزوں کی درخواست کی اللہ عزوجل سے مقدمات کے ایسے فیصلے کی درخواست کی جو اس کے حکم کے مطابق ہوں وہ مانگی ہوئی چیز ان کو عطا کی گئی اور اللہ عزوجل سے درخواست کی ایسی حکومت کی جو ان کے بعد کسی کو میسر نہ ہو وہ درخواست قبول کی گئی اور اللہ عزوجل سے سوال کیا جبکہ مسجد کی تعمیر سے غارِ باغ ہوے کہ جو شخص اس مسجد میں صرف نماز پڑھنے کے ارادے سے ملے اس کے آگے اس کو گھنٹہ سے اس طرح پاک و صاف کر دے جیسے بکلیاں سے پیدا ہونے کے دن ادا ہے۔

تشریح:

تشریح: اور شاذ بنوی:  سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد اقصیٰ میں نماز کے ارادہ سے سفر کی اجازت ہے چنانچہ ابو داؤد کا روایت میں ہے کہ حضور  کی خدمت میں  نے عرض کیا یا رسول اللہ  اس سفر کا کیا حکم ہے جو بیت المقدس میں نماز کی غرض سے کیا جائے حضور  نے فرمایا جو ارادہ اس میں نماز پر ہو۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ مسجد اقصیٰ میں نماز میں جزا نماز نماز والے کے پھر فرمایا اگر تم سفر کر کے وہاں جانے پر دو اس مسجد میں نماز پڑھنے پر قادر ہو تو دو روغن زیتون بھیج دو جس سے مسجد کی کدیوں کو روشن ہو جائے کیوں کہ جو شخص اس مسجد میں روغن زیتون بھیج دے گا وہ شخص اس شخص کے ہے جس نے اس میں نماز پڑھی۔

فضل مسجد النبي صلى الله عليه وسلم والصلوة فيه

مسجد نبوی اور اس میں نماز پڑھنے کی افضلیت کا بیان

اخبّرنا كثير بن عبيد قال حدثنا محمد بن حرب عن الزهري عن أنس بن مالك عن أبي سلمة بن

عبدالرحمن و ابی عبداللہ الاغمو مولیٰ الجہینین و کانا من اصحاب ابی ہریرۃ انہما سمعا اباہریرۃ یقول
 مسلمۃ فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل من الف صلوۃ فیما سواہ من المساجد الا
 المسجد الحرام فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء و مسجدہ آخر المساجد قال ابو سلمۃ
 و ابو عبد اللہ ثم شک ان اباہریرۃ کان یقول عن حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسمعا ان
 نسبت اباہریرۃ فی ذلک الحدیث حتی اذا توفی ابو ہریرۃ ذکرنا ذلک و تلاونا ان لا تكون کلما
 ابو ہریرۃ فی ذلک حتی یسنده الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کان سمعہ منہ فینا نحن علی
 ذلک جالساً عبد اللہ بن ابراہیم بن فارطہ ذکرنا ذلک الحدیث و الذی فرطافہ من نص ابی ہریرۃ
 فقال لنا عبد اللہ بن ابراہیم اشہد انی سمعت اباہریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانی آخر
 الانبیاء و انہ آخر المساجد.

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن اور ابو عبد اللہ اغمو مولیٰ میں محمد بن ابی ہریرۃ کے دو بیٹے ابو ہریرۃ کے شاگردوں
 میں سے ہیں ان دونوں نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ مسجد نبوی میں ایک نماز پر صناد و ساری مساجد میں ہزار نمازیں پڑھنے
 سے بہتر ہے مگر مسجد حرام کیوں کہ حضور اکرم ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کی مسجد آخری مسجد ہے، ابوسلمہ اور ابو عبد اللہ
 فرماتے ہیں کہ ہم کو اس بارے میں کوئی شک نہیں تھا کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی حدیث سے بیان کرتے ہیں اسی وجہ
 سے ہم نے اس حدیث کے متعلق ابو ہریرۃ سے وضاحت نہیں چاہی تھی کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت پاگئے تو ہم نے اس کا ذکر کیا اور
 اپنی غفلت اور کوتاہی پر ایک دوسرے کو ملامت کی کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ہم نے اس حدیث کے متعلق کیوں تحقیق نہیں کی تاکہ وہ
 اس حدیث کی رسول اللہ ﷺ تک سند بیان کر دیتے اگر انہوں نے اس کو حضور اکرم ﷺ سے سنا ہو تو اس پر ہمیں بہت
 افسوس ہوا ہم اسی حالت میں عبد اللہ بن ابراہیم قارطہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان سے ہم نے اس حدیث کے متعلق ذکر کیا
 اور اپنے اس قصور کو بھی جو ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے وضاحت طلب نہ کرنے کے بارے میں ہوا عبد اللہ بن ابراہیم نے کہا میں گواہی
 دیتا ہوں کہ شک میں نے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ایک میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد
 آخری مسجد ہے۔

اخبرنا قتیبۃ عن مالک عن عبد اللہ بن ابی بکر عن عباد بن نعیم عن عبد اللہ بن زید قال قال رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما بین یثرب و منبر عذوۃ من ریاض الجنۃ.
 حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان ایک باغ
 ہے بھشت کے باغوں میں سے۔

اخبرنا قتیبۃ قال حدثنا سفیان عن عمار الدھقی عن ابی سلمۃ عن ام سلمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ

جو مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو مسجدی هذا۔
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ آدمی آجکے میں اس مسجد کے بارہ میں جھڑنے لگے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی
گئی ایک آدمی نے کہا کہ وہ مسجد قبا ہے اور دوسرے نے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد ہے پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ
میری مسجد ہے۔

تشریح پہلے دن سے مراد غیر وہابیوں کا پہلا دن یا ہجرت کے بعد حضور ﷺ کے مدینہ میں قدم رکھنے کا
پہلا دن ہے۔ (کلمہ قال السہیلی)

علامہ سیوطی نے امام نووی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث واضح طور پر بتا رہی ہے کہ قرآن پاک کی آیت
”لمجدد اس علی الطہوی الخ“ جس مسجد کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد مسجد نبوی ہے اور بعض مفسرین کے اس قولی کو
مسٹر ذکر کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ اس سے مراد مسجد قبا ہے اور علامہ عراقی نے شرح ترمذی میں لکھا ہے کہ بلاشبہ اسکا احادیث بھی
وارد ہوئی ہیں جو بتاتی ہیں کہ اس سے مراد مسجد قبا ہے لیکن حضرت ابو سعید خدری کی یہ حدیث زیادہ واضح زیادہ صحیح اور زیادہ صریح
ہے کہ مسجد نبوی مراد ہے۔ ابن عطیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ قصہ کی مسابقت سے مسجد قبا مراد ہے مگر حدیث کی موجودگی میں
اس کا اعتبار نہیں ہوگا اور حدیث نے صراحت کر دی کہ مراد اسی سے مسجد نبوی ہے۔ (زہو الزیسی ۴/۲۷۱)

یہاں ایک علمی شہ ہے کہ حدیثوں میں وضاحت کے ساتھ آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ مسجد قبا
میں تشریف لے گئے اور اہل قبا سے پوچھا تم لوگ طہارت کیسے کرتے ہو تمہاری تعریف کی گئی۔ انہوں نے کہا کہ ہم بقرہوں سے
استنجا کر کے پانی بھی لیتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا وہ بھی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اسی سبب سے تمہاری تعریف کی ہے تم ایسا ضرور
کیا کرو اس سے اور نیز سابق آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ”لمجدد اس علی الطہوی“ سے مراد مسجد قبا ہے کیوں کہ مسجد
ضرار کی تعمیر مسجد قبا کو نقصان پہنچانے کے لئے ہی کی گئی تھی اور اس حدیث باب کے کیا معنی کہ وہی یوں کی اس میں گفتگو ہوئی
اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد میری یہ مسجد ہے یعنی مسجد نبوی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب
نہیں جو بظاہر قرار ہوتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ مسجد نبوی بھی ہے اور مقصود اس جواب سے اعلیٰ اختصاصی مسجد قبا کو رد کرنا ہے
اب وہاں کہ سابق آیت اس سے انکار کرتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مدلول عبارتہ بعض تو مسجد قبا ہی ہے مگر مدلول بدلتا اصل
مسجد نبوی بھی ہے کیوں کہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے بانی ہونے سے وہ ان اوصاف کی صداق بن گئی تو جس مسجد کے حضور اکرم ﷺ
پائی ہوں وہ ظاہر ہے کہ بدرجہ اولیٰ اس کی صداق ہوگی اور فنی کرنا مسجد قبا کی حضور ﷺ کا مقصود نہیں محض لو۔ واللہ
اعلم (بیہان القرآن: ۱۳۳)

فضل مسجد قباء والصلوة فیہ

مسجد قباء اور اس میں نماز پڑھنے کی فضیلت

اخبرنا قتیبہ عن مالک عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأتی قبا وراکبا وعاشیاً۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد قباء میں سوہر ہو کر اور پیدل بھی تشریف لے جاتے تھے۔
 اخبرنا قتیبہ قال حدثنا معجم بن یطوب عن محمد بن سلیمان الکرمانی قال سمعت ابا امامہ بن سہل بن حنفی قال قال ابی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حرج حتی یأتی هذا المسجد مسجد قباء فصلی فیہ کان لہ عسل عمرة۔

حضرت ابی امامہ کہتے ہیں کہ میرے والد سہل بن حنفی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے گھر سے نکلا ہے حتیٰ کہ مسجد قباء میں آتا ہے پھر اس میں نماز پڑھتا ہے تو اس کو ایک عمرہ کے برابر ثواب ملتا ہے۔

تشریح: قباء ایک چھوٹا نام ہے۔ حدیث سے ظاہر ہے کہ یہ مسجد کعبہ کے قریب واقع ہے۔ اس کی روایت میں "باسمی قباء" کی نسبت "اور" راکبا و عاشیاً کے بعد "فیصلی فیہ و کعبتہ" کا لفظ آیا ہے۔ علامہ طبری نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ مساجد اور مواضع علماء کے ساتھ تقرب مستحب ہے اور زیارات فتح کے دن سنت ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مسجد قباء میں نماز پڑھنا مثل عمرہ کے ہے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد قباء میں جاوے پھر اس میں دو رکعت نماز پڑھے اس کے واسطے عمرہ کا ثواب ہے۔ اور ایک حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد قباء میں داخل ہو پھر اس میں چار رکعت نماز پڑھے تو اس کو عمرہ کے برابر ثواب ملتا ہے۔ بظاہر تعارض ہے اس کا جواب حافظ ابن حجر نے یہ دیا ہے کہ دونوں قسم کی روایت میں اس طرح جمع کی جاسکتی ہے کہ ممکن ہے کہ پہلے چار رکعت پڑھنے کے ثواب کی بشارت سنائی ہو پھر اللہ نے اپنے بندوں پر آسان کیا اور ان پر فضل فرمایا کہ دو رکعت پڑھنے کا ثواب دھارنے کا بعد ملے۔

(مرقات: ۱۹۲/۳)

ما تشد الرحال الیہ من المساجد

جن مساجد کی طرف سفر کی اجازت ہے ان کا بیان

اخبرنا محمد بن منصور قال حدثنا صفیان عن الزہری عن سعید عن ابی ہریرۃ عن رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تشدوا لرحال الا انی ثلاثة مساجد مسجد الحرام و مسجدی هذا المسجد الاقصى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ چاروں کونہ بندھو یعنی سفر نہ کر۔
تین مسجدوں کی طرف مسجد حرام اور مسجد نبویؐ یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس کی طرف۔

تشریح امام بیہقی نے حافظ ابن حجر کے حوالے سے لکھا ہے کہ لا تشدوا یعنی بے جبرائی کے معنی میں ہے۔
”وہاں جمع ہے صحن کی جس کے معنی ہیں چاروں اور سفری سامان تو شدہ حال سے سفر کی طرف اشارہ کیا ہے اور مراد یہ ہے کہ
ہوائے غم میں مساجد کے لمبی مسجد حرام اور مسجد نبویؐ اور مسجد اقصیٰ کے کسی اور مسجد کی طرف سفر نہ کرو مضموم ہوا کہ ان تینوں مساجد کی
طرف بطور اقرب اور عودت کے جانا ہے کیوں کہ ان کو پہنچنا زیادتی مرتبہ اور فضیلت کے امتیازی شان حاصل ہے۔

مسجد حرام سے نکل کر تلے مطابق تمام حرم مشرف مراد ہے اور مسجد نبویؐ سے مراد خاص مراد سے متعلق ہے اور مسجد
حرام اور مسجد اقصیٰ سے مراد بیت المقدس ہے مسافت میں مسجد حرام سے دور ہونے کی وجہ سے اقصیٰ کہتے ہیں۔ شیخ تہجدی
لدین نے کہا کہ ہوائے غم میں جہوں کے زمین کی سطح پر کوئی ایسا نکتہ نہیں جس کو اپنی اصیت کے لیے نہ سے کوئی وقتی فضیلت
حاصل ہوگا کہ اس کی طرف اس فضیلت کی وجہ سے سفر کو جائز قرار دیا جاسکے۔ البتہ ان تینوں جہوں کے علاوہ جگہ کی طرف اس
کی جہتی اور اصلی فضیلت کے لحاظ سے نہیں بلکہ زیارت یا جہاد یا تحصیل علم وغیرہ کے لئے سفر کی جائز ہے۔

(ادھر الوصو: ۲/۳۸)

علامہ بیہقی نے تقریباً اس جیسا ہے انہوں نے فرمایا کہ شدہ حال سے سفر کی طرف اشارہ کیا ہے تو ارشاد مبارکہ
ہا مطلب یہ ہے کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ مساجد میں سے کسی اور مسجد کی طرف سفر نہ کرنا مناسب نہیں ہے جس کی وجہ سے حرم اور عمار
اور عمارتیں کی زیارت اور تجارت وغیرہ کے لئے سفر کرنا ممانعت کے تحت داخل نہیں اس طرح بغیر سفر کے دوسری مسجدوں کی
زیارت مثلاً لہ روہ کے لئے مسجد قبا کی زیارت ممانعت کے تحت داخل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(حاشیۃ النصابی: ۲/۳۸)

مطابق حق میں اس حدیث کے معنی کے بیان میں حضرت ثناء اللی نقہ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں
ان جاہلیت زمانات فقہ کا قصد کرتے تھے کہ اپنے خیال میں ان مکانات کو بزرگ جانتے تھے اور زیارت کرنے تھے اور برکت
میں حاصل کرتے تھے اور اس صرح کے قصد کرنے میں ہر بزرگی کے معنی میں تحریف اور فساد تھا کہ وہ جو شہید و شہداء ہی لئے
موجود اکرم ﷺ نے فساد اور فساد کا رد و اذہم کیا تا کہ غیر دین کی کتابیاں دین کی کتابوں کے ساتھ نہ بن جائیں اور غیر اللہ کی
عبادت کے واسطے میل نہ ہوئے اور میرے نزدیک حق یہ ہے کہ قبر اور اولاد میں سے کسی کوئی کی بندگی کرنے کی جگہ اور کو بطور
ممانعت میں سب برابر ہیں یعنی ان چیزوں کی طرف سفر نہ کرے۔ (مطالعہ حق: ۱۰/۲۳۵)

اتخاذ البیع مساجد

عیسائیوں اور یہود کے عبادت خانوں کو مساجد بنانے کا بیان

اخبرنا عناد بن مسری عن ملازم قال حدثنی عبد اللہ بن بدر عن قیس بن طلق عن ابيه طلق بن علی قال خرجنا ولما اهل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فباعنا معه واجرناه انما بارعنا بیعنا لفاستو ہبناہ من فضل ظہورہ فدعا بعا، فرطاً ونقص بعض ثم صبه فی ادوة وامرنا فقتل احر جوا لفاذا اتیم ارضکم فاکسروا بیعتکم واضمحوا مکانہا بهذا الماء واتحوا، مسجد لفا ان البلد بعد والحر شہید والماء بنشف فضل ملوہ من الماء فامہ لا یزیدہ الا طیبا فخرج حتی قدما ہلدا لکسروا بیعتنا ثم نضعنا مکانہا واتخذنا ہا مسجد لفا دینا فیہ بالا فان قال والراہب رجل من طی فلما سمع الاذان قال دعوا حق ثم استقبل فلما من تلاعنا فلم نرہ بعد۔

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم وفد کی شکل میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپ ﷺ سے بیعت کی اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور ہم نے آپ ﷺ کو اس بات کی خبر دی کہ ہماری زمین میں ایک عبادت گاہ ہے جس میں ہم نے حضور ﷺ سے آپ کے دھوکا پی ہوا پانی مانگا حضور ﷺ نے پانی منگوایا پھر دھوکا اور گی کی پھر اس کو برتن میں لایا اور ہم سے فرمایا اب جاؤ جب تم اپنی زمین میں پہنچو تو روناؤ اپنے عبادت خانہ کو دوسرا پانی کو اس جگہ پھڑک دو اور اس کو مسجد بناؤ ہم نے کہا کہ شہر اور ہے اور میری سخت ہے پانی خشک ہو جائے گا حضور ﷺ نے فرمایا: میں کے ساتھ اور پانی ملا کر بڑھا لیا کرو پھر یہ پانی رائد پانی کو بھی پا کیزہ اور برکت والا بنادے گا پھر ہم نکلے یہاں تک کہ ہم اپنے شہر میں پہنچے ہم نے گرجا توڑ دیا پھر اس جگہ پر پانی پھڑک دیا اور اس کو مسجد بنا لیا پھر ہم نے اس مسجد میں اذان دی طلق بن علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اہل ہر پاس جو وہاں آئی قبیلہ طی سے تھا جب اس نے اذان کی تو یہ بات کہی کہ یہ اذان حق کی دعوت ہے پھر وہاں سے نکلے میں سے ایک نیک طرف رخ کیا اس کے بعد ہم نے اس کو نہیں دیکھا۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرجا توڑ کر اس جگہ مسجد کی تعمیر جائز ہے چنانچہ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ نقل فرمائی جو قوم نصاریٰ سے تھے مع وفد کے حضرت کے پہلے سال میں نبی کریم ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے پھر آپ ﷺ سے بیعت اسلامیہ کی تو انہوں نے چاہا کہ اپنی زمین میں جو ان کو گرجا تھا اس کو توڑ کر اس جگہ مسجد بنالیں اس بارے میں حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا حضور ﷺ نے ان کو اس جگہ پر مسجد بنانے کی اجازت دیدی اور عبادت گاہ توڑ کر اس پر ترکا پانی پھرنے کے لئے حضور ﷺ سے دھوکا پی ہوا پانی مانگا حضور ﷺ نے پانی منگوایا پھر دھوکا اور بر پانی دھوکا منگوایا اس کو ایک چھوٹی خشک میں لایا اور فرمایا کہ اس پانی کو اس جگہ پر پھڑک دو حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے گرجا کو توڑ

کر پھر اس جگہ پر وہ پانی پھیر کر دیا اور اس جگہ پر مسجد تعمیر کی اور ہم سے اذان دی جب ہماری اذان اس راہب نے سنی تو قبولہ ملی سے تھا تو اس نے کہا یہ اذان دعوت حق ہے پھر وہ ایسا غائب ہو گیا کہ ہم نے اس کی کبھی خبر نہ دیکھا۔

علامہ سندھوی نے لکھا ہے کہ راہب کی یہ بات کہ یہ اذان دعوت حق ہے اس کی تصدیق اور اس کے ایمان پر دلالت کرتی ہے اور جب وہ پہلی دفعہ دعوت حق سن کر مشرف بایمان ہوا تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو نبی رحمان کے ساتھ نالین کر دیا ہو۔

(حاشیہ انسانیت)

لاطی قادی نے ملاحظہ فرمائیں کہ حوالہ سے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے دھوکے بچے ہوئے پانی کے ساتھ برکت حاصل کرنا اور اس کو اپنے شہر میں لے جانا درست ہے ورنہ ایسا آپ زحیم کا حکم ہے اس کو بطور تحکیم و تشہید میں لے جانا جائز ہے کیوں کہ حضور اکرم ﷺ امیر مکہ سے آپ زحیم منگواتے تھے تاکہ اس سے اہل مدینہ برکت حاصل کریں اور اسی پر قیاس کیا جاوے ہے حضور اکرم ﷺ کے وارث علماء اور صالحین کی چیزوں کے استعمال کو ان سے بھی تک جائز ہے بشرطیکہ وہ سے تجاوز نہ کرے۔ (مرواٹ : ۲۰۴/۲)

نبش القبور واتخاذ أرضها مسجداً

قبروں کو کھود کر ان کی زمین کو مسجد بنانا

اخبرنا عمران بن موسى قال حدثنا عبدنا واوث عن ابي النجاشع عن انس بن مالك قال لما قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم نزل في عرض المدينة في حي يقال لهم منوع عمرو بن عوف فقام فيهم أربع عشرة ليلة ثم أرسل إلى ملائمتي بنى النجار فجاءوا متقلدي سيفوفهم كأنهم ينظرون إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على راحلته وأمر بكر ودفعه وملائمتي بنى النجار حوله حتى تقف بقاء أبي أيوب وكان يصلي حيث أدر كنه اتصلا فوصلني في مريض الغنم ثم أمر بالمسجد فأرسل إلى ملائمتي بنى النجار فجاءوا فقال يابسي النجار ناسوني بحانتكم هذا قالوا والله لا مطلب فمنه إلا إلى الله عز وجل قال انس وكانت فيه قبور المشركين وكانت فيه غروب وكان فيه نخل فأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم بقبور المشركين نبشت وبالنخل ففطمت وبالنخرب فسويت فصفوا لنخل قبلة المسجد وجعلوا عصابة بين النجارة وجعلوا ينقلون النضير وهم يرتجزون ورسول الله صلى الله عليه وسلم معهم وهم يقولون.

اللهم لا خير إلا خير الآخرة فالنصر الانصار والمهاجر

حضرت انس بن مالك رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف لائے تو مدینہ کے ایک کنارے

میں بخیر و برکت کے قلم میں چودہ روز قیام فرمایا پھر نبی مجاہد کے سرداروں کے پاس پیغام بھیجا وہ لوگ تو اہل انصاف تھے حاضر ہوئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں رسول اللہ ﷺ کی طرف کو اپنی اونٹنی پر چڑھے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور نبی مجاہد کے سردار حضور ﷺ کے ارد گرد تھے یہاں تک کہ ابو یوسف انصاری رضی اللہ عنہ کے اساطیر میں فرماتے ہیں کہ وہ اور قیر مسجد سے پہلے رسول اللہ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جہاں نماز کا وقت ہوتا وہاں نماز پڑھتے تھے چنانچہ کربوں کے ہمارے صفحہ کی جگہ میں نماز پڑھتے تھے پھر لوگوں کو قیر مسجد کا حکم دیا پس کسی کامد کو نبی مجاہد کے سرداروں کے پاس بھیجا وہ حاضر خدمت ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے نبی مجاہد تمہارے اس باغ کو قیامت کے عوض دیدار انہوں نے کہا اللہ ہم جس کی قیمت طلب نہیں کریں مگر اللہ بزرگ و بڑے کے پاس یعنی آخرت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس باغ میں مشرکین کی قبریں تھیں اور اسی میں ہونے والے نکانات کے نشانات تھے اور اس میں سمجھور کے درخت تھے پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ مشرکین کی قبروں کو کھینچ دیا جائے پھر کھود کر بڑی وغیرہ کو نکال دیا گیا اور سمجھور کے درختوں کو کاٹ دیا گیا اور کھنڈرات کو برابر کیا گیا پھر سمجھور کے درخت کو سمجھ کے سامنے کی سمت برابر کر کے کھڑا کیا اور اس کے دونوں بازو پھر کھڑے اور صحابہ رضی اللہ عنہم انھیں اٹھا کر لے گئے اور وہ اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے ساتھ یہ شعر پڑھتے تھے "الصلیب لاصبر الا صبر الاخرة" فافصر الاتصال والمہاجر "یا الہی آخرت کی خیر سے عطا دے اور کوئی خیر اور بھلائی نہیں پس انصاف دار مہاجرین کی مدد فرما۔"

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس زمین کے خد مشرکین کی قبریں ہوں انہیں کھود کر بڑی وغیرہ نکال دینے سے وہ زمین پاک ہو جاتی ہے پھر اس پر مسجد کی تعمیر جائز ہے جس جگہ پر مسجد ہوئی تعمیر کی گئی وہ جگہ بھی ایسی تھی کہ اس میں مشرکین کی قبریں تھیں انہیں کھود کر بڑی وغیرہ نکال دیا گیا پھر اس جگہ پر مسجد بنائی گئی۔ ستون اس کے درخت سمجھور کے تھے اور چھت سمجھور کی ٹخنیوں کی یہ جگہ کس کی ملکیت تھی اہل سیر اور بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے دو جیم بکوں کی تھی جن کا نام سہل اور سہیل تھا دونوں اسعد بن زراؤک پرورش میں تھے اور بخاری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے قیمت نہیں لی لیکن بخاری کی روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس باغ کو ان دونوں سے بطور ہبہ قبول کرنے سے انکار فرمایا یہاں تک کہ اس کو ان دونوں سے خرید لیا۔ دونوں روایات میں کوئی مخالفت نہیں کیوں کہ جب حضور ﷺ نے ان دونوں جیم بکوں سے بطور ہبہ قبول نہیں کیا تو انہوں نے اس باغ کو حضور ﷺ سے فروخت کر دیا اور حافظ ابن حجر نے ابن سعد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان دونوں کو قیمت ادا کر دے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کو دس دینار دیے۔

(بذل المصنوع ۵: ۲۶۲/۲)

النہی عن اتخاذ القبور مساجد

قبروں کو مساجد بنانے سے منع فرمایا

اخبرنا سويد بن نصر قال انما عبد الله بن المبارك عن معمر بن يونس قال قال الزهري اخبرني عبيد الله بن عبد الله عن عائشة عن عباس قال لما نزل رسول الله صلى الله عليه وسلم فظنل بطرح خمبضة وجهه فاذا انعم كشفها عن وجهه قال وهو كذلك لعنة الله على اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور انی عباس رضی اللہ عنہما دونوں کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر طعن الموت نازل کیا گیا تو آپ ﷺ پر چادر ڈالتے ہیں جب سانس طعن میں آگیا جاتا تو چادر چرمنے سے ہٹا لیتے انی حالت میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وادفناہ فی قبرہ کی نسبت ہو انہوں نے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنایا۔

اخبرنا يعقوب ابن ابراهيم قال حدثنا يحيى قاتل حدثنا هشام بن عروة قال حدثني امي عن عائشة ان ام حبيبة وام سلمة ذكرتا كنيسة راثاها بالحبشة فيها تصاوير فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اولئك اذا كان فيهم الرجل الصالح فمات بنوا على قبره مسجداً وصوروا اليك الصور اولئك مشركوا خلق عند الله يوم القيامة.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام حبیہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے کثیر یعنی بیرونہ و نصاریٰ کے عبادت گاہوں کو دیکھا جو ان میں تصویریں تھیں میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا شریک لہ لوگ جب ان میں کوئی نیک آدمی مرتا تو اس کی قبر پر مسجد بناتے اور ان مسجد میں (صماۃ) کی تصویریں بناتے، وہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

تشریح: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ قبروں کو مسجد گاہ بنانا شرعاً ہے اس کا ثبوت بھی پروردگار تعالیٰ کی روایت میں حضرت ام حبیہ و قرآن اور دوسری روایت میں رسول اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہونے کی وجہ سے ہے۔ وغیرہ یہ بات موت کی پیادگی کے وقت کیوں فرمائی اس بارے میں حاتم طائی نے لکھا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کو ان کا علم ہو گیا کہ موت نزدیک آگئی اور امت کی طرف سے خطر محسوس کیا کہ خدا انہیں بدترین شریک و معبود کر دے گی جیسے یہود و نصاریٰ انبیاء کی قبروں کو مسجد کرتے ہیں اس سے اس کے منع ہونے پر تنبیہ فرمائی تاکہ یہود و نصاریٰ کی مشابہت سے پرہیز کریں اور مسجد گاہ بنانا جو سب لعنت ہے وہ دوسری بات ہے کہ یہود و نصاریٰ انبیاء کی قبروں کو ان کی تقسیم کے لئے مسجد کرتے تھے یہ تو شرک جلی ہے جسے ہم بدعتی اور دوسرے یہ کہ وہ انبیاء کے قبروں کی جگہوں میں نماز اور مسجد اللہ کے لئے کرتے تھے لیکن یہ اس قدر بڑے گناہ میں ان کی

قبروں کی طرف متوجہ ہوئے اللہ کی عبادت ہے اور اس کی رضا اور قرب کا ذریعہ ہے یہ شرک ظنی ہے یعنی پوشیدہ شرک اس لئے کہ عبادت کا یہ طریقہ تعظیم مخلوق کو مختص ہے جس کی اجازت نہیں دی گئی اس لئے حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کو اس سے منع فرمایا۔

فرض کہ اس ارشاد مبارک مذکورہ سے حضور اکرم ﷺ اپنی امت کو اس باعث لعنت نقل سے ڈراتے تھے جس کے پیروں و نصاریٰ مرتکب ہوئے۔ (موفات: ۲۰۲)

یہاں پر اشکال یہ ہے کہ اس حدیث میں نصاریٰ کا کیوں ذکر فرمایا حالانکہ ان کے نبی حضرت عیسیٰ ﷺ ہی اب تک ولادت علی نہیں ہوئی اور جب ان کی وفات ہی نہیں ہوئی تو ارشاد مبارک "لعن الله اليهود والنصارى الخ" کے تحت نصاریٰ کو کیسے داخل فرمایا۔ اس کا جواب علامہ سنہی نے یہ دیا ہے کہ نصاریٰ میں انبیاء غیر مرطین جیسے ایک قول کے مطابق حضرت مریم علیہا السلام اور حورین تھے ان کی قبروں کو نصاریٰ نے سجدہ گاہ بنالیا تھا۔ یا حدیث میں انبیاء سے مراد انبیاء اور ان کے بزرگ تاجدار ہیں اس پر صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ "قبور انبيائهم و صالحيهم مساجد" دلالت کرتے ہیں کہ یہ وہ نصاریٰ سنہ اپنے عقیدوں اور نیک نیت لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ یا حدیث میں "انفسهم" کا لفظ آیا ہے اس سے اتنا عام وار ہے خواہ ایجاد کرنے کے طور پر ہو یا اتباع کے طور پر تو یہ سونے کی رحم غیر اللہ کی عبادت کی ایجاد کی اور نصاریٰ نے ان کی قبروں کی اور اس بات میں کوئی شہ نہیں کہ نصاریٰ و ظہروں کی ایک جماعت کی قبروں کی تعظیم کرتے تھے جن کی یہود تعظیم کرتے تھے اب حدیث میں ذکر نصاریٰ پر کوئی اشکال نہیں۔ (حاشیہ النسائی: ۴/۴۱۱، زہر الریاس: ۲۰۱)

الفضل فی اتیان المساجد

مسجدوں میں آنے کی فضیلت

اخبرنا عمرو بن علي قال حدثنا ابن ابي ذئب قال حدثنا الامود بن العلاء عن جارية التثقفی عن ابی سلمة هو ابن عبدالمحسن عن ابی هريرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال حين یخرج الرجل من بیتہ الی مسجد یرجى نکتب حسنة ورجل یرجى نکتب حسنة.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس وقت آدمی اپنے گھر سے مسجد کی طرف نکلتا ہے تو ہر ایک قدم پر ایک نیک لکھی جاتی ہے اور دوسرے قدم پر ایک گناہ لکھا جاتا ہے۔

النهی عن النساء من اتیاننهن المساجد

عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روکنے کی ممانعت کا بیان

حدثنا اسحق بن ابراهيم قال انبانا سفيان عن الزهري عن سالم عن ابيه قال قال رسول الله صلى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اکمل من هذه الشجرة قال اول يوم الصوم تسب قبل اليوم والمصل والمکرات فلا یقر منا فی مساجدنا فان الصلاة فنادی منا بتادی من الانس

حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس درخت سے کھائے پہ روزہ فرما یا نہن کھوے پھر فرما یا جو شخص نہن اور یہ زاد نہن کھائے وہ روزہ کی مسجدوں میں مسلمانوں کے قریب نہ ہو کیوں کہ فرشتے اس سے تکلیف پاتے ہیں۔ نہ آدمی تکلیف دے۔

تشریح اس حدیث میں سن ۱۰۰ ہجری پر تحریر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس کا تمام اہل لغت کے ہاں مشہور بات ہے۔ یہ کہ تیسرا روزہ نہن کو شجر اور بے سوار پودے کو غنم کہتے ہیں۔ (کنز الدقائق)

اور ابن عباسؓ نے فرمایا ہے قرأتی "والسجود والشجر يسجدان" کی تفسیر میں غنم اور شجر کی تفسیر کی ہے لہذا اس حدیث میں غنم (سن ۱۰۰) وغیرہ شجر کا استعمال بطور مجاز ہوا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چنانچہ بزرگوار اس کے مثل کی سبکی اور وغیرہ روزہ کی مسجد میں جانا منع ہے جس کی وجہ حضور اکرم ﷺ سے یہ نہی کی کہ بزرگوار وغیرہ کھانا کھانے میں جائے۔ یہ فرشتوں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے۔ روزہ کی مسجد میں کھانا کھانے کی کھت کا یہ حکم صرف مسجد نبوی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ بعض لوگوں کا خیال ہے بلکہ تمام مسجدوں کا یہ حکم ہے کہ کسی تادیب میں جرح کی اس روایت سے ہوتی ہے جس کو مصنف عبد الرزاق میں نقل کیا ہے اس جرح کہتے ہیں کہ میں نے خط سے سنا کہ کیا نہ کیا ممانعت مسجد حرام کے لئے مخصوص ہے یا حکم ممانعت تمام مساجد کے لئے ہے انہوں نے فرمایا تمام مساجد کے لئے ہے۔ امام سندھی نے لکھا ہے کہ "فلسی مساجدنا" انکی تفسیر گانے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ مسجد میں بزرگوار وغیرہ کھاتے ہیں ان کو ہزاروں میں لوگوں کے قریب ہونے سے نہیں روکا گیا اس کی تادیب حرام ہے لہذا اس کی بے پرواہی سے ہوتی ہے جو قضا و قریب فی مساجدنا کے بعد خود حدیث کے اندر مذکور ہے کیوں کہ ہر جہد فرشتوں کے اہتمام کی جگہ ہیں نہ کہ ہزاروں کو پاس ممانعت نہ کر دے یہ مقصود ہے۔ جد میں عبارت کے لئے حاضر ہوئے واسطے فرشتوں کی رعایت ہے۔ روزہ انسان تو فرشتہ کی محبت سے بھی خالی نہیں ہوتا ہے لہذا اس علت کے پیش نظر کوئی بیاد اور مس و غیرہ کا بالکل چھوڑنا انسان کے لئے مناسب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتح المہلک ۵۰/۲۰، حاشیہ السنائی ۲۰/۲۱)

من یخرج من المسجد

مسجد سے کسی کو نکال دیا جائے اس کا بیان

ابن ماجہ عن محمد بن المنشی قال حدثنا یحییٰ بن سعید قال حدثنا ہشام قال حدثنا حفصہ عن سالم بن ابی السجعة عن معاذ بن ابی طلحہ ان عمر بن الخطاب قال "فکم ایہا الناس لا کلون من شجرنا ما

أفراهما إلا عيسى. هذا البصل والثوم ولقد رأيت من الله صلى الله عليه وسلم إذ وجد ربحهما من الرجل
أمر به في حرج إلى أبيهم فمن أكلهما فلمتهما طبعنا.

حضرت معاذ بن ابی علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا کہ لوگوں تمہارا ہونے اور نہ ہونے سے تمہارے ہونے کی کوئی پروا نہ ہو۔ میں ان کو دعوتِ چرند کہتا ہوں اور پناہ میں سے اللہ کے نبیؐ کو، کیا جب آپؐ کو کسی شخص سے ان دونوں کی بددیواری ہو تو کہتے ہو کہ اللہ نے اس کو علم فرماتے ہیں ان کو بھیج کی حیرت کالی، ایسا ناچر جو شخص ان کو کھانا کھا رہا ہے تو کراں کی بددیواری ہے۔

تشریح نصیحت کی عرب میں کمزور چیز کو کہتے ہیں خواہ قول ہو یا فعل۔ اور اس لیے یہ علماء اور شراب ہوا کوئی ہو سب کو کھانا ہے۔ اس روایت میں حضرت عمرؓ نے بیان کرتے ہیں کہ نصیحت ان کی ہوا ہے اور شراب ہونے کی وجہ سے دنیا پر حضرت عمرؓ نے اپنے نقطہ میں اس تاویسی مرکز کو ذکر کیا جو رسول اکرم ﷺ کے حکم سے دی جاتی تھی کہ جو جلی باز اور تین حکام کو مسجد میں ہے تا اس کو جمع کی طرف جو دعوت میں ایک جگہ لازم ہے کمال دہرہ سے ملے اور اندھنی نے کھسکے کہ جمع کی طرف نکال دینا بصورتاً سب تھا جو شخص ثقیل فرت ہو اور پکارا اور ان کو کہہ کہ مسجد میں داخل ہوں اس کو تار یا پیش کی طرف کاندہ مانتا۔ و اللہ تعالیٰ اعلم

بہم حال اس حدیث سے بہت ہلکا کہ جس آدمی کے منہ سے پہاڑ برہمن اُڑنے والی ہو جو کچھ بھی اس کو کہے وہ سب کمال دیا جائے اور یہ بھی معصوم ہوں کہ جس شخص کے لئے خلاف شرع چیز کو اچھ سے بد کرنا ممکن ہو اس کو ہاتھ سے بند کر دے۔ اب رہی یہ بات کہ کہنی ہونے پہاڑ اور برہمن کا کہنا کیا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کے آخر میں بتا دیا کہ جو شخص پہاڑ اور برہمن کو کہتا ہے اس کا ہے تو کہہ کر ان کی یہ ضرور کرے کہ جسے بتا دیا جاتی رہی ہے لہذا اس کے کھانے میں کوئی نہ بہت نہیں۔ (فتح الملیہ)

ضرب الخبء فى المساجد

مسجد میں خیمہ لگانے کا بیان

حبروا ابو داؤد قال حدثنا يعلى قال حدثنا يحيى بن سعيد عن عمرة عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اراد ان يعتكف صلى الصبح ثم راح في نسكان الذي يريد ان يعتكف فيه فزاراد ان يعتكف العشر الاوخر من رمضان فامر فصرب له خباء وامرت حفصة فصروب لها خباء فدعا رات زيب خباء هذا امرت فصروب لها حب ، فنفذ اى ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم قال البيهقي فليعتكف في رمضان واعتكف عشر ايام شوال.

اعترت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرمائی میں جب رسول اللہ ﷺ کا کاف کا رادہ فرماتے تو صبح کی نماز پڑھتے

پھر اس مکان میں داخل ہوتے جس میں اعتکاف کا ارادہ رکھتے جب رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف کا ارادہ کیا تو خیر نکالنے کا حکم دیا آپ ﷺ کے لئے خیر لکایا گیا اور حضرت حصہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا ان کے لئے بھی خیر لکرایا گیا پھر جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حصہ رضی اللہ عنہ کے خیر کو دیکھا تو انہوں نے حکم دیا تو ان کے لئے بھی خیر لکرایا گیا جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھا تو فرمایا تم عمارت کا ارادہ نہیں رکھتی ہو بلکہ معتضائے غیرت کو پورا کرنا چاہتی ہو پھر حضور ﷺ نے اس رمضان میں اعتکاف نہیں کیا اور شوال کے مہینہ میں ہی دن اعتکاف کیا۔

انصرنا عید اللہ بن سعید قال حدثنا عبد اللہ بن نعیر قال حدثنا هشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ قالت اصعب سعد یوم المحدثی ومانہ رجل من قریش ذمیۃ فی الاکحل فضر بعلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمیۃ فی المسجد لہودہ من قریب۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ سعد رضی اللہ عنہ جنگ خندق میں زخمی ہو گئے قریش کے ایک آدمی نے ان کے ہاتھ کی رگ پر تیر مارا تھا پس رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے مسجد میں خیر نصب کیا تاکہ قریب سے ان کی مراد کر سکیں۔

تشریح: بظاہر اس حدیث کے الفاظ ”اذا اودان ینکف صلی الصبح الخ“ سے معلوم ہوتا ہے کہ منکف صبح کی نماز کے بعد اعتکاف میں بیٹھے گا چنانچہ بعض لوگوں نے ظاہر حدیث پر عمل کیا ہے مگر انہوں نے اس حدیث کو ایک سوئ کی سیج سے اعتکاف شروع کرنے پر محمول کیا ہے جبہ و عمامہ کا یہ مذہب نہیں ان کا مذہب یہ ہے کہ اعتکاف کی ابتداء ایک سوئ رات کے شروع سے ہوگی کیوں کہ محل یہ ہے کہ رات اپنے بعد اگلے دن کے تابع ہوتی ہے۔ اور جبہ و عمامہ نے اس استدلال کا یہ جواب دیا ہے کہ بات بالکل واضح ہے کہ رسول اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے اور اپنے اصحاب کو اس کی ترغیب دیتے تھے اور دن کا بعد پندرہ راتوں کے ملائے بالکل پورا نہیں ہو سکتا لہذا آخر کے دس دنوں میں پہلی رات (ایک سوئ) شب ہو اقل ہوگی۔ نیز اعتکاف کا اہم مقصد شب قدر کی طلب ہے اور شب قدر بھی ایک سوئ شب کو ہوتی ہے جیسے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے لہذا منکف کے لئے مناسب ہے کہ اعتکاف کی ابتداء ایک سوئ شب سے کرے نہ کہ اس کے بعد سے۔ (حاشیۃ النسانی لعلمائہ السنہ ۴۴/۲)

ام نوویؒ نے اس کا نام مذکور کا جبہ و عمامہ کی طرف سے حجاب دیتے ہوئے یہ توجہ کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نیت اعتکاف کے ساتھ مغرب سے پہلے مسجد میں آتے تھے اور رات کو وہاں رہتے جب صبح کی نماز پڑھتے تو اس کے بعد اعتکاف کی جگہ میں داخل ہوتے تاکہ لوگوں سے الگ رہیں یہ مطلب نہیں کہ ابتداء اعتکاف صبح کی نماز کے بعد سے ہوتی۔ امام نوویؒ کی یہ تاویل اقرب الی الصواب ہے ولفظ بعض شارحین کا یہ اعتراض کہ امام نوویؒ کی تاویل مخالف حدیث ہے بے وزن ہے۔ بہر حال حدیث سے ثابت ہوا کہ منکف کے لئے مسجد میں خیر یا ہار وغیرہ نصب کرنا جائز ہے۔

ادخال الصبيان المساجد

بچوں کو مسجد میں داخل کرنا

اعمرنا فتية قال حدثنا عن سعيد بن ابي سعيد عن عمرو بن سليم الزرقى انه سمع ابافادة يقول بينما نحن جلوس في المسجد اذ خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم يحمل عمامة بنت ابي العاص بن الربيع وامها زيب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهي هسية يحملها فضلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وهي على عاتقه بضعها اذا ركع ويعيدها اذا قام حتى ينفض صلاته بفعل ذلك

بہ۔

عمر بن سلیم مدنی کہتے ہیں میں نے ابو قادہ رضی اللہ عنہ سے کہتے سنا کہ جب ہم مسجد میں بیٹھے تھے اچانک رسول اللہ ﷺ اور العاص بن ربیع کی بیٹی امامہ کو اٹھائے ہوئے تشریف لائے اور امامہ کی ماں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا تھیں پس حضور ﷺ نے نماز شروع کی اور وہ بیٹی آپ کے کندھے پر تھی جب رکوع کرتے اس کو بٹھا دیتے جب سجدے سے اٹھتے تو اس کو کندھے پر اٹھا لیتے حتیٰ کہ حضور ﷺ نے اپنی نماز پوری کی اس بیٹی کے ساتھ اس طرح کرتے رہے۔

تشریح: علامہ سندھی نے لکھا ہے کہ فعلی کا مطلق خرج ہے اور نماز باجماعت تھی جیسے بخاری و مسلم کی روایت میں صراحتاً "یوم الناس" آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز باجماعت کے ساتھ تھی اس سے معلوم ہوا کہ یہ فصل جو حدیث میں بیان کیا ہے فرض میں ہاں ہے اسی کے مجہور انہ قائل ہیں لیکن بغیر ضرورت کراہت سے خالی نہیں اور حضور اکرم ﷺ کا فعل ضرورت کی وجہ سے تھا کیوں کہ اس بیٹی کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ تھا اس لئے حضور ﷺ کو اس کی ضرورت پیش آئی یا بیان جواز کے لئے تھا کہ شریعت میں اس طرح کا فعل موجب فساد صلوٰۃ نہیں لیکن مالکیہ سے فرماؤں میں عدم جواز نقل کیا گیا ہے۔ امام نووی نے کہا کہ بعض مالکیہ کا قول ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس حدیث میں جو فعل مذکور ہے وہ حضور ﷺ کے فعل اس میں سے ہے اور بعض نے کہا کہ وہ ضرورت کی بنا پر تھا۔ یہ تمام اقوال باطل ہیں جن پر کوئی دلیل نہیں۔ کیا دیکھتے نہیں کہ حدیث میں قواعد شرع کے خلاف کوئی بات نہیں ہے کیوں کہ آدمی پاک ہے اور جو کچھ اس کے پیٹ کے اندر ہے اس کو رد کر دیا گیا ہے اور بچوں کے کپڑے اور ان کے بدن جب تک کہ پاک ہونے کا یقین نہ ہو پاک و صاف ہیں اور نماز کی حالت میں کوئی معمولی کام کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے یا دونوں پر ورپے کے متفرق طوق پر عمل کثیر سے بھی نماز باطل نہیں ہوتی ہے دلائل شرعی سے اس کی تائید ہوتی ہے اب اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نبی کریم ﷺ کا یہ فعل مذکور بیان جواز کے لئے تھا۔ (زہر الطریقی و حاشیۃ السنائی للعلامة السندهی: ۳۶/۲)

ربط الاسیر بمساریة المسجد

قیدی کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھنا

احمد بن حنبلہ حدثنا الملیث عن سعید بن ابی سعید انه سمع ابانہ یقول یقول بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبلا قبل نحد فجاءت من رجل من بنی حنیفۃ یقال له لعمامۃ ابو آتال سید اهل البعامة فربط بمساریة من سواری المسجد مختصر .

عبد بن ابی سعید کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمھوڑے سوار کو نجد کی طرف بھیجا پس لشکر کے لوگ ایک آدمی کو بنی حنیفہ میں سے پکڑ لائے اس کو تمھارے محل اور اہل بیمار کا سردار کہا جاتا تھا پھر اس کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا گیا۔ اس حدیث کو روایت نے تمھاری بیان یا پوری حدیث صحیح مسلم میں ہے۔

ترجمہ کے تحت متصل حدیث میں سے جتنا حصہ بیان کیا ہے اس کی مناسبت ترجمہ سے واضح ہے، لیکن ترجمہ مضمون اکرم ﷺ کے افراقی سے متاثر ہو کر سلطان دوسرے تھے جن کا تعداد اس حدیث مسلم میں مذکور ہے۔

ادخال الجعیر المسجد

اونٹ کو مسجد میں داخل کرنا

احمد بن سلیمان بن داؤد عن ابن وہب قال اخبرنی یونس عن ابن شہاب عن عبد اللہ بن عبد اللہ عن عبد اللہ بن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طاف فی حجة الوداع علی جعیر یسلم الرکع بمحجن .

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اونٹ پر طواف کیا آپ ﷺ جبراسو کو گامخی کے ساتھ ہوسہ دیتے تھے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا اونٹ پر سوار ہو کر طواف مرض کی وجہ سے کیا جیسے امام محمد نے کتاب آثار میں روایت کر ہے یا بیہوش کی وجہ سے کیا بعض حضرات نے کہا کہ حضور ﷺ نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا یہ آپ کی خصومت سے تھا کیوں کہ ممکن ہے کہ حضور ﷺ کی سواری کو بیہوش آپ ﷺ کی کراہت کے طواف کی جگہ موٹ کرنے سے ٹھکڑا کر کھائیں ہو لہذا حضور ﷺ پر دوسرے کو قیام نہیں کیا جاسکتا ارشد و قرآنی "ولیطوفوا" سے زبان کے طواف نامور بہ ہوتا ثابت ہوتا ہے لہذا جانور کا طواف اس کے قائم مقام نہ ہوگا۔

(حاشیۃ المدنی: ۱/۲۴)

بہر حال زیادہ لطافت کرنا واجب ہے بشرطیکہ کوئی مجبوری اور ضرورت مانع نہ ہو اس حدیث میں آیا ہے کہ کھن کے ساتھ جمر اس کو بوسہ یا تھانجن کی چٹری کو کہتے ہیں جس کا سر نوں اور توجہ از دعام کے چٹری سے جمر اس کو چھو کر ای کو بوسہ دیتے تھے۔ عربی بحث کتاب الحج میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

النهي عن البيع والشراء في المسجد وعن التحلق قبل صلاة الجمعة

مسجد میں خرید و فروخت کرنے اور نماز جمعہ سے پہلے حلقہ بنا کر بیٹھنا منع ہے

الحسن بن اسحق قال ابراهيم بن اسحق بن يحيى بن سعيد عن ابن عجلان عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده ابن النسي صلى الله عليه وسلم نهى عن التحلق يوم الجمعة قبل الصلوة وعن الشراء والبيع في المسجد.

عمرو بن شعيب کے دادا حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے حلقہ بنا کر بیٹھنے سے منع کیا اور مسجد میں خرید و فروخت کرنے سے بھی منع کیا۔

تشریح

جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھنے سے منع فرمایا اس کا سبب کیا ہے علماء نے اس کی مختلف وجوہ بیان کی ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ اگر لوگ نماز جمعہ سے پہلے حلقہ بنا کر بیٹھیں گے تو غالباً بات چیت کریں گے اور آواز بلند ہوگی تو ایسا امت میں خطبہ نہیں سن سکیں گے۔ لاکھ ان کو خطبہ سننے کا قصور پایا ہے اس کو ملاحظہ قارئین نے بعض علماء کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ اور تو رہنمائی کے کہا کہ دو وجوہ سے منع کیا ہے اول یہ کہ حلقہ بنا کر بیٹھنا نمازیوں کی بیعت اجتماعی کے مخالف ہے دوسرے یہ کہ نماز جمعہ کے لئے جمع ہونا بد عمل ہے جب تک اس سے فارغ نہ ہوں دوسرے کام میں مشغول نہ ہونا چاہئے اور نماز جمعہ سے پہلے لوگوں کا حلقہ بنا کر بیٹھنا اس اہم عمل سے غفلت کا باعث ہوتا ہے جس کی طرف ان کو بدایا گیا ہے۔

شرح السنہ میں ہے کہ اس حدیث سے جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے علم یا کسی معاملہ پر گفتگو کرنے کے لئے حلقہ بنا کر بیٹھنے کی کراہت کا ثبوت ہوتا ہے لہذا اس سے پرہیز کرنا چاہئے بلکہ یہ وقت نماز اور ذکر میں مشغول رہنے اور خطبہ سننے کے لئے خاص کر رہنے کا وقت ہے لیکن نماز جمعہ کے بعد صرف نماز کر بیٹھنا نہیں ہے۔ ملا علی قاری نے علامہ خطابی کے حوالہ سے ایک عجیب و غریب بات لکھی ہے کہ کوئی صاحب ”نہی عن التحلق قبل الصلوة يوم الجمعة“ میں غلطی اٹھانے کے لئے کوئی کون سے روایت کرتا تھا اور مجھے بتایا گیا کہ وہ چالیس سال تک اپنے سر کو نماز جمعہ سے پہلے نہیں موٹا تھا غلطاً یہ موصوف کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ وہ حلقہ نام کے زور کے ساتھ حلقہ کی جمع ہے۔ (مواقات ۲/۱۶۱)

علامہ سندھو نے کہا کہ نماز جمعہ سے پہلے صرف نماز کر بیٹھنے سے اس لئے منع کیا گیا کہ اس سے قطعاً مغفوف ہوتی ہے حالانکہ لوگوں کو مجلس بنانے اور جملہ کے کاظم دیا گیا ہے اور حدیث اسکا معنی جس کو ترجمہ کی ہے روایت کیا ہے کہ جب رسول

اکرم ﷺ منبر پر بیٹھے تو ہم اپنے منہ کو آپ ﷺ کے سامنے کرتے۔ اس سے منبر کے ارد گرد حلقہ بنا کر بیٹھنے کا ہوا ثابت نہیں ہوا بلکہ اس کا منبر یہ ہے کہ حضور میں بیٹھ کر خطبہ سننے کے لئے حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہوتے اور یہ جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک دن منبر پر بیٹھے تو ہم حضور ﷺ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ (رواہ بخاری) اس میں ہم بعد از نماز کھڑے نہیں ہوتے بلکہ وہاں ہی بیٹھے ہوتے۔ (حاشیہ السامی: ۲/۱۷۲)

المنی عن تناءد الأشعار فی المسجد

مسجد میں اشعار پڑھنے سے منانیت کا بیان

احمرنا فقیہ قال حدثنا البیہقی عن سعد بن اس عبد الجان عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیہ عن تناءد الأشعار فی المسجد ثم روٰ ابن شعیب کے اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یونس بن کثیر نے مسجد میں اشعار پڑھنے سے منع فرمایا۔

تشریح امام نسائی نے اس منوان کے ساتھ ہی دوسرا منوان "الرخصة فی تقاضیات من سے منع فرمایا ہے جس کہ مساجد میں اشعار کا پڑھنا برکت میں مشابہت ہے بلکہ یونس بن کثیر نے ایسے اشعار کے پڑھنے سے منع فرمایا کہ جن کا مضمون براہ منکر ہو اور جو اشعار پڑھتے ہیں جیسے ان میں توحید باری تعالیٰ ہو اور نصرت رسول و کرم ﷺ ہو ان میں نصیحت کی باتیں ہوں ان کا پڑھنا مسجد میں منع نہیں ہے اور یونس بن کثیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے واسطے کچھ می می منبر کچھ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے پڑھ کرے ہوتے وہ حضور ﷺ کی طرف سے منع فرماتے کہ حضور ﷺ کی تعریف کرتے اور مشرکین کی جو کرتے تھے اور حضور ﷺ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل بخدا کے ساتھ سلمان رضی اللہ عنہ کی تائید کرتے ہے جب تک وہ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے منع فرماتے ہے۔ یہ حدیث دونوں قسم کی روایت پر نظر آئے۔ اگلے سے معلوم ہوتا ہے کہ غرض صحیح سے متعلق اشعار کا مساجد میں پڑھنا جائز ہے اور ایسے اشعار جن سے دین اور حاکم اسلام کی تائید ہوتی ہے یا طرح عاقلانہ مضامین والے اشعار کا پڑھنا ناجائز نہیں ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ یونس بن کثیر یہ پر محمول ہے اور یہ منانیت بیان جواز پر محمول ہے۔ (مرفقات مظاہر حق)

الرخصة فی انشاد الشعر الحسن فی المسجد

مسجد میں اچھے اشعار پڑھنے کی اجازت ہے

احمرنا فقیہ قال حدثنا سفیان عن الزہری عن سعید بن المسیب قال مر عمر بن عبد الجان بن ثابت

وہو یسجد فی المسجد للخطب الیہ فقال قد انشدت ولہ من ہو حرمک ثم الصت الی ابی ہریرۃ فقال اسمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول احب عنی اللہم ایدہ بروح القدس قال اللہم نعم

سید بن منیبؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے کہا کہ میں نے اس مسجد میں اس شخص کو شعر سنایا جو آپؐ سے بہتر تھے پھر حضرت ابو ہریرہؓ کی طرف دیکھا اور پوچھا کیا آپؐ نے رسول اللہؐ سے یہ فرماتے سنا اے حذیفہ میری طرف سے مشرکین کی مجرم کا جواب دے یا ابی ہریرہؓ کے ساتھ حسان کی تائید فرما ابو ہریرہؓ نے جواب دیا اے خدا ہاں۔

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت حذیفہؓ کی تصدیق کی کہ میں نے رسول اکرمؐ سے یہ ارشاد فرماتے سنا اے حسان میری طرف سے مشرکین کی مجرم کا جواب دے ابی ہریرہؓ نے یہ منطوق ہر دو کلمہ میں اچھے اشعار کا پڑھنا شروع نہیں ہے۔

النہی عن انشاء الضالۃ فی المسجد

مسجد میں گم شدہ چیز تلاش کرنے سے منع کرنا

اخبرنا محمد بن وہب قال حدثنا محمد بن سلیمان عن ابی عبد الرحمن قال حدثنی زید بن ابی النہسۃ عن ابی الزبیر عن جابر قال ساء رجل یشد ضالۃ فی المسجد فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا وجدت۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آیا وہ اپنی گم شدہ چیز کو مسجد میں تلاش کرنے لگا رسول اکرمؐ نے اس کے واسطے فرمایا تجھ کو اپنی چیز نہ ملے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گم شدہ چیز مسجد میں تلاش نہ کی جائے رسول اکرمؐ نے گم شدہ چیز مسجد میں تلاش کرنے والے پر واضح لفظ "لا وجدت" کے ساتھ بدعا فرمائی۔ تجھے تیری چیز نہ ملے۔ بعض حضرات نے اس لفظ سے یہی معنی مت تلاش کر اور دعا یعنی تجھے اپنی چیز نہ ملے گی اتوں چیزیں مراد لی ہیں جو تلف سے ہوئی ہیں۔

اظہار السلاح فی المسجد

مسجد میں ہتھیار ظاہر کرنا

اخبرنا عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمن بن الصبور الزہری مہوری ومحمد بن منصور قال حدثنا سفیان قال قلت لعمر و اسمعت حماد بن اہول مر رجل بمہام فی المسجد فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ

نماز پڑھنے کی صورت میں اذان اور اقامت اٹھنے کے لیکن اگر دونوں کو چھوڑ دیا تو بد مکمل قول ابن مسعود رحمہ اللہ جائز ہے اسی نے حضرت ابن مسعود رحمہ اللہ نے پھر اذان و اقامت کے نماز پڑھائی۔ (شرح النفاہ: ۶۳/۱، حدیث: ۹۲/۱)

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضرت علقمہ اور اسود حضرت ابن مسعود رحمہ اللہ کے پیچھے کھڑے ہوئے تو حضرت ابن مسعود رحمہ اللہ نے ایک کو دائیں طرف اور دوسرے کو بائیں طرف کھڑا کیا اور خود درمیان میں کھڑے ہو گئے حالانکہ طہریہ ہے کہ اگر معتدی ایک ہو تو امام کے دائیں طرف کھڑا ہو اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں اور امام آگے کھڑا ہو نہ کہ درمیان میں، تو اس کے بارے میں علامہ سندھوی نے لکھا ہے کہ اگر معتدی دو ہوں تو درمیان میں کھڑے ہونے کا حکم پہلے تھا بعد میں منسوخ ہو گیا مگر ابن مسعود رحمہ اللہ کو منسوخ ہونے کی خبر نہیں پہنچی۔ دوسری بات جو اس حدیث سے معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رحمہ اللہ نے رکوع میں تہنیک کی رکوع میں دونوں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھنے کا تہنیک کہتے ہیں اور جہورائے کے نزدیک یہ کسی وقت کا فعل تھا پھر منسوخ ہو گیا جس کی دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو فرمایا جب تو رکوع کرے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھ اور اپنی انگلیوں کو کشادہ رکھ اور اپنے ہاتھوں کو اپنے دونوں پیلوں سے اٹھالے۔ (رواہ الطبرانی معلولاً)

ابو بخاری و مسلم میں ہے کہ معصب بن سعد رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھ تو مجھے میرے والد سعد بن ابی وقاص سے منع کیا اور کہا کہ ہم لوگ ایسا کرتے تھے پھر ہم کو اس سے منع کر دیا گیا کہ اپنے ہاتھوں کو رکوع کی حالت میں گھٹنوں پر رکھا کریں۔ غرض کہ ان روایات سے واضح ہو گیا کہ تہنیک کا فعل ابتداء اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا شاید حضرت ابن مسعود رحمہ اللہ کو حج کی خبر نہیں پہنچی ہوگی اس لئے فعل سابق کے مطابق رکوع میں تہنیک کی۔ لیکن یہاں پر اشکال یہ ہے کہ اس حدیث میں مصنف نے مسجد میں جواز تہنیک پر کیسے استدلال کیا جبکہ اس کا منسوخ ہونا روایات سے ثابت ہے۔ اس کا جواب علامہ سندھوی نے یہ دیا ہے کہ تہنیک کا فعل سنت رکوع ہونے کی حیثیت سے منسوخ نہیں ہے یہ بات لازم نہیں آتی مسجد میں فعل تہنیک کا جواز منسوخ ہو جائے جس سے ثابت ہوا کہ مسجد میں فعل تہنیک جائز ہے اور اس فعل کا جواز ثابت ہوا اس کا جواز خارج جواز ظاہر ہونے تک باقی رہتا ہے "فلینفعل"۔ (حاشیہ النماز)

الاستقاء فی المسجد

مسجد میں چیت لیٹنے کا بیان

احمد بن حنبلہ عن مالک عن ابن شہاب عن عمار بن محمد عن عمار بن عبد اللہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستقبلاً فی المسجد واضعاً احدی رجلہ علی الأخری۔

عمار بن تیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھ کر

چت لینے ہوئے دیکھا۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہو کہ مسجد میں اس طرح کا لینا جائز ہے اور حضور ﷺ کا اس طرح لینا بھی صحیح بیان جواز کے لئے تھا لیکن بعض روایات میں اس طرح لینے سے منع فرمایا۔ مطابقت کی صورت یہ ہے کہ جواز اور منع کا مدار ستر کے کھلنے اور نہ کھلنے پر ہے اگر ایک پاؤں دوسرے پاؤں پر رکھا کر چپت لینے کی حالت میں ستر کھل جائے گا ضرورت ہو تو اس طرح لینا جائز ہے اور اگر ستر کھل جائے گا خطرہ ہو تو جائز نہیں۔ (حاشیہ السنن للعلامة السنن)

المؤمن فی المسجد

مسجد میں مومن کا بیان

اخبرنا عبد الله بن سعيد قال حدثنا يعقوب عن عبد الله قال اخبرني نافع عن ابن عمر انه كان يتم وهو شاب عمره لا اهل له على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم نائلاً في ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ان عمر رضی اللہ عنہما کو ان غیر شادی شدہ تھے وہ رسول اللہ ﷺ کے دربار میں بیٹھ کر تھے۔

تشریح: اس حدیث سے مسجد میں مومن کا جو مذکور ہوا مسجد کے یہاں مسجد میں سونا مطلقاً جائز ہے علامہ مالک کہتے ہیں کہ جس کے اگلے نعلت کی جڑ ہے اس کے لئے سوا کچھ ہے اور جس کے لئے کوئی بوند نہیں اس کے لئے مسجد میں سونا جائز ہے اور حافظ ابن حجر نے نو مشبہ اور ان کے تعلق میں فرق کیا ہے حالانکہ یہ حدیث عموم کو متشبی ہے۔

(مکذہ فی حاشیہ السنن)

البصاق فی المسجد

مسجد میں تھوکانا

احمر مائتہ قال حدثنا ابو عوانة عن قتادة عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم البصاق في المسجد طهارة وكفارة فيها دنها۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسجد میں تھوکانا نہ ہے اور اس کا کفارہ اور تھوکانا کوئی تہنہ۔

تشریح: مسجد کی زمین اور دیوار پر تھو کے ٹپس کیوں کر کرائیں حرکت تھیمہ مسجد کے خلاف ہے اگر کوئی اتفاقاً اس حرکت کے ذریعہ اس کا کفارہ دینے کی تدبیر ہے کہ اس تھوک کو مسجد کی سطح پر ہت یا نکل میں چھپا دے۔ اور دینی نے کہا کہ

دُفن سے مراد اس قہوک کو بالکل مسجد سے نکال دینا ہے اور علامہ سیوطی نے حافظ ابن حجر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ نفس المسجد فعل بَصَاقٍ "کا ظرف ہے اور کامل کا مسجد میں ہو پھر دفن نہیں جی کہ اگر کوئی خارجی مسجد سے مسجد کے اندر قہوکے کو اس صورت کو بھی ممانعت شامل کر لے اور قاضی عیاض نے کہا کہ مسجد میں قہوکا اس وقت گناہ ہوگا جب اس کو دفن میں کیا لیکن جو شخص دفن کے ارادہ سے قہوکے کو اس صورت میں قہوکا گناہ نہیں اس قول کو امام نووی نے مسترد کر دیا ہے اور انہوں نے کہا کہ یہ تو سرخ حدیث کے خلاف ہے۔ (شرح النبی ص ۶۱)

بہر حال امام نووی کی نظر میں یہ حدیث عام ہے جو سب صورتوں کو شامل ہے دفن کر دینے کا ارادہ کرے یا نہ کرے۔ بہر صورت مسجد میں قہوکا گناہ ہے جس کا گناہ وہ ہے جو حدیث میں بیان کیا گیا کہ اس قہوک کو مسجد کی گلی میں چھپا دے یہ عقلمند کی رعایت سے ایسا نہ کرے کوئی گناہ نہیں اور اگر باطن میں امام نووی نے لکھا ہے تو غلی میں دفن کرنے کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ مسجد کا فرش گلی والا یا ریت والا ہو اور اگر کچے فرش پر کسی نے قہوکا یا غلیم قہوکا تو اس کو کسی چیز سے رگڑنے سے وہ دفن نہ ہوتا بلکہ فرش اور زیادہ گناہ کا اس کو قلع الحلیم میں نقل کرنے کے بعد علامہ عثمانی لکھتے ہیں لیکن جب قہوک کا نشان بالکل مائل ہو جائے تو کچے فرش پر سے قہوک کو اڑا کر دور کر کے جس میں کوئی چیز نہیں اور حدیث عبد اللہ بن عمر "ذکرہ بعفہ" ہی طرح حدیث طارش "وہو فی نحت وحلہ وذلک" کو ای پر محمول کیا جائے گا یعنی اگر کوئی چٹائی یا فرش پر چھوڑ دے تو قہوکے پر اس قہوک کو جوڑے یا پاؤں سے رگڑ کر صاف کر دے حتیٰ کہ اس کا نشان بالکل باقی نہ رہے تو اس میں کوئی قیامت نہیں کیوں کہ اس صورت میں یہ ارادہ گناہ نہ ہوگا جیسے امام نووی نے کہا۔ (فتح الحلیم)

النہی عن ان یتنخم الرجل فی قیلة المسجد

مسجد کے سامنے کی دیوار میں کھٹکھارنے سے منع کرنے کا بیان

احمد بن حنبلہ عن صالح بن عمار عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأى بصفافی حدار القبلة فحكه ثم اقبل علی الناس فقال اذا كان احدکم یصلی فلا یصفن قبل وجهه لان اللہ عز وجل قبل وجهه اذا صلی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی جانب دیوار میں قہوک دیکھا آپ ﷺ نے اس کو کھرجا پھراؤ گلوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو اپنے سامنے کی طرف نہ قہوکے کیوں کہ جب کوئی بندہ نماز پڑھتا ہے تو اللہ بزرگ و بڑا تر اس کے سامنے ہوتا ہے۔

تشریح

آداب: ۱۔ احترام مسجد کی رعایت ضروری ہے مسجد میں کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو عقلمند کے خلاف ہو اگر مسجد میں کوئی گناہت والی چیز مثلاً قہوک یا غلیم وغیرہ پر نظر پڑے تو اس کو دور کر دے خاص طور سے امام مسجد کے احوال کی دیکھ

بہال رکھے چنانچہ اس حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ست قبلہ کی دیوار پر تھوک دیکھ آپ ﷺ نے ان کو کھرجا کر مٹا کر دیا اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے زمخڑیوں سے تھوکا پھرا ہے اس جگہ پر مذکور دیواروں کی طرف متوجہ ہو کر یہ ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اس شخص سے روایات میں آیا ہے "ان ربه بينه وبين القعدة" کہ بے شک اس کا رب مصلیٰ اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے۔

علامہ بیہقی نے کہا کہ اس کلام کو اس کے ظاہر پر محمول کرنا درست نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ مکان میں حلول سے پاک ہے لہذا یہ کلام تشبیہ کے طور پر فرمایا یعنی گویا اللہ تعالیٰ مصلیٰ اور قبلہ کے درمیان ہے بعض علماء نے کہا کہ یہاں مضاف محذوف ہے "ای عظمة الله" اور اب اللہ تعالیٰ مصلیٰ اور جانب قبلہ کے درمیان اللہ کی عظمت یا اللہ کا ثواب ہوتا ہے اور جانب قبلہ کی طرف تھوکنے کو یا اس کا استحقاق ہے لہذا ست قبلہ کی طرف تھوکے علامہ سندھوی نے کہا کہ ارشاد مذکور "ان الله عز وجل" کا مطلب یہ ہے کہ زندہ جب نماز پڑھتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کرتا ہے اور عارضہ التجا کرتا ہے اور قبلہ کی جانب میں اللہ تعالیٰ زندہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس پر نصہ صیغہ فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس حیثیت سے گویا اس جانب میں ہے لہذا قبلہ کی طرف تھوکنے کا مناسب نہیں بلکہ حال تھکیل مذکور یعنی "فان الله عز وجل قبل وجهه اذا صلى" سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف تھوکنے کا حرام ہے خواہ مسجد میں ہو یا خارج مسجد میں خاص طور سے نماز کی حالت میں مصلیٰ کا قبلہ کی جانب تھوکنے کی انتہائی ناپسندیدہ حرکت ہے جس کے کرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (فتح الملعون: ۲/۱۳۳، حاشیۃ النسانی: ۲۰/۵۱)

ذکر نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ان یبصق الرجل

بین یدیه او عن یمینہ وهو فی صلاتہ

اس بات کے بیان میں کہ نبی کریم ﷺ نے آدمی کو نماز کی حالت میں اپنے سامنے کی طرف یا دائیں طرف تھوکنے سے منع فرمایا

اخبرنا قتيبة بن سعيد عن الزهري عن حميد بن عبد الرحمن عن ابی سعيد الخدري ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأى نخامة فی فمہ المسجد فحکمها بحصاة ونهى ان یبصق الرجل بین یدیه او عن یمینہ وقال یبصق عن یمناه او تحت قدمه الیسوی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے سامنے کی دیوار میں طہم دکھا آپ ﷺ نے ان کو نکلنے سے کھرجا دیا آدمی کو اپنے سامنے کی طرف یا دائیں طرف تھوکنے سے منع فرمایا اور فرمایا اپنے بائیں طرف یا بائیں قدم کے نیچے تھو کے۔

تشریح

۱۔ "وَقَالَ يَصْحَقُ عَلٰی بَعَاوِهِ" کے تحت صاحب کہ یہاں مطلق ہے یعنی بغیر قید کے اور ہوا بظاہر اس سے فہم ہوئی ثابت ہوتا ہے جو مسجد کو بھی شامل ہے اور غیر مسجد کو بھی۔ مسجد میں دو یا تین رخ مسجد میں نہیں طرف تھو کے ابتر یہ اتھو مسجد کا تمام حصہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ تکلیف میں نہ ہی حدیث اپنے سامنے کی حد یہ انہیں طرف تھو لئے سے منع نہیں فرمایا ورنہ انہیں اور بائیں طرف میں کوئی فرق نہ ہوتا دونوں برابر ہوتے بلکہ بعد و نماز میں اپنا یہ مرکز کے سامنے مساجد کی حدت میں ہوتا ہے تو اس کی تقسیم کے لئے سامنے کی طرف تھو لئے سے منع فرمایا اور بائیں طرف تھو لئے سے اس طرف کے فرشتے کے کرام کے لئے منع فرمایا جسے احادیث سے سمجھ جاتا ہے۔ (حاشیہ المسامی ۵۰/۱۰)

۲۔ انہوں نے وہ مذکور بات کی کہ اس حدیث میں بائیں طرف تھو لئے سے جو مساجد فرمائی اور ظاہر نماز اور خارج نماز جانب مسجد کے اندر اور خارج مسجد میں دو صحنات کو شامل ہے۔ اور امام ماکنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ بائیں طرف تھو لئے میں جبکہ خارج صحنات کی حالت میں ہوئی طرف نہیں یہ دونوں قول مبارک ہیں انہیں کے کتاب کی کتاب ہے کہ روایت سے کہ قول کی تائید ہوتی ہے ان بارے میں عرض ہے کہ یہاں تو قرآن میں اس لئے شروع ہے چنانچہ مسجد اقصیٰ و کعبہ اشرف میں صحن و صحن سے روایت کی ہے کہ وہ بائیں طرف تھو لئے کو ضرور دیکھتے تھے حالانکہ دونوں میں نہیں ہوتے اور حضرت مودونہ بھی دیکھ کر سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا بائیں طرف نہیں تھو لیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے بچے کو ہر حالت میں بائیں طرف تھو لئے سے منع فرمایا۔

۳۔ قرآن میں کمال روایات سے اس بات کو قیہ و کے قول کی تائید ہوتی ہے اور اس لئے انہوں نے فہم ہر حالت میں مساجد نماز کے ساتھ انہیں یہ ہے مانا اس کے اس صحنہ کی بناء پر قائل ہے کہ جس کو ہم اپنا اور پردہ سے روایت میں مذکور ہے کیونکہ اس میں آیا ہے "فَإِنْ عَنِ يَمِينِهِ مَلَكٌ" کیوں کہ معنی کے بائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے اور امام طہی نے کہا یہ روایت ہے اس فرق سے ملاحظہ اور صاحب حیات فرشتے کے علاوہ اور فرشتہ مراد ہو جو نماز کے وقت امام اور مصلیٰ کی دو طرف آئین کے لئے نہ ضرور ہوتا ہے اور اس کا درجہ یک ذرہ نہ رہے والے سہماں کا درجہ چاہیہ ہوتا ہے بلکہ اس کا سزا اور کرامت کہ انہیں ملتی انہوں نے انہوں نے انہوں نے لے اور فرشتوں سے زیادہ ہوتا ہے اس لئے انہیں طرف تھو لئے سے منع فرمایا اور اگر غیر کتاب فرشتہ مراد ہو تو انکا پیش آنے کا یہاں کہ بائیں طرف ہی طرف تھو لئے ہے تو پھر کمال میں بائیں طرف کی کیا وجہ ہے کہ اس طرف تھو لئے سے منع کیا گیا ہے۔

۴۔ حقا میں کی ایک وجہ اس کا یہ جواب ہے کہ شاید انہیں طرف والے فرشتے کی تکلیف کے لئے خاص طور سے اس طرف تھو لئے سے منع فرمایا اور بعض متاخرین نے یہ جواب دیا ہے کہ جو فرشتے ہیں ان کا اصل ہے ابتدا کتاب یا نہ فرشتے وہاں میں کوئی فعل نہیں اور ان کے لئے وہ حدیث شاہد ہے جس کو ان کی علی شیعہ نے روایت کیا ہے اس میں آیا ہے "فَإِنْ عَنِ يَمِينِهِ مَلَكٌ" کتاب المسامی

۱۔ سنوئی نے کہا کہ بائیں طرف اور قدم کے نیچے تھوکنے کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ خارج مسجد ہو اور اگر مسجد کے اندر ہو تو کپڑے میں تھوکنے پھر بعض پٹرنے کو بعض پر ملے جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے غرض اس طریقہ کی تعلیم دی۔

(مروقات: ۲/۲۲۲)

قاضی عیاض نے کہا کہ نماز کی حالت میں دائیں طرف تھوکنے کی ممانعت اس وقت ہے جب اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ ممکن ہو اور اگر کسی اور طریقہ پر عمل ہو تو دائیں طرف تھوکنے میں کوئی حرج نہیں کا حسی عیاض کا یہ قول غیر معقول ہے کیوں کہ پہلے ہوئے لباس کی موجودگی میں مجبوری کس حرج نہیں آسکتی ہے جب بغیر ﷺ نے اسی پہلے ہوئے کپڑے میں تھوکنے کی ہدایت فرمائی۔

بہر حال حدیث اسباب میں قید اور دائیں طرف تھوکنے سے منع فرمایا اور اس بات کی اجازت دیدی گئی کہ بائیں طرف یا بائیں قدم کے نیچے تھوکنے پھر اس تحوک کو دفن کر دے جیسا کہ بعض روایات میں "فیہ فتنھا" کی زیادتی نہ کرے۔ اب رہ یہ سوال کہ بائیں طرف کوئی آدمی موجب بھی اجازت ہے اس بارے میں علامہ ذہبی نے کہا کہ اگر بائیں طرف کوئی نمازی ہو تو اس طرف بھی نہ تھو کے بلکہ قدم کے نیچے تھو کے یا کپڑے میں تھوئے پھر بعض کپڑے کو بعض پر ملے جیسا کہ اس طرح کر کے نبی کریم ﷺ نے اکھاڑا۔ علامہ ذہبی کی تو بیس نہ کر معقول ہے کیوں کہ اگلے عنوان کے تحت کی حدیث طارق بن عبد اللہ محارب اس کی طرف اشارہ کر رہی ہے اس میں آیا ہے "او تلقاء شمالک ان کان فارغاً نزع" اور عبد الرزاق نے بھی اودا ملہ معطاء حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل اس کے روایت کی ہے۔ (فتح الملہم: ۲/۱۳۵، مروقات: ۲/۲۰۱)

الرخصة للمصلي ان يبصق خلفه او تلقاء شماله

مصلی کے لئے اپنے پیچھے یا بائیں طرف تھوکنے کی اجازت ہے

اعبرنا عبيد الله بن سعيد قال حدثنا يحيى بن سليمان قال حدثني منصور بن ربيع عن طارق بن عبد الله المحاربي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كنت نعلني فلا تفرق بين يديك ولا عن يمينك وابصق خلفك او تلقاء شمالك ان كان فارغاً والا ففككها وبقي تحت رجلك.

حضرت طارق بن عبد اللہ المحاربی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تو نماز پڑھ رہا ہے اپنے سامنے کی طرف مت تھوک اور نہ دائیں طرف اور اپنے پیچھے یا بائیں طرف تھوک اگر خان ہو ورنہ اس طرح کر نہیں نبی کریم ﷺ نے اپنے پاؤں کے نیچے تھوکا اور اس کو پاؤں سے دگڑوا۔

تشریح: اس حدیث میں بائیں طرف تھوکنے کی اجازت اس قید کے ساتھ دیدی کہ اس جانب میں لوگ نہ ہوں اور اگر بائیں جانب میں کوئی ہو تو اس طرف تھوکنے جائز نہیں کیوں کہ اس کو تکلیف پہنچے گی اور کسی مسلمان کو تکلیف دینا حرام ہے

کے سائی اچھ نفل ہے۔ کیوں کہ گندنی چیز سے دیوار مسجد پاک صاف ہوگی جو بحالت فرد شلوغ و خلوص میں ظلال و انداز ہو سکتی تھی
پھر اس جگہ خوشبو لگانا گونا گونے پر بہا گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

علامہ قاری نے لکھ ہے کہ بعض سلف نے فرغین اور خوشبو مسجد کو خوشبو دار کرنے کو مستحب نہ ہے کیوں کہ تخلیق مسجد کا
فضل حضور اکرم ﷺ سے نفل کیا گیا ہے اور شععی نے یہ کہ تخلیق مسجد سنت ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی: جب حضرت ابن
ابی شیبہ نے کعبہ کی تعمیر کی تو اس کی دیواروں پر مشک لگائی۔ در حدیث سے یہ بھی معلوم ہو کہ بھارو سے کوزے کرکات کو مسجد
سے نکال دینا اور مسجد کی ستانی کا خیال رکھنا مستحب ہے۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ نے روایت کی کہ حضور کریم ﷺ کعبہ کی شراب
سے مسجد میں رد و ہار کو تلاش کرتے تھے۔ (مرقات: ۲/۵۰۰)

القول عند دخول المسجد وعند خروج منه

مسجد میں داخل ہونے اور مسجد سے نکلنے کے وقت دعا پڑھنے کا بیان

احمد بن اسلم بن عبد اللہ الغیلانی بصری قال حدثنا ابو عامر قال حدثنا سلیمان بن ربيعة عن
عبد الملک بن سعید قال سمعت ابا حمید واما انسید بقولان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا
دخل احدکم المسجد فليقل اللهم اتع لي ابواب رحمتك واذا اخرج فليقل اللهم ابني اسالك من
فضلک۔

حضرت ابو حنیفہ اور ابو اسید رضی اللہ عنہما دونوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں
داخل ہو تو چاہے کہ یہ دعا پڑھے "اللهم اتع لي ابواب رحمتك" یا الہی میرے لئے رحمت کے دروازے کھول۔ اور
جب نکلے تو چاہے کہ یہ دعا پڑھے "اللهم ابني اسالك من فضلک" یا الہی میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔

تشریح: علامہ طبری نے کہا کہ دخول مسجد کے ساتھ مخصوص رحمت اور خروج کے ساتھ تخصیص فضل میں شریعت کی
حکمت ہو کہ جو شخص مسجد میں داخل ہوتا ہے وہ ایسا مومن میں مشغول ہوتا ہے جو اس کو ثواب اور رحمت کے قریب کر دیتے ہیں لہذا
رحمت کی طلب مناسب ہے اور مسجد سے نکلنے کے بعد رزق حلال کی طلب میں مشغول ہوتا ہے لہذا نکلنے کے وقت فضل کا سوال
مناسب ہے۔ فضل سے مراد رزق حلال ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر جب جو کہ نماز پوری ہو پتہ تو زمین پر بھیج جائے
"وانزلنا من فضل اللہ" اور اللہ کی روزی بخشش کرو۔ اس آیت میں فضل سے مراد رزق ہے اسی طرح امانہ و رزق میں فضل سے
مراد رزق ہے۔ (مرقات: ۲/۱۹۸)

یہ کہ مسجد میں داخل ہونے کا متعدد رحمت اور مغفرت کی تکمیل ہے لہذا دخول کے ساتھ رحمت کا ذکر مناسب ہے اور مسجد
کے باہر طلب رزق کا موقع قائل ہے لہذا خروج کے ساتھ فضل کا ذکر مناسب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (حاشیہ السنائی: ۲/۵۳)

منی جس نہ خلفت عنک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ما هذا لقد صدق فقہ حنی یفہمی اللہ لیک ففہمت فمضیت مختصر.

عبداللہ بن کعب کہتے ہیں کہ میں نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ اپنا واقعہ بیان کرتے تھے جبکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو مدینہ میں تشریف لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے تشریف لاتے تو صبح سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے پھر دروگت نماز پڑھتے پھر لوگوں کے معاملات سننے کے لئے بیٹھ جاتے یاں جب حسب معمول حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تو اب تبوک کی شرکت سے پیچھے رہنے والے لوگ آنے لگے اور غزوہ جیش کرنے اور زمینیں کھانے لگے اور یہ سب لوگ یکجا اپرا حق (۸۰) تھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظاہری عذر کو قبول کر لیا اور ان سے عہد بیان لیا اور ان کے لئے دعا و مغفرت کی اور ان کے باطن کو اللہ کے سپرد کر دیا جب میں خدمت مبارکہ میں حاضر ہوا اور سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے ستر اہم عصر آلود تھی پھر فرمایا آ جاؤ میں چلا چلا سامنے پہنچ کر بیٹھ گیا یاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سے فرمایا کس بات نے تم کو ساتھ جانے سے پیچھے چھوڑ دیا کیا تم نے سواری نہیں خرید لی تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں کسی اور دین دار کے پاس اس وقت بیٹھا ہوتا تو خدا کی قسم کوئی عذر معذرت کر کے اس کی ناراضگی سے بچ جاتا کیوں کہ مجھ میں قوت کھنگو اور اہل کی طاقت موجود ہے لیکن خدا کی قسم مجھے معلوم ہے اگر آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھوٹ بٹائیوں گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض بھی ہو جائیں گے تب بھی تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ سے ناراض نہ رہے گا اور اگر حج کی کہہ دوں گا تو اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو جائیں گے مگر امید ہے کہ اللہ مجھے معاف کرے گا خدا کی قسم مجھے کوئی عذر نہ تھا اس سے پہلے میں اتنا غاف اور غوٹھا لگھی ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے کئی بات کہہ دی اب تم اللہ جا ہیے تاکہ کہ اللہ جہ کہہ جاوے کہ تمہارے متعلق فیصلہ کرے گا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے اٹھا اور چلا گیا۔

یہ حدیث مختصر ہے پوری حدیث یہاں بیان نہیں کی۔ حدیث کی دلالت مقصد باب پر ظاہر ہے کہ معذرت نے اس ترمیم کو جرحہ "حسب جنت" سے اور "فمضیت" سے نکالا ہے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور بغیر نماز کے بیٹھ گئے پھر بغیر نماز کے چلے گئے جس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد دروگت تہیۃ المسجد کا پابند مستحب ہے واجب نہیں۔ (کذا فی الحاشیہ)

صلاة الذی یمر علی المسجد

نماز اس شخص کی جو مسجد کے پاس سے گزرتا ہے

اعمر بن محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم بن عیون قال حدثنا شعب حدثنا الیث قال حدثنا خالد بن اسد بن ابی ہلال قال اعمر بن مروان بن عثمان بن عبد بن حنین احمرہ عن ابی سعید بن المعلق قال سنا

تعدوا الى السوق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فمر على المسجد فصلى فيه.

حضرت ابو جعفر بن محمد بن عقیق سے روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں صبح کو بازار کی طرف جاتے اور مسجد کے قریب سے گزرتے تو مسجد میں نماز پڑھتے تھے۔

تشریح علامہ سعدی نے لکھ ہے کہ قصداً اسے مسجد کی طرف بلانا عزائم نماز کے لئے شروع نہیں ہوا اس سے ثواب میں فرق ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

الترغيب في الجنوس في المسجد وانتظار الصلوة

مسجد میں بیٹھنے اور انتظار نماز کی ترغیب کا بیان

احمد بن حنبلہ عن مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن یحییٰ بن مہرزہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الصلاة تسمى على احدكم مدام في مصلة، فليصلي فيه مانه يحدث اليهم اغفر له الله يومئذ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کرتے تھے تم میں سے ہر شخص کے لئے دعا کرتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ میں نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے جب تک وضو نہ کرے اور نہ اس کے کتا، بواغیرہ سے بات کرے اس پر تم فرما۔

احمد بن حنبلہ عن ابی حنبلہ عن ابی یونس بن عیینہ عن یحییٰ بن مہرزہ عن ابی سعید بن مسعود عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول من كان في المسجد ينتظر الصلاة فهو في المصلاة.

حضرت ابی سعید بن ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ ﷺ فرماتے تھے جو شخص مسجد میں نماز کا انتظار کرتا ہے وہ نماز کے قلم میں ہے۔

تشریح علامہ سعدی نے لکھا ہے کہ حدیث کا لفظ "مدام" فی مصلاۃ "نام ہے جو مسجد اور غیر مسجد سب کو شامل ہے یعنی مصلیٰ نماز پڑھ کر آ رہا ہے جہاں نماز پڑھ کر آیا اور جگہ میں بیٹھنے نماز کے انتظار میں رہتا ہے اس کے لئے دعا مانگے مغفرت اور رحمت کی کرتے ہیں بشرطیکہ وضو نہ کرے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ جب تک کسی مسلمان کو زبان سے یا ہاتھ سے تکلیف نہ دے اور جب تک حدیث احسن نہ کہیں یا صنف نے عنوان سے ثابت کی دوسری روایت کے بعض تخریج کردہ حدیث کے لفظ مذکور سے صرف مسجد مراد لی ہے کیوں کہ دوسری روایت میں فی مسجد کا لفظ آیا ہے جو نظام ہے کہ لفظی مسئلہ سے معنی نہیں لینی مسجد مراد ہے۔ نیز حال "فی مصلاۃ" لفظ مراد ہے جہاں نماز پڑھی وہیں بیٹھا ہے یا تمام مسجد مراد ہے اور معنی اول

مرد کا زہر ہے مٹی پانی کا بھی نہ مل سکے۔ (حاشیہ النسائی ۵۵/۲)

تین ملک سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث بیان کی تو حضرات کے ایک شخص نے اس پر چو کہ اسے ازہر یہ حدیث کیا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ واللہ انا لا ادری ما قواہتہ من ادری کرنا۔ اس مطلب نے کہا کہ مسجد میں حدیث کرنا گواہ ہے اس کی حد سے حدیث کرنے والا آدمی فرشتوں کے استغفار اور وہ اسے عذر دے دیتا ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہو۔ (مرفقات)

ذکر نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلوۃ فی اعطان الابل

اونٹ بندھنے کی جگہ میں نماز پڑھنے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا

اخبرنا عمرو بن حلی قال حدثنا یحیی عن اشعث عن الحسن عن عبد اللہ بن مغفل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عن الصلوۃ فی اعطان الابل.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کے بندھنے کی جگہوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

تشریح: اعطان جمع ہے عطس کی اس کے معنی پانی کے نزدیک اونٹوں کے پیٹنے کی جگہ کے ہیں۔ نہایہ میں لکھا ہے کہ اونٹوں کے آرام کی جگہ میں نماز پڑھنے سے منع ہے کی وجہ سے منع نہیں فرمایا کیوں کہ نبی سے تو کھڑا ہے نہ کہ جگہ میں بھی ہوتا ہے حالانکہ حدیث شریف میں گھریوں کے آرام کی جگہ میں نماز کی اجازت دیدی گئی ہے بلکہ اونٹوں کے پیٹنے کی جگہ میں نماز سے ان کی لوگوں سے شدت نفرت اور بغیر مانوس ہونے کی وجہ سے منع فرمایا ہے کیوں کہ ان کے گلے جاننے سے ضرر پہنچنے کا خوف ہوتا ہے لہذا خشوع و خضوع سے نماز نہیں پڑھ سکتی یا ان کے پیشاب کی چھینٹوں سے عین کے پڑنے کا پاک ہو جائیں گے۔ (دھر الرمہنی ۵۶/۱۰ و حاشیہ النسائی ۵۶/۲۰)

الرخصة فی ذالک

اونٹوں کے بندھنے کی جگہوں میں نماز کی اجازت ہے

احمد بن الحسن بن اسماعیل بن سلیمان قال حدثنا حشیم قال حدثنا مبار عن یزید النخعی عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثنی الارض سجداً و طهوراً ایسا ادراک وجہ من امتی الصلوۃ صلی

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے لئے زمین سجد اور پاک کرنے

والی رات وہی جگہ تھی جہاں ہمیں یہی امرت میں سے کوئی آدمی نماز کو پالے وہیں نماز پڑھ لے۔

تشریح: حاکم سند میں نے لکھا ہے کہ امام شافعی نے اس حدیث کو موقوف پر محمول کیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ اس حدیث میں زمین کو مسجد بنانے کا ذکر آیا ہے۔ اور زمین ایک عام لفظ ہے جو اونٹوں کے بندھنے کی جگہ کو بھی شامل ہے لہذا وہاں نماز جائز ہوگی لیکن دوسری جن احادیث میں اونٹوں کے آرام کی جگہ میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے ان کا تعقیب ہے کہ اس حدیث کے عموم کو مخصوص کیا جائے یعنی غیر معائن اہل کے ساتھ مخصوص مانا جائے لہذا مصنف کا اس حدیث سے معائن اہل یعنی اونٹوں کے آرام کی جگہ میں جو اصلوگہ پر استدلالی اشکال سے خالی نہیں۔ (حاشیہ السنن: ۵۶/۲)

افتر کی جگہ میں یہ بات آئی ہے کہ مصنف کے اس استدلال پر کوئی اشکال نہیں کیوں کہ اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ زمین میرے لئے مسجد اور پانی نہ لٹنے کی صورت میں پاک کرنے والی بنادی گئی اور فرمایا جہاں تک نماز کا وقت ہو جائے تم نماز پڑھ لیا کرو۔ تو اس حدیث کی بناء پر ممانعت والی حدیث کو بھی حزیب پر محمول کریں گے جبکہ اونٹوں کے بندھنے کی جگہ پاک نہ ہو جیسے مسجد طلاء کا قون ہے اور ممکن ہے کہ مصنف کی بھی یہی رائے ہو لہذا استدلال مذکور پر کوئی اعتراض نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم الصواب

الصلوۃ علی الحصر

چٹائی پر نماز پڑھنا

اخبرنا سعید بن یحییٰ بن سعید الاموی قال حدثنا ابی قال حدثنا یحییٰ بن سعید عن اسحق بن عیسیٰ بن ابی طلحۃ عن انس بن مالک ان ام سلمہ سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یاتھبھا لہ صلی فی بھما فتتخذہ مصلیٰ فلانھا فعمدت الی حصر ففصحتہ دعاء فھلی علیہ وصلوا معہ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ میرے یہاں تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز پڑھیں پھر ہم آپ کی جائے نماز کو نماز کی جگہ بنالیں گے پس حضور ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے اور ایک چٹائی جو گھر میں بھی ہوئی تھی ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس چٹائی کو پانی سے دھوا پھر حضور ﷺ نے اس پر نماز پڑھی اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا قیروہ نے بھی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چٹائی پر نماز جائز ہے چنانچہ اس حدیث میں آیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ہمارے گھر تشریف لا کر گھر کے کسی حصہ میں نماز پڑھیں ہم اس کو برکت کے طور پر جائے نماز بنالیں گے فرض کو حضور ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے مگر میں ایک چٹائی بھی ہوئی تھی اس پر نماز پڑھنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس پر پانی چھڑک دیا یہاں لفظ فصحتہ کے معنی چھڑکنے کے ہیں چٹائی کو نرم

كلمت الناس وامرته فعملها من طرفاء العامة ثم جاء بها فلو سلت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قاموا بها فوضعت ههنا ثم رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم رقي نعلها وكبر وهو عليها ثم ركع وهو عليها ثم ركع وهو عليها ثم نزل القهقري فسجد في أصل نعلها ثم عاد فلما فرغ اقبل على الناس فقال يا ايها الناس انما صنعت هذا ليعلموا بي ولتعلموا صلاتي.

يعقوب بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ ابو حازم بن ابی ریحہ نے مجھ کو حدیث بیان کی کہ کچھ لوگ سہل میں سعد بن مسعود کے پاس آئے اور منبر کے بارے میں اختلاف نے لگایا کہ وہ کس درخت سے بنایا گیا تو انہوں نے منبر کے بارے میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا انہوں نے کہا خدا کی قسم بلاشبہ میں خوب جانتا ہوں کہ وہ کس درخت سے بنایا گیا ہے اور بیٹکے میں نے پہلا دن جبکہ اسے دکھایا دیکھا اور جب اول روز اس پر رسول اللہ ﷺ بیٹھے تھے اس دن کو بھی جانتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے فلاں عورت کی طرف یہ پیغام بھیجا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے اس عورت کا نام لیا تھا کہ تم اپنے غلام کو جو بڑھی ہے حکم دو کہ میرے لئے کڑیاں بن کر کے ترتیب سے ایک منبر بنائے تاکہ اس پر جب لوگوں سے بات کروں بیٹھوں تو اس عورت نے اپنے غلام کو حکم دیا غلام نے مقام غابہ کے درخت جھاڑے منبر بنایا پھر اس کو لایا اپنی مائیکہ کے پاس تو اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیج دیا آپ ﷺ کے حکم سے اس کو اس جگہ رکھا گیا جہاں اب ہے پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ اس پر چڑھے اور اس پر نماز پڑھی اور تکبیر کی خبر پر اور رکوع کیا منبر پر پھر منبر سے اتر کر بیٹھے بنے اور منبر کی جڑ میں سجدہ کیا پھر دوبارہ منبر کی بیڑیوں پر چڑھے اور اسی کیفیت سے دوسری رکعت پڑھی جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگوں میں نے یہ عمل اس لئے کیا تاکہ تم میری اقتدا اور داور تاکہ تم میری نماز کو لکھو۔

تشریح: منبر بنے سے پہلے جب حضور اکرم ﷺ خطبہ پڑھتے تو مسجد کے ستون سے درخت مجروح کے حجرہ پر تکیہ لگاتے پھر جب غابہ کے درخت جھاڑے منبر بنایا گیا مائیکہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے اور جس انصاری عورت کے غلام نے منبر کو بنایا تھا اس کا نام یحیٰ بن قحطافہ تھا جس نے حجرتے قول ریان قرار دیا ہے اور حضور ﷺ کے حکم سے اس کو مسجد نبوی میں رکھا گیا تو حضور ﷺ اس پر نماز پڑھنے کو چڑھے۔ فتح الباری میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ نے منبر کے اوپر کے درجہ پر تکبیر کی اور رکوع کیا مگر سجدہ کے وقت اپنے قدمیں کمر منبر سے فرش پر اتارے پھر اس کیفیت سے سجدہ کیا کہ آپ ﷺ کا سر مبارک سجدہ کے وقت اگل منبر سے لگا ہوا تھا لے قدم اگل کمر منبر سے اس لئے اتارے تاکہ استقبال قبلہ کی حفاظت برقرار رہے اور منبر پر اس لئے نماز پڑھی تاکہ سب لوگ حضور ﷺ کے افعال کو دیکھ سکیں بخلاف اس کے اگر زمین پر پڑھتے تو بعض لوگ دیکھتے اور بعض نہ دیکھتے۔

اب رہا یہ سوال کہ کیا یہ عمل کثیر نہیں؟ اس کا جواب علامہ سندھی نے یہ دیا ہے کہ منبر پر نماز کے اور ابن حضور ﷺ کا جو عمل اس حدیث میں مذکور ہے وہ عمل لئیل ہے اس سے نماز باطل نہیں ہوتی حضور اکرم ﷺ نے اس عمل کو نماز کی کیفیت اور اس عمل

کے جواز کو بیان کرنے کی غرض سے کیا ہے لہذا کوئی اشکال نہیں۔ اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ متدی کی نظر اپنے امام کی طرف جائز ہے۔ (فتح الباری وحاشیۃ السنائی: ۵۹/۲)

ترجیب کہتا ہے کہ بلا ضرورت افعال جس سے نماز کے علاوہ دوسرے کام میں داخل ہونا ثابت ہو مفید نماز ہے ورنہ نہیں۔ اب حدیث میں حضور ﷺ کا جو مجلس مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے منبر پر قرأت اور کوٹ کیا اور منبر سے نیچے اتر کر مجھ کو کیا تو یہ افعال نماز کی تکمیل کے واسطے کئے اور نماز کے کام میں رہے لہذا نماز قاسد نہیں ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص مادت کے خلاف کوئی کام کرے تو وہ اپنے اصحاب اور معتقدین کو اس کام کی حکمت بتا دیتے کہ وہ مخالفین میں پڑیں، چنانچہ یہاں حضور اکرم ﷺ نے اپنے اس فعل کی حکمت "انما صنعت هذا الحج" سے بتادی اور حافظ ابن حجر نے کہا کہ ہر حدیث پر جو چیز حاصل ہونے کے بعد بغور فکر یا بطور تحرک التباح بالصلوٰۃ کا انتخاب اس حدیث سے معلوم ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتح المنہم: ۱۳۲/۲)

الصلوة علی الحمار

گدھے پر نماز پڑھنا

اخبرنا فقیہ بن سعید عن مالک عن عمرو بن یحییٰ عن سعید بن بسار عن ابن عمر قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی علی حمار وهو متوجہ الی خیر۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو گدھے پر نماز پڑھتے دیکھا اور آنحضرت آپ ﷺ خیر کی طرف تشریف لے رہے تھے۔

احمد بن محمد بن منصور قال حدثنا اسماعیل بن عمر قال حدثنا داؤد بن قیس عن محمد بن عجلان عن یحییٰ بن سعید عن اس بن حائل قال راہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی علی حمار وهو راكض الی خیر والقبنة خلفه قال ابو عبد الرحمن لا تعلم احداً تابع عمرو بن یحییٰ علی قوله یصلی علی حمار وحديث یحییٰ بن سعید عن انس الصواب موقوف واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو گدھے پر نماز پڑھتے دیکھا اور آنحضرت آپ ﷺ خیر کی طرف سفر کرنے والے تھے اور قبۃ آپ ﷺ کے پیچھے کی طرف تھا۔ امام سنائی کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے عمرو بن یحییٰ کی ان کے قول "یصلی علی حمار" پر متابعت کی ہو اور کئی ابن سعید نے جو حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی اس کو حدیث موقوف کہا ہی صحیح ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ سفر میں سواری کے جانور پر نفل پڑھتے اور اس میں قبلہ کی

کتاب القبلة

باب استقبال القبلة

قبلة کی طرف منہ کرنے کا بیان

اخبرنا محمد بن اسماعیل بن ابراہیم قال حدثنا اسحق بن یونس الازرق عن زکریا بن ابی زائدة عن ابی اسحق عن البراء بن عازب قال قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدينة فصلى نحو بیت المقدس مئة عشر شهرا ثم وجه الى الکعبة فمر رجل قد کان صلي مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قوم من الانصار فقال اشهد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد وجه الى الکعبة فانحروا الي الکعبة.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو بیت المقدس کی طرف سولہ مہینہ نماز پڑھی پھر کعبہ کی طرف متوجہ کر دیا گیا، آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے والوں میں سے ایک شخص باہر گیا تو اس کا گزرا نصار میں سے ایک قوم پر ہوا تو اس نے کہا کہ میں گمراہی دیکھوں کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کو کعبہ کی طرف متوجہ کر دیا گیا ہے، پس وہ لوگ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

تشریح: کعبہ کی طرف پھرنے کا حکم حضور ﷺ پر ظہر یا عصر میں نازل ہوا اور اہل شہر کو خبر نہ ہوئی تھی کہ ایک شخص

نے ان کو صبح کی نماز میں شہادت دی جب اہل قباہ نے بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف قبلہ بدلنے کا حکم سنا اس وقت دور کورع میں تھے اسی حالت میں کعبہ کی جانب گھوم گئے۔ ابن الجوزی نے کہا کہ ہجرت کے دوسرے سال میں قبلہ بدلنے کا حکم نازل ہوا اور محمد بن حبیب الباقفی نے کہا کہ تحویل قبلہ کا حکم ظہر کی نماز میں منگل کے روز نصف شعبان میں نازل ہوا رسول اکرم ﷺ قبلہ نئی سمت میں پٹریں برآمدیں مسرور کی والدہ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے وہاں حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب نے کھانا کھا یا اور عصر کا وقت ہو گیا تو حضور ﷺ نے اپنے اصحاب کے ساتھ اس کے محلہ کی مسجد میں ظہر کی دو رکعتیں شام بیت المقدس کی طرف ادا کیں پھر خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم آیا اور آپ ﷺ حضور اکرم ﷺ تیسری رکعت کے رکوع میں تھے تو فوراً کعبہ کی طرف پھر گئے اور حضور ﷺ کے پیچھے جتنے لوگ تھے وہ بھی پھر گئے پھر قراؤ کو قیام کیا اسی لئے اس مسجد کو مسجد قبلین کہتے ہیں۔ (شرح النقاہ: ۱/۲۶۱)

واحدی نے کہا کہ ہمارے نزدیک یہ قصہ نہایت قوی سند سے ثابت ہے اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک شخص نے نصف بعد الہ کی خبر قبول کرنا چاہتے تھے تو ایسا بات میں نہ کہ معاملات میں اور یہ کہ جب تک معلوم نہ ہو تب تک عمل فرض نہیں۔ واللہ اعلم

باب الحال التي يجوز عليها استقبال غير القبلة

اس سال کا بیان جس میں غیر قبلہ کی طرف رخ کرنا جائز ہے

اخبرنا فضيلة عن مالك بن انس عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي راحلته في السفر حيثما توجهت قال مالك قال عبد الله بن دينار وكان ابن عمر يفعل ذلك

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں سواری کا جانور جس طرف روئے ہو تادی طرف اپنی سواری پر تڑپڑھتے، لہذا ابن انس کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن دینار نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

اخبرنا عيسى بن حماد قال حدثنا ابن وهب قال اخبرني يونس عن ابن شهاب عن سالم عن عبد الله قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي على اثر حلة قبل اى وجه توجه به ويوتر عليها غبره لا يصلي عليها المكنونة

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر دو آپ کو جس طرف متوجہ کرتی اسی طرف نفل نماز پڑھتے اور اس پر تڑپڑھتے مگر فرض نماز سواری پر نہیں پڑھتے۔

تشریح: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ وتر سواری پر پڑھتے اسی سے استدلال کرتے ہوئے عطاء بن ابی رباح اور حسن بصری وغیرہ نے کہا کہ سفر کے لئے سواری کے جانور پر وتر پڑھنا جائز ہے، یہی تو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے بھی مستدل ہے۔ امام لکھتے ہیں کہ جس سفر میں قصر نماز لازم ہے اس میں سواری پر وتر پڑھنا جائز ہے ورنہ جائز نہیں، لہذا وہابی اور امام شافعی کہتے ہیں کہ سفر میں جو جانور کوئی فرق نہیں سواری پر وتر پڑھنا مکنا ہے۔ درمرو و ابراہیم رحمہما دام ابو حنیفہ و ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے فرائض کی طرح وتر بھی سواری پر جائز نہیں زمین پر پڑھے ان حضرات نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو ابوالحواریؓ نے پڑھنا سن کر روایت سے بیان کیا ہے اس میں آیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی سواری پر نفل پڑھتے اور وتر زمین پر پڑھتے اور کہتے تھے کہ رسول اکرم ﷺ اسی طرح کرتے تھے اس حدیث کی اسناد صحیح ہے ورنہ حدیث اس حدیث کے خلاف ہے جو اب کے تحت روایت کی گئی ہے۔ نیز امام عطاء بن ابی رباح نے اپنی سند سے بواسطہ مجاہد روایت کی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر میں اپنے اونٹ پر دو جس طرف متوجہ ہوتا نماز پڑھتے اور جب صحیح سادات کا وقت قریب ہوتا تو سواری سے اترنے پر مجبور پڑھتے، اب حنظلہ بن ابی سفیان کی حدیث مذکور جس کو امام عطاء بن ابی رباح نے بیان کیا ہے اس حدیث سے بیان کیا ہے وہ چیز پر روایت کرتی ہے ایک ابن عمر رضی اللہ عنہما کے خود کے نفل پر دو وتر زمین پر پڑھتے اور اور ایسا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا کہ آپ ﷺ اسی طرح کرتے تھے۔

اور باب کی حدیث بھی انہی سے مروی ہے لہذا دونوں فریقوں کے لئے ان دونوں قسم کی حدیثوں سے استدلال کو آزاد نہیں لیکن فریق ثانی یعنی مردودہ راویانہم وغیرہ یہ جواب دے سکتے ہیں کہ شاید ابن عمر رضی اللہ عنہما کو واجب نہ سمجھتے ہوں اور قرآن کے یہاں دیگر نوافل کی طرح وہ لہذا ان کا وتر پڑھنا سواری پر اور زمین پر جائز ہے کیوں کہ ان کے زمین پر وتر پڑھنے سے سواری پر وتر پڑھنے کی نفی نہیں ہوتی۔

اب رہائی کریم رضی اللہ عنہ کا سواری پر وتر پڑھنا تو شاید پہلے حکم کرنے اور تاکید کرنے کے پڑھنے ہوں گے مگر جب اس کے بعد تاکید کی اور اس کے ترک کی اجازت نہیں دی تو وتر واجبات کے ساتھ لائق ہو گیا ان احادیث کی بناء پر جن کو ہم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے باب سابق میں نقل کیا ہے۔ اس نقل میں اس کے بعد امام غزالی نے عقلی دلیل سے بھی سواری پر وتر جائز ہونے کو ثابت کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایک آدمی کھڑے ہونے پر قدرت رکھتا ہے اس کے لئے زمین پر بیٹھ کر وتر پڑھنا درست نہیں تو اس پر قیاس کر کے ہم کہتے ہیں کہ جو شخص اترنے کی طاقت رکھتا ہو اس کے لئے سواری پر وتر پڑھنا جائز نہیں ہے اس کے بعد امام غزالی کہتے ہیں کہ ان قرآن و اشواہ سے ثابت ہوا کہ میرے نزدیک سواری کے باوجود پر وتر کا پڑھنا منسوخ ہو چکا ہے۔ (بدل المحمود، ۲۴۱ بحوالہ الغنی)

باب استبانۃ الخطاء بعد الاجتہاد

اجتہاد کے بعد خطا ظاہر ہونے کا بیان

احیو ما تقیۃ عن مالک بن انس عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر قال یضعا الناس یقیا فی صلاۃ النصح جاء ہم اذ لقوا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد انزل علیہ النبیۃ قرآن ولذا امر ان یمسقبل القیلة فاستقبلوہا وکانت وجوہہم انی الشیم فاستندروا الی الکعبۃ۔

نصرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں جب لوگ مسجد نبوی میں نماز کی نماز پڑھ رہے تھے ان کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ بیشک رسول اللہ ﷺ پر آج کی شب قرآن نازل کیا گیا ہے اور آپ ﷺ کو تہذیب کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا گیا ہے تم قبلہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور ان کے منہ شرم کی طرف تھے میں وہ لوگ کعبہ کی طرف بھر گئے۔

تشریح شاید اس خبر سے معنی ظنی غرض وہ باتوں میں سے ایک کو ترجیح دینا چاہتے ہوں کہ بیت المقدس کا قبلہ ہونا منسوخ کریم رضی اللہ عنہ کے اجتہاد سے تمنا یا توئی کے ذریعے سے معتقد کامیابان درجہ ان جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ حضور ﷺ کے اپنے اجتہاد سے تمنا یا یہ مقصود ہو کہ اجتہاد سے اہل مسجد کو کاجتہاد معرہ متبادلا لے استقبل بیت المقدس کی مسرتوں کے بعد بھی استصحاب حال یعنی حکم سابق پر عمل کرتے ہوئے بیت المقدس کی طرف تہذیب جتنے رہے حتیٰ کہ ان کو توجیل قبلہ کی خبر اگلے روز فجر کی نماز میں ہوئی اس لحاظ سے ان کے اجتہاد میں خطا ظاہر ہوئی۔ واللہ اعلم

حافظ ابن حجر نے کہا کہ تہجد فی القبلہ کے مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ اگر کسی نے اپنے اجتہاد سے قبلہ کی سمت متعین کر کے اسی کی طرف نماز پڑھی پھر ظاہر ہوا کہ وہ سمت قبلہ ٹھیک نہ تھی تو ایسی صورت میں نماز کا گناہ وہ نہیں سمجھتا۔ یہی قول ابن مسیبؒ، عطاء اور شعبیؒ وغیرہم سے منقول ہے اور یہی قول اہل مال کو فکاہے اور زہری اور امام مالکؒ وغیرہ سے مروی ہے کہ وقت کے اندر گناہ وہ جب ہے کہ وقت کے بعد اور امام شافعیؒ سے مروی ہے کہ مطلقاً اعادہ واجب ہے جب خطا کا یقین ہو جائے۔ مگر نوویؒ نے مذہب امام شافعیؒ اس کے خلاف نقل کیا ہے چنانچہ شرح مسلم میں فرمایا اس حدیث باب سے آپؐ ہی نماز کو دوست کی طرف پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ یہی حدیث سے صحیح ہے کہ یہ صحیح ہے اس کے بارہ میں جو اجتہاد سے کسی ایک سمت نماز پڑھے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر تحریری کو سمت قبلہ میں خطا ہو کر نہ کے اندر معلوم ہو تو قبلہ کے رخ بھردے دیے کیوں کہ اہل تہذیب و ملتحدی کی طرف نماز پڑھ رہے تھے جب انہوں نے خانہ کعبہ کی سمت قبلہ بولنے کا حکم سنا تو نمازی میں جس جہت پر تھے یعنی رکوع میں جانب قبلہ ٹھوم گئے اور حضور اکرم ﷺ نے اس عمل کو برقرار رکھا یعنی انکار نہیں فرمایا جیسا کہ حدیث باب اس پر دلالت کرتی ہے۔

سترة المصلی

مصلی کے سترہ کا بیان

اخیرنا العباس بن محمد الدوري قال حدثنا عبد الله بن يزيد قال حدثنا حيوة بن شريح عن ابي الاسود عن عروة عن عائشة رضي الله عنها قالت سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم في عروة توك عن سترة المصلی فقال من مؤخرة الرجل.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ عروۃؓ نبوک میں رسول اللہ ﷺ سے مصلی کے سترہ کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کی پچھلی کمری کے برابر ہو۔

اخیرنا عبد الله بن سعيد قال حدثنا يحيى بن عبد الله قال ابناء نافع عن ابن عمر عن النبی صلی الله عليه وسلم قال كان يركو الحربة ثم يصلي اليها.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیشہ کی گزرتے ہوئے پھر اس کی طرف نماز پڑھتے۔

تشریح: خط مؤخرہ ہم کے پیش اور غام کی ذریعہ اور مزہ سکن کے ساتھ ہے وہ کمری جو کپادہ کے پیچھے پیٹنے والے کے سر کے برابر ہوتی ہے مطلب یہ کہ میدان وغیرہ میں جہاں جانب ٹھکان سے کسی کے گزرنے کا خطرہ ہو تو اپنے سامنے سترہ کر لینے کے متعلق رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا حضور ﷺ نے فرمایا جب تو نے اپنے سامنے مثل مؤخرہ: رجل کر لیا تو پھر تجھے کوئی معز نہیں جو تیرے سامنے سے گزرا جاوے اور سترہ کی مقدار کم سے کم ایک ذراع ہو اور اگر اس سے زیادہ ہو تو کوئی

حرف میں جس حدیث میں مثل موزع الزلزل اس قدر کوئی چیز ہوتی ہے جو کہ وہاں میں بیٹھنے والے کے سر کے برابر اور یا ایک ذرا اس سے زیادہ ہے۔ اور وہی روایت سے معلوم ہوا کہ مصلی اپنے آگے سر کو زمین کے اندر کاڑھ کر کھڑا کر لے زمین پر اوٹ رہے گا اعتبار نہیں رکھیں گے۔ اس روایت میں ایک امر بیٹھنے کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے کہا کہ جو سیدہ بھراہی کی طرف نماز پڑھتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کاڑھنے کا اعتبار ہے اس کو سنت قرار دیا گیا ہے لہذا ان کا حرف کہ نماز پڑھنے سے سر کو زمین پر مصلی کے سامنے ڈالنا اور اس کے سامنے کھینچنے کا اعتبار نہیں کیا گیا کہ اس سے مقصود اصل مذکور اور مقصود یہ کہ کھینچنے والے سر کو نہ کچھ کر اس کے پار سے گذرے تاکہ نماز کی قیود میں متشابہ پیدا نہ ہو اس قیود کو صاحب دہا یا اور ان کا منشا اگرچہ اللہ نے صحیح کیا اور اسی کو لیا ہے۔ (کذا اھی البدایہ و شروعیہ)

میں وہ داکا کی ایک روایت میں آیا ہے کہ جب ہمیں سے کوئی شخص نماز پڑھتے ہوئے غصہ غیر کو اپنے آگے کھڑا کرے اور لوہا پر ساتھ غصہ اور غیر مذکور کو کھینچ لیا تو چھیننے میں غور سے اس خط کے پرے سے گذرے گی کہ کوئی نہیں کہے گی۔ اور وہ ایوم پر قاضی روایت سے معلوم ہوا ہے کہ خط کھینچنے کا اعتبار ہے اس کا جواب یہ ہے کہ سنن الصبیحہ ۱۰۱۷۳۲ قاضی شاکانی کی کتاب میں ادا ہمارے حوالے سے لکھا ہے کہ اس حدیث میں یہ نہیں۔ نے کاڑھنے سے کہ اس جہان الغیر نے اس کو کھینچا اور سلمان بن عیینہ اور اس شافعی وغیرہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے تفصیل اس میں دیکھئے کہ یہ ایک کتبہ میں کہ یہ ایک اور کتبہ فقہاء خط کھینچنے کا اعتبار نہیں کرتے۔ اور اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف اور مضطرب ہے بلکہ اس سے استدلال درست نہیں۔ اب یہ خط کا قیود البدایہ میں لکھا ہے کہ ابو محمد نے امام محمد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مصلی اپنے سامنے وہ نہ کھینچے لیکن نہ کھلا اور ترک خط میں کوئی لڑکی نہیں اس لئے کہ وہ درخت دیکھنے والے کی نظر میں نہیں آتا بلکہ مقصود اس میں نہ کھلا اور مقصود یہ ہے کہ گذرے والوں اس کو کچھ کر اس کے پرے سے گذرے۔

الامر بالنوم من السترة

سترہ کے قریب کھڑے ہونے کا حکم دینا

اخبرنا علی بن حجر واسحق بن منصور قال حدثنا سفيان عن صفوان بن سليم عن نافع بن حبيب عن سهل بن أبي حنيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلى احدكم اى سترة فليدن منها لا يقطع للشيطان عليه صلاحه.

حضرت سہیل بن ابی حنیفہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ستروں کی طرف نماز پڑھے تو اس کے قریب کھڑا ہو جائے تاکہ شیطان اس کی نماز نہ توڑ سکے۔

تشریح: ابن الکلبی نے نقل کیا ہے کہ امام شافعی اور امام احمد قول یہ ہے کہ نماز پڑھنے کے بعد تین ذرا یا اس سے کم

ستر کے قریب نماز ہوگی کہ جب حضور اکرم ﷺ نے کہ میں نماز پڑھتی تو آپ ﷺ نے اپنے اور دیکھنے کے درمیان
 تقریباً تین اراش کی مقدار رکھی تھی لہذا حق بھروسہ میں اس سترہ کے قریب کھڑا ہوا۔ دوسرے قریب رہا۔ تیسرے فاصلے لگے دیا
 گیا ہے کہ تا کہ شیطان اس کی نماز کو نہ توڑے اس سے معصوم اور اگر سترہ مصلیٰ پر غلبہ شیطان اور اس کو مصلیٰ کے تلب میں دوسرے
 فاصلے سے مانع ہوتا ہے اور اگر مصلیٰ کے آگے سترہ نہ ہو تو شیطان اپنی دوسرا نہ زنی سے مصلیٰ کو اس کے خضوع اور خضوع اور
 قرأت وغیرہ کو تدریک کے ساتھ پڑھنے سے پھسلانے پر قادر ہوتا ہے۔ (فائدہ الحافظ: میں صحیح)

اس کاغذ کرنے کے بعد ملاطی قادری لکھتے ہیں کہ اتباع سنت اور اس پر مرتب ہونے والے فوائد پر غور رکھی جائے یعنی سترہ
 کے معاملہ میں (مرقات، نمبر ۳۴) امام سندھی نے لکھا ہے کہ ارشاد مبارک "لا یفصیح الشیطان علیہ صلواتہ" سترہ نہ ہے
 جو تعمیل کے منزلہ میں ہے اب اگر کا مطلب یہ ہوگا کہ منس سترہ کے قریب رہے تا کہ شیطان اپنی حرکت سے نماز کو توڑنے والی
 چیز کو مصلیٰ کے سامنے سے گزرنے پر کہہ کر اس کی نذر نہ توڑے جیسے عورت یا تلمہ حبیبہ یا تلمہ گزرنے سے بعض علماء کے نزدیک
 واقعی نذر نہ توٹ جاتی ہے اور مجاہد کے نزدیک مصلیٰ کا خضوع و خضوع ختم ہو جاتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ شیطان سے مراد کتا، بویوں
 کھدیت میں اس کو شیطان کہا گیا ہے۔ (حاشیہ النبی: ۶۲/۲)

مقدار ذلک

مصلیٰ کو سترہ سے کتنا قریب رہنا چاہئے اس کا بیان

اخیر ما محمد بن سلمة والحارث بن مسكين قراءة عليه وناسمع عن ابن القاسم قال حدثني
 مالك عن نافع عن عبد الله بن عمران رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل الكعبة هو واسامة بن زيد
 وسلاط وعثمان بن طلحة الحنظلي فاعلفها عنده قال عبد الله بن عمر فساكت بلالا حين خرج فإذا صاع
 رسول الله صلى الله عليه وسلم طال جعل عمودا عن يساره وعمودين عن يمينه وثلاثة عمدية و
 وكان البيت يومئذ على ستة عمدية ثم صلي وجعل بينه وبين الجدار نحو امن ثلاثة افرع.

حضرت مہاراجہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب تک رسول اللہ ﷺ اور اسامہ بن زید اور بلال بن رباح اور عثمان بن
 طلحہ بیٹھے کہہ میں: تم ہوئے پھر کہہ کا دروازہ بند کیا مگر اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا جس
 وقت کہہ سے نکلے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہہ میں کیا کیا بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک ستون بائیں جانب کیا اور دو ستون دائیں
 جانب کے اور میں ستون اپنے پیچھے کے اور اس وقت کہہ میں ستونوں پر تھا پھر حضور ﷺ نے نماز پڑھی اور اپنے اور پیار
 کہہ کے درمیان تقریباً تین اراش کا فاصلہ تھا۔

تشریح: الفقہ فی حادہ زہم، دونوں کے درمیان کے ساتھ ہے عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہما جب کہہ میں دربان کہہ تھے اس

چہ جس رسول اللہ ﷺ نے ہم سے کچھ نہیں فرمایا۔

اخبرنا عبد الرحمن بن خالد قال حدثنا حماد قال قال ابن جريج اخبرني محمد بن عمرو بن علي عن عباس بن عبد الله بن عباس عن الفضل بن العباس قال زار رسول الله صلى الله عليه وسلم عباسا في بادية لنا ولنا كلبية وحارة نرهى فضلى النسي صلى الله عليه وسلم العصر وهما بين يديه فلم يزجرا ولم يخرجا

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم جنگل میں رہتے تھے رسول اللہ ﷺ ہماری زیارت کے لئے تشریف لائے پس نبی کریم ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی اور ہماری کتیا اور گدھی حضور ﷺ کے سامنے کھینچی جاتی تھی مگر وہ نہ روکا گیا اور نہ پیچھے کر دیا گیا۔

اخبرنا ابوالاشعث قال حدثنا خالد قال حدثنا شعبة ان الحكم اخبره قال سمعت يحيى بن الجزار يحدث عن صهيب قال سمعت ابن عباس يحدث انه مر بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم هو وعلاء من بني هاشم على حماد بن زيد رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يصلي فزلا ودخلوا معه فجلسوا ولم ينصرف فجاءت جاريان تسعيان من بني عبدالمطلب فاعلستا به فكتبه ففرع بينهما ولم ينصرف.

صہیب کہتے ہیں میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا وہ یہ واقعہ بیان کرتے تھے کہ میں اور بنی ہاشم کا ایک لڑکا گدھی پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے گزرے اور حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے میں وہ اپنی سوارائی سے اترے اور حضور ﷺ کے ساتھ نماز میں شامل ہو گئے حضور ﷺ نماز سے فارغ نہیں ہوئے اور کتیاں بنی مطلب کی دوڑتی ہوئی آئیں اور حضور ﷺ کے دونوں گھٹنوں کو پکڑ لیا حضور ﷺ نے ان دونوں کو ہٹا دیا حالانکہ آپ ﷺ نماز سے فارغ نہیں ہوئے۔

اخبرنا اسماعيل بن مسعود قال حدثنا خالد قال حدثنا شعبة عن منصور عن ابراهيم عن الاسود عن عائشة رضي الله عنها قالت كنت بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يصلي فلما اردت ان اقوم كرهت ان اقوم فامر بين يديه انسللت انسلالا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہوتی اور حضور ﷺ نماز پڑھتے تھے یہی جب میں اٹھنے کا ارادہ کرتی تو میں اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ میں انھوں پر حضور ﷺ کے سامنے سے گزر جاؤں اس سے میں ہلک کر نکل جاتی۔

تشریح: ترجمہ کے دو جز ہیں اول جز تو یہ ہے کہ جس چیز سے نماز نوت چلتی ہے جبکہ مصلیٰ کے سامنے سترہ نہ ہو

اس کے اثبات میں حضرت ابو ذر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پیش کی ہے اور دوسرا جزم ہے کہ جو چیز نماز کو نہیں توڑتی اس کے اثبات میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پیش کی ہے بظاہر حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت مصلی کے آگے سزا نہ ہو تو عورت اور مکہ حلالہ و سیاحہ کرام کے ساتھ سے گزرنے سے نماز باطل ہوتی ہے اہل ظاہر اسی کے کائل ہیں انہوں نے اسی حدیث سے اپنے قول پر استدلال کیا ہے امام احمد کہتے ہیں کہ سب رسول گزرنے سے تو نماز باطل ہو جاتی ہے کیوں کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے مقابلہ میں کوئی اور حدیث اور حدیثیں کوئی جس میں سیاحہ کرام کے متعلق اس بات کا ذکر آیا ہو کہ جس کے گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی ہے نہیں عورت اور مکہ حلالہ و سیاحہ کرام کے بارے میں میرے قول میں تردد ہے کیوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جو آگے آ رہی ہے اور صحیح مسلم میں باب سزا لمصلی کے تحت ان کی جو حدیث مذکور ہے وہ اس حدیث ابو ذر رضی اللہ عنہ کے معارض ہے کیوں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصلی کے سامنے سے عورت کے گزرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے اسی طرح سے گدھے کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث جو آگے آ رہی ہے وہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے معارض ہے اس بناء پر امام احمد کہتے ہیں کہ عورت اور مکہ حلالہ و سیاحہ کرام کے گزرنے سے نماز باطل ہوئی یا نہیں مجھے اس میں تردد ہے۔

امام نیک و امام ابو حنیفہ و امام شافعی و امام احمد اور جمہور علما و مفسرین و مفسرین کہتے ہیں کہ عورت اور مکہ حلالہ و سیاحہ کرام کے گزرنے سے نماز باطل ہوتی ہے نہ ان کے علاوہ کوئی اور چیز گزرنے سے نماز باطل ہوتی ہے مسلک جمہور کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام نسائی نے ترجمہ کے جزاء ثانی کے تحت روایت کیا ہے اس کے بعد حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث روایت کی ہے جس سے مسلک جمہور کی تائید ہوتی ہے یہاں پر یہ بات یاد رہے کہ نسائی کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرفہ کا لفظ منقول ہے اور امام مسلم نے بھی سفیان بن عیینہ کی روایت سے عرفہ کا لفظ نقل کیا ہے نہ کہ امام ترمذی اور ابو داؤد کو نے اس حدیث میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے الفاظ یصلی بالباسم یعنی باللقاب کے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک گدھی پر سوار تھا ہم دونوں سواری کی حالت میں تھے اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے تو ہم چند قدم صف کے آگے سے گزرے پھر اترے سواری سے اور گدھی کو چھوڑ دیا تاکہ گھاس کھائے اور ہم صف میں داخل ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس فعل پر انکار نہیں فرمایا غرض ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ ہے کہ گدھی گزرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی تو امام ترمذی و غیرہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ کسی کا ہے نہ عرفہ کا امام نووی کہتے ہیں اس کو دو تفہات پر محمول کیا جائے گا یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو واقعہ بیان کیا ہے وہ کسی میں بھی پیش آیا ہے اور عرفہ میں بھی مگر یہ قول غیر معقول ہے اس پر شریعت نے صرفت کی ہے درحقیقت واقعہ ایک ہی ہے خصوصاً جب عرفہ حدیث ایک ہی ہے تو تعدد واقعہ قبول کیسے درست ہوگا۔

بنا صحیح بات یہی ہے کہ سفیان بن عیینہ کا قول بعرفہ سزا ہے نہ ان نکات نے کسی کا غور وایت کیا ہے اسی کا اعتبار ہو گا علاوہ

ان حدیثوں کے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے مروی ہیں اور حدیثیں بھی ہیں جن سے مسلک جمہور کی تائید ہوتی ہے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز پر حائل انا کے سامنے سے گدھا گزرا تو عیاش بن ابی ریبہ نے کہا "سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ" پھر جب رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا تو دریاخت فرمایا ابھی کس نے سبحان اللہ پڑھا حضرت عیاش رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ میں نے پڑھا بلاشبہ میں نے سنا ہے کہ گدھا گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی چیز نماز کو نہیں توڑتی۔ (رواہ الدارقطنی)

ابن حجر نے الدرر اللیثی میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی اسناد حسن ہے۔ اور حضرت ابوالامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "لا یقطع الصلاۃ شئی" نماز کو کوئی چیز باطل نہیں کرتی۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر واسنادہ حسن)

مطلب یہ ہے کہ نماز کی آگے سے عورت اور گدھا اور کتا گزرنے سے نماز نہیں توڑتی اور اگر صحابہ کے فتویٰ سے بھی مسلک جمہور کی تائید ہوتی ہے چنانچہ امام غلاماوی نے اسناد صحیح سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مسلمان کی نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی جب تک جو کچھ آگے سے گزرنے والی چیز کو بوجھ کر۔ اور امام مالک نے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ مصلیٰ کے آگے کوئی چیز گزرنے سے اس کی نماز کو نہیں توڑتی۔

(کذا فی آثار السنن)

بہر حال مرفوع اور موقوف حدیثوں سے ثابت ہوا کہ کوئی بھی چیز نماز کی آگے سے گزرنے سے نماز نہیں توڑتی اب رہا یہ سوال کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا کیا جواب ہوگا جس سے اہل ظاہر نے نماز باطل ہونے پر استدلال کیا ہے تو اس کا جمہور علماء کی طرف سے یہ جواب ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث باب میں "انہما یقطع صلاحہ النسخ" مہانت اور تاکید پر محمول ہے اور مراد یہ ہے کہ مصلیٰ کے دل ان چیزوں (یعنی عورت اور گدھا اور سیوا کتا) میں مشغول ہونے کے سبب سے حالت اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ فساد نماز کا خوف ہوتا ہے کیوں کہ عورت مصلیٰ کو خدشہ میں مبتلا کر دیتی ہے جبکہ وہ نماز کی آگے سے گزرے اور گدھا یا بٹکتا ہے اور کتا قی عادت ہے بھونکنا جس سے وہ آدمی کو ڈراتا ہے خاص طور سے سیاہ کتا بہت شریر ہوتا ہے اس لئے حدیث میں اس کو شیطان کہہ گیا ہے تو ان چیزوں کا تصور و تشویش میں ڈال دیا ہے حتیٰ کہ مصلیٰ اس فزع کو پہنچ جاتا ہے کہ اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے غرض کہ یہ چیزیں انہما کے اعتبار سے قطع نماز تک پہنچا دیتی ہیں اس لئے پیغمبر ﷺ نے ان چیزوں کو قطع ملاء فرمایا جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے دو آدمی بیٹھے تھے ایک نے دوسرے کی بڑا چاچا کر تعریف کی اسی وقت حضور ﷺ نے تعریف کرنے والے کو غلط کر کے فرمایا "وہ سلک قطع علی عنک" تجھ پر احمق کی تو نے تیرے بھائی کی گردن کاٹ دی یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا کیوں کہ ممکن ہے تیری تعریف سے اس کو بچ اور غرور پیدا ہو جس کے سبب وہ غفلت ملاکت میں مبتلا ہوئے کا خستہ اندیشہ ہے تو جس طرح یہاں مارج

کے حق میں بطور مباح "فقطعت عینی احیک الفح" فرمایا اس طرح سے حدیث باب میں بطور مبالغہ و تاکید کے فرمایا اگر مصلیٰ کے سامنے سترہ بیہوش اس کے گئے سے عورت اور گدھ اور کتا گدھ نے سے اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے یا قطع صلاۃ سے مرد و بیبہ کہ مذکورہ چیز میں مصلیٰ کے آنے سے رزائے اس کے خشخاش خصوصاً قطع کرنا جاتی ہیں۔

(فتح الملہم، ۱۰۱۲، بحوالہ الاکمال)

علامہ شعرانی نے کہا کہ شائخ نے لکھا ہے کہ عورت اور گدھ اور سیاح تھکا کر نے سے قطع صلاۃ کی حکمت یہ ہے کہ شیطان ان چیزوں سے جدا نہیں ہوتا ہے جیسے کہ اہل کتبہ میں کا۔ شجرہ کرتے ہیں اور شیطان است میں سے جس کے پاس سے گزرتا ہے اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے جو ملاحظہ الہی کو قطع کر دیتا ہے اور جب مشہدہ انہی کو قطع کر دیتا ہے کہ یا اس کی نماز قطع کر دی جاتی ہے حدیث باب میں قطع صلاۃ سے مرد یا عورت کے گدھ اور تھکاؤں کے درمیان جو رہا اور قطع ہے وہ ان چیزوں کے گزرنے سے فوت جاتا ہے اس سے اصل صلاۃ کا بطلان ہوا نہیں۔

۱۔ فدا بن یحییٰ نے کہا کہ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس حدیث کے راوی بھی نبی نے کلب کو اس کے ساتھ متبع کرنے کی حکمت دریافت کی تو جواب دیا گیا کہ وہ شیطان ہے اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اگر شیطان مصلیٰ کے سامنے سے گزرے تو اس کی نماز خاسد نہیں ہوتی ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جب ان کے لئے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان چونکہ دیکھتا تھا کہ بھر جب اذان ہو چکی ہے تو شیطان مصلیٰ کے سامنے کی طرف سے آتا ہے اور اس کے دل میں اسوں ڈالتا ہے۔ (الحديث)

بہر حال اس سے ظہور ہوا کہ شیطان کے گزرنے سے نماز خاسد نہیں ہوتی ہے البتہ نماز کی حالت میں نماز کی اور نہ توانی کے درمیان تعلق کا جو سلسلہ ہوتا ہے اس کو توڑ دیتا ہے۔ امام نووی نے کہا کہ محدثین میں سے بعض حضرات نے فتح کا دعویٰ کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث باب اس حدیث سے منسوخ ہو چکی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "لا یقطع صلوۃ المصوء شئاً" آدمی کی نماز کو کوئی چیز باطل نہیں کرتی اس کو نقل کرنے کے بعد امام نووی کہتے ہیں کہ فتح کا دعویٰ صحیح نہیں کیوں کہ منسوخ کا دعویٰ اس صورت میں درست ہو سکتا ہے جبکہ احادیث میں مطابقت اور تاویل مشہور ہو اور ہمیں درج کا حکم بھی ہو اور یہاں زیر بحث مسئلہ میں درج کا حکم نہیں اور جمع بین الاحادیث اور تفسیر کوئی مشکل نہیں بلکہ وہی تاویل کی جائے گی جو ہم نقل کر چکے ہیں۔ (فتاویٰ الملہم، ۱۱۰۳)

۲۔ مؤرخین میں سے حضرت علامہ ابوہریرہ شامی شیری کا بھی یہی قول ہے کہ حدیث باب میں قطع صلاۃ سے مرد و بیبہ مصلیٰ یعنی تھکن کا سلسلہ جو اللہ تعالیٰ اور مصلیٰ کے درمیان ہے وہ ٹوٹ جاتا ہے جس کی شماراً شیطان نے خبر دی اور وہ قطع ہم سے غائب ہے اور شماراً شیطان کے منصب سے ہے غائب کی چیزوں کی خبر یا جس سے انسان کی عقل، بحوالہ الملہم، قاصر ہے۔

(معارف السن ۳۰/۶۰)

التَّشْدِيدُ فِي الْمُرُورِ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّي وَبَيْنَ سِتْرِهِ

مصلي نورس کے سترہ کے درمیان سے گزرنے پر وعید کا بیان

اخبرنا قتيبة عن مالك عن ابى الصمر عن بسير بن سعيد ان ريد بن خالد ارسله الى ابى جهيم يسأله ماذا سمع من رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في العزير بين يدي المصلي لقل ابو جهيم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو يعلم العزير بين يدي المصلي ماذا عليه لكان ان يقف أربعين حبر له من ان يسير بين يديه.

حضرت زید بن خالدؓ نے بسیر بن سعید کو حضرت ابو جہیمؓ کے پاس بھیجا کہ میں خالد بواسطہ سراوتہم سے پوچھتے تھے کہ مصی کے قریب سے گزرنے والے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کیا فرماتے تھے حضرت ابو جہیمؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا چاہتا کہ سامنے سے گزرنے پر کتنا ارکھتا۔ بہت اہستہ سے گئے اور مصلی کے آگے سے گزرنے سے چالیس تک کھڑا رہنا اپنی جگہ پر بہتر ہوتا۔

اخبرنا قتيبة عن مالك عن زيد بن اسلم عن عبد الرحمن بن ابى سعيد عن ابى سعيد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا كان احدكم يصلي فلا بدع احدًا من يمر بين يديه فان ابى فليقاته حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھ رہا ہو تو اپنے آگے سے گزرنے والے کو نہ بیڑے پھر اگر وہ نہ مانے تو اس کو بھی سے دفع کر دے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے پر سخت وعید آئی ہے مصلی کے سامنے سے گزرنے کا فعل کس قدر عظیم ہے اگر گزرنے والا اس کے لئے اور عذاب کی تھار کو متاؤس۔ سے بچنے کے لئے وہ نہ گورو جن چالیس سال تک اپنی جگہ پر کھڑے رہے کو ترجیح دینا اس میں شک نہ ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ کے فرائض اور مہارات میں سے عظیم الشان عبادت ہے اور نہ نماز میں اس سر کو ٹھوکار کھنکھایا ہے کہ جس طرح نکلا اپنے مالک کے سامنے تو ہر ایک نماز پڑھنے سے گھبرا رہا ہے ایسا ہی مصلی بھی اپنے مالک حقیقی اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے لہذا نماز کی تقسیم واجب ہے اور نماز کی تکمیل کا متعلق یہ ہے کہ مصلی کے سامنے سے کوئی نہ گزرنے والا نہ گزرنے کیونکہ اگر اس کی خدمت میں کھڑے مقام کے وہ مہمان۔ سے گزرتا گشتا ہی ہے ایسا ہی نماز کی شان ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی آؤں نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اپنے چہرہ اور ہاتھ سے مٹوئی کرنا ہے اور اس کا پروردگار اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے۔ (الحدیث)

اور مزید برآں یہ اوقات مصلی کے آگے سے گزرنے سے اس کے دل میں خوشی پیدا ہوتی ہے اسی لئے اس کے واسطے گزرنے والا کو روکنے کا حق ہے۔ (کنز الدقائق حجة الله بالعدة)

اس حدیث میں مصلیٰ کے آگے سے گزرنے سے چ لیس تک کھڑا ہونا گزرنے والے کے واسطے بہتر ہوتا کا اور شرف و فرمایا تیز کا ذکر نہیں کیا چ لیس دن فرمانے یا چالیس یا پانچالیس سال لیکن مسند بزار کی روایت میں اثنیٰ عین کے طریق سے چ لیس فریفتہ مذکور ہے اور اس کو کوششی نے زوائد میں اس لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے "لان یقفہ یوم اربعین حرمًا" اور کہا کہ اس کو بڑھنے روایت کیا ہے اور جہاں اس کے صحیح کے رجول ہیں اس قبض کے بعد شک دور ہو کر اور ایک روایت میں مائدہ کا لفظ آیا ہے کہ اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا اس کے گزرنے پر کھڑا ہو گا اور عذاب ہے اس کو جانتا تو سو برس تک انیٰ قد پر کھڑا رہتا جیسے کہ امام ترمذی نے اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کو ابن خباز اور ابن حبان نے روایت کیا ہے ابصر میں لکھا ہے کہ یہ روایت بعد کی ہے کیوں کہ اس میں زیادت و عید ہے اور اس آخری ارشاد میں گناہ گار کے ساتھ مہربانی اور احسان کا راز نظر ہے تاکہ وہ سب وجہ کے قریب جانے سے باز رہے۔

(معارف السنن: ۳۵۷/۳۵۸ بحوالہ الفتح الباری وعبودہ الفقاری)

عنوان کی تحت کی دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے سامنے سے کسی گزرنے والا کو نہ چھوڑے بلکہ اس کو حتیٰ الامکان بناوے پھر اگر وہ نہ مانے تو اس سے قتل کرے کیونکہ وہ شیطان ہے۔ یہ حدیث عام ہے اس میں سترہ کا کوئی ذکر نہیں لیکن حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث میں سترہ کا ذکر آیا ہے چنانچہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کا پیارنا قتل کیا ہے "اذہ صلیٰ احمد کم الیٰ منیٰ یسفرہ الخ" لہذا یہ حدیث باب کے اطلاق کو مقید کرتی ہے اب بات واضح ہو گئی کہ جو شخص مصلیٰ اور سترہ کے درمیان سے گزرے تو مصلیٰ حتیٰ الامکان اس کو دفع کرے قرطبی نے لکھا ہے کہ اشارہ سے دفع کرے اور صاحب ہدایہ نے کہا کہ اشارہ سے یا حتیٰ بھان ہند پڑھنے کے ساتھ دفع کرے کہ گزرنے والا اوشیر ہو جائے کہ نماز کی سامنے نہ آوے لیکن اشارہ اور تیغ دونوں کو ساتھ جمع کرنا سزاوار ہے کیوں کہ کسی ایک کے زریعہ سے دفع کرنا کافی ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ مصلیٰ کے آگے سے گزرنے والے کو دفع کرنا کیا مصلیٰ پر ضروری ہے اس کے بارے میں مولانا نووی کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں فقہاء میں سے کسی نے بھی گزرنے والے کو دفع کرنا مصلیٰ کے ذمہ واجب کہا ہو بلکہ ہمارے علماء نے واضح طور پر لکھا ہے کہ گزرنے والے کو دفع کرنا مستحب ہے۔

شیخ ابو منصور نے امام ابو حنیفہ سے نقل کیا ہے کہ افضل یہ ہے کہ دفع کرے اور چھوڑ دے اور حدیث میں گزرنے والے کو ہٹانے کا حکم آیا ہے وہ بیان رخصت کے لئے ہے جیسا کہ حدیث میں اسوہ میں یعنی سہاب اور چھوٹے قتل کا مر بیان رخصت کے لئے ہے میرا حال اگر مصلیٰ اس کے اور سترہ کے درمیان سے گزرنے والے کو ہٹا دے اور وہ نہ مانے تو اس حدیث باب میں آیا ہے کہ اس گزرنے والے سے قتل کرے اس کے یہ معنی نہیں کہ گزرنے والے کا قتل جائز ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ہزاروں ہزار سے اس ضرر سے نماز کا فائدہ دو چنانچہ جو شخصی عیاض اور قرطبی نے لکھا ہے کہ قریب الماسوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ گزرنے والے سے تنہا کے ساتھ قتل کرنا مصلیٰ پر لازم نہیں کیوں کہ یہ صورت قوی علیٰ طلاق اور نماز میں قرآن پڑھنے اور تیغ وغیرہ

سے نفع ہے جس سے مصلوب ہوا کہ نفع اختیار سے ساتھ ہاڑ نہیں۔

اور فاضل علی اور ابن بقال سے نقل کیا ہے کہ سب کا اس پر اجماع ہے کہ نذر نے والے نفع کرنے کی غرض سے مصلوب کا ناجی جلد سے چلا جائے اور وہ اس کی عدالت میں عمل نہیں کرتے کیونکہ نذر نے والے کو روک کے لئے اپنی نذر کی جگہ سے چلا اور اس کو نفع نہیں دیتا، یعنی اختیار سے قتال و ہتھیار کے ذریعہ نہ مانا یا مصلوب سے جو نذر نے والے کے ہر سے بھی ہر سے نذر ان بات کی ہرگز اجازت نہیں کہ مصلوب اپنے آگے سے گزرنے والے کا اختیار کے ساتھ مقابلہ کرے کیونکہ اس میں جتنی نفع بھی ہے چنانچہ جان میں نفع ہے کہ ہر مسلک یہ ہے کہ نذر کی دلت میں قتال جائز نہیں کہ اس کو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "ان فسی المصلاۃ للتعلاۃ" (نذر نماز میں قرأت قرآن اور تسبیح وغیرہ احوال مسافہ کا نفع ہے) و قتال احوال عدالت سے کس ہند قتال میں مشغول ہوا ہاڑ نہیں اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث میں اس کا واقعہ بیان کیا ہے جبکہ نماز میں عمل کی کثرت کی اجازت تھی اب اس کی اجازت نہیں۔ (ابن الصبیح ج ۱ ص ۶۱۶)

بحث کا حاصل یہ ہو کہ اگر مصلوب کے ہمد و کی جلد سے یا اس کے اور جگہ دھرنے میں اس سے کوئی آدمی نذر سے ہر مصلوب اس کو اشارہ یا تسبیح کے ذریعے سے نفع کرنے اور گزرنے والا نہ دے تو فسخ سے اس کو ہند دے دیتے ہر جگہ سے ہند دینے کا اختیار ہے نفع کرنے والا نہ دے دے کی طرف چل کر جائے اس سے نذر کا ہند دے کی کیونکہ نذر نے والے کو روک کے لئے اختیار سے مقابلہ کرنا یا اس کی طرف چل کر جان عمل نہیں دینا یا نفع دینا اور عمل نہیں ہے نذر کا ہند ہوتا ہے۔

رواخبار میں لکھ ہے کہ جب اختیار سے قتال کرنے کی ہمارے یہاں اجازت نہیں ہے تو مصلوب کا کئی نذر نے والے کو اختیار سے قتال کر دینے کی اجازت میں داخل ہے لہذا اس پر جواب دہایت یعنی اجازت یا قضا میں لازم ہوگا اور سرتوت میں تو مصلوب کا حق نقل کیا ہے اگر مصلوب نذر نے والے کو کسی چیز سے نفع کرے جس کے ساتھ نفع کرنا جائز ہے اور وہ مصلوب سے تو اس کا باطل ہے و قضا میں نہیں اور دہایت واجب ہونے میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں واجب ہوتی ہے اور بعض کہتے ہیں واجب نہیں اور یہی دونوں قول مذہب امام مالک میں ہیں۔ (مفتی الطیبی) اللہ اعلم

الرخصة فی ذلک

مصلوب کے سامنے سے نذر نے کی اجازت کا بیان

احمد بن محمد بن ابی حمید قال امام عیسیٰ بن یوسف قال حدثنا عبد السمک بن عبد العزیز بن جریج عن کثیر بن کثیر عن ابیہ عن حماد قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلاف بالیت سعادت صلی زکعتی بعد ذلک فی حاشیة المذام ولیس بہ وہن الطوائف احد

کثیر بن مطلب نے شیخ کے اور اطلب بن ابی وہاب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو

دیکھ کہ آپ ﷺ نے بیت اللہ کا طواف کیا تو اس کے سامنے مقام ابراہیم کے ٹوٹ میں دو رکعت نماز پڑھی اور انکاح آپ ﷺ اور طواف کرنے والوں کے درمیان کوئی نہیں تھا۔

تشریح: اخیر کے یہاں مسئلہ یہ ہے کہ مسجد حرام میں طواف کرنے والے معنی کے سامنے سے گزریں تو جو بات ہے اور یہ ضرورت مستحقی ہے جب اتنا کہ یہ ہے کہ طواف نماز کے حکم میں ہے تو یہ ایسا ہے جیسے کہ کسی کو زنی کے سامنے معصوم کی صفیں بونی ہیں جہاں مرد نے کوئی قصبان نہیں اس پر نارنج لپ میں نماز پڑھنے سے مسئلہ کو کیاں کرنا درست نہیں۔ علامہ محدثی نے کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ نے مقام ابراہیم کے نزدیک نماز پڑھی پس مقام ابراہیم متبرہ کے ساتھ کافی ہے اس کا یہ حدیث ان دونوں کی دلیل نہیں بلکہ کئی جوتھے ہیں کہ کمر ستر کی حاجت نہیں غفلت نہیں۔

(حاشیہ السنن ۲/۶۷۴)

الرخصة في الصلاة خلف النائم

سوئے کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت ہے

اخبرنا عبادة بن مسعود قال حدثنا ابي عن هشام قال قال حدثنا ابي عن عائشة قالت تكلم رسول الله صلى الله عليه وسلم بصلی من الليل والنار فحدثه معترضة بينه وبين ثقيلة عسى فرائضه فادان بيوثر يقضى ما وثرت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو نماز پڑھا کرتے تھے اور میں آپ ﷺ کے نور قبلہ کے درمیان آپ کے قرآن پڑھنے میں لگتی تھی اور سوئی رہتی تھی جب وہ پڑھنے سے ابراہیم فرماتے تو مجھ کو بگاتے جس میں نماز پڑھتی۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی سو رہا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں کاغذ نمائی کے نکلنا سزا میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ یہ حدیث بدعتی ہے نہ اگر کوئی اس کے نکلنے کی طرف نماز پڑھے تو بدعتی ہے نہ اگر نہایت جو کہ ہے مگر حضرت کاہن دھواؤں امام مالک اور ابوہریرہ نے نزدیک سونے والے کی طرف نماز پڑھ کر دے کیے کہ اس بات کا خوف ہے کہ سونے والے سے کوئی ایسی چیز ظاہر ہو جائے جو معنی کو اس کی نماز سے مائل کر دیتی ہو انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث الامصموا خلف النائم ولا السجدة ابوہریرہ نے روایت کی ہے کہ اس سے استدلال کیا جائے کہ اگر امام ہوا کہتے ہیں کہ یہ حدیث سے نہیں لگتی یہ حدیث بدعتی ہے خیر القول سے ماقی ہے سب گزرا ہیں اور امام ذہبی نے ہذا حدیث کا معنی حدیث کے ذریعہ ضعیف ہے لہذا اس سے استدلال درست نہیں۔

(امام المسعودی ۳/۶۸ بحوالہ نیل الاوطار)

الانتهی عن الصلاة الى القبر

قبر کی طرف نماز پڑھنے سے منع کرنے کا بیان

اخبرنا عیسیٰ بن حجر قال حدثنا الولید عن ابو حاتم عن مسهر بن عیبد اللہ عن واثلة عن داود عن
اسی مرند النوری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصلوا الی القبور ولا تجلسوا علیہا۔
حضرت ابی مریم النوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم قبروں کی طرف نماز مت پڑھو اور قبروں پر
مت بیٹھو۔

تشریح: اس حدیث میں قبر کی طرف نہ کر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا کیوں کہ قبر کی طرف نہ کر کے نماز پڑھنے
سے عبادتِ قبر کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔ (قالہ علامۃ السنہ ص ۱)

۱۔ وہ اس کے کلامی و رمزی نکتہ ہے کہ اگر قبر یا قبر والے کی تقسیم کے قصہ سے قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا
تو ہے اور نہ کہ وہ تو خیر بھی ہے اور نہ ہی حکم ہے جنازہ کا اگر ماسے رکھ ہو بلکہ کرامت اس میں زیادہ ہے اور اس میں دلیل کما بھی جتنا
مرد ہے میں کہ قضا باعدہ نماز کے پابندی کے پاس رکھ دیتے ہیں اور پھر ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ (موفات)
اس حدیث میں اس کی بات یہ فرمائی کہ قبروں پر مت بیٹھو جس سے معلوم ہوا کہ قبر پر بیٹھنا منع ہے اور بعض نے کہا کہ قبر
پر بیٹھنے سے مراد بیٹھنا مت ہے نہیں بلکہ اشدۃ قضا کے حاجت مراد ہے یعنی قبر پر یا اس کے آس پاس پانچ نہ ہو پیشاب کرنے
سے منع فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (قالہ علامۃ السنہ ص ۱)

بہر حال بلاوس۔ نہ جو بھی معنی مراد لئے جائیں ارشاد مبارک سے معصوم ہوا کہ قبر پر بیٹھنا اس نے آس پاس پانچ
اور پیشاب کرنا کرامت مؤمن کے معافی ہونے کی وجہ سے منع ہے بلکہ قبر کے آس پاس اعتقاد کرنے کی کرامت اس پر بیٹھنے سے بھی
زیادہ سخت ہے۔

الصلاة الى ثوب فيه تصاویر

ایسے کپڑے کی طرف نماز پڑھنا جس میں تصویریں ہوں

احمد بن محمد بن عبد الاعلیٰ الصنعانی قال حدثنا خالد قال حدثنا شعبة عن عبد الرحمن بن القاسم
قال سمعت القاسم یحدث عن عائشة قالت کان فی بیتی ثوب فیہ تصاویر ففعلتہ الی سہرۃ فی البیت
فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الیہ ثم قال یا عائشة احرہ عی فرعہ فوجتہ وامتد
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میرے گھر میں ایک پٹا تھا جس میں تصویریں تھیں میں نے اس سے

اپنے گھر کے چاقی کے اٹھ کر، کھانا رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو آپ نے سامنے ہاتھ آپ ﷺ نے فرمایا۔۔۔
عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہاں سے بناوے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمائی ہیں میں نے اس کو اتار پایا پھر اس کے چکے بنائے۔

تشریح: ظاہر یہی ہے کہ وہ تصویر والا پردہ جس سے امریکی گواہانک پانچواں وقت تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو
معاشرت کی حد پر نہ پہنچ سکی جب حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا تو اتار دیو۔۔۔ میرے قصص خدیں میں یہ تعمیر کا وسیعہ ہمارا ہے کہ
تاکہ ایسی چیزوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے احتیاط کریں جو نماز میں حضور قلب اور دھیان کو بنادیں خواہ وہ تصویر وال
پردہ ہو یا کوئی اور چیز ہو۔۔۔ اللہ اعلم بالصواب

اور شاید اسی حد پر علماء کہتے ہیں کہ سب سے بڑھ کر کہ بہت بڑھ کر تصویر مصلیٰ کے سامنے ہو جو بے تکلف نظر
قوت کیوں کہ یہ تصویر کی تقسیم ہے جبکہ اس علم و ایما ہے کہ تصویروں کے ساتھ حقیر اوقاف ہیں کا رہتا کریں۔

المصلیٰ یكون بينه وبين الامام ستره

مصنیٰ اور امام کے درمیان سترہ کا بیان

احبرنا قیہ قال حدثنا الثبت عن ابن عجلان عن سیدہ العسری عن ابی سمعہ عن عائشہ قالت
کان لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حصیرة یسقطها بالانهار ویحتجروها باللیل المصلیٰ فیها یفعل له
الماس فیسوا مصالحه وبینهم الحصره فقالوا کلوا: من العمل ما یطیقون فان الله عز وجل لا یعمل حتی
نصور ان احب الاعمال الی الله عز وجل اذومه وان قل ثم ترک مصلاته ذلک فما عاد له حتی فیضه الله
عز وجل وکان اذا عمل عملا اتته

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے واسطے ایک چٹائی تھی جس کو میں چھانے اور
رات کو اسے چھوڑ کر طرح بناتی تھی (تاکہ کوئی نذر نہ لے یا اس سامنے سے نہ نذر لے) اور اس میں نماز پڑھتے لوگوں کو کسی کا علم ہو کر کیا
انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں نماز پڑھیں اور حضور ﷺ اور لوگوں کے درمیان چٹائی کا سترہ تھا حضور ﷺ نے فرمایا عمل
اس قدر کرو جس کی طرف خلافت رکھو یعنی ہمیشہ کرنے کی اس لئے کہ بلاشبہ اللہ عز وجل تک نہیں پہنچیں تک کہ ترک نہ ہو جائے
اور بلاشبہ تم لوگ میں عمل اللہ عز وجل کے نزدیک بہت زیادہ محبوب ہے جو ہمیشہ کیا جاوے اگرچہ تم لوگ اسے حضور اکرم ﷺ نے
اپنے اس مصلیٰ کو چھوڑ دیا پھر دوبارہ۔۔۔ اس نماز میں پڑھی یہاں تک کہ اللہ بزرگ و بڑے نے حضور ﷺ کو انحال اور ب
حضور ﷺ کوئی عمل شروع فرماتے تو اس کو مسلسل فرماتے تھے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعمال دین سے کوئی بھی عمل کیا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت زیادہ محبوب
ہے جو ہمیشہ کیا جاوے اگرچہ تم لوگ اسے حضور اکرم ﷺ نے چھوڑ دیا جاوے اور کبھی چھوڑ دیا جاوے اللہ تعالیٰ کے یہاں پسندیدہ نہیں اور اس بات

فی غیمہ ہی کہ اپنے گناہ پر جتنا زیادہ عمل کا جو جہادِ باطنی کی بیشمار ساری حالت نہ رکھو بلکہ غمور سے اسی قدر اختیار رکھو کہ اس کو بہت کرسوس لے کہ اللہ تعالیٰ محبت کا ثواب دینا ترک نہیں کرے حتیٰ کہ تم تھک کر چھوڑ دو گئے تو اللہ تعالیٰ بھی ثواب دینا چھوڑ دے گا پس عملِ عرصہ و ربہ کا کردار کہ بیشمار عسرت مانگے چھوڑ کر مائی میں یہ جرات فرماتے کہ جہادِ عرصہ و ربہ سے اس مصلیٰ کو جہادِ آپ ﷺ صلاۃً لایمیل پڑھتے تھے چھوڑ دیا اس کی شرح میں ملازمہ سنگی نے لکھا ہے کہ اس ہانا لکوس خوف کے سبب چھوڑ دیا کیابتہ میں لوگوں نے جس قدر رغبت و حقوق و اتمام کے ساتھ صلاۃً لایمیل حضور ﷺ کی اللہ تعالیٰ کی شریعت کی بھی ترک کر کے بعد نہ کئے تھے بلکہ اس سے عاجز ہوئے۔۔۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الصلاة في الثوب الواحد

ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا بیان

احمد بن حنبلہ عن سعید بن مالک عن ابی شہاب عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلاۃ فی الثوب الواحد فقل أو لکلکم ثوبان حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مالک نے رسول اللہ ﷺ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہوتے ہیں۔

احمد بن حنبلہ عن مالک عن هشام بن عروہ عن ابیہ عن عمرو بن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی ثوب واحد فی بیت ام سلمۃ و ام سلمۃ طرفہ علی عاتقہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہیں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک کپڑے میں اس کی دونوں طرف کواپے دونوں سونے حوں پر رکھے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا۔

تشریح

اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اگر کوئی آدمی ایک کپڑے میں نماز پڑھے بشرطیکہ اس کا رخاؤ اور اس کے غسل جانے کا خوف نہ ہو۔۔۔ دوسرا کپڑا اس کے پاس موجود نہ ہو تو تمام باتوں نے یہ ایک ہی کی نماز پڑا دے لیکن جس کے پاس دو کپڑے ہوں تو اس کے لئے دو کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل ہے اور حضور ﷺ نے جو ایک کپڑے میں نماز پڑھی ہے تو انکی پیروی نہ ہونے پر اسے پناہ کے پرانی اور تنگی بیان کرنے کے لئے مجبور کیا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے اہل بیت کا یہاں یہ بتا دیا کہ ”انما صنعت ذلک لیرای احب من مطلق الخ“ کہ میں نے ایک کپڑے میں اس لئے نماز پڑھی تاکہ کوئی باطل شے نہ ہو۔۔۔ دیکھئے اور یہ کہ اگر نماز ایک کپڑے میں پڑھا ہے اور سنت کے خلاف نہ کر ایک آدمی نے ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے اور انھیں نماز پڑھنے سے روک دیا کہ کپڑا سا کہہ دیتے ہوئے تو یہ کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے ان کے اہل بیت جابر رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا۔۔۔ (سنن الصحیحین ۱: ۲۴۹)

الصلاة فی قمیص واحد

ایک قمیص میں نماز پڑھنے کا بیان

احمرنا فقیہہ قال حدثنا العصفاء عن موسی بن ابو اھیم عن سلمة بن الأكوع قال قلت يا رسول الله انی لا کون فی الصلوة ولبس علی الا قمیص الاصلی ف قال وزره عنک ولو مشوكة.

حضرت محمد بن اکرم سے روایت ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جب تک میں شکار کرتا ہوں اور میرے پاس صرف ایک کرتا ہے تو کیا میں ایک کرتے میں نماز پڑھ سکتا ہوں حضور ارم ﷺ نے فرمایا ہاں اور میں اگلے قمیص کا اگر چہ کاغذ کے ساتھ ہو۔

تشریح: علامہ طہی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے قمیص میں من اگانے کا حکم ثابت ہو رہا ہے یا اس صورت میں ہے جبکہ اس کا گریبان کشادہ ہو کہ جس میں سے رگوں اور جھو کے وقت ستر ظاہر ہونے کا اندیشہ ہو تو من سے بند کر لیا کرے تاکہ ستر ظاہر نہ ہو اور شرع الاسلام میں لکھا ہے کہ آداب نماز سے یہ بات بھی ہے کہ کرتے کا من بند کر لیا جائے شراک نماز سے نہیں یعنی غرض کی درستگی کے لئے من بند کر لیا ضروری نہیں بلکہ من سے کراپے عکس سے اپنے ستر چھپا ضروری نہیں اس لئے کہ قمیص کا گریبان کھلا ہوا ہو اور گریبان کے اندر سے اپنے ستر پھریز جائے تو اپنی نماز کا اعادہ کرے۔ (کذا فی التلکالی)

اور شرع اسلامیہ میں ہے کہ بعض مشائخ نے فتویٰ دیا ہے کہ جب کوئی اپنے ستر کو دیکھے تو اس کی نماز قاسد ہو جائے گی اور نیکو بات ظاہر حدیث سے بھی معلوم ہو رہی ہے۔ (مرطبات: ۲/۶۳۴)

الصلاة فی الازار

تہبند میں نماز پڑھنے کا بیان

احمرنا عبد اللہ بن سعید قال حدثنا یحییٰ عن صفیان قال حدثنی ابو حازم عن مہل بن سعد قال کان رجلاً یصلون مع رسولہ الفصلی اللہ علیہ وسلم عاقدين ازدرهم کھبۃ النضیان فقیل لئلا لا یتمولع و ان سکن حتی یسمع ی الروح حال جنونا۔

حضرت یحییٰ بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے تہبندوں کو پچھلی کی طرح سران میں گرد لگا کر نماز پڑھتے تھے پس انہوں کو حکم دیا گیا کہ تم اپنے سروں پر کھرتا تھا جب تک کہ سر رسیدے ہو کہ نہ بیٹھو جائیں۔

احمرنا شعب بن یوسف قال حدثنا یزید بن ہارون قال ابانا عاصم عن عمرو بن سعید قال نہ رجع قومی من عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا اہ قال یؤمکم اکثر کم فراءۃ للفران قال فلعونی فلعونی البرکوع والمسجد فکنت اصلی بہم و کانت غنی برة معوقة فکنا یقولون لا نبی الا تعطى عما

است اینک.

حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ جب میری قوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپس لوٹی تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری امامت وہ شخص کرے جو تم میں سب سے زیادہ قرآن اچھا پڑھتا ہو عمرو بن سلمہ کہتے ہیں کہ میری قوم کے لوگوں نے مجھ کو بلایا اور انہوں نے مجھ کو کوٹھ اور عہدہ کرنے کی کیفیت سکھادی پس میں ان کو نماز پڑھاتا تھا اور نماز پڑھانے کے دوران میرے بدن پر ایک بھٹی ہوئی چادر ہوتی تھی تو لوگ میرے والد سے کہتے تھے کیا تم اپنے بیٹے کا ستر ہم سے نہیں چھپاتے۔

تشریح: پہلی حدیث میں آیا ہے کہ کچھ لوگ یعنی اصحاب منہ جن کی حالت یہ تھی کہ ان میں سے کسی کے پاس ایک کپڑے سے زیادہ نہ تھا یا تہینہ نہ تھا کبھی کسی وہ بھی پھر سے جسم کو نکس دھانکتی بعض آدمی پنڈلیوں تک اور بعض دونوں ٹخنوں تک ڈھانکتی تھی جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کا بیان آیا ہے جب نماز کا وقت ہوتا تو اپنے تہیندوں کو کپڑوں کی طرح لٹکی پر کر دیا کہ ہاندھتے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور چونکہ بعض حضرات کا تہینہ ٹھک ہونے کی وجہ سے آدمی پنڈلی تک ہوتا تھا جس کی وجہ سے عہدہ میں ستر نماز ہونے کا عذر نہ تھا ایسی حالت میں اگر کوئی شخص جو مردوں کے پیچھے کھڑی ہوئی تھیں وہ مردوں سے پہلے سر اٹھا لیتیں تو ان کے ستر پر نظر پڑتی اس لئے عورتوں کو ٹھکرایا گیا کہ تم مردوں سے پہلے جھکوں سے اپنے سر کوست اٹھاؤ جب تک وہ سیدھے ہو کر نہ بیٹھ جائیں ہر حال اگر ایک عی کپڑے میں تمام بدن ڈھانک کر نماز پڑھتے تو بغیر کراہت کے جائز ہے اور خالی تہینہ جس جگہ دوسرا کپڑا اور نماز جائز ہے مگر مرد و عورت کی ہے۔ (کنز الدقائق، الخلاصة، مظاہر حق، حاشیۃ السنائی)

دوسری حدیث میں جو عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے خود ان کی امامت کا ذکر ہے وہ اپنی قوم میں سب سے زیادہ قرأت قرآن میں ماہر تھے اور ان کی قوم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی ہدایت فرمائی تھی کہ تمہاری امامت وہ شخص کرے جو تم میں سب سے زیادہ قرآن جانتا ہو اس لئے عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے ان کی قوم نے امامت کی گزارش کی پس وہ اپنی قوم کو نماز پڑھایا کرتے تھے اور جس چادر کو اوڑھ کر نماز پڑھاتے تھے وہ بھٹی ہوئی تھی جس کی وجہ سے چونکہ مکمل جاتا اس لئے لوگ ان کے والد سے کہتے کیا تم اپنے بیٹے کی شرم کا کوہم سے نہیں ڈھانکتے عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی منسل روایت میں آیا ہے کہ قوم نے کپڑا خریدا کیا پھر ان کے لئے کہنا یا یاد کیجئے ہیں ”ھما فوجت بشی فرحی بذلک القميص“ کہ میں کسی چیز کے ساتھ اس قدر خوش نہیں ہوا جتنی کوئی اس قمیص سے ہوئی۔ (رواہ البخاری)

صلاة الرجل في ثوب بعضه على امراته

مرد کا ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا جس کا کچھ حصہ اپنی بیوی کے بدن پر ہو

اعبرنا اسحق بن ہر اہیم قال ابانا و کعب قال حدثنا طلحة بن یحیی عن عبد اللہ بن عبد اللہ عن

عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي بالليل وتاليا لحيه وانا حاض وعلي مرط بعضه على رسول الله صلى الله عليه وسلم.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے قربانی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو نماز پڑھتے تھے اور میں مائتہ ہونے کی حالت میں آپ ﷺ کے پہلو میں جا اور اڑھی ہوئی سوئی جس کا کچھ حصہ رسول اللہ ﷺ کے بدن پر ہوتا۔

تفسیر: اظہار قیامی ہے کہ مردی کے زمانے کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے نماز پڑھتے تھے تو کپڑے کا کچھ حصہ آپ ﷺ کے بدن پر اور کچھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بدن پر ہوتا اور ممکن ہے کہ کپڑا ایسا ہوا اور حضور ﷺ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوں پس کچھ حصہ اس کا حضور اکرم ﷺ اپنے بدن پر ڈال لیتے اور کچھ حصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بدن پر ہوتا۔

(بذل المجهود: ۳۵۰/۱)

صلاة الرجل في الثوب الواحد ليس على عاتقه منه شيء

آدمی کا ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جبکہ اس کے کندھے پر اس کپڑے میں سے کچھ حصہ نہ ہو۔

اخبرنا محمد بن منصور قال حدثنا سفیان قال حدثنا ابو الزناد عن الاعرج عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يصلي أحدكم في الثوب الواحد ليس على عاتقه منه شيء.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے جبکہ اس کے کندھے پر اس کپڑے میں سے کچھ حصہ نہ ہو۔

تفسیر: حافظ ابن حجر نے کہا کہ مراد حدیث یہ ہے کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کی صورت میں اس کے دونوں کنارے کو کمر پر نہ باندھے بلکہ دونوں کنارے کو بغل کے نیچے سے نکال کر اپنے دونوں کندھوں پر ڈالے کہ بدن کا بالائی حصہ گودہ ستر میں داخل نہیں ڈھک جائے یا اس کپڑے میں سے کچھ حصہ کندھوں پر ڈالنے سے ستر عورت کی ایسی طرح رعایت ہوگی اور مکمل جانے کا خوف نہ ہوگا اور جوہر علم نے اس نئی کوئی تخریب پر قبول کیا ہے اور امام احمد سے منقول ہے کہ اس شخص کی نماز صحیح نہیں ہوگی جو اس کپڑے میں سے کچھ حصہ کندھوں پر ڈالنے کی نذر نہ دیکھا ہو اس کے باوجود اس نے توجہ کو چھوڑ دیا بہر حال امام احمد نے ظاہر حدیث کے بغلی نظر اس کپڑے میں سے کچھ حصہ دونوں کندھوں پر ڈالنے کو شرط نماز میں سے قرار دیا ہے اور ابن سے اور ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ نماز درست ہو جائے گی مگر گناہگار ہوگا۔

امام طحاوی نے فرمایا کہ اگر کپڑا وسیع ہو تو شرعی ضابطہ یہ ہے کہ بطور اشمال یعنی کپڑے کے دونوں کنارے اپنے کندھوں پر ڈالے ہوئے نماز پڑھے اور اگر تنگ چھوٹا ہو تو تہنہ کے طور پر باندھے اس کو جب سے زبردست مسئلہ میں وارد شدہ تمام احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے اسی ملاحظہ۔ (بذل المجهود: ۳۵۰/۱)

الرخصة في الصلاة في خميسة لها أعلام

نقش و نگارِ روانِ میا در میں نمازِ پرُ حُسن کی اجازت ہے

اخبرنا اسحق بن ابراهيم وفسد بن سعد واللفظ له عن سعيد بن مسيب عن الزهري عن عروة بن الزبير عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى في خميسة لها اعلام ثم قال شئني اعلام هذه اذهب بها في امر جهنم والثوري بالنسبة

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے نسل والے والی چادر میں نماز پڑھی پھر فرمایا کہ اس چادر کے نقش و نگار نے مجھے حضور نقیب سے باز رکھا اس کو ابوہریرہ کے پاس لے جا دو سے تو میرے پاس بھیجی گئی۔

تشریح علامہ سید محمد علی نے محمد بن عبد اللہ کی حدیث کے جمعہ ششہستی اعلام ہند " سے معلوم ہوا کہ غازی نقشب
 دگر آیا۔ فنون و رصاف در داووں پر بھی اثر انداز ہوئے۔ اور یہ بہت قابلِ مدنی اور لطافتِ قلب کے ہوتے ہیں جیسے سفید
 کپڑے میں آئینہ و نقشہ پڑھا ہے تو غازی ہوتا ہے اور شکار و زہد و غلبہ و غنا غازی بھی نہ رہتا۔ اور کمالوں کی آغوش میں چھٹا ہوا
 تیر و وطن کو اس بات کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ و غنہ قانی اعظم

بہر ماں غمناک رہی۔ بچے نے نور سے فارغ ہوئے کے بعد صحابہ کو فرمایا: چار دنوں کا ایک کرو، کیوں کہ چار دن کی تعلیمی دور ہے، تو حضور ﷺ کے لئے بھی کچھ محنت ہے، اس کے داخل ادا کرنے میں خیال ہوا کہ ورکشاپ میں کیا اسی لئے فرمایا کہ اس نفل ہونے والی چار کے بدلے اس سے اس حدیث کے لئے کوئی نفع نہیں ملے گا، کیوں کہ یہ چار دن کے لئے بعض حضرات نے کہا کہ انجان ایک جگہ ۲۴ گھنٹہ دن بھر غرض ہمارے اسی نفل میں ملے گی، اس لئے کہ یہ چار دن کے لئے ہیں۔

(روبرت الیسی حاشیہ النسخہ)

ظاہر حق مگر کلمہ ہے کہ میرے نزدیک یہ امت کو تعلیم، تنبیہ ہے تاکہ وہ احمقانہ کفر کی چیزوں سے کہ جڑ نماز میں توجہ
اور حضور قبل نبی (ص)۔ (۲۵۵/۱)

الصلاة في الثياب الخمر

سرخ کپڑوں میں نماز پڑھتا

اخبرني محمد بن بشير قال حدثنا عبد الرحمن قال حدثني معاذ بن عون عن ابي جعفر عن ابيه
ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج في حلة حمراء فركب عترة فصلى اليها يسر من رداءها الكلب
المرأه والحمراء.

نشرت ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جبکہ رسول اللہ ﷺ سرخ جوڑے میں نکلے پس بریگی بطور ترہ نماز کی اور
اس طرف نماز پڑھی اس بریگی کے پاس سے گئے اور صحت اور گدھے گزرتے تھے۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سرخ حلہ میں کرنا نہ ہے طہ و کیزوں کو کہتے ہیں ایک تہنہ اور ایک چادر
تھیں اور جزائے اس سرخ نہ تھا کیوں کہ غافل سرخ کپڑے کا استعمال کرنا مومنوں کو مکروہ قرار دیا ہے نہ اپنا اس الملک نے کہ کر
جس سرخ جوڑے میں حضور ﷺ نے کرنا پڑھی اس کی تہہ میں علماء نے یہ کیا ہے کہ وہ پورا ہوا اس سرخ نہ تھا ہاں اس میں سرخ
ملکوں تھے لیکن یہ سرخ کپڑا ایک اس میں دوسرا رنگ نہ ہو مومن کے لئے بہت شاذ ہے ہونے عورتوں کے مکروہ ہے اور وہ جوڑا
کپڑے کا جس کو حضور آرام ﷺ نے استعمال کیا غافل سرخ نہ تھا لیکن اس میں دیگر بریں تھیں دوسرا رنگ کی تھیں باقی کپڑے کا
رنگ دوسرے قسم کا تھا اب کوئی اشکال نہیں۔ (معرفات، ۲/ ۲۲۳)

الصلاة في الشعار

بدن سے متصل ہاں میں نماز پڑھنے کا بیان

اخبرنا عمرو بن منصور قال حدثنا هشام بن عبد الملك قال حدثنا يحيى بن سعيد قال حدثنا
جابر بن صبيح قال سمعت خلاص بن عمرو يقول سمعت عائشة تقول كتبت الى رسول الله صلى الله عليه
عليه وسلم ابوالقاسم في الشعار الواحد واما حائض طامث فان اصابه مني شئني فعمل ما اصابه لم بعده
لشي غير و صلى فيه ثم يعود معي فان اصابه مني شئني فعل مثل ذلك لم بعده لشي غير

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ابوالقاسم رسول اللہ ﷺ ایک کپڑے اور اٹھتے ہوئے ہوتے ہاں کو میں
مناہدہ ہوئی چھوڑ کر مجھ سے اس کپڑے کو پیش کیا میں نے کہا کہ جب تا تو صرف اسی جگہ کو دھوئے جس پر تا پاکی ٹپ جاتی ہے اس سے
زیادہ جگہ نہ دھوئے اور اس کپڑے میں نماز پڑھتے پھر واپس سوٹ کر آتے اور میرے ساتھ ایک ہی کپڑے سے شایٹ پڑتے
پھر اس کپڑے کو بھی سے پھر پیش کا خون ٹپ پڑتا تو یہی اند کی طرف صراحتی پاک جگہ کو دھوئے اس سے زیادہ
فہم دھوئے۔

تشریح عند روایت ابو کس بالملافہ نمبر ۷ کے نیچے بدن سے گارہ بنا ہے اور شہ مار یعنی چادر میں نماز تہہ کی پڑھتے
تھے اس کپڑے کا چھ حصہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بدن پر پڑا رہتا اور کچھ حصہ حضور اکرم ﷺ کوڑھ کر لے کر پڑھتے اس سے معلوم
ہوا کہ صاحب کے تمام اعضا صوائے سر کے پاے جس درت کرنا اس کپڑے میں کہ بعض اس کا نجاست پر پڑا اور بعض اس کا
نماز کے بدن پر جائز نہ ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الصلاة في الخفين

موزے پہنے ہوئے نماز پڑھنا

احمرنا محمد بن عبد الاعلیٰ قال حدثنا خالد قال حدثنا شعبة عن سليمان عن براهيم عن همام قال رايت جرير بن ابي تم دعاء نعاء فتوحا ومسح على خفيه ثم قام فصلى فمثل عن ذلك فقال رايت السی صمی الله عليه وسلم صنع مثل هذا

ہم سے روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ میں نے جریر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ جب وہ نماز پڑھتا ہے تو پہلے اپنے خفیوں پر مسح کرتا ہے اور دعاء فتوح پڑھتا ہے اور پھر نماز پڑھتا ہے اور اس کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا میں نے نبی کریم ﷺ کو ایسی حالت میں دیکھا۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر وہ پہن کر نماز پڑھتے ہیں تو انہیں نماز کی قربت ہوتی تو حضور ﷺ موزہ پہنی کر کیوں نماز پڑھتے۔

الصلاة في العليين

جو تھے پہنے ہوئے نماز پڑھنا

احمرنا عمرو بن علی بن یزید بن زریع وغیرہ عن منصور فلا حدثنا ابو مسعلہ واسمہ سعید بن یزید نصری ثقہ قال سئل عن مالک ان کان رسول الله عليه وسلم يصلي في العليين قال نعم

ابو سلمہ جن کا نام امیر بن یزید نصری ہے اور ثقہ ہیں کہتے ہیں کہ میں نے اس میں مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ جو تھے پہنے نماز پڑھتے تھے انہوں نے جواب دیا ہاں۔

تشریح: انہیں شک ہے کہ کیا اس حدیث سے جو قول سمیت نماز اور نماز مت ہوتے ہیں وہ وہاں ہوں اور عامہ خطاب سے کہا کہ پاک بھی ہوں اور اس کا مکان ہو کہ وہاں جہیز کی اشکال زمین پر لگا کر نہ ہو کر سنا ہو جب جوتے کے ساتھ نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ حضرت شاہد بن ابی اللہ حاکمی نے فرمایا کہ یہ وہ تصور ہے جو کہ جوتے اور موزے پہنے ہونے حالت میں نماز پڑھنا خلاف تعلیم ہے اس لئے وہ جوتے اور موزے میں نماز پڑھنے کو کفر و خیال کرتے تھے کیوں کہ جو کہ مقامات مقدسہ اور بلند درجہ انسان کے دربار میں ہوتے اور اگر جاتے ہیں جس کو قرآن پاک کی سنت میں بیان کیا گیا ہے کہ خلع نعلین ایک بالوالی العفد قدس طوی انگریزوں یا ایک اور چیز وہ یہ ہے کہ وہ اور جوڑا کی کسے پاس میں داخل ہے جو اس کو زیب و زینت دیتا ہے اس لئے نبی کریم ﷺ نے قیاس کو بھجور دیا اور یہودی غنائت کے قصہ سے قیاس لینی کی انہی

فرمانی چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہودی کی مخالفت کرنا کیونکہ وہ جوتوں اور سوزوں میں نماز نہیں پڑھتے۔

(رواہ ابو داؤد والحاکم)

لہذا صحیح بات یہ ہے کہ نماز جوتے پہنے ہوئے اور ننگے پاؤں کی حالت میں برابر ہے اور قاضی شوکانی نے بھی ملاقاتی افعال کی حدیثوں کو استحباب پر محمول کیا ہے اور انہوں نے کہا کہ استحباب پر محمول کرنا میرے نزدیک تمام مذہب میں زیادہ مضبوط اور ثبوت ہے غرض کہ یہودی کی مخالفت کے قصد سے پاک جوتے اور سوزے میں نماز پڑھنا افضل ہے جیسا کہ تفصیل مذکور سے اس کا ثبوت ہوتا ہے لیکن علامہ سہارنپوریؒ نے بذل الحجۃ میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کو جوتوں میں نماز پڑھنے کا حکم یہودی کی مخالفت کے سبب سے دیا گیا تھا مگر ہمارے زمانہ میں نصاریٰ کی مخالفت کے قصد سے ننگے پاؤں نماز پڑھنا افضل ہونا چاہئے کیوں کہ نصاریٰ اپنے جوتوں سے جوتوں کو نہیں اتارتے وہ جوتے پہن کر نماز پڑھتے ہیں۔ (فتح السہیم: ۱۴/۲)

این یضع الامام نعلیه اذا صلی بالناس

جب امام لوگوں کے ساتھ نماز پڑھے تو اپنے جوتے کو کہاں رکھے

احمد بن عیسیٰ بن سعید و شعب بن جریج عن ابی جریج قال اخبرنی محمد بن عیسیٰ عن عبد اللہ بن سفیان عن عبد اللہ بن السائب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی یوم الفتح فوضع نعلیه عن یسارہ۔

حضرت عبد اللہ بن سائب بن مائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے چنگ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن نماز پڑھی پس آپ ﷺ نے اپنے جوتے کو بائیں جانب رکھا۔

تشریح حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے روز لوگوں کو نماز پڑھائی اس وقت حضور ﷺ نے اپنے جوتے کو بائیں جانب رکھا کیوں کہ حضور ﷺ کے بائیں جانب کوئی شخص نہ تھا تو اس محل سے امت کو تعلیم دی کہ جب کوئی نماز پڑھے تو اپنے جوتے کو بائیں طرف رکھے جبکہ بائیں طرف کوئی نمازی نہ ہو اور اگر اس طرف کوئی نمازی ہو تو جوتے رکھنے کی ممانعت فرمادی چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”ولا عن یسارہ“ کہ بائیں طرف نمازی ہونے کی صورت میں اس طرف جوتے نہ رکھے۔

(رواہ ابو داؤد)

پوری حدیث وہاں دیکھ لیں کیوں کہ جب نمازی کے بائیں جانب کوئی شخص کھڑا ہوگا اور وہ بائیں جانب ہونا رکھے گا تو اس کے دائیں طرف پڑے گا جو اس کی نظر میں قابل احترام ہے لہذا بائیں طرف رکھنے سے اپنے نمازی کو تکلیف پہنچنے کی اور کسی مسلمان کو تکلیف دینا حرام ہے بلکہ ایسی صورت میں اپنے آگے پاؤں کے قریب رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(مظاہر حق۔ بدلہ المسجود)

کتاب الامامة

ذکر الامامة والجماعة

امامة اهل العلم والفضل

علم اور فضیلت والے کی امامت کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابراہیم و ہناد بن السری عن حسین بن علی عن زائدة عن عاصم عن زر عن عبد اللہ بن خالد لسماع بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت الانصار منا امیر و منکم امیر فاناہم عمر فضل السنم فاعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد امر ابابکر ان یصلی بالناس فابکم فطبعت نفسه ان یقدم ابابکر قالوا نعوذ باللہ ان تقدم ابابکر۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو انصار نے کہا ایک امیر ہم میں سے ہونا چاہئے اور ایک امیر تم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ انصار کے پاس گئے اور فرمایا کیا تم نہیں جانتے ہو کہ جنگ رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تم میں سے کس کا دل گوارا کرتا ہے کہ وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مقدم ہوا انصار نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مقدم ہوں۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص جماعت والوں میں سے فقاہ اور احکام شریعہ کا زیادہ عالم ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اچھی طرح اس قدر قرأت پڑھ سکتا ہو جس سے نماز جائز ہوتی ہے تو وہی شخص امامت کا زیادہ مستحق ہے اسی کو جمہور علماء نے اختیار کیا ہے یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مرض وفات کے زمانے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا کیوں کہ وہ تمام صحابہ سے احکام شریعت کے علم اور فضیلت میں مقدم تھے چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا قول "کسان ابو بکر اعلمنا" کہ حضرت ابو بکر ہم سب سے زیادہ جانتے والے تھے اس کا واضح شہادہ ہے حالانکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہجرت قری موجود تھے چنانچہ فرمایا تم سب میں ہجرت قری ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہے لیکن چونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سنت یعنی فقاہ اور احکام شریعہ سب سے زیادہ جانتے والے تھے اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "مسروا ابابکر فلیصل بالناس"۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

علامہ سندھی نے لکھا ہے کہ "وقد امر ابابکر یصلی بالناس" سے معلوم ہوا کہ امامت حضرت ابی (جماعت مسلمین کو نماز پڑھانے کا کام) اور امامت کبریٰ (خلافت) دونوں کے لئے اہل فضل و علم ہی کو مقدم کرنا ہجرت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلکم منسركون افوا ماصنون الصلوة لعلہم وقتہا من الذکر کتموہم فتمسوا الصلوة لوفہا وصلوا معہم واجعلوا ماحلہ۔

حضرت عبداللہ چیتھ سے روایت ہے کہ: ”وکتبتہ میں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز اٹھایہ تم سترپ ایسے دھکم پور کیا کہ اگر نماز کو اس کے وقت سے ٹال کر فیہ وقت پر پڑھیں گے میں انہیں ان کو پلو تو نماز کو اس کے وقت پر ادا کیا کرو اور اس خاص کے ساتھ بھی نماز پڑھ کرو اور اس نماز کو نفل بنالیا کرو۔“

تشریح: اہل حدیث ابوا حدیث ہے کہ عروہ بن زکریا رحمہ اللہ نے روایت کی ہے وہ صحابہ نہ وہ صحابہ نہ تھے تھے اسے براہ کتبے میں اصل اسان کا زیادہ بن پیر ہے۔ (العضوں سے کہہ کہ کلام ہے) (قوله العلامة السبوطی)

جب بروایہ نے سیر زیاد کی نماز کا دل عبداللہ بن مسامت سے ڈالیا کہ زیاد نماز کو اس کے وقت مستحب سے ٹال کر پڑھتا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسامت واث سے ہوتے چہنے گئے جس سے تعذیر نہ دے گا اس نفل سے کراہت اور فقہاء ائمہ و تواتر کے بعد عبداللہ بن مسامت نے ابوالعالیہ کی رایت پر ہاتھ مارا تاکہ وہ مستحب ہو جائے اور اپنی توجہ سے حدیث سے خبر اس سے بیان کرنا چاہتے تھے ایسا ہی حضرت ابو زرعہ رضی اللہ عنہ نے بھی عبداللہ کو تعذیر و توجہ کرنے کے ان کی رایت پر ہاتھ دیا تھا۔ رافعا مکرین حضور اکرم ﷺ نے بھی حضرت ابو زرعہ رضی اللہ عنہ کی رایت پر ہاتھ مار کر پہلے ان کو اپنی طرف متوجہ کیا پھر جب حضرت ابو زرعہ رضی اللہ عنہ چلے گئے تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”صل الصلوة لوفہا لعلہم کرامۃ“ ایسی کے جو اس میں حضرت عبداللہ بن مسامت نے ابوالعالیہ کی رایت پر ہاتھ مارا اور ہر حال حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت تم پر حاکم امر امام ہوں گے اور وہ نماز کو اس کے وقت مستحب سے تاخیر کرے پڑھیں گے تو تم نماز کو اس کے مستحب وقت پر پڑھو اگر تاکہ اول وقت کی فضیلت فوت نہ ہو پھر ان امراء کے ساتھ بھی پڑھو اور یہ بات مت کہو کہ میں نے نماز پڑھ لی کیوں کہ اس سے انتقاد اور اسامہ غنہ کا فخر ہو جائے تو اس ارشاد کو اسے خیر سمجھتے ہیں اور اس کی موافقت پر توجہ دیا کہ یہ لڑائی تاکہ بدلتا تھا اور اللہ واقع نہ ہو سکی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمر اور انس و علیہ صلوہ علیہ وسلم نے تھکانے لگنے کے چھپے نما پڑھی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ولید بن عتبہ کی افہام میں نماز پڑھی جس روایت میں آیا ہے کہ ان خاتم حکام اور امراء کے ساتھ نماز پڑھنے میں تمہارا فائدہ ہے کیوں کہ اگر تم نے نماز کو اس کے وقت مستحب پر پڑھو پھر ان حکام کے ساتھ بھی تو تم وہ فضیلتیں پاؤ گے ایک تو اس وقت پر نماز کر کے ان اور دوسری جماعت کے ساتھ پڑھنے کی بہر حال تم ان کے ساتھ نماز پڑھو جب تک کہ وہ قبر کی طرف نماز پڑھیں اور ان نے چیتھ جواز پڑھیں گے اس کو نفل نہ لیا کہ وہ چیتھ یہ نماز تہجد کے واسطے نفل نہ لیں کیوں کہ فرض نماز تو ایک ہی وقت میں دوسرے نہیں پڑھی جاتی اس حدیث باب میں حضور اکرم ﷺ نے غریب کی توجہ دی تھی وہی میرے زمانہ میں واقع ہوئی لہذا ان چیتھ کوئی کس طرف واقع ہو؟ حضور اکرم ﷺ کا ترجمہ تھا۔

(عرفات: ۱۲۳-۱۲۴)

من احق بالامامة کون شخص امامت کا زیادہ مستحق ہے

ابیرنا ثیبہ قال حدثنا فضیل ابن عیاض عن الاعمش عن اسماعیل بن رجاء عن اوس بن صمیع عن ابی سعید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم القوم اقرهم لکتاب الله فان کانوا فی النقراء سواء فالقلمهم فی الهجرة فان کانوا فی الهجرة سواء فاعلمهم بالنسبة فان کانوا فی النسبة سواء فالقلمهم ساد لا یوم الرجل علی سلطانه ولا یفقد علی تکرمه الا ان یاذن لک۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو مکی امامت وہ شخص کرے جو ان میں کتاب اللہ کو اچھا پڑھتا ہو پھر اگر سب قرأت میں برابر ہوں تو وہ شخص امامت کرے جو سب سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ آیا ہو پھر اگر سب لوگ ہجرت میں برابر ہوں تو وہ شخص امامت کا زیادہ مستحق ہے جو ان میں نسبت کا زیادہ جائے والا ہو پھر اگر سب برابر ہوں نسبت کے علم میں تو جو ان کا عمر میں زیادہ امامت کرے اور امت امامت کرکے کے عمل دلائل امامت میں اور امت میں کسی آدمی کی سند و خصوصیات پر مگر یہ کہ تم کو میں پر بیٹھنے کی اجازت دیتا ہوں۔

تشریح: اس حدیث میں امامت کے امرا کتاب بیان کے لئے حدیث میں اس شخص کو مقدم فرمایا جو کتاب اللہ کو بہت اچھا پڑھتا ہو اسی سے استدلال کرتے ہوئے امام احمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ جہت والوں میں سے جو شخص بہتر قرأت پڑھنے والا ہو اور بہتر ضرورت نماز کے مسائل کا علم رکھتا ہو وہ امامت میں اہم پر مقدم ہے امام ابو حنیفہ امام محمد اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس علم اور فہم کو قرآن پر ترجیح دی یعنی امامت کے لئے وہ شخص زیادہ قابل ہے جو فہم اور احکام شریعت کی زیادہ مسطورہ رکھتا ہو اور اچھی طرح اس قدر قرأت پڑھ سکتا ہو جس سے نماز پڑھا ہو جائے اس کو امامہ بیٹھنے کے عہدہ القاری میں نصب کیا جے تفصیل وہاں دیکھ لیجئے۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سرش و ذرے شریف میں حکم فرمایا اے لوگو تم ابو بکر کو پیغام دو کہ لوگوں کو نماز پڑھاوے حالانکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بہتر قاری ہو جو اتنے اور یہ حضور ﷺ کی طرف سے تحریر حکم تھا اور اعتبار آخری حکم کا ہوتا ہے لہذا اس سے اس حدیث منسوخ ہو چکی ہیں جن میں اقرامی تقدیم کا بیان ہے اس دلیل و نقل کرنے کے بعد ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بھی کہ علاوہ اس کے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اندر یہ خوبیاں بھی تھیں کہ وہ سب سے پہلے سلطان ہو چکے ہیں اور سب سے پہلے ہجرت کر چکے ہیں اور عمر میں بھی سب سے بڑھے ہیں تو ان اوصاف کی بناء پر ان کو امامت کے لئے مقدم فرمایا۔ (معرفت: ۳: ۸۱، ۸۲)

بہر حضور اکرم ﷺ کے قول مذکور انصار اہم لکتاب اللہ میں بھی احتمال ہے کہ ممکن ہے کہ اقرامی سے صرف مجزیہ

تے پڑھنے میں اقرآن، مراءتہ، ونگ و جوہ قرأت اور تاویلات آیات اور ان کے معنی سمجھنے میں علم و کام اور ادوار ان امور میں بہت باہر شخص کو کتاب اللہ کے مسائل کا علم ضرور ہو گا۔ پھر اگر اس میں سب زائر ہوں تو امامت میں نصیب ہائے افضل ہے۔ یعنی جو شخص سوائے مسائل نماز کے علان و جرائد کا علم سب سے زیادہ رکھتا ہو کیوں کہ حدیث و احرام کی زیادہ تفصیل سنت سے ملتی ہے کتاب اللہ میں تو انسانی اوصاف ہوتے ہیں اس کو تفسیر پر حدیث باب مسک مجبور کے خلاف یہ ہوگی البتہ جس حدیث میں اقرآن کی تفسیر کا ذکر ہے اسے منسوخ، منسے کی ضرورت نہیں اور معنی مذکور مردوں کی دلیل یہ ہے کہ صاحب کرامت علیہ السلام ہماری قرأت کی طرف نصیر و احتیاط پر کفایت نہیں کرتے بلکہ ان کی قرأت فہم معانی اور مسائل کے ساتھ ہوتی تھی۔ باتر تیس و تجوید کا معاملہ تو جتنی مقدار کی قرآن و تجوید سے قرأت پڑھنے اور نماز کی صحت اس امر طرز سے پڑھنے پر توقف ہے اس میں تمام صحابہ علیہم السلام تھے اور ان میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو قرآن پڑھنے پر تکانہ نہ ہو۔ (مکتوب دوم، ۱۲۰)

پھر اگر کتاب اللہ کی قرأت میں سب اہل جماعت زائر ہوں تو سنائی کی روایت میں آیا ہے کہ جس نے مکہ سے مدینہ کی طرف سب سے پہلے ہجرت کی وہ قوم کی امامت کرے اس کی تشریح میں علامہ سندھانی نے کہا کہ ہجرت میں مقدم ہونے کی وجہ سے اس کو وہ مردوں کے مقابلے میں شرف و مجال حاصل ہے اس لئے اس کی امامت میں مقدم فرمایا۔ اس نے سب سے پہلے ہجرت کی یہ انبیاء و بعد میں ہجرت کرنے والوں کی نسبت۔ یہ کثرت علم۔ یہ ایمان۔ یہ ایمان لے آیا کہ وہ نبی اکرم علیہ السلام تھے (حاشیہ السبانی ۱۲۱)

اس لحاظ سے کہا کہ اب ہجرت منقطع ہو چکی ہے البتہ اس زمانے میں ہجرت معنویہ کا اعتبار ہو گا۔ یعنی کن بول کو چھ درجن ہجرت۔ کہ قائم مقام ہو گا۔ تک معنی میں جو سب سے مقدم ہو گا ان کو فقہاء نے خبر اور قرأت میں مراءتہ کے بعد امامت کے لئے زیادہ مستحق قرار دیا ہے۔ (مرفقات ۸۱۳)

یہاں پر ایک شبہ ہے کہ سنائی کی اس روایت میں ہجرت کو پہلے بیان کیا ہے حالانکہ بخاری سے کسی مستبر و معروف روایت میں اہل علم یا سب کو مستند رکھا ہے اس تخریص کا جواب یہ ہے کہ صحاح کی حدیث کو غیر صحیح یعنی سنائی وغیرہ کی حدیث پر ترجیح دی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فہم از سب امامت کے بیان میں ہجرت میں سب سے مقدم والے کا اعتبار اہل علم یا سب کے بعد ہی ہو گا۔ غرض کہ اگر قرآن پاک کی یا میں ان کی قرأت اور اس کے احکام کے علم میں سب جماعت ذلے برابر ہوں تو تو مولیٰ امامت دو شخص کرے جو سنائے کے بارے میں زیادہ عالم ہو کہ میں صحیح اسناد والی روایت میں نبھائے "فاعلم بالسنہ" کے "فاعلمہم فقہا" آیا ہے یعنی اندر کا علم سب سے زیادہ رکھنے والا ہو علم یعنی نے کہا کہ سنت سے مراد حدیثیں ہیں تو سب کے لئے وہ سنائی زیادہ حدیثیں جانتا تھا، یہ اخیر ہوتا تھا۔ (مرفقات ۸۱۳)

اب دونوں قسم کی روایت میں کوئی تخریص نہیں، بہر حال اگر سب لوگ جماعت والے کتاب اللہ و تجوید کے ساتھ پڑھنے

اور اس کے احکام کی معلومات میں برابر ہوں تو ان میں سے وہ شخص امامت کے لئے بہتر ہے جو سنت لینی فقہ اور احکام نماز کے متعلق زیادہ علم رکھتا ہو پھر اگر سب سنت کے علم میں برابر ہوں تو جو ان میں لحاظ عمر کے ہو وہ امامت کے لئے بہتر ہے ہر ان کا امامت کے لئے اسی وجہ سے زیادہ حق وار بنایا کہ اس کو مقدم کرنے میں جہد عت کی زیادتی ہے۔

(کذا قال صاحب الہدایہ و تہذیب الملک ہدایہ، عرفات، ۸۱/۳)

جامع کہتا ہے کہ جماعت کی زیادتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہے جیسا کہ اس کا بیان حدیث میں آیا ہے نیز حدیث میں ہے کہ جو تارے بزرگ کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں تو جب زیادہ عمر والے کو اپنا امام بنالیا تو گوئی اس کی تفہیم کی ہم حال اس حدیث باب میں امامت کے لئے اسے ہی مرزوب نہ کر ہوئے لیکن شیخ ابن ہمام اور علامہ قاری وغیرہ ماننے لکھا اور مرزوب بھی بیان کئے ہیں مثلاً اگر عمر میں بھی برابر ہوں تو ان میں بہتر اخلاقی والا امامت کرنے والے غیر وہ جس کا جی چاہے فتح اللہ برادر مرقات میں لکھ لے۔

اسی حدیث باب میں یہ ارشاد بھی فرمایا کہ "ولا یؤم النرجل فی مسلمانہ الخ" اس حدیث میں برابر اس شخص کو خطاب فرمایا جو اس کی صلاحیت رکھتا ہو اور سلطان سے مراد بھی ولایت ہے اور وہ جس جگہ کہتے ہیں کہ جس کا آدمی مالک ہوا اس کے واسطے اس جگہ کے استبدال پر اختیار حاصل ہوا یا اس جگہ کا انظم اس آدمی کے ماتحت ہو جیسا کہ صاحب خانہ اور صاحب مجلس اور امام مسجد وغیرہ تو ارشاد مذکور کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی آدمی امامت میں حاکم یا نائب پر پہلے نہ کرے نہ جس حضور سے بعد کی وجہ کی نمازوں میں اور محلہ کے امام پر اور صاحب خانہ پر پہلے نہ کرے اگرچہ وہ آدمی جو امام محلہ کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا امام محلہ سے بہتر ہو اور مالک مکان سے بہتر ہو البتہ ان کی اجازت سے دوسرے آدمی نماز پڑھا سکتا ہے اور دوسرے کی حکومت اور مشورہ لینی جگہ میں امامت سے حدیث مذکور میں کسی لئے منع لیا گیا ہے کہ کسی کی ولایت کی جگہ میں دوسرے کی امامت کا اقدام منصب ولایت کی توہین اور عہد اطاعت کو توڑ دینے کا باعث ہوتا ہے اسی طرح کسی سے خلافت امامت میں دوسرے کی امامت باعث ہوتی ہے آپس کے بغض اور نزاکت قطعی اور ظہور اختلاف کا حالانکہ جماعت کا شروع ہونا ان چیزوں کے دفع کے واسطے ہے اسی لئے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما باوجود شرف و کمال کے حجام ثقفی کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی منقول ہے کہ امام مسجد غیر سلطان پر مقدم ہے۔

(قالہ الطیسی، عرفات، ۸۲/۳، حاشیۃ النعمانی، ۷۶/۲)

اسی حدیث میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تم کسی کی مسند و مخصوص جگہ پر بدو ان اس کی اجازت کے نہ بیٹھو حدیث میں تحریر کا لفظ آیا ہے بحکمہ خاص جگہ کو کہتے ہیں جو آدمی کے بیٹھنے کے لئے ہوتی ہے خواہ فرش ہو یا تخت بس کوھر میں اس کے کرام کی خاطر سے اس کے لئے تیار کیا جاتا ہے تو ایسی جگہ پر اس کی اجازت سے بغیر کسی بیٹھنا چاہیے۔

(حاشیۃ النعمانی)

اوس بن ضفیع عن ابی مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یوم الرجل فی سلطانه ولا یجلس علی نکرته الا باذنه۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہ مامت کی جائے کسی آدمی کے نعل الاچت میں اور نہ بیٹھا جائے اس کی مخصوص جگہ پر مگر اس کی اجازت سے۔
اس کی تشریح و تفصیل پیچھے کی جی ہے۔

اذا تقدم الرجل من الرعية ثم جاء النواصي هل يتأخر

جب رعایا میں سے ایک آدمی مامت کے لئے آگے ہو جائے پھر واپس آجائے تو کیا وہ آدمی پیچھے ہٹ جائے گا
احمرنا خبیه قال حدثنا یعقوب وھو ابن عبدالرحمن عن ابی حازم عن سہل بن سعد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلغه ان بنی عمرو بن عوف کان ینہم شی فیخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیصلح ینہم فی الناس معہ فحبس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحمت الاولی فجاء بلال الی ابی بکر فقال یا ابی بکر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد حبس وقد حانت الصلوة فهل لک ان تؤم الناس قال نعم ان شئت فالام بلال ونقلہ ابو بکر لکبر بالناس وجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعنسی فی الصلوف حتی قام فی الصف واعد الناس فی التصلیق وکان ابو بکر لا یضت فی صلاتہ فلما اکثر الناس التفت فاذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاضار الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأمرہ ان یصلی فرقع ابو بکر یدہ فحمد اللہ عز وجل ورجع القهقری وراءہ حتی قام فی الصف فتقدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی بالناس فلما فرغ القبل علی الناس لقال یا ایہا الناس ما لکم حین ناکم شی فی الصلوة اخذکم فی التصلیق انما التصلیق للنساء من ماہ شی فی صلاتہ فلیقل سبحان اللہ فانه لا یسمعه احد حین یقول سبحان اللہ الا التفت الیہ یا ابابکر ما منعک ان تصلی للناس حین اشرت الیک قال ابو بکر ما کان ینبغی لاین ابی فحافہ ان یصلی بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت کل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کو اس بات کی اطلاع پہنچی کہ قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں باہم کچھ جھگڑا ہوا رسول اللہ ﷺ کچھ لوگوں کے ہمراہ ان کے پاس تشریف لے گئے تاکہ ان کے درمیان صلح کرادیں مصالحت میں مصروف رہنے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے میں تاخیر ہوئی اور وہ نماز عصر کا وقت ہو گیا تو بلال رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور عرض کیا اے ابو بکر بیشک رسول اللہ ﷺ اپنی مشغولی کی وجہ سے تشریف نہیں لائے اور نماز کا وقت ہو گیا تو کیا آپ لوگوں کی مامت کریں گے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں اگر تم چاہتے ہو پھر بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت

مکی اور ابوبکر رضی اللہ عنہما کی طرف بڑھے اور اللہ اکبر کہ کر نیت پڑھا۔ اسی کے بعد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ صفوں کے درمیان سے چلتے ہوئے صف اول میں کھڑے ہو گئے اور لوگ تالیاں بجانے لگے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز کی حالت میں بالکل ادھر ادھر گفتات نہیں کرتے تھے پھر جب لوگ زیادہ تالیاں بجانے لگے تو التفات کیا جب علی دیکھا رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ان کو اشارہ فرمایا کہ تالیاں کو بالکل روک دے۔ رہے تھے کہ نماز پڑھا میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ عزوجل کی تعریف کی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ بیچے ہوئے تھے یہاں تک کہ صف میں کھڑے ہو گئے رسول اللہ ﷺ آتے پڑھے اور لوگوں کو پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے پھر فرمایا اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا جب تمہیں نماز میں کچھ پیش آجائے تو تالیاں بجانے لگتے ہو تالیاں بجانا عورتوں کے لئے جس کو نماز میں کچھ پیش آجائے تو چاہئے کہ سبحان اللہ کہے اس نے جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو جوں کو سنے گا وہ اس کی طرف التفات کرے گا اور اسے ابوبکر جب میں نے تم کو اشارہ کیا تھا پھر لوگوں کو نماز پڑھانے سے کس چیز سے تم کو باز رکھا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان قیاد کے لئے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں نماز پڑھانا مناسب نہیں۔

تشریح: ابوبکر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی عمر بن عوف کے درمیان صلح کرانے کی غرض سے ان کے قبیلہ میں تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا تو اسی وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ اگر نماز عصر کا وقت ہو جائے اور میں بروقت حاضر نہ ہو سکوں تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہہ دینا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں جب عصر کا وقت ہو گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نماز پڑھانے کو کہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے لگے پھر حضور ارم ﷺ تشریف لائے سند احمد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضور ارم ﷺ کی آمد ہوئی تو وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز کی اذان رکعت میں تھے سند احمد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں "ثم افقام فاسوا سا سکر فبقدم و حوا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اور ایک روایت میں آیا ہے "وجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ما دخل ابو بکر فی الصلاة" بہر حال حضور ﷺ صفوں سے گزرتے ہوئے اول صف تک پہنچ گئے اور پہلی صف میں کھڑے ہو گئے شاید حضور ﷺ کی اول صف میں مانی جگہ پر نظر پڑی ہوگی اس لئے صفوں سے گزرتے ہوئے اول صف میں اتنی جگہ پر کھڑے ہو گئے بعض نے کہا ہے یہ نفس امام کے لئے جائز ہے اور غیر امام کے لئے مکروہ ہے بہر حال جب حضور ارم ﷺ اول صف کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو لوگ تالیاں بجانے لگے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں مستغرق ہوئے کی وجہ سے التفات ہی نہیں کیا پھر جب کثرت سے تالیاں بجانے لگے تو قوم کی طرف التفات کرتے ہی حضور ارم ﷺ کو اول صف میں دیکھا لہذا وہ بھیجے کی طرف ہٹے گئے حضور ارم ﷺ نے ان کو اچھے کے اشارے سے مصلیٰ پر ثابت رہنے اور نماز پڑھانے کا حکم دیا چونکہ حضور ارم ﷺ کے اس امر سے کہ آپ ﷺ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امت کے قابل سمجھ کر نماز پڑھانے کا حکم دیا ان کو تقصیر مرتبہ مصلیٰ ہوا اس لئے اس پر دونوں ہاتھ اٹھا کر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور شریہ ادا کیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پاس ادب کو ترجیح دیتے ہوئے

پہنچے بہت کر محف میں کھڑے ہو گئے، حضور اکرم ﷺ نے ان کے ہاتھ کو قبضہ فرمایا کیوں کہ نماز سے فوراً ہونے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے اپنے امری مخالفت پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سرزنش نہیں فرمائی اور نہ ذرا انگلی کا الہار مارا، لوہیں کہ حضور اکرم ﷺ آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔

لہذا نووی نے کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو نماز میں ہمارا ہوس کے لئے کسی حد تک بنا پر مقتضیوں میں سے کسی ایک کو تسلیم کرنا چاہئے ہے تاکہ انہوں میں نماز کو پورا کرے۔ لیکن صحیح قوس ہے نہ کہ نہ وہ جب میں درود الخیر میں کہنا ہے کہ اسی طرح کہ تمام ان قدر قرأت سے عاجز ہو گئے ہوں جس کے ساتھ نماز جائز ہوتی ہے قوس کے لئے کسی کو غایت عطا کرے جس کی دیکھیں حدیث۔ یہ کیوں کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ کے تشریف لانے کا احساس ہوا تو قرأتِ ربوبی کی اس لئے پہنچے بہت گئے، حضور اکرم ﷺ مقدس ہوئے اور نماز کو پورا لیا۔ (بذل المعجود ۲۰: ۱۰۶، ۱۰۷: ۱۰۷)

علامہ سندھی نے فرمایا کہ امام شافعی نے اس حدیث سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ نائب امام نماز میں داخل ہونے کے بعد اگر امام راتب ضرر ہو جائے تو اس کو اختیار ہے کہ وہ نائب امام کی القاء میں نماز پڑھے۔ یہ وہ خود نماز پڑھانے اور نائب الخیر تو اس نماز کے ختم کیے میں جائے ہوں، نفل سے اقامت یوں میں سے کسی نماز پڑھیں اور اس قیود عدم صحت سے غور نہ ہے کہتے ہیں یہ بات جو حدیث میں بیان کی گئی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تخصیص تھی۔ (حاشیہ النبی)

صلوة الامام خلف رجل من رعيته

امام کا اپنی رعایا میں سے کسی آدمی کے پیچھے نماز پڑھنا

اخبرنا عیسیٰ بن حجر قال حدثنا اسماعیل قال حدثنا حمید عن انس قال آخر صلوة صلاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع القوم صلی فی ثوب واحد متوشعاً خلف اسی بکر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آخری نماز جو رسول اللہ ﷺ نے قوم کے ساتھ ادا کرنا چاہی، ان کے پیچھے ادا فرمایا اسے بھگی کے طور پر ایک ہی کپڑے کے دو حصوں سے باندھا ہوا تھا۔

احمرنا محمد بن العیسیٰ قال حدثنا مکرم بن عیسیٰ صاحب البیہقی قال سمعت شعبۃ یدکر عن نعیم بن ابی ہند عن اسی وائل عن معروق عن عائشۃ ان امابکر صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لی الصف

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب تک ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی ازمت کی اور رسول اللہ ﷺ صاف اہل میں تھے۔

تشریح: تو کم کر دو ترجمہ سے حدیث کی متابقت ظاہر ہے کہ صرف وہی شخص نماز پڑھتا تھا جو حضور اکرم ﷺ نے ایک رخصت یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی تھی، جس سے مراد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسی حدیث نامہ ترمذی نے بھی اس امر

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس مرض میں حضور اکرم ﷺ کی وفات ہوئی اس میں آپ نے زبور کر ﷺ کے پیچھے پیچھے ہوئے نماز اور نمازی امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور صحیح بتایا لیکن صحیح بخاری اور مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نماز میں حضور اکرم ﷺ ہی امام تھے نہ کہ مقتدی لہذا روایات میں سخت اختلاف ہے جس کے متعلق بحث ابھی چلائے گی۔ ان شاء اللہ

امامة الزاخر

زیارت کرنے والے کی امامت کیسی ہے اس کا بیان

ابو نعیم مسعود بن نصر قال حدثنا عبد الله عن ابيان بن يزيد قال حدثنا بدليل بن ميسرة قال حدثنا ابو عطية مولى لنا عن مالك بن النخعي قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا زار احدكم فوما فلا يصلين بهم۔

حضرت مالک بن نویر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جب تم میں سے کوئی کسی قوم سے ملاقات کے لئے جائے تو ہرگز ان کو نماز نہ پڑھاوے۔

تشریح: حدیث باب سے مفہوم اسلوب کا بیان کرنا ہے جس کی پاس داری کی قوم کی زیارت کرنے والے کے لئے ضروری ہے اس اسلوب کے اختیار کرنے سے انسانی معاشرہ میں ناخوشگوار کی پیدا نہیں ہوتی ہے دوسرے یہ کہ جب کوئی کسی سے ملنے کے لئے جائے تو مہمان صاحب خانہ کے حق کی رعایت کرے اگر گھر میں مہمان صاحب خانہ کے ساتھ ہو یا مسجد میں امام کے ساتھ ہو تو وہ ملاقاتی صاحب خانہ اور امام مسجد کے تسلط اور ولایت کی جگہ میں امامت نہ کرے اگرچہ وہ صاحب خانہ اور امام مسجد سے زیادہ علم رکھتا ہو بلکہ صاحب خانہ اور امام مسجد ہی امامت کا حقدار ہیں البتہ اگر صاحب خانہ یا امام مسجد اس کو اجازت دے تو اس ملاقاتی کی امامت درست ہے۔

اس میں چاروں اماموں کے یہاں کوئی اختلاف نہیں سب کا اس پر اتفاق ہے کہ جس سے واضح ہو گیا کہ ان حضرات کے نزدیک دونوں حدیثوں میں سے کوئی حدیث اپنے مضمون پر باقی نہیں رہی ایک تو حدیث باب سے دوسری "یسلم المسلمون العزائم لكتاب الله الخ" جو پیچھے ذکر ہو چکی ہے بلکہ حدیث باب اس دوسری حدیث کے لئے مخصوص ہو گئی تھی حدیث باب "اذا زار احدكم فوما فلا يصلون الخ" کے زمرہ سے حدیث ثانی "یسلم المسلمون الخ" کو ایسے خاص موقع محل پر محمول کرتے ہیں جہاں کچھ لوگ جمع ہو گئے ہوں اور ان میں سے کسی کو بھی خاص فضیلت و لایمت فی الیمت کی حیثیت سے حاصل نہ ہوتا کی صورت میں شریعت نے امتحان امامت کے مراتب بیان کئے کہ سب سے زیادہ مستحق امامت کے لئے وہی شخص ہے جو لوگوں میں سے کتب الہی کی قرأت و ترویج میں ماہر ہو اور اس کو قرآن زیادہ بار ہو پھر فلاں شخص پھر فلاں شخص جس کی تفصیل پیچھے ذکر ہو چکی ہے اور

تشریح

اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ جو باوجود معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص پر مذکورہ طہارت و سلوکی کا اثر ہو گیا ہو اور سب قوم نے قرأت اور محکم، بیرونی قیامت کے لئے نفس ہے، بنی الکلب، کہہ کر اندھ سے کسی امامت اس صورت میں غرور سے جبکہ جماعت کے لئے مذکورست اول اور اندھ سے زیادہ علم رکھتے ہوں یا علم میں اس کے برابر ہوں اور عارفان بن بڑے کہا کہ اندھ کی امامت کے جو پیش رفتی اختلاف جس حدیث سے اس کا جو زہر ۲۱ ہے اپنا اختلاف اسی میں ہے کہ امامت کے لئے ایک صاحبزادے دیکھنے والے سے اس کے برعکس۔ (مرفقات ۱۲/۸۶)

غرض نہ اگر نیکے دلوں میں سے کوئی بھی نابینا شخص نہ ہو تو اس صورت میں نابینا کی امامت دینی ہے بلکہ وہ عبادت بردار اپنا سے کا خیال درپوش سے احتیاط کرنا ہو۔

امامۃ الغلام قبل ان یحکم

پوش سے پہلے لڑکے کی امامت کا خیال

اعمر ناموسی بن عبید لہ حسن المسروقی قال حدثنا حسین بن عیسیٰ عن زائد عن صفیان عن ابیہ قال حدثنی عمرو بن سلمۃ الجرمی قال کان یومو علینا انو کبار فتعلمہ منہم القوان فانہی امی السو صلی اللہ علیہ وسلم فقال لزمکمہ اکثرکم فرأنا یجاء امی لفتن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یؤمکم اکثرکم فرأنا فظروا فکنت اکثرہم فرأنا فکنت اومہم واما ابن لعیان منہ

ابو نے عمر بن سلمہ لہری کی روایت سے بیان کیا ہے کہ وہ بنی سہیل سے تھے کہ ہم پر قافلہ لڑتے تھے ان سے قرآن پڑھتے تھے میرے والد امی کریم علیہ السلام کے پاس گئے اور آپ ﷺ سے فرمایا تم میں سے دو شخص امامت کرنے جو سب سے زیادہ قرآن پڑھانے والے ہو میرے والد صاحب آگئے اور انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امامت تم میں سے دو شخص کرے جس کو سب سے زیادہ قرآن پڑھوں کہ انہوں نے میری طرف اشارہ میں ان میں سے۔ یہاں قرآن کا ذکر تھا ان کے میں ان کی امامت کو تھا حالانکہ میں آنحضرت ہی کا تھا۔

تشریح

حدیث بیان کرتے والے عمر بن سلمہ کے والد سمی تھے جنہوں نے خود انہیں اس بارے میں اختلاف ہے مدرس عقائی وغیرہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحابی نہ تھے اور لہذا سب میں اٹھانے کہ انہوں نے بنی کریم علیہ السلام کو انہیں دیکھا کہ امامت کے لئے ان کے والد کا فیصلہ ہوا ان کے والد نے ان کو امامت سے ڈرایا ہے۔

اس حدیث سے امام شافعی نے لڑکے کی امامت جائز ہونے پر استدلال کیا ہے کہ ان لوگوں میں سے دو کہتے ہیں کہ سب میں اپنی قوم کی امامت کرنا تھا اس وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امام احمد بن حنبلہ وغیرہ تمام ائمہ عقائی کے نزدیک نابینا کی امامت جو انہیں ہم جوڑ کے داخل زہلی نے شرع کیا ہے جس کے میں ایک ایسا قویہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرما

"لا یؤم العلام للذی لا یجب علیہ الحدود" کہہ لڑکا امامت نہ کرے جس پر حدود جاری کرنا واجب نہیں دوسری دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے "لا یؤم العلام حتی یصلیہ" لڑکا جب تک بالغ نہ ہو امامت نہ کرے علاوہ اس کے لڑکے کی نماز نہیں ہوتی ہے کیوں کہ بچپن کی وجہ سے اس پر نماز فرض نہیں تو اس کا پڑھنا مکمل ہے اور مرد بالغ کی نماز فرض ہے لہذا اس کے پیچھے فرض پڑھنے والے کا اقتداء کرنا جائز نہیں ہے اور جہاں حدیث باب کا یہ ہے کہ عمر بن سلمہ کی امامت سے حضور اکرم ﷺ کو مطلق نہیں کیا گیا البتہ ان کی امامت حضور اکرم ﷺ کے حکم اور بیان سے نہیں تھی بلکہ لوگوں نے اپنے اجتہاد سے ان کو امام مقرر کیا تھا کیوں کہ قرآن نے حضور اکرم ﷺ کے ارشاد تم میں سے وہ شخص امام ہو جو قرآن کو زیادہ جاننے والا ہے سے خطاب عام کیا تھا اس بنا پر اپنے اجتہاد سے ان کو امام بنالیا۔

لہذا اس حدیث سے نابالغ کی امامت پر استدلال درست نہیں تعجب ہے شافعیہ سے کہ اگر برصاۃ حتی کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما وغیرہم سے قول کو نظر انداز کرتے ہیں اور ان کے قول کو سخت قراؤ نہیں دیتے اور ایک بچہ یا سات برس والے لڑکے کے فضل سے استدلال کرتے ہیں علاوہ اس کے علامہ خطابی نے کہا کہ حسن بصری عروبان سلمہ کی حدیث کو کسب فی قرار دیتے اور ایک مرتبہ کہا میں کو چھوڑ دو یہ کوئی واضح اور قطعی چیز نہیں ہے۔

اور ابو داؤد نے کہا کہ امام احمد سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کہ میں نہیں جانتا یہ کیا ہے شاید عمر بن سلمہ کے فضل کی حضور ﷺ کو خبر نہیں تھی اور فرمایا کہ برصاۃ نے اس کی مخالفت فرمائی ہے۔ اب نابالغ میں نابالغ لڑکے کی امامت جائز ہے یا نہیں اس میں علماء حنفیہ کے اقوال مختلف ہیں مشائخ نے جائز رکھی ہے مشائخ بخاری اور ماوراء النہر نے اس کو ناجائز فرمایا۔ (معارف: ۸۶/۳، ۸۹، بدل المجہود: ۱/۲۷۳ ملخصاً)

قیام الناس اذرا والامام

لوگوں کا کھڑا ہونا جب امام کو دیکھ لیں

ابو نعیم علی بن حجر قال حدثنا هشیم عن هشام بن ابی عبد اللہ و جعاف بن ابی عثمان عن یحییٰ بن ابی کثیر عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا نودی للصلوۃ فلاحقوا حتی یروونی۔

عبد اللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ان کے والد ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب نماز کے لئے تکبیر کی جائے تو تم کھڑے ہو جب تک کہ تم مجھ کو نہ دیکھو۔

تشریح

امام سندھی نے لکھا ہے کہ علما نے سبب ممانعت یہ بتا دیا ہے کہ مقتدیوں پر قیام طویل نہ ہو نیز حضور اکرم ﷺ کو بعض اوقات عذر پیش آ جاتا جس کی وجہ سے تاخیر ہوتی اس لئے فرمایا جب تک تم مجھ نہ دیکھو تو کھڑے مت

ہو۔ (حاشیۃ السنائی، ۱/۱۲۸)

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں قرطبی سے نقل کیا ہے کہ ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اپنے گھر سے نکلنے سے پہلے نماز کے لئے اقامت کی جاتی تھی جو حضرت جابر بن عبد اللہ کی حدیث کے خلاف ہے اس میں آیا ہے "ان ہللاً مکاناً لا یغیمہم حتی یمسح النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اخرجه مسلم۔" دونوں میں یوں تطبیق دی کہ حضور اکرم ﷺ کے نکلنے کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ انتہاء کرتے تھے مگر جب وہ لوگوں سے پہلے حضور ﷺ کو رکھ لینے تو اسی وقت تکبیر شروع کرتے اس کے بعد جب وہ لوگ آپ ﷺ کو رکھ لینے تو سب کھڑے ہو جاتے تاہم حضور ﷺ مصلی پر کھڑے نہ ہوتے سب تک لوگ اپنی ٹھیں درست نہ کر لیتے اس کی جانب دوسری حدیث سے ہوتی ہے جس کو عبد اللہ بن زراق نے بواسطہ ابن جریج ابن شہاب سے روایت کیا ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہتے تو لوگ بلا تاخیر نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے اور نبی کریم ﷺ اپنے مقام پر تشریف نہیں لاتے جب تک کہ مصلی پر ایستہ نہ ہوں۔

بہر حال اس تحقیق کو نہ کہ اس سے اشکال دور ہو گیا لیکن یہاں پر ایک اور اشکال ہے کہ اس حدیث باب سے معارض ہے وہ حدیث جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایا ہے کہ جس کے الفاظ مستخرج ابو نعیم میں یہ نقل کئے ہیں "نصف الناس صفوفہم ثم حرج علیہا" کہ لوگوں نے ٹھیں باندھ نہیں پھر حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور مسلم کی روایت میں ان الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے "انھم فی الصفوف فعدلنا الصفوف فلما ان یمسح النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانسى لفسام مقامہ الخ" اور ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے جس کا مفہیم یہ ہے کہ حضور ﷺ کی آمد کے وقت نماز کے تکبیر بھی جاتی پھر حضور ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے لوگ صفوں میں اپنے مقام پر کھڑے ہو جاتے تو دونوں میں تعارض ہے اب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اور حدیث باب میں اس طرح تطبیق کی جا سکتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جس کا ذکر آیا ہے وہ بعض اوقات بیان جواز کے لئے تھا یا یہ جواب ہے کہ لوگوں کے جس عمل کا بیان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے وہی سبب ممانعت تھا جس سے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رد کیا گیا ہے کہ وہ لوگ اسی وقت کھڑے ہوتے تھے جبکہ اقامت کی جاتی تھی اگرچہ حضور اکرم ﷺ اپنے حجرے سے نہ نکلے لہذا ان کو اس سے منع فرمایا حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کیوں کہ ہو سکتا ہے حضور اکرم ﷺ کے واسطے کوئی کام واقع ہو جس کی وجہ سے گھر سے نکلنے میں تاخیر ہو جس سے لوگوں کو حضور اکرم ﷺ کے انتہاء کی تکلیف پہنچی اس لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کے لئے تکبیر کہی جائے تو کھڑے مت ہو اور کھڑے کھڑے ہی مت کے لئے انتہاء نہ کرو یہاں تک کہ تم مجھے دیکھ لو کہ میں اپنے گھر سے نکلاؤں تب کھڑے ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

علامہ بیہقی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ لوگ نماز کے لئے کسی وقت کھڑے ہوں اس مسئلہ میں اختلاف ہے امام مالک اور حماد و علامہ کا قول ہے کہ لوگوں کے قیام کے لئے کوئی حد نہیں لیکن جب مؤذن اقامت شروع کرے تو اس وقت کھڑے ہونے

اے بلال جب عصر کا وقت ہو جائے اور میں نے پہنچ سکوں تو ابو بکر سے کہہ دیجئے کہ دو لوگوں کو نماز پڑھاؤ کہ جب نماز عصر کا وقت ہو گیا بلال رضی اللہ عنہ نے اذن دی پھر اقامت کہی پھر ابو بکر سے کہا آگے بیٹھ کر اقامت کیجئے وہ آگے براہِ کرام نماز میں داخل ہو گئے پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور لوگوں کی صفیں چرتے ہوئے اگلی صف میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور لوگ ٹالیاں بجانے لگے اور ابوبکر جب نماز میں داخل ہوئے تو کسی حرف القنات نہ کرتے پھر جب ابو بکر نے مسلسل ٹالیاں بجانے کی آواز سنئی تو القنات کیا تو اسی وقت رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ان کی طرف اشارہ کیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اللہ عز و جل کی تعریف کی اس بات پر جو حضور ﷺ نے اشارہ سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو فرمائی تھی کہ ابو بکر پیچھے مرت ہونا زانو پورا کرنا پھر ابو بکر اگلے پاؤں چل کر پیچھے بٹ گئے پھر جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھا تو آپ ﷺ آگے جڑے اور لوگوں کو نماز پڑھائی پھر جب نماز پوری کی فرمایا اے ابو بکر کس بات نے تمہیں نماز پوری کرنے سے روکا جبکہ میں نے اشارہ سے نماز کو پورا کرنے کا حکم دیا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ابی قحافہ کے لئے رسول اللہ ﷺ کا امام بننا مناسب نہیں اور حضور ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ جب تمہیں نماز میں کوئی چیز پیش آ جائے تو چپے کیمرہ رحمان اللہ ہے اور عورت مائیں، بچارے۔

تشریح: اس عنوان کے تحت بیان کردہ حدیث پہلے عنوان "اذا قفعہ الرجل من الوضوء الخ" کے تحت گزر چکی ہے مگر عنوان بدل دیا وہاں حدیث سے مسئلہ نہ گورہ ثابت کیا اور یہاں اختلاف کا مسئلہ ثابت کیا باقی تشریح وہاں ملاحظہ کیجئے ہاں ایک بات دو گئی جو یہاں بیان کی جا رہی ہے کہ جب نماز میں کوئی بات پیش آئے تو شریعت میں مردوں کے واسطے سبحان اللہ کہنے کا حکم ہے اور عورتوں کے واسطے دستک بجانے کا مٹاں کے طور پر ایک آوی نماز پڑھ رہا ہو اس کو کسی نے پکارا یا اس سے گھر میں آنے کی اجازت طلب کی اور وہ نہیں جانتا کہ یہ نہ نہیں ہے تو اس صورت میں مرد مائیں نہ بچارے بلکہ سبحان اللہ کہہ کر آگاہ کر دے اور عورت تصفیق یعنی دستک بچارے۔

ابن الملک نے کہا کہ تصفیق کا معنی ہے دونوں ہاتھوں میں سے ایک کو دوسرے پر مارنا تو عورت کو اگر نماز میں کوئی امر پیش آئے تو مائیں، بچارے، سبحان اللہ نہ کہے کیوں کہ اس کی آواز عورت ہے جس کا پردہ ضروری ہے، علامہ طبری نے کہا کہ میں ہاتھ کی پھٹکی کو بائیں ہاتھ کے پشت پر مارے۔ تاج العوار میں لکھ ہے کہ تصفیق کا لغوی معنی ہے تصفیق احدی الیہ ین علی الاخصر "سے ماخوذ ہے مگر وہ دینے کی کیفیت بطور یدین سے نہیں بلکہ دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے پشت کو بائیں ہاتھ کی پھٹکی پر مارنے کو تصفیق کہتے ہیں۔ (مروقات: ۱۰/۳)

الانتماء بالامام

امام کی اقتداء کرنے کا بیان

عنہ عنہ بن النضر عن ابن عیینہ عن الزہری عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقط

من فرس علی شقہ الایمن فدخل علیہ بعدہ فحضرت الصلوٰۃ قلما قضی الصلوٰۃ قال اما جعل
الامام لیؤتم بہ لاذارکم فارکعوا واذ رفع قانصر او اذا مسجد فاسجدوا واذ قال سمع اللہ لمن حمدہ
فتولوا وابت لک الحمد۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ واقعی کروت پر گھڑے سے اُتر گئے، صواب حضور ﷺ کے پاس
گئے تاکہ آپ ﷺ کی مراد کریں، نماز کا وقت ہو گیا پھر جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا سوائے اس کے اور
کچھ نہیں کہ امام اس سے مقرر کیا گیا ہے تاکہ اس کی قداہ کی جائے پس وہ جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کر دو اور جب رکوع
سے اٹھے تو تم بھی اٹھو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم "ربنا لک
الحمد" کہو۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ شروع و خیرہ ارکان خطبہ میں امام کی متابعت واجب ہے مخالفت جائز نہیں۔

الانتمام بمن یاتم بالامام

اس شخص کی اقتداء کرنا جو امام کی اقتداء کرے

احمرنا سوید بن نصر اخبرنا عبد اللہ بن المبارک عن جعفر بن حیان عن ابی نصرۃ عن ابی سعید
الصدوسی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای فی صحابہ ناحرا فقال نقدوا فانما ابی ولینام حکم من
بعدکم ولا یواں قوم بتأخروں حتی یوخرهم اللہ عزوجل۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو معنوں سے پیچھے بنے دیکھا حضور ﷺ نے
فرمایا صحابہ اولیٰ طرف برہم اور میری اقتداء کرنا اور جو لوگ تمہارے پیچھے ہیں ان کو پانچ کلمہ تمہاری اقتداء کریں اور ایک قوم
بیش پیچھے بنتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ عزوجل ان کو پانچ رحمت سے یا منت سے پیچھے ڈال دیں گے۔

اخبرنا سوید بن نصر اخبرنا عبد اللہ بن المبارک عن ابی نصرۃ عن ابی سعید
الصدوسی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای فی صحابہ ناحرا فقال نقدوا فانما ابی ولینام حکم من
بعدکم ولا یواں قوم بتأخروں حتی یوخرهم اللہ عزوجل۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب تک رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا،
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ ابو بکر کے آگے تھے آپ نے پھر نماز پڑھی اور ابو بکر کو لوگوں کو پڑھانے اور
لوگ ابو بکر کے پیچھے تھے۔

الخیر بن حمید بن فضالہ بن سہام بن ابراہیم قال حدثنا یحییٰ بن یحییٰ قال حدثنا حمید بن عبد الرحمن بن حمید الرواسی عن ابیہ عن امی التمیم عن جنید قال صلی بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العطر والابکر خلفہ فاذا کثیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثر یومکرم سمعا

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تم کو کثرت کی، تیرے بھائی اور ابو بکر رضی اللہ عنہما کے پیچھے تھے جب رسول اللہ ﷺ کثیر ہو کر تم کو کثیر کر دیتے تھے۔

تشریح: حضرت زید بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ میں ایک مرتبہ مافروقی ڈھیل رکھی اور کس اس میں دیکھی اس کے بارے میں طاسہ بھی کہتے ہیں کہ کبھی صف سے پیچھے ہٹنے کو دیکھ دھم سے نکلے تو جی کو دکھا اور صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ظن کر دہ طامہ آگے رہیں اور صف اول میں کھڑے ہوں تاکہ میرے انھیں دیکھیں اور اس سے میرے جلوہ کی یاد دہانی ہو اور اس میں صحت و دیکھی کرتے ہیں تو یہ اقتداء یا شاہد ظہیر کے ہے نہ کہ بغیر قوم کیوں کہ وہ حقیقت سب اور ان کے افعال دیکھتے ہیں اور دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ تم میں سے ہر شخص اپنا ہنر و شہادت لکھے اور اس میں تم سے لکھے اسی طرح جو نامہ میں وہ لکھیں گے لکھے ہی طرح سے لکھتے لکھتے رہیں ہر حال اقتداء کے ارشاد کے بعد اس کی ضد یا مخرم یعنی بے جا کجی اور لاپرواہی پر تنبیہ فرمائی کہ ایک قوم ہمیشہ پیچھے رہنے کی صف اول سے یا نہایت سے دھم سے یا فضل کی طلب اور بے کاموں سے پرہیز کرنے سے جس کا انجام یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت اور نصیب نفل اور بلند درجہ اور نعم و ثیر سے پیچھے ڈال دینے کی نگرانی کر دینے کے۔ (معارف: ۷۰۱۳)

دوسری حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، امام نسائی نے اس حدیث کو یہاں بطور اختصار بیان کیا ہے کہ "ان انصام بلامام بصلی فاعدا" کے تحت تفصیل سے بیان کریں گے اور محرم بھی وہاں آئے کی البتہ اس حدیث میں "واو سو کو بصلی بالناس" سے کوئی یہ بات نہ کہو بیٹھے کہ امام حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حقیقت میں حضور ﷺ تھے آپ ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پیچھے کھڑے تھے اور حضور اکرم ﷺ جلوہ کرتے تھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کرتے تھے اور جو افعال ابو بکر رضی اللہ عنہ کرتے تھے ان کو کچھ کر اور لوگ بھی اسی طرح کرتے تھے یہی توجہ سے ضرورت اس لئے ہے کہ اقتداء امام کی دہائی ہے نہ کہ متقلبی کی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ متقلبی تھے اور یہ صریح طور پر نماز میں اختیار کیا گیا تھا جیسا کہ تیسری حدیث جو صحت سے باہر تھی سے مروی ہے کہ اس میں کثیر کی صحت ہے اس حدیث کے الفاظ "کثیر ابو بکر سمعا" سے اس بات کا جواز ملتا ہے کہ انہیں امام کی اور دور والے متقلبوں تک نہ پہنچے تو متقلبوں میں سے کوئی کثیر بن جائے اور کثیر یہاں اقتداء کی بلند آواز سے کہتا ہے کہ جو لوگ امام سے اور ہوں وہ بھی نہیں۔

موقف الامام اذا كانوا ثلثة والاختلاف في ذلك

جب تین آدمی ہوں تو امام کہاں کھڑا ہو اور اس میں اختلاف کا بیان

اخبرنا محمد بن عبيد الكوفي عن محمد بن فضيل عن هارون بن عثرة عن عبد الرحمن بن الاسود عن الاسود وجلسمة قال دخلنا على عبد الله نصف النهار فقال انه سيكون امراء يستغلون عن وقت الصلوة فصلوا الوعدنا ثم قال فضلى بى وبى فقال هكذا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعل

حضرت اسود اور جلسہ کہتے ہیں کہ ہم وہ پہر کو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے انہوں نے فرمایا بیٹھ فتر ب ایسے عرف ہوں گے جو نماز کو اس وقت مستحب سے ٹال کر پڑھیں گے تم وقت مستحب پر نماز پڑھ لے کرو پھر وہ کھڑے ہو گئے اور نماز پڑھی پھر بے مافی کے دو مہین پھر کہا میں نے اس طرح رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا۔

اخبرنا عیلة بن عبد الله قال حدثنا زيد بن الحباب قال حدثنا افصح بن سعيد قال حدثنا يزيد بن سفيان بن فروة الاسلمی عن غلام لجدد بقا له مسعود فقال موسى رسول الله صلى الله عليه وسلم راہوں کو فقال فی ابو بکر یا مسعود ایسا اہم یعنی مولانا فضل لہ بحدثنا علی بن سعید وبعث الیہنا بزاز وذلیل بدلنا فحدثت الی مولای فاحترقہ فبعث معی بمعبر ووطب من لین فجعلت احذیہم فی اخفاء الطریق وحضرت الصلوۃ فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم یقام ابو بکر عن یمنہ وقد عرفت الاسلام وانا معهما فحدثت نعمت خلفهما فذبح رسول الله صلى الله عليه وسلم فی صدر الی مکر فقمنا خلفہ قال ابو عبد الرحمن بریدۃ ہذا لیس بالقوی فی الحدیث۔

حضرت بریدۃ بن مسعود بن فرات لاکھن اپنے دل کے غلام مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ مسعود کہتے ہیں کہ کچھ پر رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہما گزرے ابو بکر نے مجھ سے کہا اے مسعود تم اپنے آقا و قسم کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہمیں سوالی کا اونٹ دیوے اور غار کے پاس کھانے پینے کا توشہ اور ہیر جو ہم کو راستہ بتا دے بھینچ دے پھر میں اپنے مالک کے پاس گیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جن چیزوں کی فرمائش کی وہی کی فرمادی میں ان سے میرے ساتھ اونٹ اور دو بھینچ دی میں ان چیزوں کو لے کر پوشیدہ راستہ سے پہنچے گا اور جب نماز کا وقت ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نماز کے واسطے کھڑے ہو گئے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ تپ کے دائیں طرف کھڑے ہو گئے اور میں اسلام کا اقرار کر چکا ہوں اور میں بھی ان کے ساتھ تھا میں ان دونوں کے پیچھے کھڑا ہو گیا میں رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر کے پیڑ پر ہاتھ رکھ کر پیچھے کھڑا کر دیا پھر ہم حضور ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور ہم اپنی جگہ پر رہے یہ یہ وہی سفیان روایت حدیث میں مذکور ہے۔

تشریح

بناں لکھو اس کے جامع کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب نام کے ساتھ دو آدمی ہوں تو ظاہر روایت کے مطابق امام دونوں پر مقدم ہوگا اور امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ امام دونوں کے بیچ میں ہو جائے کیوں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا تھا جیسے کہ حدیث باب میں اس کا بیان ہے کہ انہوں نے اسود اور علقمہ زبیر اللہ لولہ پر حاکم اور خور دونوں کے بیچ میں کھڑے ہوئے اور فرمایا اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو کھڑے کر دیا۔

دوسری نیک دلیل باب کے تحت کی دوسری حدیث ہے دوسری یہ ہے کہ حضور کرم ﷺ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حذیفہ بن یمان حد کے ساتھ نزدیکی حضور اکرم ﷺ آگے کھڑے ہوئے تھے اور ان دونوں کو پیچھے کھڑا کیا اور یہی مذہب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ہے اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا جواب یہ ہے کہ ان کا قول ”ہکذا“ ایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”مطلعی کی زیادتی عام روایات میں نقل نہیں کی گئی لہذا وہ ثابت نہیں اب صرف نہیں کا نسخہ منقول ہوتا ہے جس کا جواب یہ ہے کہ وہ مکان کی تقبی پر محمول ہے یعنی ممکن ہے کہ انہوں نے غلجہ میں نماز پڑھی جو جیسے کہ ابراہیم غفنی نے کہا وہ ابراہیم غفنی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے احوال اور مذہب سے خوب اچھی طرح واقف تھے اور بالقرن اول و دوم مکہ ثلاث گئی ہو تو وہ بھی اس حالت پر محمول ہے یعنی شاید جگہ تنگ ہو۔ نہ کہ جگہ سے حضور اکرم ﷺ اس طریقہ مذکور سے نماز پڑھی ہو نہیں سکتا۔ اس صورت میں اگر امام دونوں کے بیچ میں کھڑے ہو تو نہ مذکورہ ہوگی کیوں کہ حدیث موجود ہے اور تا دینی باب اجتہاد سے ہے اسی مطلقاً۔

اور حاکم کا کہنی نے کہا کہ اگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کا سرفراہ ہونا صحیح ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ مکان کی تنگی کی وجہ سے بیچ میں کھڑے ہوئے تھے یا یہ کہ وہ حدیث منسوخ ہے جیسا کہ دوسری نے اس کا یہی جواب دیا ہے کیوں کہ یہیں معلوم ہے کہ یہ نہ مذکورہ میں پڑھی تھی بلکہ قریش میں طہیث یعنی رکوع میں دونوں کھڑے ہوئے تھے پھر ان کے درمیان میں دیکھئے اور دوسرے احکام کی اجازت بھی اب اور ترک کر دیئے گئے اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں جسے ہم بیان کیا گیا ہے وہ بھی احکام متروکہ میں سے ہے جب حضور ﷺ مدینہ میں تشریف لے گئے تو اس کو چھوڑ کر گیا جس کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اور خود جابر کے جملہ ”وہا“ میں شریک ہے۔

ان امام نے کہا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا منسوخ ہونا قرین قیاس ہے یا نہ ہوا سے زیادہ قریب بات ہے کہ اس کی سنوٹی کا علم شاہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نہ ہوا اور یہ کوئی ممکن بات نہیں کیوں کہ حضور کرم ﷺ کا معمول بڑی جماعت کی امت کا قیام نہ کرنا آدمی کی امامت کا باب آتا تھا۔ بات ہے جیسے کہ یہ قصہ جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کر رہے ہیں اور حدیث بیہیم جس سے فقہی ادو نے کی صورت میں فقہ امام کا ظہور ثابت ہوتا ہے ایک صورت کے محل مکان کا واقعہ ہے لہذا ممکن ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس واقعہ سے واقف نہ ہوں اس تفصیل مذکور پہل کر نے کے بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ”مطلعی“ میں کہ متزلزل تنگی ہے کیوں کہ آپ ﷺ کے دونوں مقلوں میں سے کوئی شخص فقہم ہے اور نہ اس کو حضور نہیں بلکہ ظاہر یہی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان دونوں کے بیچ میں مدینہ مکان کی تقبی کے کھڑے

ہوئے جس کا ختام یہ ہے کہ ان کے نزدیک دونوں فعلی جائز ہیں چاہے نام کچھ میں کھڑا ہو یا دونوں پر مقدم ہو۔

(بطل المجهود: ۱/۳۴۴)

سنان کے تحت کی دوسری حدیث پہلی حدیث کے خلاف ہے کیوں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مقتدی دو ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں اور امام دونوں پر مقدم ہوا ہی پر اہل علم کا عمل ہے اور اس حدیث سے بھی زیادہ مضبوط احادیث ہیں جن سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے اور حدیث سابق کو جس میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی امامت کا طریقہ حضور ﷺ کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے جبکہ مقتدی دو ہوں اہل عمر نے اس پر محمول کیا ہے کہ صورت مذکورہ میں شاہد رسول اللہ ﷺ نے مکان کی لگی کی وجہ سے کبھی کبھی کچھ میں کھڑے ہوئے ہوں یا دو فعلی منسوخ ہو چکا ہے۔ (حاشیہ السانی)

اذا كانوا ثلثة وامرأة

جب مقتدی تین افراد ہوں اور ان میں ایک عورت ہو

احمد بن حنبل عن عبد بن صالح عن مسروق بن عبد اللہ بن ابی طلحة عن انس بن مالک ان جدته مملوكة دعيت رسول الله صلى الله عليه وسلم لاطعام فد صنعته له فاكل منه ثم قال فوموا فلا صلى لكم قال انس فقصت الى حصبر لنا قد اسود من طول ما ليس فضحته لاطعام رسول الله صلى الله عليه وسلم وصفت انا والبيتم خلفه والعجوز من ورائنا فصلى لنا وكعتين ثم انصرف

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسروق بن عبد اللہ کی وادی ملک نے رسول اللہ ﷺ کے واسطے کھانا تیار کیا آپ کو کھانے کی دعوت کی حضور ﷺ نے کھانا کھا پھر فرمایا اٹھو تاکہ میں تمہاری خاطر سے نماز پڑھوں حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اٹھ کر چٹائی کے پاس گیا جس کا رنگ زیادہ دھبہ تک استعمال کی وجہ سے خیر ہو گیا میں نے اس پر پانی پھونک دیا پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور میں اور بیتم حضور ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور بڑھیا اٹھارے پیچھے کھڑی ہو گئی پھر جاری خاطر دو رکعت نماز پڑھی پھر نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھر کی طرف چلے گئے۔

تشریح: ہر وقت میں لکھا ہے کہ بعضوں نے کہا جیم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بھائی کا نام تھا اور میرک نے اپنے شیخ سے نقل کیا ہے کہ جیم کا نام حمیرہ تھا اور وہ زنا تھا حسین بن عبد اللہ بن حمیرہ کا اور ابن الخزامی نے کہا کہ میں امام عبد الملک بن حبیب نے بتایا ہے ان کے علاوہ کسی اور نے ذکر نہیں کیا اور میرے خیال میں انہوں نے اس نام کو حسین بن عبد اللہ یا ان کے علاوہ اہل مدینہ میں سے کسی سے سنا ہو گا اور کہا کہ حمیرہ رسول اکرم ﷺ کا آؤ اور کیا وادعا میں ابی حمیرہ کا بیٹا ہے اور ابی حمیرہ کا نام بعضوں نے روح بتایا اور بعضوں نے اور نام بتایا۔ لکن ابی ہام نے کہا کہ وہ جیم حمیرہ بنی سعد الحمری بنی کو کہتے ہیں۔ (قالہ النور وحی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں عورتوں کا مقام مؤخر ہے مردوں کی صف عورتوں کی صف سے آگے ہونا میں سے ہر

ایک اپنے فرض سے تجاوز نہ کرے۔ (مرواف: ۵۳: ۷)

مسئلہ کا ذاتی تفصیل بدیہ وغیرہ میں دیکھ لے۔ واضح رہے کہ اس حدیث میں حدیث کی ضمیر اسماء کی طرف راجع ہے اسی کو ابن عساکر اور عبدالحق اور قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اس پر بھی نہ بیانے اور امام نووی نے اسی کو بھی کہا لیکن ابن سعد وغیرہ نے کہا کہ کئی بات یہ ہے کہ ملکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عہد یعنی ثانی اور ان کی وندہ ام سلمہ کی ماں ہے اور ابن عساکر وغیرہ کے قول کے معانی خود ہمیں کاہنہ ملکہ ہے اور ان کی عہد یعنی ادا کی ہے ہر فریق کے قول کی تائید میں ہذا لکھو: میں فتح الباری کے حوالہ سے روایت بیان کرتی ہیں وہاں رقم لکھتے ہیں اس کے بعد معنی لکھتے ہیں کہ قول اول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو امام نسائی نے بھی ابن سعد سے اسناد میں لکھی ہے ابن عساکر نے ابن ابی عمیر سے نہیں لے لی ابن امک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ہمارے گھر میں تشریف لائیں اور وہاں نماز پڑھیں تاکہ ہم اس جگہ نماز کی جگہ پائیں اذکارا فصلات الی حصر فضحہ بناء، فصلی علیہ لصلو امعہ "تو یہ حدیث تائید کرتی ہے کہ حدیث کی ضمیر راجع ہے اسماء کی طرف نہ حضرت انس کی طرف۔

اذا كانوا رجلين وامراتين

جب مرد دو بول اور عورت بھی دو تو کس طرح کھڑا ہونا چاہئے

احمر ماسوید بن نصر حدثنا عبد الله بن النصار، عن سليمان بن العقیرة عن ثابت بن انس قال دخل علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلو الا امانی والیتیم وام حرام خالسی فقال قوموا للاصلی بکم قال فی غیر وقت صلوة قال لصلی بنا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر میں تشریف لائے گھر میں میں اور میری ماں اور خیم اور میری خالہ ام حرام کے علاوہ اور کوئی نہ تھا رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اھمنا کہ میں تم کو نماز پڑھاؤں انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضور آئے۔ ہمارے گھر میں داخل ہوئے وہ وقت ہمکانہ نماز کا وقت نہ تھا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر حضور ﷺ نے ہر کو نماز پڑھاؤں۔

احمر ماسوید بن بشر حدثنا محمد حدثنا شعبہ قال سمعت عبد اللہ بن مسعود یحدث عن موسیٰ بن انس عن انس کہ کان ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واماہ وخالہ فصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجعل انس عن یمنہ واماہ وخالہ خلفہما۔

موسیٰ بن انس حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اور رسول اللہ ﷺ اور انس کی ماں اور انس کی خالہ یہ سب حضرات گھر میں تھے پس رسول اکرم ﷺ نے نماز پڑھی انس رضی اللہ عنہ کو اپنے دائیں طرف کھڑا یہ اور ان کی ماں اور خالہ دونوں

موقف الامام والمأموم صبی

امام کے ٹھہرے ہونے کی جگہ بہتہ مقتدی کی جگہ ہو

احمرنا یعقوب بن یزہیم قال حدثنا ابن علیہ عن ابوب عن عبد اللہ بن سعید بن جبیر عن ایبہ عن ابن عباس قال بست عبد خالسی جسرۃ فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل فتمت عن شمالہ فقال بی حکمنا فآخذہم اسی فافمسی عن بعبہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں اپنی نذرہ امام بنی مینور علیہ السلام کے یہاں رات کو ساری رات اللہ جل جلالہ کی رات کو اپنے ہاتھ کی نماز پڑھیں میں بھی اٹھ کر آپ کے پاس گیا آپ کو دیکھا تو آپ نے اس طرح فرمایا کہ میرا ہاتھ کڑھ چکا ہے تمہارا کرو غیر ہاتھ کڑھا لیں۔

تشریح یہ روایت مختصر ہے تفصیل روایت میں ہے کہ رات کو فجر کی نماز کے لئے اٹھے فجر تکبیر سے دنو کیا اور نذرہ کے لئے ٹھہرے ہوئے ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے اٹھ کر اسی طرح وضو کیا فجر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا کہ میں ہاتھ کڑھ چکا ہوں اسے معلوم ہوا کہ جو شخص ایک مرد مقتدی کے ساتھ نماز پڑھے اگرچہ وہ چھوڑ دے ہو مگر ایسا ہو تو مقتدی کی عزت رکھتا ہو جس کو اپنے انہی کھڑے کرے۔

من یلی الامام ثم الذی یلیہ

جو لوگ امام سے قریب ہوں پھر جو ان سے قریب ہوں اس کا بیان

احمرنا ہناد بن السری عن ابی معاویۃ عن الاحمد بن عن عبد ز بن عمر عن ابی سعید عن ابی مسعود قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسمع من کتب فی الصلوۃ ویقول لا تعینوا الخلف فلوکم یلیہ منکم اولوا الاحلام والنہی ثم الذین یلوہم ثم الذین یلوہم قال ابو مسعود فاشہ الیوم احد احتلا قال ابو عبد الرحمن ابو معمر اسمہ عبد اللہ بن مسعود

حضرت ابی مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں امام کے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے تھے پیچھے کو اپنے سر سے ہواں لئے کہ تمہارے دلوں میں اختلاف ہے ابو جہر میں سے بار بار عرض کرتے تھے قریب قریب قریب ہوں پھر دو دو گے جو اپنے دلوں سے قریب ہوں پھر دو لوگ جو ان لوگوں سے قریب ہوں اب مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تم آج کے دور میں بہت اختلاف کرتے ہو امام نہائی کہتے ہیں کہ ابو جہر کا نام عبد اللہ بن عمر ہے۔

احمرنا محمد بن عمر بن عبی بن مقدم حدثنا یوسف بن یعقوب قال اخبرنی النعمی عن ابی مجلز

عن لیس بن عباد قال بیانا فی المسجد فی الصف المقدم فمجدنی رجل من حللی جذء لثحنی وقام مقامی فوالہ ما عقلت صلاتی فلما انصرف فاذا هو ابی بن کعب فقال باغی لا یسؤک اللہ ان هذا عهد من النبی صلی اللہ علیہ وسلم الہنا ان ملیہ ثم استقبل الفلۃ فقال هلک اهل العقد ورب الکعبة فلما ثم قال واللہ ما علیہم اسی ولکن اسی علی من اخلوا فقلت یا ابا یعقوب ماتعنی ماہل العقد قال الامراء .

حضرت قیس بن عباد سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب میں مسجد میں پہلی صف میں کھڑا ہوا تو مجھ کو ایک شخص نے میرے پیچھے سے کھینچا پھر مجھ کو ایک طرف کیا اور خود میری جگہ کھڑا ہوا میں قسم ہے اللہ کی کہ مجھے غصہ کی وجہ سے اپنی نماز کی خبر نہ تھی پھر جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو معلوم ہوا کہ وہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے کہا اے جو ان اللہ تعالیٰ تجھ کو قسم میں نہ ڈالے بلکہ یہ حکم ہے نبی کریم ﷺ طرف سے جو آپ نے ہم کو فرمایا کہ ہم قریب کھڑے ہوں آپ کے پھر قبلہ رخ ہو کر کہا سردار ہلاک ہو جائے قسم ہے رب کعبہ کی تم میرے کہا پھر کہا قسم ہے اللہ کی میں سرداروں پر افسوس نہیں کرتا لیکن ان لوگوں پر افسوس کرتا ہوں جن کو سردار گمراہ کرتے ہیں قیس بن عباد کہتے ہیں کہ میں نے ابی بن کعب سے پوچھا اے ابا یعقوب اہل عقد سے آپ کی کیا مراد ہے انہوں نے جواب دیا امراء .

تشریح جو بھی کام میں کا ہو یا دنیا کا یا دوسرے ترتیب ہو گا تو اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا اگر اس کو ترتیب سے کریں گے تو اس کا اچھا نتیجہ نکلے گا نماز کا مکمل افضل ترین عمل ہے اور اس کی مشروعت کا مقصد ہی یہی ہے کہ جماعت سے راہی جائے اور ترتیب کے بغیر نماز یا جماعت کا مقصد ہی حاصل نہ ہو گا اس بنا پر حدیث میں ترتیب مطلوب کی رعایت کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ اپنے قریب پہلی صف میں صاحبان علم و عمل کو کھڑے ہونے کا حکم دیا اہلام منع ہے علم بالکسری جس کے معنی ہیں برداشت و تحمل و صبر یہاں اس سے مراد عقل ہے کیوں کہ برداشت اور صبر وغیرہ متفقانہ عقل اور شعاع عقلاء سے ہیں اور بعض نے کہا کہ اہلام منع ہے علم بضم حا وکی وہ چیز جو سونے والا دیکھتا ہے اس کو علم کہتے ہیں لیکن غالب استعمال اس کا بلوغ کے معنی میں ہوتا ہے لہذا اولوالاہلام سے بالغ لوگ مراد ہیں اور انہی جمع ہے نہایت کی تون کے پیش اور یاہ کے زبر کے ساتھ جس کے معنی عقل کے ہیں اب در شادہ کوہ کا مطلب یہ ہو گا کہ مردوں میں سے جو زیادہ عقلمند اور سمجیدہ ہیں وہ پہلی صف میں مجھ سے یا نکل قریب کھڑے ہوں ہر نماز کی کیفیت اور اس کے احکام یاد کریں اور امت کو پتہ چلا دیں پھر ان سے کہہ دو کہ اے پھر ان کے بعد وہ لوگ کے کھڑے ہوں جو قریب بلوغ کے ہیں پھر تیسری صف میں سمجھ دار بچے کھڑے ہوں ان کے بعد غوثوں کی صف کھڑی ہو اور دوسری بات اس حدیث میں صفوں کو برابر رکھنے کی تاکید فرمائی چنانچہ فرمایا تم صفوں میں آگے پیچھے مت برابر رکھو ورنہ تمہارے دلوں میں پھوٹ پڑ جائے گی۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ قلب اعضاء کے تابع ہے تو جب اعضاء مختلف ہوں گے یعنی بحالت نماز مصلی کے ظاہری اعضاء آگے پیچھے ہونے کی وجہ سے صف سیدھی نہ ہوتی اس کا اثر قلب پر پڑتا ہے جس کی وجہ سے اس کے ارادے

نکڑ جاتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ٹانگوں پر بھی اعضا نکڑ جاتے ہیں کیوں کہ قلب اعضا انسانی کے سردار و سرگز ہے۔

(قوله الطبی)

آج کل قذافی تہذیب میں کہ قلب شہ باؤشہ و اور سردار کے ہے جس کے تمام تابعدار ہوتی ہے مگر بادشاہ میہ میں تو پر ہے قرقم بھی سیدی راجہ جی ہے اسی طرح ہمارے اعضا انسان کے قلب کے تابع ہیں قلب بادشاہ ہے جس کا یہ حدیث شہور سے چلتا ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے ”ان فی الجسد مضغہ الطخ“ خبردار وہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو جو انجم درست ہوتا ہے و جب وہ ماضہ ہوتا ہے تو جو انجم فاسد ہو جاتا ہے ان دو اول ہے۔

بہر حال قلب اور اعضا کے درمیان محب متعلق ہے کہ ہر ایک کی مخالفت دوسرے کی طرف مہارت کرتی ہے کیا تمہارے کھتے نہیں کہ کھانہ کی خدمت۔ ہاتھ میں تاثیر کرتی ہے اسی طرح ہر محسن کی طہر میں اس حقیقت پر حضرت ابی مسعود رضی اللہ عنہما کو نہیں یقین تھا چنانچہ ان کے زمانہ میں بیوقوف، خداف و فساد کھڑے کرتے تھے ان کو خطاب کر کے فرمایا آئی کا تمہارا عقائد اختلاف کرتے ہو اور ان کو یہ ہے نہ اس پر بھی اختلاف اور فتوں کا جب یہی ہے کہ تم اپنی عقلیں بڑا نہیں کرتے ہو۔ (مرفاق ۶۰۳)

معاذ اللہ کس قسمت دوسری حدیث میں قس بن عبید اللہ علی نے بنافسہ بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نماز میں پہلی صف میں کھڑا ہوا تو ابی بن کعب بیٹھنے سے میرے ساتھ بڑا کھڑا کیا کہ مجھے اپنی جگہ سے ملایا اور خود میری جگہ میں کھڑا ہوا تو مجھے اتنا غصہ آیا کہ ہوش اڑ گیا جس کی وجہ سے نماز میں بالکل دھیان ہی نہ تھا ضمیر نے نہ وہی سمجھے کہ اتنی بھی شہرہ نہ تھا کہ میں کس طرح اس پر زور دے گا ہوں اور کتنی نکمیں پر چمکے ہیں جس کا سبب ابی بن کعب بیٹھنے کا مجھے صفا الی سے چلا دیا تھا حالانکہ میں صف اول میں پہلی ہی پٹی پر بیٹھ چکا تھا لہذا میں ہی کھڑا ہونے کا زور دیا تو کتنی حاکم صاحب حق سے اس کا حق طلب کر لیا ہر حال میں میں خود کو حضرت ابی بن کعب بیٹھنے کے اس مصلوٰی سے صفا الی میں نماز پڑھنے کی نصیحت سے خرم رہا وہ جانے پرازد نماز اور دیکھو پچھتاؤ جس کو حضرت ابی بن کعب بیٹھنے نے اپنی وقت بھاپ لیا اس نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد قس بن عبید اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا کہ اسے جو ان میں نے تمہارے ساتھ جو کچھ کیا ہے شاید اس سے تم کو دکھ نہ لگتا ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس سے نکل دے گا اس کا بلائیں یا امرتہ کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں سے جو پہلے اور زیادہ کچھ لے لے جس اور میرے پیچھے مجھ سے قریب کھڑے ہوں جس سے معلوم ہو کہ اس شان و صفعت کے لوگ صف اول میں آج سے قریب کھڑے ہوں اور حضرت ابی بن کعب بیٹھنے نے قس بن عبید اللہ کو یہاں پایا اس لئے ان کو دلیا سے بلایا یا پھر ترتیب مصلوٰی صفا و غیرہ کے مصلوٰی میں طریق اختلاف کو ترک کر دینے پر رغبہ قائم کا اعلان کرتے ہوئے تھوڑی طرف رخ کر کے قس بن عبید اللہ کو قریب کھڑا کر کے ان میں میں مرا پر فرمائی کہ یہ بندہ ان لوگوں پر غم کرنا ہوں جن کو امر اور نکر نہ کرتے ہیں یعنی یہ غبار انہوں نے غیر مستغفرا ان کی تابعداری کرتی ہیں شاید حضرت ابی بن کعب بیٹھنے نے یہ بات سہی نہ نہ کہ امیروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ وہ جماعت اور ترتیب مصلوٰی کا انتظام اچھی طرح نہیں کرتے تھے تو میرے منصب پر فائز ہونے کے وقت چونکہ فقہ و اہل بیت حاصل ہو جاتا ہے اس

لئے لوگ خاص طور سے اس شہر امراء کو اہل عقد کہتے ہیں لہذا اہل عقد سے امراء امراء ہیں۔

(مرفعات: ۸۰/۳، مظاہر حق: ۳۰۹/۱)

اقامة الصفوف قبل خروج الامام

امام کے نکلنے سے پہلے صفوں کا درست کر لینا

اخبرنا محمد بن سلمة حدثنا اس وھب عن یونس عن ابن شہاب قال اخبرني ابو سلمة بن عبد الرحمن انہ سمع اباه یرویة یقول اقيمت الصلوة فقمنا فعدت الصفوف قبل ان يخرج النبي رسول الله صلى الله عليه وسلم فنادانا رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى اذا قم في صلاة قبل ان يكبر فاحصر فقل لنا مكانكم فلم نزل فيما ننتظره حتى خرج علينا قد اغتمسل بطف رأسه ماء فكبّر وصلى.

ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہتے سنا کہ نماز کے لئے اقامت کی گئی ہم گھڑت ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ہمارے پاس تشریف لانے سے پہلے ہم رسول اللہ ﷺ سے پہلے اپنے معنی پر گھڑے ہوئے تو اب اس وقت کہے اور ہم سے فرمایا تم اپنے مقام پر نہ تم رہو ہم کچھ دیر قیام کی حالت میں حضور ﷺ کے انتظار کرتے رہے حتیٰ کہ حضور ﷺ غسل کر کے تشریف لائے آپ ﷺ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا پھر آپ ﷺ نے تکبیر کی اور نور پڑھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث پیچھے الامام پر کثرت عنوان کے تحت مذکور ہو چکی ہے تحریر دہاں دیکھ لیجئے۔

كيف يقوم الامام الصفوف

امام کس طرح صفوں کو برابر کرے

اخبرنا خزيمة بن سعيد اخبرنا ابو الاحوص عن سماك عن النعمان بن بشير قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقوم الصفوف كما تقوم القدامح فاحصر رجلا خارجا صغره من الصف فلقد رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يقول لتقبض صفوفكم اوليها فافق الله بين وجوهكم

» حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صفوں کو برابر کرتے ہیں جتنے جتنے کو برابر کیا جائے ایک ایک دہائی کا سید صف سے بہرہ لے ہوا دیکھا تو اسی وقت میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے دیکھا کہ تم اپنی صفوں کو برابر کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں مخالفت ڈال دے گا۔

اخبرنا قتيبة بن سعيد قال حدثنا ابو الاحوص عن منصور عن طلحة بن مصرف عن عبد الرحمن بن

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھتے ہوئے کھڑے ہو جاتے اور فرماتے ہر بار ہوجاؤ اور نیزے سے مت ہوتہرا رہے تو بے نیزے ہونا ہے اور جو لوگ تم سے بالغ اور عقل والے ہیں وہ مجھ سے قریب کھڑے ہوں پھر ایسے لوگ جو ان سے ملتے ہوں پھر ایسے لوگ جو ان سے ملتے ہوں۔ یہ حدیث پیچھے آچکی ہے اور تشریح بھی وہاں آچکی ہے۔

کم مرة يقول استووا

اما ملفظ استووا کتنی دفعہ کہے

اخبرنا ابو بکر بن نافع حدثنا مہز بن اسد قال حدثنا حماد بن مسلمة عن ثابت عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول استووا استووا استووا غوالي نفس بيده اني لاراكم من خلفي كما لاراكم من بين يدي۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جنگ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے استووا استووا استووا کہ برابر ہوجاؤ برابر ہوجاؤ برابر ہوجاؤ اس خدا کی قسم جس کے ہتھ میں میری جان ہے بلاشبہ میں تم کو پیچھے سے دیکھتا ہوں پیچھے تم کو سامنے سے دیکھتا ہوں۔

تشریح: اس لفظ کو تاکید کے لئے تین مرتبہ فرماتے یا ممکن ہے اسراول بطور اجتناب فرماتے ہوں اور امر و نفی دائیں طرف (الویں) کے لئے اور مرفعات بائیں طرف (الویں) کے لئے پھر فرمایا "انہی اراکم من خلفي الخ" کہ جس طرف میں تم کو سامنے سے دیکھتا ہوں اسی طرح پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ طاعی قرئی نے لکھا ہے کہ بحالت نماز پیچھے کی طرف سے حضور آرم ﷺ کا دیکھنا یا قوس مشابہ کے ساتھ تھا یا کاسکھ کے ساتھ۔ (مرفعات: ۷۲:۳)

بہر حال حضور اکرم ﷺ کا یہ کلام ظاہر پر محمول ہے کہ بلاشبہ حضور ﷺ فرق عادت کے طور پر پیچھے کی طرف سے بھی متنبیوں کے احوال و اعمال کو دیکھتے ہی کو کلام متعین نے قول حق اور قول راجح کہ جیسا کہ اس کو علامہ سیوطی نے اپنی شرح میں اور علامہ سندھوی نے اپنے حاشیہ میں نقل کیا ہے اور علامت: اس کلام کے بتانے میں یہ ہے کہ کھڑے لوگ یا بعض منافقین جو اقامت صفوف کا اہتمام نہیں کرتے تھے وہ اقامت صفوف کے معاملہ میں بے اعتدالی کو چھوڑ دیں اور امر کے ساتھ ساتھ ہمیں درست کر لیا کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حث الامام علی رض الصفوف والمقاربة بينهما

صفوف میں مل کر کھڑے ہونے اور ایک صف کو دوسری صف کے قریب رکھنے پر امام کا لوگوں کو ترغیب دینا

اخبرنا علی بن حجر حدثنا اسماعیل بن حماد عن انس رضی اللہ عنہ قال اقبل هلمنا رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم برجھہ حین قام الی الصلوۃ قبل ان ینکسر لقلان الحیو صفو حکم و تراصوا فانی اراکم من وراء ظہری۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز کے رادو سے کھڑے ہوتے تو عجب سے پہلے ہماری طرف متوجہ ہوتے پھر فرماتے تم اپنی صفوں کو سیدھا کر دو اور ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہو جائو کیوں کہ میں تم کو پیچھے کی جانب سے دیکھتا ہوں۔

اخبرنا محمد بن عبد اللہ بن المبارک المخرمی حدثنا ابو ہشام قال حدثنا ابان حدثنا قتادة حدثنا اسحق بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال راصوا صفو حکم وقاربوا بیہا وحاذوا بالاعتاق فوالذی نفس محمد بینہ اسی لاری الشیاطین تدخل من خلل الصف کما یألف الحدف۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہم سے حدیث بیان کی کہ نبی کریم ﷺ فرماتے مغفوں میں ایک دوسرے سے خوب مل کر کھڑے ہو جاؤ اور صفوں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ چھوڑو اور اگر زمین ایک دوسرے کے مقابل رکھو گے تو ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں تمہاری جان ہے بیشک میں دیکھتا ہوں شیاطین کو گویا وہ بکری کے سیاہ بچے ہیں جو صف سے ٹکافوں سے داخل ہوتے ہیں۔

اخبرنا ائوبہ حمصیۃ حدثنا الفضل بن عیاض عن الاعمش عن النسیب بن رافع عن تعیم بن صرفة عن جابر بن سمرة قال خرج الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلد الا تصفون کما تصف الصلۃ عند ربہم قالوا کیف تصف لئلا تکتف عند ربہم قال یدعون الصف الاول ثم یجرا صون فی الصف۔

حضرت جابر بن سمیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے پھر فرمایا کیا تم صف نہیں بنا دیتے ہو جیسے فرشتے اپنے پروردگار کے پاس صف بنا دیتے ہیں (بیکر عبادۃ کے لئے کھڑے ہوتے ہیں) لوگوں نے عرض کیا فرشتے اپنے رب کے پاس کس طرح صف بنا دیتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا وہ پہلی صف کو چورائے دیتے ہیں اور صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔

تشریح: حدیث باب سے معلوم ہوا کہ جب نماز کے لئے تکبیر کی جائے تو امام لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر انہیں منہ براہ کرنے کا حکم دے گا بلکہ وہ صف میں نقصان دیکھے اور اگر صف سیدھی ہو تو پھر امر کی ضرورت نہیں۔

(فائدہ الطیبی موفات: ۶۸/۳)

دوسری چیز جو حدیث میں بیان کی گئی ہے کہ قیام کی کیفیت کبھی ہوتی ہے ان کے متعلق پہلی حدیث میں "تراصوا" کا تفسیر ثار فرمایا اور دوسری حدیث میں "راصوا" اور ابوداؤد کی روایت میں "راصوا" کا لفظ آیا ہے اور لفظ "حق" کے معنی ہے ایک چیز کو دوسری سے جڑا اور اس کے اجزاء کا باہم اتکا پڑتا ہو جائے کہ خلا بائگن نہ رہے جیسا کہ دیواری انٹیں ہوتی ہیں تو

مطلب حدیث کا یہ ہوا کہ نہ صرف میں اس طرح مل کر کھڑے ہو جاؤ کہ دواؤں کے بیچ میں خلا و بالکل نہ رہے کہیں کہ بیچ میں سماں
تبد چھوڑنے سے شیاطین کو بد غلت کا راستہ ملے گا اور اپنی دوسرا تعدادی سے نکل سکے اور ان قوم کو پریشان کریں گے۔

تیسری بات "معارفہ میں العیوب" کے بارے میں فرمائی جس کا بیان حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث میں ہے
یعنی ہر دو صفوں کے درمیان "خالف" نہ رہے کہ بیچ میں ایک صف کی جگہ چھوڑ دی جائے لکن صلا تھوڑا رہے کہ کچھ صف والے
اگلی صف والے سے قریب کھڑے ہوں جو حق بات یہ فرمائی کہ تم نماز کی صفوں اس طرح بناؤ کہ تمہاری گردنیں برابر رہیں اس کی
تشریح میں وہ صلی علیہ وسلم نے کہا کہ تم میں سے کوئی دوسرے کی جگہ سے اونچے جگہ پر نہ اٹھو بلکہ اگر وہیں برابر ہو جائیں۔ غلام بلخی
نے کہا کہ کھنڈی گزروں کا اعتبار نہیں کریں کہ آؤں بے لٹکا ہوتا ہے اور چھوٹے قد کا بھی اور بے قد والے کو اس کا ٹکف ہی نہیں
دیا جاتا کہ وہ اپنے کندھے کو چھوڑے۔ قد والے کے کندھے سے برابر رکھے فرض کا اعتبار اس کا ہے جو قاضی کا خضر وغیرہ نے کہا
کہ کھنڈی کا شریعت میں اعتبار نہیں لگاؤ کا اعتبار ہے۔ یعنی مصلی اپنے کندھے کو دوسرے سے متقلل نہ کرے۔

(مرقات ۱/۳۔ ملاحظہ فرمائی)

فضل الصف الاول علی الثانی

پہلی صف کی دوسری صف پر فضیلت ہے

اعبرنا بحیثی بن عثمان الحمصی حدثنا بقیة عن بحیر بن سعد عن خالد بن معدان عن جابر بن
سفيہ عن العریاض بن مسابة عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی علی الصف الاول للثانی والی
الانی واحدة.

حضرت عریاض بن مساریہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ صف اول والوں کے لئے تین
مرتبہ رحمت اور استغفار دے رکھتے تھے اور صف ثانی والوں کے لئے ایک مرتبہ۔

جیسے حج کے موقع پر سر مندانے والوں کے لئے تین مرتبہ دعا و رحمت کی فرمائی اور ایک مرتبہ کھڑے والوں کے لئے یہ
ہی یہاں تین مرتبہ رحمت کی ان لوگوں کے لئے فرمائی جو صف اول میں کھڑے ہوتے ہیں اور دوسری صف والوں کے لئے
ایک مرتبہ اس سے معلوم ہوا کہ دوسری صف کا درجہ اول صف سے کم ہے۔ (حاشیہ النسائی)

الصف المؤخر

پہلی صف کی حیثیت

احمرنا اسماعیل بن محمود عن خالد حدثنا شعبہ عن قتادة عن انس ان رسول الله صلی اللہ علیہ

وسلم قال اتعوا الصنف الاول ثم الذي يليه فان كان نقص فليكن هي الصنف المؤخر.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم پہلی صف کو پورا کرو پھر اس صف کو جو صف دل سے متصل ہے اور اگر نقصان ہو تو پچھلی صف میں ہو یعنی اوگوں کی کمی کی وجہ سے جو نقصان ہو وہ آخری صف میں ہو اس میں کوئی تباہی نہ ہو۔

لیکن اپنی کوئی اور لا پڑا وہی سے اگلی صفوں کو پورا کرنا خانی جگہ چھوڑ دینا رشاد مبارکہ کے خلاف ہے جس کا ضرر نقصان ظاہر ہے کہ وہ اس بشارت عظیمہ سے محروم رہے گا جس کا بیان اگلے عنوان کے ماتحت کی حدیث میں ہے۔

من وصل صفا

جو شخص صفا کو ملاوے اس کی فضیلت

اخبرنا عيسى بن ابراهيم بن مشرود حدثنا عبد الله بن وهب عن معاوية بن صالح عن ابي الزاهرية عن كهمر بن عروة عن عبد الله بن عمران رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله عز وجل.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے صفا کو ملا یا اللہ بھی اس کو ملاوے گا اور جس نے صفا کو توڑا اللہ عزوجل بھی اس کو توڑے گا۔

تشریح: اگر صف میں جگہ خالی رہ گئی ہو اس کو پر کرنا چاہئے اس علاقہ کو پر کرنے پر حدیث شریف میں بڑی بشارت وارد ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمت اور فضل کے ساتھ توجہ فرمائے ہیں جو صف کو ملاوے یعنی صف میں جو جگہ خالی رہ گئی ہو اس میں پُر کر کھڑا ہوا جس سے وہ علا، پر ہو گیا اور جو شخص صفا کو توڑے گا مثلاً کے طور پر صفوں کے درمیان بغیر نماز کے بیٹھا رہا یا خالی جگہ میں کسی کھڑے ہونے والے کو کھڑے ہونے سے روک دیا تو اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کو بہت سی ناپسند ہے اس پر سخت وعید آئی ہے کہ وہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محض یاب نہیں ہو سکتا کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی خاص توجہ اور رحمت اس سے منقطع کر لیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (حاشیہ الشافعی: ۹۳/۴)

ذكر خير صفوف النساء وشر صفوف الرجال

بہترین صفوں عورتوں کی اور بدترین صفوں مردوں کی کا بیان۔

اخبرنا اسحق بن ابراهيم اخبرنا جرير عن سهيل عن ابيه عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خير صفوف الرجال اولها وشرها آخرها وخير صفوف النساء آخرها وشرها اولها.

سکلی اپنے والدہ ابوہریرہؓ کے ساتھ وہ حضرت ابوہریرہؓ سے وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بہترین صفوں مردوں کی پہلی صف ہے اور بدترین صفوں ان کی پچھلی صف اور بہترین صفوں عورتوں کی پچھلی صف ہے اور بدترین صفوں ان کی پہلی صف ہے۔

تشریح: شریعت نے مردوں اور عورتوں کے لئے مقام مفروض بیان کر دیا لہذا ہر ایک پر لازم ہے کہ اپنے مقام کو نہ چھوڑے مردوں کا مقام مفروض صف اول ہے اور عورتوں کا مقام مفروض آخری صف ہے اس ترتیب کی رعایت کی صورت میں اجر ثواب کے لحاظ سے نماز کی صفوں میں مردوں کی صف سب سے افضل ہے ایسا ہی عورتوں کی صف افضل ہے اور اس ضابطہ مذکور کے برعکس کی صورت میں بدترین صف ہے مردان کی بھی اور عورتوں کی بھی جہاں اس کی علامہ طبعی نے یہ بیان کی کہ حدیث شریف میں مردوں کو مقدم ہونے کا حکم دیا گیا ہے کہ مردوں کی صف میں کھڑے ہوں تو جو شخص اس کی قیام میں سہکتا کرے گا درحقیقت اس نے اس شرع کی بہت زیادہ تعلیم کی اس لئے اس کی صف کی تعلیم حاصل ہوگی دوسرے کو اتنی حاصل نہ ہوگی اور عورتوں کو پردہ میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے (اسی کے پیش نظر ان کے لئے پچھلی صف بہتر ہے)۔

ملاحظہ فرمائی جاتے ہیں بلکہ ایک حدیث مشہور میں عورتوں کو پیچھے کر دینے کا حکم دیا گیا ہے لہذا "انصر وھن کما انصرھن" اللہ "کہ عورتوں کو پیچھے کر دو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیچھے کر دیا" اگرچہ اس حدیث کو کچھ شیخین نے حضرت ابن مسعودؓ کا قول قرار دیا ہے کہ حدیث مفروضہ یا ہم از راہ حکم کے حدیث مفروضہ کے درجہ میں ہے نہ وہیں عورتوں کی پہلی صف صفوں میں بدترین صف ہے ان عورتوں کی نسبت سے جو پچھلی صف میں کھڑی ہوں اور ظاہر میں ہے کہ صف اول اسی کو کہتے ہیں جو دوسری صف کی نسبت سے مسبوۃ نہ ہو۔ (مروقات: ۷۰/۳)

الصف بین السوازی

ستونوں کے درمیان صف باندھنے کا کیا حکم ہے

اعبرنا عمرو بن منصور حدثنا ابو نعیم عن سفیان عن یحییٰ بن ہانی عن عبد الحمید بن محمود قال کنا مع انس فصلنا مع امیر من الامراء فدلونا حتی قمنا واصلنا بین السوازیین فجعل انس یناصر وکان قد کنا تنفی ہذا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

عبد الحمید بن محمود سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت انسؓ کے ساتھ تھے جس ہم نے امراء میں سے ایک امیر کے ساتھ نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے ہمیں خبر کی جبکہ ہم کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا یہاں تک کہ ہم دو ستونوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور لازم پڑھی حضرت انسؓ پیچھے بیٹھے تھے اور کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اس سے پہنچے تھے۔

تشریح: ستونوں کے درمیان صف باندھنے کے مسئلہ میں مشائخ کے خیالات مختلف ہیں کچھ حضرات ستونوں کے

نیک میں صف بندی کو کر دہ کیجئے ہیں مگر جمہور علماء کے نزدیک جائز ہے عبدالحمید بن محمود کی اس روایت سے مطہر ہوتا ہے کہ انہوں نے بین السارقتین نماز پڑھی جس سے مسلک جمہور کی تائید ہوتی ہے خاص طور سے غلّی مقام کے وقت تو کوئی اختلاف ہی نہیں چنانچہ ابن العربی نے شرح ترمذی میں لکھا ہے "ولا خلاف فی جو اوہ عند الصبیح الخ" کہ غلّی مقام کے وقت ستونوں کے بیچ میں نہ کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں اور غلّی اللہ تعالیٰ نے مسواط میں صراحت کی کہ "لصف بین الاسطواناتین غیر مکروہ لانہ صف فی حل کل فوبق وان لم یکن طویلا ولا نحلیلا لا سطواۃ بین الصف کتحلیل مناع موصوع او کتفر حافین الرجلین و ذالک لا یمنع صغۃ الاقداء ولا یوجب الکراہۃ" اس سے واضح ہو گیا کہ دو ستونوں کے بیچ میں صف بندی بلا کراہت جائز ہے کیوں کہ قول مشہور کے مطابق جس القصاص موقوف کو سب کراہت بتایا گیا وہ کوئی معقول وہ نہیں کیوں کہ ضرورت کے وقت بین السارقتین صف باندھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ صفیں بڑھی نہ ہوں اور صف میں ستون حائل ہونے کا یوں حکم ہے جیسے کسی نے صف میں سامان رکھا تو سامان کے حائل ہونے سے صحت افتدائے اس کوئی اثر نہیں آتا اور نہ نماز کے افتدائے کوئی کراہت آتی ہے ایسے ہی صف میں ستون حائل ہونے کی وجہ سے صحت افتدائے اس کوئی حرج واقع نہیں ہوتا بلا کراہت افتدائے اور صحت ہے اب رہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول کا جواب وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں دو ستونوں کے بیچ میں صف باندھ کر نماز پڑھنے سے احتیاء کرتے تھے اس کا معقول جب یہ ہے کہ اس زمانہ میں مسجد نبوی کے ستون برابر نہ تھے جیسے ہمارے زمانہ میں ہم ان کو برابر دیکھتے ہیں اس لئے بین السارقتین صفیں برابر نہیں ہو سکتی تھیں اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں بین السارقتین صف نہیں باندھتے تھے اور اب چونکہ برابر ہیں اس لئے دو ستونوں کے درمیان نماز صحیح ہے بعض نے وجہ کراہت یہ بیان کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ستونوں کے درمیان قیام کو جنات کے لئے مقرر فرمایا تھا کیوں کہ وہ بھی نماز میں شریک ہوتے تھے اس لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہاں صف نہیں باندھتے تھے لیکن اب تو مابین السواری کو خالی چھوڑنے کی کوئی حاجت نہیں کیوں کہ ہم جانتے ہی نہیں کہ جن دور سے ساتھ شریک نماز ہوتے ہیں یا نہیں اگر شریک ہوتے ہیں تو انسان کی صورت میں ہوتے ہیں یا نہیں اس کا بھی ہمیں کچھ پتہ نہیں لہذا ہمارے حق میں قیام بین السواری کر دہ ہونے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(مدلل لمعجود الکرب اللہ)

المكان الذی یمتحب من الصف

صف میں سے وہ جگہ جس کو پسند کیا جاتا تھا

احمد بن مسعود بن نصر اخبرنا عبد اللہ بن عمر عن ثابت بن عبد اللہ عن ابن البراء عن البراء قال کنا

اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمیت ان اکون عن یمینہ

بڑا دن نماز پانچواں پہنچے ہے، روایت ہے کہ اس دن عہد پہ پہنچ گئے ہیں کہ تم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو یہ حضور ﷺ کے دائیں طرف کھڑے ہوئے کو پہنچا دیتے تھے۔
 نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اکثر دائیں طرف سے پھیرتے تھے اس لئے سو بہرام پہنچا اس طرف کھڑے ہوئے کو پہنچا دیتے تھے۔

ماعلی الامام من التخفيف

امام کے ذمہ لازم ہے کہ ہلکی نماز پڑھا دے

احمرنا قتيبة عن مالك عن ابي الزناد عن الاعرج عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا صلى احدكم بالناس فليخفف فان فيهم الضعيف والكبير واذا صلى احدكم لنفسه فليقبل سريعا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھا دے تو ہلکی نماز پڑھا دے کیوں کہ ان میں بیمار آدمی ہوتا ہے اور ضعیف بھی اور بوڑھا بھی اور جب تم میں سے کوئی اپنے واسطے بھی کیا نماز پڑھے تو جس قدر چاہے طور پر کرے۔

احمرنا قتيبة احمرنا ابو عوانة عن قتادة عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اخف الناس صلوة في نعماء.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں بلاشبہ نبی کریم ﷺ کی نماز ہلکی حرام ہوتی تھی اور لوگوں کی نماز سے باوجود اس کے حضور ﷺ تمام ارکان کو پوری طرح پڑھتے تھے۔

احمرنا اسود بن نصر اخبرنا عبد الله بن الاوداعی قال حدثني حماد بن اسامی عن حماد بن عمار عن عبد الله بن اسامی عن قتادة عن ابيه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اني لالوم في الصلوة فاسمع بكاء الصبي فاجز عني صلاتي كما هي ان اشق علي بعد.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا بچہ کی نماز میں اگر بچہ رونا شروع کرے تو اس کا رونا سناؤ اور اللہ تعالیٰ اس کی نماز کو بخیر کرے گا کیوں کہ اچھا مصیبت نہیں ہوتا کہ (اسی نماز سے) اس کی ماں کو شکست ملے اور اس کے لئے کار و استراحتوں کا بندھن نہ ہو۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کوئی ایسا نماز پڑھے اس کے لئے تکمیل افضل ہے، مگر جس قدر طویل نماز پڑھا جائے پڑھا کرے گا، لیکن اس کا خلاصہ اس سے مختلف ہے، اس کے ذمہ اپنے وقت کی رعایت ضروری ہے اس کو تکلیف نماز کا شریعت کی طرف سے نگرایا گیا ہے کیوں کہ قہریوں میں چھٹکھ ہوتا ہے اور ضعیف بھی یہی کلمہ اور یا مرض

عبدالرحمن عن مسام بن عبد اللہ عن عبد اللہ بن عمرو قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یأمر بالتحفیف وبأثنا بالصلوات.

حضرت ابو نعیم عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھانے کا حکم فرماتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اسے نرتے اور صلوات کے ساتھ۔

تشریح ان دونوں باتوں میں جو بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہیں منافات ہے اس کا ایک جواب علامہ طینی نے دیا ہے جس کو ملاحظہ کرنے کے لئے یہ کہ منافات اس وقت یہ ہوتی جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے امتیازی فضیلت نہ ہوتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت میں تو بڑی غولی تھی کہ بہت سی آیتیں قنوت وقت میں پڑھ لیتے تھے اور جنہوں نے کہا کہ اس وقت بیان جواز کے لئے یہ نقل کیا تھا۔ (مروقات: ۱۳/۳)

علامہ سندھی نے یہ جواب دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت اگر پڑھ لیتے تو یہ بھی ممکن ہوگی کہ معلوم ہوتی کہ وہ شہدی ذوق و اشتیاق سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سنتے اور طویل قرأت سننے کی طاقت رکھتے اس لیے اس کے حق میں بھی قرأت عظم ہوتی تو حاکم اس خبر کا وہی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کلام کو مناسب ہے کہ بچے عقیدہ میں کے احوال کی رعایت کرتے ہوئے ملکی نماز پڑھائے اب دونوں میں کوئی منافات نہیں۔

مايجوز للامام من العمل فی الصلوة

نماز میں جو عمل امام کے لئے جائز ہے اس کا بیان

احمد بن حنبلہ حدثنا سفیان بن عثمان بن ابی سلمہ عن عامر بن عبد اللہ بن الزبیر عن عمرو بن سلمہ الزرقی عن اسی قتادة قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤم الناس وهو حامل امامة بنت ابی العاص عنی عائفة فاذا رکع وضعها و اذا رقع من سجوده اعاده.

حضرت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی امامت کر رہے تھے اس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوالعاص کی بیٹی امام کو اپنے سوجھے پر اٹھائے ہوئے تھے جب رکوع کرتے تو زمین پر رکھ دیتے اور جب سجدہ کرتے تھے تو اس کو اٹھا لیتے۔

حدیث مع ترجمہ و تشریح پیچھے نظر رکھی ہے۔

مبادرة الامام

امام سے سبقت کرنا

احمد بن حنبلہ حدثنا حماد بن محمد بن زباد عن ابی ہریرہ قال قال محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم الا یحشی الذی برفع رأسه قبل الامام ان یحول الله رأسه وأمس حمار۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ شخص جو اپنا سر امام سے پہلے اٹھاتا ہے اس بات سے جس ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر صرغ کر دے حتیٰ کہ گودھے کا سر چمکا دے۔

احمرنا یعقوب بن ابراہیم قال حدثنا ابن ضیة اخبرنا شعبة عن ابی اسحق قال سمعت عبد الله بن یزید یخطب قال حدثتہ البراء وکان غیر کذاب انہم کانوا اذا صلو مع رسول الله رفعوا رؤسہ من الرکوع قالوا لیما حتی یروہ صاحبنا لم یجدوا۔

ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عبد اللہ بن یزید رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم سے براہ من عاذب رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور وہ مجھ سے نہ تھے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے اور اپنا سر رکوع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھاتے تو وہ کھڑے رہتے یہاں تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا پیشانی زمین پر رکھنے والے ہیں پھر صحابہ کبار سے میں ملے جاتے۔

احمرنا مزعل بن هشام حدثنا اسماعیل بن علیہ عن سعید عن قتادة عن یونس بن جابر عن حطان بن عبد الله قال صلی بنا ابو موسیٰ فلما کان فی القعدة دخل رجل من القوم فقال اقرب الصلوة بالبر والزکوة فلما سلم ابو موسیٰ اقبل علی القوم فقال ایکم القتالی هذه الکلمة فارم القوم قل یا حطان لعلک قلتها قال لا وقد خشیت ان تبکونی بها فقال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یعلمنا صلاتنا ومناجاتنا فقال انما الامام لیقوم به فاذا کبر فکبروا واذا قال غیر المعصوب علیہم ولا المضالمین لفقولوا آمین بحکم الله واذا رکع فاکبروا واذا رفع فقال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا لک الحمد یسمع الله لکم واذا سجد فاسجدوا واذا رفع فارفعوا فان الامام یسجد لکم وبرفع قبلکم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم خلک یخلک۔

حطان بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ ہم کو نماز پڑھائی جب دو قعدہ میں تھے تو قوم میں سے ایک آدمی نماز میں داخل ہوا اور کہا "قرت الصلوة بالبر والزکوة" نماز نیکی اور زکوٰۃ کے ساتھ لڑا کر جان کی مٹی بھر جب ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا تو میں کی طرف متوجہ ہوا پھر فرمایا تم میں سے کس نے یہ کلمہ کہا لوگ خاموش رہے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا اے حطان شاید تم نے کہا ہو انہوں نے کہا نہیں اور میں نے فرمایا کہ آپ کہیں اس کلمہ کی وجہ سے مجھے نہ ڈانٹنے لگے پھر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا یا شہید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ہماری نماز اور سنت کی تعلیم دیتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام تو اسی لئے ہوتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے اور جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب "غیر المعصوب علیہم ولا المضالمین" کہتے تو تم آمین کہو اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول کریں گے اور جب امام رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب سر اٹھا کر اللہ اکبر کہے

اس نے حدیث پر اس کی حرمی کی بھی تو کھول دیا اس کے لئے پرہیز تو اس کا منہ بند ہے مگر سارا کچھ اس شیخ نے کہا کہ میرے بیٹے! اس سے بہت کرنے سے بچنا جبکہ میں نے یہ حدیث سنی تو میں نے اس کا واقعہ بڑا عجیب جانتا میں نے امام سے بہت کی توجہ اس پر لیا تو کیا جیسے کہ حق کا جبراً تو دیکھ رہا ہے۔

ماہی تارائی کہتے ہیں کہ شاید سچ کی وجہ یہی ہو کہ شیخ مبصوف نے اس کے قریب کو ہیہ کھتا تھا اس لئے اس کا منہ بند ہے کہ اس کو کیا اور نہ معاملہ اس کے برعکس ہے کہ لوگ اپنے نام سے بہت کرتے ہیں لیکن ان کے ساتھ ہی وہ معاملہ نہیں ہوتا ہے معلوم ہوا کہ متبادلی جہ سے شیخ کو کھانا دیا گیا وہ اس کو دیا اور پھر وہاں پہنچا ہے کہ یہ تہہ یہ شدہ اور سخت و مہر پر محمول ہے یہ یہ ہوا علم برزخ میں یا دوزخ میں۔ (موفات ۸۳۰ء)

اگر کسی کو شبہ ہو کہ ہم تو کسی کو ایسا نہیں دیکھتے کہ سچ پھر دہرایا ہے تو اس کا یہ شبہ درست نہیں کیوں کہ حدیث شریف میں "الا بخسنى" فرمایا یعنی یہ بڑا فضل اس قدر ہے کہ کسی یہ سزاؤ کندہ کا حاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اللہ اکرم ہوا ہے کہ سزا نہیں دیتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

یہاں اس تفصیل سے واضح ہوئی کہ امام سے پہلے مجدد یا کوئی راجا یا رئیس ہے اس پر حدیث میں سخت وعید آئی ہے بلکہ متبادہ کا طریقہ اختیار کر کے یعنی امام کے ساتھ کبھی غیر باندھے اور امام کے دعوے کے ساتھ کبھی نہ لے اور مجدد کے ساتھ مجدد کرے اور متبادہ میں بھی اس قدر اختیار کی جائے کہ قدم کا امکان نہ رہے تو کوئی مضرت نہیں "والان کے تحت کی دوری حدیث میں اباحت ہے جہاں کہ جب مجدد بن جائے کوئی کوئی کے والی تھے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے انہوں نے حرم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم سے براہین مازب انصار کی رضی اللہ عنہ نے نہایت بخیر حدیث بیان کی جس کے الفاظ یہ ہیں "انھم ای الصحابة وحسی اللہ عنھم کانوا اذا صلو الع" یہ حدیث اس قدر بڑھتی ہے کہ گھڑی ہوئی ہونے کا تصور تک نہیں ہو سکتا تو یہاں غیر مذہب سے حدیث کی تو بیش از حد یہ تصور ہے براہین مازب رضی اللہ عنہ سے نسبت مذہب کی نفی تصور نہیں کیوں کہ وہاں بڑے درجے والے صحابی ہیں ان پر جمہور ہونے کا الزام درست نہیں اور صیغہ مبالغہ مذہب سے جو شر پیدا ہوتا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مذہب ہو گا کیوں کہ نفی مبالغہ فیہ اس کو ستر میں نہیں لایا اس صیغہ یا غیر مذہب کہہ چاہئے تھا اس کا جواب یہ دیا ہے کہ مبالغہ کا صیغہ نفس فعل کے معنی میں ہے یعنی کاذب کے معنی میں ہے جیسا کہ قرآن ہادی قافی "الفس بظلام للعبد" میں ظلم مبالغہ کا صیغہ نفس فعل کے معنی میں ہے حاصل کام یہ ہے کہ مذہب حضور اکرم رضی اللہ عنہ نے جو یوسف اور یونس سے امام سے آگے رکھ کر اور مجدد میں جانے سے منع فرمایا اور اس پر سخت وعید دینی تو صحیح ہے اور اس سے مراد اٹھانے کے بعد کھڑے رہتے اور حضور اکرم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی ہیں بات کے خوف سے مجدد نہیں کرتے کہ جسکی ایسا نہ ہو کہ وہ مجدد میں حضور رضی اللہ عنہ نے بہت کرنا کیوں اس لئے وہ محال قیام حضور رضی اللہ عنہ کے مجدد کا اظہار کرتے اور جب دیکھتے کہ حضور رضی اللہ عنہ کے والے ہیں "صحابہ مجدد کرنے کے لئے جھکتے۔ (بدل المسجود ۵: ۱۷۷ء)

اس سے معلوم ہوا کہ اس قدر معاقبت اپنے نام کے فعل سے کہ سبقت کا امکان نہ رہے حاجت کے خلاف نہیں ہے مینہ
مہالذکروب سے جو شبہ پیدا ہوتا ہے اس کا ایک جواب تو اوپر دیا گیا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ "شہرینائے" و معاذ ربک بظلام
العبید کے تحت فرمایا ہے کیا خود باللہ اللہ تعالیٰ کا تصور نہ ہو سکتا ہے جس کا شبہ مینہ مہالذکروب سے پیدا ہوتا ہے حالانکہ فرمایا "ان
اللہ لا یظلم الاہلہ" (تو اس کا بہترین جواب یہ ہے کہ وہ ایسا کامل و ایسا پاک ہے کہ اگر بغرض محال اس کے پاؤں سے ظلم ہونے
جائے تو پھر کوئی سے اولیٰ ظلم بھی بہت عظیم ترین ظلم ہو گا معمولی شخص کی معمولی حرکت کی کوئی پروا نہیں کرتے لیکن اگر کوئی بڑا آدمی یہ
حرکت کرے تو بہت بڑا گناہ جاتا ہے تو ایسے ہی برادرینِ مازب علیہ السلام جیسا بڑا اصحابی، تمام کام شریعت کی تبلیغ میں معمولی جھوٹ بھی
بولیں تو کاتب نہیں بلکہ کذب ہیں کیوں کہ بڑے آدمی کی معمولی بات بھی بڑی ہوتی ہے خود حقیقت "و کمان غیر مکتوب"
لفظ سے مہالذکروب نے یہ خیال کی پرورداری کی ہے کہ شاید حدیث کوئی، وجہیہ کہ اس آیت میں لفظ ظالم سے زور دار
طریقہ سے اللہ تعالیٰ سے سلفاً ظلم کی ٹٹی کی گئی ہے اس لئے کہ اس کے کسی فعل میں ظلم کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا نہ مہالذکروب
پر یہ کی مادی کے زمانہ میں وہاں کے لوگ انہم سے سبقت کرتے ہوں گے یا متاخر رہ کر تے ہوں گے اس لئے مینہ مہالذکروب استعمال
کر کے مضمون حدیث زوردار طریقہ سے بیان کیا تاکہ کتب اس کا اہتمام کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خروج الرجل من صلوٰۃ الإمام وفراغہ من صلوٰۃ فی ناحیۃ المسجد

مصلیٰ آدمی کا امام کی نماز سے نکل جانا اور مسجد کے کسی گوشہ میں اپنی نماز سے اس کا قارئین ہو:

اخرجنا واصل بن عبد الاعلیٰ حدثنا ابن فضیل عن الاعمش عن معاذ بن دثار وابی صالح عن
جابر قال جاء رجل من الانصار قد اقيمت الصلوٰۃ فدخل المسجد فصلى خلف معاذ فطول بهم
فانصرف الرجل وصلى في ناحية المسجد لم ينطق فلما قضى معاذ الصلوٰۃ قيل له ان فلاناً فعل كذا
وكذا فقال معاذ لئن اصبحت لا اذكرن ذلك لرسول الله فامى معاذ النبي صلى الله عليه وسلم فذكر
ذلك له فارس رسول الله صلى الله عليه وسلم اليه فلان ما حملك على الذي صنعت فقال يا رسول الله
عملت على ناصحي من النهار فحدث وقد اقيمت الصلوٰۃ فدخلت المسجد فدخلت معه لي الصلوٰۃ
فقرأ سورة كذا وكذا فطول فانصرفت فصليت في ناحية المسجد فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم
الان يا معاذ اتان يا معاذ التان يا معاذ.

حضرت جابر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک انصاری قوی آیا جب نماز کے لئے اقامت کہی گئی، وہ مسجد میں داخل ہوا اور
معاذ علیہ السلام کے پیچھے نماز کی نسبت باندھ لی نماز کے لئے قرأت شروع کی وہ آدمی نماز کی صف سے خارج ہو گیا اور مسجد کے ایک
گوشہ میں اپنے نماز پڑھی پھر چلا گیا جب سوائے علیہ السلام نے نماز پوری کی ان سے عرض کیا گیا کہ بیچک فلاں شخص نے ایسا کیا اور ایسا کیا

ہے معاذ اللہ نے کہا میں اس کا ذکر صبح کو رسول اللہ ﷺ سے کر دینا چاہتا تھا کہ معاذ اللہ نے فرمایا کہ میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو بلوایا اور فرمایا تو نے کیا عمل کیا ہے کیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں کھیت میں پانی ڈالنے کے لئے دن کو اپنے اونٹ پر پانی لا کر تھا ہوا تھا میں میں آیا جبکہ نماز شروع ہو گئی میں مسجد میں داخل ہوا پھر معاذ کے ساتھ روز میں داخل ہوا معاذ نے طاقی ظانی میں سورت شروع کی میں نماز سے علیحدہ ہو گیا پھر مسجد کے گوشہ میں نماز پڑھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے معاذ کیا تو تفتے میں ڈالنے والا ہے اے معاذ کیا تو تفتے میں ڈالنے والا ہے معاذ نے کہا ہاں میں نماز سے علیحدہ ہو گیا پھر نماز پڑھ رہا تھا میں نے یہ سب سنا ہے یہ حدیث آگے دوسرے عنوان کے تحت لائیں گے اس کی متابعت سے وہاں کچھ بحث کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

الانتمام بالامام یصلی قاعدا

اقتداء کرنا امام کی جبکہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھتے

ابیرة قتیبة عن مالک عن ابن شہاب عن امس بن مالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکب قریبا فصرع عنه فجحش شفعه الایس فصلی صلوۃ من الصلوات وهو قاعد فصلیبا وراءه لعود انما انصرف قل انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا صلی قانما فصلوا قیاماً واذ رکع فارکعوا وانما قال سمع اللہ لعن حمہ لقولوا ربنا لک الحمد واذ صلی جالساً فصلوا جلوساً اجمعون۔

حضرت امس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے اتفاقاً ہے آپ ﷺ گھوڑے پر سے گر پڑے آپ ﷺ کی دائیں کر دھڑ بھل گئی آپ ﷺ نے نمازوں میں سے ایک نماز بیٹھ کر پڑھنے سے پہلے ہی آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنے پر مجبور ہوئے حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا سنا ہے اس کے اور کچھ کہ امام ہی نے مقرر کیا گیا ہے اگر اس کی اتھار لی جائے جب امام گھڑے پر نماز پڑھے تو تم بھی گھڑے پر نماز پڑھاؤ جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرنا شروع کر دو جب "سمع اللہ لعن حمہ" کہے تو تم "ربنا لک الحمد" کہو اور جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بیٹھ کر نماز پڑھو۔

احیرنا محمد بن العلاء قال حدثنا ابو معاویة عن الاعمش عن ابو اہیم عن الاسود عن عائشة قالت لما نقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاء بلال یؤذنه بالصلوۃ فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس قالت قلت یا رسول اللہ ان ابابکر رجل اسیف وانه متى يقوم فیہ مقامک لا یسمع الناس فلو امرت عمر فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس فقلت لحفصة قولی لہ فقالت لہ فقال الکن لانن صواحبات یوسف مروا

ابوبکر قبیل بالناس قالت فاعروا یا بکر فلما دخل فی السطوة وحده رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من
فسخه خفة قالت فقام بہادی بین رجلین ورجلہا تخطان فی الارض فلما دخل المسجد سمع ابوبکر
حسہ فذهب لہا عمر فاروا الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فہم کما انت قالت فجاء رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم حتی قام عن بصر ابی بکر جالسا فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی بالناس
حائلا وابوبکر فاند یضدی ابوبکر برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناس یقتدون بطلوة ابی بکر
رضی اللہ عنہ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں جب رسول اللہ ﷺ سخت بیمار ہوئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نمازیں
اٹھانے کے لئے حضور ﷺ کے پاس آئے حضور ﷺ نے فرمایا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو ابوللوگوں کو نماز پڑھانے حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کہا اب اللہ کے رسول بیکہ نوکر نکلیں ہیں جب وہ آپ ﷺ کی جگہ پر فخر سے ہونے لگے تو
انہوں نے قرأتیں سنائیں ان کے کاش کرتے اور حضور ﷺ کو قسم فرماتے حضور ﷺ نے فرمایا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے کہ اب وہ لوگوں کو نماز
پڑھائیں مگر نہ تو فرماتی ہیں میں نے حضور ﷺ سے کہا تم حضور ﷺ کو ابلو حضرت حصہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے
عرض کیا حضور ﷺ نے فرمایا بیکہ تم یوسف علیہ السلام کی مصائب کی طرح ہوا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو حکم کرو تو ان کو نماز پڑھائیں
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم
دیا ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز میں داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی صیحت میں کچھ تخفیف پائی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں
کہ حضور ﷺ دو آدمیوں کے درمیان سہارا لیتے ہوئے جب آپ کے دونوں پاؤں زمین پر ٹھہر چکے تھے کہ میں تشریف
لے کے جب مسجد میں داخل ہوئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی آستین میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چھپنے کی طرف بڑھے
ان کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اشارہ کیا یعنی اشارہ سے بڑھ گیا اپنی جگہ فخر سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول
اللہ ﷺ تشریف لائے حتی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بائیں طرف بیٹھ گئے تو رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے لوگوں کو نماز
پڑھاتے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر قدامت کرتے تھے رسول اکرم ﷺ کی اولاد اقتدار کرتے تھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی
نمائندگی۔

اخبرنا العاصم بن عبد العظیم العنبري حدثنا عبد الرحمن بن مہدی حدثنا زائدة عن موسى بن ابي
عائشة عن عبد اللہ بن عبد اللہ قال دخلت علی عائشة فقالت الا تحدثيني عن مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عندہ وسلم فقالت لما تغفل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اصلي الناس فلما لا وهم ينظرون تک
بارسول اللہ فقال ضعواني ماء فی المحض ففعلا فاغتسل ثم ذهب لیوء فاعلمی علیہ ثم افاق فقال
اصلي الناس فلما لا هم ينظرون تک بارسول اللہ فقال ضعواني ماء فی المحض ففعلا فاغتسل ثم ذهب

لبسوه ثم اغسمی علیه ثم قال فی الغالطه مثل قر له قالت والناس عکوف فی المسجد یستظرون رسول الله صلی الله علیه وسلم لصلوة العشاء فارسل رسول الله الی ابی بکر ان صل بالناس فجاءه الرسول فقال ان رسول الله یأمرك ان تصل بالناس وكان ابو بکر رجلا رقیقا فقال یا عمر صل بالناس فقال انت احق بذلك فصلى بهم ابو بکر تلك الایام ثم ان رسول الله وجد من نفسه حفة فجاء بهادی بن رطلین احدهما العباس لصلوة الظهر فلما راه ابو بکر ذهب لیأخرا فلما ولیه رسول الله صلی الله علیه وسلم ان لا یأخروا امرهما فاجلساه الی جنبه فجعل ابو بکر یصلی قائما والناس یصلون بصلوة ابی بکر ورسول الله یصلی قاعدا فدخلت علی ابن عباس فقلت الا اعرف علیک ما حدثتني عائشة عن مرض رسول الله صلی الله علیه وسلم قال نعم فحدثت فاما انکر منه شیا غیر انه قال امسکت لک الرجل الذی کان مع العباس فقلت لا قال هو علی کرم الله وجهه.

حیدر اللہ بن عبد اللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور کہا کیا آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی بیماری کا حال نہیں بتاؤں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا جب رسول اللہ ﷺ سخت بیمار ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہم نے کہا نہیں وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں یا رسول اللہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میرے لئے برتن میں پانی ڈالو تم نے پانی ڈالا پھر حضور ﷺ نہائے پھر ارادہ کیا کہ کھڑے ہوں تو حضور ﷺ پر فحش طاری ہوئی پھر ہوش میں آئے تو فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے ہم نے کہا نہیں وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں یا رسول اللہ پھر حضور ﷺ نے فرمایا میرے لئے برتن میں پانی رکھو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم نے پانی رکھا تو حضور ﷺ نہائے پھر ارادہ کیا کہ کھڑے ہوں تو آپ ﷺ پر فحش طاری ہوئی پھر ہوش میں آئے پھر میری مرتبہ بھی مثل کاس سابق کے فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ لوگ مسجد میں گھبرے ہوئے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا انتظار کر رہے تھے نماز عشاء کے لئے پھر رسول اللہ ﷺ نے کسی کو اس پیغام کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں ان کے پاس پیغام پہنچانے والا یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے جابر نے کہا بیٹک رسول اللہ ﷺ آپ کو فرماتے ہیں کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں اور ابوبکر نرم دل آدمی تھے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر رضی اللہ عنہ (لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ عیاذ باللہ تو اس سے کہہ دو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہنایام میں یعنی ایام مرض میں لوگوں کو نماز پڑھائی پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے سرخ میں تخفیف محسوس کی تو حضور اکرم ﷺ دو آدمی کے کدے پر سہارا لگاتے ہوئے نماز ظہر کے لئے نکلے ایک ان دونوں میں سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو دیکھا تو ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ جائیں ان کو اشارہ سے رسول اللہ ﷺ نے بتادیا کہ نہ ہٹو پھر ان دونوں محسوس کو لڑایا کہ مجھ کو کھڑو دو تمھارا حضور اکرم ﷺ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں پس ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے اور لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نماز کی اتنا ذکر کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ پیچھے نماز پڑھتے تھے اس حدیث کا راوی

میراثہ نے کہا میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور عرض کیا کہ یہ وہ حدیث آپ کے سامنے بیان نہ کروں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کی بیماری سے متعلق مجھ سے بیان کی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہاں بیان کر بیٹھیں میں نے وہ حدیث ان کے سامنے بیان کی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس میں سے کچھ انکار نہیں کیا سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا کیا نہ بتایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تم کو اس شخص کا جو عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے میں نے کہا نہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ وہ علی کرم و اللہ وجہہ تھے۔

تشریح: عنوان کے تحت کی پہلی حدیث میں گھڑ سے پرے سقوط کے واقعہ کا بیان ہے اور دوسری حدیث میں عرض کے واقعہ کا بیان ہے ابن جریر نے کہا کہ تو تابعین انفرس کا واقعہ صرف حادی الجوش واقع ہوا بعض روایات میں آیا ہے انھنک قسمہ کہ حضور اکرم ﷺ کے پاؤں میں سوچ آگئی تھی تو انہوں میں کوئی تدارش نہیں آپ ﷺ کا دام پیلو پھیل کر گھڑ سے اترنے کے جب سے اور پاؤں میں سوچ بھی آگئی تھی جس کی وجہ سے حضور ﷺ کھڑے نماز پڑھتے پڑھتے پڑھتے اترے تھے اس لئے حضور اکرم ﷺ نے نماز میں سے ایک نماز بیٹھے پڑھی یہ نماز فرض تھی یا نفل زیادہ ظاہر یہی ہے کہ وہ فرض نماز تھی حدیث باب میں "فصلی صلاة من الصلوات" کے الفاظ آتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے نماز میں سے ایک فرض نماز بیٹھے اور انفرسکی بعض علماء نے اس کو نفل کہہ دیا ان کی یہ بات صحیح نہیں ہے کہتے ہیں جو حضور ﷺ کی عبادت کے لئے گئے تھے ہم نے بھی حضور ﷺ کی اقتداء میں بیٹھے نماز پڑھی پھر پڑھتے پڑھتے نماز پڑھنے کے بعد اور شافریا کہ جب امام بیٹھے نماز پڑھتے تو ہم بھی بیٹھے نماز پڑھتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی حدیث میں فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے عرض وفات کے نماز میں سے ایک نماز بیٹھے پڑھی شافریا میں نے لکھا ہے کہ آخری نماز ظہر کو تو اس کے روز بیٹھے پڑھا اور تو حضور ﷺ کے پیچھے گھڑی تھی حضور ﷺ نے ان کو بیٹھے کہ تم نہیں کیا حضور اکرم ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس جانے لگے لوگوں کو نماز ظہر پڑھائی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی اقتداء کی اور باقی لوگوں نے کھڑے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کی یعنی حضور ﷺ جو کھڑے تھے حضرت ابو بکر بھی اسی طرح کرتے تھے اور حضرت ابو بکر نے عرض نماز ادا کرتے تھے ان کو نہ کھڑا رہا تو کھڑا رہا کرتے تھے اس لئے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے دائیں پہلو میں کھڑے تھے اور کھڑے حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے یہی مٹی حدیث باب کے الفاظ "یفصلونی اہو مکر مہول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" آخر تک کے ہیں یہ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حوٹوں کے اندر تھے اور حضور اکرم ﷺ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے امام اس لئے کہ ملائے لکھا ہے کہ ساتھ اہل انام کی ہوتی ہے مقتدی کی اقتداء کرنا جائز نہیں ہے دراصل اس نماز میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مقتدی تھے اور حضور اکرم ﷺ امام تھے اور ان لوگ حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے تو حدیث کے الفاظ مذکور کی بناء پر بعض لوگوں کا یہ قول واضح طور پر غلط ثابت ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ امام ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے اور حضور اکرم ﷺ مقتدی تھے۔ (قالہ المحافظ ابن معمر رحمۃ اللہ)

البتہ یہ کہ وہ مذکور نماز فجر حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑھی ہے جیسا کہ اس کو بیٹھی نے صریح

طہر پر بیان کیا ہے غرض کہ لوہ کے پیاں سے ثابت ہوا کہ اقوام کے روزِ عمر کی نماز حضور اکرم ﷺ نے نہ حائضی امام حضور ﷺ تھے ابو بکر ﷺ اور لوگ حضور ﷺ کی اقتداء میں کھڑے نماز پڑھی اب حدیث انس رضی اللہ عنہ اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں بخاری میں ہے اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ امام بخاری نے اپنے شیخ حیدری سے نقل کیا ہے کہ "اذا صلى جالساً فصلوا جلوساً" حضور ﷺ نے پہلے مرض میں فرمائی تھی پھر اس کے بعد مرض وقات میں انتقال کے ایک دن پہلے حضور اکرم ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگوں نے حضور ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھی اور صاحب کی بات یہ ہے کہ پچھلا نقل پہلے فعل کا ناسخ ہوتا ہے لہذا حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد کہ جب امام کسی عذر سے بیٹھے نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھے پڑھو حضور ﷺ کے اس آخری فعل سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھے تو مقتدی کھڑے ہو کر امام کی اقتداء کریں ان کا بیٹھنا صحیح نہیں۔

نیز ابن الملقک کی شرح المصابیح میں ہے "فصلوا جلوساً" حضور ﷺ ہے کیوں کہ آخری فعل وہ تھا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی حدیث میں ان الفاظ سے بیان کیا "فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی بالناس جالساً و ابوبکر یسکون قائم الخ" نیز حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کا قول کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو اس دلیل سے حضور ﷺ ہو چکا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے آخری عمر میں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور لوگ حضور ﷺ کے پیچھے کھڑے تھے و اس طرح میں عکس یہ ہے کہ امام کا جلوس اور قوم کا قیام بھی کے فعل کے مشابہ ہے جب ان کا کوئی سردار روز بار میں آتا تو سب لوگ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے رہ جیسا کہ بعض روایات میں اس کا بیان آیا ہے تو یہاں نماز کے معاملہ میں امام کا جلوس اور مقتدیوں کا قیام حد سے زیادہ تعظیم میں گویا نقل بھی کا مشابہ ہے اس لئے فرمایا "اذا صلى جالساً فصلوا جلوساً" تاکہ ان کی مشابہت ہو پھر جب اصول اسلامی مستحکم ہو رائج ہو گئے اور بہت سے امور شرعیہ میں بھی کے ساتھ مخالفت اور نفرت ظاہر ہو گئی تب امر حائضی کو ترجیح دی گئی اور وہ یہ ہے کہ قیام نماز کا رکن ہے لہذا اخیر طہر کے اس کا چھوڑ دینا درست نہیں اور مقتدی کے لئے کوئی عذر نہیں تھا۔

علامہ انور شاہ کشمیری نے فرمایا کہ حدیث انس رضی اللہ عنہ کا قصہ ظاہر نقل کا واقعہ ہے یعنی مقتدیوں کے لئے نقل کا واقعہ ہے پھر میں نے دیکھا کہ قاضی عیاض نے ابن القاسم سے نقل کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جس نماز کا ذکر آیا ہے وہ قوم کے حق میں نہیں تھی۔ (کشاف فی الفصح و عصفہ القاری)

اور حضور ﷺ کی نماز ظہر بھی اس کی تصریح تھا ورنہ کی روایت میں ہے لوگوں نے بیٹھ کر نماز پڑھ کر امام کا ارشاد کیا اور حضور اکرم ﷺ کے ساتھ شریک ہو گئے یہ صورت اقرب الی العوالب ہے اور نقل میں قیام واجب نہیں جب امام بیٹھا ہو ارشاد پڑھا ہوا مقتدی کے لئے قہود اس صورت مذکور میں جائز ہے تو ضابطہ اقتداء کے مطابق افعال نماز میں امام کی مشاکلہ کو مقتدی نہ چھوڑے امام اور مقتدی کے درمیان موافقت و مشاکلہ فی افعال اصولاً مطلوب شریعت ہے جیسے کاغذی خان نے اپنے دعویٰ

میں اگر کہہ ہے کہ امام تراویح کی نماز کسی عذر کی وجہ سے یا بغیر کسی عذر کے بیٹھ کر پڑھے اور کچھ لوگوں نے کھڑے اس کی اقتداء کی تو بعضوں نے کہا کہ سب کے نزدیک درست ہے اور کچھ صحیح ہے کھڑے کی اقتداء تراویح میں بیٹھنے کے پیچھے صحیح ہے مگر مصورۃ کے لحاظ سے مخالفت معلوم ہوتی ہے لہذا بعضوں نے کہا مصورۃ کے اعتبار سے مخالفت سے بچنے کے لئے مقتدیوں کا بیٹھ جانا مستحب ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ شریعت کی نظر میں امام اور مقتدیوں کے درمیان مشاکلتہ پسندیدہ چیز ہے۔

اور زیر بحث مسئلہ مذکورہ میں حضور اکرم ﷺ نے اکیلے اپنے گھر میں نماز شروع فرمائی تھی پھر صحابہ رضی اللہ عنہم عبادت کے لئے آئے اور انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی اقتداء کی اور ظاہر یہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد میں فرض نماز ادا کر چکے تھے کیوں کہ اس کے لئے اذان کہی جاتی تھی اور کسی سے یہ بات منقول نہیں کہ جب عطاء بن یشیخ کے ذائقہ کے بعد حضور ﷺ کو حکام ایام بنا خاتہ میں مقیم رہے ان ایام میں مسجد نبوی عظیم رضی اللہ عنہم ہو اور نماز باجماعت چھوڑ دی گئی ہو اس لئے ظاہر یہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد حضور اکرم ﷺ کی عبادت کے لئے حاضر خدمت ہوئے تھے اور جب حضور اکرم ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ ﷺ کی اقتداء کی فضیلت حاصل کرنے کے ارادہ سے بیعت نقل آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہو گئے اب حدیث باب ”اذا صلی جالساً فصلوا جالساً“ کی مراد یہ ہے کہ جب امام بیٹھے نماز پڑھتے تو مقتدی بھی بیٹھے نماز پڑھیں جبکہ مقتدی کے لئے بیٹھ کر پڑھنا جائز ہو اور جب امام کھڑے نماز پڑھتے تو مقتدی کے لئے قیام واجب ہے فرض جب امام کے جلوس کے وقت قوم سے بھی جلوس طلب کیا گیا تو قیام امام کے وقت قوم سے بھی قیام طلب کیا گیا لیکن کسی صورت میں قیام واجب ہے اور کسی صورت میں قوم کے لئے جلوس جائز ہے اس کی تفصیل مقدمہ حدیث سے خارج ہے جو اس کی تفصیل جانا چاہئے وہ خارجہ کی لائق کی طرف رجوع کرے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث باب جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں صرف طلب مشاکلتہ اور مسئلہ اقتداء کا بیان ہے نہ کہ وجوب قیام کے مسئلہ کا اس میں بیان ہے اور نہ جواز قعود کے مسئلہ کا دونوں کے درمیان اجتماع بھی ہو سکتا ہے اور انفرادی بھی۔

اب رہا اختلاف ہمہ کا اس مسئلہ میں تو اس مسئلہ مذکورہ کے بارہ میں یعنی اگر امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو تو قوم اس کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں اس بارے میں اماموں کے اقوال مختلف ہیں امام احمد و بخاری بن راہویہ اور اوزاعی وغیرہم کہتے ہیں حدیث باب میں جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ ثابت ہے لہذا ان کے نزدیک اگر امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھتے تو مقتدیوں کے لئے اگرچہ دو وعدہ دونوں امام کی موافقت ضروری ہے کہ وہ بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں امام ہاکم اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت کا مشہور قول یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد امام قاعد کی اقتداء کسی حال میں درست نہیں اس کو قاضی عیاضؒ نے نقل کیا ہے یہی قول امام محمد کی طرف بھی منسوب ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے ”وہیصلی القاعہ علف القاعد خلافاً لہم بعد الخ“ اور قاعد کی اقتداء کھڑے کے پیچھے سب کے نزدیک جائز ہے امام عطاءؒ نے فرمایا کہ عذر مست کے لئے مرضی کی اقتداء جائز

نہیں ہے اور بعض جگہ نماز پڑھ رہا ہو اگرچہ درود اور مجید بھی کرتا ہو اور کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عرض کیا کہ نماز میں بیٹھ کر ہاتھ رکھنا اور حضور ﷺ کے لئے مخصوص تھا کی تمہارے کہتے نہیں کہ تمہارا نماز حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے چمکی اور تمہارا نماز حضور کریم ﷺ کے پیچھے دریا صورت کی کل مسلمانوں میں سے کسی کے نماز تک ہار نہیں۔

(کنز دکرہ لطحاوی رحمہ اللہ)

ام جابر القمربک اور ابو محمد کہنا اللہ عرض وکالت میں ذکر نماز پڑھ جانے کے بعد حضور ﷺ کے ساتھ مخصوص رہنے میں امام یوسف اور امام شافعی اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ وطیرام کے نزدیک امام قحط نے پیچھے نماز درست ہے لیکن امتیاز کو نماز کے ہر ایک نماز ضروری ہے بیٹھ کر چار نہیں اس کو عزائی نے اشرافیہ کا قول ہے اسے چنانچہ امام قحط میں لکھا ہے "وقال اکثر أهل العلم يصحون قياما ولا يباحون الامام في الجلوس"۔

(فتح الملثمہ ۵۵۰/۲، مرقاۃ ۹۵۳/۳، ۹۸۰۹۷)

اختلاف نية الامام والمأموم

امام اور مقلد یوں کی نیت میں اختلاف کا بیان

احمرنا محمد بن مسعود حدثنا سفيان عن عمرو قال سمعت جابر بن عبد الله يقول كان معاذ يصلي مع النبي صلى الله عليه وسلم ثم رجع إلى قوم يؤمهم فأمر ذاب ليلة الصلوة وصلى مع نسي صلى الله عليه وسلم ثم رجع إلى قومه يؤمهم فقروا سورة البقرة فلم يسمع وحل من القوم لما خروا فصلوا ثم خرج فقالوا انقلبوا فدلوا فقال والله ما ناقضت ولا بين لسي صلى الله عليه وسلم فأمره فأتى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله إن معاذاً بعثني معك ثم يأتينا فيؤمنا فكأنك أخرت الصلوة أفرح فمضى معك ثم رجع فأتانا فاستفتح بسورة البقرة فلما سمعت ذلك فأنحوت فصليت وإنما نحن اصحاب موثق بعمل بائنه فقال له لسي صلى الله عليه وسلم يا معاذ أفتان أنت أفر سورة كذا وسورة كذا.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے پھر اپنی قوم کے پاس جاتے ان کی ہامت کرتے ایک رات حضور ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی تو افراتی اور معاذ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر اپنی قوم کے پاس پہنچے ان کی ہامت کی اور اس میں سورہ بقرہ پڑھنا کی جب قوم میں سے ایک آدمی نے سورہ بقرہ کی قرأت کی تو وہ نماز سے پیچھے سرک گیا پھر اسی نماز پڑھی پھر اگلے لوگوں نے کہا اسے افرال تو منافق ہو گیا اس نے ہاتھ پر لکھا کہ میں منافق نہیں ہوں میں ضرور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گا تو آپ ﷺ کو سئل اللہ کی خبر دوں گا میں دو شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر عرض کیا یا رسول اللہ جبک معاذ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں پھر

امام شافعیؒ کے نزدیک درست ہے ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ نماز عشاء کو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ پڑھ کر اپنی قوم کے پاس جانے اور ان کو عشاء کی نماز پڑھانے بخاری کا لفظ یہ کہ انہیں با کرم کو نماز فریضہ پڑھانے تو ظاہر بات ہے کہ خود حضور ﷺ کے ساتھ عشاء پڑھ کر جب قوم کے پاس جا کر امامت کرتے تو وہ نفل پڑھنے والے ہوتے اور تو مفرض پڑھنے والی ہوتی تھی معلوم ہوا کہ فرض نماز پڑھنے والے کی اقامت اور نفل پڑھنے والے کے پیچھے جائز ہے حنفیہ کے نزدیک مفترض نفل پڑھنے والے کے پیچھے نماز نہ پڑھے یہی قول امام مالک کا ہے اور ایک روایت میں امام احمد کا بھی یہی قول ہے ابن قدامہ نے کہا کہ اس روایت کو ہرے اکثر اصحاب نے اختیار کیا ہے اور یہی قول زہری ومن بھری وسعد بن مسیب اور نخعی وغیرہم کا ہے رحمہ اللہ حدیث باب سے شافعیہ کے استدلال کا جواب ابن الملک نے یہ دیا ہے کہ نیت ایک بھلی چیز ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے عشاء کی نماز جب فرض پڑھتے تھے یا نیت نفل اس کا علم جب تک نیت کرنے والا نہ بتا دے نہیں ہو سکتا تو شاید معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نیت نفل پڑھتے ہوں گے تاکہ حضور ﷺ سے نماز کا طریقہ دیکھ سکے اور برکت حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کی حاصل کرے اور بہت خلاق سے اپنے نفس کو محفوظ رکھے پھر اپنی قوم کے پاس واپس جا کر ان کو فرض پڑھانے تاکہ وہ نفل طرح کی فضیلتیں حاصل ہو جائیں اور اس قول کے مطابق تاخیر مشام افضل ہے اور حدیث کو اسی صورت پر عمل کرنا بہتر ہے یوں کہ معطل کی اقامت مفترض کے پیچھے بلا اختلاف سب کے نزدیک جائز ہے۔

لہذا حدیث باب کو ہی پر محمول کرنا موزوں و مناسب ہے بخلاف صورت سابقہ کہ جو مختلف فیہ ہے (مرقات) شوافع دار سے خلاف کہتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ فرض پڑھتے تھے اس کی دلیل اس حدیث باب میں جو ایک زائد جملہ آیا ہے وہ پیش کیا ہے جس کو عبدالرزاق اور امام شافعی اور طحاوی وغیرہم نے نقل کیا کہ اسی حدیث میں ہے ”فہی لہ فطوع ولہم فریضۃ“ کہ مشاہد کی نماز معاذ رضی اللہ عنہ کے لئے نفل ہے اور قوم کے لئے فرض ہے اس سے واضح طور پر مسلک شوافع کی تائید ہوتی ہے حنفیہ کہتے ہیں کہ اس زائد جملہ سے ان کے مسلک کا اثبات نہیں ہو سکتا کیوں کہ علامہ عینی نے کہا کہ امام احمد نے اس زیادہ کو ضعیف قرار دیا ہے اور کہا کہ میرے خیال میں وہ زیادہ غیر محفوظ ہے اور ابن الجوزی نے کہا کہ یہ زیادہ صحیح نہیں اور صحیح نبویؐ نے آثار السنن میں خوب بحث کر کے ثابت کیا ہے کہ مردین و بنار کے اصحاب میں سے سوائے ابن جریج کے اور کوئی اس زیادہ کو بیان نہیں کرتا اس زائد جملہ مذکور کو صرف ابن جریج نے ہی روایت کیا ہے کسی اور راوی نے ان کی متابعت نہیں کی اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں سے کسی معتبر اور مستند شاگرد نے اس زائد جملہ کو نقل نہیں کیا جس کی وجہ سے اس کے اندر شبہ پیدا ہو گیا اور جب شبہ پیدا ہوتا تو اس کو حدیث کا حصہ کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے لہذا اس کو مردیج کہا جائے کسی راوی نے اپنی قوم سے اس حدیث کے ساتھ ملادیا اور بالفرض ہم اس زیادہ کو تسلیم بھی کر لیں کہ یہ زیادہ صحیح ہے ضعیف نہیں ہے تو اب شوافع سے پوچھتے ہیں کہ کیا معاذ رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کی دانست میں ایسا کیا کرتے تھے کہ حضور ﷺ کے پیچھے نیت فرض کی اور قوم کی امامت میں نفل کی کرتے تھے یا حضور ﷺ کو معلوم نہ تھا اگر حضور ﷺ کو معلوم تھا تو کیا آپ ﷺ نے تقریر فرمائی

تکم ہو کہ مسبوق اذان کے ساتھ شریک ہو جائے تو یہی رکعت بعد کو قضاء کرتے تو بعد ازاں رہا ہے کہ ابتدائے اسلام میں اذان اور مقتدی کے درمیان رابطہ کامل اور قوی نہیں تھا جس کی تکمیل بتدریج ہوئی حتیٰ کہ شریعت نے مقتدی کے افعال کو امام کے افعال کے ساتھ اس طرح مربوط کیا ہے کہ دونوں کی نماز کو ایک ہی نماز اور امام کی قرأت کو مقتدی کی قرأت قرار دیا گیا تو ممکن ہے کہ اقتداء منقطع نہ ہو۔ مقتدی اس وقت کہ اقتداء ہو چکا ہو رابطہ و اتحاد کامل اور قوی نہیں تھا لیکن جب محض رابطہ و اتحاد اذان اور مقتدی کے درمیان ہو گیا تو یہ صورت جو در حقیقت مقتضائے اقتداء کے خلاف ہے منسوخ ہوئی یاں اگر امر اقتداء کے استحکام سے بعد اقتداء اطلاق مقتضی کا اقتداء پیش ہوا تو جبکہ محبت بن سکے گا "ویم یثبت مثل هذا الدلیل فی حدیث باب "وہذا قولہم (الفتح المصلحہ)

نام نہائی چونکہ اس مسئلہ میں یعنی منقطع کی اقتداء مقتضی کے پیچھے جائز ہے امام شافعی کے ساتھ ہیں اس لئے اس کی تائید میں حضرت ابو بکرؓ کی حدیث پیش کی جس میں صلاۃ الخوف کا ذکر ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے لشکر کے ایک گروہ کو دو رکعت نماز ناف پڑھائی پھر دوسری جماعت کو دو رکعت تو حضور اکرم ﷺ کی چاروں میں اور ہر ایک کو دو رکعت اور دو رکعتیں ہوئیں اور مسافر کی نماز حلیہ کے یہاں دو رکعت ہیں تو دوسرے گروہ کی اقتداء اطلاق مقتضی ہوئی اس کو جواب ابن ہشام نے دیا ہے کہ فرض سے فرد رکعت ہوتا اور آخری دو رکعت کا اطلاق ہوتا ہے اگر ایک ہے کیوں کہ امام شافعی کے یہاں کل رکعات فرض ہیں لہذا ان کے طے ذب پر اپنے دعویٰ کے ثبوت میں اس حدیث کو پیش کرنا بے فائدہ ہے کیوں کہ ان کے یہاں منقطع کی اقتداء اطلاق مقتضی کہاں ہوگی بلکہ منقطع کی اقتداء اطلاق منقطع کی ہوئی یہ ان کی جواب ہے تدریجاً۔

اور علماء نے صلاۃ الخوف والی حدیث اور حدیث صلاۃ الخوف کا جواب دیا ہے کہ جو حدیث میں بیان کیا گیا ہے وہ اس وقت تھا جبکہ فریضہ دوسرے پڑھنا جائز تھا پھر اس کو اسناد کے ساتھ روایت کیا ہوا ہے کہ ابن شعیبہ عن خالد بن ایمن العوفی وہ کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے گھروں میں نماز پڑھتے تھے پھر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جماعت میں شامل ہو جاتے تو حضور ﷺ فکر و غریب سے ان کو منع فرمایا اور ظاہر ہے کہ رکعت ہوتی ہے اباحت کے بعد لہذا اب فرض نماز ایک دن میں دوسرے پڑھنا منسوخ ہے جس پر حدیث ابن عمرؓ دلالت کرتی ہے "فہی ان تصلی فی بعضہ فی یوم موبین" اور جب ایک واقعہ میں رخ واقع ہو جائے اور کوئی واقعہ خلاف مانع واقع ہو اور تاریخ معلوم نہ ہو تو اس کو نفل اذان پر عمل کر لی گئی ہو ان کے یہاں اگر تاریخ معلوم ہو تو پھر نو کر لیں گے اور مسئلہ کہ وہ متذکرہ میں تاریخ معلوم لہذا مانع ہے قبل پر عمل کریں گے۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ امام عطاء بنی نے جو کہ فرمایا کہ انہوں نے حدیث کو قطعاً پر عمل کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صلاۃ الخوف ابتداء میں اسی طرح پڑھی جالی تھی جس کا ذکر ابو بکرؓ نے اپنی حدیث میں کیا ہے یعنی یہ بھی اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ عمرؓ فریضہ جائز تھا تو کیا ان دو رکعتوں میں سے ہر دو رکعتیں فرض تھیں اور یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ ہجرت کے چند سال بعد حضور ﷺ نے لوگوں کو صلاۃ الخوف ایک ہی رکعت کرنے پڑھائی ہاں جو اس کے درمیان میں ہر گروہ کو نماز کے متعلق افعال کرنے پڑے تو اگر منقطع کی اقتداء مقتضی کے پیچھے جائز ہوئی تو حضور ﷺ ہر جماعت کو پوری نماز پڑھانے اس سے

معلوم ہوا کہ فرض پڑھنے والے کی دستہ اہل نقل پڑھنے والے کے پیچھے جائز نہیں۔ (فتح الملعون: ۲/۸۲، ۸۳)

فضل الجماعة

جماعت کی فضیلت کا بیان

اخبرنا قتيبة عن مالك عن نافع عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال صلوة الجماعة تفضل على صلوة الفرد بمسح وعشرين درجة.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جماعت کی نماز ثواب میں اکیلے آدمی کی نماز سے سترائیس درجہ زیادہ ہوتی ہے۔

اخبرنا قتيبة عن مالك عن ابن شهاب عن سعيد بن سعيد بن المسيب عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال صلوة الجماعة الفضل من صلوة احدكم وحده بمسح وعشرين درجة.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جماعت کی نماز تم میں سے کسی اکیلے آدمی کی نماز سے پچیس درجہ افضل ہے۔

اخبرنا حماد بن عيسى عن سعيد بن مسعود عن عبد الرحمن بن عمار قال سئل عن القاسم بن محمد عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال صلوة الجماعة يزيد على صلوة الفرد خمسا وعشرين درجة.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں نبی کریم ﷺ سے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے پچیس درجہ زیادہ ہوتی ہے۔

تشریح: اکثر روایات میں پچیس درجہ آیا ہے مگر ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں سترائیس درجہ آیا ہے تو بیخ کا طریقہ یہ ہے کہ تفاوت فضیلت کے بیان سے ہم سمجھ گئے کہ زیادت فضیلت متاخر ہے فضیلت ناقصہ سے کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ثواب و انعام کو بڑھا دیتے ہیں و عدم کے ہونے ثواب سے بالکل کم نہیں کرتے تو حضور اکرم ﷺ نے پہلے مسلمانوں کو پچیس درجہ کی بشارت سنائی کہ جماعت سے نماز پڑھنے والے کو اکیلے کی نماز سے پچیس درجہ زیادہ ثواب ملتا ہے پھر اس کے بعد حضور اکرم ﷺ کو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو احسان اپنے بندوں کا ثواب اور انعام بڑھا دیا تو حضور اکرم ﷺ نے سترائیس درجہ کی بشارت سنائی۔ (لالہ الطور دمشقی)

یا تو یہ تفاوت اس اعتبار سے ہے کہ نماز آور مصلیٰ کے احوال مختلف ہوتے ہیں تو بعض کے لئے پچیس درجہ ہے اور بعض کے لئے سترائیس درجہ بلکہ کمال صلاۃ اور کمال تہجد اور خشوع کے نماز پڑھنے والے سے بعض کے لئے سترائیس درجہ کی بشارت

ہے باتفاق اوقات کے اعتبار سے ہے کہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جماعت صحت صلاۃ کے لئے شرط نہیں اور نہ فرض میں ہے۔ (کنز العمال امام احمد)

کیوں کہ اگر جماعت صحت نماز کے لئے شرط ہوتی تو بحر منہ د کے لئے کوئی وجہ نہ ہوتا۔

(کنز العمال العلماء عرفات ۱۰/۵۱)

جنس و عمرات نے کہا کہ ستائیس درجہ کا اضافہ صلاۃ جہر یہ میں اور پچیس درجہ کہ سر یہ میں ہوتا ہے اس قول کو ماذن ابن حنبل نے فتح الباری میں راجح قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

الجماعة اذا كانوا ثلثة

جبکہ آدمی تین ہوں تو جماعت سے نماز پڑھ لیں

اعبرنا قتيبة قال حدثنا ابو عوانة عن قتادة عن ابي بصير عن ابي سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كانوا ثلثة فليؤمهم احدهم واحدهم بالامانة القوام.

حضرت ابو عبد اللہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب تین آدمی ہوں تو ان میں سے ایک شخص ان کا امام ہو اور ان میں سے زیادہ حق و راست کا وہ شخص ہے جو قرآن پاک کو خوب اچھی طرح پڑھتا ہو۔

تشریح: اس حدیث میں تین آدمی کی جو قید کنی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہے اور اس سے کم اور زیادہ کا بھی یہی حکم ہے کہ ایک امام ہو اور باقی لوگ متقدمی ہوں مگر ان میں امامت کے لئے دو شخص افضل ہے جس کا بیان اس حدیث میں ہے کہ وہ قرآن کو سب سے بہتر پڑھتا ہو۔

الجماعة اذا كانوا ثلثة رجل وصبي وامراة

جب تین آدمی ہوں ایک مرد اور ایک لڑکا اور ایک عورت تو جماعت کی کیا کیفیت ہے

اخبرنا محمد بن اسماعيل بن ابراهيم حدثنا حجاج قال ابن جريج اخبرني زياد بن قرقه مولى لعبد القيس اخبره انه سمع عكرمة قال قال ابن عباس صليت الي حب النسي صلى الله عليه وسلم وعائشة خلفنا نصلني معنا وانا اثنى حب النسي صلى الله عليه وسلم.

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کے پہلو میں کھڑا ہوا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے دو تادم ساتھ نماز پڑھتی تھی اور میں نبی کریم ﷺ کے دائیں جانب کھڑا ہوا کہ آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ عورت مرد کے ساتھ کھڑی نہ ہوا اگر اس کے ساتھ کوئی دوسری عورت نہ لگے تو سب بھی وہ اکیلی پیچھے کھڑی ہو۔

فرمایا کہ تہادی صف اول مثل صف فرشتوں کے ہے صف اول کو فرشتوں کی صف کے ساتھ اس بات میں تشبیہ دی کہ جس طرح فرشتے اللہ تعالیٰ سے قریب ہوتے ہیں اسی طرح صف دوسرے میں فرشتے ہونے والے امام سے قریب ہوتے ہیں۔

(فوائد الطیبین)

یہ فرشتوں کی صفوف میں چنانچہ صفات ہیں اول تویہ ۱۰۰م قرآن ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہو ۲۰۰م امام اقامت یعنی پہلے ایک صف پوری کر لی جاتی ہے پھر دوسری صف چہارم کتاب دین نصیحتیں تو اس امت کی صفوف فرشتوں کی صفوف پر ہیں جس طرح وہاں صفوف میں مراتب اور یہ صفات ہیں اسی طرح امت کی صفوف میں بھی ہیں ہر حال حدیث سے صف اول کی زیادہ فضیلت معلوم ہوئی تیسری چیز اس حدیث میں کثرت نماز کی فضیلت بیان فرمائی "وَصَلَوَةُ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ الْحَقُّ" ان سے معلوم ہوا کہ مساجد میں سے ہر روز وضو جس میں مصلیٰ زیادہ ہوں اسی افضل ہے کسی نے بتا دیا ہے کہ نماز مسجد چنانچہ میں انھیں ہے پھر مجاہد کی مسجد میں اس کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے اس میں آیت "مَنْ سَرِهَ" ان ینقی اللہ مسلماً للبحفاظ علی هذه الصلوات حیث ینادی بہن " (مرقاۃ ۵۹/۵۸)

الجماعة النافلة

نفل نماز کی جماعت

اخبرنا نصر بن علی قال حدثنا عبد الاعلیٰ حدثنا معمر بن الزهری عن محمود بن عثمان بن صانک انه قال قال رسول الله ان السیون یتحول بیسی و بین مسجد قومی و حب ان ذاتینی فتصلی فی مکان من بیعی اتحدہ مسجدا فقال رسول الله صلی الله علیہ وسلم سفعمل فلان دحل رسول الله قال ایس سرید فاشترت الی ناحیة من البیت فقام رسول الله صلی الله علیہ وسلم فصنعنا حنفه فصلى بنا رکعتین۔

عہد نبویؐ میں وہ ایک مسجد سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بد شریعت آپ میرے اور میری قوم کی مسجد کے درمیان مانی دوتا ہے مجھے اہل چاہتا ہوں کہ آپ میرے یہاں تشریف لائیں اور میرے گھر کے کسی حصہ میں نماز پڑھیں میں اس کو مسجد بناناں کا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھا میں من قریب اپنا کروں گا پھر جب رسول اللہ ﷺ ان کے گھر میں داخل ہوئے تو فرمایا کہاں نماز کی خواہش رکھتے ہو حضرت عہد نبویؐ کہتے ہیں کہ میں نے گھر کے ایک حصہ کی طرف اشارہ کیا رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے پھر آپ ﷺ کے پیچھے صف بانہ کھڑے ہوئے پھر آپ نے ہمارے ساتھ دو رکعت پڑھیں۔

تشریح

اس حدیث سے نفل کی جماعت ہمارے معلوم ہوتی ہے امام نوویؒ کی حدیث کی بنا پر چاہئے کہتے ہیں احناف کا مسلک یہ ہے کہ بغیر نماز اہل امامت کے نماز نافلہ ایک دو رکعتی۔ نفل نماز ہر وقت پڑھ لی تو بلا کر ہر نماز پڑھے اور اگر تم انہوں نے ایک کے پیچھے ایک اہل تواضع میں اختلاف ہے بعض ہمارے کہتے ہیں اور بعض کہہ دیتے ہیں نماز کی مطلب ہے۔

یہ ہے کہ بعض مذاہب بعض کو کئی المغرب اب درختار کی بناء تولا بمصلی الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان ای بکسرہ ذالک لو علی سبیل النسخی سے اقبال وارد نہ ہوگا اور اگر غرض کی جماعت بطور مواہبت ہو تو خفیہ کے نزدیک بدعت ہو کر وہ ہے کیوں کہ یہ طریقہ خلاف متواتر ہے کیا پس وہ کہ کہی کا قول "ولا یسجود" کو نقل کیا جائے گا اور غیر متفقہ القدری میں جواز کا جو قول نقل کیا گیا ہے وہ اول صورت پر محمول ہے لہذا کوئی متواتر نہیں اس کی وضاحت ایسے نابینا نے کی ہے اس کی تائید صاحب بدائع کے قول سے ہوتی ہے وہ کہتے ہیں کہ "ان الجماعة فی التطوع نسبت بمنیہ الا فی قیام رمضان" تو نفی سنت کر بہت مستتر نہیں ہاں اگر مع المواہبت ہو تو ملاقات غنہ کی جماعت بدعت ہے اس لئے مکروہ ہوئی۔ واللہ تعالیٰ علم

الجماعة لفات من الصلوة

قضا شدہ نماز کی جماعت کا بیان

اخبرنا علی بن حجر قال اخبرنا اسماعیل بن حمید عن انس قال اقبل علينا رسول الله بوجهه حين قام الى الصلوة فل ان بكبر فقال اقبوا صغوفكم وتراصوا فاني اراكم من وراء ظهري حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو ہم بجز تحریر کہنے سے پہلے ہماری طرف متوجہ رہے پھر فرمایا تم اپنی منوں کو رو مت کرو اور دل کو کھڑے ہو جاؤ کیوں کہ تم کو اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

اخبرنا حماد بن السمری حدثنا ابو زبید واسمه عشر بن القاسم عن حصین بن عبد الله بن ابي شاذة عن ابيه قال کما مع رسول الله صلى الله عليه وسلم اذ قال بعض القوم لو عرست بنا يا رسول الله قال اني اخاف ان تساموا عن الصلوة قال لال انا احفظكم فاضطجعوا فقاموا واسد بلال ظهروه الى راحلته فانسبط رسول الله وقد طلع حاجب الشمس فقال يا بلال ابن ارقم قال ما قلت قال ما قلت نلتى بوعه مثلها فظ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله عز وجل فیض ازواحکم حين شاء فودعها حين شاء فم يا بلال فاذن الناس بالصلوة فقام بلال فاذن فتوضوا یعنی حين ارتفعت الشمس ثم قام فصلی بهم۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے تو میں سے کچھ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ اگر آخری شب کو ہمارے ساتھ آرام کے لئے اترتے تو اچھا ہوتا حضور ﷺ نے فرمایا مجھے ضرر ہے کہ تم نماز سے سو جاؤ گے بلال رضی اللہ عنہ نے کہا میں نگاہ بانی کروں گا پھر لوگ ایٹ گئے اور سو گئے بل رضی اللہ عنہ بھی اپنی سواری کے کوبہ سے چنبھلا کر سر گئے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ چمکے جبکہ آفتاب طلوع ہو چکا تھا حضور ﷺ نے فرمایا اے بلال تو نے جو کہا تھا وہ کہاں آیا بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا صبح کی رات والی بھی نیند مجھ پر کبھی نہ لگے تھی نہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنگ اللہ عز وجل تمہاری

رومیں قبض کر لیا ہے جبکہ وہ چاہتا ہے کہ پھر انہیں واپس کر دے۔ یہاں پر وقت یہاں تک کہ جہاں انہوں کو کون سا ذی اختیار ہو بلاں کھڑے ہوئے اور ان کی بھرتوں نے وضو کیا جبکہ آفتاب بلند ہوا پھر حضور ارم علیہ السلام کھڑے ہوئے اور وہوں کو نماز پڑھائی۔

تشریح: امیر ائمہ کا واقعہ حضور کریم علیہ السلام کو مع اصحاب علیہ السلام کے پیش آنے تھا کہ اس حدیث میں سے اس سے معلوم ہوا کہ قضاہ نماز کو بغیر قرآن اور اذان اور اقامت کے ساتھ جماعت سے پڑھنا شریعت کے خلاف نہیں راوی نے اس حدیث میں اقامت کا ذکر نہیں کیا لیکن مصنف نے پیچھے باب "کيف يقضى الغسلات من الصلاة" کے تحت اس کو دوسرے طریق سے بیان کیا ہے وہاں "لما قام" کا لفظ نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال علیہ السلام نے قومت بھی کہا جس کا یہ تخریج وہاں ملاحظہ کیجئے۔

التشديد في ترك الجماعة

ترك جماعة پر سخت وعید

اخبرنا سويد بن نصر اخبرنا عبد الله بن المبارك عن زائدة عن قتادة قال حدثنا السائب بن جبير النخعي عن معاذ بن ابی طلحة البصري قال قال لي ابو الدرداء ابن مسكنك كنت في قرية غريبة حمص فقال ابو الدرداء سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما من ثلثة في قرية ولا بد ولا اتمام فيهم الصلاة الا فسد عليهم الشيطان فعليكم بالجماعة فانما باكل الثوب الغائب قال السائب يعني بالجماعة الجماعة في الصلاة.

معدان بن ابی طلحة اشعري سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھے ابو الدرداء علیہ السلام نے پوچھا تھا روایاں یہاں سے میں نے کہا میں نے ابی طلحہ کے قریب ایک گاؤں میں سے ابو الدرداء علیہ السلام نے کہا میں نے رسول اللہ علیہ السلام سے فرماتے سنا کہ تم کو آدمی جو کسی جماعت یا جگہ میں رہے ہوں اور ان میں باجماعت نماز ادا نہ کی جائے تو اس کی حالت میں ان پر شیطان غالب ہوتا ہے پس جماعت سے نہ رہنے کو اپنے پر لازم کر لو اس لئے کہ ہمیں بلاں بکری کو کھانا چاہئے جو ریزے سے دور ہو۔

تشریح: ان محدثوں کی روایت میں جہاں محمد بن ابی طلحہ البصری نے روایت کیا ہے وہاں سے ابی طلحہ نے معدان بن ابی طلحہ اشعری سے منسوب ہے پھر کی طرف جو ایک حدیث ہے کہ نہ کہ حضرت ابو الدرداء علیہ السلام نے فرمایا ہے ان کے متعلق رسول کریم علیہ السلام نے فرمودہ واحد کے دن فرمایا "نعم الفارس عويسو" نیز فرمایا "هو حكيمة امي" ان کے لفظاں بہت ہیں اور اس حدیث کے راوی ہیں۔ لفظ مملو سے رجال مرد ہیں کیوں کہ مردوں کی جماعت کہو ہے جماعت کا تحقق اگر چند آدمی سے ہو سکتا ہے لیکن چونکہ افضل صورت تین آدمی کی ہے اس لئے اس کا ذکر فرمایا اور اس سے پہلے معلوم ہوا کہ جب کسی جماعت میں رہنے والے تین آدمی کی نماز باجماعت کی

ہر گز سے شیطان کا غلبہ ان پر نہیں ہو سکتا تو انہیں سے زیادہ آہنی بات امامت کو زبردستی میں بطریق اولیٰ شیطان کا غلبہ نہیں ہو سکے گا اور الفاظ حدیث ہو کہ مطلق ہیں اس سے دور ہے۔ ملک کی تائید ہوتی ہے کہ وہی عزت سر فرواں کے لئے بھی سنت ہے لیکن ان کے "اولیٰ" کے ساتھ جگہ سنت ہے، اس پر سنت نہیں کیوں کہ میری کائنات میں سنت کو اوردینے سے روح الایمان ہونا اور اس حدیث سے ثابت کیے ہیں کہ "بالحصاة الجعالة فی الصلاة" "یعنی اللہ بالجہاد سے نبی کریم ﷺ کی مہربانی پر جہاد عزت بھی اس کا قرینہ لانا ہے فیہم الصلاة" "کیوں کہ اہل سنت صحابہؓ رضاعت کے ساتھ نماز کا حکم کرنا ہو ہے جو شخص کیلئے نماز پڑھنے کا عادی ہو جہاد کے ساتھ نماز نہیں پڑھتا اس پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ کہتی ہیں۔ پھر یہ دور ہو اس پر کثیر یا مسئلہ جہاد یا اس کو جہاد ہے (صرف ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰)

التشديد في التخلف عن الجماعة

جہاد عزت سے پیچھے رہ جانے پر سخت وعید کا بیان

اخبرنا فضيلة من مانك عن ابي الزناد عن الانعرج عن ابي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: والقي نفسي بيده تذهب هممت ان امر يحط ليحط ثم امر بالصلوة فمؤذن لها ثم امر حلا فمؤذن الشمس ثم احاطه لي حال فاحرق عنيبه وبنوهم والسي نفسي بيده لو يعلم احدكم انه يبعد عظميا سبنا او هرمانيس حسنين لتبذ العشاء.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شیک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں نے اس بات کو تصدیق کیا کہ کسی عادی نمازیوں کے پیچھے نہ رہے گا تو میں جہاد میں لڑاں جمع کی ہاویں تو نماز کے لئے ان کو نکالوں گا (تاکہ جہاد ہوتا ہے) کیوں کہ ضرورت ہے اور ان کو نہ ضرر نہیں ہوتا اور جب نماز کے لئے ان کو جہاد سے تو جہاد میں لڑاں کو نکالوں گا کہ سچہ لوگوں کی قسمت کے پھر میں ان لوگوں کے پاس ہوں تو نماز پڑھتے کے لئے ایضاً نماز کے لئے ضرر نہیں ہوتا جہاد میں پرانے گھر میں کو نماز میں ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں نے اس بات سے کسی کو مطلع کیا کہ اس کو مسجد میں آؤ گے تو اسے ہائی سونے کی یاد دہانے کا یا کہ ان کے جہاد ضرور ضرور نماز عشاء میں۔

تشریح: بغیر خدا کے تخلف عن امامت پر اس حدیث میں جو وقت وعید اور سونے سے دو گس قوم کے ہاتھ میں ہے اس کے بعد ان میں مختلف اقوال ہیں بعض کہتے ہیں کہ انشاء ہے کہ یہ وعید حرقی نبوت کی مسلمان اور منافق سب کو شامل ہوگی کہ اس روز میں رسول اور ان کی ذات میں قوم کو اللہ فرمایا ہے جو ایک ماہ قلم ہے اور بعض حضرات کہتے ہیں قوم سے مراد منافقین ہیں جو حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں تھے قتل میں نہ ملے اس کو قتل کرنے کے بعد امام قاری کہتے ہیں ظاہر اور اقوال ہے کیوں کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں کوئی بھی شخص جہاد عزت سے رکتا رہتی نہیں رہتا تھا مگر ان نہیں جس کا

نہایت کھلا ہوا تھا وہ انھیں جڑا چنے دین میں شگ کرتا تھا جیسے لوگوں کو جماعت میں شریک نہیں دیتے تھے اس کا قرینہ یہ ہے کہ آٹھ مئی
حدیث میں فرماتے ہیں "لو یعلم احدہم الملع" کہ نرسان میں سے کسی کو معصوم نہ ہونے کے سبب میں موتی شہادت دانی ہونے کی
تقریر ہو رہی ہے یا نہ ہونے کا کیا اثر (اہل سخت نے زمانہ کے دونوں معنی لکھے ہیں اس کا حقیقہ سرائفین ہے) تو وہ دعائے روزگار
سبب میں چلتے تھے حالانکہ یہ جڑی جڑی سرائفین سے نہایت فقیر ہیں جہاں کسی کی یہ ہے کہ وہ لوگ دنیا کو ترجیح دیتے تھے اس
قراب العظمیٰ پر جو اللہ تعالیٰ نے حضور نماز باجماعت پر رکھ ہے یہ سرائفین کی تھی تینہ بعض روایات میں آیا ہے کہ اس حدیث
انقل علی النافس من الدماء و نفعہ "نیز حدیث ابن مسعود میں "بہا سفد و انسا و عابت حلف عن الحماۃ
لا مفاہو" تو ان سرائفین و شہادت کی بنا پر آپ کوئی شہادت نہیں رہی کہ وہ سرائفین کی شرکت جماعت سے پیچھے نہ ہوتے
تھے اس لئے یہ سخت حیدر ان کے حق میں ہے اور آپ کی شہادت میں ان الہد کے حوالہ سے جو سرائفین تھے ان کے حوالہ سے یہی حافظہ ابن جریر
غیر وہ کا بھی قول ہے انہوں نے فتح ابھاری میں محض بحث کی ہے اور اس کو حق الملم میں نقل کیا۔

اب یہ یہ سوال کہ بعض خلف سرائفین پر حیدر ہے یا خلف میں لکھنا مع لکھنا پر اس کے یہ وہ سرائفین شہادت میں سرائفین
نے فرمایا کہ میرے خیال میں یہ حیدر بعض خلف میں لکھنا پر ہے نہ تو کسی کو اس میں دخل نہیں کیوں اتفاق سے سرائفین کے حق میں تحقیق
ہوئی کیوں کہ اس وقت ہر دن طہر کے سوائے سرائفین کے کوئی ترکہ جماعت نہیں کرتا تھا اور چونکہ مصداق سرائفین تھے اس لئے
طرز کلام میں سختی بھی ہے چنانچہ "فاحسوف علیہم بیونہم" فرمایا کہ میں نے سرائفین جماعت کے مہربان کا باروں بہ حال ساق
حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی نظر میں کوئی نہ مہربان جماعت آپ ﷺ نے نہ لکھا تھا کہ جو سرائفین نہ لکھا تھا
تھی اور وہ جماعت سرائفین کی ہے اس لئے انکی حیدر ان کے لئے مناسب ہے ان وحید کا جماعت صحابہ پیچھے میں کسی کی طرف
واقع ہونا ذوق کے خلاف ہے صحابہ پیچھے کی وہ شان تھی جس کو انہوں نے سجدہ پیچھے بیان کرتے ہیں کہ اہل ذوقی کو اس طرح لکھا
جاتا کہ وہ انہوں کے کہہ سوں پر ہاتھ دھرے ہوتا اور لکھنا کہ اس کی صف میں لکھا کہ لکھا جاتا تھا۔

تو اس سے اس طرح معلوم ہوتا کہ کوئی بھی نہ مہربان صحابہ پیچھے میں سے ترک نماز باجماعت نہ تھا لہذا وہ نہ مہربان سرائفین
کے حق میں تھی یہاں پر اشکال یہ ہے کہ مہربان میں آگ لگنے کا قصہ تو بظاہر درود نبوی "ان السار لا بعد ب پیدا لا اللہ" سے
خلاف ہے حضور اکرم ﷺ نے کیسے فرمایا "فاحسوف علیہم بیونہم بالدار" ان کا جواب عام مائی وغیرہ دینے یہ دیتے کہ
حضور اکرم ﷺ نے آگ نہیں لگائی یہ بات بطور تردید و رد فرمائی جیسے کوئی کہے کہ میں آتا ہے کہ حقے چھا اسوں تو اس
میں یہ غلط فہم جو قسب کے اندر تھا اس کو ایسے الفاظ سے جسے فرمایا اس کی حقیقت مراد میں ایسا ہی درود مذکور میں سمجھ لیں۔
اللہ تعالیٰ اعلم

اب رہا یہ مسئلہ کہ نماز باجماعت کا کیا حکم ہے کیوں کہ اس سے خلف پر اس قدر وقت حیدر ہے اس کا موقع بہت اہم معصوم
ہوتا ہے اس واسطے میں امام احمد و دیگر علماء نے فرمایا کہ جسے جس کی رعایت فرض میں ہے یعنی جس شخص پر فرض ہے اس رعایت ملاء

کے لئے شرط نہیں انہوں نے حدیث میں سے استدلال کیا ہے مگر حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ اس حدیث سے فرض نہیں ہونے پر استدلال صحیح نہیں کیونکہ حدیث باب آدمؑ میں وہاں فقہین کے حقیقی میں وارد ہوئی۔ ابن امام نے کہا کہ اس حدیث الہی پر یہ روایت سے جو عنوان کے تحت نقل کی فرصت کہ ثبوت نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ غیر واحد ہے البتہ وجوب کا ثبوت ہو سکتا ہے الغالب میں ہے کہ اکثر مشائخ حنفیہ کا قول ہے کہ جماعت واجب ہے اور ائمہ میں سے کہ ثبوت اس کی سنت سے ہوتا ہے اس لئے واجب کو سنت سے بغیر کرتے ہیں ان حضرات کی دلیل یہی حدیث الہی پر یہ روایت ہے۔ اور شرح اصبۃ کھلی میں ہے کہ بدون ضرر ہمارا کہ سنت کو سخت سزا دی جاتی تھی اور اس کی شہادت مسترد کر دی جاتی تھی اور اس پر بڑا پرہیز نہ کرنے پر محمدؐ والے گناہ کا رہتے ہیں تو یہ سارے احکام بتلا ہے ہیں کہ نماز واجب عت واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اور کئی اور طوائف اور اکثر اصحاب شافعی کا قول یہ ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے انہوں نے بھی وہی حدیث باب سے استدلال کیا ہے جس سے فرض میں نہ ہے پر استدلال کر گیا ہے مگر یہ حضرات سمجھتے ہیں کہ فرض کفایہ سے مقصود شعائر اسلام کا اظہار ہے اور وہ کچھ لوگوں کے نفس سے حاصل ہو جاوے ان حضرات کا قول ضعیف ہے کیوں کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں مسجد نبویؐ میں نماز جماعت کے ساتھ اذان کی جاتی تھی اور جماعت میں شریک نہ ہونے والوں کے حق میں حضور ﷺ نے عتاب کے لفظ فرمائے اور ان کے گھر کو جلا دینے کا قصد فرمایا لیکن فرض کفایہ سے پیچھے رہ جانے والوں کے حق میں اس طرح کی وعید شریک حضور ﷺ کی زبان مبارک سے صادر نہیں ہوئی غرض کہ نماز باجماعت نہ فرض میں ہے نہ فرض کفایہ اور نہ صحت سلاۃ کے لئے شرط ہے بلکہ واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتح الملہم: ۲/۲۷۱، ۲۷۸ بحوالہ فتح الباری وشرح المنیہ وغیرہما ملخصاً، مرقۃ: ۵۲/۳)

المحافظة على الصلوات حيث ينادي بهن

تمام نمازوں کی محافظت کا حکم جب ان کی اذان کی جائے

احمرنا سويد بن صبر قال اخبرنا عبد الله بن المبارك عن المسعودي عن علي بن الاقمر عن ابي الاحوص عن عبد الله انه كان مقرن من سره ان يلقى الله عز وجل غدا مسلما فليحافظ على هؤلاء الصلوات الخمس حيث ينادي بهن فان الله عز وجل شرع لنبه صلى الله عليه وسلم سنن الهدى فانهن من سنن الهدى والى لا احسب منكم احدا الا له مسجد يصلي فيه في بينة فلو صليتم في بيوتكم ولو كنتم مساجد كم لركبتم لركبتم سنة نبيكم لصلتم وامن عبد مسلم يتوضأ فيحسن التوضوء ثم يمشي الى الصلوة الا كتب الله عز وجل له بكل خطوة يخطوها حسنة او يرفع له بها درجة او يكفر عنه بها خطيئته ولقد رايتنا نقارب بين الخطا ولقد رايتنا وما يتخلف عنها الا منافق معلوم نفاقه ولقد رايتنا

بہت میں حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو جی اصرار اور علی الفلاح کی آواز سنتا ہے اس نے کہا ہاں حضور ﷺ نے فرمایا تم نماز کے لئے مسجد میں آیا کرو اور اس کو جماعت چھوڑنے کی اجازت نہیں دی۔

تشریح: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص کل روز قیامت کو اللہ تعالیٰ سے کامل مسلمان ہونے کی حالت میں ملاقات کی خواہش رکھتا ہو وہ پانچوں نمازوں کو مسنون طریقہ پر ادا کرنے کا پابند ہو جائے مسنون طریقہ پر ادا کرنے کی صورت یہ ہے کہ کھڑے کی مسجد میں جب ان نمازوں کی اذان دی جائے تو انہیں ان کے شرائط اور ارکان کے ساتھ مساجد میں جماعت سے پابندی ہے ہمیشہ پڑھ لیا کرے اس طریقہ مسنون کی خلاف ورزی بلاشبہ منافقین ہی کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کا انجام گمراہی کی صورت میں ظاہر ہو جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی ترک نماز نہیں کرتا تھا اور نہ کبھی جماعت سے نماز پڑھنے کی خلاف ورزی کرتا تھا کیوں کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے گھر میں نہیں پڑھتے مسجد میں پڑھتے تھے اہل بیت کی صورت مستثنیٰ ہے بصورت عذر گھر میں پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں فرض حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں جو کچھ بیان کیا ہے اس سے ان کا مقصد نماز باجماعت کی تاکید ہے جس سے معلوم ہوا کہ جماعت کا حال بہت ہی اہم ہے تو درحقیقت نماز وہی ہے جو جماعت سے ادا کی جائے نماز بلاجماعت غیر کامل اور ناقص ہے دیکھو قرآن میں کہیں صلوات نہیں کہا بلکہ ”تسبیح الصلوٰۃ“ کہا ہے تو قرآن و حدیث کامل اور مطلوب چیز کو کہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مومن غاصی کا ذکر قرآن میں کم ہے زیادہ تر قرآن میں کفر و ایمان کا ذکر ہے معلوم ہوا کہ قرآن ہمیشہ کامل چیز کو کہتا ہے لہذا جو نماز باجماعت ہو وہی کامل ہے اور اسی کامل صورت نماز کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں بیان کیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں ”حافظوا علی مولاء الصلوٰۃ الخمس البیغ“ واللہ تعالیٰ اعلم (مذلل المسجود: ۵/۱۱۱ مع زیادۃ من الجامع)

نہ ان کے تحت کی دوسری اور تیسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا ذکر ہے تاہم یہاں نے کی وجہ سے وہ معذور تھے مسجد میں لے جاتے والا کوئی خادم نہ تھا اس لئے حضور اکرم ﷺ سے ترک جماعت کی اور اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت طلب کی حضور اکرم ﷺ نے پہلے ان کو اجازت دی پھر جب وہ چپے گئے تو بلایا اور دریافت فرمایا کیا تم اذان سنتے ہو ان ام مکتوم نے کہا ہاں ہاں روایت میں ”نسمع النداء بالصلاۃ“ اور دوسری میں ”هل تسمع حسی علی الصلوٰۃ حسی علی الفلاح“ کا نقل کیا ہے تو لفظ عام سے بھی اذان مراد ہے اور علی علی الفلاح جی علی الفلاح سے بھی اذان مراد ہے خاص طور سے ان دونوں گفتگوں کا اس لئے ذکر کیا کہ ان دونوں میں طلب کا معنی ہے فرض کہ جب حضور اکرم ﷺ نے عبداللہ بن ام مکتوم سے پوچھا کیا تم اذان سنتے ہو انہوں نے کہا ہاں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب یعنی زبان سے اذان کا جواب دو پھر قدم سے چل کر جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں حاضر ہوا کرو پہلے تو ان ام مکتوم کو اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی مطلق اجازت دے دی پھر اس کو عدم سماع اذان کی قید کے ساتھ مقید فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نماز اذان سنتے تو اس کو جماعت چھوڑنے کی اجازت نہیں دی۔

بہر حال پیسے ترک جماعت کی اجازت دی پھر بوجہ دینی چہرہ کے خدائی وقت نماز ہوئی تھی یا بوجہ نہ لئے اجتماع کے اجازت نہیں دی بشرطیکہ انبیاء کے اجتماع کو جائز مانا جائے جیسا کہ اکثر علماء کا قول ہے کہ انبیاء کے لئے اجتماع جائز ہے لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ بخلاف دین اسلام کی روایت میں آیا ہے کہ عیسا بن مریم علیہ السلام کی شکایت کی تو حضور اکرم ﷺ نے ان کو اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی اس سے معلوم ہوا کہ جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں حاضر ہونا نہ ضروری ہے واجب نہیں اس کو ترک جماعت کی اجازت ہے مگر اس موقع پر ان مسئلوں کو اجازت نہیں دی اس کا سبب کیا ہے حالانکہ وہ معذور تھے ان کو کچھ نہ مسجد میں لے جانے کے لئے کوئی فرماں بروردہ تھا نہ تھا اور تمام مسلمانوں کو اس پر اجازت ہے کہ عذر کی وجہ سے جماعت مانتا ہو جائے اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ پہلے ان کو ترک جماعت فی المسجد کی اجازت دی ہو کہ عذر کی وجہ سے مسجد میں حاضر ہونا تو واجب نہیں پھر ان کو حکم دیا بطور انتخاب جماعت میں حاضر ہونے کا یا یہ کہ ان کو حکم بغیر قانع کے مل پھر سکتے ہوں تو جو چاہتے وہ قانع کے ہاں اور غیر وہاں تک ہوں اس کو مسجد میں حاضر ہونا چاہئے یا یہ کہ حکم اجابت ان کے لئے مخصوص ہو کیوں کہ یہ آپ زنی واقعہ ہے جس میں عورتیں ہونا چاہیے کہ ترک جماعت کی اجازت نہ دینے کا امر ابتداء اسلام میں ہو پھر جب یہ آیت نازل ہوئی ”لیس علی الاعمال حوج“ اور ”وما جعل علیکم فی الدین من حوج“ ”تو وہ امر مانتی مشرور ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مرفقات: ۳/۶۳۰، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱

کتاب مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعین فاضلنا مطوفی منادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان صلوا فی رحالکم۔

ابن السخاویؒ والد امامہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا ہم مقام خنیں میں رسول اللہ ﷺ کے
ساتھ نئے مشاق سے بارش برسی تو رسول اللہ ﷺ کے منادی نے آواز لگائی یہ کہ تم اپنے ذمہوں میں نماز پڑھو۔

تشریح: ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ہذا کی وجہ سے ترک جماعت جائز ہے ہذا مختلف ہو سکتا ہے جیسے اشجعی
حاجت، اور کھانا سوچو ہو اور بارش ہو علاوہ اس کے اور اہل عرب بھی ہو سکتے ہیں یا غانہ حیثیت اب کھانا سے ہذا ترک جماعت جائز
ہو یا خود عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے وہ اپنے متحققین کی امانت کرتے تھے ایک دن یہ واقعہ پیش آیا کہ
نماز کا وقت ہو گیا ان کو قصائے حاجت کا تقاضا ہوا کسی کو امانت کا حکم دے کر فراغت کے لئے چلے گئے بعد فراغت واپس ہو کر
حدیث پاک ”سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ“ کے ذوالے سے اپنے ہذا کا اظہار کیا تو لوگوں سے جس سے
معلوم ہوا کہ اگر بول و ہرازی حاجت ہو اور دوسری طرف جماعت کھڑی ہو تو شریعت کا حکم ہے کہ پہلے یا غانہ حیثیت سے فارغ
ہو جائے اس ہذا کی وجہ سے ترک جماعت میں کوئی حرج نہیں۔

اور دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ ہذا عشاء سے بھی ترک جماعت جائز ہے عشاء میں کے ذریعے ساتھ ہے اس کھانے
کو کہتے ہیں جو رات کو کھایا جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ اس کو کہتے ہیں جو ذوال کے بعد کھایا جاتا ہے علامہ ابن حجر نے کہا کہ ”اذا
حضر العشاء“ بطور مثال فرمایا اس سے مراد طعام ہے جس کی نفس خواہش رکھتا ہو اگرچہ بعد ذوال کا کھانا نہ ہو خواہ رات کا کھانا
ساٹنے آجائے یا کسی اور وقت کا ساٹنے آجائے بہر حال حکم یہ ہے کہ پہلے کھانا کھائے پھر نماز پڑھے لیکن یہ حکم اس صورت میں
ہے کہ جب کہ نماز پڑھنے والا بھوکا ہو اور وہ کھانے کی خواہش رکھتا ہو اگر کھانا چھوڑ دیا تو اس کا قلب کھانے ہی میں مشغول رہے گا
اور وقت میں وصعت ہو تو ایسی حالت میں شریعت کا حکم ہے کہ پہلے کھانا کھائے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے خوب عمدہ بات فرمائی ”ان یسکون اکلہ صلاۃ احب من ان ینکون صلاۃ کلھا
اکلا“ میرا اور کھانا نماز بہتر ہے میری پوری نماز کھانا ہو جانے سے اور اگر نماز کا وقت بالکل تنگ ہو تو بہر حال پہلے نماز
پڑھ لے ای طرح اگر کھانے کی خواہش نہ رکھتا ہو اور قلب مشغول نہ ہو کھانا چھوڑ دے پہلے نماز پڑھ لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(مرفعات: ۵۵/۳ وحاشیۃ السنائی: ۱۳/۱)

حد ادرك الجماعة

جماعت کے ثواب پانے کا بیان

انصرنا اسحق بن ابراہیم حدثنا عبد العزيز بن محمد عن ابن طهلاء عن معمر بن علي الفهري

عن عوف بن الحارث عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من توضا لاجل من الوضوء ثم عرج عاصداً الی المسجد فوجد الناس قد صلوا کتب اللہ لہ اجر من حضورہ ولا یقص ذلك من اجور وہب شیئاً۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اچھی طرح وضو کیا (یعنی وضو کے شرائط اور آداب کی رعایت کے ساتھ وضو کیا) پھر جماعت کے قصد سے مسجد کی طرف متوجہ ہوا اور پانچ لوگوں کے نماز پڑھ چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ثواب دیتا ہے ان کے برابر جو مسجد میں حاضر ہوئے اور جماعت سے نماز پڑھی اس کا یہ ثواب نمازیوں کے ثواب سے کچھ کم نہیں کرتا۔

اخبرنا سلیمان بن داؤد عن ابن وھب قال اخبرنی عمرو بن الحارث ان المحکم بن عبد اللہ القرضی حدثہ ان قافع بن حیر وعبد اللہ بن اسی سلمۃ حدثاہ ان معاذ بن عبد لرحمن حدثہما عن حمزہ بن مسلمی عثمان بن عفان عن عثمان بن عفان قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من توضا للصلوۃ فاسبغ الوضوء ثم مشی الی الصلوۃ المکبۃ فصلاہا مع الناس اوع الجماعۃ اوی المسجد غفر اللہ لہ ذنوبہ۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے سنا جس نے نماز کے لئے کمال وضو کیا پھر فرض نماز کے لئے مسجد کی طرف متوجہ ہوا اور فرض نماز لوگوں کے ساتھ یا جماعت کے ساتھ یا مسجد میں پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں بیان کردہ عمل پر وہ شخص اس قدر ثواب کا مستحق ہوتا ہے جتنا ثواب پوری نماز یا جماعت پڑھنے والوں کو ملتا ہے اور نمازیوں کے ثواب میں سے کم کر کے نہیں بلکہ انہوں نے تو اپنے آپ کے مکمل ثواب پایا کیوں کہ انہوں نے جماعت سے نماز کی اور اس شخص نے نماز یا جماعت کی تحصیل میں اپنا کوشش اور محنت کے باعث ثواب پایا۔

علامہ سندس نے کہا کہ ظاہر حدیث ”مکب اللہ لہ الع“ سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت کی فضیلت اس پر موقوف ہے کہ اس شخص نے جماعت کے لئے کوشش کی ہو اور اس میں سستی اور کوتاہی نہ کی ہو خواہ جماعت طے یا نہ طے تو اس کو جماعت میں سے کچھ حصہ ملنا اگرچہ تقسیم میں شامل ہو گیا ہو اس کو نہ زیادہ جماعت کا ثواب حاصل ہو اور فضیلت اور ثواب ایسے امور میں سے نہیں جس کو اپنے اجتہاد سے معلوم کیا جاسکتا ہو بلکہ اس باب میں جس قول کا حدیث کے مخالف ہے اس کے قول کو کوئی اعتبار نہیں۔ (حاشیۃ النسائی، ۱/۱۷۱)

اعادة الصلوة مع الجماعة بعد صلوة الرجل لنفسه

اکیلے نماز پڑھنے کے بعد جماعت کے ساتھ اسی نماز کو پڑھنے کا بیان

احمد بن حنبلہ عن مالک عن زید بن اسلم عن رجل من سبي النخيل يقول له يسلم من محجن عن
محجن انه كان في مجلس مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فادن به صلوة فقام رسول الله صلى الله عليه
وسلم ثم رجع ومحجن في مجلسه فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم ما معك يا نصلي اليك
برجل مسلم فان بنى ولكني كنت قد صليت في الهى فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا احت
لفصل مع الناس وان كنت قد صليت

ابن ابی محجن اپنے والد محجن سے روایت کرتے ہیں کہ محجن ایسا شخص میں رسول اللہ ﷺ نے رکوع سے
لوٹنے کے لئے اذان دینی کی رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھ کر پھر لوٹے اور محجن اپنی جگہ بیٹھے ہوئے تھے وہ لوگ انہ
ﷺ نے اس سے فرمایا تم نے لوگوں کے ساتھ کیوں نماز نہیں پڑھی کہ تم مسلمان نہیں ہو اور انہوں نے کہا ہاں مسلمان ہوں لیکن
میں نے اپنے اہل خانہ میں نماز پڑھی تھی رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا جب تم مسجد میں آؤ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھاؤ اور پھر
نماز پڑھ کر بیٹھے ہو۔

تشریح: ”فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم رجع“ کے تحت علامہ سندھی نے لکھا ہے کہ اقام
انہ سے حضور ﷺ ہے کہ وہ مجلس میں تھے محجن حضور ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے مسجد میں سے نکلتے ہوئے
میں بھی اسی جگہ پر اگر کوئی اذان سے نماز کو پڑھنا چاہے لیکن اقرب الی الصواب یہی ہے کہ وہ مجلس مسجد کے اندر بھی مگر نماز
کے بعد بھی اگر یہی اذان نہ پڑھنا اور یہ دو موقعی ہے روایات کے ساتھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(حاشیہ المسائل ۱۱۲:۱۰)

خامیہ لفظ حدیث ”اذ جئت فصلی مع الناس اجمع“ سے مراد مکرر معصومیت ہے کہ کوئی بھی شخص نماز گھر پہنچا ہوا کہ
مسجد میں آیا ہو اور دیکھے کہ جماعت کو ابی ہوئی تو اس میں شامل ہو جائے لہذا اس سے امتداد ملتی ہے وغیرہ کے مسئلہ کی بنا پر یہی
ہے ان کے نزدیک اس صورت کو کہ وہ میں اور وہ نماز میں جا کر اس کے ساتھ پڑھیں لیکن ہوسکتا ہے کہ امام یا
حدیث ان عمر رضی اللہ عنہما پر مغرب اور فجر دو مستحب قرار دیتے ہیں مگر ان کی سنت اور مغرب کی نماز پڑھنا تو وہ بار و جب اس کی
جماعت ہو وہی ہواں میں شرط نہ ہو۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ میں نے مغرب کی نماز پڑھنی جو صبح کی پھر ان دونوں کو مکرر تھا یا اذان دینا ہے۔

(رداء مالک)

ابو شافع اور امام احمد کا بھی ایک قول اسی طرح آیا ہے امام ابو حنیفہ اور آپ کے موافقین کے نزدیک عصر کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر عصر پڑھ چکا ہو تو اس کا اعادہ جماعت کے ساتھ جائز نہیں کیوں کہ صحیح روایت اور بعض علامہ شافعی متواتر ہیں اور فخر اور عصر کے بعد نفل نماز سے ممانعت پر دلالت کرتی ہیں اور مغرب کا مستثنیٰ ہونا آپ کی حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کیوں کہ تین رکعتوں کا نفل پڑھنا خلاف شرع ہے نیز دارقطنی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مرفوعہ ہے جو بتا رہی ہے کہ مغرب اور فجر جماعت کے ساتھ دوبارہ پڑھنا منع ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اذا صليت فلي اهلك ثم ادركت فصلها الا الفجر والمغرب" "عبداللہ! نے کہا کہ اس کو بطور موقوفہ صرف بدل بن صالح بخانی نے روایت کی ہے اور دو ثقہ دلوکی تھے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہے کہ نہ بدلہ سے ان کی روایت قابل اعتبار ہے لہذا اس کو جن لوگوں نے بطور موقوفہ روایت کیا ہے وہ ضرور سنا نہیں ہو سکتی اب یہ بات قابل خود ہے کہ اس حدیث مرفوعہ نے فخر کو حکم سابق یعنی اعادہ علقہ کے حکم سے خارج کر دیا اس کی علت کیا ہے فقہاء کہتے ہیں کہ فخر کے بعد کراہت نفل حق فرض کے سبب سے ہے تاکہ قریم وقت فجر کا اسی وقت کے فرض میں مشغول ہو جائے اور یہی صحت عصر میں بھی موجود ہے تو چونکہ علت منع دفعوں میں مشترک ہے اور احادیث متواترہ فجر اور عصر کے بعد نفل کی ممانعت پر دلالت کرتی ہیں اس بناء پر امام ابو حنیفہ نے ان روایات سے حدیث باب میں تخصیص فرمائی کہ اگر ایسا موقع پیش آ جائے تو ظہر اور عصر اور بارہ پڑھ لے باقی تین نمازوں کا اعادہ نہ کرے اس تخصیص میں حنیفہ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیوں کہ شوافع نے بھی تخصیص کی ہے کہ تم دیکھتے نہیں کہ انہوں نے مغرب کو ایک رکعت کی زبردستی کے ساتھ عموم حدیث سے خالص کر لیا ہے چنانچہ ابن قدامہ نے کہا کہ جب مغرب کا اعادہ کرے تو تین رکعتوں کے ساتھ ایک رکعت اور طار شفع پڑھے اور امام احمد نے اس کی صراحت کی ہے اور یہی قول اسود بن یزید و زہری و امام شافعی اور اسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے کیوں کہ یہ نماز جوام کے ساتھ پڑھی نفل ہے اور تین رکعتوں کے ساتھ نفل پڑھنے کی شریعت میں کوئی تغیر نہیں۔ اب ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے کس فریضہ سے مغرب کو خالص کیا ہے حالانکہ الفاظ حدیث "فصل مع الناس وان كنت قد صليت" عام ہیں کیا حضور اکرم ﷺ نے شافع کو مغرب کے اعادہ میں ایک رکعت طار شفع پڑھنے کا حکم دیا تھا ہر نماز میں تو وہ جواب میں سوائے اس کے اور کیا کہیں گے کہ ہم ایک رکعت ملانے کے ہیں لے قائل ہوئے کہ حضور اکرم ﷺ نے تیرا نہیں تھا ایک رکعت سے منع فرمایا کہ سوائے وتر کے طار رکعت کے ساتھ نفل کی اجازت نہیں جس سے واضح ہو گیا کہ انہوں نے حدیث حنیفہ کی بناء پر مغرب کو عموم حکم حدیث سے خالص کر لیا اب حنیفہ کہتے ہیں کہ تم نے حدیث حنیفہ کے پیش نظر مغرب کو ایک رکعت کی زیادتی کے ساتھ قطع بنائینے کا قول اختیار کر کے گویا حدیث باب کے حکم ہم سے مغرب کو خالص کر لیا ایسا ہی اگر حنیفہ دوسری ممانعت والی احادیث کے پیش نظر فجر اور عصر کو بھی خالص کر لیں تو اس میں ان پر کیا اعتراض ہے پھر بھی اگر کوئی اعتراض کرے فقہاء جو امامہ وہو جو انباء۔

اعادة الفجر مع الجماعة لمن صلى وحده

جماعت کے ساتھ فجر کا اعادہ کرنا جس نے اسے تنہا پڑھ لیا ہو

عمر بن زیاد بن ابیوسف حدثنا حدثنا یحییٰ بن عطاء اخبرنا حماد بن یزید بن اسود العامری عن امیہ قال شهدت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة الفجر في مسجد الحيف فلما قضى الصلاة اذا هو برجلين في آخر القوم لم يصلبا معه قال علي بهما فاني بهما ثم عدا فر اتصهما فقال ما منعكما ان تصلبا مستغفرا لا يارسول الله صلى الله عليه وسلم اننا قد صلينا في رحا قال فلا تفعلوا اذا صليتما في رحا لکم ثم اتیتما مسجد جماعة فصلبا معهم فانها لکما فلیذ.

جابر بن یزید بن اسود، عمر بن یزید بن اسود بن ابی یحییٰ سے روایت کرتے ہیں ان کے والد کہتے ہیں کہ مسجد حیف میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ میں بھی نماز فجر میں شریک تھا جب حضور ﷺ اپنی نماز سے دو رخ ہوئے اور تمنا آپ نے سب لوگوں کے پیچھے وہ آدمیوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا انہوں نے حضور کریم ﷺ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی حضور آرام ﷺ نے فرمایا ان کو میرے پاس لے آؤ دو دونوں لانے گئے ان کے سونے میں کانٹ کا ٹکڑا تھا آپ رہا تھا یعنی حضور ﷺ کی اہمیت سے گھبرا گئے حضور ﷺ نے فرمایا کس بات نے تم کو تنہا رہا ساتھ نماز پڑھنے سے باز رکھا انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول ہم نے اپنے مکانوں میں نماز پڑھ لی حضور ﷺ نے فرمایا یا راستہ کہ جب تم اپنے مکانوں میں نماز پڑھو تو پھر مسجد میں آکر اس میں جماعت ہو کر پڑھ لو گویا تمہارے ساتھ نماز پڑھ کر لو کہیں یہ تمہارے لئے نہیں ہوگی۔

تشریح ملائی قاری نے ابن ہمام کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس حدیث میں غلط مرقعیاں جو اب کے لئے نہیں اس کا قرینہ "فلما لکما فلیذ" ہے کہ یہ نماز جو جمعہ صبح کے ساتھ پڑھوئے نہیں ہوگی۔ یہ حدیث معارض ہے اس حدیث سے جو عصر اور فجر کے بعد نفل کی صلاحت پر دلالت کرتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں کوئی زیادہ قوت کی وجہ سے حدیث باب پر ترجیح ہوگی نیز قرآن سے اقتداء دینی حدیث کو ترجیح دی جاتی ہے البتہ اول حدیث پر اس ضابطہ کے تحت یہاں حدیث میں کوئی ترجیح ہوگی حدیث باب پر جس سے جماعت کے ساتھ نماز کا جو اثر ثابت ہوتا ہے یا اس حدیث کو قوت معلوم میں نماز کی صلاحت سے باتیں کی صلاحت پر صحت کہ جائے تاکہ وہ اس قسم کی حدیثوں میں خود مرض زہر سے منع ہو جائے اور مائل تھا پر حمل کرنے کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں ہے کیوں کہ اگر قطعی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مرفوعہ ہے جو واضح طور پر بتا رہی ہے کہ فجر صبح مغرب کی نماز اس کے بعد میں کو دوبارہ صلاحت کے ساتھ نہ پڑھا اور عصر کی نماز کو فجر پر تو کسی کر کے ہم جنہیں نہیں گئے عصر کا اعادہ بھی نہ کرنا کیوں کہ صلاحت دونوں میں مشترک ہے جس کی وضاحت اوپر کے حوالہ کے تحت کرنا فی اور وہ اس حدیث میں بھی صحیح ہے کہ اصل امتداد ہونے کی بھی صلاحت دونوں میں ہے وہاں کیونکہ (مروقات ۱۰: ۵۳۰)

اس مضمون کو بدل المعجود: ۱/۲۴ پر نقل کرنے کے بعد مصنف لکھتے ہیں کہ بعض آدمیوں نے حدیث باب کو اس میں لکھا ہے بعد عصر اور صبح نماز کی ممانعت پر دلالت کرنے والی حدیث منسوخ ہونے کا دعویٰ کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ جو برہنہ پریدہ کی یہ حدیث متاخر ہے کیونکہ یہ حدیث لو اس میں مسجد خیف تینا مسجد سکی میں بعد نماز فجر اور ہوئی ہے لہذا اس سے نفی میں اصلاً بعد عصر اور فجر والی حدیث منسوخ ہو چکی ہے مگر ان کا یہ قول درست نہیں بلکہ کچھ ناقض حدیث جابر بن جریہ متاخر ہونے کو ہم تسلیم نہیں کرتے اور نہ اس پر کوئی دلیل موجود ہے اور یہ اللہ والوں میں واقع ہونے سے اس کا متاخر ہونا ثابت نہیں ہوتا لہذا اس کے منسوخ نہ ہونے کے بعد صحابہ کرام علیہ السلام نے حدیث لکھا یہ نقل کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ عصر کے بعد نماز پڑھتے پڑھتے رہے۔

لکن یہ تم نے کہا کہ ان کے ماننے کا واقعہ صحابہ کرام کی موجودگی میں تو کسی نے اس پر انکار نہیں کیا اس بنا پر وہ اور ارجح ہی ہو گیا لہذا نسخ کا دعویٰ کیسے ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اگر کوئی پوچھے کہ امر کا خلا "فصل معین" نماز فجر کے بارے میں فرمایا لہذا اس سے اس شافعی کے قول کی تائید ہوتی ہے اس کا کمال کا جواب حضرت شیخ البزازی نے یہ ہے کہ حضور اکرم علیہ السلام نے حدیث نہ کرنے کے بعد کو تم نے دوسرے ساتھ کیوں نہ لکھا ہے؟ ان دونوں مضمونوں نے جواب دیا "انما قد صلی علی و حالنا" کہ ہم نے اپنی مناس میں نماز پڑھ لی اس سے کمال ہوتا ہے کہ ان کے خیال میں شرکت جماعت سے مانع حائل اس کے کہ وہی چیز نہ تھی کہ وہی منزل میں نماز پڑھ چکے تھے اس لئے غلے کے بیان میں اس پر اتنا تاکید نہیں ہے لیکن یہ کہ ان کا یہ خیال کہ جس نے ایک مرتبہ اکیلے نماز پڑھ لی اس کے لئے قور کے سر تو اس نماز کو بارہ مرتبہ نماز پڑھا کر اس پر حضور اکرم علیہ السلام نے اپنے ارشاد "اداعیبا لی و حالکم الخ" سے ان دونوں کے خلاف معمولی اصلاح فرمائی اور ان کو اپنے خود ساختہ ضابطہ پر عمل کرنے سے اپنے ارشاد "فلا تفعلا" سے منع فرمایا جاتی تفصیل اوقات اور تفصیلات اور اس وقت کے ساتھ ہے اور کسی کے ساتھ نہیں اس کو دوسری حدیث میں بیان کیا گیا ہے چنانچہ عصر و فجر کے بعد نماز کی ممانعت وارد ہوئی ہے ان لئے یہ دونوں نمازیں مبراہ صلوٰۃ مستحبات ہیں تو گویا یہ مسئلہ یہاں جیسے کام ترغیبی ہے نہ ممانعت کی ہے نہ اس لئے نبی کریم علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ علیہ السلام بعد میں سہمے جاتی کو فراموشی کے لئے کچھ کھڑے ہو کر نماز پڑھیں میں نے کہا "انما صلوٰۃ قد تست" کہ آپ تو سہمے تھے اس لئے وضو نہ کیا پھر بلا وضو کیوں کر نماز پڑھ رہے ہیں تو ان جواب علیہ السلام کا سوال بتا رہا ہے کہ وہ پھر خود قوم کو مطلقاً قلع و شمع سمجھتے اس لئے ان کے خیال کی اساس کی اصلاح کی ضرورت تھی کہ ان لئے بچانے میں جواب اپنے کے کہ انبیاء کی خصوصیات میں یہ چیز بھی ہے کہ ان کی نیند یا قلع نہیں ہوتی ایسی طرح سے سونے کا جواب دیا جو ضابطہ کی مناسبت نہ رکھتا ہے اور اس سے ان میں سے علیہ السلام کے خود ساختہ ضابطہ کی جس کی بنا پر انہوں نے سوال نہ کرنا تھا قرآن پر ہوتی ہے چنانچہ فرمایا "انما صلوٰۃ علی من نام مضطجعاً الحدیث واللہ تعالیٰ اعلم" ان جواب کو اس مقام میں نقل کیا ہے۔

علامہ ابن جزمی نے یہ بھی بیان اسوہ کی حدیث باب ادر احادیث نبوی میں تو دل ثابت کر کے اپنی طرز کے مطابق تحریر فرمایا ہے۔
 ”کما هو دالہ فی امثال هذا الموضع۔“

کوئٹہ برقی کے حاشیہ پر بھی لکھا ہے کہ حدیث باب میں دو اقتدا بیان کیا گیا ہے۔ نماز فجر کا ہے یا نماز کوہ اس میں روایات مختلف ہیں اس حدیث میں فجر کا اقتدا بیان کیا گیا ہے لیکن صاحب بدائی نے یحییٰ بن سعید سے نقل کیا ہے کہ نماز فجر کا اقتدا قرآن و احادیث میں اس کی تائید مند ابی حنیفہ کی روایت کرتی ہے اس میں اس جیسا قصدا ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ”ان رجسین صلیبا“ اظہر فی بیوتہما الحدیث۔ ”ورنگی اس کے کہ مجھ نے کتاب الآثار میں بیان کیا ہے بہر حال جب حنفیہ کے یہاں نماز فجر کا اقتدا نہایت ہے تو یہ حدیث باب کا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔

اعادة الصلوة بعد ذهاب وقتها مع الجماعة

نماز کا وقت ختم ہونے کے بعد اس کو جماعت کے ساتھ لوٹانے کا بیان

احمرنا محمد بن عبد الاعلیٰ ومحمد بن امراہیم بن صدر ان والنفظ له عن خالد بن الحارث
 حلتنا شعبة عن بدیل قال سمعت ابا العالیہ یحدث عن عبد اللہ بن الصامت عن ابي ذر قال قال لبي رسول
 الله صلى الله عليه وسلم وصر ب فخذی کیف انت اذا نكب فی قوم یوحرون الصلوة عن وقتها قال
 متکلم قال صل الصلوة لو قتها له اذهب ثجا جتک قال فجمعت الصلوة وانت فی المسجد فصل

مفتر ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میری زبان پر اچھا مار کر مجھ سے فرمایا تیرا کیا حال ہوگا جبکہ تجھے اپنی قوم کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہو جائے جو نماز کو اس کے وقت سے تاخیر کریں گے ابو ذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ کیا فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا نماز کو اس کے وقت مستحب پر پڑھیں گے پھر اپنے کام میں مشغول ہو جائیں گے جماعت کے ساتھ نماز ضروری ہو اور تم مسجد میں وقت جماعت کے ساتھ نماز پڑھو۔

تشریح اس حدیث میں جن عمرائدین کے متعلق خبر دی گئی وہی سب کے اقتدار کے زمانہ میں واقع ہوئی کسی اشعری قسیر وقت ظہار کے متعلق میں طرف بحرف اس کا واقع ہونا مختصرت فیجی کا معجزہ تھا جس کی سن امراء کے عمل نے تصدیق کر لی کہ وہ نماز کا اہتمام نہیں کرتے تھے تاخیر سے پڑھتے تھے کسی خدمت کے لیے کرتے تھے اس میں علماء کے قول مختلف ہیں امام نووی نے کہا کہ تاخیر صلاۃ اس کے وقت مستحب سے کرتے تھے نہ کہ اس کے پورے وقت سے لہذا الفاظ حدیث ”یل عروں الصلاة عن وقتها“ کو اس پر حمل کرنا چاہئے مگر اس قول کو ادا اللہ بن جزمی نے غیر صحیح قرار دیا ان کا قول ہے کہ نماز صحابہ و انھیں شام ہیں کہ اس میں اپنی امی کی نہ تھی کہ وہ نماز کو اس کے پورے وقت سے پڑھتے تھے جیسے عطا و ابو نعیم اور ابن عمر و غیرہم کے آثار میں مذکور ہے کہ انھیں اس میں تعلیم کے ہیں اور ان سے نقل اللہ بن علی بن جزمی نے کہا ہے کہ حجرت اور

اس کے میر ولید وغیرہ نماز کو اس کے وقت جوڑے سے ٹال کر پڑھتے تھے لہذا اس حدیث باب میں تاخیر صلاۃ وقت جوڑے سے تاخیر پر محمول ہے۔

امام نسائی نے بھی حدیث کو اسی پر حمل کیا ہے چنانچہ علامہ سند گئی نے ماضیہ میں اس کی تصریح کی ہے بہر حال ایسے بزرگ وقت میں جبکہ حکام نماز کو اس کے وقت سے تاخیر کر دیں لوگوں کو کیا کرنا چاہئے کیا ان کے ساتھ نماز پڑھنے کا اعتقاد کریں۔ جہرعت کو چھوڑ دیں اور نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کریں اسی کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اصل الصلوۃ لو فہما الحدیث" (ابو ذر) ایسی حالت میں تم نماز کو اس کے وقت مستحب پڑھ لیے پڑھ لیا کر اس کے بعد اگر جماعت کھڑی ہوئی ہو اور اس وقت تم مسجد میں ہو تو جماعت کے ساتھ بھی پڑھ لیا کرو۔

حافظی قارئین نے لکھا ہے کہ یہ حکم ہمارے نزدیک بلکہ بعض شافعیہ کے یہاں بھی ظہر اور عشاء میں ہے اس لئے کہ فجر اور عصر کے بعد فرائض مکروہ ہیں اور مغرب کی تین رکعت ہوتی ہیں اور فجر تین رکعت کی شریعت سے ثابت نہیں اور تین رکعت کے ساتھ ایک اور رکعت ملا کر چار کر لینے میں امام کی مخالفت ہے جو درست نہیں مراد چار سے جمعیت اس حدیث میں جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ عام حدیث سے عام معلوم ہوتا ہے لیکن ضرورت کی وجہ سے کراہیت دور ہو جائے گی کیوں کہ ان امرہاء کے ساتھ نماز نہ پڑھنے میں فقہ کراہت اور کراہت کا مرتکب ہونا فقہ افغانی سے آسان ہے ایسی ضرورت میں کراہت مباح ہو جاتی ہیں ضابطہ ہے الضرورة یبيح المحظورات"۔ (مرفقات ۱۳۲/۲)

سقوط الصلوۃ ممن صلى مع الإمام في المسجد جماعة

جس نے امام کے ساتھ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھی اس سے نماز ساقط ہونے کا بیان

احمرنا ابوالہیثم بن محمد التیمی حدثنا یحییٰ بن سعید عن حسین المعلم عن عمرو بن شعوب عن سليمان مولى ميمونة قال رأيت ابي عمر جالسا على البلاط والناس يصلون فقلت يا ابا هذالرجل من مالک لا تصلي قال انی قد صليت انی سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا تعد الصلوة لغيری يوم مرتین۔
سليمان مولى ميمونة رضى الله عنه سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ بلاط میں بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے میں نے کہا اے ابو عبد الرحمن کیا تم لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے انہوں نے کہا میں نماز پڑھ چکا ہوں بیٹک میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے نہ لوٹا جائے نماز ایک دن میں کسی ایک وقت میں دوبارہ۔

تشریح بلاط ایک قسم کا حجر ہے جن سے زمین کی فرش بندی کی جاتی ہے پھر بطور عریضی مکان کو بلاط کہا جانے لگا چرکہ نبوی اور یزید کے درمیان ایک مشہور جگہ ہے۔ (قالہ الطیبی)

اس ترجمہ سے امام نسائی یہ بظاہر چاہتے ہیں کہ جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھ چکا ہو پھر دوبارہ نہیں پڑھنی چاہئے سوائے

طیباں کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ کچھ لوگ باط میں نماز پڑھ رہے تھے نہ کہ مسجد میں اور بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد میں جماعت کے ساتھ نہ پڑھ چکے تھے اس لئے اس کا اعادہ نہیں کیا جیسا کہ لوگوں کے ساتھ دوبارہ نہیں پڑھی کیوں کہ ایسی صورت میں عادیہ ارشاد نبوی ﷺ کے خلاف ہے چنانچہ انہوں نے ارشاد نبوی ﷺ کے قول سے فرمایا "لا تعاد الصلوۃ فی یوم مرمس" اور اہل حدیث سے "لا تاصلو الصلوۃ فی یوم مرمس" (یعنی ایک ہی فرد کو باطنی قرینیت ایک ہی وقت میں جماعت سے یا غیر جماعت سے دوبارہ دست پڑھالہذا اگر پہلی نماز میں نقصان واقع ہو تو اس کے بعد دوبارہ اس کو پڑھیں۔

ہر حال اس کو یہ مذکور ہے، لیکن کسی حدیث اور اس حدیث میں مطابقت ہو جاتی ہے۔ لیکن کسی حدیث جو دوبارہ پڑھنے پر اہل سنت کرتی ہے اس شخص کے حق میں ہے جب کہ تمنا فرمائی ہو کہ دوبارہ یہ حدیث اس کے حق میں ہے جو امام کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھ چکا۔

تو یہی ہو گا کہ اگر کسی حدیث میں اور غزالی اور صاحب مرشد کا قول ہے کہ جو شخص جماعت سے نماز پڑھ چکا ہو پھر اس نے اپنی امت پالی تو وہ لوگوں کے ساتھ دوبارہ نماز پڑھے کیوں کہ امام و انھیات جماعت عا میں کرنے کی غرض سے ہے وہ اصل زوجگی ہے انہوں نے اپنی حدیث سے استدلال کیا ہے اور اسے کار میں کہا ہے کہ امام احمد بن حنبل اور اثنی عشریہ جماعہ اللہ فیہم متفق ہیں کہ ارشاد نبوی ﷺ "لا تاصلو الصلوۃ فی یوم مرمس" کا مطلب یہ ہے کہ اگر شخص نماز پڑھنے کے بعد دوبارہ جمعیت فرض پڑھے وہی کی ممانعت اس ارشاد میں فرمائی لیکن حضور آرام ﷺ کے امر کی اقتداء میں جس نے بیعت اہل دوسری نماز جماعت سے پڑھی تو اس کو ایک وقت میں دوبارہ ادا و عملہ نہیں کہا جاسکتا کیوں کہ پہلی نماز فریضہ سے اور دوسری نماز ہے اس لئے اعادہ کا طریق قرینیت نہیں ہوا۔ (مدن المسجود ۳۲۵۱)

السعی الی الصلوۃ

نماز کے لئے دوڑنا

احمد بن عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمن حدثنا سفیان حدثنا الزہری عن مسدد عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انتم الصلوۃ فلا تاتواھا واسمہ تسعون وثو ثمانون وعلیکم السکینۃ فما ادرکم فاصلوا وما فانکم فاصلوا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم نماز کو دوڑتے ہو تو مت آؤ سون اور ہزار سے چلتے ہو اور جس امام کے ساتھ پڑھا کرو، کرو اور چوتھ دوڑنا اس کو پورا کرو یعنی اس کے قاری ہونے کے بعد اچھ کر پتہ نماز کرو اور

تشریح: اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے نماز کی طرف سلی کرنے سے جو شخص فرمایا ہے اس سے مراد یہ دوڑنا

تو خطبہ اور شاد مبارک کا یہ ہوا کہ جب قرآن نماز کی غرض سے نکل مسجد میں دوڑتے ہوئے صحت آ کر اس سے متصلی کا دل پر گندہ ہوتا ہے اور اطمینان زائل ہو جاتا ہے بلکہ سکون اور باوقار طریقہ سے چلی کر آؤ تو پہلی صورت مکررہ ہے اور دوسری صورت یعنی "وَأَقْبُوا صَافِيَةً عَلَىٰ أَعْيُنِكُمْ" محمود ہے لفظ شفی کو معنی کو بھی شامل ہے لیکن "وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ" کے ساتھ مقید کرنے سے معنوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد دعا اور اطمینان سے چل کر مسجد کی طرف جانا غرض کہ جب رز کے لئے نکلے تو اپنے قدموں سے لپکے کی ممانعت حدیث سے معلوم ہوئی سکون و اطمینان سے مسجد کی طرف جانے کا حکم ہے۔

الأسراع إلى الصلوة من غير سعي

بدون دوڑنے کے نماز کے لئے جلدی چلنا جائز ہے

اخبرنا حماد بن سواد بن الاسود بن عمرو اخبرنا ابن امي وهب حدثنا ابن جريج عن منصور عن الفضل بن عبد الله عن ابي رافع قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ادا صلى العصر ذهب الى بي عيسى لانه سهل فبت حديث عندهم حتى يحدروا للمغرب قال ابو رافع لينا النبي صلى الله عليه وسلم يسرع الى المغرب مبررنا بالنبي فقال لك انك فان فكبر ذلك في درعي فاستأخرت وطنت الله ببريدسي فقال مالك امشي فقلت احدث حدث قال ماداك قلت الفت مني قال لا ولكن هذا فلان بعته ساعيا على بني فلان لفل فمرة فدرع الان فثنها من نار.

اخبرنا هارون بن عبد الله قال حدثنا معاوية بن عمرو قال حدثنا ابو اسحق عن ابن جريج قال اخبرني منصور رجل من آل ابي رافع عن الفضل بن عبد الله بن ابي رافع عن ابي رافع نحوه.

ابو رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ عصر کی نماز سے فارغ ہوئے تو نبی عبد الرحمن کی طرف تشریف لے جاتے اور ان کے ساتھ بات چیت کرتے پھر نماز مغرب کے لئے اترتے اور ارفع کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مغرب کے لئے جہد کی جگہ پر تھے ہم تھیں سے گزرے تو آپ ﷺ نے فرمایا افسوس میرے لئے افسوس میرے لئے اور ارفع کہتے ہیں یہ بات مجھ پر گراں ہوئی (کیوں کہ انہوں نے مجھ سے کہا اس کلمہ کا مطالبہ میں ہوں) پس میں پیچھے ہٹ آیا اور میں نے خیال کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ بات مجھ سے فرمائی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تجھے کیا ہوا گیا جلوس میں نے کہا کیا مجھ سے کوئی راتہ مرز ہو؟ حضور اکرم ﷺ نے پوچھ کیا بات ہے میں نے عرض کیا کہ میرے حق میں ان کلمہ ان کلمہ فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا میں نے راسل بات یہ ہے کہ میں نے ظالم شخص کوئی ظالم پر حال بنا کر بھیجے تھا اس نے ایک وادی اور چار خیانت کی اس کے بدلہ میں میں اس کے اس کو آگ کا کرتا پتہ یا میا ہے (معلوم ہوا کہ خطاب عائشہ سے کیا تھا) کیا کی دت کے بعد جب حضور اکرم ﷺ اس کی قبر سے گزرے تو اس کی صورت خیال میں دکھائی دی اسی وقت اس سے خطاب کر کے کہہ ڈور و لہر پایا یہ کہ شاید اسی وقت

قرآن مجید میں ہوا اور حضور ﷺ نے اس کا حال دیکھا، اس سے پہلے خطاب فرمایا: واللہ تعالیٰ علم

الامم انی نے قرآن میں اشارہ کر دیا کہ حدیث میں جو سرغریب الی المنسوب آج ہے اس میں اسرارِ مادیہ ہی پر محمول ہے جس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ قار کے ساتھ نماز کے لئے مسجد کی طرف جلدی پڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(حاشیۃ النبیانی: ۱۳۸/۱)

التحذیر الی الصلوٰۃ

نماز کے لئے سویرے جانے کی فضیلت

اخبرنا احمد بن محمد بن المغيرة حدثنا عثمان بن شعيب عن الزهري قال اخبرني ابو مسلمة بن عبد الرحمن وابو عبد الله الاغبراني ابنا هرويرة حدثهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال انما مثل المہجر الی الصلوٰۃ كمثل الہدی الی البدنة ثم انذی علی اثرہ كالذی یہدی الیغرة ثم الذی علی اثرہ كالذی یہدی الکبش ثم الذی علی الرہ كالذی یہدی اندجاجة ثم الذی علی اثرہ كالذی یہدی البیضة. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص سب سے پہلے اول وقت نماز کے لئے آتا ہے اس کو ثواب ملتا ہے جتنا اللہ کے واسطے اونٹ صدق کرنے والے کو ملتا ہے جو شخص اس کے بعد آتا ہے اس کو اس قدر ثواب ملتا ہے جتنا گائے صدق کرنے والے کو ملتا ہے پھر جو اس کے بعد آتا ہے اس کو اس قدر ثواب ملتا ہے جتنا بڑے صدق کرنے والے کو ملتا ہے پھر اس کے بعد جو آتا ہے اس کو اتنا ثواب ملتا ہے جتنا بڑے صدق کرنے والے کو ملتا ہے۔

بعض لوگوں نے "كمثل الذی یہدی البدنة" کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ نماز کے لئے سب سے پہلے جلدی جانے والے کو اس شخص کے برابر ثواب ملتا ہے جو کہ میں اونٹ قربانی کے لئے بھیجتا ہے لیکن یہ ترجمہ خطرناک و چاہد اور بید کے من سب نہیں کیوں کہ ان دونوں کو کہ میں قربانی کے لئے بھیجاؤں نہ نہیں ہمدان دونوں کی قربانی دینی نہیں سکتی۔ (قوله علامة السعفی)

ما یکرہ من الصلوٰۃ عند الإقامة

اقامت کے وقت نماز مکروہ ہے

اخبرنا سويده بن نصر قال انانا عدا الله من المبارك عن زكريا قال حدثني عمرو بن دينار قال سمعت عطاء بن يسار يحدث عن ابن هرويرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اجتمعت الصلوة فلا صلاة الا المكتوبة

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب نماز کھڑی ہو جائے یعنی فریضوں کی گھیر ہو، ہی ہو تو اسے فرض کے کوئی نذر نہیں۔

اعبریا احمد بن عبد اللہ بن الحکم و محمد بن سنان قال حدثنا محمد بن شعبہ عن ورقاء بن عمر عن عمرو بن دینار عن عطاء بن یسار عن اسی ہریرہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اقيمت الصلاة فلا صلاة الا المكتوبة۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ سے آپ ﷺ نے فرمایا جب نماز کے لئے گھیر کی جائے تو کوئی نماز نہیں سوائے فرض کے۔

اخبرنا النسبة قال حدثنا ابو عوانة عن سعد بن ابی اہیم عن حفص بن غاصم عن ابن یحیة قال سمعت صلاة الصبح فرائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا یصلی العزائم یقیم فقال انصلي الصبح اربعاً۔ ابن یحیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نماز صبح کی اقامت شروع کی تو رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جبکہ وہ ان اقامت بکبر با تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا تو صبح کی چار رکعتیں پڑھ رہا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب نماز کی اقامت کی جائے اور جماعت کھڑی ہو جائے تو سوائے فرض نماز کے جس کے لئے اقامت کی گئی اور نماز جائز نہیں جس میں صلاۃ سے نفی ہو، ہر نماز کی کسی بھی مکان میں جائز ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ مسجد میں یا صحن کے قریب جائز نہیں لیکن اگر کوئی مسجد میں یا مسجد کے پاس کسی مکان میں نماز پڑھے ہو تو وہ بھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کی آڑ میں نماز پڑھے تو نماز جائز ہوگی۔ تیسری بات یہ ہے کہ نفی صلاۃ سے یا بالکل نفی مراد ہوگی یعنی نماز جائز نہ ہوگی اسی کے توکل میں یہ نفی کمال مراد ہوگی یہی تفسیر کا قول ہے۔

قاضی شوکانی نے کہا کہ اہل ظاہر اس مسئلہ میں حد سے تجاوز کر گئے ان کا قول یہ ہے کہ اگر کسی نے سنت فجر کی یا اس کے علاوہ اول اہل کی نیت یا مذہبی اور نماز پوری پڑھ لی ہو اسے سلام کے اس کے ذمہ یحیاتی نہیں۔ بالآخر جماعت کھڑی ہوئی تو دونوں رکعتیں باطل ہو گئیں اب سلام پھیرنے سے اس کے لئے کوئی فائدہ نہیں بلکہ فرض نماز میں شامل ہو جائے فرض کو پورا کرنے کے بعد اگر چاہے تو ان دونوں رکعتوں کو پڑھ لیا کرے قاضی شوکانی کہتے ہیں کہ اس صورت میں جبکہ سوائے سلام کے اس کے ذمہ کچھ باقی نہ رہا تو اہل ظاہر نے اس کی سنت کو یکدم کر باطل کر دیا کاش کہ ٹھہرے ہو کہ سلام پھیرنے میں کوئی کی مدت حلیہ کی ضرورت ہے جس کی وجہ سے رکعت فوت ہوئے گا یا نہ ہو حالانکہ اس صورت میں اس کی سنت فجر سب کے نزدیک جائز ہے ان کا یہ قول طریق اعتدال سے خارج ہے اہل ظاہر کے قول سمیت علامہ شوکانی کے حوالہ سے بذل۔ لکھنؤ: ۱۳۱۳ھ پر تو ان اہل نقل کے ہیں جو چاہے وہاں دیکھ لے اور انحصار کچھ اقوال نقل کر رہے ہیں کہ فجر کے علاوہ چاروں نمازوں میں سب کا اتفاق ہے کہ جماعت شروع ہونے کے بعد صحت پڑھنا جائز نہیں امام کی موافقت کرتی چاہے البتہ سنت فجر کے بارے میں اختلاف ہے اور

شافعی اور احمد اور اسوق وغیرہم کہتے ہیں کہ فجر میں بھی بھی حکم ہے کہ فرض کی اقامت کے بعد سنت میں مشغول ہونا جائز نہیں ہے۔ انہوں نے حدیث باب کے عموم سے اپنے قول پر استدلال کیا ہے امام مالک و داخل مسجد اور خارج مسجد میں فرق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب صلیبی مسجد میں داخل ہو اور جماعت گھڑی ہوگئی تو فجر کی دو رکعت سنت نہ پڑھے امام کے ساتھ نماز میں داخل ہو جائے اور اگر مسجد میں داخل نہیں ہوا اس صورت میں امام کے ساتھ پہلی رکعت فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو خارجی مسجد میں سنت فجر پڑھ لے اور اگر پہلی رکعت فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو امام کے ساتھ شامل ہو جائے پھر قراب نکلنے کے بعد سنت پڑھے۔

امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب داخل مسجد اور خارج مسجد کے فرق میں امام مالک کی موافقت کی ہے مگر اس مقدار میں جس کے سبب سے جماعت کی فضیلت فوت ہو جاتی ہے یہ جو اختلاف ہے کہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں اگر دو سو رکعتوں کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو امام کے ساتھ نماز میں داخل ہو جائے اور اگر غالب گمان ہو امام کے ساتھ صبح کی ایک رکعت مل جائے گی تو خارجی مسجد میں سنت پڑھ لے پھر رکعت کے ساتھ شامل ہو جائے۔

حنفی اور مالکی حضرات اس حدیث کے متعلق کہتے ہیں کہ "فلا صلاة الا بعد" میں نفل کو اپنے عموم پر حمل کرنا درست نہیں ہے کیوں کہ اگر مؤذن اقامت شروع کر دے تو کیا ہر مسجد بارہائے زمین پر کسی بھی جگہ میں نماز ممنوع ہو جائے گی ظاہر ہے کہ ہرگز یہ مطلب نہیں اور چونکہ ظاہر اطلاق پر حمل کرنے کی صورت میں اشکال سے خالی نہیں اس لئے حدیث میں کوئی نہ کوئی قید لگائی پڑے گی تاکہ داخل مسجد میں فجر کی سنتوں کے پڑھنے اور خارجی مسجد میں پڑھنے کے حکم میں فرق واضح ہو جائے اب کیا قید مناسب ہے تو اس بارے میں حنفیہ اور مالکیہ رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ حدیث باب کے حکم کو داخل مسجد کی حد تک محدود رکھنا پڑے گا اب مراد حدیث کی قیمن ہوگئی کہ جس مسجد میں اقامت ہوگئی اور جماعت گھڑی ہوگئی وہاں سنت فجر سے منع کیا گیا ہے اس کی تائید حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے اس کو علامہ بیہقی نے بحوالہ صحیح ابن خزیمہ شرح بخاری میں نقل کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نکلے اس وقت نماز کی اقامت بھی موقوف ہوگئی حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کو دیکھا کہ جلدی سے دو رکعت پڑھ رہے ہیں اس وقت حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "اصلاحاً معاً" کیا ایک ساتھ دو نمازیں ہیں "فمنهم من ان تصلوا فی المسجد اذا اقيمت الصلاة" یہاں فی مسجد کی قید لگی ہوئی ہے جب تک اس کے خلاف نہ دکھایا جائے نفل بھی معتبر ہے۔

نیز ابن عمر رضی اللہ عنہما اگر کسی کو مسجد کے اندر سنت فجر پڑھتے ہوئے دیکھتے اقامت شروع ہونے کے بعد تو اس کو نکل کر باہر جاتے حالانکہ صحیح روایت میں ان کا یہ عمل مقبول ہے کہ جب وہ مسجد کی طرف متوجہ ہوتے اور اقامت سنتے تو دو رکعت سنت فجر حضرت حصہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں پڑھتے پھر مسجد میں داخل ہوتے اور نہ عت میں شامل ہو جاتے۔ (کذا فی المفتح)

اس سے معلوم ہوا کہ حنفیہ اور مالکیہ کا قول ہے اصل نہیں اس کے علاوہ امام طحاوی اور ابن ابی شیبہ وغیرہا نے بہت سے آثار صحابہ و تابعین نقل کئے ہیں ان میں سے کچھ خارجی مسجد سنت فجر کی دو رکعت کے جواز پر دلالت کرتے ہیں نیز حدیث باب کا ایک اور جواب یہ بھی دیا جاسکتا ہے کہ کبھی کسی نفل کی قید اس سے نہیں کی جاتی ہے لیکن اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس کے اسباب

۔ حدیث دین جائے تو یہاں حدیث باب میں ”فلا صلاۃ“ کا ارشاد اقامت کے وقت فعل غیر کو یہ سے منع کے لئے نہیں بلکہ مقصود ایسے اسباب میں مشغول ہونے سے روک دینا ہے جو فرض کی اقامت کے وقت سوائے فرض کے نفس لیس فرض کی نوبت تک پہنچانے والے ہوں۔

اب رہا یہ سوال اگر اس کی نوبت ہو جائے تو یہ کرے حدیث باب اس سے نہایت ہے۔ اس کا حکم دوسرے آثار و قرائن سے معلوم کیا جائے گا تو حدیث باب سے اس بات پر تنبیہ و ترغیب مقصود ہے کہ فرض کی اقامت سے پہلے جلدی سے جہد کی منتیں پڑھ کر فرض کے لئے فارغ ہو جائے وہی فرض کی طرف وہ حدیث اشارہ کر رہی ہے جس کو حضراتی نے الکبیر میں منہ جہد کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کو فرض کی دو رکعت سخت پڑھنے دیکھا جبکہ مؤذن نے اقامت شروع کی تو حضور ﷺ نے ان کے سونٹھے کھٹکھٹائی کہ ”الا کمن هذا قبل هذا“ کہ سنت تحریر شروع ہونے سے پہلے کیوں نہیں پڑھی اب پڑھ رہے ہو اور کیا مفہوم حدیث کا جو ہم نے بیان کیا ہے اور جس پر حدیث کو عمل کیا ہے اس کی تفسیر جو اب ہے چنانچہ قاضی عیاض نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ”بئس صلا حدان يقول نیست آتہ کبیت و کبیت سل بسی“ کے تحت فرمایا کہ اس حدیث کی بھرپور دلیل تو جہد ہے کہ اس میں اس قول کے استعمال کی مذمت نہیں فرمائی بلکہ قاری کے حاکم کی مذمت کی کہ قرآن کی تحریر کی نہیں کی بوجہ غفلت اور بے پروائی کے اس حدیث نوبت آگئی کہ قرآن بھول گیا وہی مخرج سے حنفیہ ائمہ نے بعض تراجم بخاری کی شرح میں فرمایا کہ ”بئس آتہ کبیت و کبیت“ کہنے سے ممانعت کا مقصد اس لفظ کے استعمال سے منع کرنا نہیں بلکہ مقصود ان اسباب کے اختیار کرنے سے منع کرنا ہے جو منہجی الی التیسین میں ہیں حتیٰ کہ اس لفظ مذکور کے استعمال کی نوبت آجائے تو یہ بات اس حدیث باب میں سمجھ نہیں کہ شارع ﷺ کا مقصود ”فلا صلاۃ“ سے نفی صلاۃ نہیں بلکہ ایسے اسباب سے منع کیا گیا ہے جن سے یہ نوبت پہنچ کر اقامت کے وقت منتیں پڑھنے لگے اس وقت تو کوئی بھی پڑھنا چاہے یہ تو جہد مذکور بالا طمانینی نے کی ہے جو نہایت خلیف ہے اور بخاری کے متن موافق ہے۔

(فتح المبلغ ۲/۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳)

یاد رہے کہ یہ تفصیل مذکور فجر کی سنت کے بار میں ہے نہ کہ سنت ظہر کے بار میں ظہر کی چار رکعت سنت دونوں حالتوں میں خواہ وہ پہلے ہو کہ رکعت ظہر کی یا پہلے ہو بہر حال چھوڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے کیونکہ چار رکعت کا ادا کرنا فرض کے بعد وقت کے اندر ممکن ہے یہی صحیح ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (ہدایہ)

فَیْمَنْ یُصَلِّی رُكْعَتَی الْفَجْرِ وَالْإِمَامُ فِی الصَّلَاةِ

اس شخص کی نماز کا کیا حکم ہے جو فجر کی دو رکعت سنت ادا کرے جبکہ امام فرض پڑھ رہا ہو

احمد بن محمد بن حنیف بن عویس قال حدثنا حماد قال حدثنا عاصم عن عبد الله بن مسعود قال

حاضر جل و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلاة الصبح فوکیع الترمذین ثم دخل فلما قصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاته قال با فلان ایہما صلاتک، انی صلیت معنا اوالی صلیت معک۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا جبکہ رسول اللہ ﷺ فجر نماز میں تھے اس شخص نے دور کرتے ہوئے چھڑیاں میں شامل ہو گیا جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو فرمایا: کیا اس نے دو رکعت کی ہے؟ یہ کہہ کر وہ تھوڑی دیر میں باہر نکلا۔

تشریح: "ایہما صلاتک" اس وقت اس نے کہا کہ فرض نماز کیا ہے؟ تصور وہاں شخص کے فعل پر ہے، اور اللہ ہے کہ جس نے نہ تکبیر سے شروع کیا ہے نہ اذان پڑھی ہے اور نماز میں فرض ہے تو کیا کوئی ٹھنڈا شخص جب اپنے مقصود کو پالے وہ اپنے مقصود پر غیر مقصود کو معتد کر سکتا ہے اور وہ نماز سات ہے تو خلاف مقول ہے کیوں کہ سنت ادا کرنے کے لئے مسجد سے گھر بھرتے مگر تاخرین فقہاء نے اس میں توسیع کی ہے کہ داخل مسجد میں بھی کسی کو شمس میں سنت پڑھنے کی عجز نہیں، اور اس کو بعض علماء نے امام ابوحنیفہؒ کی یہ ف منسوب کر دیا، مگر واضح ہے کہ یہ آپ کا عمل نہ ہے بلکہ احادیث کی تحریرات میں سے ہے آپ کا عمل مذہب وہی ہے جو عنوان سابق کے تحت لار پکا ہے کہ سنت فجر کی، انگلی میں، اور میں ہیں آپ کو یہ فرض کی ایک رکعت مل جائے وہ یہ کہ نماز میں اور نہ۔

المصنف خلف الصف

صف کے پیچھے تھا نماز پڑھنے والے کا بیان

احمد بن عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمن قال حدثنا شعیب قال حدثنا ابی اسحق بن عبد اللہ قال سمعت انساً رضى الله عنه قال انما رسول الله صلى الله عليه وسلم في بيتا فصلت انا وبينما خلفه وصليت اعم فليمنه خلفنا۔

حاکم بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص سے سنا انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے وقت تشریف لائے ہیں میں اور آپ کے پیچھے نماز پڑھی اور امام طلحہ نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

امیر مائتہ قال حدثنا يوحى بنى ابن قيس عن ابن مالك وهو عمرو عن عيسى الجوزاء عن ابن عباس قال كانت امرأة تنصني خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم حسنة من احبب الناس قال فكان بعض القوم ينفذون في الصف الاول للابراهما ويستأجر بعضهم حتى يكون في الصف المعزج قالوا وكي يظن من تحت ابطه فانزل الله عروجل ولقد علمنا المستغف منكم ولقد علمنا المستأجر من۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک عورت نے نبوت فریستہ سے حق رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنی ان

عبارت ہے کہ میں نے کچھ لوگ ایسی صف کی طرف پڑھتے تھے کہ اس عورت پر نظر نہ پڑے اور کچھ لوگ پیچھے کی طرف ہٹتے یہاں تک کہ پچھلی صف میں گھسے ہوئے جب رکوع کرتے تو بال بٹل کے نیچے سے اس عورت پر نظر ڈالتے اسی کے متعلق اللہ عزوجل نے یہ حکام نازل فرمائے "وَلَقَدْ عَلَّمْنَا الْمُسْلِمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلَّمْنَا الْمُسْتَخْرِينَ" اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے آگے بڑھنے والوں کو بھی اور ہم جانتے ہیں کہ پیچھے صف کی طرف ہٹنے والوں کو بھی۔

علامہ سندھی نے کہا کہ پچھلی صف کی طرف ہٹنے والے شاید منافقین ہوں یا بد دل لوگ۔ واللہ تعالیٰ اعلم اور حدیث ثانی کی دلالت بنی بھٹس لوگوں کے اس لیے پیچھے گھسنے پر ہے نیز یہ حدیث کا ترجمہ کوئی رہا نہیں۔

الركوع دون الصف

صف میں پہنچنے سے پہلے رکوع کرنا

احسننا حمید بن مسعود عن یزید بن ذریع قال حدثنا سعید عن زیاد الاعلم قال حدثنا الحسن ان ابانکرة حدثنا انه دخل المسجد والنبي صلى الله عليه وسلم راکع فركع دون الصف فقال النبي صلى الله عليه وسلم زادك الله حرصاً ولا تعد۔

زیاد اعلم کہتے ہیں کہ ہم سے حسن بھری نے حدیث بیان کی اور ان سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ میں مسجد میں داخل ہوا اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں تھے میں نے صف کے پیچھے رکوع کیا (اور اسی حالت میں صف میں شامل ہو گیا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جہارت پر تیری حرص کو بڑھا دے اور آئندہ وہ بار دہرایا فعل مت کر۔

احسننا محمد بن عبد اللہ بن العبارک قال حدثني ابو اسامة قال حدثني الوليد بن كثير عن سعيد بن ابی سعيد عن ابیہ عن ابی ہریرۃ قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم يومئذ انصرف لفضال بن فلان الا تحسن صلاتك الا ينظر المصلی كيف يصلي لعله لنی ابصر من ورائی كما ابصر من ہدی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز پڑھی پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک شخص سے مخاطب ہو کر فرمایا اے فلان کیا تو اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا کیا نمازی دیکھنا نہیں کہس طرح نماز پڑھتا ہے اپنے لئے دیکھ میں اپنے پیچھے سے بھی دیکھنا بنوں میں طرز اپنے آگے سے دیکھنا ہوں۔

تشریح: پہلی حدیث کا راوی زیاد بن حسن زیاد اعلم سے مشہور ہے علم کے معنی میں پہلے ہوئے ہونٹ والا ان کے اوپر کا ہونٹ پھٹا ہوا تھا اس لئے زیاد اعلم سے معروف تھے امام احمد اور ابن معین (طبرہ رحمہما) اللہ تعالیٰ نے ان کی توفیق کی ہے

نہو سائے میں بھر کر کے واسطے سے حضرت ابو بکرؓ کا واقعہ بیان کیا ہے ان کا اصل نام نجیح بن حارث ثقفی ہے جب وہ مسجد میں داخل ہوئے ابھی صف میں نہ پہنچے تھے صف کے پیچھے نیت باندھ کر رکوع میں شریک ہو گئے تاکہ رکعت ہاتھ سے نہ جائے پھر ایک رکعت کے ساتھ صف کی طرف چلے اور صف میں شامل ہو گئے جب حضور اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے آپ ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا آپ ﷺ نے فرمایا "راذک اللہ حرصا ولا تعد" یعنی ان کے لئے وہ قربانی کہ اللہ تعالیٰ تیری حرص میں العباد کو زیادہ کرے کیوں کہ میرے اس نفس کا سبب عزت کی حرص اور جماعت کی فضیلت حاصل کرنا ہے اور عزت کی حرص مطلب محمود ہے لیکن اللہ وہی طریقہ اختیار نہ کرنا کیوں کہ کسی ایک کام کی حرص اور رغبت جب ہی محمود ہو سکتی ہے کہ اور رغبت کے موافق ہو ورنہ جو حرص علی العبادہ طریقہ شرعہ کے خلاف ہو وہ مذموم ہے اسی لئے فرمایا "ولا تعد" کہ اللہ اس طریقہ سے جو تجھے اختیار کیا ہے احتیاط کرنا۔

ظاہر یہی ہے کہ "ولا تعد" اس سے ہے جو مطلب یہ ہے کہ صف کے پیچھے رکوع کرنا پھر رکوع کی حالت میں ایک رکعت میں کر صف میں شامل ہونے کا عمل کو مفسد نہ نہیں لیکن اس سے احتراز اولیٰ ہے اس لئے وہ وہی طریقہ اختیار مت کر کہ ایک صف میں کھڑے ہو جاؤ پھر نیت باندھ کر رکوع میں شریک ہو جاؤ اس کی تائید طاووسؒ کی روایت سے ہوتی ہے انہوں نے حضرت ابو بکرؓ سے بطور مرفوع حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرمایا "اذا فات احدکم الصلاۃ فلا یسرع دون الصف حتی یأخذ مکانہ من الصف" کہ جب تم میں سے کوئی نماز کے لئے حاضر ہو جائے تو صف کے پیچھے رکوع نہ کرے یہاں تک کہ صف میں پہنچ جائے اور بعضوں نے کہا یہ لفظ "لا تعد" "یعنی کے سکون اور وال کے پیش کے ساتھ عدد سے ہے جس کے معنی ہیں دوڑنا اس احتمال پر مطلب یہ ہو گا کہ تم نماز کے لئے دوڑتے ہوئے مت آؤ اس لئے کہ یہ اہمیت والی کی کیفیت یہ ہو جاوے سکون سے آؤ اور میر کر دینا اس تک کہ صف میں پہنچ جاؤ پھر نماز میں شامل ہو جاؤ مگر مقام کی مناسبت سے معنی اول زیادہ صحیح ہیں اور اسی کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے زیادہ واضح فرمایا چنانچہ وہ فرماتے ہیں ہم نے لائق کو تمام روایات میں عام کے زبردستوں کے پیش کے ساتھ خود سے مذہب کیا ہے۔

دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اس میں بھی غالباً اسی کا واقعہ ذکر ہے فرمایا "لا تأخذ حسن صلاتک الحدیث" اور "انی انصر من والی الطبع" کی تفسیر بآئین میں سُر جھکی ہے۔

(بذل المسجود ۶۶/۱ و حاشیہ السنائی ۱۴۹/۱)

الصلاة بعد الظهر

بعد ظہر نماز کا بیان

الحیرونا فضیلة بن سعید عن مانک عن نافع عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان

بصلی قبل الظہر و کعبین و بعدھا رکعتین و کان یصلی بعد المغرب و کعبین فی بیتہ و بعد العشاء و کعبین و کان لا یصلی بعد الجمعة حتی یتصرف فیصلی رکعتین۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ٹکرتے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے اور اس کے بعد دو رکعت پڑھتے اور مغرب کے بعد اپنے گھر میں دو رکعت پڑھتے تھے اور عشاء کے بعد دو رکعت پڑھتے اور جمعہ کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ اپنے گھر میں تشریف لے جاتے پھر دو رکعت پڑھتے۔

تشریح: علامہ سندھی نے لکھا ہے کہ اسی حدیث میں قبل شہر دو رکعت کا ذکر ہے اور دوسری روایت میں چار رکعت کا ذکر آیا ہے ان میں کوئی اختلاف نہیں کیوں کہ ممکن ہے آپ ﷺ کبھی دو رکعت پڑھتے ہوں اور کبھی چار رکعت البتہ حدیث قولی تائید کرتی ہے چار والی حدیث کی اس لئے اس کو ترجیح دی جائے گی اور حدیث قولی یہ ہے کہ ”من ساءر علی النبی عشرۃ رکعة الصبح“ جو شخص دن و رات میں بارہ رکعتیں ہمیشہ پڑھے اس کے لئے بہشت میں مقرر کیا جاتا ہے اسی حدیث میں ٹکرتے پہلے چار رکعت کا ذکر آیا ہے اسی لئے ہمارے علماء چار رکعت کے قائل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲۰/۲)

انصلاۃ قبل العصر و ذکر اختلاف الناقلین عن ابی اسحق فی ذالک

عصر سے پہلے نماز اور اس میں ابوالاخٹل سے نقل کرنے والوں میں اختلاف کا ذکر

احمر بن اسماعیل بن مسعود قال حدثنا یزید بن زریع قال حدثنا شعبة عن ابی اسحق عن عاصم بن حمیرۃ قال سألنا علیہ عن صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابکم یطیق ذالک قلنا ان لم نطقہ سمعنا قال کان اذا کانت الشمس من ہہنا کہیاہا من ہہنا عند العصر صلی رکعتین فاذا کانت من ہہنا کہیاہا من ہہنا عند الظہر صلی اربعاً و بعدھا تسنین و یصلی قبل العصر اربعاً و یفصل بین کل رکعتین بتسلیم علی الملائکۃ المقربین و النسب و من تبعہم من المؤمنین و المسلمین۔

عاصم بن حمیرہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے متعلق دریافت کیا علی رضی اللہ عنہ نے کہا تم میں سے کون اس کی حالت رکھتا ہے ہم نے کہا اگرچہ ہم اس کی حالت نہیں رکھتے پھر بھی سنا جائے جس میں علی رضی اللہ عنہ نے کہا جب آفتاب مشرق کی جانب اٹھا اور چاہتا ہے جیسے عصر کے وقت مغرب کی جانب ہوتا ہے تو حضور اکرم ﷺ دو رکعت پڑھتے اور جب آفتاب مشرق کی جانب آیا ہوتا ہے جیسے ظہر کے وقت مغرب کی جانب ہوتا ہے تو چار رکعت پڑھتے اور ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے اور اس کے بعد دو رکعت پڑھتے اور عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے پھر دو رکعت کے درمیان فرق کرتے سلام کرنے کے ساتھ مغربین فرشتوں پر اور انبیاء پر اور ایمان والوں اور مسلمانوں میں سے جو ان

کے: یٰ ایاہا النبیؐ۔

اخبرنا محمد بن العسی قال حدثنا محمد بن عبدالرحمن قال حدثنا حصین بن عبدالرحمن عن اسی اسحاق عن عاصم بن ضمرۃ قال سألت علی بن ابی طالب عن صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النہار قبل المغرب قال من یطیق ذالک ثم اخبرنا قال کن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی حين تریغ الشمس رکعتین وقبل نصف النہار أربع رکعات یجعل التسلیم فی آخرہ

عاصم بن ضمرہ سے روایت ہے: کہتے ہیں کہ میں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نماز کے متعلق پوچھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے پڑھتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کون اس کی طاقت رکھتا ہے پھر ہمیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت پڑھتے تھے جبکہ آفتاب بلند ہوتا اور نصف نہار سے پہلے چار رکعت پڑھتے اور ان رکعتوں کے آخر میں سلام بھیج دیتے۔

تشریح: علامہ سندھی نے لکھا ہے کہ ”اذا غابت الشمس من ہذا الخ“ سے مراد چاشت کا وقت ہے یعنی چاشت کے وقت دو رکعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے روزوال آفتاب سے کچھ پہلے چار رکعت پڑھتے اس نماز کو مسئلۃ الاولاد میں کہا جاتا ہے اور تسلیم علی الصلاۃ کے ساتھ ہر دو رکعت کے درمیان تسلیل کرتے یعنی شہد پڑھتے جیسا کہ امام ترمذی نے حقائق میں ابو نعیم کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ”تسلیم علی الصلاۃ“ سے مراد شہد ہے اس کو تسلیم سے اس سے تعبیر کیا گیا ہے کہ اس میں ”السلام“

علیہا ومعنی عباد اللہ الصالحین“ ہے اور یہی توجید ظاہر ہے اس کی تائید دوسری روایت کرتی ہے اس میں ”یجعل التسلیم فی آخرہ“ ”آیہ ہے اس کو تسلیم خروج پر یعنی سلام کے ساتھ نماز سے فارغ ہونے پر عمل کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم



کتاب الافتتاح

باب العمل فی افتتاح الصلاة

افتتاح نماز کے طریقے کا بیان

اخبرنا عمرو بن منصور قال حدثنا علی بن عباس قال حدثنا شعب عن الزهري قال حدثني سالم بن اخیسی احمد بن محمد بن المعبر قال حدثنا عثمان بن سعید عن شعب عن محمد وهو الزهري قال اخبرني سالم بن عبد الله بن عمر عن ابن عمر قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اتى المسجد فلي الصلاة رفع يديه حين يكبر حتى يجعلهما حذو منكبيه واذا كبر للركوع فعل مثل ذلك ثم اذا قال سمع الله لمن حمده فعل مثل ذلك وفان ركبنا ولك الحمد ولا بفعل ذلك حين يسجد ولا حين يرفع رأسه من السجود.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کچھ دس آپ ﷺ تکبیر کے ساتھ نماز شروع کرتے تو جس وقت تکبیر کہتے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھاتے اور جب رکوع کے واسطے تکبیر کہتے تو ای طرح کرتے پھر جب "سمع الله لمن حمده" کہتے تو ای طرح کرتے اور کہتے "ولك الحمد" اور جب سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور ان وقت اللہ تعالیٰ دس آپ ﷺ ہاتھ اٹھاتے۔

اسی حدیث میں ہمیں موضع رفع ۱۰ ہین کے بیان کئے ہیں ایک تکبیر تحریر کے وقت دوسرا رکوع کے وقت تیسرا رکوع سے سر اٹھانے کے وقت تکبیر تحریر ۱۰ ہین اٹھانے فرض ہے اس وقت رشتہ یں پر سب کا اہتمام ہے سوائے اس کے ہاتھوں کا اٹھانا مختلف ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ امام شافعی اور امام احمد و غیرہ انہم اللہ کہتے ہیں کہ رکوع میں جائے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رشتہ یں پر مستحب ہے اسی کے مطابق امام مالک سے بھی ایک روایت ہے اور مشافعی کا کہ ایک قول یہ ہے کہ جب تشہد میں سے کواہوۃ رفع ۱۰ ہین مستحب ہے۔ (قالہ النووی)

امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب اور اہل کوثر کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ سوائے تکبیر تحریر کے دوسرے مواقع پر رفع ۱۰ ہین مستحب نہیں مگر امام مالک کی مشہور روایت ہے امام مالک کے شاگرد صاحب المدون بن اتمام، امام مالک سے یہی قول نقل کرتے ہیں اور ابن رشد مالکی نے بدلیۃ المجتہد میں نقل کیا ہے کہ امام مالک نے اہل مدینہ سے عمل کی موافقت میں ترک رشتہ یں کو ترجیح دی۔

امام ترمذی نے کہا کہ یہ تحریم ﷺ کے صحابہ اور تابعین سے و کفر اہل علم کا قول ترک رشتہ یں ہے یہاں یہ بات ذہن

میں بھی، جنکی اور شافعی، تھے اور ابنِ قتیبہ دین اور بعدِ رفعِ یدین کے ساتھ جو اسنادِ شافعی کوئی مذکور نہیں چند صحیح و مرسلین کے
سوائے بجز اقتضائے کہ دوسرے سوائے رفعِ یدین نہیں کیا، اذہم شافعی اس کی نماز کو دوسرے نہیں کہتے، وہ اگر کسی نے دیکھا ہے
جسے وقت جسے کہہ کر تے وقت بھی، دونوں ساتھ اٹھتے تو امام ابوحنیفہ یہ نہیں کہتے ہیں کہ اس کی نماز قاعدہ جوگی بلکہ دونوں
فرقیوں نے درمیان اختلافِ اولویت کا ہے، آپ بعدِ رفعِ اُفشار ہے، اِس رفعِ یدین افضل ہے جنکی قدرت نے اولیٰ و اعلیٰ دیکھ کر اور
شافعی حضرات نے علیٰ کو اختیار کیا، اور یہ اختلاف صرف کورائے ہے، اور کورائے کے بعد رفعِ یدین میں ہے، امام شافعی وغیرہم
کے مسلک کی بناءً حدیثِ بابِ اوردیکھیں، ان حدیثِ مرفوعہ پر ہے، اُنھیں راوی اور بعدِ کونج رفعِ یدین پر وارد کرتی ہیں، اذہم
روایتِ وغیرہم کے قول کی بناءً حضرت ابنِ مسعود و جابر بن عبد اللہ و براء بن عازب وغیرہم صحیحہ کی بناءً حدیثِ مرفوعہ پر ہے جن سے
ترکِ رفعِ یدین ثابت ہے حضرت ابنِ مسعود صحیحہ کی حدیث کا مضمون یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے ہم سے کہا
کیا میں تمہارے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی نماز بھی کرتا ہوں؟ پر صحیحہ فرمادیں کہ ہاں، اور دونوں ساتھ ہیں، اُنھیں مگر اہلِ حدیث
نہیں کہ اس کو نہ ہر تہذیبی و بلاد اور اور عالمی رحمہم اللہ تعالیٰ نے، روایت کیا ہے اور تہذیبی نے اس حدیث کا حسن کہ یہ حدیث
جو سن ہے کہ کئی کریم صحیح کی بناءً رفعِ یدین برقی تھی چونکہ یہ حدیث خاصہ ائمہ کے مسلک کے خلاف ہے اس نے انہوں نے
اس پر چند اعتراضات کئے ہیں، اول یہ کہ امام تہذیبی نے عبد اللہ بن مسعود کے روایت کی نہیں ہے کہا کہ حدیث ہی مسعود
ثابت نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابنِ مسعود صحیح کی حدیث دو مضمون کے ساتھ مروی ہے ایک میں ترکِ رفعِ یدین کو
جہان کی ہے جس کا مضمون اُنھی اور اگر کہتا ہے دوسری میں رفعِ یدین کو کہتا ہے جس کے لفظ یہ ہیں "ان السبی صلی اللہ علیہ
وسم کن یومع یدہ فی" (۱) تکبیرۃ ثم لا یعود" (۲) (اخرجه الطحاوی وغیرہم)

اور ظاہر یہی ہے کہ بعد اللہ بن مہارک کا قول مذکور مضمون ثانی یعنی رفع قوی کے ہمارے مراد سے ترک رفع فعلی کے بارے میں جس کی دلیل یہ ہے کہ سنن نسائی میں ہے "قوان" "تسوک" ذائقہ "کے تحت یہی ترک رفع فعلی، انی حدیث جو ابھی اوپر نقل کی گئی ہے خود حضرت عبداللہ بن مبارک نے بروایت "غیاث" روایت کی ہے اور بن مبارک نے یہ نہیں کہا "تسم یست حدیث من لم یرفع ای حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہم" "انہما سے ثابت ہوا کہ ابن مبارک کا قول مذکور جوامام ترمذی نے نقل کیا ہے وہ رفع قوی سے متعلق ہے بلکہ مخالفین کے لئے مناسب نہیں اس کے اس قول کو رفع فعلی والی روایت پر چسپاں کریں پھر وہ بعد ازاں سے مام لیا جائے یہ جواب علامہ طبرسی اسنن بیہقی نے اپنی کتاب "تار اسنن میں دی ہے اور اس کو رفع العلم میں بھی نقل کیا ہے۔ (۱۲/۱)

حضرت عبداللہ بن مبارک سے اس قول کا ذکر اُسے پیش کر دیا۔ حضرت ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یرفع لافسی ول مرفہ کا ایک جواب دیا۔ اُنہی اُفتی اُفتی نے ایک جواب دیا: ہاں تم یہ دو باتیں مبارک کے نزدیک حدیث ثابت نہ ہونے سے ان کے غیر کے نزدیک بھی ثابت نہ ہونے کا لازم نہیں آتا۔ یہ کس طرح کی ہوسٹ سے جانا لگا کہ حدیث

عبداللہ بن ادریسؒ کے مضمون حدیث کا اختلاف واضح طور پر ثابت کر رہا ہے وہوں کو ایک ہی حدیث بتا کر قرین قیاس نہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ بالفرض ہم وہوں کے بیانی کا مگر وہ حدیث واحد تسلیم بھی کر لیں لیکن کھوٹ وہی حدیث ہے جو سفیان ثوری نے روایت کی ہے یہاں اور اس سے احفظ میں چند نیچے حافظ ابن حجر نے تقریب میں سفیان ثوری کے متعلق فرمایا ہے: "ثقة له في الحديث" اور جو حدیث ابن ادریسؒ نے روایت کی ہے وہ شاذ ہے کیوں کہ وہ مرجع میں سفیان ثوری سے کم ہیں نیز یہ حدیث ابن ادریسؒ اہل سنت پر بھی ہوں تب بھی ان کی مخالفت سفیان ثوری کی روایت کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتی اس لئے کہ سفیان ثوری ثقہ حافظ و امام اور محترم ہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ زیادتی معتبر اور مستند راوی یعنی سفیان ثوری کی ہے اور معتبر حافظ اور متقن کی زیادہ مقبول ہے۔ اب رہا امام بخاریؒ وغیرہم کا یہ کہنا کہ کتاب یعنی لکھا ہوا اہل علم کے یہاں احفظ یعنی زیادہ محفوظ ہے تو یہ قول ضابطہ کلیہ نہیں کیوں کہ بعض اوقات نسخہ اور نقلی کتابت بھی ممکن ہوتی ہے پھر اس کی تصحیح اور اصلاح عالم اپنی یادداشت سے کرتا ہے اس لئے ممکن ہے کہ غلط "ثم لا يعود" کتاب کی غلطی سے عبداللہ بن ادریسؒ کی کتاب سے مراد ہو گیا ہو۔

چوتھا جواب غلطہ سے پہلے نے نصب الرایہ میں یہ دیا ہے کہ امام بخاریؒ اور یوحنا نے کہا کہ لفظ "ثم لا يعود" کی روایت میں سفیان ثوری سے دہم زدگی اور اہل عقول وغیرہ نے کہا کہ اس لفظ کے بیان میں غلطی ہو گئی ہے واضح ہو کہ یہ اس اختلاف ہے جس سے وہوں قول بوزن اور غیر موزن ہو جاتے ہیں کسی حدیث کی طرف رجوع کے علاوہ کوئی اور طریقہ نہیں کیوں کہ وہ غلط ثابت لے روایت کیا ہے۔

پانچواں جواب یہ کہ لفظ "ثم لا يعود" یا "فلم يعد" کو معطل قرار دینے سے امام بخاریؒ وغیرہ کو کیا فائدہ پہنچے گا جبکہ حقیقت یہ کہ اس لفظ کے مساوی لفظ کا ثبوت ہے چنانچہ امام احمدؒ نے اپنی سند میں متعدد مواضع میں "فلم يعد" برفع یدلہ الامورہ کے الفاظ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث میں روایت کئے ہیں اور امام احمدؒ نے اپنی کتاب مستدرک اس کے اندر روایت کر دی تمام احادیث ان کے نزدیک ثابت ہو گئے کی بناء پر اصل قرار دیا ہے غرض کہ امام بخاریؒ وغیرہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں "ثم لا يعود" بمراد معطل قرار دیں تب بھی کوئی حرج نہیں کیوں کہ اس کے بغیر بھی غیر ہم کا استدلال پروردگار کے یہاں کیوں کہ امام احمدؒ اور ابن شیبہؒ نے اس کے ہم معنی لفظ "فلم يعد" برفع یدلہ الامورہ "روایت کیا ہے جس سے مسک حنفی کی وضع نامید ہوتی ہے اس لئے قیاس بات یہ ہے کہ اس لفظ مذکور کی زیادتی ثابت ہے اس کو معطل نہ کیا کہ وہ بجا برسر انصاف کے خلاف ہے جس کی تفصیل ہم اوپر عرض کر چکے ہیں۔

چوتھا اعتراض حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پر یہ کیا جاتا ہے کہ شاید ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رفع یدلہ غیر ہم کے دوسرے مواضع پر رفع یدلہ کو بھول گئے ہوں جیسے رفع یدلہ میں علی بن ابی نجر کے علم کو بھول گئے اس لئے حضور اکرم ﷺ کے بعد بھی تطبیق کرتے رہے حالانکہ جمہور صحابہؓ اس کو منسوخ کہتے ہیں تاریخ حضرت سعد بن ابی وقاص کی

حدیث ہے وہ کہتے ہیں کہ پہلے ہم ماسودہ بالحقین تھے بعد کو حضور ﷺ نے امر بالرب فرمایا یعنی دو کوں میں دو کوں ہاتھ محفوظ پر رکھنے کا حکم فرمایا تو جس طرح ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسے محفوظ نہیں رکھ سکے ایسے ہی یہاں رفع یدین میں سب سے پہلے یہ غیر مقبول اعتراض ابوبکر بن اسحاق نے کیا ہے اس کے اس قول کو کہتے ہیں نے اپنی منہ منہ نقل کیا ہے اس گستاخانہ قول کی مخالفت اتنی ظاہر ہے کہ وہ قائل و ذری نہیں تو پھر اس کی طرف کیا التفات کیا جائے اور اس کا کیا جواب دیا جائے ”لا یقولہ الا مسعیف“ اس لئے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر نسیان کا الزام نہیں دیا جاتا ہے جس پر کوئی دلیل نہیں بلکہ ممکن بھی اس بات کو باور نہیں کرتی کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو رفع یدین کی حدیث معلوم نہ تھی اسے بھول گئے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ صف اول کے صحابہ میں سے تھے مولیٰ مدت تک حضور اکرم ﷺ کی صحبت میں رہے اور حضور ﷺ کا خادم رہے فراود حضرت میں ساٹھ سال تک حضور اکرم ﷺ کی اقتداء میں شب و روز نماز پڑھتے رہے اور جن کی شان میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”سكان العرب الناس هدبا ودلاً“ (اچھی فصلت و دلیری میں ہو سبنا (روایت پر پٹے میں) ہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن مسعود صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جبکہ لوگوں نے ان سے سوال کیا کہ ہمیں ایسے شخص کی طرف رہنمائی کیجئے جو تمام لوگوں میں حضور اکرم ﷺ سے راہروں میں بہت زیادہ قریب تھے ان کے ہم کوں سے حدیثیں سکھیں اور میں اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان کا اس قدر محبت حلق اور قرب تھا کہ وہ بے تکلف کثرت سے حضور اکرم ﷺ کے کمر میں آمد و رفت رکھتے تھے حتیٰ کہ انہی لوگ ان کو اہل بیت سے کچھ نیز دوسرے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی فطانت اور زیادہ علم ہائیت سے واقف ہونے کی شہادت دیتے چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو امور دنیا کی تعلیم دینے کے لئے اہل کوفہ کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا ”انسی و اھہ الذی لا الہ الا هو افر نکم بہ علی نفسی فخلو انہ کما فی طبقات ابن سعد“ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”فقیہ فی الدنیا عالم بالسنۃ کما فی الطبقات“ نیز فرمایا ”اما ابن مسعود فلقرأ القرآن و علم السنۃ و کفی بذلك کما فی الاستیعاب لابن عبد البر“ تو جن کی یہی شان ہو وہ جب کہیں کہ حضور اکرم ﷺ اول کعبہ تحریر میں ہاتھ اٹھایا کرتے پھر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے تو کیا انہوں نے حدیث رفع یدین محفوظ نہ رکھ سکے کی وجہ سے ایسی بات کہہ دی جیسا کہ بعض مخالفین کا خیال ہے ہرگز نہیں جس شخص نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر بلا وجہ بدگمانی کرتے ہوئے غلط الزام عدم علم اور نسیان کا لگایا ہے اس کو قیامت کے دن جواب دہی کے لئے تیار رہنا چاہئے انہوں نے بہانے میں کہیں کہ انہوں نے بغیر تحقیق اور دلیل کے کیوں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف عدم علم اور نسیان کی نسبت کر دی جبکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رفع یدین بھی روایت کرتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جمعا و اہل نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔ (رواہ الطحاوی وغیرہم) ”اور پھر فرماتے ہیں ”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یرفع الا یدہ“ ”تو معلوم ہوا کہ حدیث رفع یدین کی متروک ہو گئی جب ہی تو انہوں نے ترک کر دی اور نہ ترک ملت کا امن سے تصور تک نہیں کیا جا سکتا اس اعتراض مذکور کا خوب تفصیلی جواب علامہ ماری نے ”الوجہ الرابع“

میں دیا ہے جس کو شوقِ مذاہب رکھ لے۔

اب رہا تعلیق کا مسئلہ تو اس کا سبب عدم علم اور نسیان نہیں جیسے کاغذیں کاغذ ہیں ان کے پاس اپنے اس قول کی کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حدیث نسخ تعلیق محفوظ نہ رہ سکے بحوالہ ملے کیا وہ بتلے ہے صرف نفسِ تعلیق سے ان کی طرف عدم حفظ اور نسیان کی نسبت سراسر غلط بات ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیانِ جواز کی غرض سے تعلیق کی ہوتا کہ لوگ اس کو ترجمہ نہیں باوجود اس کے رفعِ یدین کی روایت کو نسخِ تعلیق پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے یعنی ایک چیز کا دوسری چیز پر ان میں نہ جہت اور نہ بہت کے بغیر قیاس کرنا کیوں کہ رفعِ یدین میں تو دلیل نسخ واضح ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رفعِ یدین بھی روایت کرتے ہیں اور عدم رفعِ یدین بھی پھر ان کا معمول عدم رفع رہا تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک حدیث رفعِ یدین متروک ہو گئی بدین ترک رفع کی وجہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رفعِ یدین کی سنت کو کیسے ترک کر سکتے ہیں بخلاف تعلیق کے اس کا حال مثل رفعِ یدین کے واضح نہیں ”کسما لا یستطیع علی غیر المستعصب والمعاد“ اس لئے قیاس نہ کر درست نہیں چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھتے ہیں کہ اگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نسیان ہو گیا تو کیا حضرت عمر اور حضرت علی اور اصحاب علی اور اصحاب ابن مسعود رضی اللہ عنہ سب کو نسیان ہو گیا ہے انکار صحیح ہے ثابت ہے کہ یہ سب حضرات کبیر تحریر کے وقت رفعِ یدین کرتے اس کے بعد نہیں کرتے تھے اور کوئی شک نہیں کہ حضرت علی اور ابن مسعود وغیرہم رضی اللہ عنہم انکار صحابہ ایسے نہ تھے کہ ایک سنت نہایت کوہن و دلیل ترک رفعِ یدین کے مع ہنگاموں اصحاب کے ترک کر دیں ”لا یضولہ الا احملی“ غرض کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث پر جتنے اعتراضات کئے گئے ہیں غلط تحقیق وہ سب غلط ہیں کیوں کہ ان حدیث کو امام ترمذی و حافظ ابن عساکر و امام ابن حزم اور حافظ ابن حجر وغیرہ بہت سے محدثین رحمہم اللہ نے حسن بلکہ صحیح قرار دیا ہے لہذا اس حدیث کے قائل جہت ہونے میں کوئی اچال نہیں۔

حضرت براء بن عازب کی روایت

ابو حنیفہ اور آپ کے موافقین کی دوسری دلیل حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبیر افتتاح کے وقت رفعِ یدین کرتے تھے حتیٰ کہ دونوں کان کی لڑکے قریب اٹھاتے پھر دوبارہ نہیں اٹھاتے تھے رواہ ابو داؤد و ابن ابی شیبہ اور طحاوی و حرثہ نے اس کو تین طریق اسناد سے روایت کیا اس حدیث سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوائے کبیر تحریر کے رفعِ یدین نہیں کرتے تھے اس حدیث پر محدثین کی طرف سے کچھ اعتراضات کئے گئے ہیں۔

ایک یہ کہ امام ابو داؤد و حرثہ نے اس حدیث کو شذوذ قرار دیا ہے کیوں کہ اس حدیث میں ”ثم لا یعود“ کا جملہ صرف شریک نے روایت کیا ہے دوسرے سند راویوں کی روایت میں یہ جملہ نہیں ہے چنانچہ روایت حدیث کے بعد امام ابو داؤد فرماتے ہیں ”روی هذا الحديث هشيم وعلاء وابن ادریس عن يزيد بن ابي زياد لم يذكر وا ثم لا یعود“ اور

ابن عمر رضی اللہ عنہما خطابی نے بھی کیا ہے انہوں نے کہا کہ اس جملہ کی روایت میں شریک مسند ہے تھا یعنی بشیر اور حدیث وغیرہما نے اس کو مزید بنی زیادہ سے نقل نہیں کیا لہذا فرد کی روایت مروج اور ثبوت اس کا جواب یہ ہے کہ اعتراض نہ کوئی نہیں بلکہ شریک کے اس جملہ کی روایت میں مزید بنی ابی زیادہ سے متابعت کیثرتاً موجود ہیں ان کے ساتھ اس حدیث کو مزید بنی ابی زیادہ سے روایت کیا ہے اور سب نے اس حدیث میں ثم لایعود کی زیادتی روایت کی ہے اس سے ابورؤکا قول نہ کو غیر معقول ثابت ہو جائے۔

نیز داؤد قسطلی میں اس جملہ میں ذکر کیا ہے شریک کی متابعت کی ہے اور تھمططرافی اسط میں حرۃ الخریات نے شریک کی متابعت کی ہے اور محمدی میں سفیان ثوری نے شریک کی متابعت کی ہے اور اسراکل بن یونس نے بھی اس حدیث کو ثم لایعود کی زیادتی کے ساتھ مزید بنی ابی زیادہ سے روایت کیا ہے (کذا مع وجہ البیہقی فی الصحاح) لہذا شریک کے تفرک کا قول صحیح نہیں۔

دوسرا اعتراض اس حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ کیا ہے کہ ثم لایعود حدیث کا لفظ نہیں بلکہ مزید بنی ابی زیادہ قول ہے جو حدیث میں داخل کر دیا گیا ہے کیوں کہ وہ ایک عرصہ تک مکرمہ میں حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ثم لایعود کی زیادہ سے بغیر روایت کرتے تھے پھر جب کوفہ میں آئے تو وہ انہوں نے اصل کوئی کی تحقیق سے ثم لایعود روایت کرنا شروع کر دیا امام بخاری کہتے ہیں کہ ثم لایعود کی زیادتی حدیث سے نہ ہو۔ نہ پر خود سفیان بن عیینہ کا قول دلالت کرتا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں "ثم فعمت الکوفة فسمعت بعدئذ بعدا وزاد فیہ ثم لایعود فظلت انہم لفقوہ" کہ کوفہ سے نکلتے ہوئے بنی ابی زیادہ ایک عرصہ تک حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ثم لایعود جملہ کے بغیر روایت کرتے تھے پھر کوفہ میں حاضر خدمت ہونے کے بعد میں نے ان سے نہ کہ وہ اس جملہ کی زیادتی کے ساتھ حدیث بیان کرتے تھے اور یہی اعتراض امام ابو داؤد نے بھی کیا ہے چنانچہ سفیان بن عیینہ کے طریق سے روایت حدیث کے بعد فرماتے ہیں "قال سفیان فسال لسانا سال کوفہ بعد ثم لایعود" یعنی سفیان کہتے ہیں کہ حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مزید بنی ابی زیادہ سے ہم سے بغیر ثم لایعود کے روایت کرتے تھے پھر جب کوفہ میں داخل ہوئے تو ہمیں حدیث اس لفظ کی زیادتی کے ساتھ روایت کی تو میرا خیال کہتا ہے کہ انہوں نے اصل کوئی کی تحقیق سے اس زاد لفظ کی روایت شروع کر دی لہذا وہ لفظ صحیح نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے یہ کیا ہے کہ بخاری نے کہا حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث عینی عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ اور حکم بن عیینہ نے بھی عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کے واسطے سے روایت کی ہے اس میں ثم لایعود کا لفظ ہے۔ امام ابو داؤد نے عینی عن عبد الرحمن اور حکم کے طریق سے روایت کی ہے اور عینی عن عبد الرحمن بلاشبہ مزید بنی ابی زیادہ سے زیادہ تو میں نے نیز امام احمدی نے عینی اور حکم کی روایت سے ثم لایعود کی زیادتی کے ساتھ بیان کی ہے جبکہ عینی عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ اور حکم بن عیینہ دونوں عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ کے واسطے سے حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ثم لایعود کا جملہ روایت کیا ہے اور دونوں شہ ہیں تو اس سے بخاری وغیرہ کا اعتراض نہ کو کر کہ یہ جملہ مزید بنی ابی زیادہ کا قول ہے، طے ہو گیا لیکن اس پر سختی ہے یہ

فی الصلاة "نہیں تو دونوں حدیثوں میں سوائے تشبیہ کے کوئی اعتبار نہیں تشبیہ جوہی ہے اور انوں تشبیہ یہاں سے نہیں یہاں سیاق حدیث شائد ہے کہ واقعات: ایک ایک ہیں دوسری چیز یہ کہ جو شخص تسلیم کے وقت رفع یرین کرتا ہوا اس سے اعتناء فی الصلاة نہیں کہا جاتا جیسے کہ اس شخص کے حق میں جو سلام پھیرنے کے وقت میں آئیں اور باتیں اپنے چہرہ کو پھیرتا ہے یہ نہیں کہا جاتا "انہ الصلۃ الی بسین والتمس فی الصلاۃ " کیوں کہ نماز میں دائیں بائیں کی طرف اللہ سے متوجہ ہے اور تشدد کے بعد جو عمل کیا جائے دو تفریقوں میں الصلاۃ کا مکمل ہے کسی کوئی الصلاۃ نہیں کہہ جاسکتا اسی لئے معتمد دارم علی نے عند السلام رفع ایڈی کی حدیث میں استخوانی الصلاۃ نہیں فرمایا بلکہ اس میں فی الصلاۃ اس شخص سے کہا جاتا ہے جو نماز کے دوران رکوع و سجود وغیرہ کی حالت میں رفع یرین کرتا ہو اس بنا پر استخوانی الصلاۃ کا ثلہ تمام ہے کہ رفع یرین تشبیہ میں نہ تھا بلکہ نماز کے اندر خاصا غرض اس تحریر تا فریق مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں حدیثوں کا مقصد طہید و طہید ہے صرف یہ اشتراک ہے کہ دونوں کے رد میں حضرت جابر بن محمد و علیہ السلام ہیں تو کہا اس سے دونوں کا مقصد ہوتا ہے یا تشبیہ اگر امام بخاری اور ان کے ساتھ جو لوگ جیسے وہ اس اشتراک سے اعتناء سمجھ لیں وہ دونوں حدیثوں کو تشبیہ کی حالت پر مبنی کرتے ہیں حالانکہ ان میں سے کسی نے بھی جمعہ اور ان سے اتحاد روایات پر استدلال نہیں کیا اس لئے وہ دونوں کو عند السلام پر مبنی نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ یہ ظاہر حدیث کے خلاف ہے لکھ بحدیث اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں کی مردانہ لک ہے جیسا کہ ہم نے اوپر قرآن قرآنی کی روشنی میں اس بات کو ثابت کیا ہے اس لئے حضرت جابر بن محمد و علیہ السلام کی حدیث جو تسمیہ میں فرقہ کے خرقی سے مروی ہے اس سے ترک رفع یرین کی انفعالیات پر تنفیہ کا استدلال مذکور بالکل صحیح ہے اس پر امام بخاری کا اعتراض نہ کرے بقول ہے۔ والله تعالیٰ اعلم

جواب تسلیمی

اچھا ہر قسم کرتے ہیں کہ وقت ایک ہے اور عند السلام سے متعلق ہے مگر ان خصوصیات سے متعلق ہے خصوصیات غلط ہو کر نہیں چلائی گئی تھیں کہ یہ کہتے ہیں کہ اعتباراً عموم لفظ کا ہے اور قول نبوی اکمل فی الصلاۃ ہے خصوصیات سب کا اعتبار نہیں اور وہ حالت سلام شروع ہوا ایڈی ہے تو استخوانی الصلاۃ سے نبی کریم علیہ السلام نے اس بات پر تنبیہ فرمائی ہے کہ متصورہ و سلی نماز میں سون ہے نہ نہ حرکت لیکن جن حرکات کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی وہ مستثنیٰ ہیں انہیں چھوڑ کر باقی اوزار صلاۃ میں سکون مطلوب شریعت سے اس پر قرآن اور حدیث و روایات کرتی ہے تو انکار عند سلام ہا تھا تھا تھا پر اس لئے کیا ہے کہ وہ بار بار تھوڑا: مطلوب نہیں بلکہ سکون مقصود ہے اس لئے یہ مسئلہ بھی دور ان صلاۃ رفع یرین کا اس کے تحت میں آجائے گا وہاں دلائل مذکورہ سے اور بھی دلائل میں جن سے ملک تنفیہ کی تائید دتی ہے ہم نے اختصار کی غرض سے صرف ان دلائل کو ذکر کیا ہے۔

تنفیہ پر حدیث چھوڑنے کا اعتراض اور اس کا جواب

رفع یرین کرنے والے اعتراضات اس حدیث باب سے استدلال کرتے ہوئے حلیہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا جبکہ یہ حدیث رفع یرین کے باب میں سب سے زیادہ صحیح ہے ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں صحیح بخاری

میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں ان سے "واذا قام من المرحضین" کی زیادتی مروی ہے کہ جب پہلے تھوڑے تھوڑے تو حضور اکرم ﷺ دونوں ہاتھ اٹھاتے اور یہ زیادہ مقبول ہے حالانکہ امام شافعی اس کے قائل نہیں اس لئے شافعی کی طرف سے حنیفہ پر جو اعتراض کیا جاتا ہے (کہ یہ تھوڑے تھوڑے کو اگر اس سے اٹھتے وقت رفع یدین سے انکار کرتے ہیں حالانکہ اس حدیث میں عمر رضی اللہ عنہ سے سوائے عجمی اقتضائے کے روح اور روگ سے اٹھتے وقت رفع یدین کا جوت ہوتا ہے) ویسے ہی اعتراضی شافعیہ پہ بھی وارد ہوتا ہے کہ اس حدیث مذکور میں اور کثرت سے اٹھنے کے بعد رفع کی زیادتی کا ذکر ہے اور ان کے یہاں بھی ثبات کی زیادتی مقبول ہے مگر وہ عند التمام میں ان میں رفع یدین کے تو کئی نہیں ان کے پاس اس کا کیا جواب ہے "فعدھو حواکم لھو حوا" "تواکر علی رءسہ" سب پر عمل کر اور اگر چھوڑتے ہو تو سوائے عجمیہ تحریر کے ہفتی مواقع پر رفع یدین چھوڑ دو، تاہنا تخریج احادیث سے کہ مذکورہ شافعیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث دیگر احادیث کے مقابلہ میں واضح ہے ہذا ہم اس پر عمل کریں گے حنیفہ کہتے ہیں کہ ہم اس کے منکر نہیں جو شافعی ہے اور نہ رفع یدین کا انکار کرتے ہیں جو اس حدیث سے ثابت ہو رہا ہے بلاشبہ حضور اکرم ﷺ سے رفع یدین کرنا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے مگر یہ نہیں چھوڑ دیا کہ وہ دو تہ امیں تھا، آخر تک بھی معمول رہا ہے تو کلام لا رفع یدین ترک رفع میں ہے اب حق واللہ ظہری ہے کہ رفع یدین ترک ہے کیوں کہ حنیفہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما وغیرہم کی حدیثوں سے رفع الرفع کو ثابت کیا ہے اور اب رفع الرفع کو ثابت کیا ہے (یعنی سوائے عجمیہ تحریر کے دیگر مواقع پر ترک رفع یدین کو ثابت کیا ہے) تاہن عمل پر ایک اور امر مذکور ہے کہ یہ حدیث حنیفہ کے قولی کو قبول کر لینا چاہئے کہ اس ضابطہ پر عمل تو شافعیہ کے یہاں مسلم ہے اور قولی سے کیسے انکار، دیکھا ہے حالانکہ یہی حکم کی غرض یعنی رفع یدین مسجد میں وغیرہ میں حنیفہ اور شافعیہ سب کا ترک رفع پر اتفاق ہے تو چکر یہ عہد ہے کہ روگ اور قومہ کا رفع یدین ترک نہ ہوئے۔ تاہن کیا جائے حالانکہ عند الرفع، "تواکر علی رءسہ" کا ترک ہو گیا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما اور برادران عازب رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے اس پر بعض شافعیہ کہتے ہیں کہ رفع یدین کا طریقہ آخر تک رہا ہے ترک نہیں ہوا چنانچہ اس کی دلیل میں سنن بیہقی کی ایک روایت پیش کرتے ہیں جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس طرح نقل کی ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع کرتے اور وہ دونوں رفع نہیں کرتے اس کے آخر میں ہے "فعدالت نلک صلاحہ حتی لقی اللہ تعالیٰ" تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا آخر تک معمولہ رفع یدین کا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس زیادہ کے ساتھ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما ہے چنانچہ علامہ بیہقی نے آثار السنن میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے بلکہ موضوع ہے قہج ہے امام بیہقی اور دیگر فلائن مجر وغیرہ پر کانہوں نے اس حدیث کو اپنی تصانیف میں نہیں ذکر کیا اور اس سے کیسے خود موثر رہے حالانکہ بعض رجال پر وضع حدیث کا الزام ہے چنانچہ علامہ بیہقی نے میزان میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں عہدہ ورفن میں قرعہ بن خزیہ ہر وہی ہے جس کو سلیمان نے بھول کر حدیث میں غلط کیا وہاں کہ ہے: "ورد در" راوی اس کی سند میں عہدہ بن محمد انصاری ہے جس کے متعلق الاحاتم نے کہا گیس بھڑی "کہ وہ ضعیف ہے اور بیگانی نے کہا کہ وہ

کذاب ہے، منہج حدیث کرتا تھا اور عقلی نے کہا کہ یہ قات کی طرف نیت کر کے موضوع اصرار نفل کرتا تھا اور دار تقطنی وغیرہ سے کہا کہ تمہارا شہر نے اس کو ترک کر دیا ہے لہذا اس حدیث سے استدلال کیجئے نہیں اور اس روایت کا اعتبار کیسے ہو سکتا ہے جبکہ عنہور اکرم رضی اللہ عنہ کے بعد خود روایت حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دفع یدین ترک کر دیا ہے چنانچہ محامی اور ابن ابی شیبہ اور ابنی نے معرفت میں تصحیح کے ساتھ جوہر ہے۔ روایت کی ہے "قال صلیبہ بن حلف ابن عمر سلمہ یروی عنہما یدبہ الاصحہ الفسکوفہ الاولی من الفسوفۃ یعنی مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو ان عمر رضی اللہ عنہما نے انہما سے کمر بستہ کیا۔

اور مزاحم میں اس کا تعلق موجود ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجاہد بن جیسم سے مباہلہ کی موافقت کی ہے لہذا انہما میں ہم دوسرے نہیں ہوں شوافع میں سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ طحاوی نے مجاہد کے خلاف حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مرفوعہ کے مطابق ان کا عمل رفع یدین بھی روایت کیا ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ ہمارے ہر نہیں سمجھتے کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی حدیث مرفوعہ کے خلاف ترک رفع کیوں کیا ہوئی نہ ہی چاہتے تھا کیوں کہ وہ ان کی حدیث صحیحہ رفع یدین ایک سنت کو ترک کر دیں جہاں اس سے کہ اس کے ترک کی کوئی وجہ موجود نہ ہو کیوں کہ جو کہتا ہے تو اس سے صاف واضح ہے کہ ان سے پس ضرور کوئی ثبوت ہوگا چنانچہ امام حنوافی کہتے ہیں کہ طحاوی نے خود رفع یدین کا عمل نقل کیا ہے لیکن ہے رفع یدین کی دلیل ثابت ہونے سے پہلے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی روایت مرفوعہ کے موافق عمل کرتے ہوں گے پھر جب ان کے نزدیک رفع یدین کی دلیل ثابت ہوئی تو انہوں نے چھوڑ دیا اور انی طریقہ کرتے جو مجاہد سے پان کیا ہے یہ نہیں کہہ سکتے کہ پہلے ترک ہوگا بعد میں رفع کیوں کہ یہ خواہ اس کے روایتی ہیں کہ رفع یدین ہوا لہذا ترک نہ ہوتا ترک نہ ہوتا۔

بعض شریعتین نے کہا ہے کہ نفل کے بغیر بھی قرینہ ممکن ہے وہ اس طرح کہ رفع یدین سنت مزید میں سے نہیں تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی کہا کہ اور بھی تھوڑا سا بہر صورت اس تفصیل مذکور سے واضح ہو گیا کہ رفع یدین حضور کریم رضی اللہ عنہما کی آخری فعلی نہ تھا اور اگر آخری فعل تھا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جیسے عاشق رسول اور کامل تابع سنت اس کو ترک نہ کرتے۔

شافعیہ حدیث باب کے مذکور اسے مسک کے روایات پر اور بھی متعدد روایات پیش کرتے ہیں جن میں حضرت انس بن مالک، حضرت عائشہ، اہل بن حجر و حضرت ابو سعید ساعدی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث خاص طور پر قابل ذکر ہیں لیکن ان کی ساری میں کلام ہے ہم نے اس بحث کو طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا ہے جو ہے الجواب بھی اور بدل ہو اور ہمیں دیکھ لے اور اگر یہ روایات صحیح تھیں ثابت ہو جائیں تب بھی ہمیں ہر نہیں کہیں کہ ہم ثبوت رفع یدین کا انکار نہیں کرتے بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ رفع یدین اور ترک رفع دونوں ثابت ہیں اب اسے نزدیک اقرب کی اسکو ان ترک رفع یدین میں ہے جس لئے ہم نے اس کو ترجیح دی ہے۔

ترک رفع یدین کی رفع پر ترجیح

ہم شروع میں عرض کر چکے ہیں کہ عدم رفع یدین اور رفع یدین دونوں ثابت اور جائز ہیں لیکن اختلاف تفصیل میں ہے حنفیہ نے عدم رفع یدین کو ترجیح دی ہے اور امام شافعی کے رفع کو امام شافعی نے صرف حدیث باب میں بیان کر دیا طریقہ کو اختیار کیا

ہے حالانکہ علاوہ ان مواقع کے جو حدیث میں بیان کئے ہیں خود میں عمر رضی اللہ عنہ سے رکعتیں کے بعد قیام کے وقت اور عہد میں ہانے کے وقت رفع یمن کے متعلق روایت مرفوعہ آئی ہے اور ان کی ایک اور حدیث مرفوعہ میں ہر چھ کا ذکر اور انہما کے وقت اور رکوع و سجود قیام اور دونوں عہدوں کے درمیان رفع یمن کا ذکر آیا ہے اس واقعہ پر ملاحظہ کیے۔

اور ملاحظہ فرمائیے بھی اس واقعہ الہامی میں نقل کیا ہے اور ان کی ایک اور حدیث مرفوعہ المدوۃ الکبریٰ میں اس طرح روایت کی ہے کہ اس میں صرف تکبیر تحریر کے وقت رفع یمن کا ذکر ہے نہ کہ تیسرے ال روایت سے پہلے جو تکبیر نے غلافیات میں نقل کی ہے اس میں اس عمر رضی اللہ عنہ نے کھل کر فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریر کے وقت جب نماز شروع فرماتے رفع یمن کرتے پھر نہیں کرتے۔ (کنز الدقائق نقیب الروایہ)

اور یہ روایات بھی صحیح ہیں باوجود اس کے امام شافعی نے ان سب کو چھوڑ دیا ہے صرف حدیث باب میں روایت کردہ طریقہ کو اختیار کیا ہے ہذا اگر حنفیہ نے اس تحریر روایت کے پیش نظر صرف تکبیر تحریر کے وقت رفع یمن کو اختیار کیا ہے تو ان پر اعتراض کا کیا معنی جب ان کے پاس اس کی فتول وہ بھی موجود ہے وہ یہ کہ تمام مسنونوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز میں مقصود اصلی خشوع ہے چنانچہ قرآن حکیم میں ہے "قد افلح المؤمنون الذین هم علی صلاتهم خاشعون" "تو ان مسکین کی کوئی عجز نہیں کہ جو خشوع نماز میں مقصود ہے یہ وہی سکون ہے جس کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شاگردوں کو "سکون الہی" لفظ سے بیان کیا ہے۔

حذکرہ ان خبر نے لکھا ہے کہ خشوع کبھی فعل قلب سے ہوتا ہے جیسا کہ قیست ہے اور کبھی فعل بدن سے ہوتا ہے جیسا کہ سکون ہے اب کوئی کہتا ہے کہ روٹوں کا اعتبار ہے اس کو امام شافعی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ خشوع کا قتل قلب سے ہے اور جب قلب خاشع ہے تو اس کا اثر اطراف اعضاء میں بھی ظاہر ہوگا اور خشوع عمل قلب ہونے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث راجعہ آئی ہے فرمایا "الخشوع فی القلب" (رواہ الحاکم)

مجاہد کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نماز میں کھڑے ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مزی کا ستون اپنی جگہ کھڑا ہے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بھی یہی حالت تھی اور اسی کو خشوع فی الصلوٰۃ کہتے ہیں حتیٰ کہ نماز میں سکون یہاں تک مطلوب ہے کہ دائیں ہاتھیں نظر نہ گھمائے نہ بائیں ہاتھ اٹھائے نہیں بلکہ گریں تو اٹھائے نہیں بلکہ گریں کو جو زمین پر پڑی ہوں ان کو الٹ پیٹ نہ کرے کیوں کہ یہ حرکات ہیں اور سکون مطلوب ہے اس لئے خفیہ کہتے ہیں کہ جب دونوں اعضاء رفع یمن اور ترک رفع یمن کی آراہم رضی اللہ عنہ سے اور سب دہائیں اور جمع ہائیں سے ثابت ہیں تو ترجیح کس کو دی جائے یہ ہے کہ جو سکون سے قرب ہے وہی رائج ہوگا اور اسے تکبیر تحریر کے ترک رفع یمن اقرب ہے خشوع اور سکون سے جو نسبت ہے نماز کی اور دور ہے نماز کی نہ کہ رفع یمن اسی لئے امام ابو حنیفہ نے ترک رفع یمن کو ترجیح دی ہے اور اسی کو افضل قرار دیا یا امام ابو حنیفہ نے راویوں کی انصاف سے ترک رفع کو ترجیح دی جیسا کہ امام ابو حنیفہ نے امام ابو حنیفہ کو مکی جواب دیا ایک دونوں کے درمیان رفع

یہ بن کے مسند میں مناظر و مجلس آیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی مکہ مکرمہ میں وارد کچھ ضمن میں بن بر کے کھنکھانے میں اوزاعی نے یہاں کیا بات ہے قرعہ انداز کوغ اور کوغ سے اٹھتے وقت رفع یہ بن نہیں کرتے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا اس لئے نہیں کرتے کہ "نم یصح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ شنی ای لم یصح سالما عن المعاصر" یعنی نہ میت تو سجد ہوئے لیکن اس کے مقابلے میں دوسری قسم کی حدیث بھی ہے اس لئے حارث سالم بن ابی رزین نہیں دیکھا ہے، امام عقیلمی یہ مطلب نہیں کہ حدیث صحیح نہیں امام اوزاعی نے کہا "کیف نم یصح وقد حدثنی الزہری عن سالم عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدہ اذا افتتح الصلوۃ وعند الرکوع وعند الوقوف منه" "تو اس پر امام اعظم نے فرمایا" حدثنا حماد عن ابراہیم عن علقمۃ والاسود عن عبد اللہ بن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یرفع یدہ الا عند افتتاح الصلوۃ ثم لا یعود لشدنی من ذلك" کہ سوائے تکبیر تحریر کے کہیں رفع یہ بن نہیں کرتے تھے بن کر اوزاعی نے کہا میں نے زہری بن سالم بن ابیہ کی سند سے حدیث یہاں نہ جس کو مسئلہ الذہب کہا گیا ہے اور تم ان کا نام لیتے ہو ان کے مقابلہ میں پر امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ حارث بن زہری سے فقہ ہے اور ابراہیم فقہ ہے سالم سے اور طاہر فقہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کم نہیں اگرچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو شرف عیبت حاصل ہے لیکن فقہ میں یہ تم نہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقام بہ نسبت میں ابراہیم بن الحنفیہ ہے تو امام ابوحنیفہ نے فقہاء و روای کی بناء پر ترجیح دی جیسا کہ امام اوزاعی نے طلحات کی بناء پر ترجیح دی۔

مناقب الشافعی امام الرزی میں نقل مناظر و کر کے اعتراض کر گئے کہ اس میں فقہ کو کیا دخل ہے یہ تو نسبی واقعہ ہے واقعہ کا انکار تو کر نہیں سکے اس لئے یہ اعتراض کیا مگر اذناں جواب میں کہتے ہیں کہ اصول میں کچھ ہے کہ جب وہ اوزاعی فقہ میں جمع ہوں اور متعارض ہوں تو جہ ترجیح فقہ ہے یہ اصول صرف امام ابوحنیفہ کا نہیں دوسرے محدثین بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔

(کما فی معارفہ علوم الحدیث للحاکم)

ہر حال ایک چرچہ یہ بھی ہے اس لئے امام ابوحنیفہ نے رفع یہ بن پر ترک رفع کو ترجیح دی تاہم اوزاعی امام ابوحنیفہ کے مسلک میں اختیار ہے کیوں کہ رفع یہ بن اس کے منسوخ ہونے کی تقدیر پر عمل بالمنسوخ ہوگا اور بعد رفع سے انتخاب رفع کی تقدیر پر بہت سے بہت ایک مرتبہ کا مجوز لازم آتا ہے اور حدیث بدلت بدترین چیز ہے ترک اب سے "وقی ذلك كفاية لمن سلك الاعتدال والله تعالى اعلم بحقيقة الحال"۔ (صباح الوابہ الجوہر النفی۔ بمنل المسجود۔ صبح الماہم)

باب رفع الیدین قبل التکبیر

تکبیر سے پہلے رفع یدین کا بیان

الخبرنا سويد بن نصر قال انبأنا عبد الله بن المبارك عن يونس عن الزهري قال أخبرني سالم عن

ابن عمر قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قام الى الصلاة رفع يديه حتى يركعوا حدو منكبيه ثم يكبر فان وكان يفعل ذلك حين يركع للركوع ويفعل ذلك حين يرفع رأسه من الركوع ويقول سمع الله لمن حده ولا يفعل ذلك في السجود

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے ہیں تب کہ دونوں ہاتھ اپنے سوجھوٹوں کے برابر ہوتے تھے پھر ٹھیک کر یہ کہتے تھے آمین ثم يكبرانہی طرح دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے جب کمر کے لئے ٹھیک کرتے اور اسی طرح کرتے جب روع سے سر مبارک اٹھاتے اور سبحان اللہ کہتے اور بعد ازاں میں روع یہ کہتے تھے آمین ثم يكبرانہی طرح کرتے تھے یعنی بعد میں جاتے اور ہاتھ اٹھاتے وقت روع یہ کہتے تھے۔
اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو کہ دونوں ہاتھ ٹھیک کر یہ سے پہلے اٹھانے پھر ٹھیک کر یہ کیا کرتے کہ پہلے ٹھیک کر یہ پھر ہاتھ اٹھاتے یہ خلاف سنت ہے روع یہ کہتے تھے اور یہی حدیث اور اس کے منوں کے قاتل کر رہی ہے۔

رفع الیدین حدو المنکبین

دونوں کندھوں کے برابر رفع یدین کا بیان

احمرنا فقیہ عن مالک عن ابن شہاب عن سالم عن عبد اللہ بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلاة رفع يديه حدو منكبيه و ذار كع و اذا رفع رأسه من الركوع رفعهما كذلك و قال سمع الله لمن حده و بنا و لك الحمد و كان لا يفعل ذلك في السجود

حضرت ابو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھاتے اور جب روع کرتے اور اس سے سر اٹھاتے تو اس طرح دونوں ہاتھ اٹھاتے اور سبحان اللہ کہتے اور بعد ازاں میں روع یہ کہتے تھے آمین ثم يكبرانہی طرح کرتے تھے۔

تشریح: اس حدیث کے الفاظ و قال سمع الله لمن حده و بنا و لك الحمد سے استدلال کرتے ہوئے اور مشافہی نے فرمایا کہ سنت یہی ہے کہ ہر نماز پڑھنے والا سبحان اللہ اور یا ہونوں کہے اور ہر پڑھنے والے کو یا کہ امام صرف سبحان اللہ کہے اور یا کہ امام کہے اس کی حدیث قوی ہے چنانچہ ہوائے امانی نجد کے جماعت محمد شین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جب امام سبحان اللہ کہے تو تم سبحان اللہ کہو (اللہ بیٹا تو رکھنے اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے ذکر کو امام اور مقتدی کے درمیان تقسیم فرمادیا اور تقسیم منافی شرکت کے ہے لہذا اماموں میں شرکت نہ ہوگی اب رہا یہ سوال کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب اماموں سبحان اللہ کہے تو تم آمین کہو اس میں بھی تقسیم ہے لہذا امام آمین نہ کہے اس کا جواب یہ ہے کہ دوسری دلیل سے معلوم ہو کہ امام بھی کہے گا۔

چنانچہ ان جہانسنے کہا کہ جب فعلی دونوں دونوں قسم کی روایت موجود ہیں اس حالت میں اگر ہم معارضہ کے طریقے پر عملیں تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی قولی روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی فعلی روایت کے مقابلہ میں راجح ہوگی کیوں کہ عارض کے حالت میں روایت کو فعلی روایت پر ترجیح ہوتی ہے کیوں کہ قول خصوصیت کا احتمال نہیں رکھتا وہ ضابطہ کلیہ نہ رہا ہے بخلاف فعل کے اس میں خصوصیت کا بھی احتمال ہوتا ہے اور اگر ہم روایت عارض سے لئے مع کے طریقہ پر عملیں تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو حضور اکرم ﷺ کے جمع کرنے کی روایت کیا ہے یہ انفرادی حالت پر محمول ہے کہ مقررہ دونوں کو جمع کرے۔

اس کے بعد اشعار ہے کہ صحیح حدیث میں "یا لک الحمد" اور "اللھم ربنا ولک الحمد" اور "ربنا ولک الحمد" تینوں وارد ہیں لیکن چونکہ دوسرے اور تیسرے کو جان کرنے والی حدیث اس سے ہے اور اکثر روایوں نے نقل کیا ہے اس لئے اخیر کے دونوں کلمات افضل ہیں نیز اس وجہ سے بھی افضل ہیں کہ وہ کمالیہ بنا پر یہ دونوں کلمات دو چیزوں کو ملتی، غادر اعتراف کو جامع میں مطالب اس کا یہ ہے کہ "یا ربنا تغلب ما ولک الحمد علی ہذا یتک اباہا لہا یر صیک عنا" اسے ہمارے رب ہم سے قبول کیجئے اور تیسرے لئے کہ ہے ان امر کی ہدایت پر جس کی بدولت تو ہم سے رشتہ ہو جائے۔

(قالہ ابن جبر "مرفقات" ۲/۵۶۱)

رفع الیدین خیال الاذنین

دونوں کانوں کے متناہس رفع یدین کا بیان

اخبرنا فضیۃ قال حدثنا ابو الاحوص عن ابی اسحاق عن عبد الجبر بن وائل عن ابی ہلال صلیت
عطف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما اتت الصلاة کمر ورفع یدیه حتی حاذوا اذنب ثم بقر اذنا
الکتاب للعارف صہا حال امین برفع یدہا صوہ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی جب حضور ﷺ نماز شروع فرماتے تو تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھ اپنے دونوں کانوں کے برابر اٹھاتے پھر سورۃ فاتحہ پڑھتے پھر جب اس سے فارغ ہوتے امین کہتے پھر آواز کرتے تھے۔

اخبرنا محمد بن عبد الاعلی قال حدثنا حماد قال حدثنا شعبۃ عن قتادۃ قال سمعت نصر بن عاصم
عن مالک بن الحویرث وکان من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کان اذا صلی رفع یدیه حین یمکسر حیال اذنبہ واذا اراد ان یمکع واذا رفع رأسہ من السجود کوع

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ جو نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے تھے ان سے روایت ہے کہ جب تک رسول اللہ ﷺ جب نماز کا ارادہ فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ جس وقت تکبیر کہتے کانوں کے برابر اٹھاتے اور جب رکوع کا ارادہ فرماتے

اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے۔

احمرنا یعقوب بن ابراہیم قال حدثنا ابن عثیمہ عن ابن ابی عروبة عن قتادة عن أنس بن مالك عن الحويرث قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين دخل في الصلاة رفع يديه حين ركع وحسن رفع رأسه من الركوع حتى حدثنا فروع أذنيه.

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نماز میں داخل ہونے کا اور فرماتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جس وقت رکوع کرتے اور جس وقت رکوع سے سر اٹھاتے یہاں تک کہ دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے اوپر کی جانب کے برابر ہوتے۔

تشریح: قاضی عیاض نے کہا تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین مسنون ہے لیکن کیفیت رفع یدین میں اختلاف ہے امام مالک و امام شافعی اور ایک روایت میں امام احمد و شیعہ ائمہ کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھائے ان حضرات کی دلیل حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو متون سابق کے تحت مذکور ہے خلیفہ کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھ تکبیر کے وقت کانوں کے برابر اٹھائے امام احمد کا بھی یہی قول ہے ان حضرات کی دلیل دوسرے عنوان کے تحت کی روایات ہیں جو حضرت داؤد بن مجر رضی اللہ عنہ اور حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں ان میں ”حال اذنیہ“ کا لفظ آیا ہے کہ دونوں ہاتھ کانوں کے برابر اٹھاتے مگر حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں آیا ہے ”حتی حاذیہ فروع اذنیہ“ کہ دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ دونوں ہاتھ کانوں کے اوپر کے حصہ کے برابر ہوتے تو امام ابو حنیفہ نے متوسط کو اختیار کیا کہ کوئی کہے کہ پہلی حدیث کی سند میں جب وہ محدثین کے قول کے مطابق عبد الباق کا سلام اپنے واحد و اکل من نذر سے ثابت نہیں ہاں اپنے بھائی عقیقہ سے سلام حدیث کا ثبوت ہے چنانچہ امام ترمذی نے کہا کہ میں نے محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ عبد الباق نے اپنے والد کو پایا اور ان سے کچھ سنا وہ اپنے والد کے انتقال کے چھ ماہ بعد یہ کہہ کر۔

(کذا فی التخریج)

تو حدیث مرسل ہوئی لیکن کوئی حرج نہیں حدیث مرسل جبور علم کے یہاں قابل استدلال ہے نیز ملکی و ابی اور دار قطنی اور اسحاق بن رباح نے یزید بن ابی زیاد سے انہوں نے عبد الرحمن بن ابی ملیک سے انہوں نے یزید بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ”قال کان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلى رفع يديه مكان ابهاماه حذاء اذنيه“ دار قطنی کی روایت میں: غار اذنیہ ہے ثم لم يجد كما يكرهه باره رفع يديه يمينه کرتے۔

نیز یحییٰ نے سنن کبریٰ میں حدیث انس رضی اللہ عنہ روایت کی جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نماز کا افتتاح کرتے تو تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھوں کو بلند کرتے یہاں تک کہ دونوں انگوٹھے مقابل کرتے دونوں کانوں کے مابین الجوزی نے کہا کہ اس کی انساؤ کے تمام راوی ٹھیک ہیں۔

بہر حال ان روایات سے وہم ابھرنے کے مسئلہ کا ثبوت ہوتا ہے اور درحقیقت ان روایات میں کوئی خدشہ نہیں ہے۔
 فہم کے مسئلہ میں لگنے والے ہونے کی وجہ سے کہ وہ مشافہت میں صبر میں تشریف لے گئے تو ان سے تیسرے کے وقت رفع یمن کی کیفیت کے
 بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ متصل اس طور سے ہاتھ اٹھائے کہ دونوں پھلیاں مقابلہ کھدھے گئے ہیں اور
 انگوٹھے کان کی نوک کے برابر اور باقی انگلیوں کے سرکان کے اوپر کی جانب کے متوازی رکھیں تو اس توجہ سے حقوں قسم کی راہب میں
 قطعیت موجود ہے اور سب پر عمل ہو جاتا ہے۔

ماہی قاری اس کو قس کرنے کے بعد کہتے ہیں "ہو جمع حسن اختارہ بعض مشائخنا" کہ یہ ہمہ و جمع ہے اس کو
 ہمارے بعض مشائخ نے اٹھایا اور کہا کہ اس کے بعد کہنگی دونوں کانوں تک اٹھائے ہوں اور کہنگی دونوں کندھوں تک اور کہنگی فروغ
 انہیں تک ہر راوی نے خود کچھ ایسی کوشش کر دیا۔ (شرح النکاح ۱/۱۷۱، مولانا: ۲۵۴/۴)

باب موضع الیہا مین عند الرفع

رفع یدین کے وقت دونوں انگوٹھوں کے مقام کا بیان

ابوہنا محمد بن رافع قال حدثنا محمد بن بشر قال حدثنا طبر بن خلیفہ عن عبد الجبار بن رافع عن
 ابنہ انہ راى النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا مسح الصلوة رفع یدیه حتی تکاد الیہما اتحادی شحمة اذنیہ۔
 حضرت اہل بیت حجر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نماز شروع فرماتے تو
 دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کی اوکے مقام پر جاتے۔
 اس سے معصوم ہوا کہ کاذبی اپنے معنی پر ہے کہ دونوں انگوٹھوں کو دونوں کانوں کی اوکے نمازی کرتے اور چھوڑنا امر دینا غیر
 معہد ہے۔

رفع الیدین مدا

تکبیر کے وقت دونوں ہاتھوں کو خوب اچھی طرح اٹھان

احمرنا عمرو بن علی قال حدثنا یحییٰ قال حدثنا ابن ابی ذئب حدثنا سعید بن مسعان قال جاء
 ابوہریرۃ الى المسجد بنی زریق فقال للاث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعمل بہن لثکھن الناس
 کان یرفع یدہ فی الصلوة مدا ویسکت ہنہہ ویکبیر اذا سجد واذا رفع۔
 سعید بن مسعان کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں آئے پھر کہا تین چیزیں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان
 کو کرتے تھے اور لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا حضور ﷺ نماز میں دونوں ہاتھوں کو خوب اچھی طرح اٹھاتے اور تھوڑا سا سکوت کرتے

ازہر جسٹس محمد یونس نے ۱۹۱ محمد ۲۔ سے مراد اٹھانے کی ہے۔

تشریح ”کن برفع یدہ فی الصلوۃ“ اس کا معنی ہے ”اگر آپ نے کسی چیز سے منسوب ہے“ ای برفع یدہ فی حال کوہ ماذا لہما فی رافہ“ یا اصل متحرکہ جو سے منسوب ہے“ اہی بعدلہما“ اور ما کا اصل معنی ہے حرکتیں کھینچنا اور ارا ب نور معنی کو تھامنے کا بھی ہے جو ہری نے کہا ہذا لہما اور اللہ کے کہہ آئی اللہ اب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں جس کا ذکر آیا ہے اس کی ترمیم و تاویل میں اختلاف ہے چنانچہ علامہ بخاری نے قرآن مجید میں لکھا ہے کہ کن عیب، علی نے کہا کہ دونوں چشمہ کاٹوں گے، ابن اثبات نے دوسرا قول بیان کیا ہے کہ دونوں ہاتھ اپنے سر سے اٹھاتے تھے اور ابن عبد البر نے کہا کہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ دونوں ہاتھ دونوں کندھوں کے برابر اٹھاتے اور یہ بھی مروی ہے کہ اپنے سینہ تک اٹھاتے اور یہ بھی مروی ہے کہ دونوں ہاتھ کاٹوں گے برابر اٹھاتے اور اس حدیث باب میں مروی ہے کہ ہاتھ یہ زمین میں رکھیں یعنی رفع سینہ کرتے اور یہ آثار سب کے سب کھٹا اور مشہور ہیں جو تواتر پر دلالت کرتے ہیں اور ابن عساکر نے کہا ہے کہ وہ دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ اپنے سر سے تجاوز کر جاتے اور کہتے تھے ”والت اس عمامہ بصری اللہ عندہ یصلیہ“ ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا اور عمامہ سے ہیں ”ولا یصلی الا فی حال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلیہ“ ابن عساکر نے اسی کتاب الوہم والاعمال میں صحیح قرار دیا ہے ہر حال میں ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے مد مذکور کو رفع یعنی دونوں ہاتھوں کو سب سے دونوں کاٹوں سے اوپر اٹھانے کا محمول کیا ہے اور اسی طرح علامہ ابن عبد البر نے مد مذکور کی اندیشہ کی ہے۔ (مجموعہ فیض)

اور انہوں نے یہ مددگار فی کھدایت کوہ مصالح پر محمول کیا ہے جو اس خزانے مطابقت ہے جس کا انہوں نے سہولت دلا ہے جس کی نسبت چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ جب نکلیں گے تو انھیں انشاء کرتے تھے:

(روایت نموده و اب حریفه فی عاصبه)

مطلب یہ کہ کتب تحریر کے وقت انگریزوں نے عاے ملک پر ہاتھ پائی تھی۔ اور اسی حدیث و بیان میں آپ نے ”وَبَكَتْ هِيَه“ ”تقیف صورت فرماتے بعد“ وَلَا الْخَالِيس“ ”کے تراپ“ ”وہستان کے سے“ ”وہ تھا۔ یعنی امان کہنے کے لئے ذرا سکوت فرماتے۔

فرض التكبيرة الاولى

تکلیف تحریر فرض ہونے کا بیان

اعمر يا محمد بن المثنى قلبك حدثنا يحيى بن خالدنا عبد الله بن عمر قال حدثني سعيد بن أبي سعيد عن أبيه عن ابن جابر قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: المسحود رجل ورجل يصلي له عار

فصلم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرد علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال ارجع فصل فانک لم تصل فصلی کما صلی لم جاء الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسلم علیہ فقال له رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیک السلام ارجع فصل فانک لم تصل فعل فانک ثلاث مرات فقال الرجل والنبی بعثک بالحق ما احسن عبر هذا فعلمنی قال اذا قمت الی الصلاة فکیفر لم افرا عاتیسر معک من الفرائض ثم اذ کعب حتی نطمئن واکعنا ثم ارفع حتی نعتدل قائما ثم اصجد حتی نطمئن ساجدا ثم ارفع حتی نطمئن جالسا ثم الفعل ذالک فی صلاتک کلها۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے پھر ایک آدمی داخل ہوا اور اس نے نماز پڑھی پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر آپ ﷺ کو سلام کیا آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا واپس جا کر نماز پڑھ کیوں کہ تو نے نماز نہیں پڑھی پھر وہ شخص واپس جا کر نماز پڑھی جیسی پہلے پڑھی تھی پھر آکر نبی کریم ﷺ کو سلام کیا آپ ﷺ نے اس کے جواب میں وہ ایک سلام کہا پھر فرمایا واپس جا کر نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی اس شخص نے تین مرتبہ یہی کیا پھر اس نے کہا قسم بس ذات پاک کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھجا ہے کہ میں اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا آپ مجھے سکھا دیں میں حضور اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا جب تو نماز کو کھڑا ہو تو کبیر کہہ پھر تران سے پڑھ جو تجھے آسان ہو پھر رکوع کر یہاں تک کہ مطمئن ہو جاؤ بحالت رکوع پھر سر اٹھایاں تک کہ سیدھا ہو جاؤ۔ بحالت قیام پھر جہد کر یہاں تک کہ تو مطمئن ہو جائے بحالت سجود پھر سر اٹھایاں تک کہ مطمئن ہو جائے بیٹھنے کی حالت میں پھر ویسا ہی اپنی تمام نماز میں کر۔

تشریح: امام نسائی نے اس حدیث سے تکبیر افتتاح کے فرض ہونے پر استدلال کیا ہے نبی قول امام مالک و ثوری و امام شافعی و امام ابو حنیفہ اور امام احمد رحمہم اللہ اور جمہور صحابہ و تابعین کا ہے اور تکبیر افتتاح کو تکبیر تحریرہ اس لئے کہتے ہیں کہ جتنی چیزیں تکبیر تحریرہ سے پہلے جائز تھیں وہ ساری چیزیں تکبیر تحریرہ کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہیں اور تکبیر تحریرہ حنفیہ کے یہاں شرط ہے اور امام مالک و امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک رکن ہے اور امام محمد و ثوری نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے وکیل ان کی صحیح مسلم کی حدیث ہے جو حضرت حذافہ بن عجم سے مروی ہے اس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "ان هذه الصلوة لا تصلح فيها شيء من كلام الناس انما هي التسبيح والتكبير وقراءة القرآن" اور وکیل لکھی یہ ہے کہ تکبیر تحریرہ کے لئے ہر وہ چیز ضروری ہے جو نماز کے لئے ضروری ہے جیسے استقبال قبلہ و طہارت اور ستر خورہ اور یہ اس کے رکن ہونے کی علامت ہے۔

حنفیانہ دلیل یہ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا "وذكر اسم ربہ فصلی" یہاں ذکر اسم یہ سے تکبیر تحریرہ مراد ہے جو شرط صلاۃ ہے نہ کہ رکن کیوں کہ فصلی میں فاء عطف کے لئے ہے کہ تکبیر مذکور پر نماز کا عطف کیا گیا ہے جس کا تعلق ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ جدا ہوں کیوں کہ ایک علیٰ چیز کا عطف ہے تاکہ وہ مثلاً زیادہ اور زیادہ یا تو زیادہ اول معطوف علیہ اور زیادہ دوم معطوف ہے مگر یہ فائدہ کلام ہے بلکہ دونوں الگ الگ ہونے چاہئے اس لئے تکبیر تحریرہ ۲ صلاۃ نہیں تکبیر الگ الگ اور نماز الگ

ہے مگر شرط ہے کہ جس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے اس کا جواب یہ کہ یہ ہے کہ نماز شیخ ابو نعیم اور قرآن کی جس حدیث سے فرائض صلوٰۃ کا بیان ہو نہیں اور شیخ بھی فرض ہوگی اور ہم اس دلیل عقلی کو نگہیں تحریر کے لئے لہذا وہ استدلال قبل اور شرط عورت شرعاً ہے تسلیم نہیں کرتے کیوں کہ مسئلہ کا قول ہے کہ نماز کی تمام باتیں شرعاً ان کی تحدید است صرف اس کے واسطے جو تکمیل سے متصل ہے یعنی قیام نماز کے لئے نماز کے واسطے نہیں میں اسی لئے اگر واجب است صرف حدیث کا حکم ہو جو بعد فرائض تکمیل کے ضیف میں سے ذمہ تک لیا گیا تھا کی طرف متوجہ ہو اور تکمیل تحریر سے فارغ ہوتے ہی بعد نماز ہو گیا تو نماز درست ہو جاتی ہے کیوں کہ قیام صلوٰۃ کے ساتھ جس چیز کو یہ کہ اتصال ہے وہ بھی شرط کے ساتھ اور بھی رخ پر ہوا تھا۔ اسے اور اسے ثنائی وغیرہ کے درمیان اختلاف کا شرط فرض کی تحریر پر باطل کے جواز کی صورت میں ظاہر ہوگا حدیث کے نزدیک اگر کوئی فرض کا تحریر یا حدیث سے اس کو جائز ہے کہ اس تحریر سے نکل ادا کرے اگرچہ فرض سے اس خارج خارج ہو گا مگر وہ ہے تو اگر تحریر میں رکھنا ہو تو فرض کی تحریر سے نکل کا ادا کرنا جائز ہو تو معلوم ہوا کہ تحریر میں داخل نہیں ہے اور اگر اسے ثنائی وغیرہ کے نزدیک اس کے ہونے کی حدیث سے نکل علی تحریر فرض جائز نہیں ہے بلکہ تکمیل تحریر کے فرض ہونے کی دلیل خواہ شرط ہو یا رکن اور وہی حدیثی ”وہم یک فکر“ ہے اس میں مراد تکمیل ہے یا خارج اہل تکمیل اختیار اقتضائی نماز شروع کرنے کی تکمیل ہے نیز دلیل اس کی وہ حدیث ہے جس کو ابوداؤد و ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت علیؓ کی حدیث سے روایت کیا ہے امام نووی نے کہا کہ اس کی اسناد اچھی ہے الفاظ اس کے یہ ہیں ”مصحح الصلوٰۃ انظہور وتحريمها التكسر وتحليلها التسليم“ ”نماز کی تکمیل ظہور ہے اور تحریر اس کی تکمیل اس کی حدیث ہے بلکہ تکمیل تحریر شرط نماز فرض ہے نہ نماز پر جبکہ اس پر قدرت ہو۔

اور ائمہ اہل السنۃ انہ انما اقامتہ معک من الفوائد سے اس پر استدلال کیا گیا ہے کہ دورۃ نماز رکن نماز نہیں اور اگر نماز ہوئی تو حضور اکرم ﷺ اس شخص کو ضرر و خم دیتے کیوں کہ بقائم تعلیم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

القول الذی یفتتح بہ الصلاة

جس قول سے نماز کو شروع کیا جاتا ہے اس کا بیان

احمر بن محمد بن وہب قال حدثنا محمد سلمة عن ابي عبد الرحمن حماد بن عمار قال حدثني قتادة بن انيس عن عمرو بن مرة عن عوف بن عبد الله عن عبد الله بن عمرو قال قال رجل خلف نبي الله صلى الله عليه وسلم فقال الله اكبر كبيرا والحمد لله كثيرا وسبحان الله بكرة واصباحا فقال نبي الله صلى الله عليه وسلم من صاحب الكلمة فقال رجل انا يا نبي الله فقال نعم الله انما عشر ملك

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پیچھے کھڑا ہوا اور اس نے کہا اللہ اکبر کبیرا (اللہ بہت بڑا ہے بڑا ہے) واللہ کثیر (اور تعریف اللہ کے واسطے ہے بہت) سبحان اللہ (پاک ہے اللہ) (پاک ہے اللہ) (پاک ہے اللہ)

امام احمد کا ارشاد

امام احمدؒ نے ”سبحانک النہیم الخ“ کے ساتھ نواز شروع کرنے کو اختیار کیا ہے اور فرمایا کہ جو لا کار ہی کریم ﷺ سے ”قول ہیں ان میں سے کسی بھی ذکر کے ساتھ اگر کوئی شخص نماز شروع کرے تو جائز ہے یہی قول اکثر اہل علم کا ہے جن میں سے سفیان ثوری اور اہل حق بھی ہیں مگر افضل ثناء یہ ہے۔

امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ تکبیر تحریر کے بعد اس دعا کا پڑھنا افضل ہے جو حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب نماز کے قصد سے کھڑے ہوتے تو اذکارِ کبر کہتے پھر پڑھتے ”انسی وجہت وجہی للہدی لظہر المسعوت والارض حنیفا الخ“ انہی۔ (بحوالہ حاشیہ کوکب دہلی ۱۲۴)

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ حناہ اور شروع کے بیڑی استفتاح بالذکر سنن مسعود میں سے ہے کہ امام شافعی نے دماہ توجیہ کے ساتھ استفتاح (شروع کرنے کو) کو اختیار کیا ہے اور امام احمدؒ نے ثناء کے ساتھ استفتاح کو اختیار کیا مگر امام مالکؒ اس کے قائل نہ تھے امام مالکؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید قرآن ہے اور ذکر کو مکمل تسبیح ہے اور ذکر دعا ہے اور افضل ذکر قرآن ہے لہذا نماز کا افتتاح اسی کے ساتھ ہونا چاہئے مگر امام ابن العربیؒ مالکی نے اپنی شرح ترمذی میں لکھا ہے کہ اگر مالکؒ سے شخص میں دو بات نقل کی گئی ہے جو ایک شخص میں نہیں امام مالکؒ تحریر تحریر کے بعد حضرت عمرؓ کے کلمات پڑھتے تھے یعنی ”سبحانک انہم الخ“۔ (۴۳/۱)

اب رہا حنفیہ کا مسلک تو امام ابو حنیفہؒ وغیرہ کا قول بتا رہی ہے جو امام احمد بن حنبلؒ کا ہے کہ تکبیر تحریر کے بعد قرأت سے پہلے صرف ثناء پڑھے اور امام الاصفہانیؒ نے ارنیاء کو دوسرے اذکار اور وہ پر اس لئے ترجیح دی کہ اس کو حضرت عمرؓ ہمیشہ پڑھتے تھے اور کبھی تعظیم کے قصد سے جبر سے پڑھتے تھے چنانچہ صحیح مسلم میں عبد اللہ بن ابی بکرؓ کہتے ہیں ”اے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کمان بچھو بھڑلاہ الکلمات بقلول سبحانک للہم و محمدک الخ“ اور مسلک حنفیہ کی تائید ابن حبیہ کے قول سے ہوتی ہے انہوں نے المسحوقی میں حضرت ابو بکرؓ و عثمانؓ اور ابن مسعودؓ کے آثار بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ان حضرات کا اس استفتاح یعنی سبحانک الخ کو اختیار کرنا اور صحابہ کی سوجدگی میں حضرت عمرؓ کا اس کو اختیار کرنا جبر سے پڑھنا یا جو اس کے سنت اس کا افتاء کرتا ہے اس بات کی دلیل ہے کہ یہی افضل ہے اور ثناء کریم ﷺ غالباً اسی کے ساتھ استفتاح پڑھا ہوتی فرماتے اور اگر کوئی اس دعا کے ساتھ استفتاح کرے جو حضرت علیؓ سے مروی ہے یعنی اے اے وحدت و جمعہ الخ تو دیکھا ہے کیوں کہ اس کا ثبوت بھی صحیح روایت سے ہے مگر افضل یہی ہے کہ اسی اثناء کے ساتھ افتتاح لیا جاوے۔

امام ابو یوسفؒ اور شافعیہ میں سے ابواسحاق مروزی اور ابو حامدؒ کا مسلک یہ ہے کہ دونوں میں صحابہ کرے یعنی تکبیر تحریر کے بعد اے ثناء کے ساتھ توجیہ یعنی اے وحدت و جمعہ الخ حرکتِ حاد سے اس کا جواب صاحبِ بدائیہ نے یہ دیا ہے کہ وہ ارادہ قبول کی التجہ یعنی جو امام ابو یوسفؒ نے روایت کیا ہے وہ تجہ پر محض ہے یعنی نقل میں دعا توجیہ پڑھتے تھے نہ فرض باجماعت میں کیوں

کہ جماعت میں تخفیف قراءۃ کرنا صحیح حدیثوں سے ثبوت ہوا ہے تو جب قراءۃ میں تخفیف کا حکم ہے تو پھر ذکر میں تطویل خلاف سنت ہے اور کمزور ہوگا لیکن بعض صحاح حدیث میں حضور ﷺ کا دعا تو یہ ہے نہ صافرائض میں بھی ثبوت ہوا ہے جس سے معلوم ہوا کہ کبھی کبھی نماز باجماعت میں پڑھ لیا حرج نہیں ہے لیکن ہر ایک اے کے ساتھ جمع کرنے کا کبھی صحیح روایت سے ثبوت نہیں البتہ اگر کوئی نوافل میں جمع کرے تو کچھ بھی قباح نہیں۔ (اللہ تعالیٰ اعلم۔ (ہدایہ ۱: ۱۰۲) فتح القدیر وعین الہدایہ)

وضع الیمین علی الشمال فی الصلاة

نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کا بیان

الحبرنا سوبید بن نصر قال حدثنا عبد اللہ عن موسیٰ بن عمیر العبوری وقیس بن سلیم العبزی قال حدثنا علفمعة بن وائل عن ابیہ لال وایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان فاقما فی الصلاة قبض بيمينه علی شماله.

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب حضور ﷺ نماز میں قیام کی حالت میں ہوتے تو دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو پکڑتے۔

تشریح جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر بندھ لینا سنت ہے امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑ دے اس کو ابن القاسم نے نقل کیا ہے اور امام مالک کے دیگر اصحاب نے اسی کو اختیار کیا ہے تو معلوم ہوا کہ ان کا قول غلط یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑ دے دوسری روایت ان کی یہ ہے کہ فرائض میں ہاتھ چھوڑ دینا مستحکم ہے اور نوافل میں ہاتھ لے کر ہڈ باب درج صحیح مسلم کی روایت کا حفظ ہے وضع یدہ الیمنی علی الیمنی "امام مالک پر حجت ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کس طرح کیا ہے یعنی ہاتھ کس جگہ باندھا جائے حدیث باب اس سے ساکت ہے لیکن دوسرے محدثین نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی اسی روایت میں محض وضع کا ذکر کیا ہے چنانچہ صحیح ابن خزیمہ میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے "اب وضعہما علی صدرہ" کا لفظ مروی ہے اس سے ظہور ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سینہ پر ہاتھ باندھتے اور مسند بزار میں "عند صدرہ" اور مصنف ابن ابی شیبہ میں انہی سے تحت السرة کا لفظ مروی ہے تو حدیث ایک ہے اتفاقاً مختلف ہیں اسی سبب سے اماموں کے اقوال بھی مختلف ہو گئے چنانچہ امام شافعی کے نزدیک تحت الصدر ہاتھ باندھنے کا کافی وسیلہ اور اکثر سبب شریعہ اور قیام میں بھی نہ ہو رہے اور ان کے اصحاب کے نزدیک معمول و اختیار اور امام مالک سے بھی ایک روایت اسی طرح منقول ہے کہ بین پر ہاتھ باندھے۔ (کشاف معارف السنن ۴: ۳۶۶ بحوالہ النعلاوی)

امام ابو حنیفہ و سفیان ثوری و اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور سابقین میں ابو اسحاق مروی کے نزدیک ناف کے نیچے ہاتھ باندھے اور امام احمد سے تین روایات منقول ہیں۔

ایک امام شافعی کے مطابق دوسرا امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق تیسری یہ کہ مصنفی دونوں طریقوں میں سے جو چاہے اختیار کر سکتا ہے اور ابن جریر نے کہا کہ امام احمد کی روایت مشہور و امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے مطابق ہے اس کو معارف السنن صفحہ ۶۶۹ پر اپنے فتح کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور فرمایا میں ان میں کسی طرف سے انحراف کیا ہے۔

امام شافعی کا استدلال صحیح ابن خزیمہ اور مسند بزار کی روایت سے ہے حالانکہ یہ زیادتی مذکورہ بشواہ حدیث میں صحیح نہیں اور عدم صحت کا قول صرف خدیجہ کا ہی نہیں بلکہ امام نوویؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس زمانہ لفظ مذکور پر اہم دیکھیں کیا جب ابن جریر نے مسلک کے اثبات میں ایسے الفاظ کی سخت حاجت ہونے کے باوجود انہوں نے ان الفاظ کو اپنی کتاب میں مسلم وغیرہ میں اور فتح الباری اور التلخیص وغیرہ میں نقل نہیں کیا۔ علامہ ابن القیمؒ نے کہا یہ نقل صدرہ کا انتظام اسے مولیٰ ابن اسامہؒ کے الفاظ حدیث میں سے کسی اور نے نقل نہیں کیا اور مولیٰ ضعیف ہیں بہت سے حدیث میں ابن جریرؒ نے کہا یہ حدیث میں کھجور کے بارے میں ابو حاتم کہتے تھے کہ بہت راست گو تھے مگر غلطیوں بہت کرتے تھے اور ابو بخاریؒ نے فرمایا مولیٰ سکر الحدیث ہیں اور بزرگوار نے کہا ”فی حدیثہ عطاء و کثیر“ مولیٰ کی حدیث میں غلطیاں بہت ہیں۔

علامہ ابن حنبلؒ کے دلائل نقلی وغیرہ نے بھی مولیٰ کو ضعیف قرار دیا ہے بلکہ قاضی نور الدینؒ یہ ہے کہ کمال حدیث کی زیادتی جو مولیٰ ابن اسامہؒ نے اپنے استاد حنیان ثوریؒ سے روایت کی ہے خود ان کے استاد کا مذہب وضع الیحدین تحت المبرۃ ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ زیادتی غلط ہے۔ (کشاف فی المشرح العنقی: ۷۸: ۲)

اس لئے یہی حدیث سے اپنے مسلک پر استدلال کافی نہیں ہے مزارع میں مضبوط دلائل کے بغیر استدلال بے معقول ہے اب رہے مسند بزار کی روایت جس میں علامہ صدرہ کے الفاظ آئے ہیں تو یہ روایت بھی قابل حجت نہیں کیوں کہ اس کا امام محمد بن حمر ہے جن کے بارے میں ابو بخاریؒ نے کہا میں بعض انکسر یعنی ضعیف ہیں اور علامہ ابن القیمؒ نے کہا یہ مذاکرہ کچھ بن حجرؒ بہت سی احادیث منکر ہیں غرض کہ کل مزارع میں ایسی حدیث سے استدلال نا کافی ہے۔ (معارف السنن: ۲۳۹: ۲)

خدیجہ کا استدلال ابن ابی شیبہؒ کی روایت سے ہے اس میں حضرت وائل بن حجرؒ فرماتے ہیں ”رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضع یمنہ علی منہ فی تحت المبرۃ“ لیکن تحت المبرۃ کے بارے میں محدثین کے اختلاف نے اس کو مشکوک بنا دیا ہے جیسا کہ علامہ نوویؒ نے معارف السنن ۲۳۹: ۲ پر اپنے شیخ رحمہ اللہ کے حوالہ سے فرمایا کہ میں نے مصنف ابن ابی شیبہؒ کے دونوں نسخوں کا مطالعہ کیا ان میں تحت المبرۃ کے الفاظ کچھ نہیں ملے اسی حراج شیخ دیلمیؒ نے اپنے رسالہ فتح الخضر میں لکھا ہے جیسا کہ علامہ نیویؒ نے اس کو نقل کیا ہے کہ میں نے مصنف ابن ابی شیبہؒ کے کچھ نسخوں کا مطالعہ کیا ان میں بھی یہ الفاظ نہیں ملے لیکن شیخ ابوالکاسم محمد قاسم سندھ نے اپنے رسالہ تراجم میں لکھا ہے جیسا کہ شیخ بیہقیؒ نے اس کو نقل کیا ہے کہ اس زیادتی کو علامہ تہذیب و تہذیب اور اس کے کئی حافظہ قاسم ابن قطلوبغاؒ نے اس زیادتی کو مصنف کی طرف منسوب کیا ہے اور میں نے شیخ عبد القادرؒ دہلویؒ کے کتب خانہ میں کچھ فتاویٰ نسخوں میں اس زیادتی کے موجود ہونے کا مشاہدہ کیا بالکل خلاف العرف ہے۔

بہر حال سب سے پہلے علامہ قاسم بن اظہار نے اس زیادہ کے متعلق کہا کہ وہ مصنف ابن ابی شیبہ میں موجود ہے اور چونکہ علامہ سو صرف حفاظ حدیث میں سے ہیں لہٰذا ان کے اس قول سے کہ یہ زیادہ تحت السرة کی مصنف میں موجود ہے انکار نہیں ہو سکتا مگر پھر بھی بعض نسخوں میں موجود ہونے اور بعض میں نہ ہونے سے خلیبان ضرور باقی رہتا ہے نیز حضرت وائل بن حجر بیضاوی کی روایت کے متن میں اضطراب ہے بعض میں علی صدرہ اور بعض میں عند صدرہ اور بعض میں تحت السرة کے الفاظ آئے ہیں اور ایک حدیث سے جس میں اس قدر اضطراب ہوا استدلال بے موزوں ہے البتہ حضرت علی بیضاوی وغیرہ کے آثار سے اس کی تائید ہوتی ہے اس بناء پر حنفیہ تحت السرة کی زیادہ کو ترجیح دیتے ہیں جیسے شافعیہ ابن خزیمہ کی زیادہ مذکورہ کو حطب الطائی اور مرسل طائیان کی روایت کے ذریعہ سے ترجیح دیتے ہیں حالانکہ محدثین نے دونوں کو ضعیف قرار دیا ہے حطب الطائی کی روایت سند احمد میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "یضع هذه على صدره" اور مرسل طائیان میں مراسیل ابوداؤد ذاتی طریق اپنی سنن میں ابن الاعرابی کے نسخہ میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "ثم يمسد هذا على صدره" اور سبب ضعف کی تحصیل معارف السنن ۱۰۱۰ء پر مذکور ہے یہاں پر صرف یہ بتانا ہے کہ جیسے شافعیہ نے ان دونوں روایات کی بناء پر ابن خزیمہ کی زیادہ کو ترجیح دی تو اسی طرح دھرم یعنی حنفیہ نے تحت السرة کی زیادہ کو حضرت علی اور ابی بکر اور انس اور ابو ہریرہ علیہ السلام کے آثار کی بناء پر ترجیح دی تو تغیر پر کیا اعتراض ہے حضرت علی بیضاوی کا اثر ان الفاظ کے ساتھ "من السنة وضع الكف على الكف في صلاة تحب لرسول" ابوداؤد میں ہے اور حضرت ابی بکر علیہ السلام وغیرہ کے آثار اگرچہ برائے میں لائے ہیں علاوہ اسی کے اگر ہم تسلیم کر لیں کہ دونوں زیادہوں میں علی علی صدرہ اور تحت السرة ایک ہی ساتھ ساتھ ہیں تو پھر تمارح الفقہاء کے قول کی طرف رجوع کرنا چاہئے کہ وضع اليمين على اليسر بلا تشبہات ہے لیکن ہاتھ بائیں ہاتھ کے نیچے بانہ سے یا سینہ پر اس بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں لہذا اقام میں تقسیم کے بعد کی حالت میں وضع یدین کا جو معروف دستور ہے اسی کو اختیار کیا جانا چاہئے اور مسہود معروف طریقہ جس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے وہ وضع یدین تحت السرة ہے۔ (۱/۳۷۷)

فی الامام اذا رأى الرجل قد وضع شماله على يمينه

امام حسب ایک آدمی کو دیکھے اس نے نماز میں اپنا بائیں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھا تو کیا کرے

ابوہریرہ عمرو بن علی قال حدثنا عبدالرحمن قال حدثنا هشيم عن الحجاج بن ابي زبيب قال سمعت ابا عثمان يحدث عن ابن مسعود قال رآني النبي صلى الله عليه وسلم وقد وضع شماله على يمينه في الصلاة فأخذ يميني فوضعه على شمالي.

حضرت ابن مسعود بیضاوی کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے مجھ کو دیکھا کہ میں نماز میں اپنا بائیں ہاتھ دائیں ہاتھ پر رکھا تو حضور ﷺ نے میرے دائیں ہاتھ کو پکڑ کر میرے بائیں ہاتھ پر رکھا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مذکورہ مسلم یا نہیں یا تو یہ کہ انہیں ہاتھ پر باندھنا خلاف سنت ہے اگر ان کی خلاف سنت ہاتھ باندھنا نہ ہے تو اس کی اصلاح نہ ہونے کے لیے ضروری ہے۔

باب موضع اليمين من الشمال في الصلاة

اس بیان میں کہ نماز میں دُعا ہے تمہ کو بائیں ہاتھ میں کس جگہ رکھے

احمد بن حنبل بن یسوع قال ایما عبد الله بر النبی انک عن والدہ قال حدثنا عاصم بن کثیر قال حدثنی اسی ان وائل بن حجر اخبرہ عن الفضل بن ابی حلفہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف یصلی فطرت الیہ فقام فکبر ورفع یدہ حتی حادث بآبائہ ثم وضع یدہ الیمنی علی کفہ الیسری والیسری علی کفہ الیمینی فلما اراد ان یرکع رفع یدہ مثلھا قال ووضیع یدہ علی رکبتہ ثم لسا رفع رأسہ رفع یدہ مثلھا ثم سجد فجعل علی کفہ سجدا اذنیہ ثم تعد وافتترش رجلہ الیسری ووضیع کفہ الیسری علی فخذہ و رکبتہ الیسری وجعل حد مرففہ الایس علی فخذہ الیمینی ثم قفص ینتھن من اصابعہ وحلق حلقۃ ثم رفع اصبعہ فرأیتہ یحرق کفہ یدعو بہا.

حضرت وکیل بن حجر بیخیز کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اس میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح نماز پڑھتے ہیں میں نے حضور ﷺ کی نماز کو دیکھا کہ میں نے حضور ﷺ کی طرف دیکھا کہ حضور ﷺ کھڑے ہوئے پھر کھیر گئی اور دونوں ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ دونوں کانوں کے برابر ہو گئے پھر اپنے دے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کالی اور بازو پر رکھا پھر جب رکوع کا رازا کیا تو دونوں ہاتھ اٹھائے اور رکوع میں دونوں ہاتھ فتنوں پر رکھے پھر جب سر اٹھا رکوع سے تو دونوں ہاتھ اٹھائے پھر سجدہ کیا سجدہ میں دونوں ہتھیلیاں دونوں کانوں کے ساتھ مل کر رکھی پھر سجدہ سے اٹھ کر بائیں ہتھیلی کو بائیں ران اور دائیں ہتھیلی پر رکھ کر اٹھ کر بائیں ران پر رکھا پھر بائیں ہتھیلیوں میں سے دائیں ہتھیلیاں بند کر لیں اور ہتھیلیاں پھر اٹھائی گئی (یعنی شہادت کی انگلی) تو میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ جب اس نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ساتھ اشارہ کرتے۔

تشریح: اس حدیث کے آخری جملہ ”ثم فصل النبی النج“ کے تشہد میں اشارہ ہے نہایت کامنوں پر غلامت داتا ہے نیز تشہد میں حضور ﷺ کا اشارہ کر، حضرت ابن عمرؓ اور ابوہریرہؓ کی حدیثوں میں اور علامہ والی کے اور بھی بہت سی احادیث و آثار میں نقل کیا گیا ہے اور جب صحیح روایت کے اندر وہ تشہد ثابت ہے تو اس کی مستثنیت میں کوئی حرج نہیں اس آئی نے اس کی مستثنیت پر مقدمہ موصی کا اتفاق ہے چنانچہ علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں ملاحظہ فرمادہ ان کے تبیین تشہد میں شہادۃ کی انگلی سے اشارہ کی مستثنیت پر شفق ہیں، اراق حرج ہمارے اس تشہد اور ان کے دیگر دکاروں میں سے مقتضی علامہ اشارہ روایا ہے کے سنوں و دہے پر شفق ہیں۔

ماہی قادی نے ترمذی عبارۃ میں تصحیح کی تفسیر میں اشارہ کا ثبوت قرآن سے بھی ملتا ہے حق تعالیٰ نے فرمایا "مَا أَكْتُمُ
الْمَرْسُلَ فَنُكَلِّفُ فَمَنْ هُمْ غَنَّةً فَاذْكُرُوا" یعنی فرمایا "مَنْ يَطْعَمُ الْمَرْسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ" اور احادیث تو بہت ہیں جن
سے اشارہ کا ثبوت ملتا ہے اور درجہ اجماع سے بھی کیوں کہ اشارہ کے مسئلہ میں نہ سمجھنے میں سے کسی نے خلاف کیا اور نہ علماء
سلف میں سے کسی نے خلاف کیا بلکہ ہمارے امام اعظم اور ان کے دونوں شرابہ اور امام مالک و امام شافعی رحمہم اللہ اور دیگر تمام
علاء مفسر تفسیر میں اشارہ ہلکا ہلکا کے قائل ہیں امام محمدؒ نے مؤطا میں بیان کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اشارہ کرتے تھے "وَنَحْسَنُ
لصَّنْعَ بَصْعَةٍ قَالَ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ" "ہاں بعض متاخرین نے اسے خلاف سنت کہہ دیا بلکہ سب سے زیادہ کہہ الیٰ نے
نہایت تشدد سے کام لیا ہے کیوں کہ انہوں نے کہا کہ وہ سب چیز عریانیت میں سے اشارہ ہلکا ہے جیسے اہل حدیث کرتے ہیں
لیکن بعض متاخرین کے قول کا کوئی اعتبار نہیں کیوں کہ ان کی بات روایت اور روایت دونوں کے خلاف ہے اور کیدالی کا قول
بالکل بے سرو پا ہے جس کا اشارہ احمد و مسلم اور مراتب فریغ سے ناواقف تھے یہ کسی مومن کی شان ہے اس کی چیز کو حرام بتانے جو
حضور ﷺ کے فعل سے ثابت ہے اور اس کی روایات حدیث کو پہنچ چکی ہیں کیدالی نے سخت غلط بات کہی جس کی وجہ سے وہ جرم
عظیم کے مرتکب ہوئے اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم اس کے متعلق شک کیا کرتے اور اس لحاظ سے اس کے کلام کی تاویل کریں یعنی اس
نے حدیث سے انکار نہیں کیا ہے بلکہ ادنیٰ سے غلطی کی ہے تو چونکہ اس کو کفر صریح کا مرتکب قرار دیا جاتا ہے۔

بہر حال تفصیل مذکور سے واضح طور سے ثابت ہو گیا کہ اشارہ ہلکا بہ سنت ہے اور جن بعض متاخرین نے بدو اہل مالک اور
بیان ملت کے اشارہ کو خلاف سنت کہہ دیا ان کے قول کا کوئی اعتبار نہیں کیوں کہ اثر ترک اشارہ افضل ہوتا جیسا کہ ان متاخرین
کہتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ پر کبھی اشارہ ہلکا نہ فرماتے بلکہ روایات شہد ہیں کہ حضور ﷺ تفسیر میں اشارہ ہلکا فرماتے
تھے۔ (بدل المجہود: ۱۲۶۴)

اب رہی یہ بات کہ اشارہ کی کیا کیفیت تھی اس کی صورت خود روایت حدیث حضرت وائل بن حجرؓ نے حدیث باب
میں بیان کی کہ حضور اکرم ﷺ نے چھوٹی دونوں انگلیوں کو بند کیا پھر انگوٹھے اور درمیان انگلی سے حلقہ بنا کر اشارہ کی انگلی سے
اشارہ کیا اور یہی کہتے ہیں کہ سب سے بڑا خود مشاہدہ کیا کہ جس انگلی سے تشہد میں اشارہ کیا تھا اس کو حرکت دیتے تھے بظاہر
اس سے امام مالکؒ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے ان کے یہاں جب انگلی اٹھارے تو اس کو حرکت دینا مستحب ہے لیکن حضرت ابن
الرحبؓ کی حدیث میں تو ابواؤ اور انسائی وغیرہ نے روایت کیا ہے اس میں "وَلَا يَحْوِي كَهَا" آیا ہے کہ جب حضور ﷺ
اپنی انگلی کے ساتھ اشارہ کرتے تو اس کو نہ ہلاتے اس حدیث باب کے کالف ہے اور اگر والدایت تحریک سے خالی ہیں اس لئے
بموجب علماء نے ہم تحریک کو اختیار کیا ہے۔ (کذا قال علامۃ السلف فی حاشیہ السنائی)

توضیح شوکتیؒ نے امام بیہقیؒ کے حوالہ سے کہا کہ ممکن ہے اس حدیث میں حرکت دینے سے مراد جو انگلی سے اشارہ کرنا ہوا ہو
کیوں کہ اشارہ میں حرکت لازم ہے نہ کہ ٹکراؤ تحریک انگلی اس وجہ سے غماض ختم ہو کر روایات میں تطبیق ہو جاتی ہے اور یہی

توجیہ حدیث کی ملائی قارئین نے بھی حقائق ۳۳۲/۲ پر کی ہے اور اے کے ہل کر کھڑا کہہ کر اہل انکشاف نے کہا کہ اس کا یہ اندوہنا کی روایت کا لفظ و لاخر کہا ہے معلوم ہوتا ہے کہ جب اشارہ کے لئے انگلی اٹھاوے تو عزت نہ دے کہیں مسک، مہر و ضعیف کا ہے اور یہی مسک شافعیہ کا بھی ہے چنانچہ بذل انجمہ ۲: ۱۲۷ پر مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے ہر عاقل میں لکھا ہے کہ علامہ سیوطی نے جامع الصغیر میں حدیث تحریر کی روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ذریعے نقل کی جس کے الفاظ یہ ہیں ”تحریک الاصبع فی الصلوۃ مذمومۃ للشیطان“ اس کی شرح میں فرماتی ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے اور مفتی بقول شافعیہ کے یہاں بدن تحریر کے انگلی کا اٹھانا مستحب ہے اور خود مفتی نے مضرت وائل ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے الفاظ ”تحریک کی توجیہ نہ کر کے بعد ہوا بعد تابع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہی حدیث تحریر کی روایت کی پھر اس کو ضعیف قرار دیا ہے جس کی وجہ یہ بتائی کہ اس حدیث کو صرف عمر بن عمر والا حدیث نے بیان کیا ہے اور وہ تو یہ ہیں اس لئے اس حدیث تحریر انگلی پر استدلال درست نہیں۔ (بذل السجود ص ۲۷ صفحہ مذکورہ)

حسب الامر علوی نے کہا کہ نفی یعنی مالہ کے وقت شہادت کی انگلی اٹھانے اور اللہ کے وقت چمکانے تاکہ رفع اشارہ یعنی کی طرف اور وضع اشارہ ہوا ثبات کی طرف۔

باب النہی عن التخصر فی الصلاۃ

نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت کا بیان

اخبرنا اسحاق بن ابی اہیم قال ابانا جابر عن هشام بن عمار و اسود بن نصر قال ابانا عبد اللہ بن المبارک واللفظ لہ عن هشام عن ابن سیور عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی ان یصلی الرجل متحصرا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ وہی اس حالت میں نماز پڑھے جس طرح اس کے دونوں ہاتھ کو رکھ پر ہوں۔

اخبرنا حمید بن مسعود عن سفیان بن حبیب عن سعید بن زیاد عن زیاد بن صبیح قال صلی اللہ علیہ وسلم لما وضع یدہ علی خصری فقال لی ہذا صرۃ بیدہ فلما صلیت قلت لرجل من ہذا قال عبد اللہ بن عمر قلت یا اباعبداللہ حمید ما ابک منی قال ان ہذا الصلب وان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہانا عنہ

زیاد بن صبیح کہتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں اپنے دونوں ہاتھ کو کر رہا تھا کہ نماز پڑھنے کا وقت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ہاتھ کے اشارہ سے مجھ سے کہا اس طرف سے کر رہا تھا کہ نماز پڑھنے سے بوجہ میں نماز سے فارغ ہوا تو ایک آدمی سے پوچھا

کون ہے اس نے کہا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میں نے کہا ان ابو عبد الرحمن کس چیز نے آپ کو مجھ سے عداوت کر دیا ابو عبد الرحمن نے کہا تمہارے اس فعل کی وجہ سے جو سنی کے مشابہ ہے اور جبکہ رسول اللہ ﷺ نے عیسٰی سے منع فرمایا۔

تفسیر: نہی کی روایت میں تفسیر کا لفظ آیا ہے اور صحیح مسلم کی روایت میں تفسیر امر ہی ہے تفسیر کا لغوی ہے تفسیر سے اور تفسیر اختلاف سے اختلاف کی مختلف تفسیریں بیان کی گئی ہیں اور ام ترغی نے اختلاف کی یہ تفسیر کی ہے کہ آدمی اپنا ہاتھ نماز کی حالت میں اپنے پہلو پر رکھے اور امام ترغی نے جو تفسیر کی ہے یہی تفسیر راوی حدیث محمد بن سیرین نے کی ہے یہ حدیث ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں من اسلمہ من ہشام کے طریق سے روایت کی ہے اس میں محمد بن سیرین نے اختلاف کی یہ تفسیر کی ہے "وہو ان یضع یدہ علی خاصرہ وہو یصلی" غلط خطابی وغیرہ نے کہا کہ اختلاف سے عصا کا سہارا لینا مراد ہے ابن العربی نے کہا جس نے اختلاف سے علاء غنی الجھڑ وغیرہ پر ایک لگا کر نماز پڑھا تو اس کو زیادہ غیر مقول ہے گو ہمارے علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جو شخص قیام سے عاجز ہو گیا وہ بیٹھ کر نماز پڑھے یا عصاب پر یک لگا کر۔

بردی اور ابن الاثیر نے کہا اختلاف سے سورہ کا تفسیر کرنا مراد ہے کہ سورہ کے آخر سے ایک آیت یا روایت پڑھے غلط اور اس کے اور معنی بھی بیان کئے گئے ہیں محمد بن ابی داؤد صحیح اور داؤد ترمذی نے اس کی تصدیق کی ہے اس کی تائید حدیث باب سے ہوتی ہے جس میں زیادہ صحیح غنی کے اختلاف کا ذکر ہے کہ وہ دونوں ہاتھ کو رکھ کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قریب نماز پڑھ رہے تھے ان کی خلاف سنت سنت نبوی فی الصلوٰۃ کو دیکھ کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اظہار انکار کرتے ہوئے فرمایا "ہذا للصلب فی الصلوٰۃ الخ" "نہ کا قول یہاں بالصلب سے ان کی مراد یہ ہے کہ تمہاری یہ بیعت فی الصلوٰۃ صلب کی مشابہت ہے کیوں کہ صلب سونے پر اپنے بازو کو پھیلا دیتا ہے اور صلب کی بیعت نماز میں یہ ہے کہ قیام میں اپنے دونوں بازو کو دونوں پہلوؤں سے دو رکھ کر اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں پہلو پر رکھنا اسی سے عیسٰی حضور ﷺ نے منع فرمایا اب اختلاف سے نبی کی متعدد وجوہ بیان کی گئی ہیں ابن ابی شیبہ نے حید بن بدل کے طریق سے مؤلف روایت کی ہے کہ انیس لمعون بن کے بعد زمین پر اسی بیعت اختلاف کے ساتھ اتر آتا اس لئے کہ اسی بیعت نماز میں کروہ ہے جنس نے اس کی وجہ بیان کی ہے کہ یہ اس فعل کو سخت سے کرتے تھے اس لئے اس سے بوجہ بایں وہ سے منع کیا گیا ہے چنانچہ امام بخاری نے اس کو نبی امیر اہل کی روایت سے دوم سہی سے دو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کھڑے ہاتھ رکھنے کو ایمنہ کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ یہود اسی طرح کرتے تھے ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں فی الصلوٰۃ کا لفظ آیا ہے اور دوسری روایت میں "لا تشبہوا بالیہود" اس لئے کہ یہ بایں یہود نہ ہوتے کی وجہ سے اس بیعت سے منع کیا گیا ہے اور بعض نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے یہ بیعت نہ کورہ اہل بدر کی بیعت استراحت دہی جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں مجاہد سے نقل کیا ہے مجاہد کہتے ہیں "وضع الیدین علی الحفوف استراحتہ اهل النساء" اب یہ اختلاف فی الصلوٰۃ کا تفسیر اس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہم سے نہ کروہ فرمایا اور یہی قول امام ابو حنیفہ اور امام مالک و امام شافعی اور امام احمدی ہے اور اہل ظاہر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نماز شروع فرماتے تو تکبیر تحریر کے بعد پکھیرا غاشو رہتے ہیں یہ روایت بہت مختصر ہے غاشوئی کے وہاں کیا پڑھتے اس کا کوئی ذکر نہیں اگلے عنوان کے تحت کی روایت میں اس کا ذکر ہے۔

باب الدعاء بین التکبیر والقراءة

تکبیر اور قرأت کے درمیان دعا پڑھنے کا بیان

اخبرنا علی بن حجر قال انما جاور عن عمارۃ بن القعقاع عن ابی زرعہ بن عمرو بن جویہ عن اسی ہریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلاۃ سکت ہنیئۃ فقلت مائی است وای یارسول اللہ ما تقول فی سکوۃ تکبیر والقراءة قال افول اللهم ماعدبینی وبن خطابی کما ماعدت بین المشرق والمغرب اللهم نفسی من خطابی کما بغی الثوب الابيض من الدنس اللهم اغسلنی من خطابی بالماء والنج والبرد۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو پکھیرا غاشو رہتے ہیں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ تکبیر اور قرأت کے درمیان سکوت میں کیا پڑھتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا یہ دعا پڑھنا ہوں "اللهم ماعدبینی ومن خطابی ای الحج" یا الہی میرے گناہوں اور میرے درمیان اتنا فاصلہ پڑا کر دیجئے جتنا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان تو نے فاصلہ پیدا کر دیا ہے اللہ مجھ کو گناہوں سے پاک صاف کیجے جیسا کہ سفید پڑے کو میل سے پاک صاف کیا جاتا ہے یا الہی میرے گناہوں کو جو ڈالے برف سے اور پانی سے اور آلودگی سے۔

صحیح حدیث سے متعدد لفظ کا معلوم ہوئے ان میں سے ایک یہ دعا ہے اسی کو حضور اکرم ﷺ تکبیر کے بعد قرأت سے پہلے پڑھتے اسی سے معظم ہوا کہ کبھی کبھی جماعت میں پڑھ لینا حرج نہیں ہے ہاں وادام اور التزام کو خفیہ خلاف سنت کہتے ہیں باقی تشریح پیچھے گذر چکی ہے۔

نوع آخر من الدعاء بین التکبیر والقراءة

تکبیر اور قرأت کے درمیان ایک اور دعا کا بیان

اخبرنا عمرو بن عثمان بن سعید قال حدثنا شریح بن یزید النضر می قال اخبرنی شعب بن ابی حمزۃ قال اخبرنی محمد بن المکندر عن جابر بن عبد اللہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا استفتح الصلوۃ کبر ثم قال ان صلاتی ونسکی ومحباہی ومعاقبہ لرب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اللهم لعلنی لاحسن الاعمال واحسن الاحلاق لا یهدی لاحسنها الا انت وفتی مسی

الأعمال وسعى الاخلاق لاجل سببها الا ان.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے تو اللہ اکبر کہتے پھر یہ کہ پڑھتے "ان صلاتی ونسکي" تا آخر بیگ نہری نماز اور میری عبادت اور میری حیات اور میری موت رب العالمین کے واسطے ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کے ساتھ میں حکم کیا گیا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں یا لہجہ کو بہترین اعمال اور بہترین اخلاق کے واسطے ہدایت فرمایا بہترین اعمال اور بہترین اخلاق کے واسطے تیرے سوا کوئی ہدایت نہیں کر سکتا اور مجھ کو پر ہے اعمال اور برے اخلاق سے بچا رہے اعمال اور برے اخلاق سے تیرے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔

تشریح: علامہ سندھی نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گاہ گاہ دو تائیں اس میں پڑھتے جیسا کہ اس روایت میں آیا ہے جس کا مقدمہ امت کی رہنمائی تھا تاکہ امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق اور مناسب لفظ "وانا اول المسلمين" ہے جیسا کہ اکثر روایات میں وارد ہوا ہے۔

نوع آخر من الذكر والدعاء بين التكبير والقراءة

تکبیر اور قراءۃ کے درمیان ایک اور ذکر اور دعاء کا بیان

احمرنا عمرو بن ہانی قال حدثنا عبد الرحمن بن مہدی قال حدثنا عبد العزيز بن ابی صممۃ قال حدثني عمي العاصم بن ابی سلمۃ عن عبدالمحسن الاعرج عن عبيد اللہ بن ابی رافع عن علی رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا استفتح الصلوة كثر ثم قال وجهت وجهي للذي فطر السموات والارض حنيفا واما من المشرکين ان صلاتي ونسکي ومحباي ومماتي فذوب العالمين لا شریک نہ و بذلک امت و انا من المسلمین باللہم انت الملک لا اله الا انت انا عبدک ظلمت نفسي واعترف بذنبي فاغفر لي ذنوبي جميعا لا يظفر الذنوب الا انت و اهلني لاحسن الاخلاق لا يبعدي لاحسنها الا انت و اصرف عني سبئها لا يصرف عني سبئها الا انت لبك وسعديك والمعبر كله في يديك والنشر ليس اليك انا بك واليك تباركت وتعاليت استغفرک و اتوب اليك۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اللہ اکبر کہتے پھر یہ دعا پڑھتے "وجهت وجهي" تا آخر میں نے متوجہ کیا اپنا مناس کے واسطے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس حال میں کہ توبہ کرنے والا ہوں یا اللہ سے بیز اور ہو کر حق کی طرف اور میں مشرکوں میں سے ٹکس ہوں بیگ میری نماز اور میری عبادت اور میرا زندہ رہنا اور میرا سزا عالموں کے رب کے واسطے ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی توحید کے ساتھ میں حکم کیا گیا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں یا اللہ تو بادشاہ ہے کوئی معبود نہیں مگر تو ہی ہے میں تیرا بند ہوں میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور میں اقرار

امامی قادری نے علامہ طینی کے حوالے سے یہ کہہ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہاتھ میں اول ہوں مسلمانوں کا جیسا کہ قرآن حکیم میں گایا ہے تو حضور ابراہیم علیہ السلام نے حکایت کے طور پر کہا "وانما اول المسلمین" کیوں کہ ہر نبی اسامہ میں اپنی امت پر برتری ہے اور قرآن میں حضور علیہ السلام کو آپ یونس کی طرح بتا دیا، نے حضور علیہ السلام سے فرمایا "قل ان صلاحتی ونسکى لا یقین" لیکن حضور علیہ السلام نے کہا "تو نہ اولوں المسلمین" کہتے تھے اور بھی بطور واضح کے "واما من المسلمین" کہتے گرا آپ علیہ السلام نے خود مسلمانوں میں سے ایک فرد کا کیا ہے جیسا کہ فرمایا بطور واضح کے "واما من فی ذمۃ المسلمین" کہ میرا انہی مسلمانوں کی جماعت میں ہے۔

اور بارہم میں ہے کہ حضور علیہ السلام کا قول "وانما اول المسلمین" کہ میں ہوں: ہوں مسلمانوں کا صرف حضور علیہ السلام کے ساتھ مخصوص ہے جس کی تو جیسے اور پر بیان ہو چکی ہے اور اسے حضور علیہ السلام کے کسی اور پر یہ بات درست نہیں آتی جیسا کہ اور "تا بعد از اس طرح نہ کہے بعد" "واما من المسلمین" کہتے۔ (ذکرہ الابیہری)

ابن ہثم نے کہا کہ اگر کوئی "وانما اول المسلمین" کہتے "مستند" نے کہا اس سے نفاذ نہ ہوا ہے کی نہیں صحیح ہے یا اگر تفسیر اور قرآنی کلام سے نہ پاؤں حاکمیت سے خبر دینے کا تو نماز فرض نہیں ہوگی۔ (مرفعات: ۲۸۱/۲)

نوع آخر من الذکر بین افتتاح الصلوۃ و بین القراءة

افتتاح نماز اور قرائت کے درمیان ایک اور ذکر کایات

احمرنا عید اللہ من ابراہیم قال ایما عبدالرزاق قال انا جعفر بن سلیمان عن علی بن علی عن ابی العتوب کل عن ابی سعدان انہی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوۃ قال سبحانک اللہم وبحمدک و تبارک اسمک وتعالیٰ جہدک ولا انا غیرک۔

حضرت الامام ابو یوسف علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب نماز شروع کرتا تو یہ ذکر پڑھتا تھا "سبحانک اللہم وبحمدک والحق" "پس کہ ہے تو یا اٹھ اور پاکی بیان کرتے ہیں ہم تیری حمد کے ساتھ اور تیرا نام باریت ہے اور بند ہے تیری بزرگی اور تج سے واکوئی ہو نہیں سکتا۔

اخیر نا حمد بن سلیمان قال حدثنا وید بن الحداد قال حدثنی جعفر بن سلیمان عن علی بن علی عن ابی العتوب کل عن ابی سعدان قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوۃ قال سبحانک اللہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جہدک ولا انا غیرک۔

حضرت الامام ابو یوسف علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے تو پڑھتے "سبحانک اللہم وبحمدک" "تا آخر۔

قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی بنا اذا جاء رجل فدخل المسجد وقد حفرہ النفس فقال اللہ اکبر الحمد لله حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ فلما قصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاتہ قال ایکم الذی تسکلم بکلمات قوم القوم قال انہ لم یقل بأحد الا یا رسول اللہ جنت وقد حفرنی النفس فقلنہا قال انسی صلی اللہ علیہ وسلم لقد راہت اثنی عشر ملکاً یستندون بہ اہمہ برقعہا

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہر صبح ساتھ نماز پڑھتے تھے اچانک انہیں آوی آواز دیکھ کر میں داخل ہوا اور اس وقت اس کام پر حاضر تھا اس نے فرمایا "اللہ اکبر الحمد لله حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ" پھر جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی نماز پوری کی تو فرمایا تم میں سے کون نے ان لوگوں کو پڑھاتا تھا؟ وہ فرمایا کہ میں نے فرمایا انہوں نے کوئی برا کلمہ نہیں پڑھا انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول میں نے پڑھا تھا میرا نام پڑھا ہوا تھا اور میں نے یہ کلمات پڑھے تھے نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے یاد فرماتے دیکھے کہ صبح کی کہتے تھے ان میں سے کون ان کلمات کو پڑھتا تھا انہوں نے یاد کیا کہ میں نے یاد کیا ہے۔

مخبر بھی میں لکھا ہے کہ اس شخص نے ہم پر سے کلمہ جو امرؤ کر لیا وہ بیان واقعہ تھا اور ان لوگوں کو کہنے اور پڑھنے میں اس سے غلط نہیں لکھا۔

باب البداء بفتح الکتاب قبل السورة

سورة سے پہلے فاتحہ الکتاب کے ساتھ شروع کرنے کا بیان

احبرنا قتیبہ بن سعید قال حدثنا ابو عوانہ عن قتادة عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ابو حنبلہ و عمر و صلی اللہ علیہما یتستحبون لقراءۃ الحمد للہ رب العالمین)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور ابو حنبلہ و عمر رضی اللہ عنہما قراءۃ الحمد للہ رب العالمین کے ساتھ شروع کرتے تھے۔

احبرنا عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمن الزہری قال حدثنا سفیان عن ابی ب عن قتادة عن انس قال صنبت مع انس صلی اللہ علیہ وسلم مع ابی حنبلہ و عمر رضی اللہ عنہما ففتحوا بالحمد للہ رب العالمین

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ اور ابو حنبلہ و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھائی آپ نے عزائم نماز کو الحمد للہ رب العالمین کے ساتھ شروع کرتے تھے۔

تشریح ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ سورۃ فاتحہ کے بعد بسم اللہ نہ پڑھتے تھے لیکن دوسری روایت سے اس کا پڑھنا ثابت ہے جس میں کسی کو انشرف نہیں ہوا بسم اللہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر انہیں حیرت کہ وہ ناشافی کہتے ہیں وہ

اللہ علیہ وسلم

نعم النحر کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "بسم الرحمن الرحیم" پڑھی پھر ام ایمنہ رضی اللہ عنہا نے سورۃ فاتحہ پڑھی تو کہہ "و لا الحاصلین" یہ وہ نچے تو آمین کہیں پھر لوگوں نے بھی آمین کہی اور جب کہہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب جلوس سے گزرے ہوئے دور کھت کے بعد تو اللہ اکبر کیا اور جب سلام پھیرا تو کہا اس کی قسم میں نے جنت میں میری جان ہے کہ یہی یہ نماز تمہاری نمازوں کے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ زیادہ مشابہ ہے۔

تشریح

اہم بحث و مباحثہ والے مسائل میں سے جبر یا تصدیق کا مسئلہ بھی ہے اس موضوع پر دعوتی اور خفیہ بغدادی وغیرہ نے رسائل بھیجے ہیں خطیب بغدادی کی محکمۂ نور شان علی اپنی اس کتاب کی وجہ سے ٹھٹھائی جس میں انہوں نے اپنے مطلب کو ثابت کرنے کی خاطر سے جبر یا تصدیق پر اصرار کرنے والی احادیث معلولہ کو جمع کیا ہے اور ان احادیث کو محمد شین نے جن حدیثوں کی بناء پر مسترد کر دیا ہے انہیں گھولنے کے بجائے پردہ ڈال دیا۔

علامہ زبیدی نے نصب الراعی میں تیرہ دوقوں میں ثوب جوش و خروش سے بحث کر کے ثابت کیا ہے کہ کوئی حدیث جبر یا تصدیق کی صحیح نہیں اور اگر قطعی ہے تو بھی غیر مسلم کے بارے میں بعض کی درخواست پر ایک رسالہ تصنیف کیا بعض مائیں ان سے پاس گئے اور قسم لگائی کہ اس میں سے حدیث صحیحہ نکلا دیجئے تو انہوں نے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جبر یا تصدیق میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے لیکن صحابہ سے بعض آثار صحیحہ اور بعض ضعیف مروی ہیں۔ (حکاکہ بن نیمہ فی الفوائد) اس کے سوا تو بلخی فی نصب الراعی اور ابن حجر مکی نے کہا کہ خطیب بغدادی اور دارقطنی نے جبر یا تصدیق کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش میں انکی احادیث اپنی کتاب میں بگردن نہیں پائی تھیں پائی جاتی ہیں انکدام حدیث سے انہوں نے اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے جو قابل مبالغہ نہیں ہے بارے میں اس مآلک کا طریقہ بحث ضروراد ہے کیوں کہ اس حدیث کی نقل متواتر سے یہ ثابت ہے کہ اہل ممالک کے زمانہ تک مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی تھی بلکہ متواتر کے بعد ان پچھلے نماز کی خبر مراد کا کوئی اشتباہ نہیں جن کو اگلے محدثین نے ان کی عقلیں اور باطنی خرابیاں انکے کمرے و گردیاں تھا۔ (ذکرہ فی شرحہ الترغیب)

اس مسئلہ میں نہ ارباب کی تفصیل یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب اور امام احمد بن حنبل اور اسحاق اور یحییٰ اور یمن امبارک اور ثوری اور ابن ابی کثیر اور حسن بن علی رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ ہم اندر سورۃ فاتحہ کے شروع میں پڑھے اور سنت یہ ہے کہ نہ بہت پڑھے اور امام ترمذی وغیرہ نے کہا کہ تصدیق آہستہ پڑھنا غلط و راشدین کا معمول تھا اور یہ کہ نہ بہت پڑھے میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہم کو اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال ان حضرات کے دلائل ہیں ان کی محنت میں کوئی شک نہیں ہے کیوں کہ سانیہ مروی ہیں یہی دلیل صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے "سلبت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحلف اسی بکر و عمر و عثمان قلہ اسمع احدا منهم یقرأ بسم اللہ الرحمن الرحیم" یہاں حضرت انس رضی اللہ عنہ مطلق قرآنہ تصدیق کی نہیں کی بلکہ جبر کی نفی کی ہے کیوں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ ظاہر بھی ہوا ہے

”فَكَانُوا لَا يَجْهَرُونَ بِسْمِ اللَّهِ اِنْ حَسَّ الْحَرَجُ“ نیز کہیں روایت سنائی میں اگلے عنوان کے تحت ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے ”عَنْ اَبِي سَلَمَةَ قَالَ صَلَّيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخ“ ”ہنس سے واضح ہو گیا صحیح مسلم کی روایت میں اسے قول ”فَلَمْ اَسْمَعْ“ سے لینی قرآن سرائیں بلکہ بسم اللہ آہستہ پڑھنے کی وجہ سے کئی نہ جانتی تھی اسی سرائے کی آئی کی ہے دوسری دلیل حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے یہ حدیث امام نسائی نے اگلے عنوان کے تحت روایت کی ہے اور امام ترمذی نے بھی اس کو کچھ تفصیل سے روایت کیا ہے اور بتلادیا کہ یہ حدیث حسن ہے اور ترمذی کی اسی روایت میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے لڑکے نے نماز میں جہر کے ساتھ بسم اللہ پڑھی تھی تو اپنے لڑکے سے فرمایا ”ای مٹی محدث ایسا کہ والحدیث الخ“ ”یہ سلسلہ کاجہر کے ساتھ پڑھنا بدعت ہے اس سے بکویز عطاؤں نے بھی کئی روایت سے بیان کیا ہے کہ سلسلہ کاجہر کرنا بدعت ہے تو ان روایات سے واضح ہو گیا کہ سورہ فاتحہ کے شروع میں سلسلہ کا آہستہ پڑھنا سنت ہے شافعی کی طرف سے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی حدیث پر پانچ تفسیریں کیا جاتا ہے کہ اس حدیث کا مدار ابن عبداللہ بن مغفل پر ہے اور وہ مجہول ہیں معلوم نہیں کون ہے لہذا اس حدیث کو حسن قرار دے کر اس سے استدلال کیوں کر صحیح ہو گا اس کا جواب علامہ زبیدی نے لکھب الراہ میں یہ دیا ہے کہ ان ابن عبداللہ بن مغفل سے محدث احمد میں ابو نعاس تھیں جن عباہ نے روایت کی ہے اور طبرانی میں عبداللہ بن برید نے روایت کی ہے اور ابوسفیان طرف انسہ کی نے بھی روایت کی ہے علامہ طبرانی ابو نعاس تھے ہیں اور عبداللہ بن برید کی شان تو عکرم بن القیس ہے اور ابوسفیان کی حدیث معتبر ہے جبکہ دوسرے راوی نے بھی اسی کے وفاق روایت کی ہو اب ان تینوں کی روایت سے ابن عبداللہ بن مغفل کی جہالت دور ہو گئی فرض کی یہ حدیث عدم جہر حمید کے بارے میں صریح ہے اور یہ حدیث اگرچہ اقسام صحیح سے نہیں ہے لیکن درجہ حسن سے گری ہوئی نہیں یہی وجہ ہے کہ امام ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا ہے اور حدیث حسن سے استدلال درست ہے خصوصاً جبکہ کثرت سے اس کے شواہد اور ترویجیات موجود ہیں اور اس حدیث کے مطابعات اور شواہد موجود ہیں۔

تیسری دلیل طبرانی کی روایت ہے ”نہول نے کہا“ ”حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي السَّمَرِيِّ حَدَّثَنَا مَعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ الْحُسَيْنِ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْرُ بَسْمِ اللّٰهِ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالْمَكْرُوْعِ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَحَسْبُ اللّٰهِ عَلَيْهِم“ ”یہ استاذ جدید ہے بہر حال یہ تمام روایات صحیح اور صریح ہیں جن کی بناء پر حمید عدم جہر اور انشاء کی منفردیت واضح اور قطعی طور سے ثابت ہوتی ہے۔

مسئلہ امام شافعیؒ

امام شافعیؒ کے نزدیک بسم اللہ کو سورہ فاتحہ کے ساتھ جہر سے پڑھنا مستحب ہے جبکہ قرآن کو جہر کے ساتھ پڑھنے ان کے مسلک کے ثبوت میں متعدد روایات پیش کی جاتی ہیں جملہ ان کے عنوان کے تحت کی دونوں روایات بھی ہیں پہلی حدیث سے استدلال اس طرح کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب فرمایا کہ مجھ پر ابھی ایک سورہ اتاری ہے پھر حضور ﷺ نے اس کو اپنے

قرآن سے یوں بیان کیا "بسم اللہ الرحمن الرحیم ان اعطیک الکوثر" "آخر قیامت میں معلوم ہوا کہ تیرے سورۃ کا پورا ہونا کون کے سورۃ کا اطلاق تفسیر اور اس کے مابعد کے پورا ہونے کا نام ہے کیا ہے اور جب ثابت ہوا کہ تیرے سورۃ کا پورا ہونا ہے تو اس سے اس حدیث پر استدلال کیا جاتا ہے کہ جس نماز میں ہجر کے ساتھ قرآن پڑھا جاتی ہے اس میں تیسرا بھی ہجرت ہوگا کیوں کہ اس کے کچھ معنی نہیں کہ تمام سورۃ کا ہجر کرے اس کے ایک جز کے اندر ہجرت کا جواب دیتے ہیں کہ آپ کا یہ استدلال صحیح نہیں کیوں کہ اس میں ایک قصور یہ بھی ہے کہ تمام سورۃ سے خارج ہو کر سورۃ کا تفسیر کے ساتھ سورۃ کو شروع کرنا یا پھر حال سورۃ کو تمام سورۃ کے ساتھ شروع کرنا چاہئے لیکن اس سے نماز میں ہجر ہر قسمیہ ثابت نہیں ہوتا اس لئے صریح روایت کی ضرورت ہے اور یہ روایت غیر صریح و غیر متشدد ہے۔

دوسرا استدلال یہ کہ اگر اس روایت سے یہ کہ اس سے تفسیر نے ہجرت تفسیر پر استدلال کیا ہے اس کی طرف سے استدلال کیا ہے اور یہ بھی غلط ہے کہ تفصیل سے تردید کی ہے اس قدر بطور غلطی نقل کیا ہے کہ تمام ہجرت کی روایت موجود نماز ہے کہ اس کے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قریب آئے تھے سو ان کو اس میں سے صرف تمام ہجرت کے قرائن حاصل ہوئے اور اس حدیث میں روایت یہ ہے نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ذرا بعد پر امام بخاری و مسلم نے اعتراض کیا ہے اور باغیض قرائن تفسیر کے حلقہ کو صحیح مان بھی لیا جاتا ہے تب بھی یہ احادیث روایت میں ہجرت تفسیر کے قائلین کی کوئی جہت نہیں کیوں کہ تمام قرآن "فہو اسم الرحمن الرحیم" کیا اور یہ ایسی آواز سے پڑھنے اور آہستہ پڑھنے دونوں کو شرط ہے ہذا تفسیر کے لئے اس حدیث سے استدلال مندرجہ نہیں ہوتا یہ حدیث ان کو تو اس پر بحث ہو سکتی ہے جو قرآن تفسیر کے قائل نہیں غرض کہ اس کی ہجرت جو مختلف قول کا اعتبار رکھتی ہے وہ کسی طرح اس صریح اور صحیح حدیث کا مقابلہ کر سکتی ہے جو تفسیر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں مزید بحث نصب ارایہ میں ہے جو معلوم کرنا چاہئے کہ ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷ کے علاوہ ان دونوں حدیث باب کے شانہ بشانہ تصحیف و دلالت سے بھی استدلال کرتے ہیں جن میں کوئی حدیث صحیح نہیں استدلال اور اس کے اعتبار سے بہت ضعیف ہیں اس کو ہم شروع میں ذکر قضی و غیرہ کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں۔

مسئلہ امام مالک

امام مالک اور ان کے اصحاب کہتے ہیں کہ فرض نمازوں میں سورۃ فاتحہ کے شروع میں تیسرا پڑھنا بہت اور نہ ہجرت البتہ نفل نماز میں ولی فاتحہ میں اور قرآن حکیم کی تمام سورتوں کے شروع میں تفسیر پڑھنے والوں کے لئے قرآن تفسیر کو جائز قرار دیتے ہیں اس کی میں حدیثیں ملتی ہیں تفسیر کی ہے امام مالک کا استدلال حضرت انس رضی اللہ عنہ کے قول سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز "الحمد لله رب العالمین" کے ساتھ شروع کرتے تھے جس سے ہجرت معلوم ہوتی ہے کہ تفسیر کے بعد ثابا اور خود اور تفسیر نہیں پڑھتے تھے بعد ازاں ان کا جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث دوسری روایت کے یہ حدیث افتخار قرآن پر محسوس ہے۔ (کنز الدقائق والبرہان والمعارف السنن)

ترک الجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم جہر سے نہ پڑھنے کا بیان

اخبرنا محمد بن علی بن الحسن بن شلیق قال سمعت ابی بقول اباننا ابو حمزة عن منصور بن واذان عن اس بن مالک قال قال بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یسمعا فقرأ بسم اللہ الرحمن الرحیم و صلی بنا ابو بکر و عمر فلم یسمعا منها۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے چھ نماز پڑھتے ہیں آپ ﷺ نے ہمیں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی قراءت نہیں سنائی اور ہم ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے چھ نماز پڑھتے ان میں سے کسی کو ہم اللہ الرحمن الرحیم جہر کے ساتھ پڑھتے نہیں سنا۔

اخبرنا عبد اللہ بن سعید ابو سعید الأشج قال حدثنی عقیبة بن خالد قال حدثنا شعبہ وابن ابی عروبہ عن لبادہ عن انس قال قال صلیب علف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم فلم یسمع احدا منهم یجہر بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے چھ نماز پڑھی ان میں سے کسی کو میں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم جہر سے پڑھتے نہیں سنا۔

اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا خالد قال حدثنا عثمان بن غیاث قال اخبرنی ابو نعامة الحنفی قال حدثنا ابن عبد اللہ بن مغفل قال کان عبد اللہ بن مغفل اذا سمع احدا یقرأ بسم اللہ الرحمن الرحیم یقول صلیب خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلف ابی بکر و خلف عمر رضی اللہ عنہما فعا سمعت احدا عنہم فقرأ بسم الرحمن الرحیم۔

حضرت ابن عبد اللہ بن مغفل کہتے ہیں جب عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ ہم میں سے کسی کو سنتے کہ وہ جہر سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتا ہے تو فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے چھ نماز پڑھی ان میں سے کسی کو میں نے جہر کے ساتھ بسم اللہ الرحمن الرحیم جہر سے پڑھتے نہیں سنا۔

تشریح: امام نسائی ترجمہ سے اشارہ کر دیا کہ ان روایات میں غرض قراءت شہید کی لٹی نہیں کی بلکہ جہر سے پڑھنے کی لٹی کی ہے اس سے بھی زیادہ صراحت حسن کی روایت ہے نبوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابن القاضی کے ساتھ روایت کی ہے "کانوا یسرون بسم الرحمن الرحیم"۔ (رواہ ابن خزیمہ)

اس میں خوب صراحت کے ساتھ غرضی طبع کی علت بتلائی کہ ہم اللہ آہستہ پڑھتے تھے اس لئے ہم نہ سنتے تھے۔ تیسری

حدیث کے متعلق امام نوویؒ نے مختصر میں لکھا ہے کہ ابن خزیمہؒ اور ابن عبد البرؒ اور خطیبؒ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اس کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ اس کا مدار ابن عبد اللہ بن مغفلؓ پر ہے اور وہ مجہول ہیں اس پر اعتراض کا جواب اوپر کے حوالوں کے تحت ملاحظہ کیجئے نیز امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے نیز امام نسائیؒ کی شرط دیگر اگر کہ حدیث کے مقابلہ میں بہت زیادہ سخت ہے اور انہوں نے اس حدیث کو اسی سند سے روایت کیا ہے لہذا کم از کم درجہ حسن سے مگر یہی نہیں اور حدیث حسن سے استدلال صحیح ہے خصوصاً جبکہ اس کے شواہد اور صحیحات بہت ہیں تو پھر قابل حجت ہونے میں کیا شبہ ہے حیرت کی بات ہے کہ جن لوگوں نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے اور ابن عبد اللہ بن مغفلؓ کو مجہول راوی قرار دے کر اس سے استدلال مجہول دیا ہے انہوں نے ہجر بالشمر کے اثبات میں اس سے بھی زیادہ ضعیف حدیث سے استدلال کیا ہے بلکہ خطیب بغدادیؒ نے بعض حدیث موضوع سے بھی استدلال کیا ہے مگر خود انہوں نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے جو غیر مقول ہے بہر حال ابن احادیث سے مسلک حدیث کی تائید ہوتی ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ سے پہلے شہید آہستہ پڑھا جائے یہی سنت ہے۔

ترک قراءۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم فی فاتحۃ الكتاب

سورہ فاتحہ میں بسم اللہ کی قراءۃ ترک کر دینا

اخیراً فاقیۃ عن مالک عن العلاء بن عبد الرحمن انه سمع ابا السائب مولى هشام بن زهرة يقول سمعت ابا هريرة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلى صلاة لم يقرأ فيها بسم القرآن فهي خداج هي خداج هي عجاج "غير تمام" فقلت يا ابا هريرة اني احياناً اكون وراء الامام ففهم ذراعي وقال اقرأ بها يا فارسي في نفسك فاني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يقول الله عز وجل قسمت الصلاة بيني وبين عبدي نصفين لنصفها لي ونصفها لعبدي ولعبدي ما سأل قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرأ يقول العبد الحمد لله رب العالمين يقول الله عز وجل حمدني عبدي يقول العبد الرحمن الرحيم يقول الله عز وجل انني على عبدي يقول العبد مالک يوم الدين يقول الله عز وجل حمدني عبدي يقول العبد اياک نعبد و اياک نستعين لهذه الآية بيني وبين عبدي ولعبدي ما سأل يقول العبد اهبطنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين فهؤلاء لعبدي ولعبدي ما سأل.

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز پڑھے اور اس میں ام القرآن یعنی سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے اس کی نماز ناقص ہے اس کی نماز ناقص ہے پوری نہیں ہوتی ابوالسائب کہتے ہیں میں نے ابو ہریرہؓ سے پوچھا کہ میں تو کبھی کبھی امام کے پیچھے ہوتا ہوں یعنی اس حالت میں بھی پڑھوں تو ابو ہریرہؓ نے میرے

یہ ان کو دیا اور فرمایا کہ ان سے سو روفا قحہ کہنے میں پانچ بیشک میں نے سو فی سہ پانچ سے مناسپ ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں نے تم کو یعنی سو روفا قحہ کہنے سے سو روفا قحہ کہنے کے درمیان آدموں کو دو قسم کر دی ہفت اس کا میرا اور نصف میرے بندہ ہے اور میرے بندہ کے لئے وہ چیز ہے جو اس نے مانگی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سو روفا قحہ پر جو بندہ کہتا ہے "الحمد لله رب العالمین" اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری حمد کی بندہ کہتا ہے "الرحمن الرحیم" اللہ عزوجل فرماتا ہے بندہ نے میری ثناء کی بندہ کہتا ہے "ف نک یوم الغفران" اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میرے بندہ نے میری تعظیم کی بندہ کہتا ہے "ب کت عبد و اباک المستعین" اللہ عزوجل فرماتا ہے یہ آیت میرے بندے کے لئے ہے اور میرے بندہ کے لئے وہ ہے جو اس نے نکلا ہے بندہ کہتا ہے "اعلنا الصراط المستقیم صراط الذی انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ آیت میرے بندہ کے لئے ہے جس میں اور میرے بندہ کے لئے وہ ہے جو اس نے نکالا۔

تشریح اولیٰ الاحزاب سورہ اہل بیت کے حوالہ سے اپنی کاپی قرآن میں لکھا ہے کہ ہذا سب اصحاب نے اپنے زمانہ میں خلف الامم ہر ایک قرآن کا شاہد یہ کہ وہ کہہ سکے پچھ کر آؤ نہ کرتے تھے اس لئے اپنے قول "یا ماعزوفہ فی اکون احسانا واداء الامم" سے "ہم صلی صلاۃ الخ" کو ہم پر رکھ کر جو صحیح میں کیا ہے اس کے جواب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے ذریعہ یعنی اسی لئے دل میں پڑھ کر طور سے کہ ہے ان سے شاید ان کی اصل قاری سے بھی اور فورس شیراز اور اس کے قول کو کہتے ہیں۔ (کذا فی حاشیۃ الطحاوی عن کشف المعطف)

پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے وہ حدیث مذکور کی یہ ان کی جس میں سو روفا قحہ کی ہر ایک آیت کی تحفیت بتائی تھی۔ یہ عمراس میں نبی کا ذکر نہیں ہے اور عمراس کو سنا ہے اس حدیث میں تیس کی ذی زنی کی ہے اس کے ثبوت کے لئے ہر ماہ علم کا اتفاق ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم ان سو روفا قحہ کا جز نہیں ہے اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ اگر بات پر سب علماء اتفاق ہے کہ سو روفا قحہ کی سات بات ہیں مگر اس میں اختلاف ہے کہ وہ کیا ہم اللہ کی ان میں داخل ہم کہ مجموعہ کا سو روفا قحہ کہنا ہے یا ہم اللہ کو جو وہ شرط مابقی ہے اور قرآن میں سات ہے اس حدیث کے اول لفظ تمام سو روفا قحہ کے دل میں اس نے لکھ دیا ہے تاکہ اس سے پہلی سو روفا قحہ اور دوسری سو روفا قحہ میں فرق دو جو کے اور اس سے سو روفا قحہ کرنا باعث توبہ کا اعتقاد کیا جاتا ہے تو اس بارے میں عین اور بنیاد اور شرم کے وہ دلائل اور غیبا دہائی تو ہے وہ نام جو خدایا میں مبنی مشک ہے کہ تیس سو روفا قحہ جڑے اور نہ کسی دوسری کچھ فصل اور حرکت کے لئے سو روفا قحہ کے شروع میں لکھی گئی ہے ان حضرات کے مسک کی تائید بخاری و مسلم کی روایت سے ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ "الحمد لله رب العالمین" سے شروع کرتے تھے نیز طبرانی اور ابن جریر اور ابوداؤد و ترمذی اور ابویوسف کی روایات سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے ہم کو آیت پڑھتے تھے اور "الحمد لله رب العالمین" کو پکار کر وہ معلوم ہوا کہ ہم اللہ کو کدہ نہیں ہے کیوں کہ سو روفا قحہ سے ایک جز کا پوشیدہ پڑھنا کوئی معنی نہیں

رکعتا ثم الحمد سورۃ فاتحہ کا جز ہوتی تو اس کو بھی جبر سے پڑھنے اور رکوع اور کوف کے قاری اس کو الحمد کا جز سمجھتے ہیں اور امام شافعی اور عبد اللہ بن مبارک کا بھی یہی مذہب ہے اور اسی سے ان کے یہاں بسم اللہ کو نماز میں پکار کر پڑھتے ہیں ان کے پاس بھی دلائل ہیں بحکمہ ان کے ادیب کے مثلاً "قراءة بسم الرحمن الرحيم" کے تحت کی دونوں روایات ہیں امام شافعی کہتے ہیں کہ بسم اللہ اگر سورۃ فاتحہ کا جز نہ ہو تو جبر سے پڑھنا شروع نہ ہوتا اور دوسری حدیث کا وادی فہیم البحر خود کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ جبر سے پڑھی ان دونوں روایات کا جواب دیا دیا جا چکا ہے نیز عثمان کے تحت کی حدیث میں جو بسم کی تھی ہے اس سے بالکل صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں ہے کیوں کہ اس حدیث قدسی میں حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو یہاں فرمایا ہے اس میں تسمیہ کا ذکر نہیں ہے دیکھئے کہ تسمیہ الحمد سے شروع ہوتی نہ بسم اللہ سے اور نصف کو ایک نعبہ پر رکھ کر تین آیات اللہ تعالیٰ کی ثناء کی ہو میں اور درمیان میں آیات مشترک ہوئی اور آخر کی تین آیات بندہ کی جو میں درمیکل اس پر اللہ تعالیٰ کا قول "هؤلاء لعبدی" یعنی یہ سب آیات میرے بندے کے لئے ہیں اس میں امام شافعی کی تقسیم جاری نہیں ہو سکتی ان کے مسلک کا بیان ہے کہ آج کیوں کہ اگر اہل بیت مبہم پر ایک آیت شمار نہ کریں تو بندہ کے واسطے صرف دو اور باقی اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوں گی اور اگر اہل بیت علیہم السلام پر آیت شمار کریں تو کل آیات آٹھ ہو جائیں گی بہر حال حدیث میں نصف نصف کی تصریح ہے اور یہ سب اس کے خلاف صریح ہیں غرض کہ اس حدیث سے کھل کر بتا دیا ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں ہے اسی بناء پر ابن عبد البر ماگنی نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث نے ثابت کر دیا کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں بلکہ خارج ہے اور یہ صریح نص ہے جو وہ میں کا بالکل اختیال نہیں رکھتی اور مجھے تسمیہ کے سورۃ فاتحہ سے خارج ہونے میں اس سے زیادہ واضح نص معلوم نہیں ہے۔

اور ذیل المجموع ۲/۷۷ پر امام مالک کا مذہب اللہ و نہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام مالک کہتے ہیں فرض نماز میں بسم اللہ نہ پڑھے نہ چپکے سے اور نہ جبر سے اور نہ امام پڑھے اور نہ غیر امام مؤفل میں یا فرمایا ہے تو پڑھے اور اگر چاہے ترک کر دے اختیار ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان کے یہاں بسم اللہ قرآن میں سے نہیں دوسرے ازکار کی طرح ایک ذکر ہے البتہ سورۃ میں بسم اللہ وہ بلاشبہ قرآن کا جز ہے امام مالک بھی انہیں اراکین سے استدلال کرتے ہیں جن سے حنفی استدلال کرتے ہیں جیسے حدیث: باب اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابابہو وعمر کانوا یفتنون الصلوۃ بالحمد للرب العالیین" وغیرہ احادیث سے استدلال کرتے ہیں مگر حنفیہ جس حیثیت سے استدلال کرتے ہیں مالکیہ اسی حیثیت سے نہیں بلکہ دوسری حیثیت سے جس کا ذکر اوپر کی طور میں ہو چکا ہے اور حنفیہ اس قول امام مالک کا یہ جواب دیتے ہیں کہ نقش متواتر سے ہم تک یہ مرویہ پکا کہ "جميع ما فی المصحف" قرآن ہے تقسیم دینی قرآن میں بسم اللہ بھی جی ہے سورۃوں کے شروع میں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تسمیہ قرآن میں سے ہے ہاں سورۃوں میں سے نہیں کیوں کہ ممکن ہے کہ بسم اللہ سورۃوں کے درمیان نص کے لئے لکھ دی گئی ہو تاکہ اعتناء سورۃ کا پتہ لگ جائے اسی کی طرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت "سمان

النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یعرف فصل السورۃ حتی یُنزل علیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ” کشارہ کرہی ہے۔ (رواہ ابو داؤد و اخرجہ ایضاً المعاکم کما نقل الزیلعی وقال انه صحیح علی شرط الشیخین)

ایجاب قراءۃ فاتحۃ الكتاب فی الصلاۃ

نماز میں سورۃ فاتحہ کی قراءۃ واجب ہونے کا بیان

اخبرنا محمد بن منصور عن سفیان عن الزہری عن محمود بن الربیع عن عبادۃ بن الصامت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا صلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الكتاب.

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی کہم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا نماز میں ہوتی اس شخص کی جس نے فاتحہ کتاب یعنی سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی۔

اخبرنا مسوید بن منصور قال انہما عبد اللہ عن معمر عن الزہری عن محمود بن الربیع عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الكتاب فصاعداً.

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس کے ساتھ اور کہو۔

تشریح: قرآن عظیم کی بحث الگ ہے یہاں امامہ سنائی اس کو ثابت نہیں کر رہے ہیں بلکہ نماز میں سورۃ فاتحہ کی قراءۃ ضروری ہونے کو ثابت کر رہے ہیں اس مسئلہ میں اختلاف ہے امام مالک و امام شافعی اور امام احمد نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کو فرض اور نہ کہتے ہیں اس کے ترک سے نماز کا سد ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہی سورۃ کو طائنان کے نزدیک سنت ہے لیکن کا استدلال حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث باب سے ہے اس حدیث کو بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے نیز در قطبی نے کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (شوح النقایہ: ۱۹/۱)

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں مطلق قراءۃ فرض ہے یعنی چھٹی قراءۃ رکن نماز ہے اور جس کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں اور کم سے کم اتر حصہ ہے جس پر قرآن کا اطلاق کیا جاسکتا ہو اس بارے میں امام اعظم سے بھی روایات منقول ہیں ظاہر روایات میں مقدمہ مفروضی کم از کم پوری ایک آیت ہے خواہ طویل ہو یا چھوٹی ہو اس سے کم پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی دوسری روایت میں یہ موقوف ہے کہ خالص کوئی مقدمہ مفروضی متعین نہیں البتہ کم سے کم خاصہ ہونا ضروری ہے جس پر قرآن کا اطلاق ہو سکتا ہو خواہ ایک آیت ہو یا اس سے کم بشرطیکہ اس کو قرآن کے قصہ سے پڑھے خبری روایت یہ ہے کہ مقدمہ مفروضی یعنی ایک آیت ہے جیسے آیۃ الکرسی اور آیت دین یا چھوٹی تین یا تین قراءۃ کے بغیر نماز نہیں ہوتی یہی قول امام ابو یوسف اور امام کاظمی ہے اس تفصیل کو صاحب المانی لاحقہ نے درائع کے حوالہ سے ۵۸/۳ پر نقل کیا ہے اور یہ سب حضرات سورۃ فاتحہ کی قراءۃ اور اس کے ساتھ کوئی سورۃ قلمانے کو

صاحب بحر اراک فی تحقیق دو ضعیف اور ضعیف کی طرف سے جو جواب دیا ہے وہ بھی کسی کے قریب قریب ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ ہماری دلیل ایک تو ارشاد قرآنی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا ہے دوسرے بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "إذا لمست إلى الصلوة فليصغ الوضوء ثم استقبل القبلة ثم اقرأ آية الكرسي معك من القرآن" تو دیکھئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مطلقاً قرآن کا حکم دیا ہے اور نص مسند میں کتاب قطعی کے بالکل موافق ہے اس لئے تینوں اماموں نے اپنے استدلال میں جو حدیث "الصلوة لعن لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب" پیش کی ہے وہ جو دلائل کے دو ضعیف الثبوت اور ظنی الدلائل ہے یا صرف ظنی الثبوت ہے اس کے ذریعہ سے کتاب قطعی کی نص کو مستحکم کرنا درست نہیں کیوں کہ نص قرآنی کے مطلق حکم کو خبر واحد سے مستحکم کرنا گویا اس کے قطعی حکم مطلق کو منسوخ کرنا ہے اور خبر واحد قطعی کی ناراض نہیں ہو سکتی بلکہ خبر واحد پر عمل واجب ہے نیز نبی کریم ﷺ سے نماز میں سورہ فاتحہ کی قرآن پر سوانحیت ثابت ہے اور کوئی ایسی دلیل قطعی نہیں جو سورہ فاتحہ کی تلاوت کو مستحکم کر دیتی ہو اب خبر ہر ایک کے بعض سوانحیت سے وہ جواب کا ثبوت ہوتا ہے لہذا جان بوجہ کرنا بھولے سے سورہ فاتحہ چھوڑ دینے سے نماز ناقص نہیں ہوتی ہے بلکہ یہی صورت میں نقصان کو پورا کرنے کے لئے نماز پر عہدہ سجد واجب ہے اور عمداً چھوڑنے کی صریح ممانعت ہے۔

(محرر المرافق ۳۱۲/۱)

بعض ضعیف نے حدیث باب کا یہ جواب دیا ہے کہ مصلوۃ میں ناشی نہ لال کے لئے ہے نہ کشتی اسل کے لئے مگر علامہ انور شاہ کشمیریؒ وغیرہ نے اس جواب کو پسند نہیں کیا چنانچہ معارف السنن ۳۸۵ میں علامہ موصوف کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میرے نزدیک یہ جواب بکمزور اور بے وزن ہے کیوں کہ سورہ فاتحہ اگرچہ کثرت نہیں ہمارے یہاں واجب تو ہے اور کسی کے ترک سے منہا ہوتا ہے تو اگر حدیث کی یہ تاویل درست ہو تو حدیث وجوب کا قائل نہ نہیں رہے گی کیوں کہ ظنی الدلائل اور ثبوت ایک ساتھ مفید و جرب نہیں ہو سکتے حدیث خبر واحد ہونے کی وجہ سے ظنی الثبوت ہے پھر جب اس میں تاویل کریں گے تو ظنی الدلائل بھی ہوگی نہ ابو جوب فوت ہو جائے گا۔ (کما صرح به علماء الاصول)

بہر حال صحیح یہ ہے کہ مدار بحث ظنی الثبوت ہونے کو قرار دیا جائے نہ کہ ظنی الدلائل کو تاکہ وجوب فاتحہ فوت نہ ہو اور شاید یہی وجہ ہوگی کہ صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب میں اس حدیث کو نام شافعی کی دیکھ جانے کے بعد اس طرح کی تاویل کے ذریعہ اس کو ظنی الدلائل قرار دینے کی کوئی بات نہیں کی بلکہ انہوں نے فرمایا "فقراء الفصححة لاثبتین رکتاً عدنا" کہ ہمارے یہاں قرآن فاتحہ رکعتی ہے۔ نے کو مستحکم نہیں ہے پھر آئے جل کر مطلق قرآن کی فرضیت اور سورہ فاتحہ کو رکعتیہ کے بعد سے اس کو وجوب کے درجہ میں رکھنے پر دلیل پیش کی ہے اس کی تفصیل جیسے گذر چکی ہے غرض کہ یہ تاویل مذکور جو بعض ضعیف نے کی صاحب ہدایہ کی نظر میں غیر معقول ہے اس لئے تو اس کا اپنی کتاب میں ذکر ہی نہیں کیا کہ یہ حدیث حضرت شاہ صاحب کی تقریری معارف السنن جلد اولیٰ میں ہے جو چاہے وہاں دیکھ لے۔

فصل فاتحہ الكتاب

سورہ فاتحہ کی فضیلت کا بیان

احمرنا محمد بن عبد اللہ بن المبارک الصخری قال حدثنا یحییٰ بن آدم حدثنا ابو الاحوص عن عمار بن وزیل عن عبد اللہ بن عیسیٰ عن معبد بن جبر عن ابن عباس قال سعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعندہ جبریل علیہ السلام اذ سمع نوحاً یوقہ فرغ جبریل علیہ السلام بصرہ فی الماء فقال هذا باب قد فتح من السماء ما فتح قط قال فنزل منہ ملک فأتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ایمنہ بنورین اونیثہما لم یولہما فی قبلك فاتحۃ الكتاب وخواتیم سورۃ البقرۃ ثم نقر أحرف منہما الا اعطیہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تے اور آپ ﷺ کے پاس بزرگ کل پہنچے ہوئے تھے چاکا کوپ سے دروازہ کھلنے کی آواز آئی بزرگ کل نے آسمان کی طرف اٹھ کر دیکھا اور فرمایا یہ دروازہ آسمان کا جو اس وقت کھلا ہے اس سے پہنچے گی نہیں کھاروی کہتے ہیں کہ اسے میں ایک فرشتہ آسمان سے اترا اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ آپ ﷺ کو یہ دو قورں کی بشارت ہو جو آپ ﷺ سے پہنچے کسی نبی کو نہیں دیے گئے ایک فاتحہ الکتاب دوسری سورہ بقرہ کی فاتحہ والی آیات ان دونوں میں سے اگر آپ ایک حرف بھی پڑھیں گے تو آپ کو وہ چیز عطا کی جائے گی جس کو وہ حرف اپنے ضمیر میں لیا ہوا ہے۔

اس حدیث سے سورہ تو کی فضیلت ثابت ہوتی ہے حدیث میں حرف سے مراد پورا جملہ ہے یعنی جو جملہ ان میں سے آپ پڑھیں گے آپ کی درخواست کردہ چیز عطا کی جائے گی یعنی آپ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے جو اھدنا الصراط المستقیم السخ "پہنچنے کا حکم ہوا ہے اس کو گم نہ ہونے کا اور ضروریہ عبادت کی اللہ عزت کرے کا اور دوسرے سورہ بقرہ کی آخری آیات "و صلاتوا حذرا ان یسبوا" سے آخر سورہ تک اگر پڑھا جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرما کر سبب عافہ کردے گا بہر حال یہ دونوں نور صرف حضور اکرم ﷺ کو ہی عطا کئے گئے ہیں کی لئے آپ کے بعد بھی آپ ﷺ کی امت بھی ظہوری قیامت تک زور و راست سے گم نہ ہوگی۔

تاویل قول اللہ عزوجل ولقد آتینک سبعا من المثانی

والقرآن العظیم

حق تعالیٰ شانہ کے قول "وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمُثَنَّىٰ الْخ" کی تفسیر میں

خبرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا حماد قال حدثنا شعبة عن خبیث بن عبد الرحمن قال

سمعت حفص بن غاصم يحدث عن ابي سعيد بن المعلى ان النبي صلى الله عليه وسلم مر به وهو يصلي فعداه فقال فصلت ثم ابته فقال ما معك ان لا يجيني قال كنت اصلي قال لم يقل الله عز وجل يا ايها الذين آمنوا استجبوا لله وللرسول اذا دعاكم لما يحكمكم الا اعلمكم اعظم سورة قل ان اخراج من المسجد قال فذهب ليخرج قلت يا رسول الله فلو لك قال الحمد لله رب العالمين هي السبع المثاني الذي اوتيت والقرآن العظيم.

حضرت ابی سعید بن المعلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ان کی طرف سے گزروا جبکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے حضور ﷺ نے ان کو پکارا ابو سعید کہتے ہیں میں نے نماز پڑھ لی پھر حاضر خدمت ہوا حضور ﷺ نے فرمایا سب میں نے تم کو پکارا تھا تم نے فوراً کیوں جواب نہیں دیا اور حاضر نہیں ہوئے ابو سعید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نماز پڑھ رہا تھا حضور ﷺ نے فرمایا کیا اللہ عزوجل نے تم کو فرمایا ہے ایمان و مومنہ اور اس کے رسول ﷺ کے کہنے کو نبھایا کرو یکدم تم کو تہمات دینی زندگی بخش دیتی طرف ہوتے ہوں پھر فرمایا دیکھ میں تجھے کلمہ سے باہر جانے سے پہلے قرآن میں جو بڑی سورۃ ہے اس کی تحمیر کرو ان کا ابو سعید کہتے ہیں جب مسجد سے باہر نکلے گا میں نے یاد دہرایا پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ سورۃ "الحمد لله رب العالمين" ہے جس کی سات آیات میں ہر نماز میں برائی چلتی ہیں اور وہ قرآن عظیم ہے ہر کلمہ کو حفظا دہائیے۔

اخبرنا الحسن بن حمرث قال حدثنا الفضل بن موسى عن عبد الحميد بن جعفر عن العلاء بن عبد الرحمن عن ابيه عن ابي هريرة عن ابي بن كعب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما انزل الله عز وجل في التوراة ولا في الانجيل مثل ام القرآن وهي السبع المثاني وهي مفسومة ببي ربي عدي ولعدي مسائل.

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ام القرآن یعنی سورۃ فاتحہ جیسی سورۃ اللہ عزوجل نے تورات میں نازل کی اور نہ انجیل میں اور یہ وہی سبع مثانی ہے اور وہ میرے اور بندے کے درمیان تقسیم کی گئی ہے اور میرے بندے کے لئے وہ چیز ہے جس کی میں نے درخواست کی۔

احبرنا محمد بن قدامة قال حدثنا جرير عن الاعمش عن مسلم بن عبد بن حبيب عن ابن عباس قال اوتيت النبي صلى الله عليه وسلم سبعاً من المثاني السبع الطول.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کو سات ہفتہ کی مثانی و طواریں پیش کیں اور وہ سب طویل ہیں۔

اخبرنا علي بن حجر قال حدثنا مزيك عن ابي اسحق عن سعيد بن جبير عن ابن عباس في قوله عز وجل سبعاً من المثاني قال السبع الطول.

سید بن علی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ جس کے قول میں من المثانی کی تفسیر میں ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ سب

سے مراد سب حوال ہیں یعنی سات طویل سورتیں۔

تشریح: عنوان کے تحت کی اول حدیث میں کہ حضور اکرم ﷺ نے ابو سعید بن اعلیٰ کو پکارا جبکہ وہ نماز میں تھے تو ان کے اس عذر پر کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اس لئے جواب نہیں دیا حضور ﷺ نے ان کو یہ آیت یاد دلائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ”امت جبروا“ اے یہ قوم سے اس صورت کو بھی مثال ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی کو پکارے تو نماز میں جواب دینا واجب ہے برسی یہ بات کہ وہ نماز باقی رہے گی یا نہ ہو جائے گی اور اس کا اعادہ کرنا پڑے گا یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اب اس میں بحث کرنے کو کافی ضرورت نہیں۔ (بیان القرآن)

علامہ قاری نے مرقات ۳/۳۲۹ پر اسی حدیث کے تحت علامہ طحطائی سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں حضور ﷺ کی وجوہ پر جواب دینے سے نماز نہیں ٹوٹی تھی جیسے آپ ﷺ کو اسلام علیک ایہا النبی کے ساتھ خطاب کرنے سے نماز نہیں ٹوٹی پھر قاضی یحیٰی دہلوی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ مختلف فرسکہ ہے بعض نے کہا کہ اجابہ رسول نماز کو باطل نہیں کرتی کیوں کہ نماز بھی اجابہ ہے اور بعض نے کہا اگر کسی غوری کام کے لئے حضور اکرم ﷺ نے پکارا ہو تو اس کی تعمیل کے لئے نماز توڑ دینا واجب ہے اور ظاہر حدیث سے قول اولیٰ منقول معلوم ہوتا ہے پھر علامہ قاری کہتے ہیں زیادہ تو کی بات حدیث سے یہی معلوم ہوتی ہے کہ حضور ﷺ کے حق میں اجابہ مطلقاً واجب ہے غوری امر یا غیر غوری کی کوئی تہید نہیں جیسے آیت مہمہ کے عموم سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اب برسی یہ بات کہ نماز کا کیا حال ہوگا تو یہ حدیث نہ بطلان پر دلالت کرتی ہے اور نہ عدم بطلان پر ہاں دوسرے دلائل چونکہ مطلق ہیں اس لئے نماز باطل ہو جاتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الثنائی جمع ہے مشابہ کی اور اسم ظرف ہے یا مشیہ کی جمع ہے اور وہ اسم فاعل ہے بھر تقدیر الثانی حقیقت اور اس کا موصوفہ محذوف ہے یعنی آیات یا سطر بہر حال اس حدیث سے فروغ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب مشابہتی سے سورہ فاتحہ مراد ہے جس کی سات آیات ہیں اور نماز کی ہر رکعت میں مکرر پڑھی جاتی ہے اس لئے اس سورہ کو مشابہتی کہا گیا ہے اور چونکہ اس کی بڑی قدر و قدر عظمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور القناع کے اختصار ہونے کے باوجود اس کے فوائد اور معانی بہت ہیں چنانچہ منقول ہے کہ تمام مقاصد دینی اور دنیوی ”ایسا کہ فہمہ و ایسا کہ نسعین“ کے تحت داخل ہیں اس لئے اس سورہ کو قرآن عظیم فرمایا اور حضرت عمر اور حضرت علی اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہم کا یہی قول ہے کہ سب مشابہتی سے سورہ فاتحہ مراد ہے۔

(تفسیر مظہری)

سعید بن جبیر نے کہن ہاں ﷺ کا قول سب مشابہتی کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے کہ اس سے مراد سب طویل ہیں یعنی سات بڑی سورتیں جن میں سب سے اول سورہ بقرہ ہے اور انفال و توبہ کا مجموعہ ہے یہ دونوں سورتیں ایک سورہ کے حکم میں ہیں اسی لئے دونوں کے درمیان اسم اللہ بھی نہیں جاتی اور حضرت ابن ہاں ﷺ نے مشابہتی کہنے کی یہ وجہ بیان کی کہ ان سورتوں میں قرآن بخش و حدود داخل اور عبرت انگیز مواعد اور قصوں کا بار بار مذکور کیا گیا ہے اور دوسری حدیث میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے

مروئی ہے سورہ فاتحہ و اہم القرآن فرمایا کیوں کہ یہ تمام قرآن کی اصل ہے اور سب علوم اس میں جمع ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ترک القراءة خلف الامام فیما لم یجہر فیہ

غیر جہری نماز میں امام کے پیچھے ترک قرأت کا بیان

اخبرنا محمد بن العثمنی قال حدثنا یحییٰ قال حدثنا شعبہ عن قتادة عن زائدة عن عمران بن حصین قال صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الظهر فقرأ وحل خلفه سبع اسم ربک الاعلیٰ فلما صلی قال من قرأ سبع اسم ربک الاعلیٰ قال رجل انا لفلان فند علمت ان بعضکم قد خالجنیہا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی اور ایک آدمی نے آپ ﷺ کے پیچھے ”سبع اسم ربک الاعلیٰ“ پڑھی جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ تم نے ”سبع اسم ربک الاعلیٰ“ پڑھی اس آدمی نے کہا میں نے حضور ﷺ نے فرمایا مجھے یوں محسوس ہوا کہ بعض لوگ تم میں سے قرأت قرآن میں مجھ سے پیچھا چھپی کرتے ہیں۔

اخبرنا قتیبہ قال حدثنا ابو عوانہ عن قتادة عن زائدة عن عمران بن حصین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلاة الظهر او العصر ورجل یقرأ خلفه فلما انصرف قال ایکم قرأ سبع اسم ربک الاعلیٰ فقال رجل من المقوم انما وسم ارد بها الا الخبر فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد عرفت ان بعضکم قد خالجنیہا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ظہر و عصر کی نماز پڑھی اور ایک آدمی آپ ﷺ کے پیچھے قرأت کرتے گئے پھر جب نماز پوری کی تو فرمایا تم میں سے کس نے ”سبع اسم ربک الاعلیٰ“ پڑھی تو میں نے ایک آدمی سے کہا میں نے اور میں نے اس سے خبر کا اڑا دیا تھا نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے یوں محسوس ہوا تھا کہ تم میں سے بعض لوگ میری قرأت میں مزاحم ہوتے ہیں۔

الفاظ حدیث ”قد عرفت ان بعضکم قد خالجنیہا“ سے متعذر قرأت خلف امام کی ممانعت ہے جس سے معلوم ہوا کہ صلوة مرہب میں امام کے پیچھے قرأت کرنا منع ہے۔

ترک القراءة خلف الامام فیما جہر بہ

جہری نماز میں امام کے پیچھے ترک قرأت کا بیان

اخبرنا قتیبہ عن مالک عن ابن شہاب عن ابن اکیمة اللیبی عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم الصوف من صلاة جهر فيها بالقراءة فقال هل فرا معي احد منكم انما قال رجل نعم يا رسول الله قال اني اقول مالي انازع القرآن قال فانهي الناس عن القراءة فيما جهر فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم بالقراءة من الصلاة حين سمعوا ذلك.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رسول اللہ ﷺ اس نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپ ﷺ نے قرآن مجید سے پڑھی پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ ابھی کچھ پڑھا ہے ایک آدمی نے عرض کیا ہاں اے اللہ کے رسول آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں بھی کہتا تھا کہ مجھ سے قرآن پڑھنے میں کون جھڑپا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب لوگوں نے یہ سنا تو جن نمازوں میں رسول اللہ ﷺ جبر سے قرآن پڑھتے تھے ان میں لوگ قرآن سے رک گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے مستثنیٰ قرآن نہ کرے۔

قراءة ام القرآن خلف الامام فيما جهر به الامام

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا جبکہ وہ جہری قرآن کرے

اخبرنا هشام بن عمار عن صدقة عن زيد بن خالد عن حرام بن حکيم عن نافع بن محمود بن ربيعة عن عباد بن الصامت قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بعض الصلوات التي يجهر فيها بالقراءة فقال لا يقرآن احد منكم اذا جهرت بالقراءة الا بام القرآن.

حضرت عباد بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو ایک نماز پڑھائی جس میں آپ ﷺ قرآن مجید سے پڑھتے تھے پھر فرمایا تم میں سے کوئی شخص ہرگز قرآن نہ پڑھے جبکہ میں جبر سے قرآن پڑھوں مگر ام القرآن یعنی سورہ فاتحہ۔

تشریح: امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے علاوہ کوئی اور سورہ کی قرآن کے عدم جواز میں کوئی اختلاف نہیں اس مسئلہ کو مصنف نے اوپر کے عنوان کے تحت کی روایت سے بتا دیا کہ جہری نماز ہو یا سری بہر صورت امام کے پیچھے قرآن قرآن منسوخ ہے اب اس عنوان کے تحت کی روایت سے بتانا چاہئے ہیں کہ امام کے پیچھے قرآن سورہ فاتحہ منسوخ نہیں ہے کیوں کہ اس حدیث میں ام القرآن کو مستثنیٰ فرمایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا منسوخ نہیں اور خلف الامام قرآن سورہ فاتحہ کے مسئلہ میں مصنف نے امام شافعی کی سوائقت کی ہے۔

بحث قرآن فاتحہ خلف الامام

اگر نماز جماعت سے ہو تو مستثنیٰ کو بھی سورہ فاتحہ پڑھنا چاہئے یا صرف امام کا پڑھنا سب مستثنیٰ ہوں کی طرف سے کافی ہے اس مسئلہ میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب کا قول یہ ہے کہ نواز جماعت میں خواہ جہری ہو یا سری مقتدی سورہ

فاقہ نہ پڑے یہی قول ایک جماعت کا برصغیر میں تھا۔ اور ابھین میں سے رکس التابھین معید بن المسیب کا اور مرد بن زید بن معید بن جبر بن ہری وحشی داسور صہم اللہ کا ہے۔

امام شافعی کے نزدیک جبری اور سری دونوں نمازوں میں مقتدی پر قرآن سورہ فاقہ واجب ہے امام مالک کہتے ہیں کہ جبری نمازوں میں مقتدی سورہ فاقہ نہ پڑھے صرف صلوٰۃ سریہ میں پڑھے اور صلوٰۃ سریہ میں بھی واجب نہیں کہتے بعض مالکیہ کے کام سے وجوب معلوم ہوتا ہے۔ امام مالک کا مذہب رائج اور المالک میں یہ نقل کیا ہے کہ جبری اور سری دونوں نمازوں میں سورہ فاقہ کی قرآن واجب نہیں ہے البتہ سری نماز میں مستحب اور جبری میں مکروہ کہتے ہیں امام مالک کا قول بھی سری نماز میں مثل امام مالک کے ہے اور جبری میں بھی اس وقت مستحب ہے جبکہ اس سے بہت دور مکرر ہونے کی وجہ سے اس کی قرآن سننے میں نہ آتی ہو اور اگر نام کی قرآن سے تو مقتدی قرآن نہ کرے اس سے یہ بات قطع ہوتی ہے کہ صرف امام شافعی کے نزدیک ان کے قول جدید کے مطابق جبری اور سری دونوں نمازوں میں مقتدی پر امام کے پیچھے سورہ فاقہ کا پڑھنا واجب ہے ورنہ قول قدیم میں صرف سری نماز میں وجوب فاقہ کے قائل ہیں اب دلائل کی طرف چلتے ہیں امام ابوحنیفہ وغیرہم کا استدلالی آیت قرآنی اور حالات سے ہے قرآن مجسم میں ہے "وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ" اور جب قرآن پڑھا جاوے تو اس کی طرف کان لگا دو اور خاموش رہا کرو اسید ہے کہ تم پر رحمت ہو۔

تیسری نے لکھا ہے کہ امام احمد نے فرمایا تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی ھکذا اقلیٰ ابن ابی ہمام بعض لوگ کہتے ہیں کہ خطبہ کے بارہ میں نازل ہوئی یعنی خطبہ کے وقت خاموش رہنا مراد ہے مگر یہ قسرتیں قیاس نہیں کیوں کہ یہ آیت یہی ہے کہ اس کا نزول کہ میں ہوا اور خطبہ مدینہ میں جب جمعہ شروع ہوا جب مقرر ہوا چنانچہ اکثر مفسرین بالخصوص امام بخاری شافعی نے اپنی تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ حسن بصری جو بڑی رئیس و رئیس رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اس آیت کا نزول امام کے پیچھے قرآن پڑھنے کے سلسلہ میں ہوا جو لوگ کہتے ہیں کہ آیت کا نزول خطبہ جمعہ کے متعلق ہوا ان کے قول سے حسن بصری وغیرہم کا قول زیادہ رائج ہے کیوں کہ آیت یہی ہے اور نماز جمعہ کا وجوب مدینہ میں ہوا تھا اور بالقرآن مجسم بھی کر لیا جائے کہ آیت خطبہ کے بارہ میں نازل ہوئی تب بھی کوئی اشکال نہیں اس لئے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص جب کا جسے آیت سرفہر آیت نماز اور دیگر آیات خاص اشخاص کے معاملوں میں نازل ہوئی ہیں مگر ان کی مہارت پر لحاظ کر کے عام حکم جاری کیا جاتا ہے۔ (تفسیر مظہری، تفسیر فتح المنان)

اسی طرح بقول بعض خطبہ کے متعلق نزول کو مان بھی لیا جائے تب بھی نماز میں استماع و انصات کا وجوب ثابت ہوتا ہے کیوں کہ جب خارجی صلوٰۃ خطبہ کے دوران استماع و انصات کا حکم ہے تو داخل صلوٰۃ میں بطریق اولیٰ ہونا چاہئے کیوں کہ مقتدی تابع مقلد ہے اور خارج صلوٰۃ میں تابع مقلد نہیں ہے بہر حال غلامان آیت سے استدلالی کا یہ ہے کہ آیت مطلق ہے جو اپنے عموم پر ہے اصول کے مطابق مطلق اپنے اطلاق پر اور تنقید بنی تنقید پر قائم رہتا ہے اس لئے اگر شاہ باری تعالیٰ "وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ"

القرآن "میں قرآنہ" مطلق ہے جو جہر یا سریرہ دونوں کو شامل ہے اسی طرح ان احکامات یعنی "معاذ" قرآنہ مجریہ کے ساتھ خاص نہیں غیر جہر یا کو بھی شامل ہے البتہ استماع جہر یا کے ساتھ مخصوص ہے وہ اپنے مخصوص پر مستعمل ہے گا تو اتفاقاً اگر اس طرح ہوگی "والا فمر علی القراء ان جہروا وسرا وانصتوا لہ عند الجہر وانصتوا لہ مطلقاً" فرض کیا اس آیت میں استماع اور احکامات دونوں کا حکم ہے چنانچہ قرآنہ کی صورت میں اگرچہ استماع نہیں انصت کے ممکن ہے لہذا معاہدہ نص کے مطابق وجوب جہر یا نام نہایت سختی کہتے ہیں کہ اس آیت میں معتد یوں کو خلف الامام کی نوبت باقی کر کے جہر کے ساتھ قرآن پڑھنے سے منع کیا گیا ہے سورہ فاتحہ آیت پڑھنے سے منع نہیں کیا گیا اس کے جواب میں خطیب کہتے ہیں کہ یہی کاقول درست نہیں اور اجماع کے خلاف ہے کیوں کہ آیت کے الفاظ مطلق اور عام ہیں سورہ فاتحہ وغیرہ سے بھی "معاذ" نہ لے کر قتل بھی ہے پھر ہم چوتھے ہیں کیا امام مطلق خطیب کی حالت میں چپکے چپکے ذکر اللہ اور تسبیح وغیرہ پڑھنے کی اجازت دیدیں گے اگر نہیں تو وہاں اس آیت سے مطلقاً "معاذ" واجب ہونے پر استدلال کیوں کر صحیح ہو گیا اگرچہ ثابت دیں گے تو ان کے مذہب کے بھی خلاف ہو گا اور اجماع کے بھی خلاف ہے خطیب معہ میں کسی کے بھی نذر ایک خطیب سننے والے کو ذکر اللہ اور تسبیح وغیرہ پڑھنا درست نہیں نہ آیت اور نہ بلند آواز سے جس حیرت ہے کہ خطیب میں تو مطلقاً ذکر و تلاوت وغیرہ منع کیا جائے آیت سے بھی اور بلند آواز سے بھی اور نماز میں قرآن مجریہ کو درست کہا جائے حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ آیت مذکورہ کا نزول قرآنہ خلف الامام کے بارے میں ہوا ہے اگر یہ کہا جائے کہ خطیب کے لئے احادیث میں انصت کی تائید ہے تو ہم نہیں گئے کہ نماز کے اندر مستثنیٰ کو انصت کی تاکہ قرآن نہ پڑھیں جس سے اور احادیث میں بھی جن کو ہم نظر کریں گے۔

قرأت خلف الامام کی ممانعت احادیث کی روشنی میں

قرأت خلف الامام کے عدم جواز پر احادیث بھی ذرا مت کر تی ہیں اس مسئلہ کی احادیث تو بہت ہیں طوالت کا خوف ناش ہے اس لئے بطور نمونہ کے چند احادیث نقل کر رہے ہیں جن سے امام ابو حنیفہ وغیرہم اپنے مسلک پر استدلال کرتے ہیں پہلی دلیل حضرت ابو سعید اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے ان کی ایک طویل حدیث میں جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے یہ حدیث آج ہے "والا فمر ای الامام ان یأمر الناس ان یجہروا" حضور ﷺ نے فرمایا جب امام قرأت پڑھے تو خوش رہو اور شاماعت کے بارے میں فرمایا مگر قائل غور بات یہ ہے کہ یہاں مشن آیت قرآنی کے نہیں فرمایا بلکہ صرف "فانصتوا" فرمایا فرق یہ ہے کہ آیت بھی نماز کے بارے میں ہے اور حدیث بھی لیکن آیت میں الفاظ عام ہیں کہ ہر سال میں یہ قسم ہے جو ان میں بیان کیا گیا ہے اور یہاں حدیث میں مسئلہ امام اور مقتدی کا ہے اور مردار ہے اقتداء کے مسئلہ میں سے فرمایا "فانصتوا" کہ سنو یہ سنو امام کی آواز پہنچے یا نہ پہنچے سکوت اس فرض سے ہے کہ امام اور مردار ہر ایک میں جیسا کہ روایت ہے کہ سب کا بلانا ہے تاکہ وہ ہے ہر سال ہر انصت کے دو ہیں اور یہ کہ سکوت سننے کے لئے دو ہیں کہ انصت میں وقت ہوتا ہے کہ دوسرا بار بار کہل اور ترجمان ہے وہ نولے کے لئے کافی ہے ہمیں پڑھنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ اس (۱۰) میں (۲۰) آدنی ایک درخواست لے کر حاکم کے پاس

جا میں اور سب بولے گئیں اور حکم کہہ دے کہ آپ کو بولے دو ایک کا کہنا سب کا کہنا ہے تو کیا یہ مقصود ہے کہ اگرچہ بولے ہو لیکن سب سے ہاں ایک کافی ہے یہ مقصود حاکم نہیں بلکہ روکن مقصود ہے کہ سب مت بولو سب کی طرف سے ایک کا بولنا کافی ہے بلکہ ضرورت حاکم کے سامنے ہو نا غافل وہ ہے یہی سنی ارشاد مبارک کہ "فانصتوا" میں ہوں گے چند حوائج سے اس مسئلہ میں اور یہ بوضیحہ سے مناظرہ کرنا چاہیام عظیمہ نے فرمایا کہ سب کا بولنا بے کار ہے بلکہ ایک بولنا مکمل زیادہ جس کا بولنا تمہارا بولنا ہو نہیں سکتا کہ ایک بات ہے یہ شخص سب سے اصرار ہے یہ گفتگو کریں گے، ہم عظیمہ نے کہ مسئلہ کا حل ہو گیا کیوں صاحب مناظرہ میں تو ایک کافی ہو جائے اور بارالہی میں یہاں سب مقتدی امام کو بوجہ مقتدیوں کی طرف سے ان کا دھڑلے سے پیش کرنے کے جوڑا اور سب سے کہنے کے حاضر ہونے میں وہاں سب کی طرف سے ایک شخص - یعنی امام کا بولنا کافی نہ ہو یہ تو بالکل بے اصولی بات ہے اس حوالے سے کتاب اللہ اور حدیث میں انصاف یعنی حاسوسہ رہنے کا حکم مقتدیوں کو دیا گیا ہے نہایت "وإذا طوى القرآن الف" میں یہ قول تھا کہ ہماری قرآن کے ساتھ مخصوص ہو سب سے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مثل قرآن نہیں فرمایا بلکہ فرمایا "إذا قرأ القرآنصوا" یہ میرا اور سریدوں کو کوشاں ہے کیوں نہ ہو یہ اور سریدوں کی کوئی قید نہیں مطلقاً حاسوسہ رہنے کا وجہ اس سے ثابت ہوا ہے خواہ سورہ فاتحہ ہو یا کوئی اور سورہ جو سب سے چپ کرنا چاہئے شراعی کی طرف سے یہاں یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس حدیث میں "إذا طوى القرآنصوا" کو صرف سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اور روایت کیا ہے تو کسی نے روایت نہیں کیا اور یہ محضہ نہیں ہے لہذا اس سے استدلال صحیح نہیں اس کا جواب حنفیہ یہ دیتے ہیں کہ سب سے پہلے امام احمد بن حنبل نے اس روایت کو صحیح کہا ہے بعد کہ ابن عبد البر نے تمہید میں بیان کیا ہے پھر ابو یوسف بن ادریس نے جو امام احمد کے شاگرد ہیں پھر امام مسلم نے پھر امام زہبی نے نقل میں اس کو جگہ دی ہے اور اس میں صحیح حدیث درج کرنے کا وعدہ کیا ہے پھر ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں اس روایت کو صحیح فرمایا، پھر حافظہ ابو عمر ابن حزم علیہ السلام نے بجز ان کی حدیث میں مندرجی نے اپنی کتاب ترقیت و تہذیب میں پھر ابن حزم اور ابن کثیر نے پھر حافظہ ابن حجر نے فتح الباری میں اس ذمہ نامہ کی تصحیح کی ہے تو جواب ہے کہ حنفیہ اسے گمراہی کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قادیان کے شہزادوں میں سے صرف سلیمان علیہ السلام نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں "إذا قرأ القرآنصوا" فرمایا ہے اور کسی نے اس جملہ کو نقل نہیں کیا شوافع کا یہ قول غلط ہے سلیمان علیہ السلام بھی اس روایت کے نقل کرنے میں متحرک نہیں بلکہ مستند حافظہ حدیث کے سیمان بھی کی متابعت کی ہے چند نچے مراد میں حاضر اور سعید بن جبیر عروہ نے قادیان کے شیمان بھی کیے روایت کی ہے جیسا کہ ہزار ہا ابن عدنی اور ابن خزیمہ نے نقل کی ہے اور ابو سعید نے بھی اس روایت کے نقل کرنے میں سلیمان علیہ السلام کی متابعت کی ہے اس کا ذکر علامہ بیہقی نے تفصیل میں فرمایا ہے نیز اس ذمہ جملہ کے نقل کرنے میں اگر سلیمان علیہ السلام متحرک بھی ہوں تو سب بھی ان کا فقرہ حضرت میں ہوں کہ وہ حامل الفاظ اور مبالغہ ہے خود امام مسلم نے جو ایک بندہ شاندار امام اور محدث ہیں اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور اپنی کتاب میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے واسطہ سلیمان علیہ السلام کو بیان کیا ہے ان سے جب ان کے شاگرد ابو یوسف بن ادریس نے اس فقرے کے حوالہ کیا کہ اس حدیث میں "إذا قرأ القرآنصوا" صحیح ہے تو امام مسلم

ہے کیوں کہ حدیث کے الفاظ "لما نهى الناس عن القراءة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فبما جهرو فيه بالسفراء الملح" میں فاتحہ یا غیر فاتحہ کا کوئی ذکر نہیں بلکہ مطلقاً قرأت سے رک جائے منہم ہو رہا ہے اور حدیث سے یہ بھی مفہوم ہوا ہے کہ ایک شخص کا غم کہنا حضور ﷺ کے در یافتہ فرمانے پر اس کی واضح دلیل ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک مطلقاً قرأت کا نہ پڑھنا عام تھا کہ سب نہ پڑھتے تھے کیوں کہ حضور ﷺ کے در یافتہ کرنے پر صرف ایک شخص نے جواب دیا کہ میں نے قرأت کی ہے اور اگر سب پڑھتے تھے تو پھر اس طرز سے "هل قرا منكم معي احد انما" کیا تم میں سے کسی نے اس وقت میری قرأت کے ساتھ قرأت کی ہے سوال کی کوئی حاجت نہ تھی نیز رسول کا عنوان صاف بتا رہا ہے اس شخص نے قرأت جبر کے ساتھ نہیں کی تھی اگر جبر کے ساتھ پڑھتا تو حضور ﷺ اس طرح فرماتے "من قرا معي" یعنی میرے ساتھ ساتھ کسی نے قرأت کی ہے نیز اس شخص کا حضور ﷺ کے پیچھے قرأت کرنا حضور ﷺ کے امر سے نہ تھا ورنہ حضور ﷺ کو اس سوال کی ضرورت نہ ہوتی کہ کیا کسی نے اس وقت میرے پیچھے قرأت کی ہے اور حضور ﷺ کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ سوال کرنا کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ ساتھ کچھ پڑھا ہے خود بتا رہا ہے کہ امام کے ساتھ مقتدی کا پڑھنا حضور ﷺ کو پسند خاطر تھا جمعی تو صرف ایک شخص کی قرأت پر بھی حضور ﷺ نے فرمایا "فالسلي اسازع الصقران" یہ کون مجھ سے قرأت کو چھین رہا ہے اور چونکہ قرأت خلف الامام کو حضور ﷺ نے منازعہ اور مجاہدہ القرآن فرمایا اس لئے غیر مقلدین کی یہ دلیل بھی نہیں چل سکتی کہ اس حدیث میں سوال قرأت فاتحہ سے نہ تھا بلکہ سورہ فاتحہ سے زیادہ قرأت کے متعلق تھا کیوں کہ کراہت و ممانعت کی علت منازعہ القرآن ہے اور یہ علت بافتادست جس طرح قرأت سورۃ میں پائی جاتی ہے اسی طرح سورہ فاتحہ کی قرأت میں بھی پائی جاتی ہے لہذا قرآن کے عام ہونا عاں ہے بلکہ اگر سر یہ بھی ممانعت ہونے لگے تو قرأت کی ممانعت ہوگی چونکہ یہ واقعہ جبر کا تھا اس لئے اس کا ذکر آگیا اب رہا یہ سوال کہ جب منازعت کیا تھی عام طور پر شارحین تصادم آواز کو جب منازعت چلائے ہیں اگر یہ جب منازعت تھی تو اس حدیث میں باوجود جبر بالقرآن کے ایک شخص کے آہستہ پڑھنے سے منازعت ہوئی تو سری نماز میں یہ جب بطریق اولیٰ موجود ہے کیوں کہ جبری نماز میں امام کی آواز غالب رہتی ہے اور سری میں چند مقتدی کے پڑھنے سے امام کی آواز پر مقتدیوں کا غلبہ ہو جائے گا اور جبری میں ایک شخص کے آہستہ پڑھنے سے باوجود آواز حضور ﷺ کی غالب و قہر ہونے کے منازعت ہوئی تو سری نماز میں بطریق اولیٰ منازعت ہوگی۔

علامہ زرقانی نے شرح مؤطا میں لکھا ہے کہ منازعت کے معنی ٹکٹش کے ہیں یعنی امام کو تن جہا قرأت پڑھنے نہ دینا امام کے ساتھ مقتدی کا بھی پڑھنا یہی معنی مقتدی پر سری نماز میں بھی صادق آتا ہے کیوں کہ مقتدی امام کو تن جہا قرأت کرنے نہیں دیتا بلکہ خود بھی امام کے ساتھ ساتھ پڑھتا رہتا ہے معلوم ہوا کہ آواز میں قرأت خاص امام کا حق ہے اسے مقتدی باحق پڑھ کر امام سے چھیننا چاہتا ہے یہ معنی بھی جبر پر اور سر یہ دونوں کو عام ہے لہذا قرأت خلف امام مطلقاً منع ہے یہ اقوال صحابہ میں نقل کرنے کے

بعد علامہ حنفی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک جب نمازعت میں تمام آدمی اور زکوٰۃ نہیں بلکہ جب نمازعت عدم انصاف و استہار
ہے مگر پہلے یہ سمجھ لیں کہ فقہریاں چار آیت ہیں اہل نمازعت کا لفظ جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے اور ان میں
حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں لفظ نمازعت اور دوسری میں لفظ التماس آیا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث
میں لفظ غطا آیا ہے اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث میں لفظ الحجة کا لفظ آیا ہے یہ سب اہل لفظ متقدمہ اور ان میں
سب کا قریب قریب ایک کیا مفہوم ہے اور میرے خیال میں جب مقتدی کو تکلیف نصرت و استماع ہے تو کسی کی نواہت و
اعراف کے زریعہ جس میں نصرت و استماع کا حکم ہے قرأت کی کمانہت کو روکی گئی اور حدیث انصاف جو بعض اہل کتاب کے لئے مثل
میں سے ہے اس کے ذریعہ قرأت کی کمانہت روکی نہیں جیسا کہ جو کمانہت کے بعض قوم نے خصوصاً یہودیوں کی قرأت میں مٹنی عذکار
اور کتاب کی اور انصاف رضی اللہ عنہ کے پیچھے نہیں نماز میں قرأت کی جیسے کہ ان کا ذکر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ کی
حدیث میں آیا ہے تو حضرت عمارہ رضی اللہ عنہ کا کتاب انصاف رضی اللہ عنہ کی قرأت میں نمازعت قرآن و کتاب اور تہذیب کا مٹ ہوا اس کی
تعمیر موجود ہے چنانچہ امام شافعی نے صحیح بن ابی ریحان کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ نے حج کی نماز میں سورہ
عواد فرمائی تو حضور ﷺ پر شب پڑ گیا آپ ﷺ نے سلام پھیر کر فرمایا "ما مال القوم بصلون معنا ولا يحسون المظہر و
وانما بلس علیہم القرآن و لیسک" (تو دیکھو کہ اس موقع پر بسوا ایک خارجی چیز و از حضور ﷺ کے قلب پر پڑا ہے کہ
قوم میں سے کسی نے اچھا نہ سمجھا اس سے وہ بھی کوئی سنت یا اس لئے آداب روئے ہوں گے اس کا یہ نفس تاثر باطنی سے
اتحاد سے التماس قرآن کا باعث ہوا اس طرح عدم انصاف اور عدم استماع نماز میں اہل قرآن و کتاب نمازعت ہو گا کیوں کہ
مقتدی کو تکلیف نصرت و استماع قوال نے اپنے عقیدہ کو پھول کر مٹنی عذکار و کتاب نہ دو قرأت کی تو اس مقتدی کا نص قرأت جو
مٹنی عذکار باعث نمازعت ہو تو اب جس جہاں جہ نمازعت ہوگی خواہ میری سے ہو یا میری میں مطلق قرأت خلف امام کی
نمازعت ثابت ہوگی۔

اعتراف اور اس کا جواب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر شافعی کی طرف سے ایک اعتراض یہ کیا جا رہا ہے کہ اس حدیث کا ملامت ابن اکبر
الحنفی یعنی ابو الولید غلام ہے جو مجہول ہے لہذا اس سے استدلال درست نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ابن اکبر الحنفی معتبر اور
مستند ولی ہیں ان کی توثیق بہت سے محدثین نے کی ہے چنانچہ ابن حجر عسقلانی نے ان کی شان میں کہا "انصاف المحدث موقوف"
اور ردی نے بھی ابن مسعود کے اقوال سے کہا کہ عمارہ بن اکبر ثقہ ہیں اور انصاف ابن مسعود نے کہا ان اکبر حدیث کے مشہور
تابعین سے ہیں اور ان بیان نے ان کو ثقافت میں سے شمار کیا ہے اور ائمہ میں ابن عسقلانی نے کہا ابن اکبر حدیث بیان
کرتے تھے مسند ابن مسعود کی مجلس میں ان کی حدیث کو ابن مسعود غور سے سننے اور ان کی مجلس میں مٹنی عذکار کا یہ
قول "سمعت ابن اکبرہ یحدث مسند بن المسیب" کافی ہے ان اسباب کا ان کی حدیث کو قویہ سے سننا اور ان

شہاب زہری کا ان سے روایت کردہ اس کی واضح دلیل ہے کہ ابن ابیہر الخلیف محمد بن ابی ظہر میں عقیم القدر اور نقہ ہیں علاوہ ان معصرات کے دیگر محدثین نے بھی ان کی توثیق کی ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی راوی حدیث کی محدثین توثیق و تصدیق کریں مگر راوی کو مجہول یا غرض سے اس کا مسکنہ لفظ حدیث قابل حجت ہونے میں کوئی شہ نہیں ہے۔

دوسرا مقرر اس حدیث پر شافعی نے یہ کیا ہے کہ "فانتهی الناس السی آخره" زہری کا قول ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول نہیں بلکہ یہ مرسل ہے اور جواب اس کا یہ ہے کہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں نے کہا کہ تمام روایات میں اسی نسخے سے قول موجود ہے اور نہ روایان حدیث اس پر متفقہ کرتے سیاق امام مالک سیاق امام شافعی سیاق امام احمد سیاق امام ابو یوسف سیاق امام مالک سیاق امام شافعی کا ہے نہ کہ زہری کا شوافع نے اس کو کام زہری ثابت کرنے کی جرح و کشش کرتے ہیں وہ ایک بے فائدہ کوشش ہے اس کا منشا یہ ہے کہ جب زہری نے اپنے حلقہ دکن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی اور "عالی الخازن القرانی" کے بعد جملہ "فانتهی الناس الخ" روایت کیا تو اس بات کو آواز میں بھیجی تھی جس کی وجہ سے بعض علماء و کلماء و زعماء نے یہ توہینک نے دوسرے سے پوچھا کہ زہری نے کیا کہا ان نے جواب میں کہا "قال السوہری فانتهی الناس الخ" اس سے محدثین نے خیال کیا کہ یہ زہری کا قول ہے نہ کہ یہ علان درست نہیں کیا ایک دوسرے سے منہل کا یہ مطلب ہے کہ زہری اپنی طرف سے کیا کہہ رہے ہیں ہرگز نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ زہری نے روایت میں کیا کہہ تو سمر نے جواب دیا کہ زہری نے کیا "فانتهی الناس الخ" اس کی دلیل ابو داؤد شافعی ابن اسحاق کی روایت ہے ابن اسحاق اپنی حدیث میں کہتے ہیں "قال مصمر عن الزہری قال ابو ہریرۃ فانتهی الناس الخ" یہ روایت ہر قسم کی تاویل و مسخر و تکرار دینی ہے اور واضح طور سے بتا رہی ہے کہ یہ جملہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا لہذا حدیث سے خارج نہیں واقع حدیث ہے اور علما و ائمہ نے یہ نہ فرمایا جیسا کہ ان کا قول صحیح مسلم میں نقل کیا ہے کہ اگر زہری ہی کا قول تسلیم کر لیا جائے کہ وہ فرمے ہیں "فانتهی الناس الخ" تمام صحابہ قراءۃ سے رکب گئے تو زہری جواب دے زانہ میں لکھا ہے اور سنن ابو داؤد اور اخبار زانہ و مسند ابی نعیم و صحابہ کعبہ کا علم رکھنے والا ان سے زیادہ کوئی نہ تھا اور جہری قراءۃ کا مسئلہ وہ سے جو ہر روز نہیں بارشیش آتا ہے ایسے مسئلہ میں زہری کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پیچھے قراءۃ نہ پڑھتے تھے تو زہری کا یہ قول قراءۃ ظاہر امام کی ممانعت کے دلائل میں سے ایک مضبوط ترین دلیل ہے اس بات کی کہ صحابہ کرام جہری نماز میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ قراءۃ نہ کرتے تھے اس سے یقیناً معلوم ہو گیا کہ اس واقعہ کو کہ وہ بعد تمام صبح ہی نے حضور ﷺ کے پیچھے جہری نماز میں قراءۃ نہ پڑھنا مجوز و واجب تھا۔

ملا وہ اس تفصیل کے لئے کہ حدیث کا آخری جلد "فائنہ فی الناس عن القوافی الخ" غولہ امین شہاب زہری کا قول ہوا ہے حضرت ابو ہریرہؓ کا حنفیہ کا استدلال اس پر موقوف نہیں بلکہ حنفیہ کا استدلال ارشاد مبارکہ "عالمی انوار القراء" سے ہے اس سے بلاشبہ مطلقاً قرآن و خلف الامام کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔

چوتھی دلیل خلیفہ کی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز

پر اجماع کی قرآن اس کے لئے قرآن ہے الغلط حدیث یہ ہیں "من كان له اجماع فله قرآن الا حرام نہ قرآن" اس حدیث صحیح میں ایک ضابطہ کلیہ بخلافا لکھا ہے کہ جمہوری اور سرری دونوں نمازوں میں حالت اقتداء اپنے امام کی قرآن کو یا مقتدی کی قرآن ہوگی یعنی مسی قرآن نہیں بلکہ تنگم شری امام کی قرآن مقتدی کے لئے قرأت ہے لہذا مقتدی کو مطلقاً قرآن کی اجازت نہیں اگر وہ خود بھی قرأت کرے گا تو اس کی وقرائش ایک نماز میں ہو جائیں گی یہ مشروع نہیں ہے کیوں کہ برطانی مدلول حدیث جب امام کی قرآن سے مقتدی کی قرآن اور دوسری ہے تو پھر مقتدی کی قرآن کی ضرورت نہیں اس کا کلیف نہ سونٹی اور استماع ہے۔

حضرت مولانا نانوتوی کا ارشاد

آپ کا ارشاد حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے نقل کیا ہے کہ آپ فرماتے تھے امام واسطی العروض ہے جیسے کوئی کہے واسطی العروض میں کہ ایک علی وصف میں واسطی اور ذی الوسطہ دونوں متصف ہیں خداں آدمی کو چلا جا رہا ہے تو حرکت تو آدمی کو نہیں دلی کو ہے لیکن فعل ایک ہونے کے باوجود مرکب وراکب دونوں کی طرف نسبت ہے ایسے ہی امام واسطی العروض ہے کہ حقیقتاً متصف بالقرآن تو امام ہے اور بالعرض مقتدی بھی تو چونکہ مقتدی حکماً قرآنی ہے لہذا مقتدی کا پڑھنا کوئی ضروری نہیں بلکہ جائز نہیں بلکہ شرع جدید کا ناسخ اس کی نظیر حدیث سترہ ہے کہ امام کا سترہ سب مقتدیوں کے لئے کافی ہے تو کیا پچاس، ہزار، نمازی کے لئے پچاس ہزار سترہ کی ضرورت ہے کہ سب کے سامنے الگ الگ سترہ نہیں بلکہ امام کا سترہ سب کے لئے کافی ہے ٹھیک اسی طرح یہاں امام کی قرآن مقتدی کی قرآن کے لئے کافی ہے نیز اگر امام کو سمجھو تو صرف امام کے ذمہ ہو جانا چاہئے کیوں کہ امام سے ہے نہ کہ مقتدی سے مگر کہتے ہیں کہ نام کا سمجھو مقتدی کا سمجھو ہے اس کے برعکس نہیں کہتے نیز اگر صلاۃ سر یہ میں آیت مجیدہ پڑھے تو پھر کیا مقتدی مجیدہ تلاوت نہ کریں گے کہتے ہیں کہ کریں گے حالانکہ اس نے آیت مجیدہ کو نہ پڑھا اور نہ سنا تو یہاں بھی وہی دائرہ ہے کہ مقتدی اپنے امام کی قرآن کے ساتھ حکماً قاری ہے اسی لئے کسی روایت میں یہ نہیں ہے "وإذا قرأ الإمام فاعلموا" کہ جب امام قرآن کرے تو تم بھی قرآن پڑھو اگر مقتدی کے ذمہ امام کی قرآن کے ساتھ قرآن فرض یا واجب ہوتی تو اس کا بیان حدیث میں ضرور آتا جس میں امام اور مقتدی کے فرائض بیان کئے گئے ہیں جس حدیث صحیح میں دونوں کے فرائض کا ذکر فرمایا ہے اس میں مقتدی کو ان امور میں امام کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے کہ امام جب تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو جب "سمع الله لمن حمده" کہے "اللهم ربنا لک الحمد" کہو اور جب مجیدہ کہے تو مجیدہ کرو ان فرائض کی قرآن امام کے وقت یہ بھی فرمایا کہ جب امام قرأت کرے تو تم بھی قرأت کرو بلکہ یہ ارشاد فرمایا "وإذا قرأ المسلمون" کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اس سے صاف معلوم ہوا کہ مقتدی کو قرأت حبی کی اجازت نہیں بالکل خاموش رہنے کا حکم ہے اس کی قرأت امام کی قرأت سے اور دوسری ہے خواہ سورہ نہ تو کی قرأت ہو یا اور سورہ کی قرأت کیوں کہ حدیث مذکور جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں مطلق قرآن کا حکم بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص کسی امام کے پیچھے نماز پڑھے امام کی قرآن مقتدی کے لئے قرأت ہے لہذا قرأت فاتحہ اور قرآن سورہ دونوں میں مقتدی کی قرأت مکروہ تحریمی ہے۔ (کما یصلح لولی صاحب الہدیۃ)

صحیح نہیں اصول کے خلاف ہے پھر اگر کوئی شخص راوی ایک زائد چیز کے نقل کرنے میں متقدم بھی ہو اس کا قبول کرنا واجب ہوتا ہے کیوں کہ رفع (مرفوعہ روایت کرنا) زیادہ ہے و زیادہ کثرت مقبولہ اس ضابطہ کے مطابق اگر امام ابو حنیفہؒ بھی کسی حدیث کو بطور مرفوعہ روایت کریں تو حجت ہے کیوں کہ کثرتی حدیث اور علوم شریعت میں ان کا جو مقام اہل علم میں ہے کسی سے پوشیدہ نہیں بشرطیکہ انصاف پسند غیر متعصب ہو یا جو دار کے مبراں امام ابو حنیفہؒ مرفوعہ کرنے میں متقدم نہیں ایک جماعت ثقات جیسے سفیان ثوریؒ وغیرہ نے مرفوعہ کیا ہے تو پھر حضرت جابرؓ کی یہ حدیث کیوں رد مقبول اور حجت نہ ہوگی۔

شیخ ابن اثیرؒ نے کہا کہ مرفوعہ حدیث جابرؓ کو ضعیف کہنے والوں نے استزاف کر لیا کہ مرسل ہی صحیح ہے کیوں کہ بقول ابن کثیرؒ ان کے حکم حدیث نے اس کو بدوہن ذکر جابرؓ کے موی بن ابی عائشہ سے انہوں نے عبد اللہ بن شداد سے انہوں نے ابی کریمؓ سے روایت کیا ہے اب ہم کہتے ہیں کہ مرسل اکثر اہل علم کے نزدیک حجت ہے اور مرسل بھی عبد اللہ بن شداد کا جو کہ تابعین سے ہیں اور تابعی اس اعتبار سے کہ سماع حدیث حضور ﷺ سے ثابت نہیں اور نہ زمانہ نبوی میں موجود تھے مگر حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ عبد اللہ بن شداد صحابی ہے جس میں اس بنا پر مرسل صحابی ہوگا ایسے مرسل کو امام شافعیؒ تسلیم کرتے ہیں چنانچہ امام نوویؒ نے صحیح مسلم کے مقدمہ میں لکھا ہے ”و اما سلسل المصحابی وهو روايته مالم يدرکه المذهب الشافعی والجماعیر انه یصح“ تو معلوم ہوا اس پر اعتماد علیہ غیر ہم کا اجماع ہے کہ ایسے مرسل سے استدلال ہو سکتا ہے ”نہی قول ابن حاتم مع زیادة من الجامع“۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے فرمایا یہ مرسل عبد اللہ بن شداد کا ہے اس کی تائید ظاہر قرآن اور سنت سے ہوتی ہے اور صحابہ و تابعین میں سے مسند اہل علم کے تائید کنندگان میں اور اس کا راوی ابی کریمؓ سے ہے لہذا ایسے مرسل کے قائل استدلال ہونے پر ائمہ اربعہ وغیرہم کا اتفاق ہے۔

دوسرا مترشح دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے حضرت جابرؓ کی حدیث مذکور پر یہ کیا ہے کہ اس حدیث کو امام ابو حنیفہؒ نے بواسطہ موی بن ابی عائشہ جس راوی سے یعنی عبد اللہ بن شداد سے روایت کیا ہے انہوں نے براہ راست یہ حدیث حضرت جابرؓ سے نہیں سنی بلکہ درمیان میں ابوالولید کا واسطہ ہے اور وہ مجہول ہے لہذا یہ حدیث کا نقل استدلال نہیں دراصل پہلی وغیرہ کے اس اعتراض کی بنیاد امام ابو یوسفؒ کی ایک متصل روایت ہے جس کو انہوں نے کتاب الامار میں امام ابو حنیفہؒ سے آپ نے موی بن ابی عائشہ سے آپ نے عبد اللہ بن شداد سے آپ نے ابوالولید سے آپ نے حضرت جابرؓ سے بایں الفاظ بیان کیا ہے ”ان رجلاً قرأ خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الظهر او العصر الخ“ پورا قصہ نقل کرنے کے بعد حضور ﷺ کا یہ ارشاد روایت آیا ہے ”من صلی خلف الامام فان فوائدا لہ فوائدا“ تو اس روایت میں ابوالولید کا واسطہ ہے حالانکہ یہ روایت ایک جماعت کثیرہ کی روایات کے خلاف ہے ایک بڑی جماعت نے تہذیب کی امام ابو یوسفؒ سے باواسطہ ابوالولید کے اس کو روایت کیا ہے ان تمام روایات کو ابیانی الاولاد ج ۱ ص ۱۳۹، ۱۴۰ میں نقل کیا ہے اور دارقطنیؒ نے بھی کتاب المقرأة

میں اور قطعی نے دونوں طرح کی روایات نقل کی ہیں دیگر روایات سے صرف نظر کر کے اس حدیث کو گمراہی کی کوشش کی ہے اور اس پر اعتراض کر دیا کہ اس میں عبداللہ بن شداد اور جابر رضی اللہ عنہ کے درمیان میں ابوالولید کا واسطہ ہے اور وہ مجہول ہے لہذا اس مسئلہ خلف الامام الصحیح حدیث: قابلہ محبت ہے ہم اس اعتراض کا جواب حاضر کے سوال سے دیتے ہیں حاکم نے اس حدیث کو ابو یوسف میں ابن ابی شیبہ کے طریق سے بواسطہ ابوالولید روایت کرنے کے بعد فرمایا عبداللہ بن شداد و عبدالولید ہیں اس بات کو علی بن المدینی نے بیان کیا ہے اور حاکم نے کہا کہ جو شخص معترض اسامی کی تحقیق نہیں کرے گا اور اس معاملہ میں غفلت اور سستی کرے گا وہ اس طرح سے وہم میں مبتلا ہوگا۔ (کمالی شرح النسخة للفقاری)

اس بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ حقیقت روایت پولی میں عبداللہ بن شداد بن الہادی ابوالولید میں جابر رضی اللہ عنہ کی نقلی سے ابوالولید سے ہے پس من کا لفظ بہ حادی امام ابو یوسف سے بچنے کے راویوں میں سے کسی راوی نے وہم کیا کہ اپنے وہم کی بناء پر اس طرح بدل دیا کہ اس کا متفق ہی مختلف ہو جائے، واللہ اعلم۔ غرض حاکم کی اس تحقیق کی روشنی میں وہ حدیث بن شداد اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

تیسرا اعتراض حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر بناء بغدادی نے رسالہ لقرآن خلف الامام میں یہ کیا ہے کہ یہ حدیث بعد مرسل اور منقطع ہے۔ نے کے اس حجاز اور اہل عراق کے علماء کے نزدیک غایت میں مرسل تو اس وجہ سے ہے کہ اس کو عبداللہ بن شداد نے بدون ذکر جابر رضی اللہ عنہ کے نقل کر رکھا ہے۔ سے روایت کیا ہے اور انتقاء اس وجہ سے ہے کہ اس حدیث میں حسن بن صالح اور ابی الزبیر کے درمیان ایک راوی جمع ہو گیا ہے اور وہ جابر رضی اللہ عنہ ہے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ حسن بن صالح کا صالح ابی الزبیر سے ہے یا نہیں اس قول کا منشاء یہ ہے کہ امام بخاری کے یہاں شرط یہ ہے کہ حدیث کا مستند اصحاب سے ساتھ ملاقات کا بیان ہوتا اس کا جواب یہ ہے کہ شیخ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ یہ حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ساتھ واسانہ مجھ کے ساتھ بطور منقول روایت ہے ہم نے ان روایات مرفوعہ کو مستند احمد بن منیع (جو ترمذی وغیرہ کے شیوخ میں سے ہیں) کے ساتھ کامل الفصل میں اور مستند احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے چھپا اعتراض اول جو رد قطعی اور یسعی نے کیا ہے اس کے جواب کے ذیل میں نقل کیا ہے وہاں طحاوی نے لکھا ہے کہ اس کا دعویٰ کر کے مرفوع کا انکار بہ باطل ہوا۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ کو حفاظ حدیث نے بواسطہ جابر رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے ہم نے ان حفاظ کی روایات کو مستند احمد بن منیع اور مستند احمد اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایات کے حوالہ سے چھپا اعتراض اول اور اس کے جواب کے تحت نقل کیا ہے ان میں حسن بن صالح نے براہ راست ابو الزبیر سے روایت کی ہے اس طرح ابو نعیم نے بدون ذکر جابر رضی اللہ عنہ کے بطریق حسن بن صالح میں ابی الزبیر روایت کیا ہے۔ (کنز الدہلی، اطراف المعزی)

اور ہم چھپے ابن ہشام کے حوالہ سے یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ حسن بن صالح اور ابو الزبیر دونوں میں سعادت ثابت ہے اور شرط امام مسلم کے موافق سعادت کافی ہے ملاقات ممکن ہے جو امام مسلم نے یہاں حدیث میں ہونے کے لئے کافی

ہے اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اگر طوائف ممکن ہو ایک شخص کی دوسرے سے اور دوسری شخص اس دوسرے سے روایت کرے تو اس کی روایت اتصال پر محمول ہے لہذا ائمہ اہل طاعن کا نہیں رہا البتہ دین مباحہ کے طریق میں حسن بن صالح اور ابو الخیر کے درمیان جابر جہلی کا واسطہ ہے اور وہ ضعیف ہے اسے دیکھ کر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مستقطع نہیں کہہ سکتے جیسا کہ امام بخاری نے منقطع فرما کر اسے ضعیف قرار دیا یا کیوں کہ حنفیہ غیر ہم کا اعتقاد سند احمد بن حنبل اور مسند احمد وغیرہ کے طریق پر ہے جن میں کسی میں بھی جابر جہلی کا واسطہ نہیں ہے لہذا جابر جہلی کے واسطہ کو جو ابن ماجہ کے طریق میں ہے الحزب نے فی فضل الامامین سے شکار کریں گے تو اب کہیں گے کہ دوسرے سے حسن بن صالح راوی ہیں کہ انہوں نے بلا واسطہ جابر جہلی سے روایت کی اور ابھی واسطہ جابر جہلی کے ساتھ اور دوسرے طریق سے روایت کرتے ہیں بہر حال اعتقاد اول طریق پر ہے اور جابر جہلی اگرچہ ضعیف ہے لیکن محتاجات میں کوئی حرج نہیں مزید برآں حنفیہ کے پاس اس حدیث کے ایسے طریق بھی ہیں جن میں کوئی ضعیف راوی نہیں ہے چنانچہ مؤطا میں امام محمد نے ابو حنیفہ سے اس حدیث کو موسیٰ بن ابی عائشہ سے عبد اللہ بن شداد سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "من صلی علی الامام فان قرأ الامام له قراءۃ" اور امام بخاری نے احمد بن عبد الرحمن سے انہوں نے اپنے چچا عبد اللہ بن وہب سے انہوں نے اسعد بن سعد سے انہوں نے یحییٰ بن یسوع بن ابی انصاری امام ابو یوسف القاضی سے انہوں نے نعمان بن ثابت امام ابو حنیفہ سے انہوں نے موسیٰ بن ابی عائشہ سے انہوں نے عبد اللہ بن شداد سے انہوں نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "من کان له امام فقرأ الامام له قراءۃ" اس حدیث کے تمام راوی القدر مستور ہیں اور یہی حدیث ہے جس کے بارہ میں بخاری نے جزء القراءۃ میں لکھا ہے "ار جو ان یکون صحابہ" بلکہ صحیح مان رہے کاروائی کی ہے جس کا مضمون حدیث سے بالکل تعلق نہیں چھاپا نہیں یہاں اسناد سے مطلب ہے کہ انہوں نے اس حدیث کی صحت کو مان لیا ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث طرق متعدد سے مروی ہے بعض طرق بلا شیخ ہیں اور بعض حسن ہیں اور بعض طرق مرسل صحیح ہیں اگرچہ سند صحیح نہ ہوں اور مرسل مقبول ہیں اور بعض طرق ضعیف ہیں مگر بعض کو بعض کے ساتھ ملانے سے اس کے اندر قوت پھیلے گی اور ضعیف دور ہو گیا لہذا اس حدیث پر وارد کئے جانے والے تمام اعتراضات بے معقول ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے فتویٰ سے تائید

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ قرینہ ہے اس بات کا کہ ان سے عبد اللہ بن شداد کی روایت بطور مستند صحیح ہے کہ خود راوی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کے مطابق ترقی دیا ہے جو صحیح سند سے ثابت ہے چنانچہ امام مالک نے اسناد صحیح کے ساتھ وہب بن کیسان سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرماتے سنا "من صلی علی دھنہ لم یقرأ امام القرآن فسلم یصل الا وداہ الامام" نیز عبد اللہ بن مسلم سے مروی ہے انہوں نے عبد اللہ بن عمرو زید بن ثابت اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت کی جائے یا نہیں سب نے جواب دیا لا تحقرؤا خلف الامام شفی

من السننات“۔ (رواہ الطحاوی و اسنادہ صحیح) و الخاء جابر رضی اللہ عنہ بمقتضى الحديث بقوى الضبعة رواية عبد الله بن شاذان مستنداً عنه وهو المطلوب۔

آثار صحیحہ سے تائید

مسک حلیہ کی تائید آثار صحیحہ سے بھی ہوئی ہے چنانچہ صحابہ جیسے حضرت علی بن ابی طالب و عبد اللہ بن مسعود و عبد اللہ بن عمر و زید بن ثابت و جابر بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے امام محمدی نے آثار نقل کے ہیں جن سے ترک و قرأت خلف الامام کا ثبوت ہوتا ہے جو دیکھنا چاہے محمدی میں باب القرأت خلف الامام کے تحت دیکھ لے علاوہ ان کے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و سعید بن ابی وقاص اور ابی الدرداء رضی اللہ عنہ بھی قرأت خلف الامام سے سختی سے منع کرتے تھے بلکہ علامہ عقی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ قرأت خلف الامام کی ممانعت اسی (۸۰) کہار صحابہ سے مروی ہے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عمار و عطاء بھی ہیں تو ہم سب حضرات کا اتفاق بخیرت جمار کے ہے اس بناء پر صاحب برائے نے فرمایا ’’و علی ترک القرأت خلف الامام اجماع الصحابة‘‘ یا فقہار متقن ہونے اثر کے قرأت خلف الامام کی ممانعت پر اس کو اجماع فرمایا ’’ومثل هذا يسمي اجماع عتقنا‘‘ یعنی جب جہوں صحابہ رضی اللہ عنہ سے ممانعت ثابت ہوئی تو یہ ’’ویا انزلنا بآمرنا‘‘ کے بہر حال قرآن و سنت کی نصوص و آثار صحابہ اور مجلس و روایت کے اعتبار سے واضح ہوتا ہے کہ مقتدی کا وظیفہ صرف خاموش رہنا ہے اور باوجود سکت رہنے کے شاعر رضی اللہ عنہ نے مقتدی کو اپنے امام کی قرأت سے قاری ہونے کا اعتبار کیا ہے یعنی لحاظ کسی مقتدی سکت ہے لیکن مکمل قاری ہے جیسا کہ ہم نے تفصیلی بحث اور دلائل سے اس کو ثابت کیا ہے۔

قولین قرأت خلف الامام کے دلائل

پچھٹے شواہد کا مسک بیان کر چکے ہیں کہ قرأت فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں ان کی سب سے مضبوط دلیل حضرت مراد بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب‘‘ اس شخص کی تائید میں جو سورہ فاتحہ پڑھے وہ مستلزم یہ ہے کہ فاتحہ صلوة اور فاتحہ من عام ہے ہر نماز اور ہر محسن کو فقہ قرأت فاتحہ امام و مقتدی اور مفرد سب پر واجب ہے اس کے جواب میں علامہ نیوٹی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے استدلال اشکال سے خالی نہیں و کچھ امام ترمذی کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ’’لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ جب نماز پڑھے تو سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہ ہوگی اور انسا ابوداؤد کہتے ہیں کہ سفیان نے اس حدیث کے بعد کہا ’’لمن يصلی وحده‘‘ کہ یہ حکم اس کے لئے ہے جو تنہا نماز پڑھتا ہو یہ دونوں فقہ اور حدیث کے امام ہیں ان دونوں کی وضاحت سے بات صاف ہوگئی کہ یہ حدیث مقتدی کے بارے میں نہیں علامہ نیوٹی کہتے ہیں کہ بجائے ’’لمن يصلی وحده‘‘ کے یوں فرماتے ’’ان هذا المحکم لمن كان حاضراً للصلوة ومعك فلا يلها اماماً كان او مفرداً‘‘ تو بہتر ہوتا کیوں کہ امام حاضر و غیور کی تفسیر سے شبہ ہوتا تھا کہ کس امام بھی نہ نکل جائے اور حکم صرف مفرد کے

جائزہ حاصل ہوا اور فقہ اور صافۃً ائمہ نے اس ارشاد کو امام باقرؑ پر محمول کیا ہے جس شخص کی تائید لفظ صافہ سے ہوتی ہے جس کو امام مسلم وغیرہ نے اس حدیث کے آخر میں بھی مضموناً برہنی سے روایت کیا ہے۔ (اسی کا نام بیسوی)

بہر حال وہ جس شخص سے نہیں ملتا بقول شافعیؒ کہ اس کو اس کا حق دینا چاہیے کہ اس کے ساتھ فقہی کے قواعد و احکام کے خلاف ہر ایک کے خلاف وہاں کے علماء و ائمہ مورثین و متبعین پر ہوتا ہے کہ وہ اس کے قول کو اس کے حدیث سے شوافع وغیرہم کا استدلال اذکار سے نکالیں نہیں سوسا کہ حدیث اگر پختہ ہے لیکن مقتدی کے حق میں غیر مستحب ہے اور ارشاد مبارک لیسار ائمہ و ائمہ بیان کیا ہے وہ حضرات اس کے قول کو نہیں مانتے قرآن و احکام سے اس زیادت کی محبت و محبت ہے جس کی تفصیل پہلے مذکور تھی اس جواب کو نقل کرنے کے بعد فقہ امام میں علامہ غوثی نے ایک اور جواب یہ دیا ہے کہ اس احکامات اور حضرات کا ارشاد اس میں کہ انعام و عطا و الامام لہ فرائض اور ان کے لئے اس میں ہم میں قواعد و اصول و احکام وغیرہما اور مقتدی کے حق میں خاص ہیں اور حضرت عباسؓ و بیچ اس حدیث میں کہ علم ہے حق عام ہے نہ مقتدی کو بھی شامل ہے اب یہ کہ حدیث مبارکہ و بیچ کہ حدیث ائمہ و غیرہ کے ذریعہ سے اپنے نفس کے ساتھ خاص نہیں ہے جو وہ خاص نہیں ہے اور وہ عام یا نہ دے کہ اس حدیث مبارکہ میں خلاف امام کی زیادہ ہے جیسے کہ پہلی نے جواب لیا کہ اس حدیث میں یہ زیادہ ہو چکا ہے کہ اس حدیث کی روایت کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غیر مقتدی کی بھی شامل ہے اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ زیادہ شاذ ہے اس کی کوئی تائید موجود نہیں اور اس پر وہ حدیث اس کو رد ہے جس کو امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ ان دونوں حضرات کی روایت عامہ خلف امام کو رد کرتی ہے اور اسی طرح حدیث میں وہ دو جملے کے ساتھ شرط کی ہیں کہ جس میں روایتی کا ذکر نہیں ہے مگر علامہ غوثی نے حضرت علامہ اور شافعی وغیرہ کی کتاب فہم الخلاب کے حوالہ سے ان کا قول نقل کیا ہے کہ خلف امام کی زیادہ درج ہے کہ کسی روایت نے حدیث کے ساتھ یہ کام لیا شرط بول دی کہ خط مطلق ہو یا نہ ہو کوئی شخص اس کے متعلق قسم کھائے کہ اس سے یہ حدیث منکر الہی ہے تو اپنی قسم میں صریح ہونا حدیث نہ ہوگا بہر حال اس زیادہ کی اقلیت میں حضرت شافعیؒ صاحب کے نفس الخلاب میں مفصل بحث ہے جس کا قصہ حدیث سے اس زیادہ کی صحیح پہلی کی طرف سے بلکہ اصولی مد میں انتہائی قویہ انگیز ہے شاید یہ زیادہ خلف امام کی محمد بن یحییٰ الصنادی کی طرف سے ہے جو اپنی بیچ کے حاکم موم سے نکالی ہے۔

ایام حضرت عباسؓ و بیچ اس حدیث میں قرآن کو عام نہیں ہے اور اس قرآن سے وہ قرآن مراد نہیں ہے جس کے قرآن ہوئے کہ شریعت نے اعتبار کیا ہے قرآن یہ ہو یا عامیہ تو یہ بھی کہ جس شخص کی نذر نہیں جس نے سہرہ و قاتل جس پر بھی نہیں مقتدی تاکہ قرآن نہیں ملے و بھی اپنے امام کی قرآن کی وجہ سے بکسر لکھ دی ہے پھر مقتدی کی غائر قرآن شریف سے غائب نہیں کہ قرآن و سب سے غائب ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تیسرا جواب یہ ہے کہ قرآن کا حکم ائمہ و متابع ہے یعنی جب قرآن پر صاحب جائے تو قرآن مقتدی کو اس کا حکم و حکم کرنا

اور نہ موشی رہو تو داغ ہو گیا کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث جس سے شوافع نے استدلال کیا ہے وہ مقتدی کو عام نہیں کیاں
 کہا، مقتدی کو عام ہوتا یہ معنی ہوں گے کہ اے مقتدی لوگ تم پر جو موشی مت رہو اور نہ سبوت یہ آیت سے معارضہ ہے شوافع نے
 کہا کہ ہم مقتدی پر صرف قرآن کا فقہ واجب کرتے ہیں تو آیت کے معنی میں تاویل کریں اس طرح کہ "لا صلوة الا" ہر ایسے شخص
 کا فقہ کے سوا اور موشی رہو جو آپ یہ ہے کہ آپ حدیث ہی کے معنی میں تاویل کریں اس طرح کہ "لا صلوة الا" ہر ایسے شخص
 کے واسطے ہے جس پر قرآن لازم ہے بدون خانقہ سے منہ کے کیوں کہ جس پر خانقہ اور نماز واجب ہے وہ کیسے پڑھ سکتا ہے
 تو معصوم ہو گیا کہ حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ میں مراد امام یا منفرہ ہے نہ مقتدی تو آپ نے جو حدیث کو عام سمجھا تھا کہ وہ مقتدی کو بھی
 شامل ہے وہ نہیں قرآنی کی وجہ سے معلوم ہو گیا کہ عام نہیں ہے اور حدیث میں ای لحاظ سے کوئی قید نہیں لگائی کہ قرآن تو عام ظاہر
 ہے علاوہ اس کے ذکر خانی لفظ میں قید نہ ہونے سے عام ہوتا دوسری حدیث میں ہے "مسنرنا ان یسرا یفادحة الکتاب
 وصاحبہ" یہ بھی صحیح ہے اور اس میں کوئی قید نہیں امام کی تو یہ بھی عام ہو گی لیکن اس میں فاتحہ مع سورۃ ہے تو اس سے نادر آیا کہ
 مقتدی پر فاتحہ پڑھنا مع سورۃ واجب ہے حالانکہ شوافع اور غیر مقلدین اس کے قائل نہیں تو یہ کہ ان کا اصراف ہے کہ مقتدی پر سورہ
 فاتحہ کی قرآن کو واجب کہتے ہیں اور قرآن سے جو سورہ آسان ہوں اس کی قرآن کو واجب نہیں کہتے اور استدلال شوافع کا امام ترمذی
 وغیرہ کی روایت سے ہے اور وہ بھی حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ ہی کی حدیث ہے جو صحیح ہے لیکن صحیح نہیں تفصیل آگے دے رہی ہے وہ
 حدیث یہ ہے کہ حضرت عبادہ کہتے ہیں ہم فجر کی نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھے "فقد رآ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 فقلت علیہ انقرا فلما فرغ قال لعلکم تفرأون خلف امامکم قلنا نعم هذا بار رسول اللہ قال لا تفعلوا الا
 بفاتحة الکتاب فانہ لا صلوة لمن لم یقرأ بها" اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اگرچہ شوافع کے مسلک پر صریح ہے لیکن
 محدثین کے نزدیک صحیح نہیں علامہ ابن حجر وغیرہ نے اس کو امام احمد بن حنبل وغیرہ ان حدیث کے حوالے سے مطلق قرار دیا ہے
 ان کا مقام علم اسناد اور حدیث میں ہوتا بلکہ ہے شوافع وغیرہم اس کا انکار نہیں کر سکتے علامہ موسوف نے اپنے فتاویٰ میں وجہ الحال
 کی ذمہ داری کر کے اس حدیث کا ضعیف ہونا ثابت کیا ہے چنانچہ امام احمد وغیرہ کے حوالے سے اس حدیث کی تصحیف قائل کرنے
 کے بعد فرماتے ہیں "ان الحدیث المصحیح قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوة الا بام القرآن فہذا
 هو الذی اخر جاءہ ای البخاری ومسلم فی الصحیح رواہ الزہری عن محمود بن الزبیر عن عبادہ واما
 الحدیث ای الترمذی وغیرہ فمضط وہ بعض المشاہیین واصلہ ان عبادہ کان یوما فی بیت المقدس فقال
 هذا فاتحہ علیہم انمرفوع بالموقوف علی عبادہ واللہ اعلم" (کنز الخی لصح المصنف)

ان کے کام کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا قصہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے بعد پیش آیا
 ہے کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے خود ہی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنی شروع کر دی نہ مست فارغ ہونے کے بعد جب ان سے
 سوال کیا گیا کہ آپ کو سورہ فاتحہ پڑھنے ہوئے سنا حالانکہ امام جبر سے قرآن کرہ ہے تو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں "کسا

خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوة الفجر الخ۔

حضرت علامہ انور شاہ کا ارشاد

حضرت شاہ صاحب نے شعبہ حدیث کی جو طے بیان کی ہے وہ اہل بیت کے بیان کردہ سب سے زیادہ اہم ہے آپ نے وہ اعلان کی تحریر کیا ہے کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے تھیں اور منقول ہیں ایک تو ان کا اہتمام ہے جس میں آیات کو حدیث المتحدین میں نماز پر جاری ہے نیز یہ کہ حدیث کی نماز میں قرآن خلف امام کی تو مانع بن محمود نے یہ چھوڑا کہ آپ نے اہل بیت کے پیچھے کیوں قرآن پڑھی تو حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "لا صلوة لمن لم یقرأ بقراءة الكتاب" کے عموم سے اپنے واقعہ استدلال کی ہے قصہ سے استدلال نہیں کیا اور نہ اس میں اس قصہ کا ذکر ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں واقع ہوا تھا یہ سند کے اعتبار سے قوی ہے اور دوسرا فرقہ کیا حدیث ہے جو ہمارے سامنے ہے اور اس میں اختلاف کا قصہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا اور تیسرا حدیث قوی ہے جو ہر دونوں قصہ کے ہے یعنی "لا صلوة لمن لم یقرأ بقراءة الكتاب" اور یہ بھی بلاشبہ صحیح ہے اب حدیث اولیٰ کا راوی اہل بیت میں محمود ہے اور حدیث ثالث محمود بن ربیع کے غریقی سے ہے اور کھول کے پاس واقع ہوا محمود بن اسحاق کی روایات تھیں تو انہوں نے اپنی غلطی سے ان کو کھرا کر ایک کر دیا اور اس حدیث میں قصہ اور حدیث قوی کو ایک ہی ساتھ بیان کر دیا اور کھول ذکر قصہ اور حدیث قوی میں متضاد ہیں پس یہی علت ہے اس حدیث کے مغلط ہونے کی۔

سند حدیث میں اضطراب

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی سند میں بہت اضطراب ہے عامر ابن الزکریٰ اور حامد نبوی نے اس کی وضاحت کی ہے چنانچہ اس کو کھول نے بھی حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت کیا ہے یعنی سند متفق ہے کھول اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے درمیان واسطہ حذف ہے اور بھی روایت کرتے ہیں نافع بن محمود عن عبادہ کے حریف سے اور بھی عن محمود عن عبادہ سے اور بھی محمود سے ابو نعیم سے حضرت عبادہ سے روایت کرتے ہیں محمود اور حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک اور شخص یعنی ابو نعیم کو داخل کر دیا نیز حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے میں محمود بن ربیع کا ذکر کھول کے حریف میں صرف محمد بن اسحاق کرتے ہیں وہ محمود بن ربیع کے ذکر میں متضاد ہیں کھول کے شاگردوں میں سے زید بن واقد نے ان کی مخالفت کی ہے چنانچہ ابو داؤد اور دارقطنی اور منذ بن جابر جزاء قرآن میں زید بن واقد نے اس کو کھول سے انہوں نے نافع سے انہوں نے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے غرض کہ زید بن واقد نے کھول سے نافع بن محمود سے عبادہ بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے نہ کہ کھول سے محمود سے عبادہ رضی اللہ عنہ سے اور یہ جو حافظ ابن حجر نے تخصیص میں فرمایا وہ عبادہ بن واقد وغیرہ عن کھول کہ زید بن واقد وغیرہ نے محمد بن اسحاق کی کھول سے روایت کرنے میں متابعت کی ہے اس سے یہ سزاؤں کا انداز میں متابعت کی بلکہ یہ مراد ہے کہ حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کھول سے روایت کرنے میں محمد بن اسحاق کی متابعت کی ہے اسی لئے حافظ ابن حجر نے صرف بڑے قول عن کھول پر قصار کیا ہے اور ان کھول عن محمود عن عبادہ نہیں کہا پس جب ذکر اسناد میں ابن اسحاق کی عدم متابعت ثابت ہوئی اور اس

میں یہ بنو وائد نے ان کی خلافت کی اور یہ بنو وائد ابن ابی نافع سے زیادہ معتبر ہیں اس سے اسنن، حقائق کا طریق شاذ غیر معمولی ہے چنانچہ ابن الصلاح نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے کہ "اذا انفرد الراوی عنی بطريقه فان كان ما انفرد به معذولاً لمساواة من هو اولى منه بالحفظ لذلك واضبط كان معذور بدت دا او مردوداً" مگر راوی تھا کوئی چیز بیان کرے تو اس پر خود وخص کرنا چاہئے پس جس چیز کو راوی تھا بیان کرتا ہے اس سے مردود وخبہ مدارا کی جس کی خلافت کرے تو اس صورت میں وہ روایت جس کے بیان میں راوی منفرد ہو گا کوئی ہے تو اس حدیث کی سند میں اسے اشتباہات ہوں گے اور اضطراب میں کسی کو کام نہ آسکے گا۔ دفعہ میں سے کوئی شخص کسی مضطرب حدیث کو اپنی دلیل میں پیش کرتا تو شاذ و غیر معتدین آسمان پر اٹھایئے کہ خلیفہ کو علم اس مسئلہ کی خبر ہی نہیں کہ ایسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں بہر حال علماء نے یہی مذکورہ عقلمندانہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں اس حدیث کی ادلاء میں بہت اضطراب ہے اور اضطراب موجب ضعف ہے اس بناء پر تا قیاس استدلال ہے مزید تفصیل ان کی ترتیب آور اسنن میں ملاحظہ ہو۔

نیز اس حدیث کے متن میں بھی اضطراب ہے جس کا ذکر جامعہ نور میں صاحب کشمیری نے بطور نقد و تعلیقات آور۔ اسنن میں اور صاحب معارف اسنن نے ۳/۳۰۲ پر تفصیل سے کیا ہے نیز حضرت علامہ بیہقی سے سائل کوں تھا کیا رد و محذور تھے یا نہیں اس میں بھی اضطراب ہے بعض روایت میں رسول کی نسبت نمودنی طرف کی تھی ہے۔

(کشافی مصنف ابن ابی شیبہ (احکام القرآن لفظ حار)

اور یوراک کی روایت میں تابعی کی طرف ملاحظہ ایک ہے سال ۱۰۱۱ میں سے کسی ایک نے کیا ہے؟ اختلاف الفاظ اس قدر ہے پھر اختلاف مسائل اور اختلاف سند یہ سب ایسے امور ہیں جن کی وجہ سے حضرت علامہ بیہقی کی اس حدیث پر جو تردید و غیرہ میں ہے کوئی الطمیان نہیں ہو سکتا پھر یوں کہ اس حدیث سے قرآن و خلف امام کے واجب ہونے پر استدلال کیا نہ سکتا ہے اور بالضرر اگر اس حدیث کو صحیح بھی مان لیا جائے تو چرہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث معتدلیوں کے ذمہ قرآن و فاتحہ کے وجوب پر دلالت کر رہی ہے اگرچہ امام بہر کے ساتھ قرآن کرے کیوں کہ اتھار کی نماز کا ہے اس میں حرجان سے یہ بھی مضموم ہوا کہ امام کی قرآن کے ساتھ معتدلیوں سے قرآن پڑھنے میں اور قرآن و فاتحہ کے وقت نماز کے قرآن میں کوئی حرج نہیں تو اس صورت میں حضرت علامہ بیہقی کی یہ حدیث رد و بارکی تعالیٰ "وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا" کے معارض ہوگی اور امام مسلم و غیرہ کی حدیث "وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا" کے معارض ہوگی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سنائے کے معارض ہوگی پس تعارض کے وقت ایسی حدیث کے متنازعہ میں قرآن اور ان احادیث کو موقوف ہو جائے گا۔ اب میں اور ادنیٰ ہیں مزید دیکھ جائے گی۔ اور اگر قرآن و خلف امام کے تائید میں سے کوئی کہے کہ نبی کریم ﷺ سے کئی کچھ ثابت ہیں اگر معتدلی مکتب امام کے وقت سرور فاتح پڑھے تو آیت "وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا" کا خلف نہ ہوگا اور نہ سنائے قرآن ہوگی اور اگر جواب یہ ہے کہ امام کے ذمہ کئی دلیل سے مکتب کا وجوب ہے تب بھی باوجود اس کے سیاق حدیث علامہ بیہقی علی طریقہ کے خلاف ہے بڑی مشکل سے

مسند رک ماکم کی ایک روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی تھائی ہے الفاظ اس کے یہ ہیں انا فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی صلاۃ مکتوبۃ مع الامام فہو ایضا فی الکتاب فی سکتہ "اس کے متعلق علامہ بیہقی کہتے ہیں اس کی سند میں محمد بن عبد اللہ بن عبید بن مسیر یعنی قوی نہیں ہے اس کو بن مسیر اور دو قطعی نے ضعیف قرار دیا ہے اور امام بخاری نے منکرانہ بیٹ اور انہماکی نے منکر قرار دیا ہے اور علامہ اس کے اس کی اسناد میں اختلاف ہے کبھی تو وہ عطاء سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعہ روایت کرتے ہیں "کما ہو عند الدار قطعی" پس ماہی حدیث سے استدلال صحیح نہیں اب رہے اور دیکھتے جو حضرت سرور بن حنبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں ماریہ ابو داؤد و غیرہم ایک سکتہ عجیبہ تحریر کے بعد ثناء کے لئے ہے اور دوسرے رواۃ اصحاب کے بعد لیکن وہ اس قدر چھوٹا تھا کہ حضرت سرور رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اور دوسرے صحابی حضرت عمر بن حفص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سکتہ نہیں ہوا جب حدیث منورہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس اطلاع پہنچی تو انہوں نے حضرت سرور رضی اللہ عنہ کی قسم پر کی لیکن اس قدر مختصر تھا کہ بعض صحابہ کہتے تھے یہ سکتہ سانس درست کرنے کے لئے عقائد قرآن فاتحہ کے لئے کسی حدیث میں کہیں منقول نہیں کہ سکتہ طویل ہوا اور یا سکتہ غویل میں قرآن فاتحہ ہوئی، دوسرے امام شافعی کا قول ہے کہ مقتدی کو امام کے سکنات میں قرآن فاتحہ پڑھا ضروری ہے ان کے نزدیک امام کو سورہ فاتحہ کے بعد انا تامل سکھ کر پڑھنے کے مقتدی سورہ فاتحہ پڑھ نہیں امام ابو حنیفہ اور امام مالک و غیرہ فرماتے ہیں کہ امام کے ذکر کسی دوسرے سے اس سکتہ کا وجوب ثابت نہیں اور نہ سکنات امام میں قرآن فاتحہ کسی حدیث صحیح سے ثابت ہے چنانچہ حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں "کما فی فتح الملہم" اگر جہری قرآن میں مقتدی پڑھا واجب ہو تو دوسروں میں سے ایک صورت ہوگی کہ امام کے ساتھ پڑھیں یا یہ کہ مقتدی کی رعایت سے امام پر سکوت واجب ہوتا کہ مقتدی قرآن پڑھ نہیں اور ہم اس مسئلہ میں امام کا کوئی اختلاف نہیں جانتے کہ مقتدی کی قرآن کے لئے امام پر سکوت واجب نہیں مقتدی کو امام کے ساتھ قرآن کرنے سے کتاب اللہ اور سنت کے ذریعہ سے منع کر دیا گیا ہے اس عام پر مقتدی کے ذکر امام کے ساتھ قرأت کا واجب نہ ہونا روایت ہوا بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اگر جہری قرآن کی حالت میں مقتدی کی قرآن مستحب ہوئی تو امام کے لئے سکوت مستحب ہوتا تاکہ مقتدی قرآن پڑھ نہیں اور مجدد علامہ کے نزدیک امام کے لئے سکوت مستحب نہیں بلکہ مذہب امام مالک و امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل کا ہے اس بارے میں ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقتدی کی قرأت کے لئے سکوت نہ فرماتے اور نہ اس کو کسی صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے بلکہ بخاری و مسلم کی روایت میں ایک سکتہ کا ذکر آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عجیبہ تحریر کے بعد سکوت فرماتے اور سخن کی روایات میں دیکھتے کا ذکر آیا ہے ایک سکتہ عجیبہ کے بعد قرآن شروع کرنے سے پہلے اور دوسرا سکتہ قرأت فاتحہ کے بعد ہوتا تھا لیکن اس قدر مختصر تھا کہ اس میں قرآن فاتحہ کی کوئی مجال نہ تھی اور علامہ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم سکوت فرماتے تھے یا چار سکنات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں یا چار سکنات نقل کرتا ہے تو بلاشبہ اس نے تمام مسلمانوں کے خلاف ایک بے اصل بات کہی اور جو سکتہ والا

انھیں کے وقت ہوتا ہے وہ ان سکات کی مجلس سے ہے جو آیات کے قسم پر ہوتے ہیں اور وہ بہت ہی معمولی ہوتا ہے تو اس طرح کے سنت کو سکوت نہیں کہا جاسکتا اور علماء میں سے کوئی اس کا قائل نہیں کہ اس قدر معمولی سکوت میں مقتدی کے لئے قراءت کا حق نہیں ہو پھر یہی تفہیم علامہ ابن تیمیہ کے ارشاد کی فتح المبین ۱/۲۷ پر مذکور ہے طویل بحث کے بعد فرماتے ہیں نیز اگر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے صحیحے قرأت کرتے تو دو حال سے خالی نہیں پہلے سنت میں قرأت کا حق کرتے یا دوسرے سنت میں بہر صورت ان کا یہ عمل ہم سے چھپا نہ رہتا بلکہ انہما اور تواریک کے ساتھ ہم سب کو مل جاتا تاہن اس کا کہیں ثبوت نہیں اور صحابہ میں سے کوئی بھی کسی سے اس کو نقل نہیں کرتا کہ وہ دوسرے سنت میں سورہ فاتحہ پڑھتے تھے نیز اگر دوسرے سنت میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا مشروع ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کا علم تمام لوگوں سے زیادہ ہوتا تو معلوم ہو گیا کہ یہ طریقہ بدعت ہے نیز جمہری قرأت سے متعدد مقتدیوں کا استماع ہے یہی لئے وہی قرأت میں نہ کہ یہ میں امام کی قرأت پر نہیں کہتے ہیں اب جب مقتدی قرأت میں مشغول ہو کر امام کی قرأت کے استماع سے اعراض کریں گے تو امام کو ایسی قوم کے رد پر قرأت پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے جو امام کی قرأت کو نہیں سنتے یہ تو گویا ایسا ہے جیسا کہ ایک شخص کچھ لوگوں سے گفتگو کر رہا ہو مگر وہ لوگ نہ اس کی بات سنتے ہوں اور نہ اس کے خطاب کو نہ وہ اس سے نہ عہد الشریعۃ الصبیہ "عزیر برآں سکت امام کے وقت قرأت فاتحہ کی تردید امام رازی نے بھی خوب اچھی طرح سے اپنی تفسیر میں کی ہے پوری عبارت اس کی مانی الاحبار ۳/۲۸۸ پر نقل کی ہے بجز اسی صفحہ پر ابن العربی کا قول نقل کیا ہے جس سے قرءۃ فاتحہ خلف امام کی بجز پر تردید ہوتی ہے ابن العربی فرماتے ہیں "ويفعل للشافعي عجايب كيف يقدر السامع في الجهر على القراءه ايجاز القرآن الامام ثم يعرض عن استماعه ام يقرأ اذا سكت فان قال يقرأ اذا سكت قيل له فان لم يسكت الامام وقد اجمعت الامه على ان سكوت الامام غير واجب متى يقرأ خلف الامام ويقال له اليس في استماعه لقراءه الامام قراءه منه وهذا كاف لمن انصفه وفهمه وقد كان ابن عمر لا يقرأ خلف الامام وكان اعظم الناس اقتداء بوسول الله صلى الله عليه وسلم "تیسرا استدلال قرأت مقتدی کو واجب کہنے والوں کا اس حدیث سے ہے جس کو امام بخاری نے جزء القرآن میں ابو قتادہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہونے کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر دریافت فرمایا کیا تم نماز میں امام کی قرأت کے ساتھ قرأت کرتے ہو سب خاموش رہے حضور ﷺ نے تین مرتبہ سوال کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہیک ہم پڑھتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا "فلا تفتلوا ولا يقرأ احدكم بفاتحة الكتاب في نفسه" اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو تنہا نے معلول قرار دیا ہے کہ یہ طریق غیر محفوظ ہے اور محمد بن ابی عائشہ نے نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "تصرون والامام يقرأ اوقال تقرأون خلف الامام والامام يقرأ قالوا نعم قال فلا تفتلوا الا ان يقرأ احدكم فاتحة الكتاب في نفسه" اس کو امام احمد نے اپنی سند میں روایت کیا ہے اور اس کو فائدہ اللہ کے سوا کوئی روایت نہیں کرتا وہ اس میں حضور ﷺ کی اصحاب تنہا

نے مخالفت کی ہے ایوب غفیری نے اس کو ابو قتادہ سے نبی کریم ﷺ سے مسئلہ روایت کیا ہے اور خالد خدا نے بھی اس کو ابو بکر بن ابی شیبہ کی روایت میں ابوہریرہ سے روایت کیا ہے دارقطنی نے کتاب العلل میں کہا کہ ابوہریرہ سے یہ روایت اپنی صحت اور قوت اسناد کے اعتبار سے نسوی قرآن و سنت کا مقابلہ نہیں کر سکتیں جو اہل سنت اور ائمہ معتزلی کی قرأت متحد ہونے پر وارد ہوئی ہیں اور بالفرض اگر ان احادیث کو جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہوئی ہیں ان میں بھی کیا جاسکتا ہے کہ ان سے قرأت متحد ہونے پر وارد ہوئی ہیں اور بالکلین کا وہ ثابت نہیں ہو سکتا کیوں کہ ان احادیث مذکورہ میں اختلافی نقطہ کا مفہوم جو شوش و غیرہ بیان کرتے ہیں وہ اس مفہوم میں صریح نہیں بلکہ اس کے معنی تھا کہ بھی آتے ہیں جیسے روح المعانی وغیرہ میں: ”یہ کہتے ہیں کہ قرآن باری تعالیٰ نے ”وقل لہم فی نفسہم“ اس کی ایک تفسیر کی ہے ”انہ قل لہم حالاً پس معہم احد“ اسی طرح حدیث قدسی میں آیا ہے ”من ذکر فی نفسہ ذکر فی نفسی ومن ذکر فی لی ملا ذکر فی ملا“ اور ”من ملا ذکر فی ملا“ اور ”من ملا ذکر فی نفسہ“ کے مقابلہ میں ”ذکر فی الصلا“ کے بیان سے نہ معلوم ہوا کہ فی نفسہ کے معنی تھا کہ میں میں حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ کا یہ روایت کا بھی یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ تم امام کے پیچھے قرأت نہ کیا کرو یا جب تم میں سے کوئی اکبر نماز پڑھتا ہو تو ضرور مسرور و فاقہ پڑھایا کرے تو ان حدیثوں میں مقتدی کا حکم بیان کرنے کے بعد مفسر کا حکم بیان فرمایا اور یہ بات بالکل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ارشاد کے مطابق ہے فرمایا ”اذا صلی احدکم حلف الامام وحسبہ قراءۃ الامام و اذا صلی وحده فلیقرأ وہ مالک فی الموعظۃ“ شوش کے ابوہریرہ سے روایت میں عمرو بن داکل رایت کے مقابلہ میں جو ہم نے نام ابوہریرہ کے مسلک کی تائید بقویت میں بیان کی ہے یہ کچھ وقت نہیں رکھتے کہ ان کے بیان کا یہ نہ مناسب نہیں سمجھا بلکہ یہ کہ ہے قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں یہ اختلاف مذکور اجتماع روایت و اختلاف کا اختلاف ہے لیکن یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو مقام نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے وہ بہت کم اور کوما ہے انصوں و قیاس سب کے موافق امام جہنم کا مسلک ہے اس مسئلہ کی جو حقیقت امام محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پائی وہ کسی نے نہیں پائی۔ (اس مسئلہ کا اکثر مفسرین کا تسلیم ہے کہ یہ کیا ہے تو نہ بہت بڑا تقدیر و ثباتی اور جب وہ معارف انسان سے)۔

تأویل قوله عزوجل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا

لعلکم ترحمون

اللہ عزوجل کے قول ”واذا قرئ القرآن الخ“ کی تاویل و توجیہ

ابوہریرہ الجارود سے معاذ ثمر مزی قال حدثنا ابو خالد الاحمر عن محمد بن عجلان عن زید بن اسلم عن ابی صالح عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤمن بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فاستمعوا واذا قال سمع اللہ لمن حملہ فقلوا اللہ ربنا لک الحمد۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امام سے اے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی بیرونی کی جائے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کرو اور جب قرأت کرے خاموش رہو اور جب "سمع اللہ لمن حمد" کہے تو "اللہم دہنا لک الحمد" کہو۔

اجبرنا محمد بن عبد الله بن المبارك قال حدثنا محمد بن سعد الانصاري قال حدثني محمد بن عجلان عن زيد بن اسلم عن ابي صالح عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرا فاتصروا قال ابو عبد الرحمن كان المغرمي يقول هو كفة يعني محمد بن سعد الانصاري.

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کا اعتبار کیا جائے تو جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کو اور جب ترائے کرے تو خاموش رہو ابو عبد الرحمن یعنی امام منساکی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی محمد بن سعد انصاری کو کوفی ثقہ کہتے تھے۔

تشریح: امام سندھ نے جملہ "اذا فوافانصوا" کے تحت لکھا ہے کہ جب امام قرأت کر رہا ہو شریعت نے خاموشی دے کر کھم سے اس کی قرأت سننے کے لئے دیا ہے اور یہ استمرار صرف جبری قرأت کی حانت میں ہو سکتا ہے اور اس حدیث کو امام مسلم نے صحیح قرار دیا ہے جس میں محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے ان کے قول کا کوئی اعتبار نہیں اور امام نسائی نے ترجمہ کے تحت کی حدیث سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث آیت کی تفسیر ہے لہذا "اذا فوافانصوا" سے جو عموم و مستقار (معموم و مستقار) ہو رہا ہے اس کو خاص قرأت امام کی حالت پر محمول کیا جائے گا۔ (علاء الدینی: ۱۳۲/۲)

اس حدیث کو جب امام مسلم نے صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ علامہ سندھو نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے تو پھر اس پر محض کھٹین کے اعتراض کا کوئی وزن نہیں جیسے امام ابو داؤد نے کہا کہ اس حدیث میں ”و اذا قروا فلتقصوا“ کی زیادہ محفوظ کتب عام سے نزدیک ابو خالد نے دم کیا ہے اور یہ کہنے سے کہ غلطی محمد بن عثمان سے ہوئی کہ اس نے اس جملہ کا اضافہ کیا ہے پھر بواسطہ ابن ابی حاتم ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ کلمہ محفوظ نہیں ابن عثمان نے اپنے خیال کے موافق حدیث سے ملاو یا بہر حال اس قسم کے اعتراضات میں کوئی وزن نہیں ہے کیوں کہ ابو خالد احقر جس کا نام سلیمان بن حیان ہے ان نکات میں سے ہیں جن کی روایات سے امام بخاری و مسلم نے احتجاج کیا ہے اور باوجود اس کے دو اس زیادہ میں مفرد بھی نہیں بلکہ ان کی متابعت موجود ہے چنانچہ محمد بن سعد انصاری نے بھی محمد بن عثمان سے اس حدیث کو ابو خالد احقر کی طرح ”و اذا قروا فلتقصوا“ کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام نسائی اور ابن صحنہ وغیرہ نے محمد بن سعد انصاری کی توثیق کی ہے نیز ابو خالد احقر کی متابعت اسامہ بن ابیان نے بھی کی ہے۔ (کما اخرجہ البیہقی)

اس سے واضح ہو گیا کہ ابو خالساہ نے کوئی وہم نہیں کیا جیسا کہ ابودککا خیال ہے اور امام مسلم نے "واذا فرأ"

فاسدوا" کی ذیادہ کو نہ صرف صحیح قرار دیا ہے بلکہ اس کو اپنی صحیح میں حضرت ابو موسیٰ، شمسی بخاری کی حدیث میں مسلمان صحابی سے قتادہ سے روایت کی ہے اور اس پر ابو داؤد وغیرہ نے جو کلام کیا ہے اس کے جواب کی پوری تفصیل عنوان سابق سے تحت "مترجم کی ہے" اور حدیث باب پر امام ابو داؤد کے مترجم کا یہ جواب جو ہم سے نقل کیا ہے حافظہ منذری نے اپنی کتاب میں مختصر میں دیا ہے۔ (کشافی نصب الوائد)

اس کے جواب سے صاحب فی الاحیاء نے ۳۰۱۳ھ پر اس کو نقل کیا ہے اور محمد بن عثمان بن عیسیٰ وغیرہ کی تنقید کا جواب علامہ ابن القزطانی نے یہ دیا ہے کہ ابن عثمان کی نقل سے توثیق کی ہے اور انہوں نے عبد اللہ بن عمر سے تھوڑے الگ الگ روایت کی ہیں عثمان معمر اور کثرت حدیث روایت کرنے والے ہیں اور در قطنی نے کہا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابن عثمان کی حدیث روایت کی ہے پس پشت کی زیادہ ہے۔ (ان کی کتابات خارجہ میں مصدب اور کئی ابنی علماء نے بھی کی ہے) (کما ذکرہ البیہقی)

اور ابن حزم نے حدیث ابن عثمان کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ابن عبد البر نے انہوں میں اپنی سند سے ابن فضال سے نقل کیا ہے کہ امام محمد بن فضال دونوں حدیثوں کو صحیح قرار دیتے تھے جنہی حضرت ابو موسیٰ بخاری کی حدیث کو بھی جو عنوان سابق سے تحت "مترجم کی ہے" اور حضرت ابو ہریرہ بخاری کی اس حدیث کو بھی اب جس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور امام مسلم وغیرہ صحیح قرار دے رہے ہیں اس سے اعراض کرنا اھل فہم سے بعید ہے۔ (امامی الاحیاء موصوفہ مذکورہ)

یہ جہاں یہ حدیث بخاری ہے کہ مقتدی پر امام کے پیچھے قرأت کرنا منقطعاً واجب نہیں البتہ اس سے مستحب خیر کی تائید ہوتی ہے ورنہ شافعی پر قراءت لازم نہیں رہتا ورنہ سوائے ایک پر ضرر و مضر میں جنت ہے۔ (کشف فی نحبہ الافکار)

امام ابو بکر رحمہ فرماتے ہیں کہ ہم قرآن میں ایسا ہے کہ یہ حدیث قرأت امام کے وقت انصاف کو ثابت کر رہی ہے اور بخاری ہے کہ امام کی قرأت کے لئے مقتدی کا خاموش رہنا واجب ہے جس کی حدیث باب میں تاکید فرمائی اور اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ قرأت مقتدی کے لئے امام کا خاموش رہنا واجب نہیں کیوں کہ اگر مقتدی کی خاطر امام خاموش رہنے کا مامور ہوتا تو اس کو اس کا پابند ہونا پڑتا کہ مقتدی اپنی قرأت سے فارغ ہونے تک اس کی بیروی کرے پس ایک ہی حالت میں امام مقتدی اور مقتدی امام بن جو دے کا دیر غلط طریقہ ہے۔

اکتفاء الماموم بقراءة الامام

امام کی قرأت پر مقتدی کا اکتفاء کرنا

بخاری ہارون بن عبد اللہ قال حدثنا زید بن الحبیب قال حدثنا معاویہ بن صالح قال حدثنا ابو الزاهریۃ قال حدثنا کثیر بن مرۃ الحصرمی عن ابی اللہ زید سمعہ یقول سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اھل کس صلاۃ فہو قال نعم قال وجس من الانصار وجس ہذا قالنفت الی وجس اقرب النجوم منہ

فقال سائری الامام اذا قم القوم الا قد كفاهم قال ابو عبد الله حسن هذا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
حفا انما هو قولي امي الدرداء ولم يقرأ هذا مع الكتاب.

کثیر بن مرہ انصاری حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں انہوں نے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے
سنا کہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا گیا کہ ہرگز میں قرأت ہے آپ ﷺ نے فرمایا جی ہاں نہیں ایک اندر ہی شخص نے کہا
کہ یہ قرأت ہرگز میں واجب ہوگی پھر ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے میری طرف التفات کیا اور میں بہت اور لوگوں کے ان سے بہت
قریب تھا آپ نے فرمایا تم میرے نزدیک امام جب قوم کی امامت کرتے تو اس کی قرأت سب کے لئے کافی ہے۔
ابو عبد الرحمن بھی امام سائی کہتے ہیں کہ یہ حدیث رسول اللہ سے مرفوعہ درست نہیں بلکہ یہ ابو الدرداء کا قول ہے یعنی حدیث موقوف
ہے مرفوع نہیں۔

تشریح امام سائی کہتے ہیں یہ کلام جی "سائری الامام الخ" حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے یعنی حدیث
موقوف ہے مرفوع درست نہیں اور دلقطنی نے کہا کہ اس حدیث کو زید بن حباب نے معاذ بن بن صالح سے مرفوعہ روایت کیا ہے
یعنی انہوں نے جملہ "سائری الامام اذا قم القوم الا قد كفاهم" کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے اس میں زید
بن حباب سے لفظ ہوئی صواب یہ ہے کہ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور دلقطنی نے کہا کہ اس حدیث کو ابو صالح کا حب الیث نے
مرفوعہ روایت کیا ہے یہ اس کی غلطی ہے صواب یہ ہے کہ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے "سائری الامام الخ" کثیر بن مرہ سے کہا تھا لیکن
اس کے برعکس طبرانی نے الکبیر میں اس کو حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے بطریق مرفوعہ روایت کیا ہے الفاظ یہ ہیں "فقال النبی
صلى الله عليه وسلم ما اری الامام الا قرا الا كان كافيا" علامہ شمس نے کہا "واسنادہ حسن۔"

دارقطنی وغیرہ کے اعتراض کا جواب

دارقطنی وغیرہ کے اس کلام کا جواب علامہ نظیر احمد عثمانی نے فتاویٰ الکلام میں اور صاحب ثانی للاخبار نے یہ دیا ہے کہ
حدیث مرفوعہ کا مدار زید بن حباب پر ہے جو صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد میں سے ہیں اور علی بن لدینی دلقطنی دارقطنی دارقطنی
جہان اور ابن عدی وغیرہم نے فقہ کہا ہے اور یہاں بطور مرفوعہ معاذ بن بن صالح سے روایت کی ہے جو قاضی الامام نس ابوصحیح مسلم
اور سنن ابوداؤد میں سے ہیں پس ان کی حدیث مرفوعہ مستبر ہوگی اور زید بن حباب کی مساجعت ابوصالح عبد اللہ بن
صالح مصری کا حب الیث نے کی ہے ابوصالح کا حب الیث سے امام بخاری نے اپنی صحیح میں تغیر روایت کی ہے ابوصالح نے
اس کو ثقہ مامون کہا اور ابن القطان نے اس کی اس الفاظ سے تعریف کی ہے "هو صدوق ولم يثبت عليه ما يسهل له
حديثه الا انه مختلف فيه لحديثه حسن كما اهل تهذيب التهذيب" تو جس حدیث کو ایسے ثقہ راوی مرفوعہ کریں
جبکہ وہ اس میں متفرق بھی نہیں لکھ دوسرے ثقہ راوی یعنی ابوصالح کا حب الیث نے زید بن حباب کی حاجت کی ہے محققین کے
یہاں اس کو مرفوع ہی کہا جائے گا اور باغرض موقوف کہیں تو کوئی حرج نہیں دار سے نزدیک حدیث موقوف بھی حجت ہے۔

اس کا ایک اور جواب شیخ ابن ہمامؒ نے دیا ہے انہوں نے کہا کہ اگر یہ کلام علماء اہل الامام الخیثمیؒ کا اور شاہ زہد مولانا حضرت ابو الدرداءؓ کا قول ہو تب بھی صرف فقہ کے کلم میں ہے کیوں کہ مسئلہ یہی نہیں نہیں نے نبی کریم ﷺ سے آپ کا ارشاد افسی کل صلاۃ قراءۃ "روایت کیا پھر اس کے خلاف حضور ﷺ سے سے بغیر کیوں کر یہ بیان کر سکتے ہیں کہ نام کی قرأت مقتدی کے سے کافی ہے جو ارشاد سابق کے سر امر جو تلف ہے معلوم ہوا کہ انہوں نے ان خاص صورت کے متعلق "علماء اہل الخیثمی" کلام اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ حضور ﷺ سے من کر دیا ہے غرض کہ حدیث موقوف ہو یا مرفوع اس سے مسئلہ حقیقی ثابت ہوئی ہے کہ مقتدی کو اہل مکہ کے صحیح قرأت نہ کرنا چاہئے اور حدیث میں اہمیت طاقت کو نہ فرمایا چاہیے۔

ما یجزی من القراءۃ لمن لا یحسن القرآن

جو شخص قرآن نہیں پڑھ سکتا اس کے لئے کوئی چیز قرأت سے کفایت کرے گی

اخبرنا یوسف بن عیسیٰ ومحمود بن غیلان عن الفضل بن موسیٰ قال حدثنا سمر عن ابراہیم اسکمی عن ابن ابی اوفی قال جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لمی لا استطیع ان احذ شیا من القرآن فلعننی شہا یجزی من القرآن فقال قل سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ کہتے ہیں ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا پھر عرض کیا یہ تک میں قرآن میں سے کچھ بھی نہیں پڑھ سکتا آپ مجھے کچھ سکھادیں جو قرآن سے کفایت کرے حضور ﷺ نے فرمایا یا ابن مسعود اللہ والحمد للہ۔

تشریح مرفوعہ نماز میں قرأت قرآن سے حتیٰ کہ نہ ہو نماز باطل ہے مگر صاف کے یہاں ابلی مقدر نماز کا تاہی آیات پھولی یا ایک آیت بڑی ہے جس کا امام ابوحنیفہؒ سے بھی ظاہر روایت ہے جس میں اس حدیث میں اس شخص کی تعمیم میں جو تسبیح حضور ﷺ نے تلاقی اس سے بڑی پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کفایت کرے گی قرأت سے جبکہ کوئی شخص قرأت قرآن سے عاجز ہو جس شہ کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک جزئی واقعہ ہے اس میں بیان کر دیا کہ اس شخص کے لئے ہے جو خطاب و کوشش کے باوجود قرأت مفرطہ پر قادر نہ ہو، مسئلہ ہونے کے بعد اس کو بعد قرأت مفرطہ پہنچنے کا موقع نہ ملا اور اس وقت جبکہ مسلمان ہو نماز کا وقت آگیا ہو تو ایسی حالت میں اس کی آسانی کے لئے یہ کلمات تلاو اپنے گھر پر جب دو نماز سے فی رخ ہو جائے تو اس کے اصرار قرأت مفرطہ کا کیمنہ لازم ہے اس کا دلیل کو بواسطہ حدیث میں لفظ "لا یستطیع" سے بدل الجود میں نہیں کیا ہے۔

علامہ طحطاوی نے کہا کہ یہ بعد نماز کے بارے میں نہیں بظاہر اس شخص کی فرض بھی تھی کہ مسقر میں سے کچھ یاد کرنے اور اس کو در (و عمل جو روزہ قائم کیا جائے) کے طور پر پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا اس لئے سے اللہ کے رسول آپ کھٹ کوئی ایسا وظیفہ

نظارے جس کو میں اپنے معمول بنالوں اور شب و روز کے اوقات میں جانا تھا کہ کوہِ مستار ہوں ہی بات کی دیکھو وہاں جس شخص نے قہقہہ دیا یہ ہیں۔ یہ ہوتا ہے جس کا آخری قصد میں ابوہریرہ کی روایت میں آیا ہے کہ اس میں دونوں ہاتھوں کو بند کیا جاتی ہیں اور اشارہ دیکھ کر یہ لوگ ہاتھوں سے جھجکا آپ نے فرمایا اور میں اس کو جب تک زبردستی میں جھجواؤں گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ملاقات ۲۱/۲۰۰)

جہر الامام بآمین

امام کا جہر کے ساتھ آمین کہنا

اخیر ما عسرویس عثمان قال حدثنا بقیہ عن الزبیدی قال اجبرنی الزہری عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا امن القاری فاموا فان الملائکۃ تؤمن لمن و لقی نامینہ تابعی الملائکۃ غفر اللہ ما تقدم من ذنبہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب قاری آمین کہے تو بھی آمین کہیں کہ لوگوں کو فرشتے آمین کہتے ہیں یہاں جس شخص کا آمین کہنے فرشتوں کے آمین کہنے سے وافق ہوگا ہے اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے۔

اخیر ما محمد بن منصور قال حدثنا سفیان عن الزہری عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرۃ عن النسبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا امن القاری فاموا فان الملائکۃ تؤمن لمن و لقی تابعیہ تابعی الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب قاری آمین کہے تو بھی آمین کہیں کہ لوگوں کو فرشتے آمین کہتے ہیں یہاں جس شخص کا آمین کہنے فرشتوں کے آمین کہنے سے وافق ہوگا ہے اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

اخیر ما اسماعیل بن مسعود قال حدثنا یزید بن زریع قال حدثنی معمر عن الزہری عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا امن القاری فاموا فان الملائکۃ تؤمن لمن و لقی تابعیہ تابعی الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب قاری آمین کہے تو بھی آمین کہیں کہ لوگوں کو فرشتے آمین کہتے ہیں یہاں جس شخص کا آمین کہنے فرشتوں کے آمین کہنے سے وافق ہوگا ہے اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

اخیر ما قنبہ عن مالک عن ابن شہاب عن سعید و ابی سلمۃ اتبعوا اخبروا عن ابی ہریرۃ عن رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اُمس الإمام فامضوا فانه من وافق تامته فامین الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه.
عن ابن جریر رحمہ اللہ سے روایت ہے جنگ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو اس لئے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق پڑ جائے گی اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

تشریح امام سنن نے آمین بالجہر کو قطعاً حدیث "اذا اُمن القاری" سے نکال دیا کہ جب امام آمین کہے یہ اسی وقت معلوم ہوگا جب امام زور سے آمین کہے کیوں نہ اگر امام آمین کہتے تو مقتدی کو امام کے آمین کہنے کی خبر نہیں ہوگی لہذا تا میں امام کے وقت مقتدی کو آمین کہنے کا حکم دیا اور مستند ہوگا حالانکہ حضور ﷺ نے فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو فرض اس استنباط فقہی سے مصنف نے جہر یا سنی کو ثابت کیا ہے۔ (کذا قال علامة السندھی فی حاشیہ علی السنن)
نقلی حضرات کہتے ہیں کہ اس حدیث سے امام کا آمین بالجہر کہنا ثابت نہیں ہوتا بلکہ آمین کا کہنا یہ ثابت ہوتا ہے وہ اس دلیل سے کہ آگے حدیث ابن جریر رحمہ اللہ بطریق زہری عن سعید بن مسیب مروی ہے اس سے معلوم ہوا کہ امام "ولا الضالین" تک جہر سے پڑھے گا اور بعد ہی آمین کہے گا تو جب وہ "ولا الضالین" کہے تو پھر تم آمین کہو اور تبادلا یا کہ امام بھی آمین کہے گا اور چونکہ امام کا آمین کہنا نقلی تھا تو دوسری روایت میں تصریح ہے کہ وقت اس کا وہ ہے کہ جب "ولا الضالین" پورا کر لے۔

فرض کہ مقتدیوں کا آمین کہنا اس وقت پر رکھا جب امام سے "ولا الضالین" سن لیں تو اس صورت میں امام کا آمین کہنا اور مقتدیوں کا سوا فاقی پڑ جائے گا کہ وہ آمین کہے گا اور یہی مرد و زہریت سابقہ کی ہے یعنی "اذا اُمن القاری" کی میں معلوم ہوا کہ اس کی یہ مراد نہیں کہ امام زور سے آمین کہے گا تو تم بھی سن کر آمین کہو بلکہ یہ مراد ہے کہ امام کے آمین کہنے سے موافقت کرو جس وقت وہ کہے اسی وقت تم بھی کہو لیکن چونکہ دو چپکے سے کہے گا تو پھر یہیوں کہ معلوم ہوگا اس لئے بتلادیا کہ جب وہ "ولا الضالین" کہے اگر یہ مراد نہ ہو تو دونوں حدیثیں باہم ایک دوسرے سے مخالف ہو جائیں گی اس طرح کہ "اذا اُمن الامام" سے یہ نکلے گا کہ جب اس کی تا میں آواز سے سن لو جب آمین کہو اور "ولا الضالین" سے یہ نکلے گا کہ جب "ولا الضالین" سن ہو تو آمین کہو اور ان دونوں پر عمل ایک آمین میں محض رہے تو اس بیان مذکور سے یہ بحث ساقط ہوگئی کہ اس حدیث سے آمین بالجہر کہنا امام کا صریح ثابت ہے نیز "وان الامام یقول آمین" سے اس پر تنبیہ فرمادی کہ امام کی خاموشی نہیں بلکہ وہ آہستہ آمین کہتا ہے ورنہ جہر سے آہستہ تو اس کی تا میں بیان کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی صرف فرشتوں کا آمین کہنا بیان فرماتے بہر حال حدیث باب کذا "اذا اُمن القاری فامضوا" امام کے آمین بالجہر پر نص نہیں کیوں کہ مقتدی کو آمین کا معلوم دینا امام کے جہر پر موقوف نہیں بلکہ امام کے "ولا الضالین" سے مقتدی کو معلوم ہو جاتا ہے لہذا اس حدیث سے امام کے آمین بالجہر کا مسئلہ کمال کافی نہیں اور یہ قول کہ اگر امام جہر سے آمین نہ کہے گا تو ہمیں علم کیوں کہ ہوگا غیر معقول ہے کیوں کہ ہم اور پڑھنا چکے ہیں کہ "ولا الضالین" جب امام کہے گا تو معلوم ہو جائے گا بہر حال یہ جواب امام سنن کی اس استدلال کا ہے جو انہوں نے حدیث باب سے امام کے آمین بالجہر پر کیا ہے اس کے بعد عرض ہے کہ یہ مسئلہ آمین بالجہر کا کوئی معرکہ آثار نہیں مگر چونکہ

اختلاف ہو گیا ہے اس لئے یہاں کیا ہے واضح ہو کر آئین کہنے میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ اگر تعلیم مقصود ہو تو جبر کے جواز میں بھی اختلاف نہیں تو اختلاف صرف اس صورت میں ہے کہ بغیر قصد تعلیم و غیرہ کے یا جبر و قصد ہے یا اختار۔ تو امام ابوحنیفہ داماد، کہتے وہ بیان ثورنی وغیرہم کا برہان مابین فرماتے ہیں کہ امام اور مقتدی دونوں آئین کو آہستہ کہیں لیکن امام مالک کا دوسرا قول جو اس اقتضا سے نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ آئین صرف مقتدی کہنے نہ کہ امام، امام شافعی کے قول میں یہ کہ آئین قول تہم میں وہی شافعیہ کا مذہب ہے کہ امام اور مقتدی سب آئین کو جبر سے کہیں وہ اسی کا افضل کہتے ہیں یہی قول امام مالک کا ہے اور قول جدید میں یہ ہے کہ امام آئین کا جبر کرے اور مقتدی آہستہ کہے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ثورنی قول تہم پر ہے اب اس کے بعد دلائل کی طرف چلتے ہیں امام ابوحنیفہ وغیرہم کے مسلک کی تائید قرآن اور احادیث سے ہوتی ہے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ادعوا دینکم تصروعا و خضعت لہ لا یحب المصلحین" یہ آیت واضح طور سے بتا رہی ہے کہ اصل الامور دعا میں انصراف و ذاری ہے جو امتیعی میں خوب پائی جاتی ہے اور آئین دعا ہے جس کے معنی "السمع و الاستعجاب" کے ہیں یعنی اسے خدا بتا رہا ہے، من کہتے اور قبول کر لیتے یہی معنی امام ثورنی نے بحوالہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کئے ہیں ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں اور ثورنی نے دلائل میں حضرت ابو یوسف رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کو سورہ فاتحہ پڑھائی اور "ولا تضالین" پڑھتے کر فرمایا آئین کہتے اور لفظ دعا دعا کرنے کی دلیل یہ ہے کہ قرآن میں "فقد اجبت دعوتکم" فرمایا گیا ہے حالانکہ داعی حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام صرف آئین کہتے تھے قریش سب قرآن پاک سے تائین کا دعویٰ کرتے تھے اور بنائے دعا و تصرع وغیرہ پر ہے لہذا انکا آئین کو آہستہ کہنا چاہئے اور جن احادیث سے آئین آہستہ کہنے کی تائید ہوتی ہے ان میں سے ایک تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام "غیر المعضوب علیہم" "ولا تضالین" کہتے "فقد نوا آمین فانه من وافق قوله الملائکة غفر له ما تقدم من ذنبه" یہ حدیث صحیح ہے اس کو بخاری و مسلم اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے یہ حدیث انشاء پر واثبات کر رہی ہے کیوں کہ اگر امام پکار کر آئین کہتے تو مقتدیوں کو معلوم ہوتا پھر "غیر المعضوب علیہم" "ولا تضالین" سے آئین کہنے کا سوتہ متاخر و فرشتوں کے ساتھ ملافت تھا، کچھ مفید نہیں۔ حدیث دوسری یہ حدیث بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "اذا قال الامام ولا تضالین فقولوا آمین فان الامام یقولہا الحدیث" اس کو امام احمد اور امام نسائی اور دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے اس حدیث سے امام کا آئین انشاء کہن صراحۃ ثابت ہے ورنہ "فان الامام یقولہا" کہنے کی کوئی حاجت نہ تھی۔

حدیث سوم ابو داؤد اور ترمذی وغیرہم نے حضرت سرور بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ دو ستر کرتے تھے آپ ستر کبیر کے بعد (اس میں مٹا، دھوا پڑھتے تھے) اور ایک ستر جب "غیر المعضوب علیہم" "ولا تضالین" سے فارغ ہوتے تھے (اس میں آئین کہتے تھے) چنانچہ علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ قول ستر ستر آہستہ پڑھتے تھے

اور دوسرے سکتے ہیں آئین کہتے تھے زور اگر دوسرے سکتے کو بعض علماء کے قوں کے مطابق سائنس درست کرنے کے لئے سکتے فرماتے پر معمول کیا جائے تو اس سے فتویٰ کی تائین پہلے ہوتی تھی کریم رحمہ اللہ کی تائین سے حالانکہ حضور ﷺ نے مقتدی کو امام سے ہیقت کرنے سے منع فرما دیا مگر اس آیت شریفہ اور قوں اور فہم سے دشمنوں سے واضح ہو گیا کہ آئین آہستہ کیے یہی سنت ہے اور امام شافعی وغیرہ کا استدلال حضرت واکل بن جریر رحمہ اللہ کی حدیث سے ہے جو امام ترمذی اور ابو داؤد وغیرہ نے روایت کی ہے حضرت واکل بن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو "عبر المصنوب علیہم ولا الضاہن" پڑھ کر آئین کہتے سنا اور اپنی آواز کو بلند کیا اور اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ آئین سے مسجد کو گنجانا تھی۔

(وراء ابن ماجہ)

ان روایات سے آئین بالخبر کا ثبوت ہوتا ہے اس قسم کی احادیث کا خفیہ یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ ایسی احادیث ہیں جن میں محدثین کو کام سے حضرت واکل بن جریر رحمہ اللہ کی حدیث چارہ وجوہ سے مضطرب ہے جن کی تحصیل نسب الراوی اور آثار السنن اور معارف السنن میں مذکور ہے اور ان میں روایت جس میں "خبر نبع بہا المسجدا" کا لفظ آیا ہے اور ابو داؤد کی روایت میں حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب "عبر المصنوب علیہم ولا الضاہن" کو تلاوت کیا تو کہا آئین اس کے آخر میں ہے "حتى یسمع من یلبہ من النصف الاول" ان دونوں کو بشرین مانع کی طرح بتی سے امام ابو داؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اس کے بارے میں علامہ علیؒ کہتے ہیں کہ بشر بن رافع کو امام بخاری و ترمذی و نسائی و احمد و ابن یمن اور ابن مہبان رحمہم اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے اور ابن اثیر نے کہا "ضعیف و یروی ہذا الحدیث عن ابی عبد اللہ ابن عمر ابی ہریرہ و ابو عبد اللہ هذا لا یعرف له حال ولا روی عنه غیر بشر والحدیث لا یصح من اجلہ" "یئس ذلکی مضطرب اور ضعیف حدیث ہے بلکہ حدیثوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی کیوں کہ آئین بالا خفاء کے ثبوت میں قرآن پاک کی آیت اور صحیح احادیث ہیں اور اگر صرف ایسی احادیث ہیں جن کو حافظ حدیث ضعیف قرار دے رہے ہیں اور انکی لئے امام بخاری نے باوجودیکہ آئین بالخبر کا باب بانو حاکم ان حدیثوں میں سے کسی کو بھی باب کے تحت درج نہیں کیا کیوں کہ ان کے نزدیک ان کی صحت پر وثوق نہ تھا صرف تو ان آئین کو روایت کر کے اس طرح لکھتے اور اس سے کسی مخرج جہاں آیت نہیں دیتا اور نہ "قولوا للصلوات اللہ الخ" اور "قولوا اما لکم الحمد" اور "قولوا اهل ما بقول المؤمنین" میں بھی جہاں قائل و رد پڑے گا "ولم یغل نہ احد من العلماء" نیز حدیث واکل بن جریر رحمہ اللہ کی وجوہ تعین سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر اس کو ثابت بھی نا جائے تب بھی صرف ایک جزئی واقعہ ہے ابو داؤد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف دوبار خدمت نبوی میں حاضر ہوئے قیام کی مدت معلوم ہے تو یہ واقعہ جزئی ہے جو دوام اور استمرار پر دل نہیں ہو سکتا اس کی یہ وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کبھی کبھار تعلیم کے قصد سے آئین کو آواز سے کہہ دیا ہو گا کہ لوگوں کو حضور ﷺ کا آئین کہنا معلوم ہو جائے جیسا کہ بخاری و مسلم نے حضرت ابو داؤد رحمہ اللہ سے نماز ظہر سے مطلق یہ روایت کی ہے کہ "یسمعنا الایۃ احیانا الحدیث"

حالانکہ ظہر کی نماز میں چپکے پر حساب کا قول سے تو صرف تعلیم کے لئے نہ کھڑے ہیں بلکہ اس پر چار سو ہیں یعنی آیت کہ نماز ہے تھے یہ طریق آئین میں ہو تو کوئی عیب نہیں اور حضور انور ﷺ نماز میں قنوت کیا وہاں تک کہ میں نے جہیز کے سر سے تھکے تو یہ عمل یہ نہ تو کہ حضرت امیر المؤمنین علیؑ جیسے عظیم الشان صاحب پر حق رہتا تھا انہیں اس کو سمجھاتے ہیں معلوم ہوا کہ آئین بانجہ پر حضور انور ﷺ کا رد ہوا اور انصار ان پر تو کوئی حدیث تو آئین بانجہ کے بارے میں ایک بھی نہیں دیکھی چنانچہ علامہ نور شاہ شیرازی صاحب نے فرماتے ہیں کہ مذکور حدیث غلط ہے نہ حضور ﷺ نے مقتدا ہوں کے لئے یہ بانجہ نہ دیا ہو۔ آج کل کتب تصنیف اور تہذیب کی حد سے بعض ذوالوں نے ایسے ذلیل مسائل میں غور کر کے مسرتوں میں تفرق اس دیوہا میں غرق ہو گئے کہ وہ یہی سرور دست کے جلا پائے ہوئے میں شرور و غوغا (تفسیر فتح السنن جلد دوم، معارف السنن ملخصاً جلد دوم)

باب الامر بالتامین خلف الامام

امام کے پیچھے آئین کہنے کا حکم دینا

خبرنا قتیبہ عن مالک عن سبی عن سی صنع عن ابی ہریرہ وحسب اللہ عن ابی ہریرہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال الامام غیر المعصوم علیہم ولا الصالحین فقولوا آمین فانہ من رافی قونہ قول المعصومۃ غفرنا ما تقدم من ذنبہ

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابیہم غفر المعصوم علیہم ولا الصالحین "تے تو قرآن میں کچھ لوگوں نے یہ جس شخص کا تو یہ فرشتوں کے قول کے والیں یہ ہے کہ اس کے کلمات انہیں مانگے جاتے ہیں۔

تشریح: قبلہ والیں عدم قرأت خلف الامام کے ایک یہ مسئلہ بھی ہے یہ نہ چاہئے کہ ان میں ہر ملکہ مانگی نے اس حدیث سے قرأت و خلف الامام کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے جبکہ امام ہر کے ساتھ قرأت کرے مقتدی نہ سورۃ فاتحہ پڑھے اور نہ اس کے علاوہ کوئی اور سورہ کیوں کہ اگر مقتدی قرأت فاتحہ واجب ہو تو مقتدی ﷺ مقتدیوں کو حکم دیتے کہ تم میں سے ہر شخص قرأت فاتحہ سے فارغ ہونے کے بعد آئین کہے کیوں کہ سورۃ فاتحہ سے فارغ ہونے کے وقت آئین کہنا واجب ہے اور یہ بات واضح ہے کہ جب مقتدی قرأت خلف الامام میں مشغول ہوں تو اس وقت میں مقتدی اپنے نام کی قرأت فاتحہ سے فراغت کو نہیں پائیں گے اور جب یہی صورت حال ہے تو پھر مقتدی امام کے "ولا الصلحین" کے وقت امام بالرحمن کیوں نہ کہہ سکتے ہیں جس معصوم ہو کہ قرأت خلف الامام جائز نہیں اور تمام علماء کیوں مستند یا ائمہ کیوں کہ مقتدی امام کے ساتھ پھر بھی نماز میں یہ فاتحہ کی قرأت نہ کرے تو اسی پر قیاس کر کے سو، فاتحہ کا یہ حوالہ نہیں جائز نہ وہ مانا جائے کیوں کہ مقتدیوں کو مقتدی آئین کہنا ہے بلکہ نہ امام قرأت فاتحہ سے فارغ ہو جائے جس وقتہ یوں کو امتثال قرآن کے معذرت کی اور جہ میں مشغول نہ ہو جائے۔

فصل التائمین

آمین کہنے کی فضیلت کا بیان

اعبرنا فبیت عن مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ علی اللہ علیہ وسلم قال اذا قال احدکم آمین وقالت الملائکۃ فی السماء آمین لوافقت احدیہما الآخری غفر لہ ما تقدم من ذنبہ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی آمین کہتا ہے اور فرشتے آسمان پر آمین کہتے ہیں تو دونوں میں سے ایک کا آمین دوسرے کے آمین کہنے سے موافق نہ جائے گا پھر اس شخص کے گناہ بخش کر دیے جاتے ہیں۔

تشریح: اس روایت میں آتا ہے کہ اس حدیث کا اصل فضل تائمین سے ہے نہ کہ جبر سے یا انفرادی تائمین کی فضیلت اس وقت ہو سکتی ہے کہ تین موافقات ہوں تین امام و تین مقتدی و تین ملائکہ ہر حدیث میں موافقت سے مراد موافقت فی القوس الارضیہ ہے پھر خارج حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ سے تمام فرشتے مراد ہوں ای کو ان بزرگ نے اختیار کیا ہے اور حضور نے کہا ان میں سے حفاظت کرنے والے فرشتے مراد ہیں اور انہوں نے کہا کہ ملائکہ جو تہ مرا ہیں مگر وہ فقط ان پر مقرر کیے ہیں کہ قولی را فریہ ہے کہ ملائکہ سے وہ فرشتے مراد ہیں جو اس نماز میں آمین یا زمین کے فرشتوں میں سے حاضر ہوتے ہیں کیونکہ اگرچہ روایت کی روایت ذوالنواں کے تحت ہے اس میں وثالث السماء حکمہ فی السماء آمین "آیہ اور محمد بن عمر کی روایت میں "هو افق ذلک قول اهل السماء "آیہ اور فریدہ الزاکی نے لکھا ہے یہ الفاظ روایت کئے ہیں "صوف اهل الارض علی صفوف اهل السماء طاد و فقی آمین فی الارض آمین فی السماء غفر لہم" اور ان کی بات اپنی رائے سے کی گئی جا سکتی ہے نیز آخری قوس زیادہ قائل ہے۔

(معارف السنن: ۲/۴۰۲ مجموعہ الفتح الماری)

ہر حال روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آمین ملائکہ کی صف سے ہے نہ انسان کی صف سے کہیں یہ نہیں کہا گیا کہ ملائکہ کہاں کی موافقت کرتے ہیں بلکہ یوں فرمایا قسم و قسم و انقی سامیہ تائمین الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ "معلوم ہوا کہ تائمین ملائکہ کی صف سے ہے اور ظاہر یہی ہے کہ فرشتوں کی تائمین مصحف کے قول "اعذ ما انصر اذ المستعین الخ" پر ہوتی ہے جس کو لوگ بغیر شب اور نام نہاد اور دنیا کے ظالمین و پست فناء فی مثل ملائکہ کے آمین کہیں گے شب لان کے گناہ گناہ و حائف ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اعلم

قول المامون اذا عطس خلف الامام

مقتدی کا کچھ پڑھنا جب وہ امام کے پیچھے چھینکے

احمر بن قتیبة حدثنا زكريا بن يحيى بن عبد الله بن رفاع بن رفاع عن عم ابیه معاوية بن رفاع عن ابیه قال سألت عتق النسي صلى الله عليه وسلم فعطست فقلت الحمد لله حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه ما كان عليه كما يحب ربنا ويرضى فلما صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرف فقال من المكتلم في الصلاة فلم يكلمه احد ثم قالها الثانية من المكتلم في الصلاة فقال رفاع بن رفاع بن عقرء اما يا رسول الله قال كيف قلت قال قلت الحمد لله حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه ما كان عليه كما يحب ربنا ويرضى فقال النبي صلى الله عليه وسلم والذي نفسي بيده لقد يندرها بضعة وثلاثون ملكاً يبهيم بصعد بها.

حضرت رفاع بن رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی میں نے پھر پکارا پھر الحمد للہ کثیراً و آخر تک پڑھا جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر دعا فرمایا کہ اے نماز میں حاضر ہونے والے لوگو! تم نے کوئی جواب نہیں دیا بخیر و برکت و کمال دن ہے نماز میں کام کرنے والا ایسی رفاع بن رافع بن رافع بن عقرء نے کہا میں وہوں اے اللہ کے رسول حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے پڑھا تو رفاع رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے پڑھا تو پھر "الحمد لله حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه ما كان عليه كما يحب ربنا ويرضى" نے فرمایا اس آیت کی تمہیں جس کے ہاتھ میں یہ کی جان ہے اللہ نہیں ست کچھ زیادہ فرماتے ان کلمات کے لئے جانے کے لئے مبتلا کرتے تھے کہ کہ ان میں سے ان کلمات کو کرے جائے۔

احمر بن عبد الحميد بن محمد قال حدثنا محمد بن حذافا بن يوسف بن ابي اسحاق عن ابیه عن عبد الجبار بن وائل عن ابیه قال سألت عتق رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما كبر رفع يديه اسفل من اذنيه فلما قرأ غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال امين فسمعت وانا خلفه قال فسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلاً يقول الحمد لله حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه فلما سلم النبي صلى الله عليه وسلم من صلاته قال من صاحب الكلمة في الصلاة فقال الرجل ان يا رسول الله وما اردت بها يا رب قال النبي صلى الله عليه وسلم لقد ابتدوها انا عشر ملكاً فما نهى بها شئ من العرش

حضرت وائل بن الجراح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی جب آپ نے تحمیر کی تو دونوں ہاتھ اپنے دونوں کانوں کی نوک پر اٹھائے پھر جب "غير المغضوب عليهم ولا الضالين" پڑھ تو آمین کی پکار ان لوگوں نے کی لیا اور کیا آپ ﷺ کے پیچھے وہ وائل بن الجراح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ نے یک دلی سے "الحمد لله حمداً

کثیراً طیباً مبارکاً فیہ ”سب نبی کریم ﷺ نے نہ بھیجے افرام نماز میں اس کھڑکاز بننے والا کون ہے اس آدمی نے؟ میں ہاں اسے اللہ کے رسول اور میں نے اس کھڑکے کسی شرکار و کانٹیں کیا نبی ﷺ نے فرمایا وہ فرشتے جلدی کرتے تھے ان میں سے کونساں انھوں کو کھڑکے کر لے جو وہ جس کوئی چیز ان گلوں کو مرثیٰ تک پہنچانے میں مانع نہیں ہوئی۔

تشریح

انگریزی نوڈز میں پھینک آئی پھر اس نے محمدؐ پر حادثہ شریعت کے کئی ناسات کی ضم ہے کہ کب وہی ۷۷ پر لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ چونکہ اس مامور و تحقیق ہے اس لئے چھٹک پر وہ محمدؐ کو چھوڑ دے اور باوجود اس کے کہ چاروں نے شاذانہ حدیث ہوگی اور حدیث پر نکلنے میں کہ حدیث باب میں جو امر مذکور ہے اس پر سلف میں سے کسی نے عمل نہیں کیا ہو تو بھی اس کے استحباب کا جملہ نہیں جہذا حدیث باب کو بیان جو امر پر عمل کیا جائے گا اور یہ دیکھنے کی صورت میں غیر شاذانہ حدیث کی وجہ یہ ہے کہ محمدؐ کو بنا جواب متہدف نہیں ہے بلکہ اللہ جل شانہ کی حد ہے لیکن اگر چھٹکے اٹانے کے جواب میں یہ کہ اللہ کا تبارا شاذانہ حدیث نہ ہو جائے گی کیوں کہ یہ خطاب ہے اس میں مذہب کا کافہ سہجہ ہے تو کونساں یہ ”مقبول جاری بھی ہے تو ان کے کاسے ظہر اس لئے امارت احمد و جانے“ ”اصرحہ فی الدار المحجور و فضله من عاصمہ“ ”ابوہال حدیث باب میں“ ”تھو کو یوں کر رہی ہے“ ”ایک واقعہ جزائیہ ہے اس سے استدلال کرتے ہوئے یہ نیز درست نہیں کہ یہ حدیث نماز چھٹک پر لکھ کر مستحب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جامع ما جاء فی القرآن

ان روایات متفقہ کے بیان میں جو قرآن کے بارے میں وارد ہوئی ہیں

احمر بن اسحاق بن اسرار علیہ السلام عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف یأتیک الوحی قال فی مثل صلیۃ النحر من فیضم عی وقد وعت عہ وهو نشدہ علی و احبانا یأتینی فی مثل صورۃ النبی فیسدہ الخ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمائی ہیں کہ حدیث ابن ہشام رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا آپ کو کون کس طرح آتی ہے انھیں ﷺ نے فرمایا بھی بھی میرے پاس وہی آتی ہے شاذانہ حدیث کے وہی تم کو آتی ہے مجھ پر بہت زیادہ سخت ہوتی ہے پس وحی موقوف ہوتی ہے اس حال میں کہ میں اس سے یہ نہ کہ بھاؤتا ہوں اور بھی بھی فرشتہ ایک زبان کی مثل میں آتا ہے پس وہ وحی کو میرے قلب میں اتار دیتا ہے۔

احمر بن محمد بن مسلمۃ والحرث بن مسکن فرأۃ عہ وأنا اسمع واللفظ لہ عن ابن القاسم قال حدثنی عن مالک عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ ان العزث بن ہشام سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف یأتیک الوحی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احبانا یأتینی فی مثل صلیۃ النحر من

ثم تكبر اقرانيتها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرأ يا هشام فقرأ كما كان يقرأ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هكذا انزلت ثم قتل اقرأ يا هشام فقرأت فقال هكذا انزلت ثم قتل رسول الله صلى الله عليه وسلم ان القرآن انزل على سبعة احرف.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکیم بن حزام سے سورۃ الفرقان پڑھتے سنا دوسرے سورۃ کی طرح سے پڑھتے تھے برخلاف اس کے جوئی رضی اللہ عنہ نے مجھ کو پڑھائی جس میں نے پوچھا یہ سورۃ آپ کو کس نے پڑھائی انہوں نے جواب دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں نے کہا جھوٹ بولتے ہو اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو نہیں پڑھائی پھر میں نے اس کو ہاتھ سے پکڑ کر کھینچا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا اور میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے مجھے سورۃ فرقان پڑھائی اور پیک میں نے اس سے سنا کہ سورۃ فرقان چند ہفتوں سے پڑھتا ہے آپ نے مجھے اسی طریقوں سے نہیں پڑھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ہشام پڑھو ہشام نے پڑھی جس طرح وہ پڑھتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح اتاری گئی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑھاے غرض کہ میں نے پھر فرمایا اسی طرح اتاری گئی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پیک قرآن سات طرح پڑا رہا ہے۔

اخبرنا محمد بن سلمة والمعارث بن حكين قراءة عليه وانا اسمع واللفظ له عن ابن القاسم قال حدثني مالك عن ابن شهاب عن عروة بن الزبير عن عبد الله بن حمزة عن عبد القاري قال سمعت عمر بن الخطاب رضي الله عنه يقول سمعت هشام بن حكيم يقرأ سورة الفرقان على غير ما أقرأه عليه وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم أقرأها فكذلك ان أعجل عليه ثم أمهلته حتى انصرف ثم سبته برداته فجلت به الي رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت يا رسول الله اني سمعت هذا يقرأ سورة الفرقان على غير ما أقرأنا فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرأ فقرأ الفرقان التور سمعته يقرأ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هكذا انزلت ثم قال لي اقرأ فقرأت فقال هكذا انزلت ان هذا القرآن انزل على سبعة احرف لا فرق ما تبسر منه.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ سورۃ الفرقان جس طرح سے میں پڑھتا تھا اس کے برعکس ہشام بن حکیم سے پڑھتے ہوئے سنا دوسرے فرقان مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی جس میں قریب تھا کہ قرأت تمام کرنے سے پہلے اس پر جلدی کروں یعنی اس کو کھینچ کر لے جاؤں پھر میں نے اس کو بہت دی یہاں تک کہ پڑھنے سے فارغ ہوا پھر میں اس کی گردن میں چادر ڈال کر کھینچے گا اور کھینچے گا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا پھر میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیک میں نے اس سے سنا ہے کہ سورۃ فرقان اس کے خلاف پڑھتا ہے جس طرح پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو پڑھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہشام سے فرمایا پڑھو پس ہشام نے اسی طرح پڑھا جو میں نے اس کو پڑھتے سنا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح اتاری گئی پھر فرمایا مجھ سے

پڑھ تو میں نے پڑھی پھر فرمایا اسی طرح اتاری گئی بیشک یہ قرآن سات طرح پڑھا دیا گیا ہے پس پڑھو جو اس میں سے قرآن آسان ہو۔

اخبرنا یونس بن عبد الاعلی قال حدثنا ابن وهب قال اخبرني یونس عن ابن شهاب قال اخبرني عروة بن الزبير ان المصورين مخزومة وعبد الرحمن بن عبد القاري اخبراه انهما سمعا عمرو بن الخطاب يقول سمعت هشام بن حكيم يقرأ سورة الفرقان في حياة رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستمعت لقراءته فذا هو يقرؤها على حروف كثيرة لم يقرئها رسول الله صلى الله عليه وسلم فكذبت أساوره في الصلاة فتصهرت حتى سلم فمنا سلم لست بمودة فقلت من افراك هذه السورة التي سمعتك تقرؤها فقال أقرأها رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت كذبت قراءته ان رسول الله صلى الله عليه وسلم هو اقرأني هذه السورة التي سمعتك تقرؤها فانطلقت به الفداء الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت يا رسول الله اني سمعت هذا يقرأ سورة الفرقان على حروف لم يقرئها وانت اقرأتني سورة الفرقان فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اوسله يا عمر اقرأ بها هشام فقرأ عليه القراءة التي سمعته يقرؤها قال رسول الله صلى الله عليه وسلم هكذا تركت ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرأ يا عمر فقرأت القراءة التي اقرأتني قال رسول الله صلى الله عليه وسلم هكذا انزلت ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان هذا القرآن انزل علي سبعة احرف فاقروا متبسم منه.

مصور بن مخزوم اور عبد الرحمن بن عبد القاري دونوں نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی سب سے زیادہ صحیح روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی سب سے زیادہ صحیح روایت میں ہشام بن حکیم سے سورۃ الفرقان پڑھنے میں سے اس کی قرأت کو غور سے سنا تو اس سورۃ کو مختلف طریقوں سے پڑھا تھا اتنے طریقوں سے مجھے رسول اللہ ﷺ نے اس سورۃ کی تعلیم نہیں دی تھی پس مجھے اتنا غصہ آیا کہ میں اس پر نرا ذاتی حالت میں حملہ کر دوں پھر میں نے مختلف اپنے نفس کو کاٹ دیا میں نے کہا اس کے سوا پھر نے کب پھر جب اس نے سلام پھیرا تو میں نے اس کی گردن میں چا بیڑا ل کر اس کو کھینچا پھر میں نے کہا یہ سورہ جس کو میں نے تم سے پڑھنے سنا ہے تمہیں کس نے پڑھائی ہشام نے کہا یہ سورہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی میں نے کہا ترجمہ جوتے ہوئے اللہ کی قسم بیشک یہ سورہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو پڑھائی پھر میں اس کو کھینچ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا اور عرض کیا یا رسول اللہ بیشک میں نے اس سے سورۃ الفرقان کوئی لغات پڑھنے سے ہے حالانکہ آپ ہی نے مجھ کو سورۃ الفرقان پڑھائی مگر اتنے لغات پر نہیں پڑھائی پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمر اس کو چھوڑ دے اسے ہشام پڑھا میں نے ہشام سے کہا کہ اس کو حضور ﷺ کے سامنے اس طرح سے پڑھا جو میں نے اس کو پڑھنے سنا تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسی طرح اسی طرح اتاری گئی پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمر پڑھ میں نے اسی طرح پڑھی جس طرح سے رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو پڑھائی رسول

اللہ ﷻ نے فرمایا اسی طرح اسی طرح گئی پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک یہ قرآن سات لغات پر نازل کیا گیا ہے ایک پر عوام میں سے جو تم کو آسان ہو۔

احمد بن محمد بن یسار قال حدثنا محمد بن جعفر عن عذرو قال حدثنا شعبہ عن الحكم عن مجاهد عن ابن ابي ليلى عن ابي بن كعب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان عند اضافة مني غفارا فانا جبرئيل عليه السلام فقال ان الله عز وجل يأمرك ان تقرأ امك القرآن على حرف فالتاب الله معافاته ومنعفرته وان امنى لا تطبق ذلك ثم اتاه الثانية فقال ان الله عز وجل يأمرك ان تقرأ امك القرآن على حرفين فقال امسال الله معافاته ومنعفرته وان امنى لا تطبق ذلك ثم جاءه الثالثة فقال ان الله عز وجل يأمرك ان تقرأ امك القرآن على ثلاثة احرف فقال امسال الله معافاته ومنعفرته وان امنى لا تطبق ذلك ثم جاءه الرابعة فقال ان الله عز وجل يأمرك ان تقرأ امك القرآن على سبعة احرف فابعد حرف قرؤا عليه فقعد اصابوا فقال ابو عبد الرحمن هذا الحديث حوالف ليه الحكم خالفه مصور بن المصمور رواه عن مجاهد عن عبيد بن عمير مرسلا.

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غفارہ کے غدر کے پاتر تشریف فرما تھے آپ ﷺ کے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے پھر عرض کیا بیشک اللہ عزوجل آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو ایک ہی لغت میں قرآن پڑھائیں حضور ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے اس کی فیاضی اور منعفرت کی درخواست کروں گا اور بیشک میری امت اس کی طاعت نہیں رکھ سکتی پھر جبرئیل علیہ السلام دوسری بار حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا بیشک اللہ عزوجل آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو دو لغت پر قرآن پڑھائیں حضور ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے اس کی فیاضی اور منعفرت کی درخواست کروں گا بیشک میری امت اس کی طاعت نہیں رکھ سکتی پھر جبرئیل علیہ السلام تیسری بار حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اللہ عزوجل آپ کو حکم فرماتا ہے کہ آپ اپنی امت کو تین لغت پر قرآن پڑھائیں حضور ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے اس کی فیاضی اور منعفرت کی درخواست کروں گا بیشک میری امت اس کی طاعت نہیں رکھ سکتی پھر جبرئیل علیہ السلام چوتھی بار حضور ﷺ کے پاس آئے پھر عرض کیا کہ اللہ عزوجل آپ کو حکم فرماتا ہے کہ آپ اپنی امت کو سات لغات پر قرآن پڑھائیں آپ کی امت جس لغت پر بھی پڑھے گی ان کی قرأت درست ہوگی۔

ابو عبد الرحمن کہتے ہیں کہ اس حدیث میں تعجب کی مخالفت کی گئی ہے اس کی مخالفت منصور بن سمر نے کی ہے انہوں نے اس کو کجاہت عید بن عمر سے بطور مرسل بیان کیا ہے۔

احمد بن عمرو بن منصور قال حدثنا ابو جعفر بن نجيل قال قرأت على معقل بن عبيد الله عن عكرمة بن خالد عن سعد بن جبير عن ابن عباس عن ابي بن كعب قال قرأني رسول الله صلى الله عليه وسلم

لیسا انا فی المسجد جالس اذ سمعت رجلا یقرؤها بخلاف قرأتی فقلت له من علمک هذه السورة فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فقلت لا تغار فی حتی تأتي رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فلیتبعه فقلت یا رسول الله ان هذا خالف فراءنی فی السورة التي علمتني فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اقرأ یا ابي فقرأتها فقال لی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم احسنت ثم قال للرجل اقرأ فقرأ فخالف فراءنی فقال له رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم احسنت ثم قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یا ابي انه التزل القرآن علی سبعة احرف کلهم شاف کاف قال ابو عبد الرحمن معقل بن عبيد قه نيس بذلك القری.

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو ایک سورہ پڑھائی اس کے بعد جب میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اتفاق سے اسی سورہ کو ایک دوسرے پڑھتے سنا وہ میری قرأت کے خلاف پڑھتے تھیں نے اس سے پوچھا کہ یہ سورہ کس نے سکھائی اس نے کہ رسول اللہ ﷺ نے میں نے کہا تو مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے جب تک کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ جائیں تو میں نے اس کو حضور ﷺ کے پاس لے کر حاضر کیا یا رسول اللہ آپ نے جو سورہ مجھ کو سکھائی تھی اس شخص نے اس کو میری قرأت کے خلاف پڑھا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابلی پڑھ پس میں نے وہ سورہ پڑھی رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تو نے اچھا پڑھا پس کسی سے فرمایا پڑھا اس آدمی سے میری قرأت کے خلاف پڑھی رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا تو نے اچھا پڑھا میرا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابی بکک قرآن سات لغات پر نازل کیا ہے پس ہر لغت الناس سے شرعی ہو گئی ہے۔

خبر سی یعقوب ابن ابی نعیم قال حدثنا یحییٰ عن حمید عن انس عن ابی قال ما حاکم فی صدري منذ مسلمت الا انی قرأت آية رقرأها آخر غیر فراءنی فقلت اقرأنیها رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وقال الآخر اقرأنیها رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فأتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا ابي الله اقرأنی اية کذا و کذا قال نعم ان جبرئیل ومیکائیل علیهما السلام أتیانی فلقعد جبرئیل عن یمنی ومیکائیل عن یساری فقال جبرئیل علیہ السلام اقرأ القرآن علی حرف لسان میکائیل استزده حتى بلغ سبعة احرف فکل حرف شاف کاف.

حضرت ابی بک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں جب سے میں مسلمان ہوا میرے دل میں کوئی کلمہ نہیں گذرا مگر یہ کہ ایک آیت میں نے پڑھی اور دوسرے نے اس کو میری قرأت کے خلاف پڑھا میں نے کہا یہ آیت مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی اور دوسرے نے کہا کہ یہ آیت مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی میں نے کہا یہ آیت میں نے جبرئیل سے سنی ہے حاضر ہو پھر عرض کیا اے اللہ کے نبی آپ نے مجھے فلاں آیت اس طرح اس طرح پڑھائی حضور ﷺ نے فرمایا میں اور دوسرے نے کہا کہ کیا آپ نے مجھے فلاں آیت اس طرح اس طرح نہیں پڑھائی حضور ﷺ نے فرمایا ابلی بکک جبرئیل اور میکائیل دونوں میرے

پاس آئے پس جبرئیل علیہ السلام میرے دائیں ہاتھ پر بیٹھے اور میکائیل علیہ السلام بائیں جانب جبرئیل علیہ السلام نے کہا قرآن کو ایک لخت پر
 پڑھا کیجئے میکائیل علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ سے زیادتی کی: رغبت کیجئے اللہ تعالیٰ سے زیادتی طلب کیجئے حتیٰ کہ سات لفات پر
 پہنچا پس ان میں سے ہر لخت کا فی وصال ہے۔

احمر صغیر عن مالک عن نافع عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مثل صاحب
 القرآن کمثل صاحب الاہل المعطفۃ اذا عاهد علیہا لمسکھا وان اطلقھا ذہبت۔

حضرت ابن عمر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب قرآن کا حال ازلہ انتہائی حالت
 حال کی مانند ہے جس نے اپنا انتہائی سے باہر رکھا ہے اگر اس کی دیکھ بھل کرے تو وہ اس کے قابو میں رہتا ہے اور اگر اس کو
 چھوڑ دے تو بھٹکتا ہے۔

احمر صغیر عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلوٰۃ الرجال من النعم من عقلہ
 عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلوٰۃ الرجال من النعم من عقلہ
 استذکر القرآن فانہ امرع تصبیا من صدور الرجال من النعم من عقلہ۔

حضرت عبداللہ علیہ السلام نے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سے کسی کے واسطے ایسا کہنا اچھا
 نہیں کہ میں فلائی اور فلائی آیت بھول گیا بلکہ یوں کہے کہ بھلا دیا گیا قرآن کو یہ دیکھتے رہو اس لئے کہ قرآن لوگوں کے سینوں
 سے بہت جلد نکلے والا ہے بہ نسبت چار پائیوں کے پانی کے پیوں سے۔

تشریح: عنوان کے تحت کی پہلی روایت میں عمارت بن ہشام نے نبی کریم ﷺ سے وحی کے متعلق سوال کیا
 آپ ﷺ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے اس کے جواب میں حضور ﷺ نے دو صورتیں ارشاد فرمائیں کہی تو یہ صورت ہوتی
 ہے کہ مجھے ایک آواز تمھاری طرح سنائی دیتی ہے اس آواز جبری کی اصل حقیقت حضور اکرم ﷺ سے منقول نہیں لیکن شمار میں نے
 اپنی رائے سے اس کی کئی وجہ بیان کی ہیں بعض کہتے ہیں کہ ملائکہ کے پردوں کی آواز تو انھیں لگتی ہے کہ تم پر کرنے کے لئے پہلے
 آواز آتی تھی بعض کہتے ہیں کہ یہ خود اس وحی کی آواز ہوتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وحی کے وقت ملکیت کا زور اور بشریت کا
 حزل ہوتا ہے جس میں باہم ایک متنازعیت پیدا ہونے سے جسم میں ایک عظیم انقلاب پیدا ہوتا ہے جس سے پہنچتا ہے کہ
 آواز بھی کان میں آتی ہے اور پسینہ بھی آ جاتا ہے بظاہر یہ وحی کی ہی حالت بھی ہو جاتی ہے واللہ اعلم عندہ

حضور ﷺ فرماتے ہیں یہ قسم نبی کی کچھ پر سب سے دشوار ہوتی ہے اس کے بعد جب دو کیفیت دور ہو جاتی ہے تو جو وحی
 میں ارشاد ہوا تھا وہ کچھ کو کھوٹا ہو جاتا ہے اور کچھ بول رہا ہے کہ فرشتہ کسی آدمی کی صورت میں میرے سامنے آ جاتا ہے اور کچھ سے
 کلام کرتا ہے پھر جو کچھ کہتا ہے میں اس کو یاد کر لیتا ہوں۔

وحی کے وقت ایک دوسری آواز کا بھی ذکر ہے

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی کی کسی قسم میں بھی اس آواز کے خلاف بھی ہوتی تھی جو حدیث باب میں بیان فرمائی ہے چنانچہ امام احمد اور ترمذی وغیرہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت سے سورۃ المؤمنین کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آتی تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک کے پاس شہدائی ٹھیکوں کی جھنڈاٹ کی طرح یکہ جھنڈاٹ سی ہالتی تھی ایک راز ایسا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کی وہم ٹھوڑی دیر کے لئے خدا موش ہو گئے جب وحی کی کیفیت فہم ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد کی طرف منہ کیا اور دونوں ہاتھ اٹھ کر وہابی اسے اللہ کو مدد دینے کا فرمایا کہ نہ کہ ہم کو عزت عطا فرما اور ہمیں نہ کہ ہم کو اور زیادہ سے اور خیر مراد دے کہ ہم کو دوسروں پر ترجیح دے اور دوسروں کو ہم پر برتری نہ دے اور ہم کو اپنے سے اونٹنی رہنے کی توفیق بخش اور تو ہم سے اونٹنی ہو جا اس کے بعد فرمایا کہ ہر دس آیات اترتی جیسا جو شخص ان پر پورا پورا عمل کرے گا وہ ضرور بہشت میں داخل ہوگا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "لقد افلح المؤمنون" سے اس آیات تلاوت فرمائی۔

امام نسائی نے اس حدیث کو سکر کہا ہے لیکن حاکم نے صحیح قرار دیا ہے اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی میں بھی ایسی آواز بھی ہوتی تھی جس کو کبھی بلند نہ تھی مخالفت بھی نہ کیا کرتا تھا لیکن پھر بھی اس کا ادراک صرف ایک ٹھیک صوت کے سوا کچھ نہ ہوتا تو اس کے حروف سنے جاتے نہ معنی مفہوم ہوتے بلکہ صرف ایک سہیلا آواز ہوتی عجیب بات ہے کہ حدیث باب میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس آواز کو تشبیہ دی تو تمہنی کی آواز سے تشبیہ دی اور یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آواز کو وحی کی تشبیہ کی تشبیہ کی تشبیہ دی ہے خواہ نے لکھا ہے کہ تمہنی کی آواز کو کھلا کا شریعت ناپسند یہ ہے لیکن وحی کو اس کے ساتھ اس لحاظ سے تشبیہ کی گئی ہے کہ وہ بھی ایک سہیلا آواز ہوتی ہے اور ہے جہت سنائی دیتی ہے ٹھیکوں کی سلسلہ وار جھنڈاٹ سے بھی اسی طرح کی آواز پیدا ہوتی ہے یعنی اس کا شروع اور خاتمہ الگ الگ مستوحسون نہیں جو صرف تمہنی کی طرح ایک سہیلا آواز معلوم ہوتی ہے ان دونوں تشبیہوں پر اگر آپ غور کریں تو واضح ہوگا کہ وہ ایک ہی حقیقت کی ترجمانی کر رہی ہیں فرق ہوتا شاید صرف اتنا ہی ہو کہ صاحب وحی کو آواز کچھ زیادہ تیز محسوس ہوتی ہو اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا معاملہ انہیں یعنی تمہنی کی آواز سے تشبیہ دی ہو اور سامعین میں جس کو اس ٹھیک صوت کا مشنا نصیب ہوا ہر اس کو خفیف اور بلی محسوس ہوتی ہو اس سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ وحی کی حقیقت خواب و خیال سے یقیناً بالاتر ہے عالم خواب کا مارتا مشا صرف سونے والے کے سامنے ہوتا ہے اور یہاں آثار وحی سامعین پر بھی درجہ بدرجہ نمودار ہوتے تھے حتیٰ کہ بعض اوقات وحی کی یہ کیف آواز کا ادراک بھی ہوتا تھا کہ کبھی نہ نزول وحی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو متاثر ہونے لگتے تھے لیکن اس حالت میں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر کی دوسرے کے جسم کے ساتھ متصل ہو جاتا تو وہ بھی وحی کی عظمت سے ہمیں پس ہوتا تھا اب مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان مختلف احساسات کے بعد بھی کیا وحی کو محض ایک دماغی تشکل کہا جاسکتا ہے۔ والیہذا بانہ

دنی کے وقت ایک تیسری قسم کی آواز کا بھی ذکر ہے

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انور مرفوع روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب آسمان پر کسی بہت کا فیصلہ فرماتے ہیں تو فرشتے اس فرمان کی منقبت اور بشت سے اپنے پر اس طرح مارتے ہیں جیسے پتھر پر زنجیر لگتی ہے اور اس سے ایک آواز پیدا ہوتی ہے یہاں بعض روایوں نے آواز اور انداز ذکر ہے کہ وہ آواز ان کے آواز پر ہوتی ہے جب خوف اور بشت کی یہ کیفیت اللہ کے قلوب سے دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہیں پروردگار نے کیا حکم دیا تو ان میں مقرب ہیں وہ جواب دیتے ہیں وہی حکم دیا جو درست و مناسب تھا اور وہ راہبستان اور سب سے بڑا ہے۔ (رواہ البہاری)

اس حدیث میں دنی کے وقت ایک تیسری قسم کی آواز کا بھی ذکر ہے لیکن یہ شیوں پر اثر آپ فوراً کر کے تو مطلق ہو گا کہ اصل فرض سب جہاں ایک ہی ہے پھر پر زنجیر کی آواز بھی قسطنطنیہ کی آواز کی طرح ایک گونج رکھتی ہے اس میں بھی سننے والے کو کسی خاص جہت کا ادراک نہیں ہوتا بلکہ ایک وسیط اور مسلسل آواز محسوس ہوتی ہے اور بس۔

ہم اس قسم کی بحثوں کا فیصلہ کرنا غیر ضروری سمجھتے ہیں اور غیر مفید بھی غلط فہم کو یہ مہمانی آواز کی جامع کی حقیقت میں اختلاف رہنے پر پھر ہمارا کیا حوصلہ ہے کہ ہم وحی کی آواز کی حقیقت میں سب کچھ کی تردید نہ کر سکیں گے۔ ہم فیہ کے امور کے متعلق سب سے معتدل اور آسان راہ سے چلیں گے کہ ان پر یقین رکھا جائے اور اس کا اعتراف کر لیا جائے اور اس۔

اگر وہ ہمارے دافتر دار کی کی چیز ہوتی تو پھر اس کو عالم طیب کہنا ہی یوں کر درست ہوتا عالم طیب ہے وہی جو ہمارے خوش وادوارات کے دوسرے سے باہر ہو اس لئے اس کی اطلاع کے لئے نبیاً علیہم السلام مبعوث ہوئے ہیں اور ان ہی کے احوال پر اس پر یقین کرنے کے لئے ہم تکلف ہائے میں ہیں لیکن صرف ایک نظیر کے طور پر ٹیلیگراف یعنی تار کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے یہاں بھی ہم سامعین کو صرف ایک ٹھکانے کی بجائے آواز آتی ہے لیکن جو اس کا رخ نشان ہوتا ہے وہ اس آواز کو اسی طرف سمجھ لیتا ہے جس طرح کہ آپ ہمارے چیت کو سمجھ لیتے ہیں اسی طرح حضور ﷺ بھی وحی کی آواز سلسلۃ الجبریں کی طرح سنتے اور اس کا مطلب پورا پورا سمجھ جیتے اور دوسری شکل ٹیلیگراف کی ہے جس میں خود شکم باتیں کرتے ہیں یہاں بھی مخاطب کے موا کوئی اور دوسرا شخص اس آواز کو نہیں سنتا لیکن جو نہیں سنتا وہ سننے والے کے اعتماد پر یہ یقین کہ تمام خبروں کا پورا یقین کر لیتا ہے اور اپنے دلی میں درویش بیانی یا اس کے وہم و خیال ہونے کا کوئی احساس بھی نہیں تا مگر فرق ہے جو تمسقات ہے کہ یہاں اس کو یہ اعتماد حاصل ہوتا ہے کہ اس آواز کو ہر انسان سن سکتا ہے ورنہ اگر چاہے تو وہ خود بھی محسوس کر سکتا ہے مگر وحی نہ ہر انسان پر آتی ہے اور نہ ہر انسان اس کی آواز سن سکتا ہے مگر کسی بات پر یقین کرنے کے لئے یہ بھی کوئی اصول ہے کہ جب تک خدا اس بات کو بخلاصہ معنی نہ کر لیا جائے اس کا یقین نہ کیا جائے پھر کیا ہی اسرائیل کی حدی قوم نے حضرت موسیٰ ﷺ سے یہی فرما کر نہیں لیا کہ تم جب ہم رب العزت کا حکم خود بخود واسطہ نہ بن لیں اس وقت تک کھلے آپ کے بیان پر یقین نہ کریں۔ سکتے حضرت موسیٰ ﷺ کی خاطر قرآن کی یہ حدیث بھی پوری کی گئی لیکن جس کو نہیں ماننا تھا وہ اس پر یقین نہ کرنے والے اور یہ جیلہ اور انکار کھرا کیا کہ جب تک شکم خود ہمارے سامنے آکر

اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں اس پر وہ مشکوک ہو کر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا مگر اس قوم کا مطالبہ یہ تھا کہ جو بات خود ان کے لئے ممکن تھی وہ ان کے لئے ممکن ہو جائے اور اگر بالخصوص یہ بھی ہو جائے تو یقیناً وہ کوئی اور تیسرا بیان نہ کر لیتے۔

نہیں نبوت اور وحی اور عالم غیب کے ہر ہر جزئی کے لئے علیحدہ علیحدہ دلائل کی فکر میں نہ پڑے اور انبیاء و عہد السلام پر ایمان لے آئے ان کے بعد جو بات وہ کہتے ہیں ان کے احکام پر آپ اس کو مان ہی لیجئے جب ہی راہ راست سے دھکے ہوئے انسان کو ہدایت نصیب ہو جاتی ہے پھر جب وحی کی حقیقت ہی ایک عجیبی حقیقت ہے تو اس کے انعام میں بھی یقیناً یہی صفت ہونی چاہئے اس لئے ہم اس پر بھی کچھ زیادہ کلام کرتے نہیں چاہتے جتنا قرآن پاک کے ظہور الفاظ سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ وحی کی ایک صورت تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ نوحی نوحی کے باطن میں کوئی بات القاء فرمادے نہ کوئی آواز سوسوے ہو اور نہ فرشتے کا واسطہ ہو دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے نبی پر کچھ افکار فرمائے مگر یہ کہ وہ عیسایہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کہ طور پر تیسری صورت یہ ہے کہ فرشتے آئے اور اس کے ذہن پر وہ وحی نازل ہو اس کی پھر وضوح میں ہیں ایک یہ کہ فرشتہ انسانی صورت میں مشکل ہو کر آئے اور یہ کہ نبی کے دماغ میں تصرف کر کے اس کو کلکھتے کہ قریب کر دیا جائے اس دوسری صورت میں چونکہ خود آپ کی ذات قدسی صفات میں تصرف کیا جاتا تھا اس لئے اس وحی کی یہ قسم سب پر شدید ہوتی تھی یوں تو وحی کی جو قسم بھی تھی وہ شدید ہی تھی مگر اس قسم میں اس تصرف کی وجہ سے اس کی شدت میں اضافہ ہو جاتا تھا اس کے علاوہ وحی کی جنسی قسمیں ہیں وہ سب ان ہی میں سے کسی نہ کسی قسم میں داخل ہیں قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے "ما کان لبشر ان یشککھ اللہ الا وحیا و من وراء حجاب" اور سلسلہ دوسرا "فہو حی باذنہ ما یشاء" اور "میں آدمی کی طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے باتیں کرے مگر اللہ سے باہر وہ کے پیچھے سے یا کوئی پیغام لانے والا فرشتہ پیچھے پھر پہنچا دے" اس کے حکم سے جو دو چارے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے اس باب میں سب سے پیچھے روایت کی گئی ہے تیسری قسم کا ذکر ہے دوسری قسم کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کہ اس کا دو تہی یاد تھا باقی کی یہ صورت یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کہ طور پر وحی آتی تھی یا آنحضرت ﷺ کے ساتھ شب معراج میں وحی آتی اس کی تفصیلی بحث کے بعد صاحب ترجمان اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت استاذ مولانا محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہ کا عقیدہ یہ تھا کہ شب معراج میں لائونڈ کی ابتدا اس سال اور وحی سے شروع ہوئی تھی اور روایت پر جو کہ منطقی ہو گئی تھی جنی شربع میں مکالمہ ہوتا رہا مگر اس وقت تک روایت نہ ہوئی اور جب مکالمہ ختم ہو گیا تو اب رب السنوۃ والا درمیں نے اپنے ویدار سے آپ کو شرف فرمایا۔

(نور حسان السنۃ: جلد ۳)

حضرت مسدود بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت جو مولانا کے تحت مذکور ہے اس میں آیا ہے "ان الشرفاء انزل علی سبعة" صرف "یا ارشاد حضور ﷺ نے اس وقت فرمایا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بشام بن عکیم رضی اللہ عنہ کی قرأت پر سخت غصہ آیا بشام بن عکیم سورۃ الفرقان کی مرع سے پڑھ رہے تھے اس کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور حضرت بشام رضی اللہ عنہ کو گھٹے کے کپڑے سے پکڑ کر کھینچے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت مبارک میں لے گئے حضور ﷺ نے دونوں کی قرأت سن کر دونوں کی

کہ یوں کہہ بھلا دیا گیا اس کے کہنے میں حسرت اور غم کا ظاہر کرتا ہے اپنی اس غفلت اور کوتاہی پر جو اس سعادت اور نعمت کی حفاظت میں آئی ہے۔ (کذا فی شمعات)

القراءة فی رکعتی الفجر

فجر کی دونوں رکعتوں میں قرأت کا بیان

احمر بن عمار بن یزید قال حدثنا مروان بن معاوية القناري قال حدثنا عثمان بن حكيم قال اخبرني سعيد بن يسار ان عبد الله بن عمر بن الخطاب قال سمعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في ركعتي الفجر في الأولي منهما الآية التي في البقرة قولوا لا اله الا الله وما اشرنا اليها الا في آخر الآية وفي الاخرى انا لله واشهد باننا مسلمون. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سنت فجر کی پہلی رکعت میں وہ آیت پڑھتے تھے جو سورۃ بقرہ میں ہے یعنی ”قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا أَشْرَنَّا إِلَيْهَا إِلَّا فِي آخِرِ آيَةِ الْآيَةِ“ انا لله واشهد باننا مسلمون۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہرگز سورۃ کا بعض حصہ پڑھنا جس سورۃ کے درمیان میں سے کرو و نہیں چاہئے نہ فجر کی دو رکعت میں پہلی رکعت میں حضور ﷺ سورۃ بقرہ میں سے ”قُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ پڑھتے اور دوسری رکعت میں سورۃ آل عمران میں سے ”اِنَّا لِلّٰهِ اِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ“ پڑھتے اور یہ دونوں آیتیں حضور ﷺ سورۃ قاف کے بعد پڑھتے تھے چونکہ سورۃ قاف خود پانچ اعراف و صبح امرت اس کی قرأت کی حدیث میں مذکور ہے تاکہ قرأتی ہے اس لئے روایت نے اس کو ترجیح دیا ہے۔ (کذا قال علامۃ المسند فی ہفتۃ علی السنۃ: ۱۱۰)

باب القراءة فی رکعتی الفجر بقل یا ایہا الکافرون وقل هو اللہ احد

سنت فجر کی دو رکعتوں میں ”قل یا ایہا الکافرون وقل هو اللہ احد“ پڑھنے کا بیان

احمر بن عبد الرحمن بن ابراہیم دحیم قال حدثنا مروان قال حدثنا یزید بن کيسان عن ابی حازم عن ابی ہریرۃ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأ في ركعتي الفجر قل يا ايها الكافرون وقل هو الله احد. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی دو رکعتوں میں ”قل يا ايها الكافرون اور قل هو الله احد“ پڑھتے تھے۔

تشریح: پہلی آیت سنت فجر کی دو رکعتوں میں سورۃ الکافرون کی پہلی رکعت میں اور دوسری رکعت میں سورۃ لا ایلہ الا اللہ پڑھتے تھے یعنی سورۃ قح کے بعد یہ۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے اور ان دونوں سورتوں کی قرأت سے معلوم ہوا کہ سورۃ قح کے ساتھ کوئی اور سورہ یا اس کے قائم مقام چیز کا تلاوت واجب ہے مثلاً چوتھی آیتیں ہوں یا زنی و یک آیت ہو۔ (مرقاۃ: ۲۹۵/۲)

تخفیف رکعتی الفجر

فجر کی دونوں رکعتیں ہلکی پڑھنے کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابراہیم قال ابنا جبر عن يحيى بن سعيد عن محمد بن عبد الوہب عن عمرو بن عائشة قالت ان كنت لأرى رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي ركعتي الفجر فبعضهما حتى يقول اقرأ بهما بام الكتاب.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مجھے بخوبی معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی سنت دو رکعتیں پڑھتے تھے اور اس قدر ہلکی پڑھتے تھے کہ میں کہتی کہ آپ نے ان دونوں رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھی کہ نہیں۔

”حسنى القول الخ“ کلام سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ مجھے سورہ فاتحہ کی قرأت میں شک ہوتا تھا کہ حضور ﷺ نے سورہ فاتحہ پڑھی یا نہیں اور نہ اس طرح کے کام سے اس کا قصد کیا جاتا ہے بلکہ مقصد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مباہلہ فی التخیف ہے یعنی یہ دونوں رکعتیں بہت ہی ہلکی ہوتی تھیں۔

القراءة في الصبح بالروم

صبح کی نماز میں سورہ روم کا پڑھنا

اخبرنا محمد بن بشر قال حدثنا عبد الرحمن قال ابنا سفيان عن عبد الملك بن عمير عن شبيب ابى روح عن رجل من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم عن النبي صلى الله عليه وسلم انه صلى صلاة الصبح فقرأ الروم فالتبس عليه فلما صلى قال ما بال اقوام يضلون معا لا يحسنون الظهور فالتبس عليه القرآن بولئك .

صحابہ ابی روح ثمالی کرم کے اصحاب میں سے ایک آدمی سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے صبح کی نماز میں سورہ روم تلاوت فرمائی پس حضور ﷺ پر قرأت مشتہر ہوئی حضور ﷺ نے سلام پھیر کر فرمایا لوگوں کو کیا ہو گیا ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں مگر وہ اچھی طرح وضو نہیں کرتے ہیں یہی لوگ ہم پر قرأت قرآن میں گڑبگڑ دیتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ القباس قرأت کا باعث وضو قس ہے کہ قوم میں سے کسی نے اچھی طرح وضو نہیں کیا کہ کوئی سنت یا آداب اس سے روکتے ہوں گے پس وضو کامل نہیں ہوا اس کا اثر حضور ﷺ کے قلب پر ہوا جس کے باعث قرأت میں اشتہار پیدا ہو گیا ملائی تدریج نے حرکات ۳۳۰ پر علامہ شبلی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس حدیث میں ان لوگوں کے لئے باعث عبرت ہے جو تاثیر صحبت سے بے خبر ہیں کیا وہ لوگ غور نہیں کرتے کہ بعض اشیاء کے عدم احسان فی الظہور سے سید

اسلمین ﷺ کے قلب پر اثر پڑا کہ قرآن کی قرأت میں غلط ملکہ ہونے لگا تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو شب و روز اہل فسق اور فساد کی مصاحبت میں گزر رہے ہیں "العباد باللہ متد"۔

الْقِرَاءَةُ فِي الصُّبْحِ بِالسُّتَيْنِ إِلَى الْمَائَةِ

صبح کی نماز میں ساٹھ سے سو آیات تک پڑھنے کا بیان

اخبرنا محمد بن اسماعیل بن ابراہیم قال حدثنا يزيد قال انانا سليمان بن عمار يعني ابن سلامة عن ابني موزة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في صلاة العدة بالسنتين الى المائة. حضرت ابی یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز میں ساٹھ سے سو آیت تک پڑھتے تھے۔

الْقِرَاءَةُ فِي الصُّبْحِ بِقَافٍ

صبح کی نماز میں سورہ قاف پڑھنے کا بیان

اخبرنا عمران بن يزيد قال حدثنا بن مهي الرجال عن يحيى بن سعيد عن عمرة عن ام هشام بنت حارثة بن النعمان قالت ما أخذت في القرآن المجيد الا من وراء رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقرأ بها في الصبح

حضرت ام ہشام بنت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے سورۃ قاف و الفرقان و الجحدل کو کبھی کبھی محمد رسول اللہ ﷺ کے پیچھے اتمہ کی حالت میں آپ ﷺ صبح کی نماز میں یہ سورہ پڑھتے تھے۔

اخبرنا اسماعيل بن مسعود ومحمد بن عبد الاعلى واللفظ له قال حدثنا خالد عن شعبة عن زباد بن علفاه قال سمعت عمي يقول سمعت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الصبح فقرأ في إحدى الركعتين والآخرين باسفات لها طلع مضيد قال شعبة فلقنته في الموق في الركعتين فقال في

حضرت زیاد بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے اپنے چچا سے سنا وہ کہتے تھے میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز میں آپ ﷺ نے دونوں رکعتوں میں سے ایک رکعت میں "والسجدة باسفات لها طلع مضيد" اور لمبے لمبے کھجور کے اور خست جو کچھ سے خوب گوندھے ہوئے ہوتے ہیں پڑھا شعبة کہتے ہیں میں نے بازار میں ایب بنے کچھ میں زیاد بن خالد سے ملا تو ان کی نو آہوں نے کہ سورہ قاف پڑھیں گے۔

تشریح جو اگلے باسفات سے دو سورہ مراد ہے جو اس آیت پر شتمس ہے جو دونوں رکعتوں نے پوری سورہ قاف و الفرقان الیہی مراد لی ہے۔

الْقِرَاءَةُ فِي الصُّبْحِ إِذَا شَمَسَ كَوْرَتُ

صبح کی نماز میں "اذا الشمس كورت" پڑھنے کا بیان

اخبرنا محمد بن ايان البلخي قال حدثنا وكيع بن الجراح عن مسعر و المسعودي عن الوليد بن سريج عن عمرو بن حريث قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول في الفجر اذا شمس كورت. حضرت عمرو بن حريث رضي الله عنه کہتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو فجر کی نماز میں "اذا الشمس كورت" پڑھتے سنا۔

الْقِرَاءَةُ فِي الصُّبْحِ بِالْمَعْزُوتَيْنِ

صبح کی نماز میں معوذتین پڑھنے کا بیان

اخبرنا موسى بن حزام الترمذی و هرون بن عبد الله و الفلفله قال حدثنا ابو اسامة قال اخبرني سفيان عن معاوية بن صالح عن عبد الرحمن بن جابر بن نفير عن اميه عن عقبة بن عامر انه سأل النبي صلى الله عليه وسلم عن المعوذتين قال عقبة فأما بهما رسول الله صلى الله عليه وسلم في صلاة الفجر. حضرت عقب بن عامر رضي الله عنه سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے معوذتین کے بارے میں سوال کیا عقب بن عامر رضي الله عنه کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں سورتوں کے ساتھ فجر کی نماز میں ہماری امامت فرمائی۔

تشریح: حضرت عقب رضي الله عنه نے حضور اکرم ﷺ سے معوذتین یعنی "قل اعوذ برب الفلق" اور "قل اعوذ برب الناس" کی فضیلت کے بارے میں سوال کیا تھا کہ ان کے حضور ﷺ نے ان کو ان دونوں کے پڑھنے کا حکم دیا تھا جبکہ انہوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا اے اللہ کے رسول کیا میں دفع شر کے لئے سورہ بقرہ اور سورہ یوسف پڑھوں جیسا کہ اچھے عنوان کے تحت اس کا ذکر آ رہا ہے حضرت عقب رضي الله عنه کے قول کے مطابق حضور ﷺ نے ان دونوں سورتوں کے ساتھ امامت اس لئے کی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ دونوں سورتیں عظیم الشان ہیں جو بڑی سورتوں کے قائم مقام ہیں اور حضور ﷺ کی عادت یہاں تک پہنچی کہ آپ فجر کی نماز میں بڑی سورتیں پڑھتے تھے۔

(کنز العمال علامۃ المسلمین فی مائتہ علی النبی : ۱۱/۱)

باب الفضل فی قراءۃ المعوذتین

معوذتین پڑھنے کی فضیلت کا بیان

اخبرنا فقیہ قال حدثنا اللیث عن یزید بن ابی حبیب عن ابی عمر ان اسلم عن عقب بن عامر قال اتبعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو راكب فوضعت يدي على قدمه فقلت اقترنني يا رسول الله

سورۃ ہود و سورۃ یوسف فقال لنی نقرأ شیئاً یبلغ عند اللہ من قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس۔
حضرت قتیبہ بن عامر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہر کاب چار ہاتھوں میں اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے قدم
پر رکھ کر عرض کیا کہ اللہ کے رسول مجھے سورۃ ہود اور سورۃ یوسف پڑھا دیتے حضور ﷺ نے فرمایا قل۔ سورۃ برب
الفلق اور قل اعوذ برب الناس سے پڑھ کر (باب استعاذہ) میں اور کوئی سورہ پڑھنے کے لئے نہیں پڑھے۔

احمر بن محمد بن قدامة قال حدثنا حماد بن عمار عن یونس بن عقیب عن عامر قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ابات انزلت علی اللبنة ثم یومضهن قط قال اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس
حضرت قتیبہ بن عامر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے رات کو پڑھی آیتیں جاری تھیں کہ میں
ان کے کبھی نہیں دیکھی تھیں یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔

تشریح: استعاذہ کے معاملہ میں یہ وہاں سورۃں سب سے افضل ہیں کہ ان میں ہر حرف کی ہوائی سے پناہ ملتی
ہے مادہ طبعی سے کہا کہ رشتہ پر رکھو کہ اس فقرہ مثبت واقع سے حضور ﷺ کی مراد یہ ہے کہ استعاذہ کے معاملہ میں ان دونوں
سورتوں کے برابر کوئی اور سورہ کامل تر نہیں اور اس لحاظ سے کہ ہر اور غیبت والی ہے ان دونوں سورتوں کے ساتھ پناہ طلب
کرنے پر۔

بخاری باب استعاذہ میں جب کہ وہ وقت استعاذہ ہوتا یہ دونوں سورتیں پر محبت والی چیز ہے اپنا کئے لئے سب
سے زیادہ کامل رہتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مرقات و مظاہر حق)

القراءة فی الصبح يوم الجمعة

جمعہ کے روز جمع کی نماز میں قرآن کا بیان

احمر بن محمد بن یسار قال حدثنا یحییٰ بن سعید قال حدثنا سفیان ح واسما عمرو بن علی قال
حدثنا عبدالرحمن بن قنن حدثنا سفیان واللفظ له عن سعد بن ابراهیم عن عبدالرحمن الاعرج عن ابی
ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی صلاة الصبح يوم الجمعة ثم تنزیل وھل اتی
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں قرآن تنزیل فرماتے تھے۔

احمر بن قتیبة قنن حدثنا ابو عوانہ ح واحمر بن علی بن حجر قال ابوامامہ شریک واللفظ له عن
السجول بن راشد عن مسلم بن سعید بن جبیر عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی
صلاة الصبح يوم الجمعة تنزیل السجدة وھل اتی علی الانسان۔

باب سجود القرآن

قرآن کے سجدوں کا بیان

السجود فی ص

سورة ص میں سجدہ کا بیان

اخبرنی ابو ابرہیم بن المحسن العسکری قال حدثنا حجاج بن محمد عن عمرو بن ظر عن ابی عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ان البی صلی اللہ علیہ وسلم سجد فی ص وقال سجدها داؤد نوباً وسجدها شکرأ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے سورہ ص میں سجدہ کیا اور فرمایا انا داؤد علیہ السلام نے سجدہ کیا تھا اور ہم سجدہ شکر کرتے ہیں۔

تشریح: حافظ ابن حجر نے کہا اگر ابن اسکن نے ص حدیث کو کج قرار دیا ہے بلکہ ابن کثیر نے کہا کہ اس حدیث کے درجہ شریف امام بخاری کے مطابق ہے۔ (کذا فی المرفعات)

حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک قضیہ میں جو سورہ ص میں مذکور ہے سجدہ قوب کے واسطے کیا تھا حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ان کی قوب قوس ہونے پر ہم شکر گزار کی کہ واسطے سجدہ کرتے ہیں یہ اس میں قوس مسکدہ ہے کہ سورہ ص کی یہ آیت اقامت صغر و سد و اکھا و اناب پڑھنے سے نامہ ابو حنیفہ کے نزدیک سجدہ عظمت واجب ہو جاتا ہے اور امام اہل بیت ہر سجدہ تلاوت کو سنت کہتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک اس جگہ بھی سجدہ تلاوت سنون ہے، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک بھی سجدہ تلاوت سنت ہے مگر امام شافعی اور امام احمد کے مشہور قوس میں یہ سجدہ سورہ ص کا سجدہ شکر ہے جو عزائم خود میں سے نہیں اس لئے نماز کے اندر ناجز ہے اور ترمذی ہر سجدہ میں اس کا جواب شیخ ابن ہمام نے پایہ حدیث سے مذکور است زائد یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں اس سجدہ کا سبب بیان کر دیا ہے اور تارے لئے اس کا سبب بیان کر دیا لیکن بطور شرف اس سجدہ کا سورہ ص اس کے واجب ہونے سے تو نہیں روکا تو کہنے پر مفرغ اور واجبات کا وجوب اللہ تعالیٰ کے کرم و روادار و مسلسل نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لئے ہی تو ہوا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ راستہ کو اس قدر نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دونوں قدم سرخ جاتے کسی نے عرض کیا آپ اتنی عبادت کس واسطے کرتے ہیں وہ انکا آپ کے اٹھنے اور بیٹھنے کے لئے حضور ﷺ نے فرمایا "اھلا بکمون عبد الشکور" کہ میں شکر کرنے والا ہوں

تغزوں۔ (مرفاٹ، ۳: ۴)

تفسیر مظہری میں حضرت عبادیؓ روایت کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کیا میں سورہ اہل میں آجہ و کرول ابن عباسؓ نے پڑھا "ومن ذریئہ داؤد و سبلان" سے "قیلہم اہم القہدہ" تک اور فرمایا تمہارے نبی کو حکم دیا گیا ہے کہ دوسرے انبیاء کی اقتداء کریں حضرت ابن عباسؓ کا یہ جواب تیار رہا ہے کہ آپ کے نزدیک بھی اسی جگہ جود تلاوت ہے یہ روایت حنفیہ کے لئے حجت اور ہمارے قول کی دلیل ہے اور ابن عباسؓ کا یہ قول کہ یہ واجب بعد میں سے نہیں ہے تو یہ روایت متخالف ہے اس کے مقابلہ میں حضرت ابن عباسؓ کا پچھلا قول کہ میں نے حضور ﷺ کو سورہ اہل میں آجہ و کرول دیکھا مرفور ہے لہذا حضور ﷺ کے بعد و کرول نے سے یا حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد و کرول نے سے سورہ اہل کا بعد واجب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ انھیں مختصراً

نیز مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں سورۃ قصہ لکھ رہا ہوں جب آیت جحدہ پر پہنچا تو دیکھا کہ رواۃ التلم اور محمد بن جریر نے جحدہ کیا حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ حضور ﷺ کے سامنے ذکر کیا پھر تو آپ ہمیشہ سورۃ قصہ میں جحدہ کرتے تھے اتفاقاً اس کے یہ ہیں "فلم یزل یسجد بہا" ۸۴/۳ اور تفسیر ابن کثیر میں براہِ راست زید بن زبیر رضی اللہ عنہ مکر بن عبد اللہ حرانی عن الخاء میں "فلم یزل یسجد بہا" بعد ۲۹۲/۲ کہ اس واقعہ کے بعد حضور ﷺ ہمیشہ سورۃ قصہ تلاوت فرماتے آیت کہ وہ ہر جحدہ کرتے تھے۔

شیخ ابن ہمام کہتے ہیں کہ سوا غیبت سے لب سورہ ص کا کبرہ واجب ہونا ثابت ہوتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول "سجدۃ ص لیس من عزائم المسجود" سے۔

اکی طرح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت جو سند صحیح ہے اور اوکے نے ان لفاظ کے ساتھ بیان کی ہے "قولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وهو علی المنبر حسن الحديث" سے بظاہر جرم عدم رجوع ثابت ہو رہا ہے اور اس قصہ بخواب سے پہلے کا امر ہے اسی واقعہ کے بعد یہ جملہ ملازم سے ہوئی۔ (فتح الملہم ۴۰/۱۶۳)

المسجود في المنجم

سورة النجم میں سجدہ و تلاوت کا بیان

اخبرنا عبد الملك بن عبد الحميد بن ميمون بن مهران قال حدثنا ابن حبيب قال حدثنا ابو ابيهم بن خالد قال حدثنا رباح بن معمر عن ابن عازم عن عكرمة بن خالد عن جعفر بن المطلب بن ابي وداعة عن ابيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نكحة سورة النجم لمسجد ومسجد من عنده فرفعت رأسي وايتت ان اصحبوا ولم يكن يومئذ اسم المطلب.

جعفر بن مطلب بن ابی دوعلہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کہہ میں سورۃ النجم پڑھی پھر آپ ﷺ نے مجھ کو کیا اور مومن و مشرک جو آپ ﷺ کے پاس تھے سب نے جہد کیا مگر میں نے جہد نہیں کیا اور بات یہ ہے کہ اس وقت تک مطلب بن ابی دوعلہ مسلمان نہیں ہوا۔

اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا خالد قال حدثنا شعبه عن ابی اسحق عن الاسود عن عبد اللہ بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ النجم فوجد لہا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ النجم پڑھی پھر جہد کیا۔

ترک السجود فی النجم

سورۃ النجم میں سجدہ نہ کرنے کا بیان

اخبرنا علی بن حجر قال انبانا اسماعیل وهو ابن جعفر عن یزید بن خصیفۃ عن یزید بن عبد اللہ بن قسبط عن عطاء بن یسار انه اخبرہ انه سأل زید بن ثابت عن القراء ذمہ الامام فقال لا قراء ذمہ الامام فی شیء وزعم انه قرأ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والجم اذا هو فی فلم یجد۔

یزید بن محمد اللہ بن قسبط روایت کرتے ہیں عطاء بن یسار سے کہ عطاء نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام کے ساتھ قرأت کے بارے میں سوال کیا تو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ کسی نماز میں امام کے ساتھ کچھ بھی قرأت جائز نہیں ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سورۃ النجم پڑھی آپ ﷺ نے اس میں جہد نہیں کیا۔

تشریح لوہر کے عنوان کے تحت کی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سورۃ النجم میں جہد کیا اور حضور ﷺ کے پاس اسی مجلس میں جتنے مسلمان اور مشرک تھے سب نے جہد کیا مسلمانوں نے حضور ﷺ کی حاجت میں جہد کیا اور مشرکوں نے اس لئے جہد کیا کہ اپنے حقوں کے یعنی لات اور عزی اور منات کے نام سے اور علامہ طہیانی نے کہا کہ اس موقع پر جتنے مشرکین نے جہد کیا تھا وہ بعد کو سب مسلمان ہو گئے دوسرے عنوان کے تحت کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے جہد نہیں کیا اس کی کیا وجہ ہے اس کی وجہ امام شافعی نے یہ بتائی ہے کہ یہاں جواز کے لئے جہد نہیں کیا امام مالک کہتے ہیں مفصل میں جہد و طاعت نہیں اس لئے جہد نہیں کیا مفصل چھوٹی سورتوں کو کہتے ہیں کہ سورۃ حجرات سے آخر قرآن تک میں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک جہد و طاعت اور نذر میں واجب ہے۔

آپ کی دلیل مطلب بن ابی دوعلہ کی حدیث ہے جو اوپر کے عنوان کے تحت مذکور ہے دوسری دلیل حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے اس کو امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں نقل کیا ہے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ گیارہ جہد ے کئے ان میں سے سورۃ النجم کا جہد بھی تھا نیز ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے بطریق شام بن حسان میں

ابن ہریرہؒ کہنا ابی ہریرہؒ روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے سورۃ النجم میں سجدہ کیا اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ جاسن اللہ بن ابی ہریرہؒ روایات سے ابی ہریرہؒ کے مسلک کی تائید ہوئی ہے اور اس حدیث باب کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث سے سجدہ کا واجب نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ یہ ایک جزائی واقعہ کا بیان ہے، لیکن ممکن ہے کہ اسی وقت جبکہ یہ روایت ثابت ہے سورۃ النجم چہم حضور ﷺ کا وضو ہو (اس لئے خشے کے باوجود سجدہ نہیں کیا یا ترک سجدہ و اس وجہ سے ہوسہ قرأت وقت کر دہ میں کی گئی ہو یہ بتانا منظور ہو کہ سجدہ غلات علی اطوار واجب نہیں حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور ﷺ نے سجدہ میں بھی یہ سجدہ نہیں کیا۔ (فتح المعلوم: ۱۶۳/۲) معوالہ شیخ ابن ہمام، عرفات: ۳۳۳

باب السجود فی اذا السماء انشقت

”اذا السماء انشقت“ میں سجدہ کا بیان

اخبرنا قتیبة عن مالک عن عبد اللہ بن یزید عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن ان ابی ہریرۃؒ قرا بہم اذا السماء انشقت فسجد فیہا فلما انصرفوا خبرہم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجد فیہا حضرت ابوہریرہؒ بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ ابوہریرہؒ رضی اللہ عنہ نے بعض صحابہ کے ساتھ سورۃ ”اذا السماء انشقت“ پڑھی پھر اس میں سجدہ کیا جب سجدہ سے فارغ ہوئے تو اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے اس میں سجدہ کیا۔
 اخبرنا محمد بن رافع قال حدثنا اس ابی عبدیک قال انبانا ابی ابی ذئب عن عبد العزیز بن عبد شمس عن ابی قیس وهو محمد عن عمر بن عبد العزیز عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃؒ قال سجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اذا السماء انشقت۔

حضرت ابوہریرہؒ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ”اذا السماء انشقت“ میں سجدہ کیا۔

اخبرنا محمد بن منصور قال حدثنا سفیان عن یحییٰ بن سعید عن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن عمر بن عبد العزیز عن ابی بکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام عن ابی ہریرۃؒ قال سجدنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی اذا السماء انشقت وقرأ باسم ربک۔

حضرت ابوہریرہؒ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کے ساتھ ”اذا السماء انشقت“ اور ”اقرأ باسم ربک“ میں سجدہ کیا۔

اخبرنا قتیبة قال حدثنا سفیان عن یحییٰ بن سعید عن ابی بکر بن محمد عن عمر بن عبد العزیز عن ابی بکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام عن ابی ہریرۃؒ قال۔

جميع نے بھی اس حدیث کو شریح بن منصور کے روایت کیا ہے۔

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا یحییٰ قال حدثنا قرة بن خالد عن محمد بن سیرین عن ابی ہریرۃؒ

قال مسجد ابوبکر وعمر رضي الله عنهما في اذا السماء انشقت ومن هو خير منهما.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے اور دو شخص جو ان دونوں سے بہتر ہیں یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”اذا السماء انشقت“ میں مجیدہ کیا۔

تشریح: یہ روایات نام بالک پر جنت ہیں کہ کہتے ہیں مفصل میں مجیدہ نہیں یہ دونوں سورتیں مفصلات میں سے ہیں ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور خود راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجیدہ کیا۔

السجود في اقرار باسم ربك

اقرار باسم ربك في سجدة كايان

اخبرنا اسحاق بن ابراهيم قال انانا المعتمر عن قرة عن ابن سيرين عن ابي هريرة قال سجد ابو بكر وعمر رضي الله عنهما ومن هو خير منهما صلى الله عليه وسلم في اذا السماء انشقت واقرأ باسم ربك.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے اور ان دونوں سے بہتر شخصیت یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”اذا السماء انشقت“ اور ”اقرأ باسم ربك“ میں مجیدہ کیا۔

اخبرنا اسحاق بن ابراهيم قال انانا سفيان عن ايوب بن موسى عن عطاء بن مينا عن ابي هريرة ووكيع عن سفيان عن ايوب بن موسى عن عطاء بن مينا عن ابي هريرة قال سجدت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في اذا السماء انشقت واقرأ باسم ربك.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ”اذا السماء انشقت“ اور ”اقرأ باسم ربك“ میں مجیدہ کیا۔

یہ روایات بھی نام بالک پر جنت ہیں کیوں کہ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”اذا السماء انشقت“ اور ”اقرأ باسم ربك“ میں مجیدہ کیا ہے حالانکہ یہ دونوں سورتیں مفصلات میں سے ہیں۔

باب السجود في الفريضة

فرض نماز میں سجود کرنے کا بیان

اخبرنا محمد بن مسعدة عن مسلم وهو ابن اخضر عن النضر بن عدي قال حدثني بكر بن عبد الله المزني عن ابي رافع قال صليت خلف ابي هريرة صلاة العشاء يعني الغنمة فقرأ سورة اذا السماء انشقت

مسجد فيها فلما طهر ع قلت يا ابا هريرة هذه تعني سجدة ما كنا نسجد ها قال سجد بها ابو القاسم صلى الله عليه وسلم وانا خلفه فلا ازال اسجد بها حتى اتني اما القاسم صلى الله عليه وسلم.

ابو رافع کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی آپ نے سورۃ "اذا السماء انشقت" پڑھی اور جہدہ کیا جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا اے ابو ہریرہ یہ کیا کیا تم سورۃ میں جہدہ نہیں کرتے تھے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا لا واللہ ہم نے اس سورہ میں جہدہ کیا اور میں نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے جہدہ کیا لہذا امر ہے کہ ہم تک ان سورہ میں جہدہ کرتا رہیں گا یہاں تک کہ ابو القاسم رضی اللہ عنہ سے ملوں۔

تشریح: چونکہ لفظ عشاء کا اطلاق نماز مغرب پر بھی کیا جاتا ہے اس لئے راوی نے لفظی احتیاط سے وضاحت کر دی کہ یہاں نماز عشاء مراد ہے۔ (كذا قال علامة السندھی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض نماز میں جہدہ والی سورہ کا پڑھنا مکروہ نہیں مگر امام مالک مکروہ کہتے ہیں البتہ وہ میں ہے کہ ہم نے امام مالک سے پوچھا امام مالک صبح کی نماز میں جہدہ والی سورہ کا پڑھنا کیسا ہے آپ نے فرمایا امام مالک کے لئے صبح کی نماز میں ایسی سورہ کا پڑھنا جس میں جہدہ ہو مکروہ سمجھتا ہوں کیوں کہ اس صورت میں وہ لوگوں کی نماز کو ان پر حلال مطلق کر دے گا پھر بھی اگر امام مالک نے صبح کی نماز میں کوئی جہدہ والی سورہ پڑھ لی تو جہدہ کرے البتہ خفیہ کے نزدیک جن نمازوں میں قرأت چپے پڑھی جاتی ہے اور محدث اور عید کی نماز میں امام مالک کے لئے آیت جہدہ کا پڑھنا مکروہ ہے چنانچہ بخاری میں ہے "و یسکونہ لئلا یصام ان یضربوا فی مخالفة ونحو عبد و جمعة الا ان تکن یحییٰ لودی بر کوع الصلوة او مسجدھا" نیز کراہت خلاۃ شائی نے یہ بیان کی ہے کہ اگر امام جہدہ کرنا چھوڑ دے تو اس نے درحقیقت واجب کو چھوڑ دیا اور اگر جہدہ کرے تو امام اچانک جہدہ میں جائے گا تو مقتدی تخیر ہوں گے اور شک و شبہ میں پڑ جائیں گے کہ امام بجائے رکوع کے جہدہ سے کیا کریں چلا گیا کیوں کہ آیت جہدہ پڑھنا ان کو معلوم نہیں ہے بہر حال خفیہ کے نزدیک صرف سری نماز میں آیت جہدہ کا پڑھنا مکروہ ہے جس کی وجہ ہم نے عامر شامی کے حوالہ سے بیان کر دی اور چونکہ یہ کراہت خارجی مصلحت کی وجہ سے ہے اس لئے حدیث اس سے خفیہ پر اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ (بذل المجہود: ۵/۸۱۲)

باب قراءة النهار

دن کی نماز میں قرآن کا بیان

اخیرنا محمد بن قدامة قال حدثنا جوير عن ربيعة عن عطاء قال قال ابو هريرة كل صلاة يقرأ فيها فها اسمعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم اسمعنا کم وما اخضاها اخفيا منکم.

حضرت عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے قرأت برائے نماز میں پڑھی جاتی ہے پس جو قرأت ہم کو رسول

اللہ ﷻ سنانے تھے ہم بھی تم کو سنانے ہیں اور جو ہم سے اخلا کر تے تھے ہم بھی تم سے اخلا کرتے ہیں۔

اصبر ما محمد بن عبد الاعلیٰ قال ابنا حازلہ قال حدثنا اس حریج عن عطاء عن ابی ہریرۃ قال فی کل صلاۃ قراءۃ فاما اسمعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسمعناکم وما احفانا احمیناکم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جو نماز میں قرأت ہوئی ہے جس میں نمازوں میں رسول اللہ ﷺ ہم کو قرأت سنانے تھے ہم بھی تم کو سنانے ہیں اور جن نمازوں میں آیت قرأت کرتے تھے ہم بھی آپ قرأت کرتے ہیں۔

تشریح: صاحب ہادی نے جبری اور سری قرأت کی تفصیل کے بعد فرمایا "ہذا هو المتواتر" یعنی ہم نے اپنے متصل طبقہ والوں سے باجماعت نماز پڑھ کر کے مکمل ہوئی یا پڑھا اور اس طبقہ نے اپنے اوپر کے طبقہ سے اسی طرح تواتر میں تک اور تابعین نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے عوں ہی پڑھا اور صحابہ نے اپنے حضور ﷺ سے عوں ہی پڑھا اور ان میں تواتر طریقہ سے غریب ہوا ہی کے لئے کسی معین نفع بخش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتح القدیر)

القراءۃ فی الظہر

ظہر میں قرأت کا بیان

اصبر ما محمد بن ابراہیم بن صہران قال حدثنا مسلم بن قتیبہ قال حدثنا ہاشم بن الیرید عن ابی اسحق عن البراء قال کنا نعصی خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم الظہر فسمع منہ الآیۃ بعد الآیات من سورۃ الماعن والذاریات۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نبی ﷺ کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھتے تھے پس ہم آپ ﷺ سے سورۃ الماعن اور سورۃ الذاریات کی آیات میں سے بعض آیات سنتے تھے۔

اصبر ما محمد بن شعاع المروزی قال حدثنا ابو عبیدہ عن عطاء بن عبد اللہ قال سمعت ابا بکر بن الصخر قال کنا نطوف عند اس فوصلی بہم الظہر فلما قروا النی صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ الظہر فقرأ بہتین السورتین فی الوکعتین بسیح اسم ربک الاعلیٰ وکل آتاک حدیث الغاشیہ

ابو عبیدہ نے عبد اللہ بن عبید کی روایت سے بیان کیا کہ عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو بکر بن صخر سے کہتے تھے کہ ہم کربلا میں اس پیچھے کے پاس تھے انہوں نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے کہنے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی آپ ﷺ نے دونوں رکعتوں میں یہ دُعا پڑھی "ربیع صبح اسم ربک الاعلیٰ" اور "کل آتاک حدیث الغاشیہ"۔

تشریح: حضرت براء بن عتبہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سری نماز میں بعض آیات جبر کے

ساتھ پڑھ رہا ہے۔ اسے قرأت جبری نہ ہو جائے گی۔ بعض اوقات جبر قبیل سے تو اس میں کوئی نقصان نہیں آتا۔ علامہ طہی نے کہا کہ وہ تو سورہ سے بعض کلمات کو بائیں آواز کے ساتھ پڑھتا ہے کہ لوگ معلوم کر لیں کہ فاتحہ کے بعد سورہ پڑھتے ہیں یا نہ پڑھتے ہیں۔

حافظ ابن حجر نے یہ کہ بعض آیات کا سری نماز میں جبر کے ساتھ پڑھنا غلطہ استعراقی پر محمول ہے۔ مگر قرآن میں غلطہ استعراقی کی وجہ سے بعض آیات کو حضور ﷺ بلا قصد جبر کے ساتھ پڑھتے یا بیانِ جواز کے لئے پڑھتے یا ان کے لئے بعض آیات کو جم کے ساتھ پڑھتے تاکہ لوگ جان لیں کہ حضور ﷺ فاتحہ کے بعد سورہ پڑھتے ہیں یا نہ پڑھتے ہیں تاکہ لوگ حضور ﷺ کی اقتداء میں غلطی قادی نہ کہتے ہیں۔ امارے نزدیک بیانِ جواز کے لئے امام کا جم کے ساتھ قرأت کرنا سری نماز میں جائز نہیں کیوں کہ جم اور افتاء دونوں امام پر واجب ہیں البتہ بیانِ جواز کے قول سے مگر حافظ ابن حجر یہ مراد لیتے ہیں کہ ایک ملاحظہ آیت نمازینے سے قرأت سریہ سے خارج ہو کر جبر یہی مسئلہ اصل نہ ہو جائے گی تو پھر ہر دوسرے خلاف نہیں۔

تطويل القيام في الركعة الاولى من صلاة الظهر

نماز ظہر کی پہلی رکعت میں قیام کو طویل کرنا

خبرنا عمرو بن عثمان قال حدثنا الوليد بن سعيد بن عبد العزيز عن عطية بن قيس عن فرعة عن ابي سعيد الخدري قال لقد كانت صلاة الظهر تقام فيذهب النذاهب الى البقيع فيقضي حاجته ثم يتوضا ثم يحيى ورسول الله صلى الله عليه وسلم في الركعة الاولى يطولها.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ظہر کی نماز ادا کی جاتی ہے جو بے وقت و لاغی تک چلا جاتا اور اپنی حاجت سے فارغ ہو کر واپس آتا پھر وضو کرتا پھر نماز میں شامل ہوتا اور رسول اللہ ﷺ کی رکعت میں بڑے آپ ﷺ کی پہلی رکعت کو سہا کرتے تھے۔

ابن عمر بن ابی بن درست قال حدثنا ابو اسماعيل وهو القناد قال حدثنا خالد بن حذافہ عن ابي عبد الله عن ابي قتادة حدثه عن ابيه عن النسي صلى الله عليه وسلم قال كان يصلي بنا الظهر فيبصر في الركعتين الاولىين يسمعا الآية كذلك وكان يصلي الركعة في صلاة الظهر والركعة الاولى يعني في صلاة الصبح.

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ اور اسے ساتھ ظہر کی نماز پڑھتے تھے میں پہلی دونوں رکعتوں میں قرأت پڑھتے ہم کو بھی کوئی آیت نہ دیتے اور ظہر کی نماز میں رکعت لی کرتے تھے اور صبح کی نماز میں پہلی رکعت کو طویل کرتے تھے۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ ظہر کی پہلی رکعت کو طویل کرتے اس کے وقت علامہ سندھ

لگتے ہیں کہ پہلی رکعت کو اس لئے طویل کرنے کو مضمور ﷺ کو معلوم تھا کہ مقتدی طویل قرات کی رغبت رکھتے ہیں تو ایسے وقت میں پہلی رکعت کو دوسری رکعت سے طویل کرنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے ورنہ امام کے لئے تخفیف مطلوب ہے۔

(فی ما مضی علی السالی ۱۱۲/۱)

اور پھر اس فائدہ سے کہ لوگ اول رکعت سمیت پوری جماعت پاویں فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو طویل فرماتے جیسا کہ اسی کا ذکر باب کے تحت کی دوسری حدیث میں آیا ہے، صاحب ہدایت نے امام محمد کا قول نقل کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے یعنی مستحب ہے کہ امام تمام نمازوں میں پہلی رکعت کو دوسری رکعت پر طویل کرے کیوں کہ مروی ہے کہ حضور ﷺ پہلی رکعت کو اس کے مساوی تمام نمازوں میں طویل کرتے تھے۔

اس سے صاحب ہدایت نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جو آٹھ عنوان "تقصیر القيام" کے تحت آ رہی ہے اور اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے اور علامہ حقی نے ذکر کیا ہے کہ مشاء میں بھی یونہی کرتے۔ (ابوداؤد ۵)

اور اسی قول کو امام نووی نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (الفرہادی و معراج الدرر)

باب اسماع الامام الایۃ فی الظہر

ظہر کی نماز میں امام کا کوئی آیت شاذینا

اخبرنا عمران بن یزید بن خالد بن مسلم يعرف بابن ابی جمیل الدمشقی قال حدثنا اسماعیل بن عبد اللہ بن سماعة قال حدثنا الازرقعی عن یحییٰ بن ابي کثیر قال حدثنی عبد اللہ بن ابی قتادۃ قال حدثنا ابی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلن بقراءۃ القرآن وسورۃ فی الركعتین الاولیین من صلاۃ الظہر وصلاۃ العصر ویسمی الایۃ احیاناً وکان یطیل الركعة الاولیٰ۔

حضرت محمد اللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرے والد نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ بیک رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں ام القرآن یعنی سورہ فاتحہ اور دوسریں پڑھتے تھے اور ہم کو بھی کوئی آیت شاذینہ اور پہلی رکعت کو طویل کرتے تھے۔

تشریح اور پرکی روایت کے تحت مذکور ہے۔

تقصیر القيام فی الركعة الثانیۃ من الظہر

ظہر کی دوسری رکعت میں قیام کو مختصر کرنے کا بیان

اخبرنا عبد اللہ بن سعید قال حدثنا معاذ بن ہشام قال حدثنی ابی عن یحییٰ بن ابی کثیر قال

حدیثی عبد اللہ بن امی قتادہ ان ابہ احبرہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الرکعتین الاولیین من صلاة الظهر ویسمعا الآیۃ احیاناً ویطوئ فی الاولی ویقصر فی الثانیہ وکان یفعل ذلک فی صلاة الصبح یطوئ فی الاولی ویقصر فی الثانیہ وکان یقرأ فی الرکعتین الاولیین من صلاة العصر یطوئ الاولی ویقصر الثانیہ

حضرت یحییٰ بن ابی یزید کہتے ہیں مجھے سے عبد اللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے حوالے سے حدیث بیان کی کہ ان کے والد رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں قرات کرتے تھے اور ہم کو بعض اوقات کوئی آیت ملنے دیتے اور پہلی رکعت کو طویل کرنے اور دوسری رکعت کو مختصر کرتے تھے اور اسی طرح نماز جمعہ میں کرتے تھے پہلی رکعت میں لمبی قرات کرتے اور دوسری رکعت میں مجموعی قرات کرتے اور وہ رے رے ساتھ نماز جمعہ کی پہلی دو رکعتوں میں قرات کرتے تھے پہلی رکعت کو طویل کرتے تھے اور دوسری رکعت کو مختصر کرتے۔

اسی حدیث کی بناء پر امام بخاری نے فرمایا ”احب الی ان یطول الرکعة الاولی علی الثانیہ فی الصلوۃ کلھا“ کہ مجھے زیادہ محبوب ہے یعنی مستحب ہے کہ پہلی رکعت کو دوسری رکعت پر تمام نمازوں میں طویل کرے عریض تفصیل کتب فقہ میں دیکھ لیجئے۔

القراءۃ فی الرکعتین الاولیین من صلاة الظهر

ظہر ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں قرات کا بیان

ابوہریرہ محمد بن المنذر قال حدثنا عبد الرحمن بن مہدی قال حدثنا ابان بن یزید عن یحییٰ بن ابی کثیر عن عبد اللہ بن امی قتادہ عن ابیہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الظهر والعصر فی الرکعتین الاولیین بام القرآن وسورۃ قین وفی الاخریین بام القوان وکان یسمعا الآیۃ احیاناً وکان یطول اول رکعة من صلاة الظهر

عبد اللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں اُم القرآن یعنی فاتحہ اور دو سورہیں پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں اُم القرآن یعنی سورہ فاتحہ پڑھتے تھے اور ہمیں ہمیں کوئی آیت سناتا سیتے اور ظہر کی اول رکعت کو طویل کرتے تھے۔

القراءۃ فی الرکعتین الاولیین من صلاة العصر

نماز عصر کی پہلی دو رکعتوں میں قراءۃ کا بیان

ابوہریرہ قتیبہ قال حدثنا عن امی عدی عن حجاج بن اسود عن یحییٰ بن ابی کثیر عن عبد اللہ بن

اسی فنادۃ عن ابیہ وعس ایسی سلمۃ عن اسی فنادۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الظہر والعصر فی التوکیعین الاولیین بغائضۃ الکتاب وسورۃیں ویسمعن الآتۃ احیاناً وکان یطیل التوکیعۃ الاولی فی الظہر ویفصر فی الثانیۃ وكذلك فی المصحح

معرفت القرآن و تفسیر سے روایت ہے کہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور سورہ قمر پڑھتے تھے اور کئی ایک کوئی آیت سادہ سچے اور ظہر کی پہلی رکعت کو طویل کرتے تھے اور دوسری رکعت کو مختصر کرتے اسی طرح فجر کی نماز میں۔

بخاری عن عمرو بن علی قال حدثنا عبد الرحمن لابی حدثنا حماد بن منبہ عن سماک عن جابر بن سمرة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الظہر والعصر بالسماۃ ذات البیروۃ والسماۃ والمطوف وبعوہما

حضرت جابر بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رنگ نبی ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں "والسماۃ ذات البیروۃ" اور "والسماۃ والمطوف" اور ان میں سے دونوں سورتیں پڑھتے تھے۔

حدیث ابو اسحق بن منصور قال حدثنا عبد الرحمن عن شعبۃ عن سماک عن جابر بن سمرة قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الظہر والین اد' یعنی فی العصر نحو ذلک وفی الصبح باطون من ذلک

حضرت جابر بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی ﷺ ظہر میں "والنبیل" اور عصر میں "سبح" اور فجر میں "سبح" کی نماز میں "سبح" سے زیادہ طویل پڑھتے تھے۔

مصر و تفسیر کی قرأت کے بارے میں روایات متعدد آئی ہیں وہ اختلاف اوقات اور نمازوں پر محمول ہیں لہذا احادیث قرأت میں کوئی تعارض نہیں۔ (مکملہ قال علامۃ المستدی)

تخفیف القیام والقراءۃ

قیام اور قرأت کی تخفیف کا بیان

بخاری عن انسۃ قال حدثنا العطاء بن خالد عن زید بن اسلم عن ول دخلنا علی انس بن مالک فقال صلیم قلنا نعم قال یا حارثۃ ہنسی لی وضوءۃ فاصلیت وراء امامہ اشبه صلاۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من امامکم هذا قال زید وکان عمر بن عبدالعزیز سمی الرکوع والسجود وبخفف القیام والقعود

زید بن اسلم کہتے ہیں ہم انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے پوچھا تم نے نماز پڑھائی ہم نے کہا ہاں ہاں

انہوں نے اپنی عمارت سے کہ میرے لئے وضو کا پانی لادو حضرت انس کہتے تھے میں نے کسی امام کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی جس کی نماز رسول اللہ ﷺ کی نماز کے ساتھ بہت مشابہ ہو تمہارے اس امام کی نماز سے مزید بنی سلم کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز زکوٰۃ اور عید کو خوب اچھی طرح کرنے سے اور قیام و رکوٰۃ کو بکھر کرتے۔

انبرنا ہارون بن عبد اللہ قال حدثنا ابن ابی قحیف عن الصحاح عن عثمان بن بکیر عن عبد اللہ عن سلیمان بن یسار عن ابی ہریرۃ قال ماضیت وراء احد اشیہ صلاة برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فلان قال سلیمان کان یطیل الركعتین الاولیین من الظهر ویغضب الاخوان ویغضب العصر ویقرأ فی المغرب بقصار المفصل ویقرأ فی العشاء بوسط المفصل ویقرأ فی الصبح بطول المفصل۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کسی کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی جو بہت زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مانند ہو ظاہر فیصل کی نماز سے سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ وہ ظہر کی پہلی دو رکعتیں لمبی کرتے تھے اور پچھلی دو رکعتیں لمبی کرتے اور نماز عصر کو لمبی کرتے تھے اور مغرب میں متصل کی چھوٹی سورش پڑھتے اور عشاء میں متصل کی درمیانی سورش پڑھتے تھے اور صبح میں متصل کی لمبی سورش پڑھتے تھے۔

تشریح: یہاں حدیث میں "من امامکم هذا" کا لفظ اور دوسری میں "من فلان" آیا ہے اس سے کون مراد ہے ثار صحن نے لکھا ہے کہ "من امامکم" سے مراد حضرت عمر بن عبد العزیز ہیں اور یہ قول درست ہے کیوں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا انتقال کانوے ہجری میں ہوا۔ (ذکرہ الطیبی)

اور عمر بن عبد العزیز اسنہ ۶۱ ہجری میں پیدا ہوئے اور "من فلان" سے کون مراد ہے بعضوں نے کہا اس سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اس کو ابن الملک نے نقل کیا ہے اور بعضوں نے کہا عمر بن سلم بن نطع ہیں اور بعضوں نے کہا اس سے بھی عمر بن عبد العزیز مراد ہیں مگر اس قول کو علامہ قزوینی نے ناقابل اعتقاد قرار دیا ہے کیوں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز اسنہ ۶۱ ہجری میں پیدا ہوئے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا انتقال متروک ۳۵ ہجری میں ہوا اور بعضوں نے کہا کہ اٹھاون اور بعضوں نے کہا اسنہ ۶۱ ہجری میں ہوا لہذا "من فلان" سے عمر بن عبد العزیز مراد ہونے کی روایت درست نہیں اور بعضوں نے کہا اس سے مراد کوئی اور شخص ہے جو مدینہ کا امیر تھا اسی کو علامہ طبری نے قول بخاری قرار دیا ہے اس حدیث میں ظہر اور عصر کا ذکر نہیں کیا ظاہر قاری نے کہا ہمارے مذہب میں دو عشاء کے ساتھ ثقی بن جبر حال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس شخص کی نماز حضور ﷺ کی نماز سے بہت لمبی جلتی تھی جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں تو جو کچھ وہ اپنے مشاہدہ سے بیان کر رہے ہیں اس لحاظ سے اس فلا نے کی نماز کو گناہ و کثرت اور قرأت وغیرہ کے اعتبار سے بہت زیادہ حضور ﷺ کی نماز کے مشابہ تھی اور اس سے قرأت کی جو ترتیب ثابت ہوئی ہے الفاظ حدیث مذکورہ ترتیب قرأت کی سوا عبت پر دلالت کر رہے ہیں اور اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے ہوتی ہے جو حضرت ابوسوی اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا اس کو امام ترمذی

کہ کونوں کو قطع کرتے تھے اور عصر میں بھی سورتیں پڑھنے اور مغرب میں مفضل کی چھوٹی سورتیں پڑھنے اور عشاء میں "والشمس وضحاها" اس بھی سورتیں پڑھنے اور فجر میں دو بکی سورتیں پڑھتے تھے۔

القراءة في المغرب بسم ربك الاعلى

مغرب میں "بسم ربك الاعلى" پڑھنے کا بیان

اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا عبد الرحمن قال حدثنا سفيان عن معمار بن دينار عن جابر فان سر رجل من الانصار بنواضحين على معاذ وهو يصلي المغرب فافتتح بسورة البقرة فصلی الرجل ثم ذهب فبلغ ذلك لیسى صلی اللہ علیہ وسلم فقال اثنان يا معاذ اثنان يا معاذ الا قرأت بسم ربك الاعلى والشمس وضحاها ونحوهما.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک انصاری آدمی کا وہ پانی دھوئے والے اونٹ کے ساتھ نماز صلاۃ کی طرف سے تڑپ رہا تھا اور نماز صلاۃ مغرب کی نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے سورہ بقرہ کی قرأت شروع کی تو اس شخص نے اپنی انگلی نماز پڑھنے کی پھر چوکی اس کی اطلاع ملی صلاۃ کو پہنچی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ کیا تو کشتہ میں ڈالے و لاسے اے معاذ کیا تو کوکوں کو کشتہ میں ڈالے والے ہے تو نے "بسم ربك الاعلى والشمس وضحاها" سورہ النور میں دو نفل کے سورہ کیوں نہیں پڑھی۔

تشریح: ان حدیث میں نماز مغرب کا ذکر آیا ہے حالانکہ کتب روایت میں نماز عشاء کا ذکر آیا ہے تاکہ اسے اور نماز عشاء کا واقعہ ہوا سمجھ لیں اور واقعہ دراصل یہ محمول کرنا درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (قالہ علامہ السیوطی)

القراءة في المغرب بالمرسلات

مغرب میں مرسلات پڑھنے کا بیان

اخبرنا عمرو بن منصور قال حدثنا موسى بن داود قال حدثنا عبد العزيز بن ابي سلمة الماجشون عن حميد عن انس عن ام الفضل بنت الحارث قالت صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیتہ المغرب فقرأ المرسلات ماضی بعدھا صلاة حتی قبض صلی اللہ علیہ وسلم.

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اپنے گھر میں مغرب کی نماز پڑھانی اس میں سورہ المرسلات پڑھی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی یہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ یہ ان جواز کے لئے بھی مغرب میں سورہ المرسلات پڑھی کہ معلوم ہو جائے کہ یوں بھی جائز ہے جس پر حدیث نہیں فرمائی۔

اخبرنا قتيبة قال حدثنا سفيان عن الزهري عن عبيد الله عن ابن عباس عن امه انها سمعت النبي

صلی اللہ علیہ وسلم بقرا فی المغرب بالمسرات

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما والدہ ام الفضل سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ سے مغرب میں سورہ
مرسلات پڑھتے سنا۔

القراءة فی المغرب بالطور

مغرب میں سورہ طور پڑھنے کا بیان

اخبرنا فضیلة عن مالک عن الزهري عن محمد بن جبير بن مطعم عن ابيه قال سمعت النبي صلى
الله عليه وسلم بقرا في المغرب بالطور .

حضرت جبریل بن مطعم رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے مغرب میں سورہ طور پڑھتے سنا۔

القراءة فی المغرب بحم الدخان

مغرب میں سورہ حم الدخان پڑھنے کا بیان

اخبرنا محمد بن عبد الله بن يزيد المقرئ قال حدثنا ابي قال حدثنا حيرة و ذكر آخر لا حدثنا
جعفر بن ربيعة ان عبد الرحمن بن هوزم حدثه ان معاوية بن عبد الله بن جعفر حدثه ان عبد الله بن عتبة بن
مسعود حدثه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأ في صلاة المغرب بحم الدخان .

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن عبداللہ سے حدیث بیان کی کہ ایک رسول اللہ ﷺ نے مغرب
کی نماز میں حم الدخان پڑھی

تشریح: اس حدیث کا راوی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھا جسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا دو کوڑ میں
قیام پڑھتے اور کبار تابعین میں سے تھے انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی اور چنگیزا نامہ حدیث میں
ان کے بعد کمال کا اسطہ بنا ہے اس لئے یہ حدیث مشکل ہے اما سنائی گئی ہے اس کا طریق ارسال روایت کیا ہے مغرب کی
دونوں رکعتوں میں سورہ الدخان پوری پڑھی یا کچھ حصہ اس کا۔ (ملاقات: ۲/۳۰۸)

القراءة فی المغرب بالتمص

مغرب میں التمص یعنی سورہ الاعراف پڑھنے کا بیان

اخبرنا محمد بن مسلمة قال حدثنا ابن وهب عن شعرو بن الحارث عن ابي الامرد انه سمع عروة
بن الزبير يحدث عن زيد بن ثابت انه قال لعروان يا ابا عبد الملك انقرأ في المغرب بقل هو الله احد وانا

فی الزکاتین بعد المغرب وفي الزکاتین قبل الفجر قل یا ایہا الکفارون وقل هو اللہ احد۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تیسویں (۳۰) مرتبہ دیکھا کہ آپ مغرب کے بعد دو رکعتوں میں اور فجر سے پہلے دو رکعتوں میں ”قل یا ایہا الکفارون“ اور ”قل هو اللہ احد“ پڑھتے تھے۔ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ میں نے اکثر مرتبہ حضور ﷺ کو یہ دونوں پڑھتے دیکھا تھا یہ سرائیں۔

الفصل فی قراءۃ قل هو اللہ احد

”قل هو اللہ احد“ کی قرأت کی فضیلت کا بیان

اخبرنا سليمان بن داود عن ابن وهب قال حدثنا عمرو بن الحارث عن سعيد بن ابی ہلال ان ابی الرجال محمد بن عبد الرحمن حدثہ عن امہ عمرۃ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث رجلاً علی سرية فکان یقرأ لاصحابہ لی صلاحہم لیختم بقل هو اللہ احد فلما رجعا ذکرُوا ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال سلوہ لای شئی فعل ذلک فسالوہ فقال لا یہا صفۃ الرحمن عزوجل فانا احب ان القراہا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعبروہ ان اللہ عزوجل یحبہ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو فکھر کی ایک جماعت پر امیر بنا کر بھیجا اور اسے ساتھیوں کی امامت کرتا اور اپنی قرأت ”قل هو اللہ احد“ کے ساتھ تم کرنا جب لوگ لوٹے تو رسول اللہ ﷺ کے روئے اس کا ذکر کیا حضور ﷺ نے فرمایا اس سے پوچھا اس طرح کس واسطے کرتے ہیں اس سے پوچھا تو اس نے کہا ایسا اس لئے کرتا ہوں چونکہ اس میں دشمن عزوجل کی صفت ہے اس لئے میں پسند کرتا ہوں یہ کہ اس کو پڑھوں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو بتادو کہ اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔

اخبرنا قتیبۃ عن مالک عن عبد اللہ بن عبد الرحمن عن عید بن حنین عن موی آل زید بن الخطاب قال سمعت ابی ہریرۃ یقول اقبلت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسمع رجلاً یقرأ قل هو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجبت فسالته ما ذا یارسول اللہ قال الجنۃ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا آپ نے ایک آدمی سے تاکودہ ”قل هو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً“ پڑھا تھا میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا واجب ہوئی یعنی اس کے لئے میں نے پوچھا ہے اللہ کے رسول کیا واجب ہوئی فرمایا بہشت۔

اخبرنا قتیبۃ عن مالک عن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عبد الرحمن عن ابی صعبۃ عن ابیہ عن ابی

سعد الخدري ان رجلا سمع رجلا يقول هو بنو الله بعد يومين ما قلنا أصبح جاء الي النبي صلى الله عليه وسلم فذكر ذلك له فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذي نفسي بيده انها لعدل قلت القرآن.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اور ایک آدمی سے سنا کہ وہ ”قل هو اللہ احد“ کو بار بار پڑھ رہا تھا پھر جب پہنچا تو نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر آپ ﷺ نے کہہ دیا وہ اس کا ذکر کیا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان ذات پاکہ کی قسم جس کے بعد قدرت میں میری جان ہے یحکم یہ سوء تہانی قرآن کے برابر ہے۔

احسننا محمد بن یسار قال حدثنا عبد الرحمن قال حدثنا زائدة عن منصور عن هلال بن يساف عن وسيع بن حبيب عن عمرو بن ميمون عن ابن ابي ليلى عن امرأة عن ابي ايوب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال قل هو الله احد قلت القرآن قال ابو عبد الرحمن ما عرف اسنادا اطول من هذا.

حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی ﷺ سے آپ ﷺ نے فرمایا ”قل هو اللہ احد“ تہانی قرآن ہے۔
تشریح: پہلی حدیث جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس میں آیا ہے کہ جس آدمی کو نبی کریم ﷺ نے لشکر پر امیر بنایا تھا وہی امامت بھی کرنا تھا وہ اپنی قرأت سورۃ الاحزاب کے ساتھ قسم کرتا اس کا ایک مطلب ماطلی قارئ نے بیان کیا ہے کہ ہر نماز کی آخری رکعت میں بعد سورۃ فاتحہ کے سورۃ الاحزاب پڑھتا اور حافظہ اس بخیر کرتا کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ فاتحہ اور سورہ کے بعد سورۃ الاحزاب پڑھتا ماطلی قارئ کہتے ہیں کہ نبی اول جو ہم نے سنے ہیں وہ بہتر ہیں کیوں کہ اس صورت میں سب کے لئے ایک نماز والا راہبہ ہوتی ہے ہر جان جب لشکر کے لوگ حضور ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے تو انہوں نے حضور ﷺ سے اس امیر کے عمل کا ذکر کیا حضور ﷺ نے فرمایا اس سے دریافت کر دو کیوں ایسا کرتا تھا لوگوں نے اس امیر سے پوچھا تو ان نے عرض کیا کہ یہ بلاشبہ اہل حق کے کوصاف ہیں جو ان سورۃ میں بیان کئے گئے ہیں اس لئے میں اس کو پڑھتا ہوں کہ ان میں حضور ﷺ نے فرمایا اس کو بشارت دو کہ جنگ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت رکھتا ہے یہاں پر یہ شبہ نہ اٹھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں تو محبت کا استعمال کمال ہے چنانچہ علامہ طبرانی کہتے ہیں کہ مرغوب اور لذت والی چیزوں کی طرف نفس کی خواہش اور میلان کو محبت کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے اس لئے ارشادہ کو تو یا تو اراۃ ۱۱۱ بت پر محمول کیا جائے یا نفس ۱۱۱ بت اور انعام پر معنی اللہ تعالیٰ کے متعلق اور محبت رکھنے کا حاصل یہ ہے کہ اپنے بندے کو ثواب اور انعام دیتا ہے اور بندوں کا اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کی طرف متوجہ اور متوجہ رہے کیوں کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی برحق ہے تمام صفات کا لفظ کے مستحق ہیں۔ (مرقاۃ: ۳۴۹/۳، ۳۵۰)

دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو سورۃ اخلاص پڑھنے سے سنا تو حضور ﷺ نے فرمایا ”و جنت“ یعنی مقعہائے وعدہ اللہ تعالیٰ اس کے شخص کے اس شخص کے واسطے بہشت واجب ہوگئی علامہ سندھی کہتے ہیں لفظ ظاہر و جہد جنت اس شخص کی قرأت کا بدلہ ہے لہذا ظاہر یہی ہے کہ یہ جہاد ہر عامل کے لئے ہے جو

اس پر عمل کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تیسری حدیث میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو سورۃ اخلاص پڑھتے سنا وہ آدمی کون تھا اس کے متعلق بحثی نے حافظ ابن حجر کے قول سے لکھا ہے کہ وہ حضرت قتادہ بن نعمان تھے اس پر امام محمد کی روایت بطریق ابوالثیمم ثمالی سعید لاث کر رہی ہے اس روایت میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں بات قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ "یسرأسن اللیل کملہ قل هو اللہ احد لا یزید علیہا الحدیث" اور جس نے سننا سنا وہ خود آدمی حدیث سے مراد ہے کہ یہ حضرت قتادہ کے ماں شریک بھائی تھے اور دونوں باہم پڑوسی تھے اور اس میں عبدالبرہ رضی اللہ عنہ نے یقین کے ساتھ کہا کہ میں دونوں تھے تو گویا اس حدیث میں خود کو اور اپنے بھائی کو غیر واضح طور پر بیان کیا ہے ہم جہاں اسی راست سورۃ اخلاص بار بار پڑھتے رہے امام بخاری کی روایت میں یہ لفظ آیا ہے "وکان الرجل یفعل لہا" کہ وہ شخص جس سورہ کو سمجھنا چاہتا تھا وہی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تاکید کے ساتھ اس سورہ کی عظمت و فضیلت بیان فرمائی کہ سورۃ اخلاص وثلث القرآن فرمایا یعنی سورۃ اخلاص تہائی قرآن کے مساوی ہے تہائی قرآن کے برابر اس لئے ہے کہ قرآن میں تین علوم کا بیان ہے علم وحید اور علم شریع اور تہذیب اخلاق و تزکیہ نفس کا علم ان تینوں میں اہم ترین اور زیادہ حیثیت رکھنے والا علم وحید ہے اسی کا بیان سورۃ الاخلاص میں ہے۔

علامہ طبری نے کہا کہ تہائی قرآن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن میں تین امور مذکور ہیں قصہ و حکام اور صفات۔ لیکن تو سورۃ اخلاص میں خالص صفات کا بیان ہے لہذا وثلث القرآن ہے اور بعضوں نے کہا کہ سورۃ اخلاص کا ثواب میں تہائی قرآن کے برابر ہے یعنی ایک مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھنے سے تہائی قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ بغیر تصویف کے تہائی قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے مگر اس قوس کے متعلق علامہ قرطبی نے کہا کہ یہ ایک بلا دلیل دعویٰ ہے جو اشکال سے خالی نہیں جب اس کو علامہ نے براہِ حصول ثواب حاصل کیا ہے تو کیا وہ تہائی قرآن کی متعین ہے کوئی تہائی قرآن کی فرض کی گئی اس سے تو لازم آتا ہے کہ تین امور سورۃ اخلاص پڑھنے سے چار قرآن تیسرے قسم کرنے کا ثواب حاصل ہو جائے گا بجز اصل بقول علامہ قرطبی کے ان لوگوں کا دعویٰ بے دلیل ہے اور بعض نے کہا کہ اس ارشاد مبارک سے مراد یہ ہے کہ یہ سورۃ اخلاص جس اخلاص اور تہذیب پر مشتمل ہے اس پر جو شخص عمل کرے۔ چنانچہ اس کو تہائی قرآن کے پڑھنے والے کے برابر ثواب ملے گا۔

حافظ ابن عبد البر نے کہا کہ جس نے اس حدیث میں کوئی تاویل نہیں کی اس نے خود کو ان لوگوں سے بچا لیا جنہوں نے اپنی رائے سے اس حدیث کا جواب دیا چنانچہ امام احمد اور بخاری بن راہویہ نے اور لوگوں کی طرح کوئی تاویل نہیں کی انہوں نے مطلب حدیث کا یہ بیان کیا ہے کہ ثواب کے اعتبار سے اس سورہ کی فضیلت ہے جس ای کے پیش نظر اس کی تقسیم ہفتم کی ترتیب دی گئی اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کو تین بار پڑھنے سے ختم قرآن کا ثواب ملے گا یہ مطلب حدیث سے نکالا صحیح نہیں اگرچہ سورۃ اخلاص کو دوسرے مرتبہ پڑھنے تک بھی درست نہیں۔ (مرفقات: ۳۴۱۳)

القراءة في العشاء الآخرة بسم ربك الاعلى

نور عشاء میں ”سبح اسم ربك الاعلى“ کی قرأت کا بیان

اخیرنا محمد بن قدامة قال حدثنا جرير عن الاعمش عن معاذ بن دثار عن حمز قال قام معاذ بن عيسى العشاء الاخرة فطول فقال النبي صلى الله عليه وسلم افئنان يا معاذ الفدين يا معاذ ابن كعب عن سبوح اسم ربك الاعلى والنسخي واذا انشأ انقطعت.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے معاذ کہ تو دین سے نفرت نہ کرنا والا ہے اے معاذ کیا تو دین سے نفرت نہ کرنا والا ہے کیوں ہے نفرت تو ان سورتوں سے ”سبح اسم ربك الاعلى“ اور ”والضحى“ اور ”الشمس“ ان سورتوں سے نفرت نہ کرنا والا ہے۔

تشریح: علامہ سندھی کہتے ہیں کہ بظاہر ہر مصنف سے اس معصوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں قسم کی روایات میں تضیق دینا چاہتے ہیں ایک روایت تو صحیح ہے مگر دوسری روایت بھی ہے اور دوسری روایت یہ ہے جو نماز عشاء کے بارے میں ہے تو دونوں کو دو قسموں پر محمول کیا ہے اس کے دونوں روایات سے استدلال کیا ہے اس کے بعد صراحت مندرجہ گئی کہ جس کے اس واقعہ کا بار پیش کیا گیا ہے ہاں اگر یہ کہ جائے کہ ہو سکتا ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ جو حدیث میں آیا ہو پھر دونوں واقعات کو ذکر فرمایا ہو، لیکن سے ایک ہی واقعہ کیا ہو تب بات من گھڑی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فی حاشیہ علی النسخی: ۱۱۴۱)

اسی طرح سے ان میں جہاں نے بھی دونوں طرح کی روایات میں خود غلطی پر محمول کر کے تصحیح دیدی اور حافظ ابن حجر کا بیان بھی اسی کی طرف مضموم ہوتا ہے۔ (کما فی النسخی)

اور شیخ الباری میں لکھا ہے کہ اگر تعدد قصد پر حمل کیا جائے یا بظاہر عشاء مغرب سے عشاء سرائی جائے تب تعارض نہ ہو جاتا ہے ورنہ شیخ بخاری کی روایت زیادہ صحیح ہے اس سے نماز عشاء کا تعدد ثابت ہوتا ہے مگر حافظ ابن حجر کے اس آخری قول پر علامہ حنفی نے شرح بخاری میں اعتراض کیا ہے کہ قصد مغرب کے ثبوت میں امام بخاری نے انکی روایت پیش کی ہے جس کے رجال صحیح بخاری کے رجال ہیں تاہم یہ روایت عشاء کو واضح کرنا کہیے درست ہوگا اجماع کا قول غیر معقول ہے اس سے علامہ حنفی کا میلان بھی تعدد کی طرف معلوم ہوتا ہے غرض کہ قرآن و روایات پر نظر ڈالنے سے دو واقعات کا ہونا زیادہ راجح اور ظاہر معلوم ہوتا ہے پھر تحقیق کی یہی صورت ہے جو اوپر بیان کی گئی ہے۔

القراءة في العشاء الآخرة بالشمس وضحاها

تکھی عشاء میں ”والشمس وضحاها“ پڑھتے کا بیان

احمر بن قیس قال حدثنا النبی عن ابي الربیع عن جابر قال صلى معاذ بن جبل لامرأته العشاء فطول عليهم فانصرف رجل من اهل حجر معاذ عنه فقال ان منافق فلما بلغ ذلك الرجل دخل النبي صلى الله عليه وسلم فاعبره بما قال معاذ فقال له النبي صلى الله عليه وسلم تريد ان تكون انساناً بما معاذ اذا امت الناس فاقرا بالشمس وضحاها ومسح اسم ربك الاعلى والليل اذا غشي وافرأ باسم ربك.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو عشاء کی نماز پڑھانے لگے انہوں نے لمبی قرأت شروع کی تو ہم میں سے ایک آدمی علیحدہ نماز پڑھ کر نکل گیا اس کی اطلاع رحمۃ اللہ علیہ کو یہی گئی انہوں نے کہا ایک منافق ہے پھر جب اس شخص کو اس بات کی خبر پہنچی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ رضی اللہ عنہ کے اس قول کی اطلاع دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے معاذ کیا تو لوگوں کو قرآن میں ڈالتا چاہتا ہے اور ان کو دین سے روکتا چاہتے ہے جبکہ لوگوں کی ناست کرتے پڑھ ”والشمس وضحاها“ اور ”سبح اسم ربك الاعلى“ اور ”والليل اذا غشي“ اور ”اقرا باسم ربك“۔

ابن عمر بن محمد بن علي بن الحسن بن شقيق قال حدثنا ابي قال لحسين بن واقد عن عبد الله بن بريدة عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقرأ في صلاة العشاء الآخرة بالشمس وضحاها والياها من السور.

حضرت بريدة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز میں ”والشمس وضحاها“ اور اس کی قرأت جو سورہیں ہیں انہیں پڑھتے تھے۔

تشریح یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو منافق کیوں کہا حالانکہ وہ منافق نہ تھا اس کا جواب علامہ عراقی نے یہ دیا ہے کہ جس حدیث کی وجہ سے اس شخص نے یہ فعل کیا ہے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اس شخص کے عذر کا علم نہ تھا اور اس دور میں عشاء کی جماعت میں شرکت نہ ہونے کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک غلات نفاق سے سمجھا جاتا تھا اس لئے حجاز علامت نفاق اس کو منافق کہہ دیا پھر جب اس صحابی نے اپنا عذر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو اس وقت معلوم ہو گیا کہ وہ شخص منافق نہ تھا سنن بیہقی کی روایت میں آیا ہے کہ اس آدمی نے کہا ”ولكن سبحك معاذ اذا قدم القوم“ اور اس کے آخر میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نزود اعد کے بعد حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا ”ما فعل عصي وعصمك“ انہوں

نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ صدق اللہ و کلمتہ استشهد " کہ وہ اللہ کے راست میں شہید ہو گیا یعنی غزوہ احد میں اس سے معلوم ہوا کہ وہ من مہن و شق کے کام و کارج سے تھکے ہوئے تھے جس کی وجہ سے لمبی نماز پڑھنے کی ہمت اور طاقت نہ تھی اس غم کی بناء پر نماز تو زوری پھر غلوہ و پڑھ کر چلے گئے پھر اس نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے قول مذکور کہ وہ من مہن ہے کی بظاہر حضور ﷺ کو ہی حضور ﷺ نے اظہارِ حجب اور زجر کے معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا " افسان یا معاذ " اور سہم کی روایت میں " یا معاذ الختان انت " اور نسائی کی اس روایت میں " تسریط ان نکون لسانا یا معاذ " کے الفاظ روایت کئے ہیں غلط قرآن اور ان مبالغہ ہے اور لفظ کا معنی ہے لوگوں کو دین سے روکنا اور ان کو کفر اقامہ کرنا حق تعالیٰ نے فرمایا " ما انتم علیہ بغائبن ای معطلین "۔ (شرح السنہ)

حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہاں فقہ سے مراد ہے کہ تعطل بل قرأت چھوڑنے کی وجہ سے نماز چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں اور یہ باعث نماز سے نا پسندیدگی ظاہر کرتے ہیں اس لئے اسے ذکر کیا گیا اور کلام مذکور وہاں اور بعض روایات میں آیا ہے کہ تم باہر فرمایا بہر حال حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اس بے احتیاطی پر ان کو زجر و تنبیہ فرمائی پھر اسے سندہ و احتیاط کرنے اور نماز میں تخفیف کرنے اور اپنے مقتدیوں کی رہایت کی ہدایت فرمائی اور اس سلسلہ میں چند سورتوں یعنی " والنہس و مضجعا " وغیرہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ سورتیں پڑھا کر وہاں بھی سورتوں کے ساتھ نماز مقتدیوں پر گراں نہیں ہوتی۔

دوسری حدیث حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں العشاء کے بعد غلطاً قرأت پڑھا دیا اس کی کیا وجہ ہے اس کی وجہ علامہ عراقی نے شرح البقرہ میں یہ بتائی ہے کہ اعراب یعنی بدو لوگ مغرب کو عشاء کہتے تھے اور حدیث شریف میں مسلمانوں کو اس سے منع کیا گیا ہے کہ تم مغرب کو عشاء نہ کہا کرو جیسا کہ امام غزالی نے بواسطہ عبد اللہ بن مغفل حمری روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا " لا تغلبکم الاعراب علی اسم صلواتکم المغرب قال و صلوات الاعراب ہی العشاء " اور اس روایت میں " و اسماءہا من انوار " سے کوئی سورتیں مراد ہیں اس کی روایت حدیث نے وضاحت نہیں کی ہاں دوسری روایت نے اس کی وضاحت کر دی چنانچہ علامہ عراقی کہتے ہیں اس سے مراد یہ سورتیں ہیں " واللیل اذا یبسی " اور " صبح اسم ربک الاعلی " اور " والضحی " اور " اذا السماء انفطرت " اور علاوہ ان کے ان بھی دوسری سورتوں کی طرف اشارہ فرمایا اور یہ سورتیں اوساط مغلل سے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ نماز عشاء میں اوساط مغلل کی قرأت مستحب ہے۔ (اعانی الاخبار جلد ۳)

القراءة فیہا بالتین والزیتون

نماز عشاء میں سورۃ التین پڑھنے کا بیان

ابوہریرہ عن مالک عن یحییٰ بن سعید عن عدی بن ثابت عن البراء بن عازب قال صلیت مع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العتمة فقرا آھیا بالین والینون۔

حضرت براہمن عازب رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء آخرہ کی نماز پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سورۃ التین پڑھی۔

تشریح: یہ واقعہ ستر کا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت سفر عشاء کی پہلی رکعت میں سورۃ التین پڑھی جیسا کہ اس پر متصل عنوان کے تحت کی روایت و دلائل کو درج ہے سفر کا ایک اثر ہے آدمی نماز سادہ کرنے میں فدا قرأت کی تخفیف میں اس کا مؤثر ہونا ہر جہ اولیٰ ہے۔

الفراءة فی الركعة الاولى من صلاة العشاء الاخرة

عشاء آخرہ کی پہلی رکعت میں قرأت کا بیان

اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا یزید بن زریع قال حدثنا شعبہ عن ہدی بن ثابت عن البراء بن عازب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فقرأ فی العشاء فی الركعة الاولى بالینون والینون۔

حضرت براہمن عازب رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی پہلی رکعت میں سورۃ التین پڑھی۔

الركعة فی الركعتین الاولیین

پہلی دونوں رکعتوں کو طویل کرنے کا بیان

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا یحییٰ بن مسعود قال حدثنا شعبہ قال حدثنا ابو عون قال سمعت جابر بن سمرة یقول قال عمر (رضی اللہ عنہ) لسمعت قد شكاك الناس فی كل شیء حتی فی الصلاة فقال سعد أشد فی الاولیین واحذف فی الاخریین وما آکرو ما التفتت به من صلا فمرسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ذاک الظن یک۔

ابوہون کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن سمرة رحمہ اللہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا انہوں نے ہرجیز میں قہاری شکایت کی حتیٰ کہ نماز کے متعلق بھی سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں پہلی دونوں رکعتوں کو طویل کرتا ہوں اور آخری دونوں رکعتوں کو مختصر کرتا ہوں اور میں نماز کو اسی طرح پڑھانے میں کوئی کوتاہی اور سستی نہیں کرتا جیسی نماز میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں آپ کے ساتھ پڑھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میرا گمان بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ تم کہتے ہو۔

اخبرنا حماد بن اسماعیل بن ابراہیم بن علیہ ابو الحسن قال حدثنا اسی عن ذر الدغانی عن
 عبد الملک بن عمیر عن جابر بن سمرة قال ولع ناس من اهل الکوفہ فی سعد عند عمر لقالو: واللہ
 ما یحسن نصلاک فقال انا فاصلی بہم صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نعزم علیہا او کد فی
 دلو لیں واحذف فی الاخرین قال ذاک الظن مک۔

حضرت بزرگ سرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اہل کوفہ کے کچھ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی
 عبادت کی انہوں نے کہا اللہ کی قسم سعد اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میں ان کو تفسیرت رضی اللہ عنہ کی نماز بھی نہ دے
 عبادتوں میں اس میں ذرا کوتاہی اور کمی نہیں کرتے کچھ دور کھٹوں میں لمبی قنات کرتا ہوں اور آخری دور کھٹوں میں مختصر
 کرتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر اکدن بھی تمہارے ہاتھ میں یہی ہے جیسے تم کہتے ہو۔

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اہل کوفہ کے حاکم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے ان یام میں سو
 ہر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے تعلق عبادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجتے تھے حتیٰ کہ انہوں نے اس بات کی بھی شکایت کی تھی کہ
 سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اچھی نماز نہیں پڑھتے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو تنبیہ کی تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حقیقت
 ان ظاہر کی کہ میں توان و حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی طرح نماز پڑھتا ہوں مگر دور کھٹوں میں قنات کو طویل کرتا ہوں اور خیر کی
 برکتوں میں لمبی کرتا ہوں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی تعریف کی اور اس کو کوفہ کی باتوں کو بے اصل دیکھ کر مسرور و کراہیا ہوا
 نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ بیان واقعی کے ساتھ اپنی معلومت کے واسطے درود فقار کرنے کا اور نقصان کے اپنے نازل کا ظاہر کرنا دین میں
 اچھا ہے۔

قراءۃ سورتین فی رکعۃ

ایک رکعت میں دو سورتوں کا پڑھنا

اخبرنا اسحق بن ابراہیم قال اسامہ عینی بن یونس عن الاعمش عن شقیق عن عبد اللہ قال انی
 عرفی المظاہر انی کان یقرأ بہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشرین سورۃ فی عشر رکعات لم اخذ
 مد غدیمۃ فدخل ثم خرج الینا علقمۃ فسالناہ فاخبرنا بہن

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں بیشک ان نماز کو چاہتا ہوں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے وہ رکعات میں
 بیس (۲۰) سورتیں ہیں چھر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے علقہ کا ہاتھ پکڑا اور اللہ کے بحر لکھے ہاتھ ہم نے ان سے پوچھا تو حضرت
 نے ان نماز کی ہمیں تفصیل بتائی۔

اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا خالد قال حدثنا شعبۃ عن عمرو بن مومۃ قال سمعت ابا وائل

یقول قال رجل عند عبد الشقرات المفضل فی رکعة قال هذا کھذا الشعر لقد عرفت النظائر التي کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرن بہنہن لذلک عشرین سورۃ من المفضل سورین فی رکعة۔
حضرت عمرو بن مرہ کہتے ہیں میں نے ابوہریرہؓ کو کہتے سنا کہ ایک آدمی نے عبد اللہ بن مسعودؓ کی مجلس میں کہا میں مفضل کی تمام سورتمیں ایک رکعت میں پڑھ لیتا ہوں حضرت عبد اللہؓ نے کہا تم اشعار کی طرح جلدی جلدی پڑھتے ہو گے البتہ میں ان نظائر کو جانتا ہوں جن کو رسول اللہ ﷺ لہا کر پڑھتے تھے پھر مفضل کی جیسے سورتمیں بیان کیں ہر رکعت میں دو سو سورتمیں پڑھتے۔

اخبرنا عمرو بن منصور قال حدثنا عبد اللہ بن رجاء قال انہما اسراہیل عن ابی حصین عن یحییٰ بن وثاب عن مسروق عن عبد اللہ وانہما رجل فقال ابی قرات اللیلۃ المفضل فی رکعة فقال هذا کھذا الشعر لکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ النظائر عشرین سورۃ من المفضل من آل حم۔
حضرت مسروق سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبد اللہؓ کی روایت سے بیان کیا کہ ایک آدمی ان کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں آج کی رات مفضل کی سورتمیں ایک رکعت میں پڑھیں پس ابن مسعودؓ نے کہا شاید تم اشعار کی طرح تیز پڑھتے ہو گے لیکن رسول اللہ ﷺ مفضل سے بیس سورتمیں تم والی پڑھتے تھے جو انہیں میں ایک دوسرے کی مانند ہیں۔

تشریح: ان بیس سورتوں کی تفصیل ابوہریرہؓ میں ہے حضرت ابن مسعودؓ کے بیان کے مطابق وہ اس طرح سے ہے کہ ایک رکعت میں سورۃ نجم اور سورۃ الرحمن اور ایک رکعت میں الضحیٰ اور الحاقۃ ایک رکعت میں والضحیٰ اور الفاتحہ ایک رکعت میں واذا وقعت الوقعۃ اور سورۃ نون ایک رکعت میں صافات اور والنازعات ایک رکعت میں ویل للمطففین اور عبس ایک رکعت میں عدل اور مزمل ایک رکعت میں ہل لہی اور لا اقسیم بیوم القیامۃ ایک رکعت میں ہم بقاء اور نور سلاحت ایک رکعت میں سورۃ اللہ خان اور اذا الشمس حکورتا اور اذ کہتے ہیں "وہذا التالیف ابن مسعودؓ" یعنی حدیث میں ان مذکورہ سورتوں کی ترتیب بمطابق جمع کرنے ابن مسعودؓ کے ہے کہ انہوں نے اسی ترتیب سے اپنے مصنف میں جمع کی تھیں۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعودؓ کے مصنف کی تالیف برعکس ہے تالیف عثمانی کے تالیف عثمانی میں ترتیب یوں تھی کہ پہلے سورۃ فاتحہ پھر بقرہ پھر نساء پھر آل عمران اور یہ تالیف ترتیب نزول کے مطابق تھی اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا مصنف ترتیب نزول کے مطابق تھا اس میں سب سے پہلے سورۃ اقرآن لکھی ہوئی تھی پھر مدثر پھر النجم پھر الرحمن پھر التبت پھر انور پھر اسرار کی طرح سے آخری کی سورہ تک پھر مدنی سورتمیں لکھی ہوئی تھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خاصی ابوہریرہؓ نے کہا کہ اب جس ترتیب پر قرآن ہے ہو سکتا ہے حضور اکرم ﷺ ہی کے امر سے اسی ترتیب سے لکھا گیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ موجودہ ترتیب سورتوں کی صحابہ کرامؓ کے اجتہاد سے ہوئی ہو لیکن حضرت اوس بن ابی موسیٰ

سیدنا اُمّیؓ کی حدیث سے اقبال اولیٰ ہی رائج ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ سورتوں کی ترتیب بھی حضور ﷺ کے عہد میں ہو چکی تھی اسی ترتیب سے جواب موجود ہے اس حدیث کو امام احمد اور ابو ذر و دیگر صحابہ نے روایت کیا ہے بہر حال جس طرح تمام متفقین کے نزدیک آیات کی ترتیب توقیفی ہے یعنی جس طرح حضرت ابو بکرؓ نے حضور ﷺ سے کہا آپ ﷺ نے اسی کے موافق آیات قرآن کو مرتب کیا اور ہر سورۃ کی آیات کو ان کے ساتھ پر یکسو کیا اسی طرح ان سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے۔

(بذل المجہود ۲/۱۱۲)

حافظ ابن خلدون نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ نظائر ان سورتوں کو کہتے ہیں جو جاتی میں مثلاً مواعظ میں یا حکام میں یا بعض میں آجس میں ایک دوسرے کے متماثل ہیں نہ کہ وہ آیات میں اور جو آدمی حضرت ابن مسعودؓ کے اس واقعہ کا نام لیکے ان سالن ہے اس کی تشریح صحیح مسلم کی روایت میں ہے جب اس نے اپنی کثرتِ حفظ اور زبانی یاد کی عقل کا اظہار کیا اس بات سے کہا کہ میں ایک رکعت میں مفصل کی تمام سورتیں پڑھ لیتا ہوں تو حضرت ابن مسعودؓ نے اس سے اس عمل کو پسند نہیں کیا اس پر انکار کرتے ہوئے فرمایا ”ھلما کھذا الشعر“ یعنی تم قرآن کو اشعار کے طرز پر پڑھاؤ وہ براہِ مدہ جلدی جہدی پڑھتے ہوں گے تو نکار اس بناء پر نہیں کیا کہ ایک رکعت میں مفصل کی آیت جائز نہیں لکھو جیٰ حرمتِ افراط سے منع کیا ہے اور تخیل و تدبر کے ساتھ قرأت کرنے کی ترغیب ہی اسی کے بموجب علامہ کا بیان ہے۔

مرقات شرح مشکاۃ میں ہے کہ علامہ کا اس پر اجماع ہے کہ تالیف ابن مسعودؓ کے فرض پر کلام اللہ نہ پڑھا جائے نہ طرز پر پڑھا چودے جس طرح اب مرتب ہے بلکہ چھوٹے بچوں کو درست ہے کہ ضرورتِ تعلیم کے واسطے نیچے کی طرف سے پڑھیں اور اگر نہ میں غیر مرتب پڑھے تو خلافِ اولیٰ ہے اور بعضوں نے کہا کہ روئے سبکیا نہ تب امام تمکاتے اور اگر سبکیا رکعت میں سورۃ الناس پڑھے تو دوسری رکعت میں کیا پڑھے امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا وہی پڑھے اور امام شافعیؒ نے فرمایا شروع کرے اول پھر دوسرے مطلقاً نہ کہ ایک ہی ایک روایت میں امام ابو حنیفہؒ سے بھی منقول ہے اور ظہر میں کہے کہ اول کہ افادہ اولیٰ ہے اعادہ سے اور قاضی عیاضؒ نے کہا کہ حدیث باب حضرت عائشہؓ کی روایت کے موافق ہے کہ اس کو حضور ﷺ نے یہ دور رکعتیں پڑھنے۔

(مرقات ۳/۱۲۸)

قراءۃ بعض السورۃ

سورۃ کا بعض حصہ پڑھنا

اعمرنا محمد بن علی قال حدثنا خالد بن حلفان ابن جریج قال احمر بن محمد بن عباد حدثنا
وفعه بن ابی اسحاق عن عبد اللہ بن السائب قال حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الفتح فصلی
فی قبل الکعبۃ فخلع نعلیہ فوضعہما عن یسارہ فافتتح بسورۃ المؤمنین فلما جاء ذکر موسیٰ او عیسیٰ

عليه السلام اخذته سعة طوكع

حضرت مہماندین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس طرح کہ کمرہ دار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حضور ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹار لئے پھر ان کو اپنے بائیں طرف رکھا پھر کعبہ کے سامنے نماز پڑھی نماز میں سورۃ المؤمنین شروع کی جب حضرت موسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام کا ذکر آیا حضور ﷺ کو کھانسی آئی پھر آپ ﷺ نے روع کیا۔

تشریح: اس حدیث کے ان حضور ﷺ نے صبر کیا کعبہ کے سامنے فجر کی نماز پڑھا لی اس میں سورۃ المؤمنین یعنی تہ فلاح المؤمنین شروع کی یہاں تک کہ ان آیات پر پہنچے جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کا ذکر ہے تو ان قصوں پر تہر کے وقت روئے تھی کہ حضور ﷺ کو کھانسی آئی پھر سورۃ حممہ کہ سکھ کر گرام میں چھ گئے۔ (قالہ الطیبی فی العرفات)

اس کے بعد واضح رہے کہ اس موقع پر بعض حور پر اقتدار ضرور ہوا، عذر کی وجہ سے قہراً اس حدیث سے باوجود بعض صورت کی قرأت پر استقامت کرنے پر استدلال ناقص ہے پس اس سلسلہ میں اس حدیث سے استدلال بہتر ہے جس میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے مغرب میں سورۃ الاحزاب کو پڑھا تو فرما کر کہ ان دونوں رکعتوں میں پڑھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فی هامش المسانی للعلامة السبكي: ۱۰۵)

تعوذ القاری اذا مر بآية عذاب

قاری جب کسی آیت عذاب پر گزرے تو عذاب سے پناہ مانگنے کا بیان

اخبرنا محمد بن مشار حدثنا يحيى وعبد الرحمن وابن ابي عمير عن شعبة عن سليمان عن سعد بن عبيدة عن المسعود بن الأصم عن صفه بن زهر عن حذيفة انه صلى النبي صلى الله عليه وسلم ليلة فقرأ فكان اذا مر بآية عذاب وقف وتعوذ واذا مر بآية رحمة وقف فدعا وكان يقول في ركوعه سبحان ربى العظيم وفي سجوده سبحان ربى الاعلى

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات کو نبی ﷺ کے پہلو میں نماز پڑھی آپ ﷺ نے قرأت کی یہی جب کسی آیت عذاب پر گزرتے تو تمہیں کہ عذاب سے پناہ مانگتے اور جب کسی آیت رحمت پر گزرتے تو تمہیں کہ دعا مانگتے اور گرام میں "سبحان ربی العظیم" اور سجود میں "سبحان ربی الاعلیٰ" کہتے تھے۔

تشریح: اس حدیث کے لغویات نے واضح کر دیا ہے کہ حضور ﷺ نے اس طرح کی استدعا کی کہ نماز میں فرمائی تھی ان باتوں نے کہا کہ یہ حدیث ذیل ہے اس بات کی کثرت اس میں امام کو بھی ایسا کرنا جو حدیث میں مذکور ہے یہ تو ہے حالانکہ فقہاء نے منع کی تصریح کی ہے لیکن اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ مقتدی یہ تلوین کراس ہوئی اور اگر مقتدی پر گراں نہ ہو تو

امام وائل میں آیا کرتا ہے۔ (فتح القدیر: ۱/۳۳۰)

مسألة القاری اذا مر بآية رحمة

قاری کا سوال کرنا جبکہ آیت رحمت پر گزرے

اعبرنا محمد بن آدم عن حمص بن عیاض عن العلاء بن الربیع عن عمرو بن مرة عن طلحة بن یزید عن حذیفة والأعمش عن سعد بن عیدہ عن المنصور عن الاحنف عن صلی بن زھر عن حذیفة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ البقرة وقال عمران والنساء فی رکعة لا یمر بآية رحمة الا مال رلآبآة عذاب الا استجار .

حضرت طحطاح سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سورۃ البقرہ اور آل عمران اور انشاء ایک رکعت میں پڑھیں آپ ﷺ کا کہی آیت رحمت پر گزر کر ہو مگر آپ ﷺ نے دست کی درخواست کی اور کسی آیت عذاب پر گزر نہ ہوا مگر آپ ﷺ نے عذاب سے پناہ مانگی۔

تردید الایة

آیت کو بار بار پڑھنا

احمرنا روح بن حبیث قال حدثنا یحییٰ بن سعید القطان قال حدثنا قدامة بن عبد اللہ قال حدثنی جسرۃ بنت دحاحۃ قالت سمعت ابا ذر یقول قال لیس صلی اللہ علیہ وسلم حتی اذا أصبح بآية والایة ان تعذبهم فانهم عبادک وان تغفر لهم فانک انت انعم رب العالمین

حضرت جسرۃ بنت دحاحۃ کہتی ہیں میں نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے سنا دیکھتے تھے کہ نبی ﷺ ایک رات کو کھڑے ہوئے اور قرآن کی ایسی آیت کو بار بار پڑھتے تھے کہ آیت یہ تھی "ان تعذبهم فانهم عبادک" تا آخر آیت تو ان کا عذاب دے (توبہ) نہیں کہہ دیتے تھے ہیں اور ان کو ان کو معاف کر دے گا تو بیشک تو ہی غالب اور نعمت والا ہے۔

تشریح

علامہ طحطاح نے کہا چونکہ آیت شریفہ کی تلاوت میں حضرت ﷺ کو بڑی جلالت اور لذت حاصل ہو رہی تھی اس لئے بار بار یہ آیت پڑھتے رہے اور حافظہ میں جڑنے لگی کو شریح اشیا میں خرقہ صلوٰۃ کا اقتداء یا اور ابن الملک نے نماز کے اندر پڑھنے کا وہ اقتداء کیا کہ رات کی نماز میں قیام کی حالت میں نور کو گدھ سے جس اس آیت کو گزر فرماتے رہے گا یا حضور ﷺ کا اس آیت کو بار بار پڑھتے رہنا اللہ رب العزت کی رحمت و فضل اور مغفرت کے مستحق ہونے کی وجہ سے خود روزِ مشر کا سارا معاملہ انہی دہشتوں کا معبر ہو گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب رفع الصوت بالقرآن

قرآن اویچی آواز سے پڑھنے کا بیان

احمر بن عمار بن ابراہیم الثعالبی عن وکیع قال حدثنا مسعر عن انس العلاء عن یحییٰ بن جعدہ عن ادهانی قال قلت کنت اسمع قراءۃ نسی صلی اللہ علیہ وسلم وانا علی عربیسی.

حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں اپنے باپ خانہ پر ہوں تھا پڑھنے کی قرأت نہ کرتی تھی۔

تشریح

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ خوب صاف صاف اور بلند آواز سے قرآن پڑھتے تھے اور قرآن مجید حرام میں پڑھتے تھے حضرت انسؓ نے اپنے کاتبان کعبہ کے قریب تھا وہ اپنے گھر کی چھت کے اوپر سے حضور ﷺ کے قرآن پاک پڑھنے کی تہا زین میاں تھیں۔

باب مد الصوت بالقراءۃ

قرآن کی قرأت میں مد صوت کا بیان

عمر بن عمرو بن علی قال حدثنا عبدالمحسن قال حدثنا جابر بن حازم عن قتادۃ بن مالب ساء کیف کانت قراءۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کان یمد صوتہ مد

حضرت قتادہؓ کہتے ہیں میں نے اس سے سنا کہ حضور ﷺ کی قرأت کی مدت در وقت یا کہ آپ ﷺ کی قرأت کی طرح تھی نبیوں نے جو آپ کی قرأت میں اپنی آواز کو بچھتے تھے یعنی مد و حرف قش مد میں ان کو بچھتے کر پڑھتے تھے۔

تزیین القرآن بالصوت

قرآن کو خوبصورت آواز کے ساتھ پڑھنا

احمر بن علی بن حازم قال حدثنا جابر بن حازم عن قتادۃ بن مالب عن عبدالمحسن بن عوسجۃ عن البراء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیئوا القرآن عاصمکم.

حضرت برہہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کو اپنی آواز میں کے ساتھ زیستہ (یعنی خوبصورت آواز سے قرآن پڑھنا)۔

احمر بن عمرو بن علی قال حدثنا یحییٰ بن حازم عن قتادۃ بن مالب عن عبدالمحسن بن عوسجۃ عن البراء بن عازب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیئوا القرآن بالصوتکم قال بن عوسجۃ کنت نسبت هذه زیئوا القرآن حتی ذکرہ الصحا کہ بن مرجم.

حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خوش آوازی سے نہ سنت قرآن کو ظاہر کر دینا عجب کہتے ہیں اس کا کہ کوئی زین القرآن کو بھی بھول گیا تھا حتیٰ کہ مجھے شاک میں حرام نے یہ دہرایا۔

اخبرنا محمد بن ربیع المکی قال حدث ابن ابی حازم عن یزید بن عبد اللہ عن محمد بن ابی ابراہیم عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما اذن اللہ لشیء ما اذن لشیء حسن الصوت یغنی بالقراء ینجھریہ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ اتنا کسی چیز کی طرف توجہ نہیں فرماتے جتنا اس نبی کی آواز کو توجہ سے سنتے ہیں جو خوش آوازی سے قرآن پڑھتا ہو۔

اخبرنا قتیبة قال حدثنا سفیان عن الزہری عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما اذن اللہ عروجل لشیء یغنی بالقراء

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ کلمہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل اتنا کسی چیز کی طرف توجہ نہیں فرماتے جتنا کہ اس نبی کی آواز کو توجہ سے سنتے ہیں جو خوش آوازی سے قرآن پڑھتا ہو۔

اخبرنا سلیمان بن داؤد عن ابن وہب قال اخبرنی عمرو بن الحارث ان ابن شہاب اخبرہ ان ابی سلمۃ احسہ ان ابی ہریرۃ حدثہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع قراءۃ ابی موسیٰ فقال لقد اوتی مزماراً من مزامیر آل داؤد علیہ السلام .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی قرأت سنی تو آپ ﷺ نے فرمایا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو خوش آوازی دی گئی جیسے داؤد علیہ السلام کو خوش آوازی دی گئی تھی۔

اخبرنا عبد الجبار بن العلاء بن عبد الجبار عن سفیان عن الزہری عن عروۃ عن عائشۃ قالت سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قراءۃ ابی موسیٰ فقال لقد اوتی هذا من مزامیر آل داؤد علیہ السلام .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی قرأت سنی تو آپ ﷺ نے فرمایا ابیہ اس کو داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی دی گئی۔

اخبرنا اسحق ابن ابراہیم قال حدث عبد الرزاق قال حدثنا معمر عن الزہری عن عروۃ عن عائشۃ قالت سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قراءۃ ابی موسیٰ فقال لقد اوتی هذا من مزمار من مزامیر آل داؤد علیہ السلام .

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی قرأت سنی تو حضور ﷺ نے فرمایا داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی ابوموسیٰ کو خوش آوازی عطا کی گئی۔

اعبرنا قیبة قال حدثنا اللیت بن سعد عن عبد الله بن عیبة الله بن ابی مہیکہ عن یعلی بن معلک
انه سأل ام سلمة عن قراءة رسول الله صلى الله عليه وسلم وصلاته قالت مالکم وصلاته ثم نعت قراءته
فاداهي نعت قراءه مفسره حرفاً حرفاً.

یعنی بن مملک نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہی حدیث بیان کی کہ قرأت اور نماز کا حال یہ تھا حضرت ام سلمہ نے کیا تمہیں
آنحضرت ﷺ کی تلاوت سے کیا غرض (یعنی حضور ﷺ کی نماز اور قرأت نزلی تھی) پھر ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی
قرأت کی کیفیت فرما دیا کہ بتائی کہ ایک ایک لفظ کھول کر پڑھ کر بتایا۔

تشریح: عنوان کے تحت کی پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تم اپنی آواز سے ذہن قرآن کو کھل کر پڑھ کر یہ ثابت
ہے کہ جو لوگ تخیل و تجوید (قرآن کو سنو اور تمہارے پڑھنے کا فن) کی رعایت کر کے قرآن پڑھنے کے عادی ہیں اگر کسی
وقت ان میں سے کوئی خوش الحان قاری مل جائے تو ذرا اس سے قرآن سن کر دیکھو اور ایسے قاری سے بھی جو غیر خوش الحان ہو تو
دونوں کی قرأت میں بڑا فرق ہو جاتا ہے کہ خوش الحان قاری کی تلاوت اس قدر مؤثر ہوتی ہے اور اس سے دل و دماغ کو ایسی
فرحت حاصل ہوتی ہے اور ایسا عجیب و غریب لطف اور حلاوت ہوتا ہے جس کی کوئی نظیر موجود نہیں لیکن غیر خوش الحان قاری کی
تلاوت میں یہ باتیں نہیں ہو سکتیں بہر حال اس ارشاد مبارک سے معلوم ہوا کہ تخیل و تجوید کی رعایت کرتے ہوئے خوش آواز
سے الفاظ قرآن کی تلاوت میں کوئی حرج نہیں بلکہ حق تعالیٰ کو بہت محبوب ہے لیکن تکلف کے ساتھ آواز اور نغمہ کے طرز و طریقہ
پر قرآن کو کسی طرح نہ حنا کہ حروف اور حرکات میں زیادتی اور نقصان ہو حرام ہے اس طرح کا پڑھنے والا قاسق ہوتا ہے اور
سننے والا گناہ گار اس کو ایسی حرکت سے روک دینا چاہئے کیوں کہ وہ بہت بری بدعت ہے۔

(سرفات ۸/۵۰، مظاہر حق ۲/۲۳۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں حضور ﷺ کا جو ارشاد "ما اذن الله لنسني اليع" روایت کیا ہے اس کی وجہ
ظاہر ہے کہ ایک نواغیا علیہم السلام آداب تلاوت کا حصہ قرار کرتے دوسرے اس کے ساتھ خوش آواز مل جاتی تھی اس لئے ان
کی قرأت کو حق تعالیٰ جل شانہ نہایت توجہ سے سنتے ہیں اور انبیاء کے بعد حسب درجات پڑھنے والوں کی طرف توجہ فرماتے ہیں
یہاں سے ان لوگوں کے خیالات کا باطل ہونا ثابت ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ الفاظ کی تلاوت دونوں ہم معانی کے ہے کار ہیں بلکہ
اس حدیث سے الفاظ بھی مخصوص ہونا بالکل واضح ہے کیوں کہ قرأت اور استماع الفاظ ہی سے متعلق ہے نہ کہ معانی سے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث میں آل داؤد رضی اللہ عنہما سے مراد خود حضرت داؤد علیہ السلام ہیں بعض اوقات آل عمران
کہتے ہیں مر مر داؤد ہوتے ہیں اس لئے کہ خوش آواز میں مشہور تر حضرت داؤد علیہ السلام ہیں نہ کہ آل داؤد اور حدیث میں حضرت
داؤد علیہ السلام کی خوش آواز اور خوش سخن کو حرام نہ کہ آواز کے مثل نمبر لیا ۱۰۰ آتی انتہائی خوش آواز تھے جس وقت زبور خوش آواز سے
پڑھتے جنازہ کے جنازہ ان کی مجلس سے نکلے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی امت میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی نہایت خوش

آواز کی قرأت پر سننے کی ضرورت وہ قرآنی اس شری میں دوسب سے زیادہ واضح اور ثابت ہے کیوں کہ اس میں اپنے الفاظ سے ان کی قرأت کی تعریف فرمائی، یہ الفاظ طمان کے علاوہ کسی اور صحابی کی قرأت کے حق میں مستعمل نہیں فرمائے۔ حضرت علی بن مسلمہ کی روایت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی قرأت سے نا یونگیت بیان کی جس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں قرأت کے وقت حروف کا گنا جتنا تو کمین لگتا تھا تو مراد یہ ہے کہ تجویز کے مزید غریب نہ تھیں اور خوش آوازی سے پڑھنے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے ایک بار وہ کوثر تھیں سے میرے نزدیک نہ وہ کہ جب ہے پھر قرآن کے ہمارے قرآن پڑھتے تھے۔ (مروقات: ۱۰۵)

باب التکبیر للركوع

رکوع کے واسطے تکبیر کہنے کا بیان

احمرنا مسوید بن نصر قال انبانا عبد الله بن المارک عن يرس عن الزهري عن ابي سلمة بن عبد الرحمن ان ابا هريرة حين استخلفه مروان علي الملب كان اذا قام الى الصلاة السكونية كبر ثم يكرر حين يركع فاذا رفع راسه من الركعة قال سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد ثم يكرر حين يهوي مساجدا ثم يكرر حين يقوم من السجدة بعد التشهد بفعل مثل ذلك حتى يقضى صلاته فاذا قضى صلاته وسلم اثنى عسى في المسجدة بخار والذى تنسى بيده اثنى لانه يركع صلاة برسول الله صلى الله عليه وسلم

حضرت ابو احمد بن عبد الرحمن سے روایت ہے کہ جب مروان نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مینہ والا بنایا تو جب وہ فرض نماز شروع کرتے تو تہنیر کرتے پھر تکبیر کہتے جب رکوع کرتے پھر جب رکوع سے اٹھتے تو "سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد" کہتے پھر تکبیر کہتے جب سجدہ کرتے پھر تکبیر کہتے جب دو سجدت سے تشہد کے بعد اٹھتے ای طرح کرتے یہاں تک کہ اپنی نماز کو پختہ کرتے پھر جب اپنی نماز کو پختہ کرتے اور سجدہ پھر تہنیر تو اٹھتے سجدہ کی طرف توجہ ہوتے پھر تکبیر اٹھتے ای طرح کہ جس کے قبضہ میں میری بات ہے پتنگ میں سے تہنیر کو نماز پختہ ہونے کا لڑکے بہت زیادہ مشتاق ہے۔

رفع اليدين للركوع حذاء فروع الاذنين

رکوع کے واسطے دونوں ہاتھوں کو دونوں کانوں کے اوپر کے حصے کے برابر اٹھانا

احمرنا عيسى بن حجر قال انبانا اسمعيل بن سعيد عن قتادة عن نصر بن عاصم الليثي عن مالك بن انس بن محبوب قال رآيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يرفع يديه اذا كبر واذا ركع واذا رفع راسه من

الركوع حتى بلغنا قرواع اذله.

حضرت امام بن مبرث رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دونوں ہاتھ اٹھاتے دیکھا جب کہ گمیر کہتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے یہاں تک کہ دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے اوپر کے حصہ کے برابر پہنچتے۔

باب رفع اليدين للركوع هذا المنكحين

ودونوں ہاتھوں کو رکوع کے واسطے دونوں کندھوں کے برابر اٹھانے کا بیان

احسن قتيبة قال حدثنا سفيان عن الزهري عن سالم عن ابيه قال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا نصح الصلاة يرفع يديه حتى يحاذي منكبيه واذ ركع واذ رافع راسه من الركوع.

حضرت امام نے اپنے والد کی روایت سے بیان کیا ان کے والد کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب سب نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ دونوں کندھوں کے برابر کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے (تمامی طرح رفع یدین کرتے)۔

ترك ذلك

ترك رفع يدين كايدين

اخبرنا سريد بن نصر قال انبانا عبد الله بن المبارك عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الله بن حمزة عن الامود عن علقمة عن عبد الله قال الاخير كم بصلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لقدم فرفع يديه اول مرة ثم لم يعد.

حضرت عبد اللہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کیا میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز کی اطلاع دیوں چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کھڑے ہوئے میں دونوں ہاتھ اٹھائے پہلی دفعہ چاروں طرف اٹھائے۔

رفع یدین کے حلقہ تحصیل بحث اور دونوں ہاتھوں کو کہاں تک اٹھانا چاہئے اس کی پوری تحصیل پیچھے مذکور ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے مشک امام کی تائید ہوتی ہے کہ حدیث رفع یدین منسوخ ہو گئی۔

اقامة الصلب في الركوع

ركوع میں پیٹھ سیدھی رکھنے کا بیان

اخبرنا قتيبة قال حدثنا الفضيل عن الاعمش عن عمارة بن عمير عن ابي معمر عن ابي مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تجزئ صلاة لا يقيم الرجل فيها صلبه في الركوع ولا سجود.

حضرت ابی مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی نماز ادا نہیں ہوتی کہ جس میں آدمی اپنی پیشہ کو رکوع اور رکوع میں درست نہ کرے۔

تشریح رکوع و رکوع میں اس کا مست مطلب سے تعدیل و طماعت کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی ارکان نماز کا آہستہ آہستہ ٹھیک طور سے ادا کرنا اسی حدیث کی بناء پر امام ابو یوسف اور امام شافعی وغیرہ کہتے ہیں کہ رکوع اور رکوع سے جس طماعت فرض ہے یعنی فعل رکوع اور رکوع کو تھوڑی دیر تک کئے رہنا طماعت ہے اس کے ترک سے نماز ادا نہیں ہوتی کیوں کہ اس حدیث میں ”لا تجزئ صلوٰۃ“ فرمایا جو صریح دلالت کرتا ہے کہ تعدیل و طماعت ضروری ہے اس کی رعایت نہ کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک تعدیل و طماعت رکوع اور رکوع سے جس فرض تو نہیں لیکن اجماع قول کے مطابق واجب ہے اگر کوئی شخص چھوڑ دے تو اس کی نماز کا اعادہ واجب ہے اور اس حدیث کا جواب دیتے ہیں کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اس سے تعدیل و طماعت کی فرضیت ثابت نہیں ہو سکتی کیوں کہ قرآن پاک کی آیت ”واکسحوا و اسجدوا“ میں جس جزم صلوٰۃ کا مطالبہ کیا گیا ہے وہ رکوع اور رکوع ہے اور نیت میں رکوع جھک جانے کو اور رکوع سر کو زمین پر رکھنے کو کہتے ہیں جس سے معنی رکوع اور رکوع کے تحقق ہو جائیں گے اب رہی طماعت رکوع یا رکوع میں تو وہ خود رکوع یا رکوع نہیں ہے بلکہ اس فعل کو تھوڑی دیر تک رہنا طماعت ہے تو یہ معنوم ہوا کہ فعل رکوع اور رکوع بدون تعدیل کے بھی حاصل ہے اور وہی رکن فطر میں ہے جس کا آیت میں مطالبہ کیا گیا ہے اور تعدیل اس پر زائد ہے لہذا متوسط فرض طماعت پر موقوف نہ ہوگا اور اگر اس حدیث کی بناء پر یہ کہا جائے کہ نماز کی صحت تعدیل و طماعت پر موقوف ہے جیسا کہ ظاہر حدیث سے منہج صوریہ ہے تو اس سے کتاب اللہ کا تقطیع لازم آئے گا اور تقطیع کے لئے خبر واحد کافی نہیں کیوں کہ آیت قطعی ہے اور خبر واحد قطعی ہے دونوں برائیں ہیں تو اطلاق نص سے جس قدر ثابت ہے وہ فرض ہے باقی حدیث سے جس تعدیل و طماعت کا ثبوت ضرور ہے وہ واجب کے درجہ میں ہے اور ترک واجب سے نماز کا اعادہ واجب ہوتا ہے ہم بھی اس کے قائل ہیں لیکن یہ کہنا کہ ترک واجب سے فرض بھی ساقط نہ ہوگا اور بالکل نماز ہی نہ ہوگی اس کو ہم تسلیم نہیں کرتے طواہ اس کے ایک اور جواب یہ بھی دیا جاسکتا ہے کہ حدیث باب سے امام ابو یوسف وغیرہ کا قول مذکور صراحت کے ساتھ ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس حدیث میں جس اجزاء کی کمی کی گئی ہے اس کے انواع و اقسام ہیں کہ ایک قسم اجزاء کی وہ ہے جو فرض صلوٰۃ کا ساتھ ہو جانے اور نہ اسے قاصر بن جانے کی گئی ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو مکمل ہونے کے ساتھ ہوں کے معاف ہو جانے اور تحصیل درجات میں کافی ہونے سے اب ملنا ظاہر نہیں اگرچہ تمام مراتب کی کمی ہو رہی ہے لیکن آیت مذکورہ کی ہم نے جو توضیح و تشریح کی ہے اس کی بنا پر دوسری قسم کے ساتھ خاص ہو جاتی ہے بہر حال جس حدیث باب سے امام شافعی وغیرہ نے تعدیل و طماعت کی فرضیت پر استدلال کیا ہے وہی سے حنفیہ جو یہ تعدیل ارکان پر استدلال کرتے ہیں کیوں کہ یہ خبر واحد ہے جس حنفیہ کے دلائل ان کے مخالفین پر محض ہیں مگر مخالفین کے دلائل حنفیہ پر محض نہیں بنتے کیوں کہ وہ اقسام واحد میں سے ہے اور آیات رکوع و رکوع مجمل نہیں ہیں۔ (ہدایہ و عون الہدایہ و کوکب دری)

الاعتدال فی الركوع

رکوع میں اعتدال کا بیان

اخبرنا سويد بن نصر قال اتانا عبد الله بن المبارك عن سعيد بن ابی عروبة وحماد بن سلمة عن قتادة عن انس عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اعتدلوا فی الركوع والسجود ولا یسط احدکم فروعیه کالکلب.

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ نے فرمایا تم رکوع اور سجود میں اعتدال کرو اور تم میں سے کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ نہ بچھاوے مثل کتے کے۔

تشریح: رکوع اور سجود میں اعتدال کی تعلیم دی اس سے کیا مراد ہے اس میں رد قول ہیں بعض حضرات کہتے ہیں کہ رکوع میں اعتدال یہ ہے کہ سر کو نہ اونچا رکھے اور نہ جھکاوے بلکہ پیچھے کی سطح سر میں سے برابر ہموار رکھے حتیٰ کہ اگر مصلیٰ کی پیچھے پر پانی عریض یا رگھیں تو ٹھہرا دے حضرت واعد بن عبد بنی حدیث میں ہے "سوی طهره حی لوصب علیه الماء لا یسطر" یعنی پانی پیٹھ کو رکوع میں برابر کرتے حتیٰ کہ اگر اس پر پانی ڈال دیا جاتا تو ٹھہر جاتا۔ (رواہ ابن ماجہ)

اور اسی طرح طبرانی نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث واعد بن عبد بنی حدیث نقل کی ہے اور جہ سے میں اعتدال یہ ہے کہ سر میں کو اونچا رکھے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے اور دونوں کہنیاں زمین سے ٹھہرے رکھے اور سینہ کو دونوں رانوں سے الگ رکھے۔ (ذکرہ الطیبی، انجیح القدیر، مرقاۃ)

اور بعض نے کہا کہ رکوع و سجود میں اعتدال سے مراد یہ ہے کہ اطمینان اور تسلی سے رکوع اور سجود کرے یہاں تک کہ بدن کے جوڑ اپنی اپنی جگہ ٹھہر جائیں لیکن سابق و سابق سے معنی اولیٰ ہی رائے ہو معلوم ہوتا ہے۔ اور جہ سے میں طریقہ مسنونہ کے مطابق اپنے ہاتھوں کو زمین سے الگ رکھے مثل کتے کے بچھانے سے نہ اونچا کرے نہ نیچا نہ حدیث میں فرمایا "ولا یسط احدکم ذراعیه کالکلب" لیکن دقتی العید نے کہا کہ اس ارشاد مبارک میں حالت سجود میں جس فعل سے منع کیا گیا ہے ساتھ ہی اس کی علت بتلائی کہ دونوں ذراعین کا زمین پر بچھانے رکھنا کو یا ایک نوڈن اور ارنی چیز یعنی کتے کی حیثیت سے مشابہت ہے جب تک بٹھکا ہے دونوں ہاتھوں کو بچھا کر بیٹھتا ہے تو اشیاء مذکورہ کے ساتھ تشبیہ کا متقاضی یہ ہے کہ نماز میں اس طرح کی حیثیت سے اجتناب کرے کیوں کہ ایسی حرکت خلاف سنت ہونے کی وجہ سے شریعت کی نظر میں بلکہ مثل سلیم کی نظر میں بھی ناجائز ہے۔ (مرقاۃ)

باب التطبيق

تطبیق کا بیان

اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا خالد بن الحارث عن شعبه عن سليمان قال سمعت

أمرهم يحدث عن علقمة والاسود أنهما كانا مع عبد الله في بيته فقال أصلي هؤلاء، قلنا نعم فدمعنا وراق بينهما ابصر اذان والاقامة قال اذا كنتم ثلاثة فاصبروا هكذا واذا كنتم اكثر من ذلك فليزكم احدكم وليرفش كفيه على فخديه فكانما انتظر الى اختلاف اصابع رسول الله صلى الله عليه وسلم.

حضرت غفرارہ اور دودھوں حضرت مہدائے علیہ السلام کے ساتھ ان کے گھر میں تھے حضرت ابن مسعود علیہ السلام نے دریافت کیا کیا یہ لوگ نماز پڑھنے کا ارادہ رکھتے ہیں ہم نے کہا ہاں اس لیے اس وقت ابن مسعود علیہ السلام نے دعوت کی اور دودھوں کے درمیان میں کھڑے ہوئے تا اذان گئی اور تا اقامت کہنے لگے جب تم تین آدمی ہو تو اسی طرح کیا کرو اور جسہ اس سے زیادہ ہوں تو اس صورت میں تم میں سے ایک آدمی آگے بڑھ کر اے رکی جگہ کھڑا ہو اور دودھوں اطمینان کو دودھوں راتوں پر رکے حضرت ابن مسعود علیہ السلام کہتے ہیں گویا جسے رسول اللہ ﷺ کی تعلیم اس لیے کہہ رہے ہیں۔

أخبرني أحمد بن محمد بن سعيد الرمادي قال حدثنا عبد الرحمن بن عبد الله قال سألنا عمرو وهو ابن أبي
فيس عن الزبير بن عدي عن إبراهيم عن الأسود وعلقمة قالوا سألنا مع عبد الله بن مسعود في تهنئة
بيننا فوسعنا أبدينا على ذلك فزعموا يخالف بين أصحابنا وقال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم
يقوله

حضرت اسود اور علقمہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر میں نماز پڑھی وہ ہم دونوں کے بیچ میں کھڑے ہوئے ہم نے اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھا یعنی رکوع میں دو آموں نے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا بعض انہیوں کو بعض میں داخل کر کے گھٹنوں کے درمیان رکھا اور کسی کے سینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ای طرح کرتے دیکھا۔

اخبرنا نوح بن حبيب قال ايقا ابن ادريس عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الاسود عن عليقة عن عبد الله قال علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلاة فقام فكرر فلما اراد ان يركع طفق يديه بين ركبتيه وركع فبلغ ذلك سعدا فقال صدق اعني قد كنا تفعل هذا ثم امرنا بهذا يعني الاعمساك بالركب

حضرت عبداللہ ؑ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فر دسکھائی حضور ﷺ کھڑے ہوئے پھر کبیر کی دوڑ جب روک کر ادا فرمایا تو روک کر کیا اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر اپنے دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھا پھر کسی کی اطلاع حضرت مسیح ؑ کو ملی تو انہوں نے کہا کہ میرے بچ بولا سر لوگ ایسا کرتے ہیں جو ہم کو حکم دیا گیا کہ ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا کر سں۔

تشریح: تحقیق کے معنی لزوم میں دونوں ہاتھ ملا کر دونوں ٹخنوں کے درمیان رکھنے کے ہیں۔ مجہد علماء کے نزدیک یہ کسی وقت کا فعل تھا پھر مضمون ہو گیا اس کی تائید حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے جس کو ابن العربی نے سننہ صدوقی سے نقل کیا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تحقیق کا فعل حضور ﷺ نے کسی وقت کیا تھا اس سے قوی فعل ہوا۔

روانی نہ ہونا واضح ہوتا ہے نیز اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت مصعب بن سعد نے کہا کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ کو دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھا تو مجھے میرے والد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے منع کیا اور کہا کہ ہم لوگ اس طرح کرتے تھے پھر ہم کو اس سے منع کر دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا کریں۔ (رواہ الطبرانی و مسلم) اب وہاں مسعود رضی اللہ عنہ کا فعل جیسا کہ حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے دونوں ہاتھ مار کر دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھے تو شاید ان کو رخ کی اطلاع نہ پہنچی ہوگی۔ (بذل المعجود: ۷۸/۲)

اور فتح البیہم میں بحوالہ اکمال یہ سب بیان کیا ہے کہ شاید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تطہیق کو عزیمت سمجھتے ہوں گے کیوں کہ تطہیق کی صفت پر کو رخ کرنے سے نہایت عاجزی اور ذلت کا اظہار ہوتا ہے اسی واسطے تطہیق کرتے ہوں گے اور تھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھنے کا جو طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے ثابت ہے اس کو شاید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اہانت اور جواز پر عمل کرتے ہوں گے اور ان کو تاریخ قولی نہ پہنچا ہوگا۔ واللہ اعلم

اسی حدیث باب سے دوسرا مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ امامت کے وقت حضرت علقمہ اور اسود کے بیچ میں کھڑے ہوئے یہ بھی ابن کا مسلک ہے دوسرے حضرات کا یہ مسلک نہیں دوسرے تمام صحابہ و انبیاء کا یہ مسلک یہ ہے کہ جب امام کے ساتھ دو آدمی ہوں تو امام مقدم ہو اور دونوں مقتدی پیچھے کھڑے ہوں اس مسئلہ کا ثبوت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتا ہے جو صحیح مسلم میں موجود ہے علاوہ اس کے اور بھی روایات مروی ہیں جن سے مسلک جمہور کی تائید ہوتی ہے اور چاروں اماموں کا بھی یہی مسلک ہے۔ (فتح البیہم: ۱۲۲/۲)

تیسری بات یہ بتانی کہ تشہد میں تطہیق مت کر دینا چاہیے فرمایا "وليفرض كفبه على فخذيه" کہ تشہد میں دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھے اور ان کا قول "فكانما انظر الخ" تطہیق کے ساتھ منطلق ہے تقدیر کا یہ ہے "رايت على الله عليه وسلم طبق لكانما انظر الخ"۔

منسوخ ذلک

تطہیق منسوخ ہو جانے کا بیان

احمرنا قتيبة قال حدثنا ابو عوف عن ابی يعقوب عن مصعب بن سعد قال سمعت ابی جندب ابی وجعنت بدی بین رکبتي فقال لي اضر بكفك على ركبتك قال نعم ففعلت ذلک مرة اخرى فضر ببدی وقال اتاخذ نهیما من هذا وامرنا ان نضرب بالاکف علی الركب۔

حضرت مصعب بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کے پہلو میں نماز پڑھی اور میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھا تو میرے والد نے مجھ سے کہا کہ اپنی دونوں تھیلیوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھو مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے

میں پھر میں نے دوسری بار ایسا ہی کیا پس میرے والد نے میرے ہاتھ پر مارا اور کہا کہ ہمیں اس سے منع کر دیا گیا ہے اور اس کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم تھپسوں کو ٹھنوں پر رکھا کریں۔

احمرنا عمرو بن علی قال حدثنا يحيى بن سعيد عن اسماعيل بن ابي خالد عن الزبير بن عدي عن مصعب بن سعد قال ركعت فطيفت لقال ابي ان هذا شيء كنا نعله ثم ارتفعنا الى الركبة.
حضرت مصعب بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے رکوع کیا اور طیفق کی پٹری میرے والد نے کہا کہ یہ یک چیز تھی جو ہم کیا کرتے تھے پھر ہمیں حکم دیا گیا کہ اس کو ترک کر دیں اور دونوں ہاتھوں کو ٹھنوں پر رکھا کریں۔
ان روایات سے واضح ہے کہ طیفق کا فعل منسوخ ہو گیا اس پر انرا جہد وغیرہم کا اتفاق ہے۔

الامساك بالركب في الركوع

رکوع میں گھٹنوں کو مضبوط پکڑنے کا بیان

احمرنا محمد بن بشار قال حدثني ابو داود قال حدثنا شعبه عن الاعمش عن ابراهيم عن ابي عبد الرحمن عن عمر قال سنت لكم الركب فامسكوا بالركب.
حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تمہارے لئے یہی سنت ہے کہ رکوع میں دونوں گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں کے ساتھ خوب اچھی طرح پکڑ لیا کرو۔

احمرنا عوبد بن نصر قال انا عبد الله بن مسهر عن ابي حصين عن ابي عبد الرحمن السلمي قال قال عمر انما السنة الاخذ بالركب.
ابو عبد الرحمن سلمی کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بلاشبہ سنت تو یہی ہے کہ رکوع میں گھٹنوں کو مضبوط پکڑ لیا کرو۔

باب مواضع الراحيتين في الركوع

رکوع میں دونوں ہتھیلیاں کہاں رکھی جائیں اس کا بیان

احمرنا هناد بن السري في حديثه عن ابي الاحوص عن عطاء بن السائب عن سالم قال انا ابا مسعود فقلنا له حدثنا عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقام بين ابدينا وكبر فلما ركع وضع راحتيه على ركبتيه وجعل اصابعه اسفل من ذلك وجألى بعرقه حتى استوى كل شيء منه ثم قال سمع الله لمن حمده فقام حتى استوى كل شيء منه

حضرت سالم سے روایت ہے وہ کہتے ہیں ہم ابو مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں

إلا أنكم كيف كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي فقلنا صلى لتمام فكبر فقاما ركع حاجي ببركة
حسني لما استفرغ شئ منه رفع يديه فصرع أربع ركعات هكذا وقال فكذا رأيت رسول الله صلى الله
عليه وسلم يصلي.

سارا اہم اسے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ابوسعید خدریؓ نے جہانیا میں تم کو نہ دلف: وہ رسول اللہ ﷺ کے سر پر تہ: جڑھنے تھے ہم نے کب ضرور دیکھ کرے: وہ بچہ خیر خیر سے: فرشتوں کی جب دیکھ کر ایا تو: ہا کو پہلو سے ٹک دیکھ یہاں ٹک کہ چپ ہر چہ ان کی: پڑا اپنی جہد خیر کی تو ہر اٹھایا ہی اسی خرپے سے پڑا رکھیں پڑھیں: کو کھا ہی طریقے سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھی۔

تشریح ان روایات کے ذریعہ میں معجزات اور معجزہ بیخ و بن اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے روک ٹوک کی حالت میں اس کیفیت سے اہلوسنہ کی صورتیں رکھنے اور ان باتوں کی انکسالی رکھنے اور بائیس پہلو سے جدا رکھنے کے افعال بیان کیے ہیں یہ روایتی چیزیں ملت ہیں ان امور کی وضاحت کرتے ہوئے روایت کا نام ہے اور یہ ان روایات سے ملتی ہوئی۔

باب الاعتدالي في الركوع

رکوب میں اعتدال کا بیان

اعبرنا محمد بن بشار قال حدثنا يحيى قال حدثنا عبد الله بن حمزة قال حدثني محمد بن
عمر بن عطاء عن ابي حبيب الساعدى قال قال كائنسى صلى الله عليه وسلم اذ ركب اعتزل فلم يصب
رأسه ولم ينفذ ووجهه يده على ركبته.

حضرت انسید ساعدیؒ کی بیوی کا کہنا ہے کہ اس کے ساتھ تو یہ لوگ دوسرے پر کھینچ کر لے جاتے ہیں، مگر وہ انہیں اپنے پاس رکھتا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ دلوخ میں اعتدال کی رعایت حضور ﷺ کے گھس سے ثابت ہے اور یہی ثابت ہے اہل لائی قسیر خود ہی راوی حدیث نے گروہی پتہ نہیں حضرت ابومید نے کہا "فلم یصب دسمہ ولم یضعہ"۔ دلوخ میں شاخیں گرنے کی طرف جھکتے اور انہما کرتے بلکہ چمٹا اور دونوں ہزار رکھتے۔

المنهي عن القراءة في الركوع

برکوع میں قرأت کی مسافحت کا بیان

خير: عبد الله بن مسعود قال حدثنا حماد بن مسعود عن سعد بن محمد عن عبد الله بن علي قال

نیاسی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن النفسی والتحریر وخاتم الذهب وان القراء انما راکع وقان مرة اخرى وان القراء اراکعاً.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے مجھ کو عمری کپڑے اور ننگی کپڑے سے منع فرمایا اور سونے کی انگلی پہنے سے بھی اور جب میری کمر اس حالت میں قرأت پڑھنے سے تھی۔

احمرنا عبد اللہ بن سعید قال حدثنا یحییٰ بن سعید عن ابن عجلان عن الربیع بن عبد اللہ بن حبیب عن ابيه عن ابن عباس عن علی قال نهاني النبي صلى الله عليه وسلم عن خاتم الذهب وعن القراء انما راکعاً وعن النفسی والمعضفر.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی ﷺ نے مجھ کو سونے کی انگلی سے اور روئے کی حالت میں قرأت کرنے سے اور کسی کپڑے اور کسم سے رنگے ہوئے کپڑے سے منع فرمایا۔

احمرنا الحسن بن داود المنکدری قال حدثنا ابن ابی فدیک عن الضحاک بن عثمان عن امرأهم بن حنین عن ابيه عن عبد اللہ بن عباس عن علی قال نهاني رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا تقول بهاكم عن نختم الذهب وعن لبس النفسی وعن لبس المفدم والمعضفر وعن القراء انما راکعاً حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو سونے کی انگلی اور عمری کپڑے اور کمرے سے رنگے ہوئے کپڑے اور کسم سے رنگے ہوئے کپڑے استعمال کرنے سے اور کمر میں قرأت کرنے سے منع فرمایا اور میں یہ نہیں کہتا کہ تم کو منع فرمایا ہے۔

احمرنا عیسیٰ بن حماد روضة عن الليث عن يزيد بن ابی حبيب ان الربیع بن عبد اللہ بن حنین حدثه ان اباہ حدثه انه سمع علیاً يقول نهاني رسول الله صلى الله عليه وسلم عن خاتم الذهب وعن لبس النفسی والمعضفر والقراء انما راکعاً.

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو سونے کی انگلی سے اور عمری کپڑے سے اور کسم سے رنگے ہوئے کپڑے سے اور روئے میں قرأت قرآن سے منع فرمایا ہے۔

احمرنا قتیبة عن مالک عن نافع عن ابن ہریم بن عبد اللہ بن حنین عن ابيه عن علی قال نهاني رسول الله صلى الله عليه وسلم عن لبس النفسی والمعضفر وعن نختم الذهب وعن القراء انما راکعاً حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھ کو رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کپڑے کے استعمال سے جس میں رنگی خطوط ہوتے ہیں اور کسم سے رنگے ہوئے کپڑے سے اور سونے کی انگلی سے اور روئے میں قرأت کرنے سے۔

تشریح ان احادیث میں روئے میں قرأت قرآن سے منع فرمادیا کی طرح سونے کی انگلی وغیرہ استعمال سے

بھی منع فرمایا اور حکم ممانعت حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں مگر وہ کہتے ہیں "ولا نقول لہما حکم" یہ کلام ان کا حدیث باب میں راوی نے ذکر کیا ہے تو کیا اس کلام سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہی مراد ہے کہ جن چیزوں سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے آپ ﷺ کی یہ ممانعت میرے ساتھ مخصوص ہے تمہارے واسطے نہیں یہ مطلب اس کلام کا ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ مضابطہ کی بات یہ ہے کہ امور تشریحی سب کو شامل ہیں کسی ایک فرد کے ساتھ بالکل نہ صواب نہیں ہوتے بلکہ اس کلام سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقصد یہی تھا ہے کہ ایک موقع پر صرف مجھ کو مخاطب کر کے ان چیزوں سے احتیاط کیا جائے نہ کہ ہر کسی کو مخاطب عام کے انداز سے نہیں جس میں کوئی بات تمام اہل مجلس کو مخاطب کر کے بولی جاتی ہے ہاں دوسروں کے واسطے حکم ممانعت عموم تشریحی سے ثابت ہے۔ (ذکرہ السدی فی ہامشہ)

بہر حال اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رکوع اسی طرح عہد سے میں قرأت قرآن منع ہے ممانعت کی حلاہ نے مختلف وجوہ بیان کی ہیں سب کا حاصل قریب قریب ایک ہے ان الملک نے کہا کہ ارکان نماز میں سے افضل رکعت قیام ہے اور افضل اذا ذکر قرآن ہے اس لحاظ سے افضل کو افضل کے واسطے مقرر کیا گیا ہے اور غیر افضل یعنی رکوع اور سجود کی حالت میں افضل چیز کی قرأت سے منع کیا گیا تھا کہ افضل اذا ذکر یعنی قرآن دوسرے اذکار کے برابر ہونے کا خیال پیدا نہ ہو۔ گو رکوع کی میں لکھا ہے کہ رکوع اسی طرح عہد کی حالت احتیاط اور یقینی کی حالت ہے اور عاجزی و انکساری اور عبودیت کا ذکر کرنے کی حالت ہے اس لحاظ سے نبی کریم ﷺ نے رکوع کی حالت میں قرأت قرآن سے منع فرمایا کیوں کہ قرأت قرآن اگر ذکر ہے مگر اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کی صفت ہونے کی وجہ سے اس کی شان نہایت بلند ہے لہذا رکوع کی حالت جو نماز میں دینی کے مراتب کے احوال میں سے ادنیٰ مرتبہ کی حالت ہے قرأت قرآن کے لئے موزوں و مناسب نہیں بلکہ مقتضائے حالت رکوع کے تسبیح مناسب ہے اسی لئے رکوع کا وظیفہ تسبیح مقرر کیا گیا ہے اور قیام کا وظیفہ قرأت قرآن جو دو حقیقت اللہ رب العزت کے ساتھ ایک قسم کا مکالمہ ہے اور اس کے لئے حالت قیام ہی مناسب ہے اسی لئے فقہاء کہتے ہیں کہ طول قیام شکر و تجود سے افضل اور بہتر ہے اس حدیث باب میں کچھ اور چیزوں سے بھی منع کیا گیا ہے جیسا کہ کسی سے منع کیا گیا ہے اللہ کسی قاف کے زبور و رشید یسین کسورہ کے ساتھ ہے جس کی طرف نسبت ہے ایک شکر کا نام ہے مصرعے شہرہوں سے اسی کی طرف ثواب قیہ کو منسوب کیا جاتا ہے وہ آپ قسم پکڑے کی ہے کہ اس میں خطوط روشنی ہوتے ہیں۔ (کنز الدقائق ہامش التسلی لعلامۃ السنہ ص ۷)

بہر حال یہ یقیناً ہے کہ اگر وہ کن کا پکڑا ہوا ہے جس کے ساتھ ختم بھی ملا ہوتا ہے بہر حال ختم کا پکڑا ہوا ہے اور اگر وہ پکڑا کل رہی ہو یا اس کا کسی ہر تو ختمی قیام کے لئے ہوگی۔ (قالہ ابن الملک) باقی امور منوعہ کا مفہوم ترجمہ سے واضح ہے۔

تعظیم الرب فی الركوع

رکوع میں رب کی تعظیم کا بیان

عن ابن عباس قال حدثنا سليمان بن سفيان عن ابراهيم بن عبد الله بن محمد بن

ہاں اس کی مثالیں بیگانہ اور غیر کی کتاب الہیہ میں مذکور ہیں۔ (کنز فی الاستعمال)

توضیح شوکتی نے کہا کہ بشرات لمعہ دھاوا خواہے تاثیر اللہ سے اور وہ صبح کی پہلی شے عمل کو کہتے ہیں یہاں معشرات اللہ سے اور وہ مقامات میں ہیں جو اللہ سے نبوت میں پہلے خواہاں کی شکل میں پیدا ہوئے تاکہ کام رہے حضور ﷺ جو نواب و کہتے تھے وہ لوگ کی طرف سے بغیر ہر مہر و مہر شہادہ کے عہدہ نگار ہو جاتا تھا یہ بات تک پہنچا کیفیت دہی اس کے بعد وحی کی آمد کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اسی کا اثر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی حدیث میں اس الفاظ سے آتی ہیں "اول ما بدعا به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحي الرؤيا الصالحة لحي النوم الحديث" (فتح المصنوع)

بہر حال اس حقیقت پر صحیح ضروری سمجھی گئی اس لئے اپنی ذات سے کچھ پہلے وہ امت کے ساتھ اس کی اصلاح دینی۔ دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ "نہ تعانی نے مجھے رکوہ اور عہدہ کی حالت میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا لیکن رکوہ میں سبحان ربی العظیم پڑھا اور عہدہ میں غروب و امانگو عہدہ کی حالت قوت دعا کے لئے موزوں و مناسب ہے عہدہ میں جو وہ کہنے کو فرمایا وہ دو قسم کی ہوتی ہے ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اپنا مطلب مانگے اور دوسرے یہ کہ اس کی شان و کرم و حرمت یعنی تعویذ دینی الہی کہتے تھے یہ تعویذ فی تعریف و غیر ذلک بھی حقیقت میں دعا ہی ہوتی ہے جس میں دونوں قسموں کو شامل ہے۔

علامہ طینی وغیرہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ کریم ﷺ اور رکوہ میں رب کی تحکیم کا اور عہدہ میں وہ دعا و تعویذات بات پر اکتفا کر رہا ہے کہ رکوہ اور عہدہ میں قرأت کی مراعات حضور ﷺ کے ساتھ خصوصاً نہیں بدست بھی آپ ﷺ کے ساتھ اس مراعات میں دخل ہے۔ (مرفق ۲/۳۱)

توضیح عیاضی نے کہا کہ یہ بعد از دعا کا قول ہے کہ رکوہ اور عہدہ میں قرأت قرآن میں جہان کی جست و خیز دیت ہیں جس میں مراعات فرمائی گئی لیکن نہ اللہ نے انہی میں لکھا ہے کہ رکوہ اور عہدہ میں قرأت قرآن کریم ہے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی کہ اللہ تعالیٰ سے استدلال کیا ہے اور تحفۃ الفقہاء میں ہے "وہیکروا ان یقرءوا فی غیر حالۃ انقیاد لان الرکوع والسجود محل التذلل والخصیج دون القراءۃ" انما بالکمال حدیث ہے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رکوہ میں دعا کر رہا ہے اور عہدہ میں تسبیح پڑھ رہا ہے اور اللہ کا اللہ نہ کرنا چاہئے اور وہی کہتے ہیں کہ انہی میں خواہ نام نہ پڑ جائے یا سنتی یا نہ پڑے اور رکوہ اور عہدہ میں تسبیح پڑا تھا کہ رکوہ اور عہدہ میں اللہ کا اللہ نہ کرنا چاہئے کہ کوئی قرأت نہیں۔ (امامی الاحیاء بحوالہ الشعب لعلامہ العینی)

باب الذکر فی الرکوع

رکوہ میں ذکر کا بیان

أحبوب اسحق بن براہیم قال اسانا مواعیة عن الاعمش عن سعد بن عیینة عن المستورد عن

الاحنف عن صفی بن زہر عن حلیفة قال صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فركع فقال فی ركوعه سبحان ربی العظیم ولی سجدہ سبحان ربی الاعلیٰ.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی آپ ﷺ نے رکوع کیا پھر رکوع میں ”سبحان ربی العظیم“ اور سجدے میں ”سبحان ربی الاعلیٰ“ کہا۔

نوع آخر من الذکر فی الركوع

رکوع میں ایک اور قسم کے ذکر کا بیان

احمرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا خالد ویزید فلا حدثنا شعبہ عن منصور عن ابی الضحی عن مسروق عن عائشة قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یکثر ان یقول فی رکوعه وسجدہ سبحانک ربنا وبحمدک اللهم اغفر لی.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رکوع اور سجدے میں یہ ذکر کرتے تھے ”سبحانک ربنا وبحمدک اللهم اغفر لی“۔

نوع آخر منه

اور ایک قسم کے ذکر کا بیان

احمرنا محمد بن عبد الاعلی قال حدثنا خالد قال حدثنا شعبہ قال ان ابی قتادة عن مطوف عن عائشة قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول فی رکوعه صرح قدوس رب الملائكة والروح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رکوع میں پڑھتے تھے ”سبحون قدوس رب الملائکۃ والروح“۔

بہت شان و شوکت والا ہے بہت پاک ہے پروردگار ہے فرشتوں کا اور جبرائیل کا۔

نوع آخر من الذکر فی الركوع

رکوع میں ایک اور ذکر کا بیان

احمرنا عمرو بن منصور یعنی الثمالی قال حدثنا آدم بن ابی ایاس قال حدثنا الثلیث عن معاویہ یعنی ابی صالح عن ابی فیس الکندی وهو عمرو بن قیس قال سمعت عاصم بن حمید قال سمعت عرف بن مالک یقول سمعت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم لیلة فلما رکع مکث فی سورة البقرة یقول فی رکوعه سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریا، والعظمة.

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک رات کو نماز پڑھنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑا ہوا۔ جب آپ ﷺ نے رکوع کیا رکوع میں بقدر سورۃ الفراء (پڑھنے) کے ٹھہرے رکوع میں کھڑے رہے سبحان للہ العجوت والملکوت والکبرياء والعظمة آپ کے قدم رت اور منکلت والا اور شان و شوکت اور عظمت والا۔ حدیث میں جس نماز کا ذکر ہے وہ نماز تھوکی تھی۔

نوع آخر منہ

رکوع میں ایک اور ذکر کا بیان

احمر بن عمرو بن عقی قال حدثنا عبد الرحمن بن مہدی قال حدثنا عبد العزیز بن ابی سہمۃ قال حدثنا عیسیٰ النخعی عن ابن سہمۃ عن عبد الوہب عن الاحمر عن عبد اللہ بن ابی رافع عن علی بن ابی طالب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا رکع قال اللهم لک رکعت ولک اسلمت وبک انت خشیع لک سمعی وبصری وعظمی ومخی وعصی۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع کرتے تو یہ ذکر پڑھتے انہم لک رکعت الخ یا انہی میں سے تیرے واسطے رکوع کیا اور تیرے واسطے یہ ذکر پڑھنا اور میں نے تیرے تمام حکام مان لئے بعد از ہوا تیرے واسطے میرے کان اور میری آنکھ اور میری ہڈیاں اور میرا دل اور میرے ہڈیے۔

نوع آخر

ایک اور ذکر کا بیان

احمر بن یحییٰ بن عثمان الحمصی قال حدثنا ابو حنیفۃ قال حدثنا شعبہ عن محمد بن النکدر عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا رکع قال اللهم لک رکعت وبک انت ولک اسلمت وعلیک نو کملت انت دسی خشیع سمعی وبصری ودمی ولحمی وعظمی وعصی اللہ رب العالمین

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ ﷺ رکوع کرتے تو یہ کلمات پڑھتے انہم لک رکعت الخ اے اللہ میں نے تیرے واسطے رکوع کیا اور تیرے واسطے میں نے ہوا اور توکل کیا تو میرے رب ہے فاترئی کو غافل کیا ہے کان اور میری آنکھ اور میرے خون اور میرے گوشت اور میری ہڈیاں اور میرے ہڈیے نے تیرے واسطے ہوا آمین کے واسطے۔

اعبرنا بحیثی من عثمان فان حدث ابن حنیو قال حدثنا شعب بن ثعلبہ بن المسکد و ذکر آخر
لیس عن عبد الرحمن الاعرج عن محمد مسلمة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا قام يصلي
نطوعا بقول: ذا رقع المليم لك و كعت و بك امت و لك سمعت و غيبك فو كعت و بي خلع
سمعی و مصری و نحمی و دمی و محی و عصی و ربنا عسی

حضرت محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت نفل نماز پڑھتے تو رقع میں یہ دعا پڑھتے
المليم لك و كعت و بك امت

باب الرخصة في ترك الذكر في الركوع

روى عن آخر جرحور دینے کا ہرگز نہ کیا

اعبرنا فقیہ قال حدثنا یکر من مصر عن ابن عجلان عن عی بن یحیی الزرقانی عن ابیہ عن عمہ
وفاعیہ رافع و کن بنویا قال کان مع رسول الله صلى الله عليه وسلم د دخل رجل فی المسجد فصلى
ورسول الله صلى الله عليه وسلم يرفعه ولا يشعر به انصرف فاني رسول الله صلى الله عليه وسلم فسلم
عليه فرد عليه السلام ثم قال ارجع فصل فانك لم تصل قال لا أدري في الثانية ارفعي الخافه قال والذى
انزل عليك الكتاب لقد جهدت فمضيت و ارسى فان اذا زدت الصلاة فوعده حس الوعد، ثم قوم
فما تقبل الغصة ثم كسر ثم اقموا ثم ارجع حتى تطعن و كذا ثم ارفع حتى تعدل قائما ثم اسجد حتى
تطعن ساجدا ثم ارفع رأسك حتى تطعن فاعدا ثم اسجد حتى تطعن ساجدا فاد صنت ذلك فقد
قضيت صلاتك و ما انتقصت من ذلك فاما نفسه من صلاتك

حضرت دافع بن الزاوی رحمہ اللہ سے مروی ہے اور وہ بدلتے تھے کہ تم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اللہ تعالیٰ سے ایک آدمی
سجد میں داخل ہو جائے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھ رہے تھے اور وہ نہیں جانتا تھا کہ حضور ﷺ اس
کی طرف دیکھ رہے تھے پھر نماز سے فارغ ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور سلام کیا حضور ﷺ نے اس کے سلام کا جواب
دیا پھر فرمایا نماز کا اعادہ کر کیونکہ تو نے نماز میں چڑھی اس شخص نے دوسری تیسری یہی کی کہ اس خدا کی قسم میں نے اب
پر کتاب ہمارے حق سے تو نے بہت کوشش کی اس سے بھڑک کر میں نہیں جانتا آپ مجھے تکلیف دی حضور ﷺ نے فرمایا جب تو
نماز کا ارادہ کرے تو خوب بھی طرح و شمار کر پھر تہجد و رکعت پڑھ کر پھر تہجد و رکعت پڑھ کر پھر تہجد و رکعت پڑھ کر
رکوع سے سر خم کیا تک کہ سیدھا کھڑا ہو جائے پھر اطمینان سے تہجد و رکعت پڑھ کر پھر تہجد و رکعت پڑھ کر پھر تہجد و رکعت پڑھ کر
اطمینان سے دوسرا تہجد و رکعت پڑھ کر پھر تہجد و رکعت پڑھ کر پھر تہجد و رکعت پڑھ کر پھر تہجد و رکعت پڑھ کر

اپنی نماز میں سے انھیں کر ڈالا۔

تشریح: امام ہنسالی نے اس حدیث سے اپنے قول پر استدلال اس طرح سے کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو اطمینان سے رکوع کرنے کا حکم دیا مگر رکوع میں تسبیح کا حکم نہیں دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رکوع میں تسبیح ضروری نہیں اس کے چھوڑ دینے سے نماز باطل نہیں ہوتی یہی قول مسطور علاء کا ہے چنانچہ اسلوا دینی نے لکھا کہ رکوع اور سجدے میں تسبیح سنت ہے واجب نہیں بلکہ مذہب امام مالک، امام یوسف، امام شافعی اور مسطور علاء و ترمذی کا ہے مگر امام احمد اور کثرہ حدیث میں سے ایک فریق کا قول ہے کہ رکوع اور سجدے میں تسبیح واجب ہے ان حضرات نے حدیث ”فقط عسوا لیسہ التوب“ سے استدلال کیا ہے یہ حدیث چھپے عنوان کے تحت نثر و بکلی ہے اس میں بصورت اسرار رکوع میں تسبیح کا حکم دیا گیا ہے نیز ارشاد نبوی ”صلوہ کما رایتہمونی اصلہی“ سے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا انظار احتیاج پر محمول ہے اور یہ سجدہ واجب پر حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے جب اس شخص کو کیفیت قرآن کی تعلیم دی تو آپ ﷺ نے اس کو تسبیح کا حکم نہیں دیا اور اگر تسبیح واجب ہوتی تو ضرور اس کو تسبیح کا حکم بھی فرماتے۔ (امامی الاحیاء: ۳/۲۶۱)

یاد رہے کہ حدیث باب میں جس شخص کے بے اعتدالی اور ناپرواہی سے نماز پڑھنے کا ذکر آیا ہے اس کا نام شاریفین نے غلام بن رافع بیان کیا ہے جو راوی حدیث علی بن یحییٰ کا دادا ہے اور اس کا ذکر صراحت کے ساتھ ابن ابی شیبہ نے روایت میں کیا ہے انہوں نے بروایت عبد بن العوام از محمد بن عمر و از علی بن یحییٰ از زہراء اس طرح بیان کیا ہے ”ن خلدن او غسل المسجد الحدیث“۔

باب الامر باتمام الركوع

بیان میں اس امر کے کہ رکوع پورا کیا کرو

اخبرنا محمد بن عبد الاعلی قال حدثنا خالد قال حدثنا شعبه عن قتادة قال سمعت ابا عبد الله عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اتموا الركوع والسجود اذا رکعتم وسجدتم۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے امیر بن مالک رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ سے یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے لوگوں! جب تم رکوع اور سجدہ کرو تو پورا رکوع اور سجدہ کیا کرو۔

تشریح: تمام رکوع اس صورت میں ہوگا جبکہ رکوع میں تین مرتبہ ”سبحان ربی العظیم“ کہے اس کا بیان حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو اپنے رکوع میں تین بار ”سبحان ربی العظیم“ کہے تو بیشک اس کا رکوع پورا ہوا و ذلک ادعاء (یعنی کمال سنت کا اور فی وجہ تین بار ہے) اور جب سجدہ کرے تو تین بار سبحان ربی العظیم کہے و ذلک ادعاء۔ بعض شارحین ہدایہ نے کہا کہ ذلک ادعاء کی تفسیر کا مرجع رکوع یا

تجدد ہے یعنی تین مرتبہ تسبیح کے برابر رکوع یا ادنیٰ مرتبہ ہے ہاں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس قدر اعتدال رکوع میں واجب ہے اور یہ جو معتدل ہے کہ ادنیٰ مقدار اعتدال کی ایک تسبیح ہے تو یہ ماسوائے رکوع اور تجدد کے ہے کیوں کہ ہر دو تجدد کے درمیان مثلاً کوئی رکن مفروض نہیں رکھا گیا جیسے رکوع اور تجدد رکن مفروض ہے بلکہ یہ جملہ دونوں تجدد کے تحقق ہونے کے لئے ہے یہ اس صورت میں ہو گا جب ایک سجود سے سر اٹھا کر اتنا اطمینان اور اعتدال کر لے اور تسبیحات سنت ہیں اور تین تسبیحات کہہ اٹھا رہے تاکہ اس سنت سے فرض رکوع کی مقدار کامل ہو جائے۔ واللہ اعلم

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث مذکور کا ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

باب رفع الیدین عند الرفع من الركوع

رکوع سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کا بیان

احمرنا مسعود بن نصر قال انما عبد الله بن العمارك عن قيس بن مسلم الغنمري قال حدثني علفمة بن رائل قال حدثني امي قال صحبت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فرايت يرفع يديه اذا انتجع الصلاة واذا ركع واذا قال سمع الله امن حمده هكدا وانما قيس الى نحو الاولين

حضرت واکل بن جبر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی جس میں نے آپ ﷺ کے رکوع کو دیکھا کہ دونوں ہاتھ اٹھاتے جبکہ نماز کو شروع فرماتے اور جب رکوع کرتے اور جب سجود اٹھانے کو کہتے تو اسی طرح دونوں ہاتھ اٹھاتے اور راوی حدیث میں نے اشارت سے بتایا کہ دونوں کانوں (کیلو) کے قریب تک اٹھاتے تھے۔

تشریح رفع یدین کے متعلق فعلی بحث پیچھے اپنی جگہ پر گزر چکی ہے نام ٹھاونے اپنی ہتھ سے وغیرہ میں مقسم کی روایت سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعی سے واکل بن جبر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے حوالہ سے عرض کیا کہ انہوں نے نبی ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھا جبکہ آپ ﷺ نماز شروع کرتے اور جبکہ رکوع کرتے اور جبکہ رکوع سے سر اٹھاتے تو حضرت ابراہیم نے جواب دیا کہ واکل بن جبر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے وقت ایک مرتبہ رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو یہ شاہین مسعود رضی اللہ عنہ نے یہاں مرتبہ دیکھا ہے کہ حضور ﷺ رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اس کی سند صحیح ہے۔

باب رفع الیدین حذو فروء الاذنین عند الرفع من الركوع

رکوع سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھوں کو دونوں کانوں کے اوپر والے حصے تک اٹھانے کا بیان

احمرنا اسماعیل بن مسعود قال حدثنا یزید و هو بن زریع قال حدثنا معبد عن قتادة عن نصر بن

جیسے گل و بلبل یہ کہ جسے متعلق حد نہیں تھا وہ دہائی میں کہ جب حضور ﷺ دونوں ہاتھ اٹھا کر اپنی پٹلی کی پشت کندھوں کے متعلق رہی اور انگلیوں کے سران کو کانوں کے برابر رکھا اور یہ یعنی ہاتھ دونوں کے مجامعہ کو کہتے ہیں تو بغیر تفصیل کے بعض راویوں نے اس پر کوہودیت کہہ دیا اور بعض نے دوسری کو تو دراصل دونوں حدیثوں میں کوئی اختلاف نہیں۔

ابن العربی نے کہا کہ متعلق صدر تک ہاتھ اٹھانے کا جس روایت میں ذکر آیا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں اب رہا کندھے اور کان تک ہاتھ اٹھانے کا امر تو اسے صحیح بخاری و مسلم کی روایات میں نقل کیا گیا ہے اس لئے وہی کامل اعتبار ہے اور دونوں میں جمع کی صورت یہ ہے کہ انگلیوں کے سروں کو کانوں سے عذقی کرے اور پٹلی کے حصے کو کندھوں سے عذقی کرے اس طرح سے دونوں حدیثوں کی روایت میں تطبیق دی جاسکتی ہے۔ (امامی الاحیاء: جلد ۲)

اور غیر تحریر کے علاوہ باقی جگہوں میں رفع یہ بین کا کیا حکم ہے اس کی پوری وضاحت پیچھے کر رہیں گے۔

الرخصة فی ترک ذلک

ترک رفع یدین کی رخصت کا بیان

اخبرنا محمود بن عیسیٰ بن العروزی قال حدثنا وکیع قال حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علفیة عن عبد الله انه قال (اصلى بكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلی فكم برفع یدیه لامرة واحدة).

حضرت بلال روایت کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ آپ نے کہا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز کی طرح نماز پڑھاؤں پس نہیں۔ نے نماز پڑھاؤں اور انہوں نے ہاتھ نہیں اٹھائے مگر یکہ بار۔

تشریح اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے اور ابن حزم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اس سے مسلک حنفیہ کی تائید ہوتی ہے کہ رفع یدین غیر اختیاری کے وقت کے علاوہ باقی جگہوں میں ترک کر دیا گیا ہے جب عیسا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ صرف ایک بار بغیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھائے پھر نہیں اٹھائے لیکن بعض محدثین نے اس حدیث پر اعتراض کیا ہے اعتراض اور اس کا جواب پیچھے عنوان "باب العمل فی الصلوة" کے تحت دیا گیا ہے۔

باب ما یقول الامام اذا رفع رأسه من الركوع

امام جب رکوع سے اٹھائے تو کیا کہے

اخبرنا سید بن نصر قال انہما عبد الله عن مالک عن ابن شہاب عن سالم عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا اتمج الصلاة رفع یدیه حذو منكبيه واذا کبر لف رکوع واذا رفع رأسه من

الرکوع رفعهما كذلك ايضا وقال سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد وتكمن لا يفعل ذلك هي المسجد.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھ کندھوں کے مقابل اٹھاتے اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے اور جب رکوع سے اٹھاتے اسی طرح دونوں ہاتھ اٹھاتے اور "سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد" کہتے اور تہجد میں دونوں ہاتھ کبھی اٹھاتے تھے۔

اخبرنا اسحق بن ابراهيم قال حدثنا عبد الرزاق قال حدثنا معمر عن الزهري عن ابي سلمة عن ابي هريرة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رفع رأسه من الركوع قال اللهم ربنا ولك الحمد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب رکوع سے اٹھاتے تو "اللهم ربنا ولك الحمد" کہتے۔

تشریح: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں "سمع الله لمن حمده" کہنے کو نقل نہیں کیا ان کی روایت بخاری و مسلم میں موجود ہے کہ اس میں دونوں ذکر سمیع و تحمید کہنے کو روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ دونوں ذکر کو جمع کرتے تھے کیوں کہ "سمع الله لمن حمده" امام کے وظائف میں سے ہونے پر سب کا اتفاق ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں تو مسئلہ "سمع الله لمن حمده" کا چونکہ بالکل ظاہر ہے اس لئے روایت حدیث نے اس کو چھوڑ دیا البتہ امام "سمع الله لمن حمده" کے ساتھ "ربنا ولك الحمد" بھی کہے گا یہ نہیں اس میں کوئی اختلاف ہے جس کی تفصیل پیچھے ملاحظہ فرمائیے۔

باب ما يقول المأموم

بیان میں اس بات کے کہ مقتدی کیا پڑھیں

اخبرنا هناد بن السرى عن ابي عبيدة عن الزهري عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم سطا من فرس عني شقه اليمين فدخلوا عليه يعرضونه فحضرت الصلاة فلما قضى الصلاة قال اما جعل الامام ليؤتم به فاذا ركع فركعوا واذا رفع فارفعوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا ولك الحمد.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ گھوڑے سے ادا ہنسی کر دت پر گر پڑے پس صحابہ حضور ﷺ کی حال پری کے لئے گئے وہاں نماز کا وقت ہو گیا جب نماز پوری کر چکے فرمایا، م صرف اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جاوے جب رکوع کرے تو بھی رکوع کرے اور جب اٹھے تو بھی اٹھے اور جب "سمع الله لمن حمده" کہے تو تم "ربنا ولك الحمد" کہو۔

اخبرنا محمد بن سلمة قال انبانا بن القاسم عن مالك قال حدثني نعيم بن عبد الله عن علي بن يحيى الزرقاني عن ربيعة بن رافع قال كنا يومنا نصلي وراء رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما رفع رأسه

من الركعة قال سمع الله لمن حمده قال رجع وراءه ولنگ الحمد حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه لئلا
انصرف رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من أتمتكم أنا فقال الرجل لا يا رسول الله قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم لقد آتيت بضعة وثلاثين مدكاً يندرونها بهم يكتفون أولاً

حضرت دقان بن رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک دن رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب آپ ﷺ نے
رکوع سے سر اٹھایا "سمع الله لمن حمده" کہا ہی وقت یکہ آپ نے آپ کے پیچھے کہا "ربنا ولك الحمد حمداً
كثيراً طيباً مباركاً فيه" جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے میں نے کلمات پڑھتے ہو اور ان تمام شخص
نے کہا رسول اللہ میرے پاس فرما رہے ہیں کہ تم میں سے زیادہ فرشتے رکعت کی تکمیل کرتے تھے ان میں سے
کون ان کلموں کا ثواب سب سے پہلے لے۔

باب قوله ربنا ولك الحمد

"ربنا ولك الحمد" کہنے کی فضیلت کا بیان

اخبرنا قتيبة عن مالك عن سبي عن ابي صالح عن ابي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
قاني اذا قال الامام سمع الله لمن حمده لقروا ربنا ولك الحمد فان من والقر قوله قول الملائكة غفر له
ما تقدم من ذنبه.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب "سمع الله لمن حمده" کہتا ہے تو
"ربنا ولك الحمد" کہو بات یہ ہے کہ جس کا کہن فرشتوں کے کہنے سے ساقی پڑو تو ان کے گناہ معاف ہو جائے
یہ۔

اخبرنا اسماعيل بن مسعود قال حدثنا خالد قال حدثنا سعيد عن قتادة عن يونس بن جابر عن
حطبان بن عبد الله انه حدثه انه سمع ابا موسى قال ان نبي الله صلى الله عليه وسلم خطبنا وبين لنا سنتنا
وعلمنا صلاحنا فقال اذا صليتم فاقبوا صفوفكم ثم ليؤمكم احدكم فاذا كبر الامام فكبروا واذا قرأ غير
استمعوا وعليهم ولا الضالين فقولوا آمين بحمك الله واذا كبروا كبروا فكلوا فان الامام يركع
فبكم ويرفع قال نبي الله صلى الله عليه وسلم فقلك بقلك واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم
ربنا ولك الحمد يسمع الله لكم فان الله قال على لسان نبيه صلى الله عليه وسلم سمع الله لمن حمده
فاذا كبروا وسجدوا فكبروا واسجدوا فان الامام يسجد فبكم ويرفع فقلك قال نبي الله صلى الله عليه وسلم
فقلك بقلك فاذا كان عند القعدة فقلك من قول قول احدكم التحيات الطيبات الصلوات في سلام

علیک ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ سلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین الشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبده ورسوله صبح کلمات وہی تحبہ الصلاة۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ہمیں وعظ فرمایا اور ہمارے واسطے سنتیں بیان کیں اور ہمارے نماز کی تعلیم دی فرمایا جب تم نماز پڑھتے گلو تو اپنی منوں کو درست کر اور تم میں سے ایک شخص امام ہو جب امام بخیر کے وقت بھی بخیر کہو اور جب "غیر المصطرب علیہم ولا الضالین" پڑھتے تم آمین کہو اللہ تمہاری دعا قبول کرے گا اور جب اللہ اکبر کہو اور رکوع کرے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور رکوع کرو امام تم سے پہلے رکوع کرتا ہے اور تم سے پہلے اٹھتا ہے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا اس کے مقابلہ میں ہے اور جب "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو "اللھم ونا و لک الحمد" کہو اللہ تمہاری دعا قبول کرے گا چنانچہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی زبان فرمایا "سمع اللہ لمن حمدہ" قبول کی اللہ نے اسے اس شخص کے جس نے اس کی تریف کی پھر جب اللہ اکبر کہے اور حمد کرے تم بھی اللہ اکبر کہو اور حمد کرو امام پہلے حمد کرتا ہے اور پہلے اٹھتا ہے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا اس کے مقابلہ میں ہے اور جب تم قصہ کی حالت میں ہو تو ہر شخص کا دل قوس یہ ہونا چاہئے کہ "الصالحات الطبیات الصلوٰت" ۲۴ آخر سات کلمات ہیں اور یہ نماز کا تحیر ہے۔

قدر التیام بین الرفع من الركوع والسجود

رکوع اور سجدہ سے اٹھنے کے درمیان کس قدر ڈھیر ناچاہئے اس کا بیان

احمرنا یعقوب بن ابراہیم قال حدثنا علی بن ابی شیبہ عن المحکم عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان رکوعہ اذا رفع رأسہ من الركوع وسجودہ وما بین السجدةین فریحا من السواء۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا رکوع اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور آپ ﷺ کا سجدہ و آپ ﷺ کا سجدہ ان کے درمیان نہایت سب قریب یا برابر ہوتے تھے۔

تشریح: "قرباً من السواء" کا مطلب یہ ہے کہ رکوع اور سجدہ اور قوس اور جلسہ سب مقدمہ اوقات میں قریب قریب برابر ہوتے تھے۔ (قالہ علامۃ الطہیین)

بعض حضرات نے کہا کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ کی حدیث میں "قرباً من السواء" کی یہ مراد نہیں کہ حضور ﷺ بقدر قیام رکوع کرتے اور اسی طرح سجدہ اور اعتدال کرتے تھے بلکہ یہ مراد ہے کہ حضور ﷺ کی نماز شتارب اور متناسب ہوتی تھی پس جس وقت حضور ﷺ قرات کو طویل کرتے تو باقی ارکان کو طویل کرتے اور جس وقت قرات اچکی کرتے تو باقی ارکان کو بھی مختصر کرتے چنانچہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے فجر کی نماز میں سورۃ صافات پڑھی اور سنن کی کتابوں میں حضرت

اُس ﷺ کی روایت سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ کے کندے کا اندازہ صحابہ نے ہتھکڑوں قیامت کے کیا یعنی قحیٰ درمیں جمہ کر کے صوبہ کہتے ہیں ہم اتنی درمیں دس قیامت پڑھ لیتے اور دس قیامت سے کم کو اس صورت پر محمول کیا ہے جسے جگر سوزہ صفات کے علاوہ کوئی اور مختصر سوزہ پڑھتے جیسے کہ سنن کی روایات میں نین مرتبہ قیامت کا ذکر آیا ہے اور بعض حضرات نے کہا کہ حضرت براد بن عازب رضی اللہ عنہ کے قول "قرباً من السواء" کا مطلب یہ ہے کہ ہر کن تیر بار بار پڑھتا تھا چنانچہ یہی رکعت کا قیام تیر بار ہر رکعت کے دو کوں برابر ہوتا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتح الملہم: ۸۷/۲) بذل المجہود

باب ما یقول فی قیامہ ذلک

اپنے اس قیام میں کیا پڑھتے تھے اس کا بیان

اخیرنا ابو ذؤد مسلم بن سیف النحرانی قال حدثنا سعید بن عامر قال حدثنا هشام بن حسان عن قیس بن سعد عن عطیہ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قال سمع اللہ لیس حمدا قال اللهم ربنا لک الحمد ملء السموات وملء الارض وملء ما شئت من شئی بعد.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جس وقت "سمع اللہ لمن حمده" کہتے تو یہ دعا پڑھتے "اللهم ربنا لک الحمد الخ" یا الہی پروردگار ہمارے آسمانوں اور زمین کے ہر قطرہ تعریف تیرے واسطے ہے اور ہتھکڑی ہر نے اس چیز کے کہ تو چاہے کسی چیز سے بعد آسمانوں اور زمین کے یعنی ہتھکڑی ہر نے عرش اور کرسی کے تعریف تیرے واسطے ہے۔

اخیرنی محمد بن اسماعیل بن ابراہیم قال حدثنا یحییٰ بن ابی بکیر قال حدثنا ابراہیم بن نافع عن وہب بن منبہ عن العدنی عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد المسجود بعد الرکعة یقول اللهم ربنا لک الحمد ملء السموات وملء الارض وملء ما شئت من شئی بعد.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب رکوع کے بعد سجود کا ارادہ فرماتے تو یہ دعا پڑھتے "اللهم ربنا لک الحمد الخ"۔

اخیرنی عمرو بن ہشام ابو امیہ البحرانی قال حدثنا مخلد عن سعید بن عبد العزیز عن عطیہ بن قیس عن قزعة بن یحییٰ عن ابی سعید ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول حبیب یقول سمع اللہ لمن حمده ربنا لک الحمد ملء السموات وملء الارض وملء ما شئت من شئی بعد اهل السماء والمجد غیر ما قال العبد وکلنا لک عبد لا مانع لما اعطیت ولا ینفعنا لک الجحد.

حضرت ابوسمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت "سمع اللہ لمن حمده" کہتے تو پڑھتے "ربنا لک

الحمد تلخ " اس بات پر رب آسمانوں اور زمین بھری ہوئی تعریف تیرے واسطے ہے اور عرض بکری بھری ہوئی تعریف " اسے نوز در زمین کے بعد اسے تعریف اور عظمت کے لائق خدا بندے نے جو کچھ کہا تو اس سے زیادہ لائق ہے اور ہم سب تیرے بندے ہیں اس چیز کو کوئی روکنے والا نہیں جو تو نے عطا کی اور دولت مند کو تیرے عذاب سے اس کی دولت مندی فائدہ نہیں دے سکتا۔

اخیرنا حمید بن مسعدة قال حدثنا شعبه عن عمرو بن مرة عن ابي حمزة عن رجل من بني عبيس عن حذيفة انه سئل مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات ليلة فسمعه حين كبر قال الله اكبر ذا الجبروت والملکوت والكبرياء والعظمة وكان يقول في ركوعه سبحان ربی العظیم واذا رفع رأسه من الركوع قال لوی الحمد لوی الحمد والی سجودہ سبحان ربی الاعلیٰ وبین السجدتین رب اغفر لی رب اغفر لی وکن فیما یرکعہ واذا رفع رأسه من آخر رکوع وسجودہ وما بین السجدتین قریباً من السواء .

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک رات کو نماز پڑھی جس وقت آپ ﷺ نے تکبیر کی میں نے آپ سے یہ پڑھتے سنا "اللہ اکبر ذا الجبروت والملکوت والكبرياء والعظمة" اور رکوع میں کہتے تھے "سبحان ربی العظیم" اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو کہتے "لوی الحمد لوی الحمد" اور بعد میں کہتے "سبحان ربی الاعلیٰ" اور دونوں سجدوں کے درمیان "رب اغفر لی رب اغفر لی" کہتے اور حضور ﷺ کا قیام اور رکوع اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور حضور ﷺ کا کعبہ اور دو سجدوں کے درمیان کا جسے سب آریب قریب پر پڑھتے تھے۔

باب القنوت بعد الركوع

رکوع کے بعد قنوت کا بیان

احمد بن اسحق بن ابرہیم قال حدثنا جویہ عن سليمان التيمي عن ابي معمر عن انس من مالک قال فاست رسول الله صلى الله عليه وسلم شهراً بعد الركوع فیدعو علی وعل وذاکون وعصی عصت الله ورسوله .

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رکوع کے بعد ایک نہین قنوت پڑھی جو دعا کرتے تھے چند قیلول یعنی رکوع اور دوکان اور عصی پر انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تھی۔

تشریح: قنوت کا لفظ مختلف معانی پر مستعمل ہوتا ہے جیسے دعا اور ہدایت و شروع دینیہ و طول قیام و سکوت و طاعت و سلوٰۃ ان میں سے جس معنی کا لفظ حدیث احتیال رکھتا ہو وہی معنی مراد لگا دیا جائے گا یعنی میں ہے پھر قنوت کی دو قسمیں ہیں قنوت نازل اور قنوت در نماز نہ پائی جہاں قنوت نازل کا حکم بیان کر رہے ہیں اور قنوت در نماز کیاں آگئے گا نازل میں خفیہ کے یہاں بھی

قوت جد ہو کر ہے اس قوت نازل کا تھمہ مشہور ہے کہ ستر (۷۰) آدمی تیغ کے لئے روانہ فرمائے تھے اور مل دوکان جو مقام تھے انہوں نے عہد توڑ دیا جب یہ بھی کہ انہوں نے سمجھا کہ ہم پر چڑھائی کرنے آئے ہیں مسلمانوں کے امیر نے کہا کہ ہم تم سے نہیں لڑیں گے بلکہ تم کو جو تمہارے گروہ لوٹ دے گا اسے اور تمام صحابہ کو سوائے ایک کے شہید کر دیا ان کی موت پر حضور اکرم ﷺ بہت غمگین ہوئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ان قبیلوں والوں پر میرے ہر تک حضور ﷺ بدامان فرماتے رہے۔

باب القنوت فی صلاة الصبح

صبح کی نماز میں قنوت کا بیان

اخبرنا قتيبة قال حدثنا حماد عن ايوب عن ابن سيرين ان ابي مالک سئل هل قنوت رسول الله صلى الله عليه وسلم في صلاة الصبح قال نعم فليل له قبل الركوع او بعده قال بعد الركوع.

حضرت ابن سيرین کہتے ہیں کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا یہ کیا رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز میں قنوت پڑھی تھی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں پھر ان سے پوچھا تیار کوغ سے پہلے یا کوغ کے بعد انہوں نے یہ کوغ کے بعد۔

اخبرنا اسماعيل بن مسعود قال حدثنا بشر بن المفضل عن جونس عن ابن سيرين قال حدثني بعض من صلى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة الصبح فلما قال سمع الله لمن حمده في الركعة الثانية قام منهبة.

ابن سيرین کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح کی پڑھی ان میں سے بعض نے مجھ سے یہ ان کیا کہ جب دوسری رکعت میں حضور ﷺ نے "سمع الله لمن حمده" کہا تو تھوڑی دیر ٹھہرے۔

اخبرنا محمد بن منصور قال حدثنا سفيان قال حفظناه من الزهري عن سعيد عن ابي هريرة قال لما رفع رسول الله صلى الله عليه وسلم رأسه من الركعة الثانية من صلاة الصبح قال اللهم انج الوليد بن الوليد واصله بن هشام وعياض بن ابي ربيعة والمستضعفين بمكة اللهم اشد وطاكك على مصر واجعلها عليهم منين كسني يوسف.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز میں دوسری رکعت کے دو رکعت سے سر اٹھا تو فرمایا اے اللہ تجاہد دے دیر بن ولید کو اور سلیم بن هشام کو اور عیاض بن ابی ربیعہ کو اور مکہ کے کثرہ مسلمانوں کو اے اللہ تو مسافر پر رحمت عذاب نازل کر اور یتیم اب ان پر اس طرح اتار کہ ان پر سرت برس کا بڑا حق مسطر رحیم کہ یوسف علیہ السلام کے وقت میں اہل مصر پر رائج ہوا تھا۔

اخبرنا عمرو بن عثمان قال حدثنا بقية عن ابن ابي حمزة قال حدثني محمد قال حدثني سعيد بن

المصیب و ابو سلمة بن عبد الرحمن ان امامہ ہرے کان یحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یدعو فی الصلاة حين یقول سمع اللہ لمن حمده وتناولک الحمد لم یقول وهو قائم قبل ان یسجد اللهم اسج الولید بن الولید وسلمة بن هشام وعیاش بن ابی ربيعة والمستضعفین من المؤمنین اللهم اشد وعلتک علی مصر و اجعلها علیہم کسفی یوسف ثم یقول اللہ اکبر لیسجد وضاحیة مصر یومئذ محالون لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دعا کرتے تھے جس وقت آپ "سمع اللہ لمن حمده و تناولک الحمد" کہتے پھر حمد کرنے سے پہلے قیام کی حالت میں کہتے یا الی الی وید اور سلم بن ہشام اور عیاش بن ابی ربيعة کو نجات دے اور مؤمنوں میں جو لوگ کمزور ہیں ان کو بھی نجات دے یا الی الی قوم مسخر و تحت مذاب میں جو کہتے اور یوسف علیہ السلام کے وقت میں جس طرح اہل مصر قحط کے مات مائلوں میں جک ہو گئے تھے اسی طرح تو مسخر پر قحط رسولی مسطر فرما دینے پھر کہتے اللہ اکبر پھر حمد کرتے اور اسی زمانے میں قوم مصر میں سے دیہاتی لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکالے تھے۔

باب القنوت فی صلاة الظهر

ظہر کی نماز میں قنوت کا بیان

اخبرنا سليمان بن سلم البلخي قال حدثنا انا هاشم عن يحيى عن ابي سلمة عن ابي هريرة قال لاقرين لكم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فكان ابو هريرة يفتي في الركعة الأخيرة من صلاة الظهر وصلاة العشاء الأخيرة وصلاة الصبح بعد ما يقول سمع الله لمن حمده فيدعو للمؤمنين ويلعن الكفرة۔

ابو سلمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا ایہذا میں تم کو اپنی نماز پڑھا کر دکھاؤں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے یا سلمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ظہر کی آخری رکعت میں درمشاء کی آخری رکعت میں اور فجر کی نماز میں "سمع اللہ لمن حمده" کہنے کے بعد قنوت پڑھتے تھے، دشمنوں کے واسطے دعا کرتے اور کافروں پر بدعا کرتے تھے۔

باب القنوت فی صلاة المغرب

مغرب میں قنوت کا بیان

اخبرنا عبد الله بن سعيد عن عبد الرحمن بن عمار عن شعبة عن عمرو بن مرة ح و اخبرنا عمرو بن

علیٰ قال حدثت یحییٰ عن شعبۃ وسقیان قالا حدثنا عمرو بن مرة عن ابن لیث عن البراء بن عازب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقت فی الصبح والمغرب وقل عبد اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ نبی ﷺ صبح اور مغرب کی تہذیبی قوت پڑھتے تھے۔

باب لعن فی القنوت

قنوت میں لعنت کا بیان

احمر بن محمد بن العتبی قال حدثنا ابو الدرداء قال حدثت شعبۃ عن قتادة عن انس عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنت شہرا قال شعبۃ عن رجل قال قال هشام بن عمار عن انس عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنت شہرا یلعن رجلا وذلک ان ولحیان۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مہینہ رکوع کے بعد قنوت پڑھی شہر تکتے ہیں کہ اس قنوت میں کچھ قول پڑھتے فرماتے تھے اور شہر تکتے ہیں کہ عرب کے ہند قبیلوں پر یہ کہہ فرماتے۔ ہے پھر اس کو چھوڑ دیا یہ کہ ہر رکوع کے بعد شعبۃ نے قنوت پڑھا اور انس بن مالک نے قنوت پڑھا کہ میں ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قنت شہرا یلعن رجلا وذلک ان ولحیان پر بدعا کرتے تھے۔

باب لعن المنافقین فی القنوت

قنوت میں منافقین پر لعنت کرنے کا بیان

احمر بن اسحق بن ابراہیم قال سنان بن عبد الوہاب قال حدثنا معمر بن الزہری عن سالم بن ابیہ عن سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم حين رفع رأسه من صلاة الصبح من الركعة الاخرة قال اللهم اني فلانا وفلانا يدعونني ادنس من المنافقين فانزل الله عز وجل ليس لك من الامر شيء الا يتوب عليهم اربعهم

فاحم ظالمون

حضرت سالم بن ابیہ سے روایت کرتے ہیں ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے سنا کہ کسی وقت حضور ﷺ صبح کی اور پھر رکعت کے رکوع سے ہم اٹھتے تو اس طرح کی بدعا فرمائی یا اے اللہ تعالیٰ اور لوگوں پر لعنت کر دے۔ کہتے تھے ہم لوگوں پر منافقین میں سے جس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتری "لیس لك من الامر شيء الا يتوب عليهم اربعهم ظالمون"

کو کسی کے مسلمان ہونے یا کافر رہنے کے متعلق خود کوئی غرض نہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان پر یا تو (دانت سے) متوجہ ہو جائیں یا ان کو (دنیا یا جہنم) کوئی سزا دیدیں کیوں کہ وہ ظلم بھی بڑا کر رہے ہیں۔

ترک القنوت

قنوت چھوڑ دینے کا بیان

اخبرنا سحوق بن ابی اریحہ قال ابانا معاذ بن هشام قال حدثنی اسی عن قتادة عن اسیر بن یسری عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنوت شہر ابیدعو علی حمی من اعیاء العرب ثم شرک حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ حنین میں اللہ تعالیٰ نے ایک مہینہ تک قنوت پڑھنے پر بھی عرب کے کچھ قبائل پر بڑا عذاب فرماتے تھے پھر ان کو چھوڑ دیا۔

اخبرنا خبیب بن حنف و هو ابن حنیفة عن اسی مالک الاشجعی عن ابیہ قال صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یفت و صلیت خلف ابی بکر فلم یفت و صلیت خلف عمر فلم یفت و صلیت خلف عثمان فلم یفت و صلیت خلف علی فلم یفت ثم قال یاسی ابیہ بدعة۔

یہ مالک اشجعی نے ابو طارقی بن اشیم سے روایت کرتے ہیں ان کے والد نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی آپ ﷺ نے قنوت نہیں پڑھی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے قنوت نہیں پڑھی اور عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے قنوت نہیں پڑھی اور عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے قنوت نہیں پڑھی اور علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے قنوت نہیں پڑھی پھر فرمایا اے میرے بیٹے قنوت بدعت ہے۔

تشریح اوپر کے ابواب کے تحت کی روایات سے چار تہ زوں یعنی خبر ظہر و مغرب و عشاء میں قنوت پڑھنے کا ثبوت ہوتا ہے بلکہ ابوداؤد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے عصر میں بھی قنوت ثابت ہوتا ہے اب روایت کے مطابق قنوت پڑھ جانے کی یا نہیں اس مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن ہر دوئی نے شافعیہ کا کج مشہور مذہب یہ نقل کیا ہے کہ اگر کوئی عادیہ بخیر آئے پیسے دشمن کا غلبہ ہو یا خطہ اور بدادہ و غیرہ کا عادیہ پیش آئے جس سے مسلمانوں کو ضرر پہنچتا ہو تو انہوں نے قنوت پڑھ کر دوزخ میں داخل ہو جائیں اور اگر ایسا کوئی عادیہ واقع نہ ہو تو پھر نہ پڑھے اور یہی قول شافعیہ کا قاضی عیاض نے بھی نقل کیا ہے چنانچہ انہوں نے کہا کہ بعض عبادت تمام نمازوں میں قنوت کو جائز قرار دیتے ہیں اس میں اہل اسلام کے لئے عذاب کرنا اور کفر پر بدعہ کرنا اور مشافہی اور طعن کا یہی قول ہے اور حنفیہ اور حنبلیہ جیسے ہیں کہ قنوت پڑھنا فجر کے ساتھ خاص ہے اسی طرح ابن قدامہ نے الحنفی میں لکھا ہے کہ اگر مسلمانوں پر کوئی عادیہ نہ نازل ہو تو اگر فجر کی نماز میں قنوت پڑھے اس کی اور اس نے تصریح کی ہے اور امام ابو حنیفہ اور غیاثی اور ثوری انہی کے قائل ہیں اور صنف کے عادیہ دوسرے فرائض میں قنوت نہ پڑھے اس کی تائید شرح الموعود

کے مضمون سے موتی ہے، ہاں اس مسئلہ پر بحث کے بعد لکھا ہے کہ حدیث کے وقت قوت کی شرطیت برابر ہوتی ہے اور سو بہ میں سے جن حضرات نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد قوت پر بھی اس کا یہی قفس ہے کہ انہوں نے حواشی کے وقت یا بھی نہیں نہ ہو ہمارا اور محمود کا ہے اور حاکم ابو نعیم اور ابن ماجہ نے فرمایا کہ یہ دن حدیث اور ہمارے کے ہمارے ایک صحیح کی نماز میں قوت نہ پڑھے لہذا اگر قوت نہ ہو تو قوت پڑے جس میں کوئی حرج نہیں کیوں کہ حضور ﷺ نے قوت پر بھی لیکن نوبت کے وقت تمام نمازوں میں قوت کا قائل تھا، میں سے سوائے امام شافعی کے کوئی نہیں تو حدیث ثانی اور صحیح مسلم کی روایت کو جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے ظہر اور مشاء میں قوت پر بھی نماز میں قوت پڑھنے کے متعلق روایت صحیح بخاری میں موجود ہے ان کو مفسرین مانتے ہیں کیوں کہ ان نمازوں میں مواظبت اور عزماء کے ساتھ قوت نہ لیں برائی تھی جسے فجر کی نماز میں حضور ﷺ نے مواظبت اور عزماء کے ساتھ مسلسل ایک مینت تک قوت پر بھی اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قوت نہ لہذا نماز فجر کے ساتھ مخصوص ہے اب یہ سوال کہ حدیث تو کہتے ہیں قوت نازل کا مل لہذا میں منسوخ ہو گیا تو فجر مخصوص ہے فجر کے قول کا کیا معنی اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں دو باتیں ہیں ایک تو عموم قلم کا منسوخ ہونا دوسرے اصل قلم کا تو حدیث کے قول کے مطابق غلبہ یہ ہے کہ عموم قلم منسوخ ہے نہ کہ اصل قلم۔ کما مہ علیہ نوح القندی (امامی الاحیاء)

یہ حال اس تفصیل مذکور سے واضح ہو گیا کہ کوئی نکتہ حادثہ واقع ہونے کی صورت میں قوت فجر حدیث کے نزدیک باقی ہے و منسوخ نہیں ہوا ہاں امام قوت فجر کا انکار کرتے ہیں کیوں کہ کسی صحیح روایت میں راہم و احترام کی کوئی تصریح نہیں لیکن اس مسئلہ میں شافعیہ اور مالکیہ کا مسلک ہمارے مخالف ہے چنانچہ ابن رشد نے البدایہ میں لکھا ہے کہ امام مالک کے نزدیک فجر کی نماز میں بطور عام قوت پڑھنا مستحب ہے اور امام شافعی کے نزدیک سنت ہے اور احناف اور حنبلیہ کے مسلک کی تفصیل پیچھے ابھی گزر چکی ہے حدیث اور حدیث کے دلائل میں سے مضبوط ترین دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس کو امام شافعی نے آخری عنوان کے تحت نقل کیا ہے دیکھئے کہ حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ کی نماز میں قوت کو بدعت قرار دیا ہے ثانی اس پر دوا لہب کو بدعت قرار دیا ہے کیونکہ اس رسم کو انہیں نے لکھا ہے اس کا جو رد تو حضور ﷺ کے دور میں تھا اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں۔

علامہ سندھی کا ارشاد

”بما لا یاسی الیہا بدعة“ کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس سے واضح ہو گیا کہ کچھ نام تک فجر کی نماز میں قوت بھی مجرود منسوخ ہو گیا یا قوت ایام حوائط و مہتاب کے ساتھ مخصوص تھی یہی قول ثانی دوسری احادیث قوت کے پیش نظر زیادہ مناسب اور درست ہے۔

حضرت انگلوہی کا ارشاد

”پ کی تشریح جو لوگ دہی اے پ قلم کی گئی ہے اس سے بھی حدیث کے وقت صحیح کی نماز میں قوت نازل کا جواز ثابت ہوتا ہے لہذا میں یہ جو ہمارے بعض علماء و محدثین کہتے ہیں کہ قوت فجر منسوخ ہے اس لئے کہ جب آیت ”تسبیح لک من الامر“

سنی الصبح "بازل بول تو غیر حضور ﷺ نے اس کو نہ ہر جامعہ ازاں ترک فرمایا (کہ یہ تو سن کا قابل اعتبار ہے کیاں کہ اس آیت میں قوت فی الخیر سے منع نہیں کیا گیا البتہ مشرکین پر لعنت سے نہ نفعت کی گئی کیاں کہ حضور ﷺ رحمت لاکھ لاکھ ہیں اور بدعت کرنا مشرکوں پر حرام نہ کہ سن میں سے کٹر لوگوں کے مقدر میں اسلام تھا پھر یہ قانون رحمت کے خلاف ہے اس بنا پر اندر عمل نہ کرنے اس آیت میں مشرکوں پر ہر جامعہ کرنے سے منع فرمایا خیر میں ترک قوت کے لئے یہ آیت زلی نہیں ہوئی اور ان بعض علماء کا قول کیوں کہ حقول ہو سکتا ہے اگر ان کے قول کو صحیح قرار دیا جائے تو پھر ہر کے لئے ایک حدیث کے تحت بھی قوت ازاں رحمت نہ ہونا چاہئے حالانکہ امام ابو حنیفہ کا مذہب اس کے خلاف ہے کہ حادثہ کے وقت قوت ملازلہ پر مہنا جائز ہے۔

حنبل کی دوسری دلیل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے کہ تم بقتہ الصبح صلی اللہ علیہ وسلم لا شہر لکم بقتہ قبل ولا بعدہ "یہ حدیث امام قسطلانی کے قولین کے خلاف ہے اس لئے انہوں نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ نہ حدیث کی سند میں اتنا مضبوطی کی قوت وداشت بخیر قوی اس لئے اس حدیث ضعیف ہے جو قابل اعتماد نہیں اس کا جوہر میں وہی وغیرہ نے یہ دیا ہے کہ حدیث ہے اسے پاس ایک مخالف تھری سند سے چلی ہے چنانچہ اس حدیث کو امام حنفیہ نے حدیث سے انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے حنفیہ سے انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے "ان انس بنی اللہ علیہ وسلم لکم بقتہ فی الفجر قط الانہما و احدکم یرى قبل ذلک ولا بعدہ بدعوا علی من من انہما کین" (مسند امام عظیم)

اس طرح ابوحیثمہ بخاری نے امام ابو حنیفہ کے طریق سے اس کو روایت کیا ہے اور اس میں اتنا زیادہ بیان پایا ہے "وانما بقتہ فی ذلک الشہر بدعوا علی" اور قاضی عمر لا شہر فی وراہن شہرہ نے اپنی سند میں امام ابو حنیفہ کے طریق سے اس کو روایت کیا ہے۔ (کھٹا فی جامع البیہد)

شیخ ابن ہمام اور شرح اربعہ صلی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے کیوں کہ اس کی سند بے غبار ہے اور اس حدیث کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ترکہ قوت پر عمل سے ہوتی ہے حالانکہ انہوں نے حدیث قوت وابت کی اور اس کی تائید حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ہوئی ہے مگر امام مسلم اور نسائی وغیرہ نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکم بقتہ بدعوا علی احیاء من احیاء العرب ثم مکرہ" "یہ حدیث بلا شک صحیح ہے تو امام نووی کو شافی ہے جس میں ان روایات سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ عام حالات میں بطور اس طرح کی نماز میں قوت وابت پر حجاز سنون ہے اور نہ مستحب بلکہ بدعت ہے جیسا کہ اس پر حضرت ابوالکلام اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور دلت زری ہے البتہ اگر مسلمانوں پر کوئی سخت حادثہ زل ہو گیا ہو اس زمانہ میں صبح کی نماز میں قوت وابت پر جانے کو بدعت نہیں فرمایا ورنہ ہمارے چاہئے ہیں کہ فقہاء و جہلہ خاص حالت میں قوت وابت کے قائل ہیں۔ شافعی وغیرہ اپنے مسلک کے اثبات میں آپ روایت حضرت ابوالکلام رضی اللہ عنہ کی پیش کرتے ہیں "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما بقتہ فی الصبح

والعرب 'دوسری روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پیش کرتے ہیں ان سے 'ہاکی' 'الما فت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہراً فقال ما زال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفت فی صلوۃ العدا حتی فارق الدنیا'، لیکن ان کے جواب میں حنفیہ وغیرہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے قیامت پڑنے میں کوئی نزاع نہیں اختلاف ہمارے اور تمہارے درمیان دوسرا اور استمرار قیامت میں ہے اگر آپ کہتے ہیں فقط کون دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے بلکہ قیامت خیز باقی ہے تو حنفیہ کہتے ہیں کہ علامہ نووی نے شیوخ مکتبین کے سوال سے لکھا ہے کہ فقط کون دوام و استمرار پر دلالت نہیں کرتا اچھا تسمیم کہتے ہیں آپ کی بات نہیں لیکن استمرار دوام پر آخر تک کے سنانی نہیں علامہ زیری اس حدیث میں مغرب کا بھی ذکر ہے تو کیا یہ ہے فجر کی نماز میں شوافع دوام قیامت کو مستثنیٰ کہتے ہیں مغرب میں اس کا قائل نہیں اس کا جواب جو شوافع دینے والے وہی جواب فجر کے متعلق حنفیہ وغیرہ دینے والے ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث منقول علیہ میں 'یا ہے' 'انہ کان یفت فی الرکعۃ الاخرۃ من صلوۃ الظهر والعشاء الاخرۃ و صلوۃ الصبح' (دیکھئے اس حدیث میں بھی فقط کون ہے یہ اس کا منہ قیامت کے متعلق شوافع کا کہی حنفیہ ہے اگر وہ کہیں کہ کون محل اقامت و شروعات پر دلالت کرتا ہے تو جواب اس حدیث کا شوافع دینے والے وہی جواب حنفیہ و تابعیہ قیامت با فجر میں دینے والے یہ جواب مذکور علامہ شوکانی نے دیا ہے اور صاحب الامامیہ نے اس کو نقل کیا ہے۔

دوسری روایت سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ حدیث 'ما زال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفت فی صلوۃ العدا حتی فارق الدنیا' صحیح ہو تو پھر حجاز کا ہے کوئٹن یہ حدیث ابو جعفر الرازی کے طریق سے مروی ہے اور وہ حفاظ حدیث کے یہاں ایک منکظم فیروانی ہے لہذا ایسی حدیث ضعیفہ سے استدلال صحیح نہیں۔ (فتاویٰ الشوکانی)

علامہ امی کے یہ حدیث صحیح تسمیم کر پڑنے کے بعد بھی حجت نہیں بن سکتی کیوں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث، فاریض ہے خود کی حدیث کے کیوں کہ ان کی وہ حدیث جو بخاری، مسلم میں ہے ایک مہینہ کے سرچھو مقید ہے اور صاحب تصحیح نے کہا کہ شوافع کے پیش کردہ نازل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث سب سے زبردہ قوی ہے اس کی تصحیح ہو تو اس پر محمول ہے کہ حضرت نازل میں برابر قیامت پڑنے سے قبل یا اس حدیث میں قیامت سے مراد طول قیامت ہے نہ کہ قیامت خاص اور قیامت بمعنی قیامت آیا ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کوئی نماز افضل ہے حضور ﷺ نے فرمایا 'صلوۃ القیامت' یہاں طول قیامت سے مراد محدثین کے نزدیک طول قیامت ہے اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی طول قیامت مراد ہے اب مطلب یہ نہ کہ یہ حضور ﷺ ہمیشہ کی نماز میں قیامت کو راز کرنے سے یہاں تک کہ پاک و نجس و ایمان و ایمان (الاحبار)

باب تبرید الحصى للسجود علیہ

کنکریوں پر سجدہ کرنے کے واسطے ان کو ٹھنڈا کرنے کا بیان

احمد بن حنبلہ عن ابراہیم بن محمد بن عمرو عن سعید بن الحارث عن جابر بن عبد اللہ قال

کہنا نصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظہور لاخذ قبصة من حصی لی کفی ابوہ ثم احوہ فی کفی الآخر فاذا سجدت وضعت لبعہنی .

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھتے تھے میں بھی بھر نکلا جی بٹھلی میں بیٹا اور پھر ان کا دوسرے ہاتھ میں اٹ پلٹ کر کے ٹھنڈا کرتا پھر جب تہ کے کارارہ کرتا تو ان کو تہہ کی جگہ دکھاتا پھر اپنی بیٹھالی سے اٹھ کر ان پر تہہ کرتا۔

تشریح معلوم ہوتا ہے کہ ٹکڑیوں تخت کرم ہونے کی وجہ سے ان پر تہہ کرنا ممکن نہ تھا اس لئے تحویل کے طریقہ سے انہیں ٹھنڈا کرتے پھر ان پر تہہ کرتے اتنے فعل لعل کثیر میں داخل نہیں جتنا فی حلاہ سند میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں عمل قلیل جائز ہے بشرطیکہ اس میں غرض صحیح ہو اور عیث نہ ہو۔

باب التکبیر للسجود

تہہ کے واسطے تکبیر کا بیان

اخبرنا یحییٰ بن حبيب بن عيسى قال حدثنا حماد عن غيلان بن جرير عن مطرف قال سمعت ابا وعمران بن حصين خلف علي بن ابي طالب فكان اذا سجد كبر وادفع راسه من السجود كبر واذا نهض من الركعتين كبر فلما قصي صلاته اخذ عمران بيدي فقال لقد ذكرني هذا فان كسعة يعني صلاة محمد صلي الله عليه وسلم.

حضرت مطرف کہتے ہیں کہ میں اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی جب دو تہہ کرتے اللہ اکبر کہتے اور جب تہہ سے رانحات اللہ اکبر کہتے اور جب دو رکعت سے اٹھتے اللہ اکبر کہتے جب نماز پوری کر چکے تو عمران نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا بیشک انہوں نے مجھے محمد رضی اللہ عنہ کی نماز یاد دلائی۔

اخبرنا عمرو بن علي قال حدثنا معاذ ويحيى قال حدثنا زهير قال حدثني ابو اسحق عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمة والاسود عن عبد الله بن مسعود قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر في كل خفص ورفع وسلم عن يمينه وعن يساره وكان ابو بكر وعمر رضي الله عنهما يفعلانه

حضرت معاذ اللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ رضی اللہ عنہ تکبیر کہتے تھے ہر خفص اور رفع میں سلام پھرنے سے دائیں طرف اور بائیں طرف کو درابو بکرا اور عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کرتے تھے۔

تشریح ایک زمانہ میں خفص یعنی جھکاؤ میں تکبیر متروک ہوئی تھی جو خلاف سنت ہے کثرت سے احادیث صحیحہ بتاتی

کے لیے

باب اول ما يصل الى الارض من الانسان في سجوده

اس بات کے بیان میں کہ آدمی جدے کے وقت سب سے پہلے زمین پر کونسا غصہ رکھے

احمرنا نحسب من عیسی الفرمسی البظامی قال حدثنا یزید وهو ابن هارون قال باننا شریک
عمر عاصم بن کلیب عن ابيه عن وائل بن حجر قال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سجد وضع
رکبتیه قبل یدیه واذا نهض رفع یدیه قبل رکبتیه.

حضرت ابراہیمؑ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب وہ مکہ کے کاروانوں کو لے کر اپنے
 ہاؤس نکلتے ہیں، تو پہلے رکھتے اور اسی وقت حق تعالیٰ ہاؤس انھوں کو دوس شخصوں سے پہلے اٹھاتے۔

جبرنا فتيبة قال حدثني عبد الله بن مافع عن محمد بن عبد الله بن حسن عن أبي كونا عن الأعرج
عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بعدد أحلكم في صلواته خيركم كما يرك
الجمال.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا نماز میں جس کا قصد کرتا ہے کہ وہ اپنے منہ سے جس طرح (جو وہ چاہے) (یعنی اذیت کے بغیر) کسی طرح بچدے (میں سے)۔

خيرنا هرون بن محمد بن سكار بن لائل من كاه قال حدثنا مروان بن محمد قال حدثنا
عبد العزيز بن محمد قال حدثنا محمد بن عباد بن الحسن بن ابي النعمان عن الاعرج بن ابي هريرة
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سجد احكم فليصع بديه قبل ركبه ولا يرك ركبه
العين.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نے ۱۸۰ روزے پائے تو اللہ تعالیٰ اسے پچاس سال کی عمر عطا فرمائے گا۔

تشریح

چاتے وقت سنت یہ ہے کہ آفتون کو پہلے زمین پر رکھ جائے پھر باغون کو تاکہ طبعی قوتانی نے حرکات میں حادہ لہجی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک مصلحت، کتبہ اس علم کا ہے اور ہذا بطور تقاضی بھی لکھی ہے کہ جو علم از زمین سے قریب تر ہو جیسا کہ آئینہ وہ زمین پر پہلے لٹکا جائے، نسیم الاقرب فالاقرب، یعنی پھر ساتھ پھر باغ، پھر بیشتانی، اراقی، کے وقت اس کے برعکس، و سترہ مٹی نے فرمایا کہ اکثر اہل علم کا عمل ایسی ہے لیکن اشعر ہے کہ امام شافعی حدیث کے اول مصرع میں ہمارے موافق ہیں نہ کہ دوسرے میں یعنی

"وإذا نهض رفع يديه قبل ركعته" "اِنَّ اِن کا مسلک ہمارے خلاف ہے اس کی تصریح علامہ نووی نے کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہر دست مذہب میں سنت یہ ہے کہ جس وقت کھڑا ہو تو دونوں ہاتھوں کی انگلیاں زمین پر کچھ نزدیک ہاتھوں کے بیٹھنے کے لیے دے کر کھڑا ہو جائے اور سنیہ کے نزدیک سنت یہ ہے کہ ہر من یک اگائے زمین پر میدھا پیش کے بل کھڑا ہو جائے علامہ نووی کا استدلال بڑی حد تک اس حدیث سے ہے اور حدیث باب کے جزو ثانی کو انہوں نے ضعیف قرار دیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی تائید دوسری روایات سے ہوتی ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "كُنْ يَنْهَضُ عَلَى صَلَوةٍ عَلَى صَدْرِهِ قَدِيمَةً" نیز حضرت عقی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "عَمْرُو بْنُ الْعَاسِ ان لا ينعصد يديه الا الشيع العاجز الذي لا يستطیع" "یعنی عقی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ہر امت سے کہا ہے کہ وہ "يَنْهَضُ عَلَى صَلَوةٍ عَلَى صَدْرِهِ قَدِيمَةً" کہنا زمین اپنے گچھوں کے بل کھڑے ہو جائے تب اب جب کہ ان روایات سے حدیث باب کی تائید ہوتی ہے تو وہ قاش حجت میں ملتی ہے کہ ان تمام روایات کا واسطہ دہائی کے ضعیف قرار دیا ہے اس کا جواب مابطل قرآن نے یہ ہے کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ روایات جب کہ زیادہ ہوں تو ضعیف سے قوت کے درجہ میں آجاتی ہے مزید برآں حدیث باب کو امام ترمذی نے حسن قرار دیا اور حکم اور ان حلال نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور اس باب میں کوئی شک نہیں کہ امام ترمذی وغیرہ کا مرفوعی سے بہت بڑے ہیں لہذا حدیث باب کے جزو ثانی کو ضعیف قرار دینا "کما ضعفه البوری" کیوں کہ قابل اعتماد ہوگا۔ (معرفت: ۱۲-۱۳)

اور امام ماکنہ اور امام نووی کہتے ہیں کہ پہلے زمین پر ہاتھوں کو رکھا جائے اور گھٹنوں کو بعد میں ان کی و پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو باب سے کہتے حضرت داؤد بن جریر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعد مذکور ہے یہی حدیث میں "بعده احدكم" سے پہلے "نزلوا استغفر ما انکاري فذوف ہے" اسی بعد احدكم الخ "تو مطلب یہ ہے کہ نماز میں بعد میں ہر وقت کسی طرح سے صحت ہوا یعنی اونٹ بیٹھتا ہے اس حدیث سے استدلال اپنے تو صاحب یوں کیا ہے کہ اس حدیث سے نماز میں سبب باطل کی ممانعت ثابت ہوتی ہے کیوں کہ اونٹ جب بیٹھتا ہے پہلے آٹھ زمین پر رکھتا ہے لہذا بعد میں جاتے وقت گھٹنوں کو پہلے زمین پر رکھنا افضل ہے پس حدیث کے منہ ہونے کی وجہ سے ترمذی و ابوباب ہی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات میں اس سے منع کیا گیا ہے اور حضور ﷺ نے دونوں ہاتھوں کو پہلے زمین پر رکھنے کا حکم دیا ہے اس کا جواب ابو یوسف کی خطابی وغیرہ نے یہ دیا ہے کہ حضرت داؤد بن جریر رضی اللہ عنہ کی حدیث محمد میں کہ زیادہ مضبوط ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس کی وجہ حافظ ابن حجر نے یہ بیان کی ہے کہ لفظ حدیث کی ایک جماعت نے حضرت داؤد بن جریر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ اس کی سند میں شریک کاظمی ہیں جو مضبوط روایت نہیں اس اعتراض کا جواب علامہ ابن حجر نے یہ دیا ہے کہ نہ میں شریک کاظمی کی وجہ سے اس کو ضعیف قرار دیکر اس کا نام سقم نے ان سے روایت کی ہے لہذا یہ حدیث

انہم سمنی شہا پہ صحیح ہے۔ علاوہ اس کے یہ حدیث اور دو طریقوں سے مروی ہے لہذا ان دونوں طریقوں سے نقصان کا تردد رک
ہو کیا لہذا حدیث ائیں بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر ترجیح دی جائے گی اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ حدیث ابن
ہریرہ رضی اللہ عنہ منسوخ ہوگئی نافع حدیث معصب بن سعد میں ابن وقاص رضی اللہ عنہ نے وہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے ہاتھوں کو نقصان سے پہنچنے
رکھتے تھے اور ہمیں ہاتھوں سے پہلے زمین پر تھنوں کو رکھنے کا حکم دیا گیا۔ (رواہ مسخر ص ۷۷)

تو اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حضرت معصب بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث سے پہلے وارد ہوئی اور اگر
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مقدمہ ہو تو ایک اس کے برعکس ہوا تو شیخ زاد مرآت نے نکال کر اس کے گاور یہ خلاف دلیل ہے۔

(مرویات : ۳۲۵۱۰)

علاء الدین القسری نے زاد المعاد میں وہی دو روئے حدیث دیکھیں نہ تھے جرحیچہ زیادہ قوی ہوتا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی
حدیث سے ثابت کیا ہے اور ابن کوسا میں لکھی کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ پر غرض کیا ہے ہم یہاں پر ایک دلیل نقل کرتے ہیں کہ حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نافع کے لفظ سے مشغوب ہے اس کی روایت میں کوئی راوی آتا ہے "ولیسع بیدہ قبل وکبہ"
اور کوئی اس کے برعکس کہتا ہے ابوہریری کہتا ہے "ولیسع بیدہ علی وکبہ" اور بعض فقہین اس مسئلہ کو بالکل حذف کر دیتے
ہیں مگر حضرت وکیل بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کرنے والوں میں کوئی اختلاف نہیں سب ایک ہی متن نقل کرتے ہیں تو چونکہ
اتفاق سہا بہ ترجیح سے ہے اس لئے حدیث وکیل بن عمر رضی اللہ عنہ زیادہ واضح اور قوی ہے حدیث ابن ہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلقہ میں
تخلیجہ ان کے ایک ہی ترجیح ہے کہ حدیث وکیل بن عمر رضی اللہ عنہ کے لئے شہادہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ
کی حدیث اور حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لئے کوئی شہادہ نہیں دلوں گے۔ عارضہ کی صورت میں حضرت وکیل بن
عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اپنے شہادہ کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ترجیح دینی جائے گی۔

باب وضع الیدین مع الوجه فی السجود

دونوں ہاتھوں کو چہرہ کے ساتھ سجود میں رکھنے کا بیان

احمد بن زیاد بن ابوب دلویہ قال حدثنا ابن علیہ قال حدثنا یزید بن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال ان
الیدین تسجدان کما یسجد الرجل فاذا وضع احدکم وجهه فلیضع بیدہ واذا رفع فلیرفعہما۔
نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے اس حدیث کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا فرمایا کہ جبکہ
دونوں ہاتھ سجود کرتے ہیں جیسا کہ پیر و مجاہد کرتا ہے پس جب تم میں سے کوئی اپنا چہرہ رکھے تو دونوں ہاتھ بھی رکھے درجب بنا
چہرہ اٹھائے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھا دے۔

"کما یسجد الرجل" سے مراد کہ پیشانی اور ناک دونوں سجود کرتے ہیں۔

باب علی کم السجود

سجدہ کتنے اعضا پر کرنا چاہئے اس کا بیان

اخبرنا قتیبة قال حدثنا حماد عن عمرو عن طلحة عن ابن عباس قال امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یسجد علی سبعة اعضاء ولا یکف شعره ولا یتأبہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کو سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ جمع نہ کریں اپنے بالوں اور کپڑے کو۔

تفسیر: حافظ ابن جریر نے فرمایا کہ نماز میں خم شعر و ثياب مکروه تخریجی ہونے پر سوائے امام ہانک کے تمام علماء کا اتفاق ہے۔ (مرقات)

تفسیر ذلک

جن سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان کی تفصیل

اخبرنا قتیبة قال حدثنا یحییٰ عن ابن الہادی عن محمد بن ابراہیم عن عامر بن سعد عن العباس بن عبدالمطلب انه سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا سجد العبد سجد منہ سبعة آواب وجہہ وکفاه وورکبہما وقلعہما

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے سنا کہ جب بندہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے سات اعضاء سجدہ کرتے ہیں اس کا چہرہ اس کی دونوں ٹھیلیاں اس کے دونوں گھٹنے اور اس کے دونوں قدم۔

السجود علی الجبین

پیشانی پر سجدہ کرنے کا بیان

اخبرنا محمد بن سلمة والحارث بن مکیں قرا علیہ وانا اسمع واللفظ لہ عن ابن القاسم قال حدثنی مالک عن یزید بن عبد اللہ بن الہادی عن محمد بن ابراہیم بن الحارث عن ابی سلمة عن ابی سعید الخدری قال بصرت عینای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی جبینہ وانفہ اثر الماء والطين من صبح لیلة احدى وعشرين مختصر۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک سو بیس شب کی صبح کو میری دونوں آنکھیں رسول اللہ ﷺ پر پڑیں تو میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کی پیشانی اور ناک پر پانی اور کچھ کاشن تھا۔ یہ حدیث مختصر ہے کہ پوری حدیث بیان نہیں کی اس کا

کچھ حصہ بیان کیا ہے۔

تشریح

رمضان کی ایک سو بیس شب کی صبح کا حضور ﷺ کی پیشانی اور ناک پر پانی اور کچڑ کا نشان موجود تھا راستہ کو بارش ہوئی مسجد جمیر کی قسب اس لئے ٹپکنے لگی تو معلوم ہوا کہ رات کی عبادت میں مجاہد میں زمین پر پیشانی اور ناک دونوں رکھتے تھے جب حق حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہما پیشانی اور ناک دونوں پر پانی اور کچڑ کا نشان رکھا تو اس روائے نے واضح کر دیا کہ ہر کی حدیث میں بیان کردہ اعضاء و اعضاء پر مجاہد سے مراد پیشانی اور ناک دونوں مراد ہیں کہ مجاہد دونوں پر کرے بہر حال جس نے پیشانی اور ناک پر مجاہد کیا بلکہ شہداء نے وہ پر مجاہد کیا جس کا بیان اوپر کے عنوان کے تحت کی حدیث "اذا سجد العبد سجد سبعة اربع و جہہ الخ" میں آیا ہے اور اس پر تمام علماء بالاتفاق ہے اختلاف یہ ہے کہ اگر کسی نے دونوں میں سے کوئی ایک پر مجاہد کیا تو کیا حکم ہے مجاہد ہو گا یا نہیں اس سلسلہ میں صاحب ابی الاحبار نے علی الاطلاق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ابن رشد نے کہا کہ امام ابو زامی و امام احمد و اسحاق اور ابن حبيب مالکی رحمہم اللہ کے نزدیک پیشانی اور ناک دونوں پر مجاہد کرنا واجب ہے اور یہی قول امام شافعی کا ہے اور جمہور کے یہاں مجاہد کی حالت میں پیشانی کا زمین پر ٹپکنا واجب ہے صرف ناک پر مجاہد کرنے کا کوئی اعتبار نہیں اور عامر نووی نے کہا کہ مجاہد میں پیشانی کا زمین پر رکھنا واجب ہے اور پوری پیشانی کو رکھنا ضروری نہیں بلکہ بعض کا رکھنا کافی ہے اور ناک کا زمین پر ٹپکنا مستحب ہے لہذا اگر کوئی ناک زمین پر نہ رکھے تو مجاہد ہوا ہو گا اور اگر صرف ناک پر رکھا کرے اور پیشانی کو زمین پر نہ رکھے تو مجاہد صحیح نہ ہو گا بلکہ مذہب امام شافعی و امام مالک اور اکثر علماء ہے۔

اعلیٰ الاحبار: ۱۴۰/۶۸۶ پر ایک قول ہے کہ اگر کسی نے وضو کے حوالہ سے مزید تفصیلی بحث نقل کی ہے اور صاحب ہدایہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خفیہ میں سے صاحبین کے نزدیک بھی مجاہد میں ناک پر اکتفاء کرنا جائز نہیں البتہ عذر کی صورت میں مثلاً پیشانی میں زخم ہے تو ناک پر اکتفاء کرنا جائز ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک صرف ناک پر یا صرف پیشانی پر اکتفاء کرنا جائز ہے بہر حال اگر پیشانی پر اکتفاء کیا تو بالاتفاق خفیہ سے نزدیک جائز ہے اور اگر ناک پر اکتفاء کیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک مجاہد صحیح کرابت جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک بغیر عذر کے ناک پر اکتفاء جائز ہی نہیں اور یہی امام ابو حنیفہ سے بھی ایک روایت ہے اس کو اسد بن عمرو نے امام اعظم سے نقل کیا ہے امام ابو یوسف اور امام محمد و غیرہ کی دلیل و حدیث ہے جو صحاح ستہ میں حضرت زکریا بن عیسیٰ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اصوت ان اسجد علی سبعة اعظم علی الجمیۃ الخ" کہ جسے حکم دیا گیا ہے کہ سات ہڈیوں پر مجاہد کرے اور ان میں سے پیشانی کو شمار کیا ہے لیکن ان اعضاء میں پیشانی شمار ہے اور ناک شمار نہیں لہذا صرف ناک پر اکتفاء کرنا جائز نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ کی دلیل کی تقریر یہ ہے کہ جس مجاہد کا حکم قرآن پاک میں دیا گیا ہے اس کے حق میں چھ حصہ و چھ حصہ عظیم کے ساتھ زمین پر رکھ دینے کے ہیں کیوں کہ کل چھ حصہ رکھنا ممکن ہی نہیں اور جب تمام چھ حصہ رکھنا حشر ہے تو ظاہر ہے کہ ماسور یہ لفظ وجہ ہو گا لیکن رخصت اور غیور کی بالا میں ماسور یہ میں داخل نہیں معنی نص قرآنی میں جس مجاہد کا حکم دیا گیا ہے اس آیت میں یا بعد اس آیت یہ دونوں مراد نہیں ہیں کیوں کہ ان دونوں میں سے کسی ایک پر

عبدہ بیعت تقسیم کے ساتھ نہیں ہو سکتا غرضی پر عیدہ کی صورت میں ہر مطلوب اور بیعت مختار ظاہر ہوتی ہے اور دشوار پر عیدہ کرنے سے انحراف منہا لازم آتا ہے اب ناک اور پیشانی باقی رہ گئے اور پیشانی اس قائل ہے کہ تہجد کے واسطے محل بن سکے تو اسی طرح ناک بھی محل بن سکتی ہے کیوں کہ ناک میں دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ وہ فرض کے لئے محل بن سکتی ہے دوسرے یہ کہ محل نہیں بن سکتی صورت ثانیہ کی کوئی تنہا کھلی نہیں کیوں کہ عذر کی صورت میں با اتفاق علماء فرض ناک کی طرف منتقل ہو جاتا ہے کہ سب کہتے ہیں کہ عذر کی صورت میں عیدہ میں ناک پر اکتفاء کرنا جائز ہے اگر ناک اس قائل نہ ہوتی کہ فرض کے لئے محل بن سکے تو پھر عذر کی حالت میں مشر غرضی کے اس کی طرف فرض منتقل نہ ہو بلکہ فرض ایما کی طرف منتقل ہو جیسا کہ پیشانی اور ناک دونوں میں رزم ہونے کی صورت میں فرض ایما کی طرف منتقل ہوتا ہے غرض کہ پہلی صورت متعین ہو گئی جہاں ناک پر عیدہ کرنے سے عیدہ ادا ہوا جائے گا جس طرح پیشانی پر عیدہ کرنے سے ادا ہو جاتا ہے بہر حال اس تفصیل نہ کر دے واضح ہو گیا کہ عیدہ میں صرف ناک زمین پر رکھنے سے صاحبین وغیرہ کا نزدیک عیدہ جائز نہ ہو گا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مع ناک بہت عیدہ ادا ہوا جاتا ہے لیکن لکھا ہے کہ یہ قول امام عظیم کا قول قدیم ہے بعد میں آپ نے قول صاحبین کی طرف رجوع کیا ہے صحیح صحیح اور اسی پر فتویٰ ہے مشارح نے صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (فتح القدیر ۲/۱۳۱) و (رد المحتار)

المسجد علی الانف

ناک پر عیدہ کرنے کا بیان

أخبرنا أحمد بن محمد بن عمرو بن السرح و یونس بن عبد الأعلى و الحارث بن مسكين فخر آة علیہ و آلاہ و سلم و اللفظ له عن ابن وهب عن ابن جريج عن عبد الله بن طلحة عن ابن عباس عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال أمرت أن أسجد على مبعة لا أكف الشعر ولا الثياب الجبهة والانف واليدین و المرفعتین و القدمین.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بچک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات اعضاء پر عیدہ کر دوں بالوں کو جمع کروں اور نہ کپڑے کو پیشانی پر اور نہ یک پر اور دونوں ہاتھوں پر اور دونوں ٹخنوں پر اور دونوں قدموں پر۔

تشریح اس حدیث میں پیشانی اور ناک وضوء احد کے حکم میں ہے اس لئے کہ روایت میں مسجد آداب اور بعض روایات میں مسجد اعظم آیا ہے پس اگر جبر اور انف کو وہ عضو شمار کیا جائے تو پھر اعضاء وضوء آخر ہو جائیں گے حالانکہ حدیث میں سات اعضاء بتائے گئے ہیں لیکن ناک کا ذکر احتیاطاً فرمایا ہے اور وہ تابع ہے پیشانی کے اس کی تائید اصحاب المتشرع کے قول سے واتی ہے وہ کہتے ہیں کہ ناک کی دونوں کمانیاں قرن صاحب سے شروع ہو کر ٹاپا اور باہمت کے کوپڑ والے جگہ پر ختم ہو جاتی ہیں لہذا ناک اور پیشانی جو اوپر والی حد ہے ایک ہی عضو کے حکم میں ہے اس تشریح کے مطابق لفظ انف کے ذکر سے کوئی اشغال

المسجود علی الیدین

دونوں ہاتھوں پر سجدہ کرنا

اخیرنا عمرو بن منصور السدوسی قال حدثنا المعلى بن اسد قال حدثنا وحب عن عبد الله بن طائوس عن ابيه عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال امرت ان اسجد علی سبعة اعظم علی الجبهة واطراف الیدين والركبتين واطراف القدمين

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات جگہوں پر سجدہ کروں پیشانی پر اور اشارہ کیا اپنے ہاتھ سے ناک کی طرف اور دونوں ہاتھوں پر اور دونوں گھٹنوں پر اور دونوں قدموں کے کناروں پر۔

تشریح: زبان مبارک سے خبر فرمایا اور ہاتھ سے اشارہ انہی کی طرف کیا تو اس سے مقصود یہ تھا کہ ناک پر اتھار جائز ہے بلکہ مقصود یہ تھا کہ ناک اور پیشانی جو ناک سے متصل ہے عضو واحد کے حکم میں ہیں جب چوبیس پیشانی زمین پر رکھی جائے گی تو ناک خود بخود زمین سے مل جائے گی نیز اعضاء جو سات ہونے پر سات کو اربعہ اور سات اس صورت میں ہوگی جبکہ پیشانی اور ناک عضو واحد ہوں۔ (کلمۃ فی السجۃ للعلامة العینی)

باب المسجود علی الركبتین

دونوں گھٹنوں پر سجدہ کرنے کا بیان

اخیرنا محمد بن منصور النکعی و عبد الله بن محمد بن عبد الرحمن الزهری قال حدثنا سفیان عن ابن طائوس عن ابيه عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اسجد علی سبع ونہی ان مکف اشعر واشیب علی یديه ورکبتيه واطراف اصابعه قال سفیان قال لنا ابن طائوس و رجع یذکر علی جہتہ وامرہا علی نفع قال ہذا واحد واللفظ لمحمد۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کو سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور منع کیا گیا ہے بالوں اور کپڑوں کو جمع کرنے سے (جن سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے) وہ یہ ہیں کہ دونوں ہاتھوں پر اور دونوں گھٹنوں پر اور دونوں پیروں کی انگلیوں کے سروں پر سفیان کہتے ہیں کہ ہم سے ابن حاتم نے کہا کہ طائوس نے اپنے دونوں ہاتھوں کو پیشانی پر رکھا اور پیشانی کے اوپر سے ناک پر گزارا پھر کہا کہ یہ عضو واحد ہے۔

الحفاظ حدیث جو نام سنائی ہے نفس کہے ہیں محمد بن منصور لکھی کے ہیں۔

باب السجود علی القدمین

دونوں قدموں پر سجدہ کرنے کا بیان

اخبرنا محمد بن عبد اللہ بن عبد اللہ حکم عن شعيب عن الیث قال انبانا ابن الہادی عن محمد بن ابراهيم بن الحارث عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن عباس بن عبد المطلب انه سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول اذا سجد العبد سجد معه سبعة ارباب وجهه وكفاه وركبناه وقدماه۔
حضرت عباس بن المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے سنا کہ جب بکرہ سجد کرتا ہے تو اس کے ساتھ اعضاء سجدہ کرتے ہیں اس کا چہرہ اور دونوں ہاتھ پاؤں اور دونوں گھٹنے اور دونوں قدم۔

باب نصب القدمین فی السجود

سجدہ میں دونوں قدم کھڑے رکھنے کا بیان

اخبرنا اسحاق بن ابراهيم قال انبانا عبدة قال حدثنا عبدة اللہ بن عمر عن محمد بن یحییٰ بن حبان عن الازهرج عن ابی ہريرة عن عائشة قالت فقلت فقلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات ليلة فاتتہ البہ وهو ساجد فوقف ماء منصوبشان وهو يقول اللهم انی اعوذ فک من سخطک وبعا لانک من عفوتک وبک منک لا احصى ثناء علیک الت کما الت علی نفسک۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (اپنے لحاف میں نہ پایا) پس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سجدہ میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم (زمین پر) کھڑے تھے اور یہ دعا پڑھ رہے تھے "اللهم انی اعوذ بک برضاک من سخطک الخ" اسے اللہ آپ کی رضا کے وسیلے سے آپ کی نافرمانی سے اور آپ کی معافی کے وسیلے سے آپ کی سزا سے میں پناہ چاہتا ہوں اور آپ کی بھیجی ہوئی مصیبتوں اور عذابوں سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں اور آپ کی انکا آخرت میں نہیں کر سکتا مجھی خود آپ نے اپنی تعزیر فرمائی۔

تشریح: کرشمی اور حصہ میں نے مختصرات میں ذکر کیا ہے کہ اگر دونوں پاؤں کی انگلیاں سجدہ میں اٹھائیں تو سجدہ درست نہ ہوگا جیسا کہ اس حدیث میں آیا ہے کہ سجدہ کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم زمین پر گئے ہوئے تھے تو جو وہی القدمین سے مراد لکھی ہے کہ سجدہ میں دونوں قدموں کا زمین پر ٹیکنا ضروری ہے۔

باب فتح اصابع الرجلین فی السجود

سجدہ میں دونوں پیروں کی انگلیوں کے سروں کو ڈھیل کر کے قبلہ کی طرف متوجہ کر دینے کا بیان

اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا یحییٰ بن سعید قال حدثنا عبد الحمید بن جعفر قال حدثنا محمد بن عطاء عن ابی حمید الساعدی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا ہوی الی الارض ساجدا جالی عنینہ اطبعه وفتح اصابع رجلہ منحصر۔

حضرت ابی حمید راضی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدے کے لئے زمین کی طرف جھکے تو دونوں بازو کو دونوں بظلوں سے دور رکھتے اور (سجدے میں) دونوں پاؤں کی انگلیوں کو موڑ کر قبلہ کی طرف متوجہ کر دیتے۔ (یہ کیفیت جو بیان کی ہے کو سجدے میں ہاتھوں کی انگلیاں چمکنے کی ہے ان کے سروں کو قبلہ کی طرف موڑ دینے سے قنات حسنہ میں سے ہے)۔

یہ حدیث مختصر ہے مفصل حدیث حضرت ابو حمیرہ رضی اللہ عنہ کی جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی پوری کیفیت بیان کی ہے وہ ابو داؤد اور ترمذی میں موجود ہے۔

باب مکان الیدین من السجود

سجدے میں دونوں ہاتھوں کو کس جگہ رکھا جائے اس کا بیان

اخبرنا احمد بن ناصح قال حدثنا ابن ادریس قال سمعت عاصم بن کلب بدکو عن ابیہ عن وائل بن حجر قال فسمعت الصلیبۃ فقلت لا نظرن الی صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکبر ورفع یدہ حتی رایت الہامہ لریسا من اذنیہ فلما اراد ان یرکع کبر ورفع یدہ نم ورفع رأسہ فقال سمع اللہ لعن حمدہ ثم کبر ومسجد فکان یبداہ من اذنیہ علی الموطع الذی استقبل بہما الصلاۃ۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ پہنچا پھر میں نے کہا کہ ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی طرف دیکھوں گا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجیر کی اور دونوں ہاتھ اٹھائے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ دونوں انگلیوں نے دونوں کانوں کے قریب گئے پھر سر کو اٹھا کر وہ کیا بھیجیر کی اور دونوں ہاتھ اٹھائے پھر سر کو اٹھا تو سر اللہ تعالیٰ حمد کہا پھر بھیجیر کی اور سجدہ کیا میں سجدے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھ دونوں کانوں کی اس جگہ کے مقابل تھے جبکہ نماز شروع کرتے وقت اٹھائے تھے۔

تشریح مطلب حدیث کا یہ ہے کہ نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے تو سجدے میں بھی اپنی کیفیت کے مطابق دونوں ہاتھوں کو کانوں کے مقابل رکھنا نہ کہ کندھوں کے مقابل کیسی مسلک عظام بن ابی رباح و ابی انعم نخعی و وہب ابن منہ اور احناف میں سے ائمہ ثلاثہ اور ابن حبیب مالکی کا ہے اور امام احمد کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے۔

(رحمہم اللہ تعالیٰ نقیبہ صاحب اعلیٰ الاحبار بحوالہ الصحیح للعلامۃ العینی: ۵۱۴ء)

ان حضرات کی ایک دلیل تو یہ حدیث باب ہے اور دوسری حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کا ردی ابوالخنی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جب حضور ﷺ نماز پڑھتے تو اپنی پیشانی کہاں رکھتے تھے انہوں نے جواب دیا "بین کتفہ" دونوں پتھلیوں کے درمیان۔ (رواہ المصححون)

اور مرثا فی فیرو کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ سجدہ میں دونوں ہاتھوں کے مقابلہ رکھے ان کی دلیل حدیث ابویہ ساعدی رضی اللہ عنہ ہے۔ (کما فی امی داؤد والترملی وغیرہما)

اس کا جواب امام غلامی نے یہ دیا ہے کہ حضرت ابویہ ساعدی نے جو نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے سجدہ میں دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے مقابلہ رکھا وہ حالت ہزار پر معمول ہے کہ سر کی کئیام میں اسل جب سجدہ کرے تو یہ سجدہ کرتے ہیں دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے مقابلہ رکھنے میں اضافہ پڑتا ہے۔

اور معنی الامتار: ۵۱۷ء پر اعلیٰ کے حوالہ سے ایک اور جواب صاحب مایہ ایمان کا نقل کیا ہے کہ حضرت ابویہ ساعدی کی حدیث سنا کر کبھی نہ چاہے تو اسے یہ معمول ہے ہر حال امام غلامی نے اس حالت ہزار پر معمول اسے اور صاحب مایہ ایمان نے عانت کبر پر۔

تیسرے جواب علامہ ابن دہان نے یہ ہے کہ انہوں نے دوسرے سے یہ اس مسئلہ کو نہ پایا ہے پتا چلی انہوں نے صاحب ہدایہ کی عبارت "ووضع وجهہ بین کتفہ الخ" کے تحت فرمایا کہ صحیح مسلم میں حضرت اہل بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فلسفہ مسجد مسجد بین کتفہ "کہ حضور اکرم ﷺ نے دونوں پتھلیوں کے درمیان سجدہ کیا اس سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ دونوں ہاتھوں کو سجدہ کرتے ہوئے کان کے دونوں ہاتھوں کے مقابلہ میں رکھنا ایسا ہے کہ ان کے مقابلہ میں صرف لفظ "حسناء الاولین" کا کیا ہے چنانچہ ابوالخنی بن رازویہ نے اپنے مسند میں بروایت ثوری عن عامر بن کلیب عن ابیہ عن اہل بن عمر ان الطاق کے ساتھ روایت کی ہے "قال رصف المسی صلی اللہ علیہ وسلم فلما سجد وضع یدہ جہاد ادنیہ" نیز حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے جب ابوالخنی نے سوال کیا کہ حضور ﷺ نماز میں اپنی پیشانی کہاں رکھتے تھے تو حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "بین کتفہ" کہ دونوں پتھلیوں کے درمیان رکھتے تھے۔ (رواہ المصححون)

نہیں ترمذی ابویہ ساعدی رضی اللہ عنہما میں حضرت ابویہ کی روایت سے "علوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ سجدہ میں دونوں پتھلیوں کے مقابلہ رکھتے اب روایت میں تو فرض ہو گیا تو اس کے جواب میں ابن ہام کہتے ہیں کہ ترمذی و فیرو کی روایت میں ایک روایت ابن سلیمان ہے اور اگرچہ راجح یہی ہے کہ کتفہ کا معنی ہے کہ امام سنائی و ابن عیینہ و ابو حاتم و ابو داؤد و ابی حنظلہ اور سانی رحمہم اللہ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اسی وجہ سے حضرت اہل بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو صحیح مسلم میں ہے ترمذی کی ہے لیکن یہاں پر کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جب تک کوئی شخص ایک وضع کے دوام پر ظاہر نہ ہو صرف ایک ہی وضع پر

کیوں مصر کیا ہے کیوں کہ جائز ہے کہ حضور ﷺ نے دونوں طرح کیا اور کبھی ہتھیلیوں کے حصوں کے مقابل اور کبھی کانوں کے مقابل رکھی ہوں اسی لئے جواب اول نقل کرنے کے بعد ابن ۱۰ ام کہتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ بول کہا جائے کہ سنت یہ ہے کہ دونوں میں جو ممکن اور آسان ہو وہ کرے تاکہ مرد بات میں تعلق ہو جائے اس بناء پر کہ حضور ﷺ کبھی یہ کرتے اور کبھی نہ کرتے تھے مگر بات یہ ہے کہ ہاتھوں کا پہلو سے جدا کرنا جو مستحسن ہے وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کے مقابل رکھنے میں خوب ممکن ہے کہ حصوں کے مقابل رکھنے کی صورت میں ممکن نہیں اس کے افضل یہ ہے کہ جب وہیں وجہ انہوں ہتھیلیوں کے درمیان رکھے اور دونوں ہاتھوں کو کانوں کے مقابل رکھے۔ (فتح القدیر ۱/۲۲۱)

باب السنھی عن بساط الذراعین فی السجود

جبکہ سے میں دونوں ہاتھوں کو بچھانے سے منع کرنے کا بیان

احمرنا اسحاق بن اسرہیم قال حدثنا یزید وهو ابن ہارون قال حدثنا ابو العلاء واسمہ ایوب بن ابی مسکین عن فضالة عن انس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یھتد عن احدکم ذراعہ فی السجود افتراض الکلب۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جبہ کی حالت میں اپنے دونوں ہاتھ نہ بچھائے تاکہ بچھانے سے منع نہ کرے۔

تشریح نماز میں حیوانات کی حیثیت اختیار نہ کرے اس کو نہ بیت نام نہ کرتی ہے اور اوروں کے ہاتھ نہ بچھانے کی ممانعت دلالت کرتی ہیں چنانچہ حضور ﷺ نے نماز میں جبہ سے میں ہاتھ وقت وابت کی حیثیت اختیار کرنے سے منع فرمایا اور لغات سے مثل التفات تغیب کے اور نفرت سے مثل نفرة تغرب کے اور آتھ وکلب سے ممانعت فرمائی اور حدیث باب میں لکھے کی طرح جبہ سے میں دونوں ہاتھوں کو زمین پر بچھانے سے منع فرمایا جس سے یہ طریقہ خلاف سنت ہونا واضح ہوتا ہے اور سنت یہ ہے کہ جبہ کی حالت میں دونوں ہاتھ زمین سے بلند اور الگ رکھے اس کے خلاف کرنے سے نماز مکروہ ہوگی۔ (عرفات)

باب صفة السجود

جبکہ کس طرح سے کیا جائے اس کا بیان

احمرنا علی بن حمیر السروزی قال ابانا شریک عن سی اسحاق قال وصف لنا البراء السجود فوضع یدہ بالارض ووقع عجزہ وقال هكذا رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعل۔

ابو اسحاق سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جبکہ کس کیفیت سے کرنا چاہئے اسے براء بن مازب رضی اللہ عنہ نے ہمارے واسطے بول بیان کیا کہ نبی نے جبکہ کیا اور دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک دیا اور سرین کو اونچا رکھا اور کہا اسی طرح میں نے رسول

اللہ ﷺ کو جہد کرتے دیکھا۔

اخیرنا عبد بن عبد الرحمن بن حریم بن عمرو بن قائل بن اسحاق بن شہیل بن النضر قال اتنا ابو نسر بن ابی اسحاق عن ابی اسحاق عن ابیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی جتخی.
حضرت براہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو کعبہ میں اپنے دونوں بازوؤں پر پلوں سے دوڑ کر گتے۔

اخیرنا فضیلة قال حدثنا بکر بن جعفر بن وبعیدہ عن الاعرج عن عبد اللہ بن مالک ابن بعبیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی فرج بین یدیه حتی یدو یدیاہ ابطیہ.
حضرت عبد اللہ بن مالک اسن رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت نماز پڑھتے یعنی جہد کرتے تو دونوں ہاتھوں کے درمیان کشادگی رکھتے تھے کہ دونوں ہاتھوں کی سفیدی ظاہر ہوتی۔

اخیرنا محمد بن محمد بن عبد اللہ بن یزید قال حدثنا معتمر بن سلیمان عن عمران عن ابی محمد عن شیو بن یھک عن ابی ہریرہ قال لو کنت بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابصرت ابطیہ قال ابو معمر کانہ قال ذلک لانہ فی صلاۃ.

حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہوتا تو آپ ﷺ کی ہاتھوں کو دیکھتا تو پہچانتے
ہیں ابو ہریرہ رحمہ اللہ چونکہ حضور ﷺ کے پیچھے نماز میں تھے اس لیے یہ بات کہی۔

اخیرنا علی بن حجر قال اتنا اسماعیل قال حدثنا داؤد بن لیس عن عبد اللہ بن عبد اللہ بن افرم عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکنت اری غفرۃ ابطیہ اذا سجد.
عبد اللہ بن عبد اللہ بن افرم سے روایت ہے ان کے والد کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی جب حضور ﷺ جہد کرتے تو میں آپ کی ہاتھوں کی سفیدی دیکھتا۔

تشریح ان احادیث میں حضور اکرم ﷺ کے جہد کی روایت بیان کی گئی اسی کے مطابق جہد کرنا سنون ہے۔
اس حدیث سنون کے مطابق جہد کرے اس پر قوم امت کا اتفاق ہے حضرت براہ رحمہ اللہ وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جب جہد کرتے تو اپنے دونوں بازوؤں پر پلوں سے دوڑ کر گتے اور دونوں ہاتھوں کو کشادہ رکھتے اور زمین پر نہ بچھاتے بلکہ زمین سے اونچا رکھتے اور ہوائی حدیث کا قول ”احسن یدو یدیاہ ابطیہ“ درست نہ ہو گا کیوں کہ جہد میں جب تک خوب انجمی طرح جو قات نہ ہو (اور جو قات اس اور مذکورہ کے ساتھ تحقق ہو سکتی ہے) تو ہاتھ کی سفیدی ظاہر نہیں ہو سکتی واضح رہے کہ حدیث باب میں جہد کے وقت ہاتھ کی کسی سفیدی کا ردی ذکر کر رہے ہیں بلکہ عبد اللہ بن افرم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ جہد کرتے تو میں ہاتھ کی سفیدی کو دیکھتا حالانکہ ہاتھ میں سواد ہے کیوں کہ وہاں بال اگتے ہیں اور حضور ﷺ کی ہاتھوں میں بھی

بال اگتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے وہ سفیدی حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے تھی لیکن وہ یاغی بغل کی بالکل خالص سفید بھی نہ تھی بلکہ لفظ مغرّاة سے واضح ہوتا ہے کہ کس ارض کی طرح سفید تھی اور واقعہ بغل کی سفیدی ظاہر ہونے کا حالت احرام کا معلوم ہوتا ہے چونکہ حضور ﷺ احرام کی چادر پہنے ہوئے تھے جب بجدہ کرتے تو بغل کی سفیدی ظاہر ہوتی تھی اور مکیاں کہتے ہیں کہ میں اس کو بجدہ کے وقت دیکھا۔ (مکرک درمی: ۱۳۶)

اور علامہ بنوری نے بھی معارف السنن ۳/۱۳۰ پر اسی حدیث عبد اللہ بن افرم رضی اللہ عنہ کی تشریح کے تحت لکھا ہے ”والظاهر انه كان ذلك في حالة الاحرام“ ظاہر یہی ہے کہ بجدہ کے وقت دونوں بظلوں کی سفیدی کے ظاہر ہونے اور دیکھنے کا واقعہ حالت احرام کا تھا جبکہ حضور ﷺ بغل زیب تن کئے ہوئے نہ تھے یہاں پر ایک شبہ یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن افرم حضور ﷺ کے ساتھ فرزند تھے وقت بغل کی سفیدی دیکھتے لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دیکھتے چنانچہ وہ خود کہتے ہیں ”لو كنت بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم لابصرت بظلمة“ اسی کا جواب علامہ سندھ نے یہ دیا ہے کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہر شخص اس کو دیکھے نیز زمین تو اس کے احوال مختلف ہوتے ہیں اس لحاظ سے مثلاً وہ یاغی بغل کا تلفظ ہوتا ہے جس نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نظر پر مشغول و غصع اور انہماک فی الصلوة کے بغل پر نہ پڑھی ہوئی اس لئے باوجود حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کے وہ سفیدی بغل کی ان کو نظر نہ آئی۔

باب التجافى في السجود

بجدہ کی حالت میں بجا فائدتیں کا بیان

احمرنا نسية قال حدثنا اسحقان عن عبيد الله وهو ابن عبد الله بن الاصم عن عبيد الله بن النسي صلى الله عليه وسلم كان اذا سجد تجافى يديه حتى لو ان بهمة اراوت ان تسر تحت يديه مرت

حضرت یحییٰ بن یونس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب بجدہ کرتے تو دونوں ہاتھوں کو دور رکھتے یعنی دونوں بازو کو پیلو سے اور ان کو پیٹ سے حتیٰ کہ اگر کوئی بکری کا بچہ حضور ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے نیچے سے گزرا چاہتا تو گزر سکتا۔

باب الاعتدال في السجود

تجد میں اعتدال کا بیان

اخبرنا اسحاق بن ابراهيم قال الباقا عبدة قال حدثنا سعيد بن قتادة عن انس ح واخبرنا اسماعيل بن مسعود عن خالد عن شعبة عن قتادة قال سمعت انسا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اعتدلا

فی السجود ولا یسط احدکم ذراعیہ اساط الکعب لفظ لاسخو

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث بیان کرتے سنا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم سجدہ میں اجتماع کرو اور نہ میں سے کوئی شخص اپنے ہاتھوں کو نہ بچائے جس طرح کتابچہ ۲ ہے۔

تشریح غارہ منقٹہ نے اس کی تشریح کے وقت لکھ ہے کہ ہندوؤں میں اعتدال کا تقرب کیا جاتا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ ہندوؤں میں انفرش ہونا اور نہ آتش بلکہ دھواں ہونا پتہ اختیار کرے یعنی دراگوں تعمیریں زمین پر نہ کئے اور کہیں زمین سے اٹھیں اور دھواں اور پتہ کو ان سے دور رکھے۔ ایک واقعہ مت قریب تر ہے اور اس سے پیشانی کو زمین پر غوب بھی طرح کیا جاتا ہے۔ چارہ نقلت اور کہہ سکتے ہیں کہیں ہوئی۔ (فی حاشیہ علی السنن ۱/۱۲۳)

باب اقامۃ الصلۃ فی السجود

سجدہ و میں پائید کو کھڑا رکھنے کا بیان

عن ابن علی بن خشرہ المروزی قال لانا عیسیٰ دھو من یوس عن الاعمش عن عمارہ عن ابی اس معمر عن ابی مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تحزنی صلاۃ لا یفہم الرجل فیہا صدقہ فی الترکوع و السجود۔

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی نماز درست نہیں ہوتی جس میں آئی رکوع اور سجدہ میں اپنی پٹھ کو درست نہ کرے۔

تشریح اقامت طلب ہے رکوع اور سجود دونوں میں تعدیل و توازن کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کیوں کہ اقامت میں جو رکوع میں مطلوب ہے وہ ذیہ میں ممکن نہیں کیوں کہ رکوع میں بیٹھا اور گردن کو برابر کرنا مطلوب ہے اور سجدہ میں نیچے کا حصہ یعنی سرین کو اوپر نہ اٹھا کر نما مطلوب ہے پھر وہی یہ حدیث قرآن میں توازن کے دو خوب پر دلالت کر رہی ہے اور اس حدیث حدیث سے توازن کی بات نہ کہ فریضہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (اس حدیث کی مزید تشریح چھپے گا دیکھیں گے)

باب السنہ عن نقرۃ الغراب

نقرۃ الغراب سے من نعت کا بیان

احمرنا محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم عن شعبہ عن الملیث قال حدثنا خاتمہ عن من ابی حلال عن جعفر بن عبد اللہ بن لیب بن محمود اخرہ ان عبد الرحمن بن شہر اخرہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عن ثلاث عن نقرۃ الغراب و الفرائض السبع وان یوکل الرجل المقام للصلاۃ کما یوکل البعیر۔

حضرت عبدالرحمن بن علی رضی اللہ عنہ نے تیسریں خود کو اس حدیث کے متعلق خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے تین چیزوں سے منع فرمایا کہ کسی کی طرح ٹھونک مارنے سے اور دوسری کی طرح چھانے سے اور یہ کہ آدمی مسجد میں نماز کے لئے کوئی خاص جگہ مقرر کر لے جیسا کہ اونٹ مقرر کر لیتا ہے۔

تشریح: فقرہ الغراب سے منع فرمایا فقرہ الغراب کو اس کے وانہ چٹکتے کو کہتے ہیں جب کو اونہ چٹکتا ہے اس وقت یہی کیفیت ہوتی ہے کہ جلدی جلدی اپنی چوچاڑ میں پر مارتا ہے اور بدوہن قرار و طمیان کے جلدی جلدی اٹھ اٹھاتا ہے تو ارشاد مبارک میں ایسی ہیئت اور حرکت نماز میں اختیار کرنے سے منع فرمایا جو اس مردوح صلوٰۃ کے ممانی ہے بلکہ خاطر جمع سے عہدہ کر کے حتیٰ کہ بدن کے تمام جوڑا اپنی اپنی جگہ ٹھہر جائیں اور انتشار میں سے منع فرمایا یعنی عہدہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو زمین پر بچھا جائیسا کہ درود سے ہاتھ بچھا کر بیٹھتے ہیں اس سے منع فرمایا اور مسجد میں نماز کے لئے ایک خاص جگہ مقرر کرنے سے منع فرمایا جیسے اونٹ آرام کی جگہ میں سے اپنے لئے ایک نرم ہموار جگہ بیٹھنے کی مقرر کر لیتا ہے علامہ ابن حجرؒ نے کہا کہ اس کی ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ مکان مخصوص کا انتخاب شجرہ و ریاء و نام و نمود اور عادات کی پابندی اور حفظ نفسانی اور خیرات کی طرف لے جاتا ہے اور یہ ساری چیزیں آفات میں مبتلا ہوتی ہیں مکان ان آفات مہلکہ میں مبتلا کرنے والے طریقہ سے اجتناب کرنا چاہیے۔

ابن حاتمؒ نے کہا یہ میں حطائی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے صوم کی بحث میں دارے اصحاب سے نقل کیا ہے کہ مسجد میں کوئی خاص مکان نماز کے لئے جائیداد نہ کر وہ ہے اس لئے کہ اس میں عبادت عادت ہو جاتی ہے اور اس جگہ کے علاوہ دوسری جگہ میں عبادت بھاری ہوتی ہے اور عبادت جب عادت ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ اس کو ترک کر دے اسی لئے صوم لا بد یعنی ہمیشہ کاربہ ذکر وہ کر وہ ہے کہ کیا حال ہے اس شخص کا جو غرض خاصہ کے واسطے مسجد میں کوئی جگہ مقرر کر لے۔ (موفات: ۳۲۶/۲)

بہر حال حدیث باب میں ان وجوہ مذکورہ کی بنا پر مسجد میں سے کوئی خاص جگہ کا انتخاب کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے نہا معنی کو اس سے چھٹا چاہئے مگر واضح رہے کہ یہ ممانعت مذکورہ اس صورت میں ہے جبکہ اسی مخصوص جگہ پر ہمیشہ نماز پڑھنے کا التزام کر لے اور جب کوئی دوسرا شخص اس جگہ پر پہلے پہنچ جائے اور بیٹھنے کا ارادہ کرے تو اس سے عزامت کرے اور اس کو اس کے حق سے محروم کر کے خود بیٹھ جائے ورنہ جو شخص مسجد میں پہلے آجائے اور حصول خفیہ کی غرض سے مظاہر امام کے پیچھے بالکل امام کے قریب کھڑے ہونے کے لئے ہمیشہ اسی جگہ کا انتخاب کر لے اور اتفاق سے اگر قوم میں سے کوئی اور آدمی اس مخصوص جگہ پر پہلے پہنچ جائے تو اس سے نہ عزامت کرتا ہے اور نہ اس کو اسی جگہ سے اٹھا دیتا ہے تو اس صورت میں مسجد کی جگہوں میں سے کسی ایک جگہ نماز کے لئے مقرر کر لیا اس ممانعت میں داخل نہ ہوگا۔ (بغلی المعجمود)

باب النہی عن کف الشعر فی السجود

سجدے میں بالوں کے جمع کرنے کی ممانعت

اخبرنا حمید بن مسعدة البصری عن یزید و هو ابن زریع قال حملنا شعبۃ وروح یعنی ابن القاسم

عبداللہ بن حارث نماز سے فارغ ہوئے تو کنزِ مہاسی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے آپ کو میرے سر سے کیا دشمنی ہے حضرت ابن مہاسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جنگ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لڑتے سنا کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص پیٹھ کے پیچے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے نماز پڑھ رہا ہو۔

تشریح: ارشاد مبارک "انما مثل هذا الخ" کے تحت علامہ سندھی نے لکھا ہے کہ اس کلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ تھا کہ جس کے ہال کھلے ہوئے ہوں جبکہ کے وقت اس کے ہال بھی زمین پر ہوتے ہیں گویا پاؤں نے بھی سجدہ کیا لہذا اس شخص پر اس کو تپ لے گا اور متعمر جس کے ہال زمین پر نہیں ہوتے لہذا وہ شخص کتوف کے مشابہ ہے کتوف وہ شخص ہے جس کے دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچے بندھے ہوئے ہوں ایسی حالت میں اس کے ہاتھ سجدہ میں رہیں گے ایسا ہی متعمر کا حال ہے۔ (امام حاشیہ علی السنائی، ۱/۲۵۱)

باب النہی عن کف الشیاب فی السجود

سجدہ کے وقت کپڑے کو سمیٹنے سے منع کیا گیا ہے

اخیرنا محمد بن منصور المکی عن سفیان عن عمرو عن طائز عن ابن عباس قال امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یسجد علی سبعة اعظم ومہی ان یکف الشعر واللباب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سات بڑیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پاؤں کو جمع کرنے سے اور کپڑے کو سمیٹنے سے۔

تشریح: سجدہ سے جس جاتے وقت کپڑے کو سمیٹ لینا مذکورہ نہیں اس سے بھی منع فرمایا اس حدیث کی بناء پر فقہاء کف الشیاب کو کر دے فرماتے ہیں جب ممانعت یہی ہے کہ اس طرح کے فعل سے تکبر کا لکھ رہا ہے جو شانِ مبارک کے خلاف ہے اور شلوغ و حضور کے متافی ہے اس غیر متاسب فعل سے معصی کے اجر معبود سے ثواب کم ہو جائے گا لہذا کپڑوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیں تاکہ اصل جنوع کے ساتھ کپڑوں کے سجدہ کرنے پر بھی جس قدر ثواب دیا ہے اس میں سے کم نہ ہو جائے کیوں کہ انکا حدیث سے جو کامل اجر ثواب نماز کا مقصود ہوتا ہے وہ اعضاء سجدہ مع تابع کے سجدہ کرنے پر متوقف ہے واللہ تعالیٰ اعلم

باب السجود علی الشیاب

کپڑوں پر سجدہ کرنے کا بیان

اخیرنا سوبید بن نصر قال انیانا عبد اللہ بن المبارک عن خالد بن عبدالرحمن بن المسلمی قال حدثنی غالب القطان عن یکر بن عبد اللہ المزنی عن انس قال کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم بالظہور سجدا علی ثيابا انتفاء الحر.

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے جب وہ پہرہ نماز پڑھتے تو کڑی سے بچنے کے لئے ہم اپنے کپڑوں پر جھک کر تے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز مسجد کا فرض گرم موسم یا موسم سے مصلیٰ زمین پر پیشانی نہیں نکالیں گے۔ زمین کی حرارت سے پیشانی بچانے کو اپنے چہرے کو اپنے کپڑے کے فاضل یعنی زائد کپڑے پر جھک کرے تو اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ قبل جہد و نماز کا ہے کیوں کہ سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صاف بالکل مانع نہیں جہد ہے۔

(کذا فی هامش النسائی وفتح القدير)

باب الامر باتمام السجود

سجدہ نماز کا خوب اچھی طرح ادا کرنے کا حکم دینے کا بیان

احمرنا الحق بن امرهم قال اساء عبدہ عن سعید عن قتادۃ عن انس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتعوا امر کوع والنسجود فوافقه انی لا اراکم من خلف ظہری فی رکوعکم وسجودکم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم نماز کا کرو، اور سجدہ پورا کیا کرو ایسی اندکی قسم بیگم جس کو تمہارے رکوع اور سجدے میں اپنے پشت کی طرف سے دیکھنا ہوں۔

تشریح: اس حدیث میں جس مقام پر آیا کہ اس کا حکم دیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ میں اور حضرت کے ساتھ رکوع اور سجدہ کرے حتیٰ کہ بدن کے تمام جوڑا اپنی جگہ قرار پکڑ جائیں پھر ان کا مت رکوب و سجود اور انھیں سے و زبانی ترمیم فرمائی اور بعد اتمام پر تنبیہ فرمائی کیوں کہ نماز میں لوگوں کی کوتاہی اور بے پرواہی رسول اکرم ﷺ سے مخفی نہ رہتی نہ ناجی فرمایا انسی لا اراکم من خلف ظہری الخ اس ارشاد مبارکہ کے تحت ترجمان السنن ۳۶۷ پر تفصیل سے بحث کی۔ مقرر بطور اختصار ترجمہ نقل کرتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی رویت اس قدر حسنی اور محکم ہوتی ہے کہ فرشتوں کا ترجمہ (غیر جسمانی وجہ) ان کے سامنے شہا جاتا ہے یہ رویت جس کی اطلاع دی ہے اس عالم کی رویت ہے حضور ﷺ کی چشم اور بین اس عالم سے نزدیک کی ہست اور آج کا بھی مشاہدہ کر لو گناہی حضور تو حضور ہی ہیں آپ ﷺ کے صحابہ تک ہست کے موقع پر بھی بھی مسئلہ کو جانچ لیتے تھے کسی بھی کو بعد کا فرشتہ سلام کرتا اور وہ اس کی آواز سن لیتے تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہند کی جنگ میں تھے کہ وہ دیکھتے تھے وہ آپ کی اس رویت کی آواز آپ کا جبرئیل فرما دے میں سن لیتا تھا اس دور میں تو یہ یوں کی وجہ دے سوت بھی آواز کا اندازہ میں کر دیا ہے اگر وہی دست دے کر بھرے متعلق بھی رہتے جس کے رویہ دار اس حقیقت کو تسلیم کر لیں تو پھر جھڑپیں اٹھیں اب بھی خود بین نور اور بین کے ذریعہ سے ہم جن چیزوں کا مشاہدہ کر لیتے ہیں عام بینکھیں ان کا مشاہدہ نہیں کر سکتیں خود بین سے

بیاریوں کے جراثیم چلنے پھرتے نظر آتے ہیں اور بین کے ذریعہ ہتھکڑوں کی طرح کھدائی کا قاصد کس طرح کف دست معطوم ہونے لگتا ہے اب اگر انیہ علیہم السلام اپنی ایسی حدیث نظر سے جتان کو سن جانب اللہ رحمت ہوتی ہے کسی بلند عالم کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ہمیں اس کا بھی انکار نہیں کرنا چاہئے اور یہ سمجھنا چاہئے کہ نیاری کے یاریک جراثیم کی طرح جن کے دیکھنے کا ہمارے پاس کوئی آلہ نہیں ہے اگر فرض کر لو کہ وہ حدیث نظر ہمیں بھی عطا ہو جاتی تو ہم بھی خوردبین کے بغیر جن جراثیم کا مشاہدہ کر سکتے ہیں انکار یا تاویل کرنا دونوں طریقے غلط ہیں انکار تو اس لئے جو خود دیکھتا ہے نہ دیکھنے والے کو اس کے مشاہدہ کے رد کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں اسے اپنی تصور نظر کا اعتراف کرنا چاہئے نہ کہ ایک طاقتور نظر والے کی رویت کا انکار ہی لئے ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت بکر بن عبد ربیعؓ نے حضرت عائشہؓ کو اپنا اسلام کہلوا دیا تو آپ نے جواب دے کر حضور ﷺ سے عرض کیا "اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی آپ تو ان کو دیکھ رہے ہیں ہم نہیں دیکھتے گو اپنی تصور نظر کا اعتراف کیا اور حضور ﷺ کے مشاہدہ کی تصدیق کی بہر حال جب عام طور پر نظروں میں قوت المر کے لحاظ سے تفاوت ہوتا ہے تو اگر انہیں علیہم السلام کی نظر عام نظروں سے کچھ اور تیز مان لی جائے تو اس کے انکار کی کیا وجہ ہو سکتی ہے اور تاویل کرنا اس لئے غلط ہے جو شخص خود دیکھتا ہے اور وہی الفاظ استعمال کرتا ہے جو صرف دیکھنے کے لئے مستعمل ہیں اور اس کے خلاف کوئی اور فی الواقعہ نہیں کرتا اور نہ صرف وہ خود دیکھتا ہے بلکہ اپنے متعلق کسی مقید و رکھتا ہے اور دوسروں کو باور دلانا چاہتا ہے کہ وہ درحقیقت دیکھتا ہے تو حق کو کشف والہام پر محمول کرنا بغیر غلط ہے بلکہ ایک واقعہ کا انکار ہے اسی مخالفہ میں بعض لوگوں نے حدیث میں بیان کردہ واقعہ کو صرف کشف کہہ دیا ہے جو خلاف حقیقت ہے اس قصیدہ مذکور کی تائید علامہ عسقلانی کے قول سے ہوتی ہے علامہ مسوف کہتے ہیں کہ اس حدیث میں حضور ﷺ نے جس مشاہدہ کی اطلاع دی اسی کے متعلق قول صحیح اور راجح نہیں ہے کہ وہ اپنے ظاہر پر محمول ہے اور حضور ﷺ کا یہ مشاہدہ حارہ بصر کے ذریعہ سے حقیقی مشاہدہ تھا جو فرق عادت کے طور پر آپ کے ساتھ مخصوص تھا لہذا حضور ﷺ اپنی پشت کی طرف سے مقتدیوں کے حالات کو حارہ بصر کے ذریعہ سے بغیر مقابلہ اور قرب کے دیکھتے تھے۔ (مروفات: ۳۰۹/۲)

باب السنی عن القراءة فی السجود

سجدے میں قرأت کی ممانعت کا بیان

احمر بن ابو داؤد و سلیمان بن سیف قال حدثنا ابو علی الحنفی و عثمان بن عمر قال ابو علی حدثنا وقال عثمان ابن ابی داؤد بن قیس عن ابرہیم بن عبد اللہ بن حنین عن ابیہ عن ابن عباس عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال نہای حسی صلی اللہ علیہ وسلم عن ثلاث لا قول نہی الناس نہای عن تعظیم الذہب وعن لبس القسی وعن المعصفر للمفعمہ ولا قرأ ساجداً ولا راكعاً۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میرے دوست (حضور ﷺ) نے مجھے تین چیزوں سے

جس کا تجزیہ و تحلیل ممکن ہو وہ ایک منصب ہے جو صرف تعالیٰ مسطفاً اور احباباً پر موقوف ہے ہاں اس کے نیچے درجہ اور خصائص ہیں جو اس کی مابینیت کا جز نہیں ان خاصہ میں کچھ ترازو، سہ دیا جاتا ہے اس بناء پر پکا خوب دیکھنے کی وجہ سے کئی ویر گز ہرگز کی نہیں کہہ جاسکتا۔

باب الدعاء فی السجود

تجد سے قبل دعاء کا بیان

اخبرنا هشام بن السری عن ابی الاحوص عن سعید بن مسروق عن مسلمہ بن کھیل عن ابی راشد بن وهو کرب عن ابی عاص قال بث عند خالتي مسونة بنت الحارث وراثة رسول الله صلى الله عليه وسلم عنده فرأيت قام لحاحنه غانتي المقربة فحلق شاقباً ثم نوضاً وضوءاً بين الوضوءين ثم انى فرائشه فنام ثم قام فومئذ اخبرني فأتني القربة فحلق شاقبها ثم نوضاً وضوءاً هو الوضوء ثم قام يصلي وكان يقول في سجوده اللهم اجعل في قلبي نوراً واجعل في سمعي نوراً واجعل في بصرى نوراً واجعل من فوقى نوراً واجعل من فوقى نوراً وعن يسارى نوراً واجعل امامى نوراً واجعل خلفى نوراً واعظم لى نوراً ثم نام حتى نفع فتناه بلال لما يفظ للهلالة.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ مسونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے پاس رات گزاری اور اسی رات رسول اللہ ﷺ (اسی رات نبوت میں) ان کے پاس تھے جس میں نے دیکھا آپ ﷺ کو کہ اپنی حاجت کے لئے کھڑے ہوئے پھر منک کے پاس تشریف لے گئے اور ان کا سر کھول پھر منہ کیا دو وضوؤں کے بیچ کے درجہ کا پھر اپنے سر پر تشریف لائے اور سوئے پھر کھڑے ہوئے اور منی مرتبہ اور منک کے پاس تشریف لے گئے اور ان کی زاری کھول پھر اسی طریق سے وضو کیا پھر ایک کھلی مرتبہ یا تھا پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی اور اپنے کمرے میں پڑھتے تھے "اللهم اجعل فی قلبي نوراً" آخر بالی میرے قلب میں نور پیدا فرما، دے اور میرے کانوں میں نور پیدا فرما دے اور میری آنکھوں میں نور پیدا فرما دے اور میرے سینے پر نور پیدا فرما دے اور میرے اوپر نور پیدا فرما دے اور میرے دائیں اور بائیں نور پیدا فرما دے اور میرے سامنے نور پیدا فرما دے اور میرے پیچھے نور پیدا فرما دے اور میرا نور بڑا کر دے پھر سوئے حتی کہ خزانے سینے لگے پھر حضور ﷺ کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ آگئے اور آپ ﷺ کو زکے لے چکے۔

تشریح: اسی رات حضور ﷺ نے جو وضو کیا اس کے تعلق میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں "ثم نوضاً وضوءاً بین الوضوءین" یعنی نہ پانی بہت استعمال کیا کہ حد انحراف کو پہنچے اور نہ کمزور یا کم اعشارت نہ ہواں بلکہ وضو معتدل یا جو بہتر وضو ہے اور وضوؤں نے کہ ان وضو، میں اعضا وضو کو اور مرتبہ وضو اسی کو اور انی نے بیچ کے درجہ کا وضو کہہ دیا پھر حضور ﷺ نے

سجدہ کی نماز پڑھنی اور سجدے کی حالت میں یہی دعاء پڑھتے تھے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نقل کی ہیں اسے کتب قدیمہ میں دیکھنے کی غرض سے منقول کیا گیا ہے۔ دعاۃ کورای رات سجدے کی حالت میں پڑھی۔

نوع آخر

سجدے کی حالت میں ایک اور قسم کی دعاء پڑھنے کا بیان

اخبرنا سیرید بن نصر قال اخبرنا عبد الله عن سليمان عن منصور عن ابي الضحی عن مسروق عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في ركوعه وسجوده سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفر لي يتكرر القرآن

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع اور سجدہ کی حالت میں یہ دعاء پڑھتے تھے۔
”سبحانک اللہ ربنا وبحمدک اللہم اغفر لی“ قرآن کے مطابق اس کو پڑھتے تھے۔

تشریح اس دعاء کو قرآن پاک کا صداق بتاتے تھے ”یتناول اغفر ان“ کا یہی ملمع ہے قرآن پاک میں ہے ”اذا جاء نصر الله والفتح المح“ تو اس سورۃ میں تین چیزوں کا نظم ہے تسبیح و تحمید اور استغفار وہی تین چیزیں ہیں اس دعاء کے اندر ہیں جو بعضی آیت کے اس دعاء کو رکوع اور سجدہ میں پڑھتے تھے۔

نوع آخر

ایک اور قسم کی دعاء پڑھنے کا بیان

اخبرنا محمود بن غیلان حدثنا وکیع عن سليمان عن منصور عن ابي الضحی عن مسروق عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول في ركوعه وسجوده سبحانك اللهم ربنا وبحمدك اللهم اغفر لي يتناول القرآن۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع اور سجدہ میں پڑھتے ”سبحانک اللہ ربنا المح“ اس کو قرآن پاک کی آیت ”فسبح بحمد ربک واستغفره“ کا صداق بتاتے تھے۔

آیت میں استغفار ہے پیغمبر اور جو سے پہلے تسبیح کو ذکر کیا کیوں کہ طریقہ نزول یہی ہوا، چاہئے (اے اعلیٰ شان ذات خدا کی تسبیح اس کے بعد نعت کا شکر پھر اپنی لغزشوں کے لئے استغفار) دعاء کا یہی مسنون طریقہ ہے لیکن امت کے لئے استغفار سے پہلے درود ضروری ہے تاکہ دعائے مغفرت قبول ہو جائے۔

نوع آخر

ایک اور قسم کی دعاء کا بیان

اخبرنا محمد بن قدامة قال حدثنا جریو عن منصور عن هلال بن بساف قال قالت عائشة رضي

اللہ عنہا لقدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مضجعه فجعلت الخمسة وظننت انہ اتی بعض حوارہ
فلو فت یدی علیہ وهو ساجد وهو یقول اللهم اغفر لی ما سورت وما علنت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے بچھونے پر نہ پایا میں میں آپ ﷺ کو
ٹوٹنے لگی اور میں نے گمان کیا کہ شاید آپ کسی بیوی کے پاس گئے ہوں میں میرا ہاتھ آپ ﷺ کے بدن پر پڑا اور آپ ﷺ
سجدے میں یہ دعا پڑھ رہے تھے "اللھم اغفر لی ما سورت وما علنت" یا اے اللہ متفرق نہ فرما میرے وہ گناہ جو میں نے
پیشہ رکھے اور وہ گناہ جو میں نے علانیہ کئے۔

اخیر ما محمد بن المثنی قال حدثنا محمد قال حدثنا شعبۃ عن منصور عن ہلال بن یساف عن
عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت لقدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فظننت انہ اتی بعض حوارہ فظلمتہ
فاذا هو ساجد یقول رب اغفر لی ما سورت وما علنت۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے اپنے بستر پر نہ پایا میں میں نے گمان کیا
کہ آپ کسی بیوی کے پاس گئے ہوں گے میں میں نے آپ ﷺ کو (مسجد میں) تلاش کیا تو اس حالت میں دیکھا کہ آپ
سجدے میں یہ دعا پڑھ رہے تھے "اللھم اغفر لی ما سورت وما علنت"۔

نوع آخر

ایک اور قسم کی دعا کا بیان

اخیرنا عمرو بن علی قال حدثنا عبدالرحمن بن ابی مہدی قال حدثنا عبدالعزیز بن ابی سلمۃ
قال حدثنی عمی الماحضون بن ابی سلمۃ عن عبداللہ بن الاعرج عن عیاد اللہ عن ابی رافع عن علی
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا سجد یقول اللهم لک سجدت ولک اسلمت ویک
امننت مسجدا جہی للذی علفہ وصورہ فاحسن صرولہ وخلق سمعہ وبصرہ نبارک اللہ احسن
الخالقین۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو یہ دعا پڑھتے "اللھم لک سجدت الخ"
یا اے میں نے تیرے ہی لئے سجدہ کیا اور تیرے ہی لئے فرمان بردار ہوا اور تیرے ساتھ ایمان لایا سجدہ کیا میرے چہرے نے اس
امت کے واسطے جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کی بہت اچھی صورت بنائی اور اس کے کان کھولے اور اس کی آنکھیں کھولیں اللہ
بہت بابرکت ہے اور بہتر پیدا کرنے والا ہے۔

نوع آخر

ایک اور قسم کی دعاء کا بیان

اخبرنا یحییٰ بن عثمان قال انابا ابو حنیفہ قال حدثنا شعب بن ابی حمزہ عن محمد بن المنکدر عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی سجودہ اللهم لک سجدت وبک امنت ولك اسلمت وانت ربی سجد وجہی للذی خلقہ وصورہ وطق سمعہ وبصرہ تبارک اللہ احسن الخالقین۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ مجھے میں کہتے تھے "اللہم لک سجدت الخ" یا الہی میں نے تیرے ہی واسطے سجدہ کیا اور تجھ ہی پر ایمان لایا اور تیرے ہی لئے تائب ہوا اور تو میرا رب ہے سجدہ کیا میرے چہرے نے اس ذات کے واسطے جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کی صورت بنائی اور اس کے کان اور اس کی آنکھیں کھولیں اللہ بہت بابرکت ہے اور سب سے بھرپورا کرتے والا ہے۔

نوع آخر

ایک اور قسم کی دعاء کا بیان

اخبرنا یحییٰ بن عثمان قال انابا ابی حمزہ قال حدثنا شعب بن ابی حمزہ عن محمد بن المنکدر و ذکر آخر قبلہ عن عبد الوہاب عن ابن عمر عن محمد بن سلمۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قام من الیل یصلی تطوعا قال اذا سجد اللهم لک سجدت وبک امنت ولك اسلمت اللهم انت ربی سجد وجہی للذی خلقہ وصورہ وطق سمعہ وبصرہ تبارک اللہ احسن الخالقین۔

حضرت عمر بن مسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو اٹھ پڑھتے تو سجدے میں یہ دعاء پڑھتے "اللہم لک سجدت الخ"۔

نوع آخر

ایک اور قسم کی دعاء کا بیان

اخبرنا مسوار بن عبد اللہ بن سوار القاضی ومحمد بن ہشام عن عبد الوہاب قال حدثنا خالد عن ابی العالیۃ عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی سجودہ القرآن باللیل سجد وجہی للذی خلقہ وطق سمعہ وبصرہ بحولہ وقوتہ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رات کو مجھ کو قرآن میں پڑھتے تھے "سبح و جہی خلقی خلقہ
الحج" مجھ کو کیا مجھ سے چہرہ نے اس ذات کے واسطے مجھ نے کسی کو پکارا کیا اللہ کے کان بنائے اور اس کی آنکھیں اپنی قوت
اور قدرت کے ساتھ۔ چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ دعا حضور ﷺ سے رات کو کی تھی اس لئے بیان میں رات کی طرف
منسوب کی اور پڑھنا اس دعا کا حضور ﷺ سے مطلق مجھ کو تلاوت میں بعد از قیادت کے بھی ثابت ہے۔

نوع آخر

ایک اور قسم کی دعا کا بیان

احبر بن اسحق بن ابراہیم قال انبأنا جریر بن عیسیٰ بن معبد عن محمد بن ابراہیم عن عائشة
فان قلت فقدت رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات ليلة فوجدته وهو ساجد وصدور قدميه نحو القبلة
فسمعته يقول اعوذ بربك من مضطحك وعود بعدا فانك من عقوقك واعدوك بك منك لا
احتمى لئلا عيبك انت كما اثبت على نفسك.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک رات میں نے اپنے بستر پر پایا پس میں نے آپ ﷺ کو
(مجھ میں) امید ہے کہ حالت میں پایا آپ کے دونوں قدموں کی انگلیاں تہذیبی طرف تھیں پس میں نے سنا کہ آپ ﷺ
مجھ سے کہتے ہیں یہ دعا پڑھو رہے تھے "اعوذ بربك من مضطحك وعود بعدا فانك من عقوقك واعدوك بك منك لا
احتمى" ہے اور آپ کے غور گز کے ذریعہ آپ کے عذاب سے ہٹا دیا ہو اور آپ کی بناء پر ہٹا دیا آپ ہی سے میں آپ
کی شان میں تعریف نہیں کر سکتا آپ دے رہے ہیں جیسے آپ نے خود اپنی تعریف فرمائی۔

نوع آخر

ایک اور طرح کی دعا کا بیان

احبر بن ابراہیم بن الحسن المصطفیٰ قال حدثنا حجاج عن ابن جریر عن عطاء قال
احبر بنی ابی ملیک عن عائشة قالت فقدت رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات ليلة فطنت انه ذهب
الى بعض نساء فنجسته فذا هو راجع اوب جلد يقول سبحانك انتهم وسبحانك انت لا اله الا انت
فقلت باہی انت وامی انی لفي شان وانت لفي امر.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ ﷺ کو پایا پس مجھے خیال ہوا کہ تمہیں آپ کی بیوی
کے پاس تو پہنچے نہیں تھے میں نے لگی آؤ اس حالت میں پایا کہ آپ کو کراہ میں تھے یا بدوش اور یہ دعا پڑھ رہے تھے

”سبحانک اللہم ومحمدک لا ایلہ الا انت“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربانی
دوں بے شک میں اپنے اندر از ذیال میں تھی اور آپ دوسری شان میں۔

نوع آخر

ایک اور طرح کی دعا کا بیان

اخبرنا ہارون بن عبد اللہ قال حدثنا الحسن بن سوار قال حدثنا لبت بن سعد عن معاوية بن صالح
عن عمرو بن قیس الکندی انه سمع عاصم بن حمید يقول سمعت عوف بن مانک يقول فقلت مع النبی
صلی اللہ علیہ وسلم لسا افاستاک ونو ضا ثم قام فطلى فبنا فاستفتح من البقرة لا یمر بأحد رحمہ الا
ولف وسأل ولا یمر بأحد الا ولف بعدہ ثم رکع فمکث رکعاً یقدر قیامہ یقول فی رکوعہ سبحان
ذی الجبروت والملکوت والکبریا والعظمة ثم سجد فشد رکوعہ یقول فی سجودہ سبحان ذی
الجبروت والملکوت والکبریا والعظمة ثم قرأ آل عمران ثم سورة ثم سورۃ قل علی مثل ذلک۔

حضرت حماد بن عمارؒ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑا ہوا اپنے آپ ﷺ نے سواہ کی اور پھر
کیا پھر نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے (تہجد نماز) اور قرأت سورۃ بقرہ سے شروع کی نہیں گزرتے کسی بیت رحمت پر مگر
وہاں ٹھہر جاتے پھر سوال کرتے اور نہیں گزرتے آیت مذہب پر مگر کسی کے پاس ٹھہر جاتے پھر پابا لگتے رکوع کرتے اور قریب
قیام کے رکوع میں ٹھہرتے اور رکوع میں یہ پڑھتے ”سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریا والعظمة“
پھر سجد کرتے پھر رکوع کے اور سجدے کی پڑھتے ”سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریا والعظمة“ پھر سورۃ آل عمران
پڑھی پھر تخری دونوں رکعتوں میں سے ہر ایک رکعت میں ایک ایک سورۃ پڑھی اسی طرح کرتے جیسے پہلی رکعتوں میں کئے ہیں۔

نوع آخر

ایک اور طرح کی دعا کا بیان

اخبرنا اسحاق بن ابراہیم فان ابنا جریور عن الاعمش عن سعد بن عبیدة عن المسترود بن
الاحنف عن صلفہ بن زفر عن حذیفہ قال صنیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلة فاستفتح
بسورۃ البقرة فقرأ اسماۃ آیہ لم رکع فمضی فقلت یختمها فی الر کعتین فمضی فقلت یختمها ثم برکع
فمضی حتی قرا سورۃ النساء ثم قرا سورۃ آل عمران ثم رکع فخرج من قیامہ یقول فی رکوعہ سبحان
ربی العظیم سبحان ربی العظیم سبحان ربی العظیم ثم راع رأسه فقال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا للک

احمد و اٹال القیام لم یسجد فأطال السجود بقول فی سجوده سبحان ربی الاعلیٰ سبحان ربی الاعلیٰ
سبحان ربی الاعلیٰ لا یمر بأیة تعریف او تعظیم لله عزوجل الا ذکره.

حضرت حدیث رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک رات کو نماز پڑھی، اسی نماز میں آپ ﷺ نے سورۃ البقرہ شروع کی اس میں سے ساری پڑھیں رکوع نہیں کیا آرت دہری رکھی میں نے کہا اس کو دو رکعتوں میں ختم کریں گے میں قرأت کرتے رہے میں نے کہا اس کو ختم کر کے پھر رکوع کریں گے میں آگے بڑھتے رہے فی کہ سورۃ النساء پڑھ لی پھر سورۃ آل عمران پھر رکوع کیا پھر اپنے قیام کے پڑھتے رہے رکوع میں "سبحان ربی العظیم سبحان ربی العظیم سبحان ربی العظیم" پھر اپنا راضا "سمع الله لس حمده" "کہہ کرار" "واللک الحمد" کہہ کر اور طویل قیام کیا پھر ترجمہ کیا اور طویل سجدہ کیا سجدہ میں پڑھتے رہے "سبحان ربی الاعلیٰ سبحان ربی الاعلیٰ سبحان ربی الاعلیٰ" جب نئی آیت تحریف پر یا الکی آیت پر جو اللہ عزوجل کی تعظیم پر دلالت کرتی ہے گزرتے تو اس کا ذکر فرماتے آیت تحریف پر اللہ کی پناہ مانگتے اور آیت تعظیم پر اس کی حاکمیت بیان کرتے۔

نوع آخر

ایک اور قسم کی دعا کا بیان

اخبرنا بشار محمد بن بشار قال حدثنا يحيى بن سعيد القطان وابن ابی عدى عن شعبه قال حدثنا
سعيد عن قتادة عن معمر عن عاتقة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لى ركوعه
وسجوده سبح قدوس رب الملائكة والروح.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رکوع میں اور سجدہ میں "سبح قدوس رب الملائكة والروح" پڑھتے تھے بہت شان و شوکت والا ہے بہت پاک ہے پروردگار ہے فرشتوں کا اور روح کا یعنی جبرائیل علیہ السلام کا۔

عدد التسميح في السجود

سجدے میں تسبیح کی تعداد کا بیان

اخبرنا محمد بن رافع قال حدثنا عبد الله بن ابراهيم بن عمرو بن كيسان قال حدثني ابی عن وهب
بن ماثور قال سمعت سعيه بن جبیر قال سمعت انس بن مالك يقول ما رأيت أحدا أشبه صلاة بصلاة
رسول الله صلى الله عليه وسلم من هذا. القنى يعنى عمر بن عبد العزيز فحرو نافع ركوعه عشر تسبيحات
وفى سجوده عشر تسبيحات.

حضرت انس رضی اللہ عنہ، لکھتے ہیں کہ میرے کسی کوا کی نماز پڑھتے نہیں دیکھا کہ اس کی نماز رسول اللہ ﷺ کی نماز سے بہت زیادہ تھی۔ اسے اس جوان یعنی عمر بن عبدالمطلب کے پاس ہم نے امداد دیا کہ وہ اپنے گورگاہ میں تسبیحات ادا کرتے دیکھتے ہوں گے اور تہہ سے میں اس مرتبہ۔

تشریح: اس حدیث میں تسبیح سے مراد تسبیح معروف یعنی ”سبحان ربی العظیم“ اور ”سبحان ربی الاعلیٰ“ ہے۔ مظاہر حق میں لکھا ہے کہ بخشی اور میں حضرت عمر بن عبدالمطلب پر ذکر کوغیا بعد کرتے تھے اور میں ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ اس تسبیح سے پڑھتے تھے تو ممکن ہے وہ بھی اس مرتبہ پڑھتے ہوں گے یا کم یا زیادہ۔ واللہ اعلم بالصواب

باب الرخصة في ترك الذكر في السجود

بعد سے میں ترک ذکر کی رخصت کا بیان

اخبرنا محمد بن عبد اللہ بن یزید المدنی ابو یحییٰ بمكة وهو بصري قال حدثنا ابي قال حدثنا حماد قال حدثنا اسحق بن عمار بن عبد اللہ بن ابی طلحة ان علی بن یحییٰ بن حلال من مائک بن رافع من مائک حدثنا عن ابيه عن عمه رفاعه بن رافع قال بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم جالس ونحن حوله اذ دخل رجل فأتى القبضة فصلى فلما قضى صلاته جاء فسلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعني الشوق فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليك اذهب فصل فانك لم تصل فذهب فصل فعمل رسول الله صلى الله عليه وسلم يرمق صلاته ولا يبرى ما يعيب منها فلما قضى صلاته جاء فسلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليه وسلم فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليك اذهب فصل فانك لم تصل فاعادها مرتين او ثلاثا فقال الرجل يا رسول الله ما عشت من صلاتي فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: انما لم تتم صلاة احدكم حتى يسبح الوضوء كما امره الله عز وجل فبعل وجهه ويديه الى المسرفين ويسبح برأسه ورجليه الى الكعبيين ثم يكر الله عز وجل ويحمده ويمجده قال حماد وسمعتنه يقول ويحمد الله ويحمده ويكره قال فكلما قد سمعته يقول قال ويقرا ما ييسر من القرآن مما علمه الله واذن له فيه ثم يكر ويركع حتى نظمن مفاصله ويستر حتى لم يقول سمع الله لمن حمده ثم يستوي قائما حتى يقيم صلبه ثم يكر ويسجد حتى يمكس وجهه وقد سمعته يقول جبهته حتى نظمن مفاصله ويستر حتى يستوي قائما على مفاصله ويقيم صلبه ثم يكر ويسجد حتى يمكس وجهه ويستر حتى فادام يفعل هكذا لم يتم صلاته.

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور مجھ آپ ﷺ کے پاس تھے اچانک ایک

اقرب ما یكون العبد من الله عزوجل

اس بات کے بیان میں کہ بندہ اللہ عزوجل سے کس وقت زیادہ قریب ہوتا ہے

احبونا محمد بن مسلمة قال حدثنا ابن وهب عن عمرو بن لحي عن ابي اسحق عن عمارة بن عازبة عن ابي اسحق عن ابي صالح عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اقرب ما يكون العبد من ربه عزوجل وهو ساجد فكثر الدعاء.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندہ عبادت کی حالت میں اپنے پروردگار عزوجل سے بہت ہی مقام قریب حاصل کر سکتا ہے تم اس حالت میں خوب دعا مانگو۔

تشریح: ترکیب کے الفاظ سے قریب کا معنی ہندوا ہے اور چونکہ حال یعنی وہو ساجد کے الفاظ ساتھ ہیں اس لیے اس کو عبادت سے گراویا گیا ہے یہ ظاہر اہل حدیث کے قول میں ہے لیکن الامام ابو حاتم کی طرح ہوتا ہے اس سے ان لوگوں کا قول غلط بناوٹ ہے جو کہ جو ساجد میں دواؤں کا ذکر دیکھ کر ساجد کا قریب کی خبر قرار دیتے ہیں اور پوری تحقیق کلام کی یہ ہے کہ یہ ساجد میں اس کے بعد جو فعل لیکن ہے دو مصدر کے معنی میں ہے اور مصدر بمعنی تہ ہے اب تقدیر غلط یہ ہوگی قریب کا ان اچھٹا کر یہ حاصل ان کا ان دو ساجد پر خبر لینی حال کو گراویا گیا کیونکہ متعلقہ طرف کا حذف مشہور بات ہے پھر طرف یعنی اذاکون کو حذف کر دیا گیا کیوں کہ اس پر حال درخت کر دیا ہے کیوں کہ حال وقت اور زمان پر دلالت کرتا ہے پس حال طرف پر دلالت کر رہا ہے اور طرف خبر پر لفظ حال خبر پر دلالت کر رہا ہے کیوں کہ مضارع ہے ان الدال علی اللہ علی لعلی الدال علی ایک الشیء مانگا ہوا اس کے لوگوں نے کلام کی ترکیب اور طرح سے بھی بیان کی مگر ہم نے خوف غلطی سے ترک کر دیا باقی سوال کہ عبادت سے کیا حالت میں بندہ اپنے رب سے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے اس کی وجہ علامہ حقی نے یہ بیان کی ہے کہ عبادت سے اس کی حالت انتہائی متین اور اپنی عبادت کے اعتراف اور اپنے رب کی ربوبیت کے اعتراف پر دلالت کرتی ہے اس لیے اس حالت میں عبادت سے اس کی بہت زیادہ امید ہوتی ہے۔ (امامی الاحبار ۳/۲۰۷ بحوالہ منتخب الافکار لعلامہ العینی) تاہم بعض مباحث نے کہا کہ اپنے رب کی رحمت اور اس کے فضل کی غفلت بہت زیادہ قریب ہوتا ہے۔ علامہ شامی نے غلطی اور غلطی میں لکھا ہے کہ اگر کسی کے ہاں یا نماز کے علاوہ دوسرے احوال کی بہ نسبت عبادت سے اس کی بہت زیادہ امید ہو تو وہ دوسرے اپنے نفس سے اپنے رب سے قریب حاصل کر لیتا ہے اور عبادت کی حالت اذ حدہ قاضی اور ترک تکبر اور سر نفس کی حالت ہے کیونکہ نفس کو حالت وغیرہ پر آمادہ نہیں کرتا اور نہ عاجزی و انکساری اور تواضع سے راضی ہوتا ہے بلکہ ان چیزوں کے برخلاف امور سے راضی ہوتا ہے جیسا جب بندہ مجاہد کرتا ہے تو حقیقت اپنے نفس کی مخالفت کی اور اس کے خواہشوں سے پرہیز کیا اور جب اپنے نفس سے گنہگار ہو گیا اور اپنی کوتاہی کی وجہ سے اپنے رب سے غریب ہو گیا۔

اور حارسہ معصومہؑ نے نہایتی کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ بعض علماء نے وہ اقربیت یہ بیان کی ہے کہ بندہ بعد سے میں دعا کرنے والا ہے کیوں کہ اس کو روعا کا حکم دیا گیا ہے اور اللہ جل شانہ قریب ہے ہواں کرنے والوں سے چنانچہ اس کا ارشاد ہے "وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي اسْأَلْهُ" اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق وہ بافت کرتے ہیں تو میں قریب ہی ہوں منظور کر لیتا ہوں عرضیہ درخواست کرنے والے کی جگہ میرے حضور میں در خواستہ کرتے ہیں بعد ازاں عبادہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد اس کا حکم دیا ہے بعد ازاں اس کے ساتھ قریب ہواں کرنے والا قریب ہوتا ہے نیز سب سے پہلا نساء جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مائرفانی کی تھی وہ اللہ بعد ہے لہذا احمد میں اللہ کی پروردگار کا لغت ہوتی ہے اس واسطے اقرب ہوتا ہے۔

خلاصہ فرمائی ہے کہ یہ بڑھ چکے ہیں اور وہ کماست اللہ رب العزت سے اقرب ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان اور زمان سے محروم ہے بہر حال حدیث باب کی یہ قسم تو جمعیت جو شراح حدیث نے اپنی اپنی فراست اور بصیرت کی روشنی میں کی ہیں ان کو حسب احوال الاما حصار نے نقل کیا ہے وہاں ابوہریریؓ کا یہ قول ابن العریبی وغیرہ نے نقل کئے ہیں۔ (۱۳/۲)

فضل السجود

سجدے کی فضیلت کا بیان

أخبرنا هشام بن عمار عن عقیل بن زیاد المدمشي قال حدثنا الأوزاعي قال حدثنا يحيى بن أبي كثير عن ابن ملعة بن عبد الرحمن قال حدثني ربيعة بن كعب الأسلمي قال كنت اثني ورسول الله صلي الله عليه وسلم يومئذ في حاجة فقال سألني فقلت مر الغنمك لي الجنة قال أو غير ذلك قلت هو ذاك قال فاعني على نفسك بكثرة السجود.

حضرت ربیعہؓ کا کعبہ ﷻ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وضو کا پانی اور مسواک وغیرہ پیش کرتا تھا آپ ﷺ نے فرمایا تاکہ مجھ سے (یعنی دنیا و آخرت کی خیر میں سے جو چاہو مانگو) میں نے عرض کیا، ہر شے میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا اسی کی طلب ہے یا اس کے علاوہ کی میں نے عرض کیا میرا مطلب دینی ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اس مقصد کی تحصیل میں مکتوۃ حمود کے ساتھ میری مدد کرو۔

تجارت

حضرت ربیعہ کے ہندو حوٹہ اور ہمت کو شہادتیں ہوئیں انہوں نے جو سوال کیا ہے اس قدر ان شان سوال خالی ہمت ہی کر سکتا ہے عرض کیا کہ بہشت میں آپ کی رفاقت کا خواستگار ہوں تاکہ آپ کے دیدار سے لطف اندوز ہو سکوں حضور ﷺ نے بغور امتحان آیا ہے عظیم الشان معلوم پر حجاب اور کس میں غلبہ ہیں انجیل ان سے فرمایا "ارغیر ذلک" "اواکوڑ کر کے ساتھ بھی چڑھ سکتے

صلیٰ ظہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو ساجد فرجعت الی مسجدی فلما قضیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلاۃ قال الناس یا رسول اللہ انک محدث بین ظہرائی صلاتک سجدة اطلتها حتی ظننا انہ قد حدث امر او انه یوحی الیک قال کل ذالک لم یکن ولكن ابی اذ صلیٰ فکرت ان ابعده حتی یقضى حاجته۔

حضرت شہاد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کی دو نمازوں میں سے ایک نماز میں تشریف لائے اور اس حالت میں تشریف لائے کہ حسن رحمہ اللہ یا حسین رحمہ اللہ کو اٹھائے ہوئے تھے نبی ﷺ صلی کی طرف بڑھے تو حسن یا حسین رحمہ اللہ کو اتار دیا پھر نماز کے لئے بکیر کی دو نماز شروع کی تو اس نماز کے دوران ایک طویل سجدہ کیا عبد اللہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا کہ وہ سجدہ رسول اللہ ﷺ کی پیش پر بیٹھا ہوا تھا جبکہ آپ ﷺ سجدے میں تھے پھر میں اپنے سجدے کی طرف لوٹ گیا پھر جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے دوران صلوٰۃ ایک سجدہ اتنا طویل کیا حتیٰ کہ ہمیں خیال ہوا کہ کوئی حادثہ (سوت یا مرض) پیش آیا ہو گا یا آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہوگی آپ ﷺ نے فرمایا تم نے جو خیال کیا واقعی ایسی کوئی بات نہیں دراصل بات یہ ہے کہ میرا یہ بیٹا مجھے شکل سواری کے بتا رہا ہے اس لئے میں نے اچھا نہیں سمجھا کہ اس کو جلدی اتار دوں حتیٰ کہ وہ اپنی آرزو پوری کر لے۔

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ ایک سجدے کا دوسرے کے مقابلہ میں طویل ہونا کوئی عریض نہیں۔

باب التکبیر عند الرفع من السجود

سجدے سے سر اٹھاتے وقت تکبیر کہنے کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابراہیم قال انہذا الفضل بن ذکین و یحییٰ بن آدم قالوا حدثنا زہیر عن ابی اسحق عن عبد الرحمن بن الامود عن امیہ و علقمہ عن عبد اللہ قال راہب و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکبر فی کل خصلۃ و رفع و قیام و قعود و یسلم عن یمینہ و عن شمالہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ حتی یروی بہما عنہ قال و راہب ابابکر و عمرو بنی اللہ عنہما یقولان ذالک۔

حضرت عبد اللہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ ہر جماعہ اور اٹھاؤ اور قیام اور قعود میں تکبیر کہتے تھے اور دائیں اور بائیں سلام پھیرتے وقت السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے رخسارہ کی سفیدی دیکھی جاتی تھی حضرت ابن مسعود رحمہ اللہ کہتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی اس طرح کرتے تھے۔

باب رفع الیدین عند الرفع من السجدة الاولى

بول مجددہ سے سر اٹھاتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کا بیان

اخبرنا محمد بن العقی قال حدثنا معاذ بن هشام قال حدثنی ابی عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالک بن حویث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دخل فی الصلاة رفع یدیه واذا رکع فعل مثل ذالک واذا رفع رأسه من الركوع فعل مثل ذالک واذا رفع رأسه من السجود فعل مثل ذالک کله یعنی و رفع یدیه۔

حضرت مالک بن حویث رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ بیک نئی ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے یعنی بغیر تویید کے وقت اور جب رکوع کرتے تو اسی طرح کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح کرتے یعنی دونوں ہاتھ اٹھاتے۔

ترک ذالک بین السجدتین

دو مجددوں کے درمیان رفع یدین نہ کرنے کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابراہیم عن سفیان عن الزہری عن سالم عن ابیہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا التحصن الصلاة کبر و رفع یدیه واذا رکع وبعد الركوع ولا يرفع بین السجدتین۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اٹھ اُکبر کہتے اور دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع کے بعد اور دونوں مجددوں کے درمیان رفع یدین نہ کرتے۔ رفع یدین کے متعلق تفصیل بحث پیچھے کر رہی ہے وہاں ملاحظہ کیجئے۔

باب الدعاء بین السجدتین

دو مجددوں کے بیچ میں دعاء کا بیان

اخبرنا محمد بن عبد الاعلی قال حدثنا خالد حدثنا شعبہ عن عمرو بن مرة عن ابی حمزة سمعه یحدث عن رجل من عس عن حذیفۃ انه انتہی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقام الی جنبہ فقال اللہ اکبر ذو المنکوت والجبروت والکبرياء والعظمة ثم قرأ بالمفردة ثم رکع فكان رکوعه نحواً من الیامہ فقال فی رکوعه سبحان ربی العظیم سبحان ربی العظیم وقال حین رلع رأسه لربی الحمد لربی الحمد وکان یقول فی سجودہ سبحان ربی الاعلی سبحان ربی الاعلی وکان یقول بین السجدتین رب اغفر لی

رب اغفر لی۔

حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑے ہو گئے (رہلت کی نماز میں) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (بعدیت کے) پڑھا "اللہ اکبر ذو الملکوت والجلوت والکبریا والعظمة" پھر سورۃ بقرہ پڑھی پھر رکوع کیا آپ کا رکوع قریب قریب قیام کے تھا رکوع میں "سبحان ربی العظیم سبحان ربی العظیم" پڑھا اور جس وقت سر اٹھا یا تو "لوی الحمد لوی الحمد" پڑھا سب تعریف میرے رب ہی کے لئے ہے سب تعریف میرے رب ہی کے لئے ہے اور آپ مجھ سے میں کہتے تھے "سبحان ربی الاعلیٰ سبحان ربی الاعلیٰ" اور دونوں بھروسوں کے درمیان پڑھتے تھے یعنی جلسہ میں "رب اغفر لی رب اغفر لی" اسے رب مجھے بخش دے اے رب مجھے بخش دے۔

باب رفع الیدین بین السجدتین تلقاء الوجه

دونوں بھروسوں کے درمیان چہرہ کی جانب دونوں ہاتھ اٹھانے کا بیان

احمرنا موسیٰ بن عبداللہ بن موسیٰ البصری قال حدثنا النضر بن کثیر ابو سهل الازدی قال قال صلی الی جنسی عبداللہ بن طاؤس بمنی فی مسجد الخیف فکان اذا سجد السجدة الاولیٰ فرقع راسہ منها رفع یدینہ لتلقاء وجهہ لمعکرت اذا ذالک فقلت لو حبیب بن خالد ان هذا یصنع شیئا لم اراحا یصنعہ فقالہ وحبیب تصنع شیئا لم اراح احد ابصعہ فقال عبداللہ بن طاؤس رايت ابی یصنعہ وقال ابی رايت ابن عباس یصنعہ وقال عبداللہ بن عباس رايت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنعہ۔

نضر بن کثیر ابو سہل ازدی کہتے ہیں کہ مثنیٰ کی مسجد خیف میں عبد اللہ بن طاؤس نے میرے پہلو میں نماز پڑھی جب وہ پہلا بھروسہ کرتے اور بھروسہ سے اپنا سر اٹھاتے تو اپنے چہرہ کی جانب دونوں ہاتھ اٹھاتے ہیں میں نے اس کا انکار کیا پھر میں نے حبیب بن خالد سے کہا کہ یہ فعل نماز میں ایسا کام کرتا ہے جو ہم نے کسی کو کرتے نہیں دیکھا تو حبیب نے عبد اللہ سے کہا تم ایسا کام کرتے ہو یعنی پہلے بھروسہ سے سر اٹھانے کے بعد رفع یدین کرتے ہو جو میں نے کسی کو کرتے نہیں دیکھا میں عبد اللہ بن طاؤس نے کہا کہ میں نے اپنے باپ کو اسی طرح کرتے دیکھا اور میرے باپ نے کہا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اسی طرح کرتے دیکھا اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا۔

تشریح: اس حدیث کا لفظ نضر بن کثیر پر ہے اور وہ ضعیف ہے۔ (کما فی التقریب) اور میزان میں ابن حبان نے فرمایا کہ وہ ثقاہت کی طرف نسبت کر کے موضوع احادیث نقل کرتا تھا لہذا اس کی حدیث سے بین السجدتین چہرہ کی جانب رفع یدین پر استدلال نہیں ہو سکتا۔

باب کیف الجلوس بین السجدين

دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی کیفیت کا بیان

اخبرنا عبد الرحمن بن ابراهيم د حرم قال حدثنا مروان بن معاوية قال حدثنا عبد الله بن عبد الله بن الاصم قال حدثني يزيد بن الاصم عن ميمونة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سجد خوى بيمينه حتى يوى وضوح ابطيه من ورائه واذا قعد اطمأن على فخذيه اليسرى.

حضرت ميمونة رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھوں کو زمین سے اوردونوں بازو پہنے پہلو سے دور رکھتے حتیٰ کہ دونوں بغل کی سفیدی دیکھی جاتی تھی آپ کے پیچھے سے زرد جب بیٹھے تو بائیں ران پر ٹھیکان سے بیٹھے۔

فقر الجلوس بين السجدين

دونوں سجدوں کے درمیان فقر اور خلوص کا بیان

اخبرنا عبد الله بن سعيد ابو ندامة قال حدثنا يحيى عن شعبة قال حدثني الحكم عن ابن ابي ليلى عن النبوء قال كان صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم ركوعه وسجوده وقيامه بعد جابر رفع رأسه من الركوع وبين السجدين قريب من السواء.

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کیا نماز اور آپ ﷺ کا رکوع اور سجدہ اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد قیام وہ آپ ﷺ کا دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا یہ سارے چیزیں تقریباً برابر ہوتی تھیں۔ حدیث کی تشریح بھیجیے ضروری ہے۔

باب التكبير للسجود

سجدے کے واسطے تکبیر کہنے کا بیان

اخبرنا قتيبة قال حدثنا ابو الاحوص عن ليلى اسحق عن عبد الرحمن بن الاسود عن الاسود وعلفمة عن عبد الله قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يكبر في كل رفع ووضع وقيام وقعود وابوبكر وعمر وعثمان رضي الله عنهم.

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر کہتے تھے ہر نماز اور رکوع اور قیام اور قعود میں اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی تکبیر کہتے تھے۔

اخبرنا محمد بن رافع قال حدثنا حجين وهو ابن العتيق قال حدثنا ليث عن عقیل عن ابن شهاب

قال انخيرني ابو بكر من بعد الرحمن بن العارث بن هشام انه سمع ابا هريرة يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قام الى الصلاة يكبّر حين يقوم ثم يكبّر حين يركع لم يقول سمع الله لمن حمده حين يرفع صليبه من الركعة ثم يقول وهو قائم زنا لك الحمد ثم يكبّر حين يهوي ساجداً ثم يكبّر حين يرفع رأسه ثم يكبّر حين يسجد ثم يكبّر حين يرفع رأسه ثم يفعل ذالك في الصلاة كلها حتى يقضيها ويكبّر حين يقوم من التشتين بعد الجلوس

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت نماز کے ارادہ سے کھڑے ہوتے تو تکبیر تحریر کہتے پھر تکبیر کہتے جس وقت رکوع کرتے پھر جس وقت رکوع سے اٹھتے تو کہتے "سمع الله لمن حمده" پھر کہتے کھڑے کی حالت میں "زنا لك الحمد" پھر تکبیر کہتے جس وقت ٹھکے سجدے کے واسطے پھر تکبیر کہتے جس وقت اپنے سر اٹھاتے پھر تکبیر کہتے جب سجدہ کرتے پھر تکبیر کہتے جب اپنا سر اٹھاتے پھر تمام نماز میں اسی طرح کرتے تھے حتیٰ کہ نماز کو پورا کرتے اور تکبیر کہتے جس وقت دو رکعت پر چلوں گے بعد تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے۔

تشریح: ان قدما نے المعنی میں لکھا ہے کہ اکثر اہل طحا مسک یہ ہے کہ تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جاوے اور ہر شخص اور رفع میں تکبیر کہے ان اہل علم میں سے حضرت ابن مسعود و ابن عمر و ہار و ابو ہریرہ و ابراہیم بن ہاد و غیر ہم کو یہی مسک ہے رضی اللہ عنہ۔ قاضی عیاض نے کہا کہ یہ امر یعنی ہر شخص اور رفع میں تکبیر انت ثابت میں حضور ﷺ نے فعل سے اور اس کی حدیث پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اسی طرح عام نوہی اور عام نفی و غیر ہما نے بھی تعبیرات انتہائی کی حدیث پر استکلاہ ارجاع نقل کیا ہے البتہ سلف میں سے کچھ حضرات کا مسک یہی تھا کہ وہ نماز میں ارفع کے وقت تکبیر کہتے ہر شخص کے وقت تکبیر نہ کہتے تھے ان کے مسک کی بناء حضرت عبدالرحمن بن ابی کی حدیث ہے جو بخاری وغیرہ میں موجود ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی "فکان لا یسم التکبیر" کہ حضور ﷺ ٹھکے وقت تکبیر نہ کہتے تھے مجھے مطلب وہی کہ طرز عقائد اور اس کے تحت اسی حدیث کو پیش کرنے سے واضح ہوتا ہے چنانچہ علامہ عینی کہتے ہیں کہ امام حمادی کے قائم کردہ وجوب اور اس کے ماتحت اسی حدیث عبدالرحمن بن ابی کو ماننے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا سبب نہ کہ واقعی یہ ہے "کسان لا یسکروا" خلافت کما هو مصرح فی رواية ابن عبد البر "بہر حال اس حدیث کی بناء پر علامہ عینی کی تفسیر کے مطابق حضرت عمر بن عبدالعزیز اور محمد بن یزید وغیرہ کی طرح امراء بنی امیہ نماز میں شخص کی حالت میں تکبیر نہ کہتے تھے اس کا جواب مجبوراً عوامی طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ احادیث کثیرہ جو طرق متواترہ سے مروی ہیں اور زیادہ ظاہر ہیں عبدالرحمن بن ابی کی حدیث سے ان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ ہر شخص اور رفع کے وقت تکبیر کہتے تھے۔ علامہ شوکانی نے نقل الامام میں لکھا ہے کہ شخص اور رفع کے وقت تکبیر کے بارے میں احادیث کثیرہ مروی ہیں اور وہ سب صحیح ہیں دوسرے یہ کہ وہ احادیث متعارضہ و الخلف تکبیر کو ثابت کرنے والی ہیں اور زیادہ قویہ مشتمل ہیں فقہان کا متہ بلکہ عبدالرحمن بن ابی کی حدیث نہیں کر سکتی۔

جب تک میں تمہارے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے طرز پر نماز پڑھنے میں آپ ﷺ سے بہت قریب ہوں آپ ﷺ ہمیشہ اسی انداز سے نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔
اس سے واضح ہو گیا کہ حضور ﷺ نماز کی ہر رکعت میں تحمیرات الہیہ ایک نہ فرماتے تھے۔

باب کیف الجلوس للتشهد الاول

اول تشهد کے واسطے کس طرح بیٹھنا چاہئے اس کا بیان

اخبرنا قتيبة بن سعيد قال حدثنا الثلبث عن يحيى عن القاسم بن محمد عن عبد الله بن عبد الله بن عمر عن ابيه انه قال ان من سنة الصلاة ان تضع رجلك اليسرى وتصب اليمينى.

حضرت محمد بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب تک سنت صلوٰۃ سے ہے یہ کہ چپے تو بائیں پاؤں اور گھڑا رکھے۔ پاؤں۔

تشریح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ لفظ "ان من سنة الصلاة" ان کے حکم میں ہے، حدیث میں قصہ اونی اور قدوہ آخرہ کی کوئی قید نہیں لگا، دونوں قعدوں کو شامل ہے اور یہ حدیث ممکن ہے اس میں صرف کتابے کہ بائیں پاؤں کو بچھنے اور دائیں پاؤں کو گھڑا کر کے اس کے بعد کیا کرے کیا بائیں پاؤں پر بیٹھنے کو کہے یا اس کو کوئی بیان نہیں لیکن اس باب کے ساتھ ہی متصل باب کے تحت کی روایت نے واضح کر دیا کہ بائیں پاؤں پر بیٹھنے ہی ہر اول حضرت محمد بن عمر کی اس حدیث کوئی ثابت ہوتا ہے کہ تشهد میں سنت میں ہے کہ دائیں پاؤں کو گھڑا کر کے اور بائیں پاؤں کو بچھ کر اس پر بیٹھ جائے لیکن قدوہ مسک ہے، امام، لکھ کے نزدیک دونوں قعدوں میں تو رک سنت ہے اور تو رک یہ ہے کہ دائیں پاؤں کو گھڑا کر کے اور بائیں پاؤں کو بچھ کر اس پر بیٹھ جائے اور امام شافعی کے نزدیک اس تشهد کے بعد سلام ہو جس میں کوئی بے بیعت اور اس تشهد کے بعد سلام نہ ہو اس میں افتراش سنت ہے اور حنابلہ کے نزدیک ثانی اٹھانی و ثلث اور رب جس نماز میں دو تشهد ہوں اس میں صرف قدوہ اخیر میں تو رک سنت ہے ورنہ افتراش سنت ہے۔

باب الاستقبال باطراف اصابع القدم القبلة عند القعود للتشهد

تشہد کے واسطے بیٹھنے کے وقت قدم کے اطراف اصابع کو قبل کی طرف متوجہ کرنے کا بیان

اخبرنا الربيع بن سليمان بن داود قال حدثنا اسحق بن مكرم عن منصور قال حدثني ابي عن عمرو بن الحنظل عن يحيى ان القاسم حدثه عن عبد الله وهو ابن عبد الله بن عمر عن ابيه قال من سنة الصلاة ان تصب القدم اليسرى واستقبله باصابعها القبلة والجلوس على اليسرى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ سنت سے ہے دائیں قدم کو کھڑا کر لینا اور اس کو اپنی انگلیوں کے ساتھ قبضہ کی طرف متوجہ کرنا اور بائیں پاؤں پر بیٹھنا۔

باب موضع الیدین عند الجلوس للتشہد الاول

اول تشہد کے واسطے بیٹھنے کے وقت دونوں ہاتھوں کو کس جگہ پر رکھا جائے اس کا بیان

احمرنا محمد بن عبداللہ بن یزید المقرئ قال حدثنا سفیان قال حدثنا عاصم بن کلب عن ابیہ عن وائل بن حجر قال اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرأیتہ یرویہ یدہ ادا التبع الصلاۃ حتی یحاذی منکبہ واذا اراد ان یرکع والا جلس فی الرکعتین اصبع الیمری ونصب الیمنی ووضیع یدہ الیمنی علی فخذہ الیمنی ونصب اصبعہ للعداء ووضیع یدہ الیسری علی فخذہ الیسری قال ثم اتبعہم من قابل فرأیتہم یرفعون یدہم فی الثمرات۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جس میں نے دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اٹھاتے اور جب رکوع کا ارادہ فرماتے اور جب رکعت میں بیٹھے بائیں پاؤں کو بچھاتے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھتے اور دائیں ہاتھ کو دائیں دان پر رکھتے اور اشارہ کے وقت اپنی انگلی کو اٹھاتے اور بائیں ہاتھ کو بائیں دان پر رکھتے وہ کہتے ہیں پھر میں ان کے پاس آئندہ سارے (مردوں کے موسم میں) حاضر ہوا تو دیکھا صحابہ کرام اپنے کپڑوں کے اندر سے اپنے ہاتھوں کو اٹھا رہے ہیں۔

ان حدیث سے معلوم ہوا کہ جب تشہد کے واسطے بیٹھتے تو دونوں ہاتھوں کو دونوں دانوں پر رکھنا یعنی تقسیم کے طور پر مستحب ہے ہاتھوں سے کھینچنے نہ پکڑے یہی اس سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

باب موضع البصر فی التشہد

تشہد میں نگاہ کہاں رکھنی چاہئے اس کا بیان

احمرنا علی بن حجر قال حدثنا اسماعیل وهو ابن جعفر عن مسلم بن ابی مریم عن علی بن عبدالرحمن السعفی عن عبداللہ بن عمر انہ رأى رجلا یحرک الحصى یدہ وهو فی الصلاۃ قلنا انصرف قال لا عبداللہ لا یحرک الحصى وانت فی الصلاۃ فان ذالک من الشیطان ولكن اصنع کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنع قال وكيف کان یصنع قال یوضع یدہ الیمنی علی فخذہ الیمنی واثار یأصمہ النبی لیلی الایہام فی القبۃ وروی بصرہ الیہا واروحوہا لم قال فکلنا رأیت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بضمع۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فیل آری کو دیکھ کر دو نماز میں اپنے ہاتھ سے ٹکرائی و بلائے اسے پھر جب وہ نماز سے فارغ ہو گیا تو اس سے حضرت عبداللہ نے فرمایا ٹکرائی کو مت بلاؤ جب کہ نماز میں ہو کیوں کہ یہ فعل شیطان کی طرف سے ہے لیکن یہی ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے اس آری نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کرتے تھے روایت کرتے ہیں حضرت عبداللہ نے اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھا اور اپنی انگلی سے اشارہ کیا جو انگوٹھے سے متصل ہے اور اپنی نظر اسی انگلی پر رکھی پھر فرمایا اسی طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھے۔

باب الإشارة بالاصبع فی التشہد الاول

اول تشہد میں انگلی کے ساتھ اشارہ کرنے کا بیان

اخیراً زکریا بن یحیی السجری یعرف بحیاط السنۃ بول مذمشق احد الثقات قال حدثنا الحسن بن عیسی قال اننا ابن المبارک قال حدثنا محرمۃ بن بکیر قال اننا عامر بن عبداللہ بن الزبیر عن ابيه قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس فی التشہد اوفی الاربع بضع بیده علی رقبۃ ثم اشار باصبعہ۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو یا چار رکعت میں بیٹھے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھتے پھر اپنی انگلی سے اشارہ کرتے۔

تشریح تشہد میں اشارہ بالیسا بہ کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابن الجریج رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حدیث ابی بن حجر رضی اللہ عنہ اور بہت سی صحیح احادیث میں مروی ہے جن کی بناء پر جمہور کھٹن اور نغمہ کا اطلاق ہے کہ انگوٹھے سے متصل جو انگلی سے اس سے اشارہ کرنا سخت ہے اور اسلواوی و دین رشد اور ابن قدامت کے قول کے مطابق انہما اشارہ بالیسیم کے انتخاب پر متفق ہیں اور ہر سے انکو اشارہ سے بھی لیا منقول ہے چنانچہ امام محمد نے مؤرخاں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس فی الصلوۃ وضع کفہ الیسوی علی فخذہ الیمینی ولفظ اصابعہ کلہا و اشار باصبعہ الی علی الایہاء و وضع کفہ الیسری علی فخذہ الیسری ثم قال و یصنع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناخذ وهو قول ابی حنیفۃ "لینہ" امام محمد نے کہ اب الصمبغہ میں فرمایا "کما فی البدائع وغیرہ حدثنا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یبشر باصبعہ فیجعل مثلاً ما فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم و یصنع ما صنعہ وهو قول ابی حنیفۃ و قولنا وہ قال ابو یوسف ذکرہ فی الاملاء کما فی النخب وغیرہ "اس ترجمہ کے بعد کسی قسم کے دو کی گنجائش نہیں رہتی ہمارے اندر اشارہ بھی کرتے

ہیں کہ شہداء باہیا بہ سنت ہے البتہ بعض متاخرین اس مسئلہ میں اختلاف رائے کر گئے وہ کہتے ہیں ہم نے اشارہ کو اس لئے مجوز دیا ہے کہ وہ رافضیوں کے شعائر میں سے ہے ان کے اس کلام کو شائع کرانے یا نکل کر ذکر و قرار دیا ہے کیوں کہ جب احادیث صحیحہ سے اشارہ کی مسنونیت ثابت ہوئی ہے تو پھر اس طرح کے حیلہ و بہانہ سے تاہن سنہ تا کیا علاج ہے بہت سی شہیں رافضی کرتے ہیں تو کیا ان کو بھی اس حیلہ و بہانہ سے مجوز دیں گے اشارہ باہیا کو رافضیوں کے شعائر میں سے قرار دینا بالکل بے اصل اور روایت و روایت دونوں کے خلاف ہے۔ (امانی الاحیاء: ۸۵/۴)

کیف التّشہد الاول

تشہد اول کس طرح ہے

اخبرنا يعقوب بن ابراهيم الدورقي عن الامام جعفر عن ابي اسحق عن الامام عبيد الله قال سمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يقول اذا: حسنا في الركعتين التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله.

حضرت عبد اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تعلیم فرمائی کہ جب ہم دو رکعت پڑھیں تو یہ تشہد پڑھیں "التحيات لله والصلوات والطيبات".

اخبرنا محمد بن المنذر قال حدثنا محمد قال حدثنا شعبة قال سمعت ابا اسحق يحدث عن ابي الاخصوس عن عبيد الله قال سمنا لاسمى ما يقول في كل ركعتين غير ان نسمح ونكبر ونحمد ربنا وان محمدا صلى الله عليه وسلم علم فوائد الخير وخبرنا ما قال اذا قعدتم في كل ركعتين لقولنا التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله وليتخير احدكم من الدعاء اعجبه اليه فليدع الله عز وجل.

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے تھے ہر دو رکعت پڑھنا یا رکعتیں پڑھنا اس کے ہم "سبحان الله" کہتے تھے اور "لا اله الا الله" کہتے تھے اور ہمارے رب کی حمد کرتے تھے اور بے شک محمد ﷺ کو خیر و برکت والے بہترین جامع کلمات سمجھنے لگے ہیں آپ نے فرمایا جب تم ہر دو رکعت پڑھو تو پڑھا کرو "التحيات لله والصلوات والطيبات" (اس میں تعظیم تشہد کے بعد) حضور ﷺ کا یہ ارشاد بھی مروی ہے "وليتخير احدكم الدعاء" یعنی تشہد اور دو رکعت کے بعد ہر شخص تم سے کسی دعا اختیار کرے جو اس کو پسند ہو یہی اس سے دعا کر لے۔

اخرجنا فية قال حدثنا عشر عن الاعمش عن ابي اسحق عن ابي الاحوص عن عبد الله قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يشهد في الصلاة والشهد في الحاجة لما انتشهد في الصلاة التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله الى آخر تشهد

«حضرت عبد الله بن مسعود رضي الله عنه روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ہمیشہ تشهد صلوٰۃ اور تشهد حاجت کی تعلیم فرمائی کہ تشهد صلوٰۃ ہے «الْحَيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ لِلنَّبِيِّ»۔

[illegible]

اخبرنا احمد بن عمرو بن المرح قال حدثنا ابن وهب قال اخبرني عمرو بن الحارث ان يداين
ابن ابيسة الجزري حدثه ان ابا اسحق حدثه عن الامود وعلقمه عن عبد الله بن مسعود قال كنا مع رسول
الله صلى الله عليه وسلم لانه لم يشهدنا فقال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقولوا لي كل جمعة
التحيات فهو الصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته السلام عليك وعلى عباد
الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ہم کچھ نہیں جانتے تھے کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ما کرو برجلہ میں“ الصحبات و المصلوات والطبات“ تا آخر۔

اخبرني محمد بن جيلة النوافقي قال حدثنا العلاء بن هلال قال حدثنا عبد الله وهو ابن عمر وعنه زيد بن ابي انيسة عن حماد عن ابراهيم عن علقمة بن قيس عن عبد الله قال كنا لاندري ما نقول اذا صلينا فعلمت بي الله صلى الله عليه وسلم جوامع الكلم فقال لنا تقبلوه انتجات لله والصلوات والطيبات السلام عليكم ايها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله قال عبد الله قال زيد عن حماد عن ابراهيم عن علقمة قال لقد رأيت ابن مسعود يعلمنا هؤلاء الكلمات كما يصمت القرآن .

الصالحین الشہداء ان لا اله الا الله واشہد ان محمداً عبده ورسوله فان بو عبد الرحمن ابو ہاشم غریب
 حضرت عبداللہ روایت کرتے ہیں نبی ﷺ سے آپ ﷺ نے تشہد کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا "التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ
 وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى عَائِلَتِكَ
 الصَّالِحِينَ الشَّهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَالشَّهَادَةُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ"۔

ابن سنی بن ابراہیم قال ابنا الفصل بن دکن قال حدثنا سيف النخعي قال سمعت محمداً
 يقول حدثني ابو معمر قال سمعت عبد الله يقول علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم التشهد كما يعلمنا
 السورة من القرآن وكفه بين يديه التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبي ورحمة الله
 وبركاته السلام علي عباد الله الصالحين الشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله
 حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے "میں تشہد کی تعلیم اس طرح فرمائی جیسے میں قرآن
 کی سورۃ سکھاتے تھے جتنی حرف، حرف صحیح کے ساتھ دون کی نشانی کے اس طریقہ سے تعلیم فرمائی کہ یہی آپ ﷺ کے
 دونوں ہاتھ ہاتھوں کے درمیان تھی اور وہ یہ ہے "التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ الْحَمْدُ"۔

تشریح یہ تشہد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو ہے اور تشہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نام سے معروف ہے اور میں (۲۰)
 سے زائد طریقوں سے نقل کیا گیا ہے اور خود امام ربیع نے اس کی کئی طریقوں سے بیان کیا ہے اور ماہرین تشہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ
 کے تشہد کے اور کثرت بھی صحابہ کرام کی ایک جماعت نے جیسے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہم نے رسول
 اللہ ﷺ سے روایت کی ہیں ان میں سے جو تشہد بھی پڑھنا چاہے درست ہے حضرت شاہد ابن اللہ دہلوی نے فرمایا کہ کثرت
 تشہد کثرت آئے ہیں ان میں سب سے زیادہ صحیح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد ہے پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت
 عمر رضی اللہ عنہ کا تشہد یہ الفاظ تشہد عربی قرآن کی طرح ہیں "كلها شاف كاف" کہ قند میں جو کچھ پڑھا لیا جائے کوئی دشمنی ہے
 البتہ فضیلت میں اختلاف ہے چنانچہ ماہرین فکری لکھتے ہیں "وانسطاھر ان اختلاف لبی الافضل والجواب
 بالکل" (مروقات: ۲/۳۳۲)

لیکن حنفیہ اور حنبلیہ کے کئی ائمہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تشہد کو ترجیح دی ہے امام مالک نے حضرت
 عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تشہد کو ترجیح دی ہے وہ یہ ہے التحیات لله التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ الصَّلَوَاتُ الْحَمْدُ الْبَاقِي صَدْرُ تَشْهَدُ
 ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے یہ نام شافعی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تشہد کو ترجیح دی ہے جو اہل سنتوں کے ذیل میں مذکور ہے۔

تشہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وجوہ ترجیح

ایک تو اس وجہ سے کہ با اتفاق محدثین یہ حدیث اس باب میں سب سے زیادہ صحیح ہے چنانچہ امام ترمذی فرماتے ہیں "وهو
 اصح حديث النبي صلى الله عليه وسلم في الشهادتين" حتی کہ یہ آئے فرمایا کہ تشہد کے سلسلہ میں حدیث ابن

ہے کیوں کہ اسان عرب میں تصور مخاطب کے وقت الفاظ خطاب کا استعمال ہوتا ہے جیسا کہ میت کے لئے ولایہ و یا زیدہ کہا جاتا ہے اس بنا پر خطاب کا وارہ اور صرف حیات پر نہ ہوگا اب یہاں اولیٰ و حضور ﷺ بعد وفات بھی زندہ ہیں خطاب کے لئے صرف حضور ﷺ کا تصور اور اس کا یقین کرنا کہ صلوٰۃ و سلام بواسطہ یا جانہ جہود و پتہ ہے کافی ہے جیسے ہم کسی کو خط لکھتے ہیں وہ خطاب اس طرح کرتے ہیں جیسے سامنے کرتے ہیں صرف اس خیال سے کہ خط ضرور وہاں تک پہنچ جائے گا اسی طرح یہاں بعد وفات لفظ خطاب کے استعمال کے متعلق سمجھیں۔

دوم یہ کہ حضور ﷺ کی حیات میں بھی تشہد ہر اندہ تھا بلکہ سرافتماء نیز جو لوگ حضور ﷺ سے اور آپ ﷺ کی مسجد سے دور تھے اور دوسری مسجد میں نماز پڑھتے تھے وہ لوگ خطاب کا لفظ استعمال کرتے تھے تو سامنے ہونا نہ ہونا اور کل وقت اور بعد وفات دونوں برابر ہیں لہذا بعض علماء کے قول مذکور کی بناء علیہا ہے البتہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ شاید صاحب نظر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی فراموشی سے یہ سمجھا جو کچھ میں کرنا چاہتے تھے وہاں ہے ممکن ہے کوئی احسن اس سے بحث کرے۔ لے لگے کہ آنحضرت ﷺ دور سے سلام کو سنتے ہیں اور مسلم علیہ وفات کے بعد اپنے مبارک اور مقدس وجود کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں جیسا کہ ہمارے اس دور میں بہت سے اہل بدعت کا خیال ہے اس لئے اس کا سد باب کرنے کے لئے بعض صحابہ نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد عاب کا لفظ اختیار کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ تفریق جو بعض روایات سے معلوم ہوتی ہے کہ زمانہ رسالت میں ”السلام علیک ایہا النبی“ اور بعد وفات ”السلام علی النبی“ کہتے تھے صحابہ کرام میں عام رسم تھی اس کی دلیل یہ ہے کہ کرم و توقیر اس پر جاری نہیں ہوا یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد لوگوں کو تشہد کی تعلیم لفظ خطاب کے ساتھ دی اور امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے منبر پر صحابہ اور تابعین کے مجمع میں لوگوں کو تشہد کی تعلیم دی اور اس میں خطاب کا صیغہ تھا اور تواریخ اس جیسے امور میں قوی حجت ہے اس بات پر کہ خطاب کا لفظ صحابہ و تابعین میں معروف اور مشہور معمولی تھا۔ (فتح المعلیہ)

احقیات عبادات قویہ اور مصلوات عبادات بدنیہ اور اطمینات عبادات مالیہ کہتے ہیں درحقیقت مصی باری تعالیٰ کی بارگاہ میں مذہبی کرہا ہے اور نہ وہاں کی عبادات رب الخیرت ہیں اور عبادات تنہر جیسا کہ میں نے لفظ انہیں بیان فرمایا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

”السلام علیک ایہا النبی“ پر غیر مسلم نے اعتراض کیا ہے کہ نہ از تو اللہ کی ہے اور سلام بھی الہی توحید کے ستانی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ میں توحید ہے کیوں کہ صورت خبر کی ہے لیکن معنی انشاء کے ہیں گویا کہ ہم محسن اعظم کا شکر یہ ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں یہاں تک پہنچایا ہے مگر بظاہر ہم تو اس لئے نورافشاں شدہ ہیں تو حید نگاری اور آگے عہدہ رسول سے ظاہر یا کردہ عہد ہیں معبود نہیں۔

سے پہلے عہدہ کرتا ہے اور تم سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہم کی بیعت کا وہ تمہارا اس کے بعد اٹھنے کے بدلہ میں ہے اور تمہارے میں تم میں سے ہر شخص کا اول قول یہ ہوتا چاہئے ”تحيات الطيبات الصوات لله الميم“۔

نوع آخر من التشهد

تشہد کی ایک اور قسم کا بیان

اخبرنا ابو الانعمت احمد بن الحفص العجلي البصري قال حدثنا المحمدر قال سمعت ابي يحدث عن قتادة عن ابي غلام وهو يوسى بن حبيب عن حطان بن عبد الله انهم صلوا مع ابي موسى فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا كان عند الفعلة فليكن من اول قول احدكم التحيات لله الطيبات الصوات لله السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله.

حالانکہ مہدائے روایت ہے کہ انہوں نے نماز پڑھی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ تو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس وقت تشہد پڑھئے تو تم میں سے ہر کوئی کو یہ تشہد پڑھنا چاہئے ”التحيات لله الطيبات الصوات لله“ آخر تک۔

نوع آخر من التشهد

تشہد کی ایک اور قسم کا بیان

اخبرنا فتيبة قال حدثنا الليث بن سعد عن ابي الزبير عن سعيد بن حبيب وطائوس عن ابن عباس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا التشهد كما يعلمنا القرآن وكان يقول التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته سلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تشہد سکھلاتے جیسے ہمیں قرآن سکھاتے تھے اور آپ ﷺ پڑھتے تھے التحيات المباركات ”آخر تک۔“

نوع آخر من التشهد

تشہد کی ایک اور قسم

اخبرنا محمد بن عبد الاعلى قال حدثنا المعتمر قال سمعت ايمن وهو ابن نعيم يقول حدثني

ابو الزبیر عن جابر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمنا التّشہد کما یعلمنا السّورۃ من القرآن
 بِسْمِ اللّٰهِ اِنَّ النّٰحِیَّاتِ لِلّٰهِ وَالصُّرُوبِ وَالطَّیِّبَاتِ السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہِ السَّلَامُ
 عَلَیْکَ اَعْنِیْ عِبَادَ اللّٰهِ الْمَلَاحِیْنَ تَشْہِدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاشْہِدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَرَسُولُہُ اِنَّ اللّٰہَ لَہٗ
 وَاسْمُو ذَا اللّٰہِ مِنَ الْمَارِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تہجد سکھاتے تھے، پھر قرآن کی سورۃ سکھاتے تھے۔ جسے یعنی "بسم
 اللہ وبالله النحیات" آفریں۔

باب التّخفیف فی التّشہد الاول

اول تشہد میں تخفیف کا بیان

احمر ما الیہم بن ایوب الطّلفانی قال حدّثنا ابو الیہم بن سعید بن عبد الرحمن بن عوف قال حدّثنا
 ابی عن ابی عبد اللہ بن عبد اللہ بن مسعود عن ابیہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اُثر کعبین
 کنتہ عنی الموصف قلت حتی یقوم قال ذالک یرید۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ پہلی دو رکعتوں میں پہلی پہلے قعدے میں دو بار تمیز کے بعد پڑھتے
 ہوں ثم بن ایوب کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد اور انہم سے پوچھا کہ ان کے حضور ﷺ جلد کھڑے ہو پڑھتے تھے انہوں نے
 جواب دیا کہ اپنے اس کام سے ان سے مسعود رضی اللہ عنہ کی یہی مراد تھی۔

تشریح علامہ سندھی کہتے ہیں کہ "حتی یقوم" میں حتی بقرینہ جواب "ذالک یرید" "تقلین کے لئے ہے اگر
 حق کو عایت کے لئے کہا جائے تو سوال کے جواب میں "ذالک یرید" "کہنا مناسب نہ ہوگا" ممکنہ علی الوضع "سے
 حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اشارہ تخفیف تشہد کی طرف تھا لہذا یہ حدیث واضح طور پر بتا رہی ہے کہ حضور ﷺ چار رکعت اور تین
 رکعت والی نماز میں پہلے قعدہ میں دو بار یا زیادہ رکعت پڑھتے تھے اور دوسرے قعدہ میں دو رکعت پڑھتے تھے اور تیسرے قعدہ میں دو رکعت پڑھتے تھے
 یعنی اگر پہلی رکعت پر زیادہ رکعتیں پڑھیں سکا چند انہ کو کڑا ہوا تھا ہے۔ (حافظہ السندھی عی النسانی ومظہر حق)

باب ترک التّشہد الاول

بھولے سے تشہد اول ترک کر دینے کا بیان

احمر بن یحییٰ بن حبیب بن شریب البصری قال حدّثنا حماد بن زید عن یحییٰ بن عبد الرحمن
 الاصرح عن ابن حبیبہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی فقام فی الشفع۔ لذلّی کان یرید ان یجلس فیہ

لمضی فی صلاتہ حتی اذا کان فی آخر صلاتہ سجد سجدین قبل ان یسلم ثم سلم
 «عمر بن ابی بنیہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی آپ ﷺ اس قطع میں کھڑے ہو گئے جس میں
 آپ ﷺ بیٹھے کا ارادہ رکھتے تھے نماز کو جاری رکھائی کہ جب آخری صلوٰۃ میں بیٹھے تو سلام پھیرنے سے پہلے دو ہجڑے کے پھر
 سلام پھیرا۔

اعبرنا ابو داؤد سلیمان بن سیف قال حدثنا وہب بن جریر قال حدثنا شعبۃ عن یحییٰ بن سعید
 عن عبد الرحمن الاعرج عن ابن بختہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی فقام فی الم رکعتین فسجدا
 لمضی فلما فرغ من صلاتہ سجد سجدین ثم سلم۔

ابن بختہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے نماز پڑھی دو رکعتوں میں کھڑے ہوئے لوگوں نے "سبحان اللہ"
 کیا آپ ﷺ نے نماز کو پورا کیا جب نماز سے فارغ ہوئے تو دو ہجڑے کے پھر سلام پھیرا۔
 تب وہ سوکا کیا حکم ہے بعد سلام ہے یا قبل سلام اس کی بحث آگے قرنی ہے ترک تشہد کا یہ واقعہ ظہر کی نماز میں پیش آیا تھا
 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اول تشہد ترک ہو جانے سے ہجڑہ بھی واجب ہوتا ہے۔



حدثنا عبد الحمید بن جعفر قال حدثنی محمد بن عمرو بن عطاء عن ابي حمزة الساعدي قال سمعت
یحدث قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام من المسجد کبر و رفع یدیه حتی یحادی مہما منکبہ
کذا صبح حی الفتح الصلاة

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جس وقت قرآن اور کتبوں سے اٹھتے تو کچھ رکعتیں اور دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے
کہ دونوں ہاتھوں کے برابر کرنے جیسا کہ نماز شروع کرتے وقت اٹھاتے۔

باب رفع الیدین للقیام الی الرکعتین الاخیرین حدیث المنکبین

آخری دو رکعتوں کی طرف قیام کے وقت دونوں ہاتھوں کو دونوں کندھوں کے برابر اٹھانے کا بیان
اخبرنا محمد بن عبد الاعلیٰ السنعانی قال حدثنا المعتمر قال سمعت عبد اللہ وهو بن عمرو عن
ابن شہاب عن سالم عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه کان یرفع یدیه اذا دخل فی الصلاة
واذا اراء ان یوکیع واذا رفع راسه من الرکوع واذا قام من الرکعتین یرفع یدیه کذلک حدیث حمزہ المنکبین
حضرت ابن عمرؓ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے یا رکوع سے اٹھتے تو دونوں
ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اور جب رکوع اٹھاتے اور جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو اسی طرح
دونوں کندھوں کے برابر دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔

باب رفع الیدین وحمد اللہ والشاء علیہ فی الصلاة

نماز میں دونوں ہاتھوں کو اٹھانا رکعت کی حمد و ثناء کرنے کا بیان

اخبرنا محمد بن عبد اللہ بن یزید قال حدثنا عبد الاعلیٰ بن عبد الاعلیٰ قال حدثنا عبد اللہ وهو ابن
عمرو عن ابي حازم عن سہل بن سعد قال تطلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلح پس ہی عمرو بن
عوف فحضرت الصلاة فجاء المزدن الی ابي بکر فامرہ ان یجمع الناس ویزیمہم فاجاب رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فغرق الصفوف حتی قام فی الصف المقدم وفتح الناس بابی بکر یؤذونہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وکان ابو بکر لا یستغنی فی الصلاة فحمد اکبر واعلم ہذا فاما بہم منی فی صلاتہم
فما تفتت فاداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاما الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای کذا انت
فرجع ابو بکر بدہ فحمد اللہ والی علیہ نقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم رجع القہری وتقدم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلما انصرف قال لابی بکر ما معک اذا رماہ الیک بن جلی

فقال ابو بكر رضي الله عنه ما كان ينبغي لابن ابي جحافة ان يؤخر رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال
لنفس ما بانكم صفحتهم انما التصفيح للنساء ثم قال انا فانيكم شئ في صلاتكم فسيحوا .

حضرت اسلم بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی عمر و بن عوفؓ نے پاس تشریف لے گئے تاکہ ان میں سے
کراویں اور مسجد نبوی میں نماز کا وقت ہو گیا تو ان حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے فرمایا کہ آپ لوگوں کو جمع
کرنے کے ان کی مامت فرمائیں پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ منوں سے بیہوش کرتے ہوئے اگلی صف میں کھڑے ہو گئے
تو لوں نے ہالیاں بجا کر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سوس ﷺ کے تشریف لانے کی اطلاع دی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز میں ادھر ادھر
الغاث یہ فرمانے جب لوگوں نے بہت زیادہ دایوں پر نہیں تو سمجھ گئے کہ قرآن میں ضرور کوئی چیز پیش آگئی پھر القاث کیا تو
دیکھا کہ سوس ﷺ تشریف فرما ہیں رسول اللہ ﷺ نے شورو سے ان کو تلاوت کرائی کہ پرتو تم یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ
دوہاں ہاتھ نکالئے اور رسول اللہ ﷺ کے اس اشارہ پر اللہ کی حمد و ثناء کی پھر پیچ کر طرف بہت گئے اور آگے بڑھے رسول
اللہ ﷺ پھر نماز پڑھ لی جب نماز سے فارغ ہوئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اُن کا جب میں نے تمہاری طرف اشارہ کیا تو پھر
کوئی عذر نماز پڑھانے سے مانع نہ تھا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ان اپنی فائدہ کے واسطے مناسب نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ
کی امانت کرے پھر حضور ﷺ نے فرمایا لوگوں سے کیا بات ہے کہ تم ہماریوں بجاتے ہو تاہی بجاتے ہو عورتوں کے واسطے یہ پھر فرمایا
جب تمہیں نماز میں کوئی بات پیش آئے تو "سبحان اللہ" کہہ کر دو۔

امام نسائی نے ترجمہ میں "و حمد الله والثناء عليه" کا غلط ترجمہ کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اس واقع پر
رفع یدین سے ہر جگہ اور اٹھا کا رفع یدین مراد نہیں جس کا ذکر روایات سنہد میں آئے ہے بلکہ نبی کریم ﷺ کے حضرت
ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امانت کا حکم دینے سے ان کو جو امتیازی مقام اور شرف حاصل ہوا اس کا شکر یہ داکر نے کے واسطے دونوں ہاتھ
اٹھائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی۔

باب السلام بالایدی فی الصلوة

نماز میں ہاتھوں سے سلام کرنے کا بیان

احمر بن قیس بن سعد قال حدثنا عشر عن الاعمش عن النمسب بن رافع عن تمیم بن طرفة عن
جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن واقفوا بديننا في الصلاة فقال ما بانهم
واقفين ايديهم في الصلاة كانها اذ ناب الخيل ان الشمس مسكوا هي الصلاة .

حضرت جابر بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اس حال میں ہم اپنے ہاتھوں کو قریب
میں سلام کے ساتھ اٹھانے والے ہیں حتیٰ دائیں و بائیں سلام کے وقت اپنے ہاتھوں سے اشارہ کر رہے تھے حضور ﷺ نے

فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے پھر ان میں اپنے ہاتھوں کو تیر چھڑاؤں کے دھوکے کی طرح اٹھاتے ہیں نماز میں کون تم پر کرو۔

اخبرنا احمد بن منبہان قال حدثنا يحيى بن آدم عن معمر بن عبد الله بن القبطية عن حارس بن سمرة قال كنا بصلي خلف النبي صلى الله عليه وسلم فتسلم يدينا فقال ما بال هؤلاء يسلمون يديهم كذاهد اولاب جبل شمس اما يحكي احدهم ان يضع يده على فخذه نه يقول السلام عليكم السلام عليكم

حضرت پیر بن سمرة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے یا ہم اپنے ہاتھوں سے سلام کرتے تھے حضور ﷺ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے اپنے ہاتھوں سے سلام کرتے ہیں گو ان کے ہاتھ سرخس کوڑے کی دم کی طرح ہیں ان کے لئے یہ کافی نہیں کہ اپنے ہاتھ کو ان پر رکھے پھر اسلئے السلام علیکم السلام کہے۔

تشریح علامہ ابن ہرثمہ کہتے ہیں کہ عموماً ناکا اعتبار ہے خصوصاً مرد کا اعتبار نہیں ہوا اگر مرد پر ہاتھ نہ لے گا ہے اس لئے ترک رفع یدین کا مسئلہ بھی اس حدیث کے تحت میں آجائے تاہم یہ انت اس حدیث کے متعلق پیچھے دفعہ یزید کے باب میں در لکھ متغیہ کے بیان کے تحت گزر چکے ہیں۔

باب رد السلام بالاشارة فی الصلاة

نماز میں اشارہ سے سلام دینے کا بیان

اخبرنا قتیبہ بن سعید قال حدثنا ثابت عن مکیہ عن نابل صاحب النباء عن ابن عمر عن صاحب صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال مررت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يصلي فسلمت عليه فرد علي إشارة ولا أعلم الا انه قال لا يصح.

حضرت صاحب صحیح بخاری اور رسول اللہ ﷺ کے مشہور صحابی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے گزارش وقت آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے میرے آپ ﷺ کو سلام کیا آپ ﷺ نے اشارہ سے جواب دیا کہتے ہیں کہ مجھے بکواسا پڑا ہے کہ میرے شر کے لئے عتقا "لا يصح" کہا یعنی اگلی کے اشارہ سے جواب دیا۔

اخبرنا محمد بن منصور الحمكي قال حدثنا سفيان عن زيد بن اسلم قال قال ابن عمر دعاني النبي صلى الله عليه وسلم مسجد لواء ليصلي فيه فدخل عليه رجال يسلمون عليه فسالته صهيا وكان معه كيف كان النبي صلى الله عليه وسلم يصنع ذا سلم عليه قال كان يمشي بيده

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی ﷺ مسجد لواء میں نماز پڑھنے کی غرض سے داخل ہوئے تو چند آدمی حضور ﷺ کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ کو سلام کرنے لگے جس نے مصیبت و چنچا و مصیبت بھرا حضور ﷺ کے ساتھ تھے کی چیزیں جواب دیتے تھے جیسے آپ ﷺ کو سلام کیا جاتا مصیبت ﷺ نے کہا اپنے ہاتھوں اشارہ کرتے (یعنی ہاتھوں کے اشارہ سے جواب دیا)۔

اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا وهب بن يحيى عن جرير قال حدثنا ابي عن قيس بن سعد عن عطاء عن محمد بن علي بن عمار بن ياسر انه سلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يصلي فردعه. حضرت نماز میں یا رسول اللہ ﷺ سے رات کے گداہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا آپ ﷺ نے فرما دیا ہے کہ تو حضور ﷺ کے سلام پر جواب دیا۔

اخبرنا قتيبة قال حدثنا ثعلب عن ابي الربيع عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعاية نم اذ كنتم وهو يصلي فسلمت عليه فاستأجرني لثما فرب دعاني فقلت انك سلمت علي آتفا والا صلى واسما هو موحه يومئذ الى العترة. احسن تفسیر فقال حدثنا محمد بن شعيب عن ثور عن عمرو بن الحداد قال

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کسی ضروری کام کے لئے بھیجا تو میں نے آپ ﷺ کو اس حالت میں پایا کہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے میرے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے اشارہ سے جواب دیا پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو مجھ کو بلایا اور فرمایا بیٹھ تم نے مجھ کو سلام کیا مگر لاکھوں میں نماز پڑھ رہا تھا حضرت ہاں! کہتے ہیں کہ اسی روز جب حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے آپ ﷺ کو چہرہ مبارک مشرق کی طرف تھا (معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ ساری بات کا پورا پورا بخیر تھے)۔

اخبرنا محمد بن هاشم التميمي قال حدثنا محمد بن شعيب عن ثور عن عمرو بن الحداد قال اخبرني ابو الربيع عن جابر قال قال النبي صلى الله عليه وسلم فاتته وهو يسير مشرفا او معروفا فسلم عليه فاشاد بيده ثم سلمت عليه فاشاد بيده فاسترفت فناداني يا جابر فاتتني فقلت يا رسول الله اني سلمت عليك فلم ترد عني قال ابي كنت صلي. حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے کسی کام کے واسطے بھیجا تھا میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ حضور ﷺ جانب مشرق یا جنوب مغرب تشریف لے جا رہے تھے میں نے حضور ﷺ کو سلام کیا حضور ﷺ نے نماز پڑھنا۔ اشارہ کیا پھر سلام کیا تو حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا جس میں دائیں ہونے لگا تو حضور ﷺ نے مجھ بلایا اے جابر! چہرہ آؤ اور لوگوں نے بھی بلایا میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا آپ نے جواب نہیں دیا یعنی لفظ کے ساتھ حضور ﷺ نے فرمایا تنگ میں نماز پڑھ رہا تھا۔

تشریح: ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں اشارہ سے سلام کے جواب دینے سے نماز نہ ٹکس ہوتی اس

پر پانچوں اماموں کا اتفاق ہے ہاں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کراہت کے ساتھ جائز ہے دوسرے ائمہ کے نزدیک نماز میں اثر رو سے تمام کا جواب دینا بدعتی کراہت کے چار ہے لیکن زبان سے تمام کا جواب نہ دے کیوں کہ یہ کام ہے اس سے کرنا فاسد ہو جائے گی۔

کتاب دینی ۱۲۲: ۱ پر باب ماجاء فی الاشارة فی الصلوة کے تحت فرمایا کہ نماز میں اثر رو سے سلام کے جواب دینے سے نہ فرض باطل برکاء اور نہ نفل نہیں فرض میں مکروہ ہے نفل میں مکروہ نہیں اور نبی کریم ﷺ کا اثر رو سے جواب دینا جیسا کہ حدیث باب سے ثابت ہو چکا ہے جواز کی تعمیم دینے کے لئے فقہ اور جرح و مرجک اس پر دو امور فرمایا: ۱۔ کہ منسوخ ہونے کا نشان پیدا نہ ہو۔

النهي عن المسح الحصى في الصلوة

نماز میں کنکریوں کو مسح کرنے سے ممانعت کا بیان

اخبرنا قتيبة بن سعيد والحسين بن حريث واللفظ له عن سفیان عن ابرهوی عن ابي الاحوص عن ابي ذر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قام احدكم في الصلاة فلا يمسح الحصى فان لم يجد

حضرت یازد بن عاصمؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں داخل ہو جائے تو کنکری کو برابر نہ کرے اس لئے کہ رحمت اس کے سامنے ہوتی ہے۔

تشریح مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جب آدمی نماز شروع کرتا ہے تو اس پر دست بائیں ہوتی ہے اور دست اس کی طرف منسوب ہوتی ہے لہذا ایسے مبارک وقت میں خضوع و خضوع کے معانی نفل کنکری کو برابر کرنے یا صاف کرنے میں مشغول ہو کر خود کو اس نعمت اور رحمت سے محروم رکھنا کسی عقلمند کے لئے بالکل موزوں و مناسب نہیں لیکن ضرورت کی صورت میں مثلاً جبکہ مصلی کو جگہ نہ ملے تو کنکریوں پر سجدہ کرنے سے تکلیف اور ایک مرتبہ برابر کر سکتا ہے بعض روایات میں آیات کریمت مسح کنکری کو جبکہ نماز میں ہو پھر اگر ضرورت کرنے ہی والا ہے تو ایسے (رواہ البخاری ومسلم وغیرہ) معصوم ہوا کہ مجبوری اور ضرورت کی حالت میں ایک دفعہ کنکریوں کو برابر کرنا جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔

باب البرخصة فيه مرة

ایک مرتبہ برابر کر دینا جائز ہے

اخبرنا سويد بن نصر قال انبأنا عبد الله بن المبارك عن الاوزاعي عن يحيى بن ابي كثير قال حدثني ابو سلمة بن عبد الرحمن قال حدثني معيقب بن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان كنت

لا بد فاعلا فاعلة

ابو سعد بن ابی ریحان کہتے ہیں مجھ سے عقیق بن ابی ذر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تو ضرور کرنے کا ارادہ ہے تو یک مرتبہ یعنی ایک مرتبہ کھڑکیوں کو باز کرنے کی بات ہے۔

تشریح: سلام مذہبی نے لکھا ہے کہ ”ان کنت الخ“ ”اول حدیث کا کھرا ہے اور متعلق ہے مسیح صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور مرسل اتاحد حدیث کا جو باب کے تحت نقل کیا گیا ہے فقہان فصل پر دلالت نہیں کرتا۔ اول حدیث کا امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں ”عن معتب بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تمسح وانت تھلی فہن کنت لاجل فاعلا فاعلة“ اس سے واضح ہو گیا کہ ”ان کنت الخ“ کا تعلق مسیح صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔

(کما قال علامہ السیوطی)

اور مسیح صلی اللہ علیہ وسلم پر اتھو یہ بھی ہے لیکن محض جو کہ درست کرنے کے لئے نکلے گی اور اگر ناہر مال حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ ”نکلے گی“ پر مجھ کو کرنا ممکن نہ ہو تو قابل مجھ بنانے کے لئے مسیح صلی اللہ علیہ وسلم کی بات جائز ہے اور بدون ضرورت لئے کر دیا ہے کو کتب و روایات میں مرثیوں کا الفاظ یا ہے ہم حال الفاظ و مفرد کا ہوا مضمر کا بعد مقصود نہیں اور ان پر رخصت موقوف ہے بلکہ رخصت کا دار و مدار ضرورت پر ہے اگر ایک بار کے لئے ہے کل مجھ کی اصلاح ہو گئی تو دوسری بار سے احتیاط کر کے دوسری بار نہ جائز ہے۔

النہی عن البصر ائی السماء فی الصلاة

نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے کی ممانعت کا بیان

اخبرنا عبد اللہ بن سعید وشعيب بن يوسف عن يحيى وهو ابن سعيد القطان عن ابي عروبة عن قتادة عن ابي افس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ما بال افئدة يرفعون ابصارهم ائی السماء فی صلاتهم فاستند قوله فی ذالک حتی قال لبني عن ذالک ولتخطن ابصارهم.

حضرت ابن ابی مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں کو کیا ہو گئی کہ وہ نماز میں آسمان کی طرف اپنی نگاہیں اٹھاتے ہیں اس پر آپ ﷺ نے سخت وعید سنائی تھی کہ فرمایا لوگ اپنی نگاہیں اٹھانے سے باز رہیں ورنہ ان کی نگاہیں جہنم کی جاگیر بنیں۔

خبرنا سويد بن نصر قال انا ان عبد الله عن يونس عن ابن شهاب عن عبد الله بن عبد الله بن ورجاء عن اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم حذله ان يسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا كان احدكم فی الصلاة فلا يرفع بصره ائی السماء ان يلمع بصره.

حضرت عیسیٰ اللہ بن مہدی سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ کے اصحاب میں سے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کوئی آدمی نماز میں ہو تو اپنی نگاہ آسمان کی طرف نہ اٹھائے تاکہ اس کی آنکھ اچھل نہ جائے۔

تشریح: ان روایات سے نماز کی حالت میں آسمان کی طرف رفع بصر کی ممانعت ثابت ہوتی ہے قاضی عیاض نے کہا کہ نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے سے قبل سے ایک طرح کا عارض درہیت صلوٰۃ سے خروج لازم آتا ہے بلکہ اگر وہ ہے ابن بطال نے کہا کہ نماز میں رفع بصر کی کراہت پر سب علماء کا اتفاق ہے اور خارج نماز میں دعا کے وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے میں اختلاف ہے قاضی شرن و غیرہ اس کو بھی مکروہ کہتے ہیں اور اکثر علماء اس کو جائز کہتے ہیں کیوں کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے جیسے کہ نماز کا قبلہ ہے۔ (فتح المعلوم)

باب التشديد في الالتفات في الصلاة

نماز میں ادھر ادھر دیکھتے پر وعید کا بیان

اخبرنا سويد بن نصر قال انبانا عبد الله بن المبارك عن يونس عن الزهري قال سمعت ابا الاحوص يحدث في مجلس سعيد بن المسيب وابن المسيب جالس انه سمع ابا ذر يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يزال الله عز وجل مقبلا على العبد في صلاته ما لم يلتفت فاذا صرف وجهه انصرف عنه.

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بندہ جب نماز کی حالت میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر برابر متوجہ رہتا ہے جب تک کہ ادھر ادھر نہیں دیکھتا اور جب اپنے چہرہ کو ادھر ادھر پھیر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی توجہ اس سے پھیر لیتا ہے۔

اخبرنا عمرو بن علي قال حدثنا عبد الرحمن بن حنبل قال حدثنا زائدة عن شعيب بن ابي الشعثاء عن ابيه عن مسروق عن عائشة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الالتفات في الصلاة فقال اختلami يحنسه الشيطان من الصلاة.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے التفات فی الصلوٰۃ کو پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایک لینا ہے شیطان اس کو بندے کی نماز میں سے اچک لیتا ہے۔

یعنی شیطان اس فعل التفات پر آمادہ کرتا ہے تو التفات کرنے سے شیطان بندے کی نماز سے اس کا مال اچک لیتا ہے اس حدیث کو ابوالاحوص نے بھی حسن زائدہ کے روایت کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں سانپ اور بچھوکہ مار ڈالنے کا حکم فرمایا۔

احمد بن محمد بن رافع قال حدثنا سليمان بن داؤد ابو داؤد قال حدثنا هشام وهو ابن ابي عبد الله عن معمر عن يحيى عن ضمضم عن ابي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم امر بقتل الاسود بن طي الصلاة.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں اسود بن طی یعنی سانپ اور بچھوکہ مار دیے کا حکم فرمایا۔

تشریح: لفظ اسود ہر اس چیز کو بولا جاتا ہے جس میں سوار زودہ چیز کی بھی جنس سے ہو پھر اس سانپ کو اسود کہنا ہے جس پر سیاہی کا غلبہ ہو لہذا جب لفظ اسود اطلاق ہوا جائے اور سانپ کو عقیدہ کیا جائے تو اس سے یہ رنگ کا سانپ سمجھا جاتا ہے اور حدیث میں سانپ اور بچھوکہ اسودین بطور تخطیب فرمایا گئی کہ اسود عقرب کی صفات سے نہیں اور نہ اسود عقرب کے اسود سے ہے سیاہ سانپ کو عقرب پر طلب دیگر اسودین فرمایا اس حدیث کی بناء پر جمہور علماء کہتے ہیں کہ نماز میں سانپ بچھوکہ قتل جائز ہے اب رہی یہ بات کہ نماز فاسد ہوگی یا نہیں اس میں کچھ تفصیل ہے چنانچہ ہدای میں ہے کہ نماز میں سانپ اور بچھوکہ مار ڈالنے سے نماز فاسد نہ ہوگی اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "افعلوا الاسود فی النع" کہ مار دو سانپ بچھوکہ نماز میں نیز ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ ایک بچھوکے نبی کریم ﷺ کو ساتھ حضور ﷺ نے پئے جوتے سے اس کو مار دیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ اس طرح کا فعل نماز میں مکروہ نہیں کیوں کہ اگر مکروہ ہوتا تو حضور ﷺ ہرگز ایسا فعل نہ کرتے خاص طور سے نماز میں نیز اس وجہ سے بھی مارنا جائز ہے کہ نماز کی ایسی صورت میں دفعہ اذیت کے لئے اس کے قتل پر مجبور ہے لیکن فقہاء کہتے ہیں کہ قتل کی اجازت اس صورت میں ہے جبکہ ایک ہی چوٹ سے مارنا ممکن ہو جیسا کہ حدیث مذکور میں آیا ہے کہ نبی بچھوکے حضور ﷺ کو دے مارا تھا آپ ﷺ نے اس کو ایک ہی ضرب سے مار دیا تھا لیکن اگر زیادہ ضربات سے مارنے یا اس کو قتل کرنے کے لئے چل کر گیا تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ یہ عمل اکثر ہے جو اعمال مصلوۃ میں سے نہیں بہر حال جمہور علماء ان میں سے حنفیہ اور شافعیہ بھی ہیں سانپ بچھوکے قتل کو قتل قتل کے ساتھ عقیدہ کرتے ہیں کہ ایک دو ضرب سے لے کر مارنا جائز ہے اور ابن العربی نے کہا کہ سانپ بچھوکہ روڈ لٹا جائز ہے جبکہ ان سے اپنے نفس پر خوف ہو یا دوسری معصی کے قریب آ رہے ہوں اور مار دینا بدولت کیلئے ممکن ہو پس اگر ان سے خوف ہو اور دور دوروں اور قتل کیلئے اگر ان کو مار دیا تو نماز فاسد نہ ہو جائے گی اگر نہ تو مارے۔

(کھوکھ جلد ۱: ۱۷۲)

حمل الصبایا فی الصلاة ووضعت فی الصلاة

نماز میں بچہ کی کوٹھانا اور اس کو اتار دینا

احمد بن قتیبة قال حدثنا مالک عن عامر بن عمرو بن سليمان عن ابي لقادة ان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جی میں نے دروازہ کھلایا اور وارہ بند تھا اس وقت رسول اللہ ﷺ انہیں نماز میں مشغول تھے اور دروازہ قبلہ کی جانب تھا تو حضور ﷺ نے دائیں طرف سے یا ائیں طرف سے چل کر دروازہ کھول دیا پھر وہیں پہنچے صلی پر کھڑے ہو گئے۔

تشریح: یہ ایک واقعہ جیسا کہ حضور ﷺ تہجد پڑھا رہے تھے حجرہ کا دروازہ بند تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آنے پر دروازہ کھول دیا پھر اگلے پاؤں چل کر اپنی جائے نماز پر کھڑے ہو گئے تاکہ استقبالیہ قبلہ قرار دے اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کی وجہ سے مٹی قبل سے نماز قاسد نہیں ہوتی (علماء نے کہا ہے کہ حجرہ تک تھا دروازہ تک ایک راندہ سے زیادہ چلنا نہ پڑتا) کیوں کہ نظر کرنے والا بناوکی صورت ملاحظہ کر کے قطعاً یقین نہیں کر سکتا یہ شخص نماز میں نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بعض سلف کہتے ہیں کہ یہ روایت اور اس قسم کی دوسری روایت جیسے اوپر دوائی روایت اس زمانہ کی ہے جب کہ نماز میں بات چیت اور اس قسم کے حرکات ممنوع قرار نہیں پائے تھے۔

باب التصفیق فی الصلاة

نماز میں تالی بجانے کا بیان

احمرنا فقیہ و محمد بن المنشی واللفظ نہ قال حدثنا سفیان عن الزہری عن ابی سلمة عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التسمیع للرجل والتصفیق للنساء زاد ابن المنشی فی الصلاة حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے قرآن یا تسبیح یعنی سبحان اللہ کہنا مردوں کے واسطے ہے اور تالی بجانا عورتوں کے واسطے ہے ابن المنشی کی روایت میں فی الصلوۃ کی زیادتی ہے یعنی نماز میں۔

اخبرنا محمد بن مسلمۃ قال حدثنا ابن وہب عن یونس عن ابن شہاب قال اخبرنی سعد بن المسیب و ابو مسلمۃ بن عبد الرحمن انہما سمعا ابا ہریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التسمیع للرجل والتصفیق للنساء۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سبحان اللہ کہنا مردوں کے واسطے ہے اور تالی بجانا عورتوں کے واسطے ہے۔ اس کی تشریح بھی گزر چکی ہے۔

باب التسمیع فی الصلوۃ

نماز میں سبحان اللہ کہنے کا بیان

احمرنا فقیہ قال حدثنا الفضیل بن عیاض عن الاعمش ح و ابن ابی سوبہ بن نصر قال انابنا عبد اللہ

عن سليمان عن الاعمش عن ابي صالح عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الصبح للرجال والتعقيق للنساء.

حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم از میں سیمان اللہ کہنا مردوں کے واسطے ہے اور مالی بھانا مردوں کے واسطے ہے۔

انہرنا عبد اللہ بن سعید حدادنا یحییٰ بن سعید عن عوف قال حدثنی محمد بن ابی ہریرۃ عن
ابی ہریرۃ عن علی بن ابی طالب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال النبیج للرجالی والتصفیق للنساء.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ شیخ مردوں کے واسطے ہے اور تالیف کا نام لکھتوں کے واسطے ہے۔

التخفيف في الصلاة

تمہاڑ میں کھٹکھاڑنا

أخبرنا محمد بن قدامة قال حدثنا جرير عن المصنف عن الحارث العكلي عن أبي ذرعة عن عمرو بن جرير قال حدثنا عبد الله بن نجيع عن علي قال كان لي من رسول الله صلى الله عليه وسلم ساعة آتية فيها فإذا أتته استأذنت أن وجلمه يصلي فتبجح دخلت وإن رجلمه فأوعا أذن لي.

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میرے واسطے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایک خاص وقت تھا میں اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہونا اجازت مانگا اگر آپ ﷺ کو نماز پڑھنے ہوئے پاتا جس آپ کنکھاتے تو میں داخل ہوتا اور اگر میں آپ ﷺ کو فارغ پاتا تو مجھے گھر کے اندر آنے کی اجازت دیتے۔

اخبرني محمد بن عبيد قال حدثنا ابن عرش عن مطهر عن الحارث العكلي عن ابن يحيى قال قال
علي كان لي من رسول الله صلى الله عليه وسلم مدخلان مدخل بالنيل ومدخل بالهزار فكنت اذا دخلت
بالنيل تحس لي.

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میرے واسطے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ملاقات کے دو وقت تھے ایک تو رات کو ملنے کا دوسرا دن میں ملنے کا جب میں رات کو اندر داخل ہونے کا ارادہ کرتا تو آپ میرے واسطے کھنکھارتے۔

اخبرنا القاسم بن زكريا بن دينار قال حدثنا ابو اسامة قال حدثني شرحبيل يعني ابن مبرك قال حدثني عبد الله بن نجى عن ابيه قال قال لي ابي كان لي منزلة من رسول الله صلى الله عليه وسلم لم تكن لاحد من الخلق فكنت آتبه كل سحر فاقول السلام عليك يا نبي الله فان تصحيح انصرفت الى اهلي والا دخلت عليه.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے واسطے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دو مقام مجاہد قلوب میں سے کسی کے واسطے نمایاں ہیں آپ ﷺ کی خدمت میں ہر صبح کو حاضر ہوتا پھر کہتا "السلام علیک یا بنی اللہ" پس اگر کھٹکھارتے تو میں اپنے گھر والے کی طرف اشارت بنا کر آپ کے پاس چلا جاتا۔

تشریح: بلاغ میں صحیح نواز میں کھٹکھارنا کر دوسرے اور ضرورت کے وقت کوئی حرج نہیں حدیث باب کا تعلق اس صورتہ ۴۹ سے ہے یہاں حدیث میں بخاری سے ہے مگر روایت "اذن فی الدخول" پر دلالت کر رہی ہے اور بخاری روایت عدم اذن پر اس کا کیا جواب ہے اس اشکال کے جواب میں علامہ سندھی کہتے ہیں کہ بعض نسخوں میں بجائے "تسبیح" کے "تسبیح" ہے اور بنی النضر والحدکی روایت کے قرینہ سے زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کیوں کہ بخاری روایت "انسان تسبیح انفسہ فست السبح" کھٹکھار عدم اذن کی علامت بتا رہی ہے اس وجہ سے صحیح و دل روایت کا نقل ترجیح ہے نیز ممکن ہے کہ کھٹکھارنے کے دو طریقے ہوں ایک اجازت پر دلالت کرتا اور دوسرا عدم اجازت پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(طی حاشیہ علی النسانی: ۱/۱۳۵)

باب البکاء فی الصلاة

نماز میں رونے کا بیان

اخبرنا سويد بن نصر قال اخبرنا عبد الله بن حماد بن سلمة عن ثابت البناني عن مطرف عن ابيه قال اتت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو یصلی ولجوفه ازیز کلانہ المرحل یعنی بیکسی مطرف اپنے والد سے بیان کرتے ہیں ان کے والد عبداللہ بن ظہیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس حالت میں آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے تو حضور ﷺ کے سینہ مبارک سے گریہ و زاری کی جگہ سے آواز اس طرح گونج رہی تھی جیسا کہ دیک کے انور سے جوش مارنے کے وقت آواز پیدا ہوتی ہے۔

تشریح: یہ واقعہ رونے کا نقل نماز میں پیش آیا تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر رونے میں بغیر آواز کے آنسو جاری ہو جائے تو فقہاء کہتے ہیں منہ مٹوئے نہیں واضح رہے کہ جن تکوین پر غصہ الہی کا یہ عالم ہو تو کیسے ممکن ہے کہ ان سے کسی چھوٹی سی مصیبت کا صدور بھی ہو جائے۔

باب لعن ابلیس والتعوذ باللہ منہ فی الصلاة

نماز میں ابلیس پر لعنت کرنا اور اس سے اللہ کی پناہ مانگنے کا بیان

اخبرنا محمد بن سلیمان عن ابن وهب عن معاوية بن صالح قال حدثني ربيعة بن يزيد عن ابي

ابن یس الخولانی عن ابی الدرداء قال قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فسمعتہ یقول اعوذ باللہ منک ثم قال العنک بلعنة اللہ ثلاثا ویسط یدہ کأنہ یتناول شیئا فلما فرغ من الصلاة فلما یارسل اللہ قد سمعناک تقول فی الصلاة شیئا لم نسمعک تقولہ قبل ذلک وذلک بسطت یدک قال ان علیہ اللہ الیس جاء مشہاب من نار ليجعله فی وجهی فقلت اعوذ باللہ منک ثلاث مرات ثم قلت العنک بلعنة اللہ فسلم یسنا ثلاث مرات ثم اردت ان اخلہ واقف لولا دعوة احبنا سلیمان لا صبیح مولغا بها ینیبہ وندان اهل المدينة.

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے سنا اللہ کی پناہ مانگا ہوں تجھ سے پھر فرمایا تجھ پر اللہ کی لعنت ہو تو میں بار فرمایا اور بے ہاتھ کو بڑھایا گویا کسی چیز کو پکڑ رہے ہیں جب نماز سے فارغ ہوئے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے نماز میں آپ سے ایک کلمہ کہتے سنا جو ان سے پہلے کبھی نہیں سنا اور ہم نے دیکھا کہ آپ اپنا ہاتھ بڑھا رہے تھے فرمایا بیٹک اللہ کا دشمن اٹھیں آگ کا شعلہ لایا گا اس کو میرے چہرے پر ڈالے پس میں نے کہا تم بار پناہ مانگا ہوں اللہ کی تجھ سے پھر میں نے تم سے کہہ لیا کہ اللہ کی لعنت کرتا ہوں تجھ پر اللہ کی لعنت کے ساتھ پھر بھی وہ نہ ہٹا پھر میں نے ارادہ کیا اس کو پکڑ لوں قسم ہے اللہ کی اگر ہمارے بھائی سلیمان علیہ السلام کی وہ نہ ہوتی تو البتہ شیطان صبح کو تیرا چہرہ یعنی ستون مسجد سے بندھا دیا مٹی کرتا اس کے ساتھ قلعہ بن کے لڑے کھیلے۔

تشریح: علامہ ردی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ عین خطاب کے ساتھ اپنے غیر کے لئے لعنہ کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے جیسے کسی چھینکنے والے سے رکعت اللہ یا رکعت اللہ کہا یا کسی غازی کو سنا یا اس کے جواب میں بلیک اعانہ کہا تو نماز باطل ہو جاتی ہے لہذا یہ حدیث جس میں اٹھیں پر عین خطاب کے ساتھ بدعا کرنے کا ذکر ہے تحریم کلام سے قبل پر محمول ہے یا یوں کہا جائے کہ وکیل جواز نمی صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے اور وکیل ممانعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے چنانچہ فرمایا "ان هذه الصلوة لا یصلح فیها شئی من کلام الناس الخ" اور قرض کے وقت وکیل کوئی زیادہ قوی ہوتی ہے مگر اسے کہا کہ لا مقرر فی الاصل اور بعضوں نے کہا کہ یہ چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں مرتبہ "العنک بلعنة اللہ" میں اللہ تعالیٰ سے تجھ پر اس کی لعنت مسلط کروں گا اس وقت کہ اس نے کہا کہ جس سے بڑھ کر کوئی لعنت نہ ہو تو میرے سامنے سے دور ہو جائیو دور کر دینے تجھ کو اللہ تعالیٰ کے کہنے کے باوجود اٹھیں نہ ہٹا پھر میں نے ارادہ کیا کہ اٹھیں کو پکڑ لوں اور مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون سے باندھ دوں مگر ایک خاص بہت مانع تھی اس لئے ارادہ ترک کر دیا اور وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا تھی "رب حب لى صلیک لا یبغی لاحد من بعدى" اس سے واضح ہو گیا کہ امتیاز عظیم السلام میں وہ آخرت جوت ہوتی ہے کہ ان میں ہر ایک دوسرے کے لئے بہت حق قلی احرام ہوتا ہے اس لئے کوئی نبی دوسرے نبی کے احرام کے خلاف ایک قدم بھی اٹھا نہ برداشت نہیں کر سکا۔

الکلام فی الصلوٰۃ

تمیز میں کلام کرنا کیسا ہے اسی کا بیان

اخیراً کثیر بن عبد قبال حدیثاً صحیحہ میں حرب بن الزبیدی عن الزہری عن ابی سلمۃ ان
اسہیرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الصلوٰۃ وفمنا مع فقال اعرابی وهو فی الصلوٰۃ اللہم
ارحمنی ومحمداً ولا ترحم معنا احداً فلما سلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا اعرابی لقد
تحریرت واسعا یوید رحمۃ اللہ عزوجل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے
ہو گئے ایک اعرابی نے کہا اے اللہ وہ نماز میں تھے یا نبی رحمہ کریم پر اور تم پر (ﷺ) اور اللہ سے ساتھ کیا اور پر رحمت کر
جب رسول اللہ ﷺ سلام پھیر کر رہے تھے تو اس اعرابی نے فرمایا تو نے اللہ عزوجل کی اس رحمت کو گن کر دیا۔

اخیراً عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمن الزہری قال حدیثاً سفیان قال احفظہ من الزہری قال
عمر بن سعید عن ابی ہریرۃ ان اعرابیاً دخل المسجد فصلى رکعتین ثم قال اللہم ارحمنی ومحمداً
ولا ترحم معنا احداً فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد تحریرت وسمعا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بدامیہ مسجد میں داخل ہوا اور دو رکعتیں پڑھیں پھر کہا یا اللہ مجھ پر رحم کر اور تم
پر (ﷺ) اور اللہ سے ساتھ کسی اور پر رحمت کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ چٹکے تو نے اس رحمت کو گن کر دیا۔

اخیراً اسحاق بن منصور قال حدیثاً صحیحہ میں یوسف قال حدیثاً الاوزعی قال حدیثی یحییٰ بن
اسی کثیر عن ہلال بن اسی مینویۃ قال حدیثی عطاء بن یسار عن معاویۃ بن الحکم المسلمی قال قلت
بارسول اللہ انا حلبت عهد بجاهلیۃ فجاء اللہ بالاسلام وان رجلاً منا یظہرون قال ذالک شئی یجدونہ
فی صغورہم فلا یصدہم ورجالی منا یون الکھان فن لانا تو ہم قال یارسول اللہ ورجل منا یحطون
قال کان نبی من الانبیاء یحط لمن وافق خطہ فذاک قال وانا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی
الصلوٰۃ اذا عطس رجل من القوم فقلت یرحمک اللہ فحدثنی القوم بانصارہم فقلت والکل امیاء مانکم
فینظرون انی قال فضررت القوم بایسہم علی افخاذہم فلما رأینہم یسکتون لی سکت لئلا انصرف
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعائی ہائی وامی ہو ماضربنی ولا کھربنی ولا یسبنی عاریت معلما قبلہ
ولا سجد احسن تعلیما منہ قال ان صلاتنا قد لا یصلح فیہا شئی من کلام الناس العا ہو التسبیح
والنکیر ولا وہ الضران قال ثم اطلعہ علی غنیمۃ فی نعرھا جاریۃ فی قبل احد والحوانیۃ وانی
اطلعت فوجدت الذئب قد ذهب منها بشاء وانا رجل من بی آدم افس کما یأفون فصککھنھا شککھ ثم

نصر فانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاحسنہ فاعظم ذانک علی فعلت بار رسول اللہ افلا اعقبتھا قال
 دعیتا فشد لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن اللہ عروجل قال فی السماء قال لمن انما قلت انت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انہ مؤمنہ فاعفھا

حضرت عروینہ علیہ السلام کی بیعت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جب تک میں تو مسلم ہوں اللہ نے تم کو اسلام دیا،
 فرمایا اور جنگ ہم میں سے کچھ لوگ قال بدلتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا یہ ایک چیز ہے جو اپنے دوسروں میں بوجہ اختیار ہوتے ہیں
 میں وہم ہے کہ نہ ہزاروں ان کو یعنی کام سے باز نہ ہیں اس دہم کا ذکر، ذکر اور ذکر کو ہم میں سے کاسوں کے پاس جانتے
 ہیں حضور ﷺ نے فرمایا ان کے پاس مت جاؤ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ہم میں سے کچھ لوگ خط کھینچتے ہیں
 حضور ﷺ نے فرمایا انہی میں سے ایک نبی تھے وہ خط کھینچتے تھے کہ میں کا کہنا اس نبی کے خط کے مطابق ہو تو درست ہوگا (مگر
 یہ خبر کیسے ہو) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا جس میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نہ رہیں تھا ایک قوم میں سے ایک شخص نے چھوڑا
 میں نے کہا یہ تک اللہ ہی لوگ مجھے گھرنے لگے میں نے کہا یعنی ال میں فہمیں نہیں کیا، دو یا کچھ مجھے خود گھرتے، کھینچتے ہو
 حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا جس وقت اپنے باتوں کو اپنی باتوں پر نہ مارنے لگے جب میں نے ان کو دیکھا کہ وہ کچھ کہہ رہے
 تھے، چوتھے ہیں (تو میں ان سے لڑنے کا ارادہ کر لیا چونکہ معلوم ہونے پر ان اس شخص کے جو میں نے کیا) انہیں میں چپ ہو گیا
 جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ چکے تھے، یا قرآن پڑھ رہے تھے یا پڑھ رہے تھے یا پڑھ رہے تھے یا پڑھ رہے تھے یا پڑھ رہے تھے یا پڑھ رہے تھے
 حضور ﷺ سے پہلے اور نہ حضور ﷺ کے بعد کسی اپنے سہارا لے کر نہیں دیکھا حضور ﷺ سے بہت اچھے اور تعظیم کرنے
 میں حضور ﷺ نے فرمایا جنگ ہماری اس نماز میں ہوائے تبلیغ اور کجیہ اور عداوت قرآن کے ٹکڑوں کی باتوں سے کوئی چیز درست
 نہیں حضرت معاویہ بن حکم کہتے ہیں کہ میری ایک لونڈی بری پھر بری بنی احد اور جب سب کے آس پاس چلی جاتی تھی (جو نہ جس
 احد کے قریب ایک جگہ کا مہر ہے) میں نے ان کی طرف ایک توریڑ میں سے ایک ٹکڑی کو پھینکا دیا، تو نے دیکھا کہ
 میں بھی آدمی کی آواز میں سے ایک انسان قائم و قائم رہا میں جیسا کہ لوگ کرتے ہیں اس میں نے اس لونڈی کو اس چھوڑ دیا پھر
 رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس واقعہ کی خبری حضور ﷺ نے فرمایا کہ تو نے بلا شائد کہ میں نے عرض کیا یا رسول
 اللہ ﷺ تو مجھ یا اس کو آزاد نہ کر دیا حضور ﷺ نے فرمایا اس کو بلا اس پس رسول اللہ ﷺ نے اس لونڈی سے دریافت فرمایا کہ
 میں جس گناہ سے اس نے جواب دیا آتا ہے پھر فرمایا میں توں بول اس نے کہا آپ رسول اللہ ﷺ ہیں حضور ﷺ نے فرمایا
 بیشک یہ لونڈی ایمان والی ہے اس کو تو آزاد کرو۔

احسنہ اسماعیل بن مسعود قال حدث یحییٰ بن سعید قال حدثنا اسماعیل بن ابی حنظلہ قال
 حدثنی انہ حدث عن شعیب عن ابی عمرو الشیبانی عن زید بن لؤیہ قال کان الرجل یکلم صاحبہ فی
 الصلاة فی الحاجة علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی نزلت هذه الایت حافظہ عسی

الصلوات والصلوة الوسطی وقوموا لله قانتین فامرنا بالصکوت

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے بعض آدمی اپنے ساتھی سے نماز میں ضرورت کے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بات چیت کرتے تھے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی "حفظوا علی الصلوات" "خبر تکہ ہیں ہمیں قانتوں رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

احمرنا محمد بن عبد اللہ بن عمار قال حدثنا ابن ابی غلبہ واسمہ یحیی بن عبد الملک والقاسم بن یزید النجری عن سفیان عن الزبیر بن عدی عن کلثوم عن عبد اللہ بن مسعود وھذا حدیث القاسم قال کنت آتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو یبسی فاسلم علیہ فبرد علی لاتیته فسلمت علیہ وهو یبسی فلم یرد عنی فلما سلم اشار الی القوم فقال ان اللہ عز وجل یعنی احدث فی الصلوة ان لا تکلموا الا بذكر اللہ وما یبھی لکم وان تقوموا لله قانتین

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہوتے تھے میں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک کا جواب دیتے پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اس مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پیرا تو ہم کی طرف اشارہ فرمایا پھر فرمایا بیشک اللہ عز وجل نے نماز کے بارہ میں نازل فرمایا تم نازل کیا ہے کہ تم نماز میں بات چیت مت کرو مائے ذکر اللہ کے اور سوائے ذکر خدا کے کوئی اور کلام تمہارے لئے بالکل مناسب نہیں اور یہ کہ اللہ کے سامنے سوائے کھڑے رہا کرو۔

احمرنا الحسن بن حرث قال حدثنا سفیان عن عاصم عن ابی وائل عن ابن مسعود قال کنا نسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبرد علینا السلام حتی قدما من ارض العسلۃ فسلمت علیہ فلم یرد علی فاحذنی ما قرب وما بعد فعلت حتی اذا قضی الصلوة قال ان اللہ عز وجل یحدث من امرہ ما یشاء وانہ قد احدث من امرہ ان لا یتکلم فی الصلوة۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرتے تھے اور آپ ہمارے سلام کا جواب دیتے تھے یہاں تک کہ ہم جیش کی سرزمین سے آئے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہیں دیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سلام نہ دینے کی وجہ سے مجھے سابقہ پریشانیاں اور امی بنی پریشانی نے ٹھہرایا میں نے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں سے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ نے ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم دیا کہ نماز میں بات چیت نہ کی جائے۔

تشریح: شروع اسلام میں نماز میں کلام کرنا جائز تھا بعض آدمی اپنے پاس والے سے بات چیت کر لیا تھا اور بعض

آپ ہی اپنے بھائی کو کسی ضروری کام کے لئے کہہ دیتا تھا یہ سن کر آیت کریمہ "وَقُولُوا لِلّٰہِ فَاٰیٰتِیْنَ" نازل ہوئی اور کھڑے ہو کر اللہ کے سامنے نماز پڑھنے اور تائیں کی تسبیح و تہلیل کے ساتھ آئی ہے یہ آیت سے نماز میں ہر طرح کی باتیں کرنے کی ممانعت ہوئی چنانچہ عنوان کے تحت میں حضرت زید بن ارم بن یحییٰ کی حدیث میں کوئی حدیث متذکرہ نہیں ملے روایت کیا ہے اس سے نماز میں ہر قسم کا کلام مزید ہونا ثابت ہوتا ہے حتیٰ کہ نماز کی حالت میں کسی چپکے والے کو ہر حرکت اللہ کرنا اور سلام کا جواب زبان سے دینا کلام انہی سے منہ زید بن ارم ہے یہی پر حضرت معاذ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی حدیث و تائیں کر رہی ہے لہذا اس سے نماز فاسد ہو جائے گی لیکن عنوان کے نازل میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کا جو کلام نقل کیا ہے "اللہم ارحمنا و محمد ارحمنا و لا ترحمنا احدنا" وہ کلام احادیث سے نہیں ملتا دماغ ہے لیکن چونکہ ایسی دعا ماننا مناسب نہیں اس لئے مصنف نے اس کو بھی عنوان کے تحت بیان کر دیا۔ (مکملہ قال علامۃ السنۃ)

سوال یہ ہے کہ اس بدوی نے دعا میں تنگ حوصلہ سے کیوں کام لیا اور اصل بات یہ ہے کہ وہ شخص ایک ان پڑھ غیر مسلم تھا پھر اس کی سمجھ میں رحمت خداوندی کی وسعت کا تصور نہ ہو سکتا تھا یہی اس کے بڑے فکرمیں کی بات تھی کہ اس نے رحمت میں حضور ﷺ کی شرکت گوارہ کر لی مگر اس سے زیادہ شرکت و ہمدان نہ کر سکا کہ اس پیچیدہ کے گناہ کے مطابق شرکاء کی تعداد جتنی بڑھتی جائیگی اس کا حصہ داتا ہی گھٹتا جائے گا حضور ﷺ نے فرمایا تمہارا رحمت خداوندی تو اس قدر وسیع ہے کہ ساری خلقت پر چھن جائے پھر بھی تنگ نہ ہو تو ہی اسے تنگ سمجھ رہے ان اذکار میں قرآنی لفظ رحمت نہیں کی کسی طرف اشارہ تھا۔

(مراجعة السنۃ)

ما یفعل من قام من اثنتین ناسیا ولم یتشهد

جو شخص بھولے سے دو رکعت کے بعد بغیر تشہد پڑھے کھڑا ہو جائے اسے کیا کرنا چاہئے

احمرنا قتیبہ بن سعید عن مالک عن ابن شہاب عن عبد الرحمن الاعرج عن عبد اللہ بن جبلة قال صلی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتین ثم قام فلم یجلس فقام مع فلان فقی صلاہ ونظرنا لہ فوجدہ کسر فوجدہ ساجدین وهو جالس قبل التسليم ثم سلم

حضرت عبد اللہ بن جبلة کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک اور شخص پڑھ میں پھر آپ نہیں بیٹھے کھڑے ہو گئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے پھر جب نماز پڑھ گئے اور پھر آپ کے سلام پھیرنے کے منتظر تھے تو آپ ﷺ جوں کی بات میں سلام پھیرنے سے پہلے کبھی پھر اذان دے کے پھر آپ نے سلام پھیرا۔

احمرنا قتیبہ قال حدثنا الثبث بن یحییٰ بن سعید عن عبد الرحمن بن ہرم عن عبد اللہ بن جبلة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قام فی الصلاۃ وعلیہ جنوس فوجدہ ساجدین وهو جالس قبل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نماز میں کھڑے ہو گئے جبکہ آپ کو وضو نہ تھا لیکن قعدہ دینی میں نہیں بیٹھے کھڑے ہو گئے پھر تھوڑی مدت میں سر پہ بھیرنے سے پہلے دو رکعت سے کئے۔

تشریح اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ نماز میں سر پہ وضو نہ کیا تو وضو نہ کر کے نماز میں بیٹھیں چنانچہ اگر کسی کو نماز میں بیٹھنے کی صورت پیش آگئی جو جو حدیث میں بیان کی گئی تو جمعہ سے ہر کے لئے، ا، مشافعی کے نزدیک تمام سے پہلے اگر کس حدیث باب سے ان کے مسلک کی تائید ہوتی ہے حدیث کا سبب اس کے برخلاف ہے تفصیل الکی - کئے تری ہے۔

ما یفعل من سلم من رکعتین ناسیا وتکلم

جو شخص بھولے سے دو رکعت کے بعد سلام پھیر دے اور کلام کرے تو ایسی صورت میں اسے کیا کرنا چاہئے

اخیر ما حید بن مسعود قال حدثنا یزید وهو ابن ذریع قال حدثنا ابن عون عن محمد بن سیرین قال قال ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احملی صلاتی العشی فانی ابو ہریرۃ ولکنی نسیت قال فصلى سوار کعتین ثم سلم لانطلق الی حشمة معروضة فی المسجد فقال سده علیہا کاهه غضبان وحر جت التمرغان من ابواب المسجد فقالوا افصرت الصلاة وفي القوم ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما فقاما ان یکنماہ وفي القوم رجال فی یدہ طویل قال کان یسبی ذالیدین فقال یا رسول اللہ انبت ام قصرت الصلاة قال لم انس ولم تقصر الصلاة قال وقال اکما قال ذوالیدین قالوا نعم لجاہ فصلی مثل سجودہ او اطول نہ رفع واسہ وکبر نہ کبر مسجد مثل سجودہ او اطول نہ رفع واسہ نہ کبر۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو نماز پڑھانی بعد زوال کے دو نمازوں میں سے ایک نماز یعنی ظہر یا عصر میں پڑھنا کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس نماز کی تصریح کی تھی لیکن میں بھول گیا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمارے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیرا (یعنی تیسری رکعت سے لئے نہ اٹھے) پھر اس کو لڑائی کے پاس شریف لے گئے جو مسجد میں پڑی ہوئی تھی پھر اس پر سہارا لگائے ہوئے بیٹھ گئے گویا غصے میں تھے اور جلد باز لوگ مسجد کے دروازوں میں سے اٹھ گئے صحابہ نے عرض کیا یا نماز میں کی آگئی یعنی چار سے دوئی ہو گئیں اور تو سر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے دونوں اس کے متعلق حضور ﷺ سے گفتگو کرنے سے باز گئے اور قوم میں ایک شخص تھا اس کے دونوں ہاتھ طویل تھے اس لئے اس کو انہی میں کہا جاتا تھا اس نے کہ یا رسول اللہ کیا آپ بھول گئے یا نماز نہ ہوئی حضور ﷺ نے فرمایا نہ بھولا اور نہ تم ہوئی نہ زچہ فرمایا کیا ذوالیدین جیسا کہ تمہارے ایسا ہی واقعہ دوسرا بھی ہے کہ امام نے عرض کیا نبی ہاں پھر حضور ﷺ آگئے

یا سے اور نماز پڑھی جو چھوڑ دی تھی پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کی اور سجدہ کیا مثل پہلے سجدوں کے یا اس سے زیادہ دراز پھر اپنا سر اٹھایا اور تکبیر کی پھر تکبیر کی پھر سجدہ کیا مثل پہلے سجدوں کے یا اس سے زیادہ طویل پھر اپنا سر اٹھایا پھر تکبیر کی۔

اخبرنا محمد بن سلمة قال حدثنا ابن القاسم عن مالك قال حدثني ايوب عن محمد بن سيرين عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرف من اثنين فقال له ذو اليمين انصرت الصلاة ام نسبت يا رسول الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اصدق ذو اليمين فقال الناس نعم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلي اثنين ثم سلم ثم كبر فوجد مثل سجوده او اطول ثم رفع راسه ثم سجد مثل سجوده او اطول ثم رفع.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو ذوالیمنین نے آپ ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا آپ بھول گئے یا نماز میں کمی آگئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا وہ الیدین کا کہتا ہے لوگوں نے کہا جی ہاں پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور دو رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کی پھر سجدہ کیا مثل پہلے سجدوں کے یعنی اس سجدہ میں بھی اتنی اور غمیرے یعنی در فرض کے سجدے میں غمیرے تھے یا اس سے زیادہ طویل پھر اپنا سر اٹھایا پھر سجدہ کیا مثل پہلے سجدوں کے یا اس سے زیادہ طویل پھر اپنا سر اٹھایا۔

اخبرنا قتيبة عن مالك عن داود بن الحصين عن ابي سفيان مولى ابي ابي احمد انه قال سمعت ابا هريرة يقول لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة العصر فلم في ركعتين فقام ذو اليمين فقال انصرت الصلاة يا رسول الله ام نسبت فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل ذلك لم يكن فقال قد كان بعض ذلك يا رسول الله فاقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم عني الناس فقال اصدق ذو اليمين فقالوا نعم فاقسم رسول الله صلى الله عليه وسلم ما في من الصلاة ثم سجد سجدتين وهو جالس بعد التسليم.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی تو آپ ﷺ نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو ذوالیمنین کھڑے ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ کیا نماز کم ہو گئی یا آپ بھول گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوا وہ الیدین نے کہا یا رسول اللہ کچھ تو ہوا ہے پھر رسول اللہ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا ذوالیمنین کا کہنا ہے لوگوں نے کہا جی ہاں پھر رسول اللہ ﷺ نے بیس نماز پڑھ کر رکعتوں کے سلام پھیرنے کے بعد۔

اخبرنا سليمان بن عبد الله قال حدثني بهز بن اسد قال حدثنا شعبة عن سعد بن ابراهيم انه سمع ابا سلمة يحدث عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى صلاة الظهر ركعتين ثم سلم فقالوا انصرت الصلاة فقام وصلى ركعتين ثم سلم ثم سجد سجدتين.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھبر کی دو رکعتیں پڑھیں پھر آپ ﷺ نے سلام پھیر دیا لوگوں نے کہا کیا نماز کم کر دی گئی پھر کھڑے ہوئے اور دو رکعتیں پڑھیں پھر سلام پھیرا پھر دو رکعتیں پڑھیں۔

اخبرنا عیسیٰ بن حماد قال حدثنا الليث بن سعد عن ابي حبيب عن عمر بن ابي انس عن ابي سلمة عن ابي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى يوما فسلم في ركعتين ثم انصرف فاذن له ذو الشمالين فقال يا رسول الله انقص الصلاة ام نسبت فقال لم انقص الصلاة ولم اتس قال ملي والذي بعثك بالحق قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اصدق ذو اليمين قالوا نعم فسلمي بالناس ركعتين.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن نماز پڑھی آپ ﷺ نے دو رکعت پر سلام پھیرا پھر جانے لگے تو ذوالشمالین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہ کیا نماز کم کر دی گئی یا آپ بھول گئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم گئی اور نہ میں بھولا ہوں ذوالشمالین نے کہا کیوں نہیں اس مشورہ کی قسم جس نے آپ ﷺ کو نبی بنایا کر بھیجا ہے کچھ تو ضرور ہو گا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یا ذوالنہدین کج کتابتے لوگوں نے کہا یہاں پھر حضور ﷺ نے لوگوں کو دو رکعتیں پڑھا تیں۔

اخبرنا هارون بن موسى القروي قال حدثني ابو ضمرة عن يونس عن ابن شهاب قال اخبرني ابو سلمة عن ابي هريرة قال نسي رسول الله صلى الله عليه وسلم فسلم في سجدة فقال له ذو الشمالين انقص الصلاة ام نسبت يا رسول الله قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اصدق ذو اليمين قالوا نعم فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم فاتم الصلاة.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بھول گئے آپ ﷺ نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو ذوالشمالین نے آپ ﷺ سے کہا یا رسول اللہ کیا نماز کم کر دی گئی یا آپ بھول گئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یا ذوالنہدین کج کتابتے لوگوں نے کہا یہاں پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور نماز کو پورا کیا۔

اخبرنا محمد بن رافع قال حدثنا عبد الرزاق قال انا ابن معمر عن الزهري عن ابي سلمة بن عبد الرحمن واهي بكر بن سليمان بن ابي حنيفة عن ابي هريرة قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الظهر او العصر فسلم في ركعتين وانصرف فقال له ذو الشمالين بن عمر وانقص الصلاة ام نسبت قال النسي صلى الله عليه وسلم ما يقول ذو اليمين لصدق بائني الله فانهم الركعتين اللتين نقص.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گھبر یا مصر کی نماز پڑھی آپ ﷺ نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا اور جانے لگے تو آپ ﷺ سے ذوالشمالین نے کہا کیا نماز کم کر دی گئی یا آپ بھول گئے نبی ﷺ نے فرمایا کیا کتابتے ذوالنہدین لوگوں نے عرض کیا وہ کج کتابتے اسے اللہ کے نبی پھر آپ نے لوگوں کے ساتھ دو چھوڑی ہوئی دو رکعتیں پوری کیں۔

الخبرنا ابو داؤد قال حدثنا يعقوب قال حدثنا ابي عن صالح عن ابن شهاب ان ابا بكر بن سليمان
من ابي حنيفة اخبره انه بلغه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى ركعتين فقال له ذو الشمالين نحوه
قال ابن شهاب اخبرني هذا الخبر سعد بن المسيب عن ابي هريرة قال واخبرني ابو سلمة بن
عبد الرحمن وابو بكر بن عبد الرحمن بن الحارث وعبد الله بن عبد الله.

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو بکر بن سلیمان بن ابی حمزہ نے بیان کیا کہ ان کو یحییٰ ابوبکر کو اس واقعہ کی اطلاع
پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دو رکعتیں پڑھیں پھر آپ سے زوالشمالین نے عرض کیا اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مانع حدیث
مذکر کے واقعہ بیان کیا۔

تشریح: عنوان کے تحت روایت کرو حدیث میں کامیابی مصلوٰۃ کا ذکر آیا ہے اس لئے کہ ذوالعیدین اور
حضور ﷺ کے درمیان جو کلام ہوا وہ نماز کے دوران ہوا اس کے باوجود حضور ﷺ نے نماز میں نہیں پڑھائی بلکہ ساتھ رکعتوں
پر یہ فرمائی اس لئے یہ ایک اختلافی مسئلہ بن گیا کہ نماز میں اگر بات چیت کرے تو اس کا کیا حکم شرعی ہے یہاں اس کی وضاحت
ضروری ہے امام شافعی نے کلام خطا و نسیان کو مستثنیٰ کیا ہے یعنی اگر ایک شخص خطا سے یہ سمجھے کہ نماز پوری کر چکا ہوں اور واقع میں
نماز باقی ہے اور یہ سمجھ کر کلام کیا تو یہ کلام ان کے نزدیک مفسد صلوٰۃ نہیں بلکہ امام احمد بھی اسی کے قائل ہیں۔

(کما صرح به النووي)

ہاں امام شافعی وغیرہ کے یہاں محاکمہ سے نماز فاسد ہو جاتی ہے امام اوزاعی کا قول یہ ہے کہ غلطی یا ناسی سے بحث
نہیں جو کلام اصلاح صلوٰۃ کے لئے ہو اور جائز ہے اگرچہ عموماً کیا جائے امام مالک سے ایک روایت میں قول امام اوزاعی کے ہے
امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ نماز میں بولنے سے خواہ عموماً ہو یا نسیان سے یہ سب سے خواہ اصلاح صلوٰۃ کی غرض سے ہو یا اصلاح کی
غرض سے نہ ہو خواہ کلام تمجید اور یا بہت بہر صورت نماز فاسد ہو جاتی ہے اور ایک روایت میں امام احمد کا بھی یہی قول ہے۔

امام شافعی وغیرہ اپنے مسلک پر حضرت ذوالعیدین کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جو باب کے تحت مذکور ہے
امام شافعی فرماتے ہیں یہاں نماز کے درمیان میں کلام ہوا اور یہ قصہ نماز میں کلام منسوخ ہونے کے بعد ہوا ہے اور یہاں کلام
نسیان سے ہوا یعنی حضور ﷺ نے یہ سمجھ کر گفتگو کی تھی کہ نماز پوری کر چکا ہوں اور واقع میں نماز باقی ہے اور حضرت ذوالعیدین
خطا سے یہ سمجھے دو رکعتیں منسوخ ہو چکی ہیں اب ہم نماز میں نہیں نماز سے فارغ ہو چکے ہیں اس لئے کلام کیا لہذا نماز مذکور
ہوئی۔ اور امام اوزاعی بھی اسی حدیث کو اپنے قول کی دلیل میں پیش کرتے ہیں کہ یہاں جو کلام ہوا خواہ ذوالعیدین نے کیا یا
حضور ﷺ نے یا قوم نے وہ سب اصلاح صلوٰۃ کے لئے تھا لہذا نماز فاسد نہیں ہوئی۔ امام ابو حنیفہ وغیرہ انہی احادیث سے
استدلال کرتے ہیں جو اوپر کے عنوان الکلام فی الصلوٰۃ کے ذیل میں حضرت معاذ بن عمرو صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت زید بن ارم اور
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں ان روایات سے کلام کسی قسم کا ہو خطا سے ہو یا نسیان سے ہو یا عموماً ہو اصلاح صلوٰۃ کی

غرض سے ہو یا کسی اور کے لئے جاشید مفید نماز ہونا بہت اہم ہے اب سب کا ہم جو واقعہ ہونے لگا ہے پہلے کے ہیں کیوں کہ تاریخ معلوم نہیں اور اصول ہے کہ جب تک مسئلے میں صحیح واقعہ ہو چکا ہو تو جتنی جزئی واقعات اس صحیح کے خلاف ہوں گے ان کو قس پر کھینٹ گئے دیگر تاریخ غیر معلوم ہو اور یہاں جیسا ہی ہے اس پر شائع نہ کیے ہیں کہ نقلی واقعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خود حضرت ذوالیدین کے واقعہ میں موجود تھے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث میں اسلام لانے لہذا یہ واقعہ صحیح ہے کہ بعد ہی کا ہو سکتا ہے اس سے پہلے کا نہیں ہو سکتا کیوں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "اصلی بنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم" اور بعض طرق میں "صلی اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے الفاظ روئی ہیں تو اس سے ظاہر ہوا کہ یہ صحیح کلام کے بہت مدت بعد کا قصہ ہے کیوں کہ کلام شراؤں و حجرت میں نقلی واقعہ در منسوب ہو چکا ہے نیز حضرت مودیع بن عکرم رضی اللہ عنہ وغیرہ کی احادیث اس واقعہ ذوالیدین کے لئے صحیح نہیں ہو سکتیں حتیٰ اس واقعہ کو قس واقعہ ہوا کہ کہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ذوالیدین فرمودہ بد میں شہید ہو چکا تھا فیصد نے کہا کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ "صلی بنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم" انہی کیسے کہہ رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ ذوالیدین شہید نہیں ہوئے بلکہ شہید ذوالشمالین ہونے کے خفیہ تھے ہیں کہ بدوؤں تک ہیں اور جب ایک ہی ہیں تو ضرور شہید ہو چکے ہوں ان کے لئے قرینہ یہ ہے کہ نقلی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ذوالیدین نے دونوں لقب جمع کر دیے ہیں (عنوان کے تحت کی ساتویں حدیث اور چھٹی میں) اور ذوالشمالین کے بیان کے ساتھ ہی ان کو اس عروہی کہا گیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ذوالیدین و ذوالشمالین دونوں ایک ہی ہیں اس پر بعض شافعیہ نے یہ اشک کیا ہے کہ نام ذوالیدین ذوالشمالین کے ذکر میں مستور ہیں لیکن یہ حقیقت یہ اعتراض غیر معقول ہے کیوں کہ خود نقلی میں ہے مران میں اس نے نام ذوالیدین کی متابعت کی ہے چنانچہ عنوان کے تحت میں پانچویں حدیث جو بیانی میں حدیث کے مرتب سے مروی ہے اس میں مران بن ابی النبی اس نے نام ذوالیدین کے موافق روایت کی اس کی سند سے بارے میں علامہ ابن کثیر نے انجیر پر اٹکی میں لکھا ہے "ھذا سند صحیح علی شرط مسلم" کہ اس حدیث کی سند شرط امام مسلم کے مطابق صحیح ہے نیز اس متابعت کو امام فحواؤی نے حوالی الآء میں رقیق المودع کے طریق سے روایت کیا ہے اس کی سند بھی صحیح ہے اس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ذوالیدین اور ذوالشمالین ایک ہی شخص کے دو لقب ہیں اور یہ فرود بد میں شہید ہو چکے تھے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس قصہ کو مشر حاضر نے اب دیکھ یہ بات کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ "اصلی بنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کہہ رہے ہیں جس سے بظاہر ان کا اس واقعہ میں موجود ہونا معلوم ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں اپنے ہم جنس کے ساتھ واقع ہوتی ہیں ان کو اپنی طرف منسوب کرنا بہن کا تا اور وہ تو یہاں بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسی کے موافق کہا ہوتا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ ہم یعنی صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو باعتبار جماعت مسلمین کے یہ کلام استعمال کیا جیسے حدیث نزول میں ہر وہ تم ہے "انزل لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" و اما و یا کہ کہنا دعویٰ جہی عہد متناہی الخ "و کیسے حضرت نزول نے کہا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حد تکہ نزول نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا بھی نہیں پس مراد یہ کہ ہماری قوم کو کیا اسی طرح حاد بن کا قول

ہے کہ ”قلیم عنہما معاذ بن جبل قلم یاخذ من المعصرواۃ شیئاً“ اس کلام سے اس کی مراد یہ ہے کہ ہمارے ملک پر
غیر ہو کر آئے تو سب ترکاریوں سے مکتوز کو کاٹیں لی اس لئے کہ طلاس ذبیحہ بھی نہ ہوئے ہوں گے جب حضرت معاذ رضی اللہ
کو آنحضرت ﷺ نے یمن پر بھیجا تھا اور بھی ایسی بہت سی شلیں صاحب معارف السنن نے پیش کی ہیں جن میں روایت
کرنے والے خود قصہ کے وقت حاضر تھے مگر وہ مجمع حکم کا مصنف استعمال کرتے ہیں جس سے مراد جماعت مسلمین ہوتی ہے یہی
صورت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ذوالیدین والی روایت میں بھی ہوئی ہے لہذا حضرت معاذ یہ یمن حکم سلی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید
بن ارقم رضی اللہ عنہ وغیرہ کی احادیث مذکورہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے لئے جس میں ذوالیدین کا قصہ مذکور ہے مانگ
ہیں سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بعض حضرات نے اس حدیث کے جواب میں دوسرا راستہ اختیار کیا ہے جیسے شیخ ابو بکر بھٹائی نے جو بہت بڑے محدث
و مشرورانہ ہیں احکام القرآن میں آیت مبارکہ ”وقومواۃ فانیس“ کے تحت میں ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا ہے اس کو علامہ شیر
ازہر حنفی نے نقل کیا ہے اور خوب عمدہ طرز سے نقل کیا ہے جس نے شیخ موصوف کا استدلال حریطہ طور پر بتا دیا علامہ حنفی کہتے ہیں
کہ شیخ موصوف کی تقریر سے پہلے یہ مقدمہ سمجھ لیں کہ حدیث ذوالیدین میں جو کلام ہوا یہاں تک جو کلام ہوا اول ذوالیدین نے کہا
یا رسول اللہ ”اللہ انقصرت الصلوۃ ام نسبت“ یہ کیا سمجھ کر کہا تو شائع کہتے ہیں کہ یہ سمجھ کر کہا کہ دو رکعت کا نسخ ہو چکا ہے اور
مجھے کہ ہم نماز سے فارغ ہو چکے ہیں اس لئے کلام کیا چنانچہ یہی تقریر کتاب الام میں کی گئی ہے لیکن یہ سوال انصرت الصلوۃ
منا ہے کہ ذوالیدین کو تردد ہے ورنہ سوال کیا تو معتزدا کر کلام کرے تو امام شافعی کے نزدیک بھی یہ کلام غالی کا نہیں ہے اور اگر
حلیہ میں کہ اس کو یقین تھا تو کفر کا تو اسے حضور ﷺ فرماتے ہیں ”لکم نقصر ولم انس“ تو حضور ﷺ کا کلام چنگ غالی کا
ہے اس کے بعد ذوالیدین کہتے ہیں ”یلسی قد نسبت یا رسول اللہ“ یہ کلام غالی کا ہے یا نہی کا یا عام کا حافظ ابن حجر وغیرہ
نے بہت کوشش کی کہ اس کا جواب دیں مگر ”یلسی قد نسبت یا رسول اللہ“ کا جواب نہ دے سکے کیوں کہ یہ کلام غالی کا ہے
اس کے بعد حضور ﷺ نے پوچھا ”اصنف ذوالیدین فقلوا نعم“ ”توب کلام صحابہ یا احتمال عام کا کلام ہے کیوں کہ
حضور ﷺ نے جب فرمایا ”لکم نقصر“ تو سب نے سمجھ لیا کہ قفر ہے نہیں ہاں اب فیما بین صحابہ اس کا کچھ جواب دیا ہے
کہ اگر اذکار میں روایت ہے ”قلوا معواۃ نعم“ اس سے معلوم ہوا کہ جیسا کہ شافعیہ کہتے ہیں کہ اشارہ سے تا یا ذکار سے کچھ
نہیں ہوئے تو ایک روایت میں آیا ہے ”قلوا نعم“ اور ایک اور روایت میں آیا ہے ”قلوا اصنف یا یلسی اللہ“ تو ”قلوا
نعم“ کو چھوڑ کر ”قلوا معواۃ“ کو لے لیا کیوں صاحب یہ کیوں نہیں ہو سکا کہ قول بھی ہوا اور اشارہ بھی تو جب ایک روایت میں
اشارہ ہے اور سب میں قول تو قول کو کیوں نہیں لیتے اچھا بقول آپ کے صحابہ کا کلام اشارہ سے تھا مگر ذوالیدین کے کلام کا جواب
اب تک کسی کتاب میں نہیں دیکھا تو اس تفصیل کے بعد علامہ شیراز حنفی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ واقعہ دونوں مسکوں میں
سے (ایک امام شافعی کا مسلک دوسرے امام اوزاعی کا) امام اوزاعی کے مسلک پر درست ہو سکتا ہے اور یہی متبعین نے امام شافعی

کے مسلک کے لئے کوئی صورت نہیں اب مسلک امام اوزاعی کے مطابق یہ کلام فی الصلوۃ بعد فتح کلام کے ہے اور اصلاً صلوۃ کے لئے اس وقت تک کلام جائز نہیں لیکن کیا یہ حصہ ہمیشہ باقی رہا یا یہ بھی منسوخ ہو گیا اس کے لئے امام ابوبکر رازی حنفی کی تقریر نقل کرتا ہوں امام موصوف کہتے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "من نابه فی صلوۃ شئ فلیقل سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان النساء والنسبیح للرجال" نیز سقیان نے زہری سے وہ ابو سلمہ سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا "النسبیح للرجال والنسبیح للنساء" یعنی اگر نماز میں کوئی بات پیش آوے تو مرد سبحان اللہ کہہ دے اور عورت انکس ہاتھ گواہیں کی پشت پر مارے تاکہ امام متنبہ ہو جائے تو ان روایات میں جگہ نماز میں کوئی واقعہ پیش آئے لوگوں کو نماز میں کلام کرنے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا اور تسبیح کا قسم دیاب جس وقت ذوالیدین کا قصہ پیش آیا تو اس وقت یہ حکم ہو چکا تھا یا نہیں اگر ہو چکا تو کیا سارے صحابہ کرام ہمارے عمل سے کسی نے بھی بد یہ تسبیح مطلع نہیں کیا اور نہ حضور ﷺ نے صحابہ کے ترک تسبیح پر کوئی انکار کیا اس کی کیا وجہ ہے معلوم ہوا کہ پہلے حکم میں ہوا ذوالیدین کا قصہ صحابہ کو تسبیح کی تعلیم دینے سے پہلے کا قصہ ہے کیوں کہ ان اس واقعہ سے پہلے تسبیح کا نہ بدلہ شروع ہو چکا تھا تو صحابہ ضرور تسبیح کے ذریعہ حضور ﷺ کو مطلع کرتے حضور ﷺ کی ہدایت کی مخالفت کر کے دوسری چیز برگزافتیہ وہ کرتے اور اگر اس حال میں صحابہ کرام نے تسبیح مامور یہ کو ترک کر کے کلام منوع کو اختیار کیا تھا تو اس پر حضور ﷺ ضرور انکار فرماتے لیکن اس موقع پر صحابہ کی بات درست پر کوئی انکار نہیں فرمایا جہاں یہی طور پر قلب گواہی دیتا ہے کہ ذوالیدین کا قصہ کلام منوع ہونے سے پہلے کا تھا اس وقت تک "من نابه فی صلوۃ شئ فلیقل سبحان اللہ" میں جس حکم کی تعلیم دی وہ شروع نہیں ہوا تھا پس چونکہ اس وقت تک صحابہ کرام کو اطلاع کا طریقہ معلوم نہ تھا اس لئے مضطرب تھے کہ جب سلام پھیری تو عرض کریں کہ یا قصہ ہے یا نسیان تو کلام صلاح صلوۃ کے لئے ہے لیکن بلا کہاں رہ جب کہ حضور ﷺ نے تدبیر ملا دی اس ارشاد مبارکہ میں جواب پر مذکور ہوا اب اصلاً صلوۃ کے لئے کلام کی طرف کیا احتیاج رہی لیکن کوئی کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ تسبیح کا حکم قصہ ذوالیدین سے پہلے نہ چکا تھا لیکن اس کے باوجود ممکن ہے کہ تسبیح کے ذریعہ حضور ﷺ کو اس لئے مطلع نہ کیا ہو کہ صحابہ کرام سمجھے ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ پر فرائض نازل ہوتے رہتے ہیں ایک فرض کے بعد دوسرا فرض دوسرے کے بعد تیسرا اسی طرح نازل ہوتے رہتے ہیں جو فرض نہ تھا وہ آپ پر فرض کر دیتے ہیں اور تخفیف کر دیتے ہیں بعض فرض کو کبھی کبھی نماز کے دوران میں ہوتا تھا جیسے تحمل قبلہ نماز کے دوران واقع ہوئی اس لئے حدیث میں جو حضور ﷺ نے فرمایا "من نابه فی صلوۃ شئ فلیقل سبحان اللہ" وہ حکم حضور ﷺ کے لئے نہیں دیگر ماسوں کے لئے ہے اس لئے بے ادبی سمجھے کہ ذوالیدین کے قصہ میں تسبیح کے ذریعہ حضور ﷺ کو خبر نہ کریں اس لئے سکوت کیا کہیں ایسا نہ ہو ہم تو یہ سمجھیں کہ حضور ﷺ کو کسو ہوا اور وہیں حکم ہی بدل چکا ہو ہو رہا یہاں یہ شبہ بیگناہ موجد ہے لہذا جب تک اسکا چیز سامنے نہ آئے کہ حضور ﷺ بھی اسی میں شامل ہیں اس وقت تک امام صاحب کی تقریر مذکور درست نہ ہوگی تو اس بارے میں علامہ عثمانی کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ

جب یہ تمام واقعہ ہو چکا تو حضور ﷺ نے بعد نماز فرمایا ”لو حدث فی الصلوۃ شئی ابتلیکم بہ ولکن انما بشرنا النبی کما نبسون لافا نہیت لہ کروی الحدیث رواہ الشیخان“ نیز ایک حدیث مصنف عبد الرزاق کی ہے جو کثر الخصال میں ان الفاظ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ”خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوما الی المسجد فقال ابن النبی النوسی لعل ھو ذاک ہا رسول اللہ یوعک فی آخر المسجد فالتقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فمسح علی راسی وعلال لی معروفا ثم انقلب علی النام فقال ان انا سہوت فی صلوۃ فلیمسح الرجال ولتصف النساء“ قرآن و روایات میں حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کھجوا دیا کہ تم اپنی طرف سے احتیاط شریعت مت نکالو اور اس کا خیال مت کرو کہ تغیر حکم ہوا ہے تو میں خود بیان کر دوں گا بلکہ جب میں بھڑن جاؤ تو تم تسبیح کے ذکر بعد ذکر و تنبیہ کرو کیوں کہ میں بھی بشر ہوں جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھوتتا ہوں تو اس حدیث میں ہر ضابطہ بیان فرمادیا کہ مثل دیگر ائمہ کے مجھے بھی تذکرہ کر دو جب کہ میں بھول جاؤں تو اس ارشاد کے بعد صحابہ کرام کو معلوم ہو گیا کہ حضور ﷺ اس حکم سے جو حدیث ”من غابہ فی صلوۃ شئی الخ“ میں بیان فرمایا متشکی نہیں اب ہر سوال یہ ہے کہ ذوالیدین کا قصہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور سے پہلے کا ہے یا بعد کا اگر پہلے کا ہے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثیں سے اس کا نسخ ہو گیا اور اگر یہ حدیثیں پہلے کی ہیں اور ذوالیدین کا قصہ بعد کا ہے تو پھر تمام صحابہ پر اقرار ہے کہ حضور ﷺ کے اس حکم کے بعد تمام صحابہ خاموش ہیں اور کوئی تسبیح اور تہلیل نہیں کرتے حضور ﷺ اپنے لئے قسم دی کہ اگر میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد کرو اور صحابہ حمیدہ و ذکیر نہیں کرتے تو خلاف حکم نبوی ہے جس کا صحابہ کرام سے تصور تک نہیں ہو سکا یہ تقریر سوائے امام صاحب کے اور کسی نے نہیں کی شاید اسی شبکیہ وجہ سے چھوڑا ہو لیکن علامہ عثمانی نے شیخ صاحب کی تقریر کو جس عہد و انداز سے بیان کیا ہے اس سے من شہادت کا قلم قلم ہو گیا۔

جامع کہتا ہے کہ حضرت ذوالیدین کے اس واقعہ کے جواب میں سب سے پہلے تقریر یہی ہے جو علامہ عثمانی نے شیخ ابو بکر صاحب کے حوالہ سے اپنی طرف سے اضافہ کے ہمراہ انداز سے بیان کی ہے۔

ذکر الاختلاف علی ابی ہریرۃ فی المسجدین

قصہ ذی الیدین میں سہو کے دو مجہدے کے بارے میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والوں میں جو اختلاف ہے اس کا بیان

احمرنا محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم قال حدثنا شعب قال ابانا اللیث عن عقیل قال حدثنا ابن شہاب عن سعید ابی سلمۃ و ابی بکر بن عبد الرحمن و ابن ابی شیمۃ عن ابی ہریرۃ انه قال لم یسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومئذ قبل السلام ولا بعدہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قصہ اہل یمن کے وقت اسلام لایا۔ آپ پہلے نبی ہوئے اور نہ اسلام لایا۔

اخیراً عمرو بن سواد بن الاسود بن عمرو قال حدثنا عبد اللہ بن وہب قال انہما اللیث بن سعد عن یزید بن ابی حبیب عن جعفر بن رستم عن عواکہ بن مالک عن ابی ہریرۃ انی و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ یوم ذی الہدیر سجدہ تین بعد السلام۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ رسول اللہ ﷺ نے تمہارے انبیاء کے وقت اسلام کے بعد دو تہہ سے کیے۔

اخیراً عمرو بن سواد بن الاسود قال اخبرنا ابی وہب قال انہما عمرو بن الحارث قال حدثنا قتادہ عن محمد بن سیرین عن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدلتہ

محمد بن سیرین نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ عواکہ بن مالک کے وقت کی ہے۔
احمرنا عمرو بن عثمان بن سعید بن کثیر بن دینار قال حدثنا بقیۃ قال حدثنا شعبۃ قال وحدثنی ابن عون وخالہ الحذاء عن ابن سیرین عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سجد فی وجہہ بعد التسلیم

حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کرتے ہیں کہ جنگ نبی ﷺ نے اپنے سونے کے بعد تہہ سے کیے۔

اخیراً محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ المسابروی قال حدثنا محمد بن عبد اللہ الانصاری قال اخبرنی الشعث عن محمد بن سیرین عن خالد الحذاء عن ابی قلابہ عن ابی الہدیث عن عمر بن حصین ان السی صلی اللہ علیہ وسلم صلی یوم فہا فسجد سجدتین ثم سلم

حضرت عمر ابن ابن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ نبی ﷺ نے نوکوں کو زبردستی آپ بھول گئے پھر دوبارہ سے کے پھر آپ ﷺ نے سلام پھیرا۔

اخیراً ابو الاشعث عن یزید بن زریع قال حدثنا خالد الحذاء عن ابی قلابہ عن ابی الہدیث عن عمر بن حصیر قال سلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ثلاث رکعات من العصر فدخل منزله فعم انہ رحل بغل لہ الحرقاق فقال یعنی نقصت الصلاة بارسل اللہ فخرج معصبا بخر واداء فقال صدق قال انعم فدل قصی تلک الرکعة ثم سلم ثم سجد سجدتہا ثم سلم۔

نظر سے عمر ابن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عمر کی تین رکعتوں پر سلام پھیرا پھر اپنے گھر میں داخل

ہوئے ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس گیا سے قربانی کہا جاتا تھا اس نے کہا یا رسول اللہ کیا نماز تم کو ملتی پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جو درہم دیتے ہو ان کے لئے اور لوگوں سے پوچھا کیا یہ حج کجا ہے لوگوں نے کہا ہاں پھر آپ ﷺ نے کھڑے ہوئے اور وہ رکعت پڑھی پھر سلام پھیرا پھر دوبارہ رکعت کے سہو کے پھر سلام پھیرا۔

تشریح: اس واقعہ ذی الہدیٰ کے وقت بقیہ نماز تمام کرنے کے بعد حضور ﷺ نے عید ہو کیا نہیں اس میں اختلاف ہے لیکن شہاب زہری نے بوسطہ سعید والی مسلمہ والی بکر بن عبد الرحمن وابن ابی شیبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے عید نہیں کیا اس کے برخلاف عراق کے بن، کتبہ اور محمد بن یسیر بن و غیرہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس واقعہ میں سہو کے دو بعدے کئے پھر ادا اہلبے نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے عید کو سہو فرمایا اب تو عرض ہو کہ اس کا جواب عامر سندھی نے یہ دیا ہے کہ چونکہ نماز کے وقت صحیح روایت میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے عید کو سہو کیا لہذا ان شہاب زہری کی یہ روایت اس سلام پر غور ہے جو حضور ﷺ نے نسیان سے وسط سلاط میں پھیر دیا تو اسی سلام سے پہلے اور بعد اس سلام کے عید نہیں کیا۔ اسی صریح سے روایات میں نقلیں دینی ہو سکتی ہے یہ کہ صورت میں ہے کہ بعد ان شہاب زہری کی روایت کو درست نہ لیا جائے بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں چنانچہ علامہ ابن عبد البر انکی فرماتے ہیں کہ مجھے تو معلوم نہیں کہ اس علم میں سے کسی نے امام ابن شہاب زہری کی روایت پر اکتفا کیا ہو جو انہوں نے حدیث ذی الہدیٰ کے تھ۔ مگر وہ ان کی بات کہ ”لَمْ يَجْعَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ قَبْلَ السَّلَامِ وَلَا بَعْدَهُ“ کیوں کہ ان سے خاص کر روایت سے متعلق ایسا مضرب واقع ہوا ہے کہ اس کی وجہ سے اس علم نے اس کو چھوڑ دیا ابن شہاب زہری اگرچہ حدیث میں امام عظیم ہیں لیکن غلطی سے کوئی انسان پاک نہیں ”وَكُلُّ أَحَدٍ يَزْعُمُ أَنَّ قَوْلَهُ وَيَسْرُكُ“ لاناہی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (کنز فی الحاشیہ)

باب اتمام المصلی علی ما ذکر اذا شک

جس وقت مصلی کو شک ہو تو اپنی یاد کے مطابق نماز تمام کرنے کا بیان

عمر بن یحییٰ بن حبیب عن عمرو بن قائل حدثنا خالد عن ابن معجل عن زید بن اسمع عن عطاء بن یسار عن ابی سعید عن ابی ہاشم صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا شک احدکم فی صلاته فلیبلغ الشک والین علی البین فاد استیقن بالنیام فلیسجد سجدتين وهو قانتان كان صلی خمساً شقعتا له صلاته وان

صلیٰ اربعاً کانتا ترغیباً للشیطان.

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شک کرے تو ٹھک کو دور کرے اور یقین پر بناء کرے پھر جب یقین ہو تمام ہونے کا تو بیٹھنے کی حالت میں دو جہدے کرے پھر اگر اس نے پانچ رکعتیں پڑھیں تو یہ دونوں جہدے اس کی نماز کو حلت کر دیں گے اور اگر چار رکعتیں پڑھیں تو یہ دونوں جہدے شیطان کے واسطے باعث ذلت ہوں گے۔

اخبرنا محمد بن رافع قال حدثنا حجين بن المثنى قال حدثنا عبد العزيز وهو ابن ابي سلمة عن زيد ابن اسلم عن عطاء بن يسار عن ابي سعيد الخدري عن انسي صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا لم يدر احدکم صلی ثلاثاً او اربعاً فليصل ركعة ثم يسجد بعده فذلك مسجدين وهو جالس فان كان صلی خمساً شفعنا له صلاحه وان صلی اربعاً کانتا ترغیباً للشیطان.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی آدمی نہ جانتے کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی یا چار رکعتیں تو ایک رکعت اور پڑھ لیا کرے پھر جب مقتصد ہو دو جہدے کرے پس اگر اس نے پانچ رکعتیں پڑھیں تو یہ دونوں جہدے اس کی نماز کی حلت کر دیں گے اور اگر چار پڑھیں تو یہ دونوں جہدے شیطان کے واسطے باعث ذلت ہوں گے۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کو نماز میں شک پیدا ہو جائے تو یقین پر بناء کرے مثلاً شک ہو کہ تین رکعت پڑھی یا چار تو تین ظہیر اے اور اس پر بناء کرے پھر سو کہ دو جہدے کر لے اس کے بعد افان مکان صلی خمساً الخ " میں سو کہ دونوں جہدوں کا تہہ بیان فرمایا کہ اگر اس نے نماز پڑھی پانچ رکعت یعنی شک ہوا کہ تین پڑھی یا چار اور بناء کرے تین پر اور واقع میں چار پڑھی تھیں تو جب کہ ایک رکعت اور پڑھی تو پانچ رکعت ہو نہیں اب یہ دو جہدے سو کہ جو کو ایک رکعت کے ہیں اس کی نہ ذکر و شفع بتا دیں گے یعنی چھ رکعتوں کے حکم میں کر دیں گے اور اگر اس نے پوری چار رکعتیں پڑھیں بغیر نقصان اور زیادہ کے جیسے کہ واقع میں تین رکعتیں تھیں تو بناء یمن پر کہہ کر ایک رکعت اور پڑھی تو چار رکعتیں تمام ہوئیں تو یہ دو جہدے سو کہ شیطان کے سنے باعث ذلت و خواری ہوں گے یعنی اگر چہ اس صورت میں جہدہ سمجھ کی ضرورت نہیں ہے جیسے پہلی صورت میں تھی لیکن سو کہ دو جہدوں کا فائدہ اور اس کی علت ترغیم شیطان ہے یعنی شیطان کو غصہ دلا اور زلل کرنا ہے کیوں کہ اس ملعون نے جہدہ کرنے سے انکار کیا تھا یہر حال خبر جہدہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شک کی صورت میں بناء یقین یعنی اقل پر کرے نماز ۱۵ باروں کرے اور نہ تخری کے ساتھ مثل کرے یہی قوی امر مذکور کا ہے اسہول نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے اور کہتے ہیں کہ ہر اس رکعت پر تشہد پڑھے جس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ اس میں تہہ و خیرہ ہو سکتا ہے۔ (معاد الفاسن بحوالہ عمدة القاری و مظاہر حق) خفیہ کے یہاں اس مسئلہ میں کچھ تفصیل ہے جو اگلے عنوان کے تحت آ رہی ہے۔

اعبرنا سوید بن نصر قال ابانا عبد اللہ عن مسعر عن لحکم عن ابی وائل عن عبد اللہ قال من شک او اھم فلیسجد الصواب ثم لیسجد سجدة تین۔

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جس نے جو شخص اپنی نماز میں شک کرے تو وہ ٹھیک بات کے لئے قرئی کرے۔ پھر دو رکعت کے بعد رکے کرے۔

اعبرنا سوید بن نصر قال ابانا عبد اللہ عن ابن عون عن ابی ہریرہ قال کانوا یقولون اذا اھم یا یسجد سجدة تین الصواب ثم یسجد سجدة تین

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس نے جو شخص اپنی نماز میں شک کرے تو ٹھیک بات کے لئے قرئی کرے۔ پھر دو رکعت کے بعد رکے کرے۔

اعبرنا سوید بن نصر قال ابانا عبد اللہ عن ابن جریج قال قال عبد اللہ بن مسافع عن عقبہ بن محمد بن الحارث عن عبد اللہ بن جعفر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شک فی صلاتہ فلیسجد سجدة تین بعد ما یسلم

حضرت عبداللہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی نماز میں شک کرے تو اسلام پھیرنے کے بعد دو رکعت کے بعد رکے کرے۔

اعبرنا محمد بن ہاشم ابی الولید ابیہ ابن حریج عن عبد اللہ بن مسافع عن عقبہ بن محمد بن الحارث عن عبد اللہ بن جعفر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من شک فی صلاتہ فلیسجد سجدة تین بعد التسنیم

حضرت عبداللہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ پشت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی نماز میں شک کرے تو چاہئے کہ وہ اسلام پھیرنے کے بعد دو رکعت کے بعد رکے کرے۔

اعبرنا محمد بن اسماعیل بن ابی اھیم قال حدثنا حجاج قال ابی جریج اعبرنا عبد اللہ بن مسافع ان مصعب بن شبیہ اعبرنا عن عقبہ بن محمد بن الحارث عن عبد اللہ بن جعفر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من شک فی صلاتہ فلیسجد سجدة تین بعد ما یسلم۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ پشت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی نماز میں شک کرے وہ دو رکعت کے بعد رکے کرے۔

اعبرنا ہارون بن عبد اللہ قال حدثنا حجاج وروح بن ابی عبادۃ عن ابن جریج قال اعبرنا عبد اللہ بن مسافع ان مصعب بن شبیہ اعبرنا عن عقبہ بن محمد بن الحارث عن عبد اللہ بن جعفر ان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم قال من شک فی صلاته فلیسجد سجدتین قال حجاج بعد ما یسلم وقال روح وهو جالس۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنی نماز میں شک کرے، وہ بعد سے کہے حدیث کا راوی جان کہتے ہیں کہ سنا سیکھنے کے بعد اور راوی حدیث روح کہتے ہیں بحالت قعود۔
اخبرنا قتیبة عن مالک عن ابن شہاب عن ابی سلمة عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان احدکم اذا قام یصلی جاءہ الشیطان فلیس علیہ صلاتہ حتی لا یدری کم صلی فاذا وجد احدکم ذالک فلیسجد سجدتین وهو جالس۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب نماز کے ارادت کمزور ہوتا ہے تو اس کے پاس شیطان آتا ہے وہ اس کی نماز میں گڑبڑ کر دیتا ہے حتیٰ کہ انہیں جانتا کہ کتنی نماز پڑھی ہو جس وقت تم میں سے کوئی اس کو پاوے تو دوبارہ کرے اس حالت میں کہ وہ ہمتیار۔

اخبرنا بشر بن حلال قال حدثنا عبد الوارث عن هشام الذمستانی عن یحییٰ بن ابی کثیر عن ابی سلمة عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا فرغ من الصلوة ادبر الشیطان لہ صراط فاذا قضی الشرب اقبل حتی یخطر بین المرء وقلہ حتی لا یدری کم صلی فاذا راہی احدکم ذالک فلیسجد سجدتین۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کہ نماز کے واسطے اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز مارا ہوا پیٹھ دے کر بھاتا ہے پھر جب گھیر ہو سکتی ہے تو وہ آتا ہے اور آدھی اور اس کے دل کے درمیان دوسرے ذرات ہے حتیٰ کہ نماز میں نہیں جانتا کہ کتنی نماز پڑھی ہیں جس وقت تم میں سے کوئی اس میں مبتلا ہو تو دوبارہ کرے۔

تشریح نماز میں شک کی صورت میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک تفصیل یہ ہے کہ اگر پہلے نماز پڑھ لی دفعہ میں جھٹلایا ہے تو اس صورت میں حکم یہ ہے کہ وہ نئے سرے سے نماز پڑھے اس قول کی دلیل میں صاحب ہدایہ نے یہ حدیث مرفوعہ پیش کی ہے "اذا شک احدکم فی صلاتہ انہ کم صلی فلیستطیع الصلوۃ" کہ جب تم میں کوئی اپنی نماز میں شک کرے کہ اس نے کتنی نماز پڑھی تو نماز کو از سر نو پڑھے۔ اس حدیث کے معلق علامہ طبری نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے یعنی کتب حدیث میں نہیں پائی جاتی تو اگرچہ اس فقرہ کے ساتھ حدیث غریب ہے لیکن معنی اس کے بہت تین چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے شخص کے حق میں جوتہ جانے کہ تین رکعتیں پڑھیں یا چار کہتے تھے کہ وہ نماز کا اعادہ کرے اگر ٹھیک یا نہ ہو نیز ابن سیرین نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب میں شک کرتا ہوں کہ میں نے کتنی نماز پڑھی تو اعادہ کر لیتا ہوں اور میں اس کے آثار سعید بن جبیر اور ابن جوفیہ اور شریح

وغیر ہم سے سرائی میں تو ان قمار سے اس حدیث کے مضمون کو تائید و تقویت ملتی ہے اور اگر متصلی کو یہ شک کثیر پیش آئے ہو تو اس
 سورت میں قرئی یعنی غور و فکر نہ کرے اور قرئی میں جس طرف غلبہ نظر ہو جائے اپنی پر قائل نہ رہے مثلاً تین چار رکعت میں شکی ہو اور
 قرئی سے تین معلوم ہو میں تو ایک رکعت پڑھ کر قعدہ اخیرہ کرے گا تو یہ وہ بغیر شک کے پڑھتا ہے اس قول کی دلیل میں حضرت ابن
 عمر و یحییٰ کی حدیث پیش کر جاتی ہے اس حدیث نے اللہ بڑا قلبی صحر الدی بری اللہ الصواب فیہ "اور قلبی صحر
 و صحری فانک لئی الصواب" یعنی قرئی کا قطعاً صحیح ہے اور اگر قرئی میں کسی طرف غلبہ نظر نہ ہو اور قرئی کرنے سے اس کا دل
 کسی بات پر قائم نہ ہو تو افس پر بنا کرے اور ہرگز رکعت پڑھ کر قعدہ کرے جس کے بارے میں یہ خیال ہو کہ یہ قرئی رکعت ہے
 تاکہ فرض قعدہ و اخیرہ کا پھرنے والا نہ ہو اور سہو کے وجہ سے نہ کرے (یہ تیسری صورت ہے) اس قول کی دلیل حضرت ابو سعید
 خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو مضمون سابق کے تحت مذکور ہے فرض کو بحث کا ماحصل یہ ہے کہ اس طرح سے امام اویسیؒ نے
 تینوں قسم کی روایات پر عمل کیا ہے اور ہر حدیث کو ایک مخصوص حالت پر محمول کیا ہے اس طرح سے تمام امام حدیث میں طابقت
 ہو جاتی ہے بخلاف مسلک امام شافعیؒ وغیرہ کے جس کے بیان و مچھلے مضمون نے تحت دو چکاہت اس باب میں انہوں نے صرف اقل
 پر بناء علی حدیث کہ جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اختیار کر لیا جاتی ہے بخلاف کو ترک کر دیا۔

(ہدایہ و فتح القدیر و مظاہر حق)

باب ما یفعل من صلی خمساً

جو شخص پانچ رکعت پڑھے اس کو کیا کرنا چاہئے اس کا بیان

عنہما صحیحہ عن محمد بن المنصور عن محمد بن بشر واللفظ لابن المنصور قال حدثنا یحییٰ عن شعبة عن
 الحكم عن ابراهيم عن علفصة عن عبد الله قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الظہر خمساً فلیعل لہ اربعہ
 فی الصلاة قال وما ذاک قالوا صلیت خمساً فنی رحتہ وسجدت سجدتین۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی پانچ رکعت پڑھنی آپ ﷺ سے پوچھ لیا
 کیا نماز میں زیادت کی گئی آپ ﷺ نے فرمایا کیسے سو کہ امام نے عرض کیا آپ نے پانچ رکعت پڑھنی پھر شہد کی دو رکعت پڑھنی
 اور سو کے دو رکعت پڑھنے۔

اخیرنا عبدہ بن عبد لرحیم قال ابانا ابن شعیب قال ابانا شعبۃ عن الحكم ومغيرة عن ابراهيم عن
 علفصة عن عبد الله عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ صلی بهم الظہر خمساً فقلوا انک صلیت خمساً
 فسجد سجدتین بعد ما سلم وهو جالس۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ظہر کی پانچ رکعت پڑھنی سو کہ پانچوں نے عرض

یہ کہ آپ نے پانچ رکعت پڑھی پھر حضور ﷺ نے بیٹھے کی حالت میں سامہ بھیجے کے بعد سو کے دو بندے گئے۔

احمر بن مسعود بن وافع قال حدثني يحيى بن آدم قال حدثنا مفضل بن ميمون عن الحسن بن عبيد الله عن ابراهيم بن سويد قال صلى علقمة خمسا فقب له فقال ما فعلت قلت هو اسي بلي قال وانت يا عمرو فقلت نعم فمسح سجدتين ثم حدثنا عن عبيد الله عن ابي صبيح عن ابي عبد الله عليه وسلم انه صلى خمسا فوشش الغوم بعضهم الى بعض فقالوا له ازدد في الصلاة قال لا فعبروا فبني رجله فمسح سجدتين ثم قال ان بشر النسي كما ننسوا.

حضرت ابراہیم بن سواد کہتے ہیں کہ علقمہ نے پانچ رکعت پڑھی ان سے کہا گیا کہ آپ نے پانچ رکعت پڑھی، انہوں نے اپنے مکان کے موٹی کہا نہیں ابراہیم کہتے ہیں میں نے اپنے سر کے اشارہ سے کہا پانچ رکعت پڑھی علقمہ نے کہا اے امرو کیا تو کو اسی دیتا ہے اس پر میں نے کہا ہاں ہاں پھر حضرت علقمہ نے دو بندے کے ہمراہ سے حضرت عبد اللہ ﷺ کی روایت سے یہ واقعہ بیان کیا کہ نبی ﷺ نے پانچ رکعت پڑھی پھر انگوٹھوں نے ایک دوسرے سے کاٹا، یحییٰ کی پھر حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا نماز میں زیادتی کی گئی حضور ﷺ نے فرمایا نہیں پھر لوگوں نے اس کی خبر دی پھر حضور ﷺ اپنے پاؤں کو سوز کر دیکھے اور دو بندے کے لئے پھر فرمایا خبر اس کے اور پوچھیں کہ میں بھی بشر ہوں بھائی ہوں جیسے تم بولتے ہو۔

احمر بن سويد ابن نصر قال انبا عبد الله عن مالك بن مغول قال سمعت الشعبي يقول سبنا علقمة بن فليس في صلاته فذكر انه بعد ما تكلم فقال اكد لك يا عمرو قال نعم فحل جوده ثم سجد سجدتي السهو وقال هكذا فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وسمعت الحكم يقول كان علقمة صلى حمدا.

مالک بن مغول کہتے ہیں کہ میں نے غشی کو کہتے ہوئے سنا کہ علقمہ بن قیس اپنی نذر کو بھول گیا انگوٹھوں نے ان سے اس کا ذکر بعد ان کے کلام کرنے کے کیا تو انہوں نے کہا اے امرو کیا ایسا ہے اور نے کہا ہاں پھر سو کے دو بندے گئے اور کہا اسی طرف رسول اللہ ﷺ نے کیا مالک بن مغول کہتے ہیں اور میں نے سہم بن حنیفہ کو کہتے تھے کہ علقمہ نے پانچ رکعتیں پڑھی تھیں۔

احمر بن سويد بن نصر قال انبا عبد الله عن عبيد الله عن عبيد بن عبيد الله عن ابراهيم بن سويد قال صلى علقمة خمسا فقال اكد لك يا عمرو فمسح سجدتي السهو ثم قال هكذا فعل رسول الله صلى الله عليه وسلم.

حضرت ابراہیم سے روایت ہے کہ جبکہ علقمہ نے پانچ رکعتیں پڑھی تھیں جب سامہ بھیجے تو ابراہیم بن سواد نے کہا اے برشل (یہ کیت ہے علقمہ کی) آپ نے پانچ رکعتیں پڑھیں علقمہ نے کہا اے امرو کیا ایسا ہے پھر سو کے دو بندے گئے پھر کہا اسی طرف رسول اللہ ﷺ نے کیا۔

اخبرنا مسعود بن نصر قال اتينا عائداً عن ابي بكر النهشلي عن عبد الرحمن بن الاسود عن ابيه
عن عبد الله بن رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى احدى صلاتي العشي خمساً فقبل له ازبد في الصلاة
قال وما ذلك قالوا صليت خمساً فقال اسما انما بشر انسي كنهتمسون واذا كبر كما تدكرون فمسجد
محببتين ثم الغفل.

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے بعد زوال آفتاب کی دو نمازوں میں سے ایک نماز
میں پانچ رکعتیں پڑھیں حضور ﷺ سے پوچھا گیا کیا نماز میں زیادتی کی گئی حضور ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے لوگوں نے عرض کیا
آپ نے پانچ رکعتیں پڑھیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں بھی بشر ہوں بھوتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو پورا پورے رکھتے ہو جیسے تم
یاد رکھتے ہو پھر وہ جبے کے پھر وہاں تشریف لے گئے۔

تشریح مسئلہ کاام فی السلوۃ کی تحقیق چھپے گزری جگہ یہاں دوسرا مسئلہ بیان کر رہے ہیں کہ گرتی نے سہ سے
نہر پانچ رکعتیں پڑھیں اور چوتھی رکعت پر قعدہ وغیرہ نہ کیا ہو تو اس میں اختلاف ہے علامہ نووی کی تصریح کے مطابق امام مالکؒ
وامام شافعی اور امام حماد کے نزدیک اس صورت میں قاعدہ نہ ہوگی بعد سیکو کافی ہے ان حضرات کا استدلال ظاہر حدیث باب سے
ہے۔ (کما قالہ النووي)

چنانچہ اس حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے ظہر کی پانچ رکعت پڑھی اور جبکہ سہو پر التماس فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ
اس صورت میں قعدہ نہ سیکو کرنے سے فرض باطل نہ ہو گا ادا ہو جائے گا۔ حنفیہ کے نزدیک اس صورت مذکورہ میں قہضیل یہ ہے کہ اگر
قعدہ وغیرہ سے سیکو اور پانچویں رکعت کو سیدھا کھڑا ہو گیا تو جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو قعدہ کی طرف بھرا دے
کیوں کہ قعدہ کی طرف پھرنے میں اس کی نماز کی اصلاح ہے اور اصناف اس سے منکر ہیں لیکن ہے اس لئے کہ پوری رکعت سے کم
تو چھوڑنے کا حق ہے اور سہو کا سجدہ کرے اور اگر اس نے پانچویں رکعت کا سجدہ کیا تو اس کا فرض باطل ہو گیا اور اس کی نماز بدل کر
نفل ہو گئی اب اس کے لئے مناسب ہے کہ ان پانچویں رکعت کے ساتھ یعنی رکعت ملاوے تاکہ چھ رکعتیں نفل کی ہو جائیں
واضح رہے کہ یہ نفل ہو جائے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور اگر چوتھی رکعت پر قعدہ نہ کیا ہو پھر پانچویں رکعت کو سلام
سے پہلے کھڑا ہو گیا تو قعدہ کی طرف رجوع کرے جب تک کہ پانچویں رکعت کا سجدہ نہیں کیا ہو ورنہ سلام پھیرے اور سجدہ سہو
کرے اور اگر اس نے پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو پھر پانچویں رکعت کے ساتھ ایک رکعت اور ملائے اس صورت میں اس کا
فرض پورا ہو چکا کیوں کہ باقی تو صرف ایک سلام تھا جو کہ واجب ہے بہر حال کوئی رکعت اور فرض نہیں چھوڑا لہذا نماز فرض تمام ہو گئی
صرف ایک واجب باقی رہا جس کا حکم سجدہ سہو ہے۔ (ہدایہ جلد ۱)

حدیث باب سے استدلال کا جواب

امام شافعی وغیرہ نے اس حدیث میں مسعود رضی اللہ عنہ سے جو استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اس شخص کی نماز

علیٰ شفعہ منور کا نام مسلم۔

حضرت ابو سعید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میں کہ جس وقت نبی ﷺ ان اور کھٹوں پر ہوتے تھے ان کے بعد نماز تمام ہو جاتی ہے تو اپنا بایاں پاؤں نکال دیتے اور پائیں جو نب کے کوسے پر بیٹھتے پھر سلام پھیرتے۔

اخبرنا قتيبة قال حدثني سفیان عن عاصم بن كليب عن ابيه عن والى بن حجر قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يرفع يديه اذ الفح الصلاة واذا ركع واذا رفع رأسه من الركوع واذا جلس اضجع اليسرى ومصب اليمنى ووضع يده اليسرى على فخذه اليمنى ويده اليمنى على فخذه اليسرى وعقد لثنتين الوسطى والابهام والشار.

حضرت ذوال بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جس وقت آپ نماز شروع فرماتے تو ان ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے (دونوں ہاتھ اٹھاتے) اور جب بیٹھتے تو بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے اور اپنا بایاں ہاتھ دیکھتا دایاں ہاتھ پر رکھتے اور درمیان انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ کرتے اور استسارہ کرتے یعنی شہادت کی انگلی سے۔

تشریح: جنوں کی دو کیفیتیں بہت ہیں ایک انترش یعنی بایاں پاؤں بچھا کر دایاں پاؤں کھڑا کر لینا دوسرے تو رک یعنی قعدہ میں پائیں کو گھنے پر بیٹھ جانا اور اپنے دونوں پاؤں دایاں جانب نکال دینا ان دونوں صورتوں میں سے امام ابو حنیفہ کے نزدیک قعدہ اولیٰ اور اخیرہ میں انترش افضل ہے آپ کا استدلال حضرت ذوال بن حجر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہے جو باب کے تحت روایت کی ہے امام شافعی کے نزدیک جس تشہد کے بعد سلام ہو اس میں تو رک افضل ہے اور جس تشہد کے بعد سلام نہ ہو اس میں انترش افضل ہے ان کا استدلال اس حدیث سے ہے جو باب کے تحت حضرت ابو سعید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے امام مالک کے نزدیک قعدہ اولیٰ اور قعدہ اخیرہ دونوں میں تو رک افضل ہے امام احمد کے نزدیک دونوں قعدوں میں سے صرف قعدہ اخیرہ میں تو رک افضل ہے حنفیہ تو رک والی حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ وہ بخبر پر محمول ہے وچنانچہ حجاز پر۔

(مرکبات و مکوکب جاری)

باب موضع الذراعین

دونوں ہاتھ کو کہاں رکھا جائے اس کا بیان

اخبرنا محمد بن علی بن میمون الرقی قال حدثنا محمد وهو ابن يوسف القريابی قال حدثنا سفیان عن عاصم بن كليب عن ابيه عن والى بن حجر انه رأى النبي صلى الله عليه وسلم جلس في الصلاة فافتش رجله اليسرى ووضع ذراعيه على فخذه اليمنى والشار بالنسابة بدعويها.

حضرت دائر بن جبر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں اس حالت پر بیٹھے ہوئے دیکھا کہ اپنے ہاتھ پاؤں کو بچھایا اور دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر رکھا اور سب سے اشارہ کیا یعنی نکر شہادت پڑھتے وقت شہادت کی انگلی سے وحدانیت حق کی طرف اشارہ کیا۔

اشارہ بیدہائی کی تفصیل دیکھیں پڑھ چکی ہے۔

موضع المرفقین

دونوں کہنیوں کو کس جگہ رکھنا چاہئے اس کا بیان

اخبرنا اسماعیل بن مسعود قال انا باشر بن المفضل قال حدثنا عاصم بن مکیب عن امیہ عن وائل بن حجر قال قلت لاناظون انی صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف یصلی لقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاستقل القنۃ لرفع یدہ حتی حافظا اذنیہ ثم اخذ شعاۃ یمینہ فمما اراد ان یرکع رفعہما مثل ذالک و وضع یدہ علی رکتہ فلما رفع رأسہ من الركوع رفعہما مثل ذالک فلما سجد وضع رأسہ بذالک المنزل من یدہ ثم جلس فالتفت رجلہ الی سری و وضع یدہ الی سری علی فخلہ الی سری و حد مرفقہ الی یمین علی فخذ الی یمینی و قبض فتمنن و حلق و رآینہ یقول تکبیرا و اشار بشار بانسیانہ من الیمینی و حلق الی یمین و الوسطی.

حضرت دائر بن جبر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں ہی دل میں کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے ہیں اس کو میں ضرور دیکھتا رہوں گا آپ قبل کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں کے برابر اٹھائے پھر بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے کھینچ لیا جس وقت رکوع کا ارادہ فرمایا تو دونوں ہاتھ دونوں کانوں کے برابر اٹھائے اور دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھے پھر جب رکوع سے سر اٹھایا تو دونوں ہاتھ دونوں کانوں کے برابر اٹھائے اور جس وقت سجدہ کیا تو ہاتھ سر دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھا پھر اپنا ایسا پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے اور اپنا پایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر اور دونوں چھوٹی انگلیاں بند کیں اور دو سبائی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ کیا اور میں نے مشور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح اشارہ کرتے دیکھا راوی حدیث بشر بن مفضل نے حج کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر دائیں ہاتھ کی سب سے اشارہ کر کے دکھایا۔

باب موضع الکفین

دونوں ہتھیلیاں کس جگہ پر رکھی جائیں اس کا بیان

اخبرنا محمد بن منصور قال حدثنا سفیان قال حدثنا یحییٰ بن سعید عن مسلم بن ابی مریم شیخ

من اهل المدينة ثم بقيت الشيخ فقال سمعت علي بن عبد الرحمن يقول عمليت الى جنب ابن عمر ففقدت الحصى فقال لي ابن عمر لا تقلب الحصى فان تقلب الحصى من الشيطان والفعل كما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعل قلت وكيف رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعل قال هكذا وضع اليمنى واصبع اليسرى ووضع يده اليمنى على فخذة اليسرى ويده اليسرى على فخذة اليسرى وأشار بالسبابة.

حضرت مسلم بن ابی مریم کہتے ہیں میں نے علی بن عبدالرحمن سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں نماز پڑھی تو میں ٹکڑیوں کو چماتا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھ سے کہا ٹکڑیوں کو الٹ پلٹ مت رکھو کہ ٹکڑیوں کو الٹ پلٹ کر ناشیطان کی طرف سے ہے دینا ہی کہ جیسا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا میں نے عرض کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح کرتے دیکھا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس طرح کہ: نہیں پاؤں کو کھڑا کیا اور بائیں پاؤں کو بچھا اور دائیں ہاتھ کو: نہیں ران پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھا اور سبابہ سے اشارہ کیا۔

باب قبض الاصابع من اليد اليمنى دون السبابة

بیان میں اسی بات کے کہ سبب کے علاوہ دائیں ہاتھ کی تمام انگلیوں کو بند کرنا

احمرنا فقیہ بن سعید عن مالک عن مسلم بن اسی مریم عن علی بن عبد الرحمن قال رأی ابن عمر وانا اعبت بالحصی فی الصلاة فلما انصرف نهانی وقال اصنع كما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنع قلت وكيف كان يصنع قال كان اذا جلس فی الصلاة وضع كفه اليمنى على فخذة وقبض بعنى اصابعه كلها وأشار باصبعه تسمى تلى الايهام ووضع كفه اليسرى على فخذة اليسرى.

حضرت علی بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ مجھے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس حالت میں دیکھ لیا جب کہ میں نماز میں ٹکڑیوں سے کھیل رہا تھا جب نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے منع کیا اور فرمایا دینا ہی کر جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے میں نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح کرتے تھے انہوں نے جواب دیا جب نماز میں بیٹھے تو دائیں ہاتھ کی پٹمی کو ران پر رکھتے اور سب انگلیوں کو بند کر لیتے اور انگوٹھے سے جو انگلی ملی ہوئی ہے اس سے اشارہ کرتے اور بائیں ہاتھ کی پٹمی کو بائیں ران پر رکھتے۔

تشریح: دائیں ہاتھ کی پٹمی کو ران پر رکھنا انگلیاں قبض کرنے یعنی مٹھی باندھنے کے ساتھ متعلق نہیں ہو سکتا تو مراد اللہ تعالیٰ اعلم یہ ہوگی کہ پہلے مٹھی انگلیاں رکھتے پھر اشارہ کے وقت بند کر دیتے اور یہی امام محمد نے امام ابو حنیفہ سے نقل کیا۔

باب قبض الثنتين من اصابع اليد اليمنى وعقد الوسطى

والاِبهام منها

دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں سے دو کو بند کرنے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا لینے کا بیان
 اخبرنا سويد بن نصر قال انبانا عبد الله بن المبارك عن زائدة قال حدثنا عاصم بن كليب قال
 حدثني ابي ان راسل بن حجر قال قلت لاناظون ابي صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف يصلي
 فنظرت اليه فوصف قال لم يقدد واقرش رجله اليسرى ووضع يده اليسرى على فخذله وركبته اليسرى
 وجعل حذو فخذ الايمن على فخذ اليمنى ثم قبض الثنتين من اصابعه وحلق حلقته ثم رفع اصبعه فرائته
 بحر كذا يدعربها مختصر.

حضرت واکل بن جبر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے ہیں
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کو ضرور دیکھوں گا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کیا کب کہتے ہیں واکل بن جبر رحمہ اللہ نے کیفیت نماز بیان کی وہ
 کہتے ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے اپنے بائیں پاؤں کو بچایا اور بائیں ٹھٹھی کو اپنی بائیں ران اور گھٹنے پر رکھا اور دائیں ٹھٹھی کے آخری
 حصہ کو اپنی دائیں ران پر رکھا پھر اپنی انگلیوں میں سے دو انگلیاں بند کیں اور حلقہ بنا لیا یعنی دو میان کی انگلی اور انگوٹھے سے پھر اپنی
 انگلی اٹھائی یعنی شہادہ کی انگلی سے اشارہ فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اس انگلی کو حرکت دیتے تھے۔

”مختصر اسی ہذا الحديث مختصر“ یعنی یہ حدیث مختصر ہے اس میں پوری کیفیت صلوٰۃ کا بیان نہیں حضرت
 واکل بن جبر رحمہ اللہ کی تفصیل حدیث میں انہوں نے پوری صفت صلوٰۃ بیان کی ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ حرکت کر کے انگلی اٹھانے کے بعد اسے حرکت دیتے تھے لیکن
 حضرت ابن الزبیر رحمہ اللہ کی حدیث میں آیا ہے ”ولا يحرر كفا“ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم انگلی کو حرکت نہ دیتے تھے دونوں میں جمع کی
 صورت یہ ہے کہ کبھی حرکت دیتے اور کبھی نہ دیتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 ایک اور جواب اس کا یہ ہے یا جاچکا ہے وہاں ملاحظہ کیجئے۔

باب بسط اليسرى على الركبة

بائیں ہاتھ کو گھٹنے پر بند کر کے نہیں کھلا رکھنے کا بیان

اخبرنا محمد بن رافع قال حدثنا عبد الرزاق قال حدثنا معمر بن عبد الله عن نافع عن ابن عمر ان
 رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا جلس في الصلاة وضع يديه على ركبتيه ورفع اصبعه اليمنى الى

الابھام فدعا بها وبده اليسرى على وجهه باسطها عليها.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک رسول اللہ ﷺ جس وقت نماز میں بیٹھتے تو دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھتے اور اشارہ کرتے کہ وہ اپنی اس انگلی کو اٹھاتے جو گھٹے سے لی ہوئی ہے اور کہیں ہاتھ کو اٹھاتے تھے پر اٹھا ہوا رکھتے۔

اخیرنا ایوب بن محمد الزوان قال حدثنا حجاج قال ابن جریج أخبرني زياد عن محمد بن عجلان عن عامر بن عبد الله بن الزبير عن عبد الله بن الزبير ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يشير بصبغة اذا دعا ولا يحرکها قال ابن جریج وزاد عمرو قال اخبرني عامر بن عبد الله بن الزبير عن بيه الله زائي ان النبي صلى الله عليه وسلم يدعو كذلك وينحصر يده اليسرى على راحله اليسرى

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک رسول اللہ ﷺ اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے جس وقت قدموں میں کھڑے شہادت پڑھتے اور اپنی کو حرکت دیتے تھے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عامر بن عبد اللہ بن الزبير نے یہ روایت سے اتنا حدیث زیادہ بیان کیا کہ حضرت عبد اللہ بن الزبير رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو اسی طرح بغیر تحریک کے اشارہ کرتے دیکھا اور کہتے ہیں کہ میں ہاتھ کو اٹھا کر ان پر گھملا ہوا۔

باب الإشارة بالاصبع في التشهد

تشہد کے وقت انگلی سے اشارہ کرنے کا بیان

اخیر من محمد بن عبد الله بن عمار الموصلي عن المعافى عن عصام بن فدامة عن مالك وهو ابن سمير الخزاعي عن ابيه قال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم واضعا يده اليسرى على فخذه اليمى في الصلاة ويشير باصبعه.

حضرت نمیر الخزازی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نماز میں اپنا دائیں ہاتھ دائیں گھٹنے پر رکھتے اور اپنی انگلی سے اشارہ کرتے۔

باب النهي عن الإشارة باصبعين وبأى اصبع يشير

اس بات کے بیان میں کہ دو انگلیوں سے اشارہ کی ممانعت اور کس انگلی سے اشارہ کرنا چاہئے

اخیر من محمد بن بشار قال حدثنا صفوان عن عيسى قال حدثنا ابن عجلان عن القعقاع عن ابن صالح عن أبي هريرة أن رجلا كان يدعو باصبعيه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اخذ احد.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص دو انگلیوں سے اشارہ کرتا تھا جس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یا ایک انگلی

ما ساء لا تجاوز مصراة اشارتہ

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جبکہ رسول اللہ ﷺ سب مشہور تھے تو اپنی عمر بھیلی ہوئی میں ان پر کھتے اور سہاوتے اشارہ کرتے اس خانہ میں آپ کی نظر اشارتہ تھی نہ نہ کرتی یعنی ہنس اٹھی ہے اشارہ نہ کرتے نظر اس نکلنے کی پرکھتے اور طرف نہ دیکھتے (تا کہ وہ جیسے تھنوں میں ہنس رہے ہوں) تھنوں خوش فام ہے۔ (تذکرہ)

باب النہی عن رفع البصر الى السماء عند الدعاء في الصلاة

نماز میں دعاء کے وقت آسمان کی طرف نظر اٹھانے کی ممانعت کا بیان

اخبرنا احمد بن محمد بن عمرو بن السرح عن ابن وهب قال اخبرني الليث عن جعفر بن ربيعة عن ابي عمير عن ابي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ليس بين اقوام عن رفع ابصارهم عند الدعاء في الصلاة الى السماء اولئك يفتقن ابصارهم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ نماز میں دعا کے وقت آسمان کی طرف اپنی نگاہیں اٹھائے۔ دعا پڑھیں اور نہ ان کی نگاہیں سبھرتی یا نکلنے یعنی اللہ تعالیٰ ان کی آنکھیں کھل گئیں۔

تشریح حاکم ابن محمد نے فرمایا کہ امام بخاری نے روایت کی ہے اسبابی قوام یوسف بن عمارہ ابو السماء فی صلاتہم "لوگوں کو کیا ہو گی کہ نماز میں اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائے ہیں پھر اس پر حضور ﷺ نے واپس نہ تھامنا فرمایا حتیٰ کہ فرمایا "لیس بین عن ذالک ولن یفتقن ابصارهم" اور "میں روایات میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے نظر آسمان کی طرف اٹھانے سے منع فرمایا "ذال ہوئی" والذین هم فی صلاتہم یفتقنون" اور حضور ﷺ نے اپنے سر اور ہاتھ پست کرنا پھر نہ اٹھائے ورنہ دعا کے وقت رفع البصر ان السماء سے ممانعت کا سبب ہے کہ اگر اس فعل سے یہ تصور ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اندر پر مکان چھوڑنا ہے یا کہ وہ مکانیت سے پاک ہے۔ (مرقۃ ۷۱۳)

باب ايجاب التشهد

اثبات تشهد کا بیان

اخبرنا سعيد بن عبد الرحمن بن عبيد الله المخزومي قال حدثنا سليمان بن ابي عمير عن ابي عمير عن ابي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ليس بين اقوام عن رفع ابصارهم عند الدعاء في الصلاة الى السماء اولئك يفتقن ابصارهم

نوع آخر من التشهد

ایک اور قسم کا تشہد

اخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا يحيى بن معبد عن هشام عن قتادة ح وانا محمد بن العتيق قال حدثنا يحيى قال حدثنا هشام قال حدثنا قتادة عن يونس بن جبير عن حطان بن عبد الله ان الاشعري قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خطبنا فقلعنا سنتنا وبيع لنا صلاتنا فقال اذا قسم الى الصلاة فاليتموا مصف فكم ثم ليؤمكم احدكم فاذا كبر فكبروا واذا قال ولا الضالين فقولوا آمين يحسبكم الله ثم اذا كبر وركع فكبروا واركعوا لان الامام يركع قبلكم ويرفع قبلكم قال نبي الله صلى الله عليه وسلم فتلک بتلک واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا تلک الحمد لان الله عز وجل قال على لسان نبيه صلى الله عليه وسلم سمع الله لمن حمده ثم اذا كبر وسجد فكبروا وسجدوا فان الامام يسجد قبلكم ويرفع قبلكم قال نبي الله صلى الله عليه وسلم فتلک بتلک وانا كان عند القعدة فليكن من قول احدكم ان يقول التحيات الطيبات الصلوات لله السلام عليك ايها النسي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله .

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے خطاب فرمایا اور ہمیں سنت یعنی احکام شریعت اور نماز کی تعلیم فرمائی پس حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ تو صفیں سیدھی کر لیا کرو پھر تم میں سے ایک آدمی امام بن جائے وہ جب تکبر کرے تم بھی تکبیر کرو اور جب وہ "ولا الضالین" کہے تم آمین کہو تمہارا دعا اللہ تعالیٰ قبول کریں گے پھر جب وہ تکبیر کرے اور رکوع کرے تم بھی تکبیر کرو اور رکوع کرنا تم سے پہلے رکوع کرتا ہے اور تم سے پہلے رکوع سے سر اٹھاتا ہے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا یہ اس کے بدلہ میں ہے (یعنی امام کا وہ نکتہ جس میں وہ تم سے پہلے رکوع میں جاتا ہے اس کا تذکرہ تمہارے اس نکتہ سے ہوتا ہے جس میں تم اس کے بعد رکوع سے اٹھتے ہو) اور جب امام "سمع الله لمن حمده" کہے تم "اللهم ربنا تلک الحمد" کہو بیگ اللہ عز وجل نے اپنے نبی ﷺ کی زبانی فرمایا "سمع الله لمن حمده" کہ اللہ نے اس شخص کی تعریف سن لی جس نے اس کی تعریف کی پھر جب تکبیر کرے اور بندہ کرے تم بھی تکبیر کرو اور بندہ کرنا تم سے پہلے بندہ کرتا ہے اور تم سے پہلے سر اٹھاتا ہے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس کے بدلہ میں ہے (اس ارشاد کا مطلب یہی ہے جو اوپر بتایا) اور جب تشہد کے لئے بیٹھے تو یہ کل پڑھئے "التحيات الطيبات الصلوات لله السلام عليك ايها النسي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله"

نوع آخر

ایک اور تشہد کا بیان

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا ابو عاصم قال حدثنا ائمن بن نابل قال حدثنا ابو الزبير عن جابر بن عبد الله قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا التشهد كنا يعلمنا السورة من القرآن بسم الله وبالله الصالحات والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله واسأل الله الجنة واعوذ به من النار قال ابو عبد الله حسن لا نعلم احدا تابع ائمن بن نابل على هذه الرواية وائمن عندنا لا يأس به والحدیث خطا وبالله التوفیق.

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تشہد سکھاتے جیسے ہمیں قرآن کی سورۃ سکھاتے تھے چنانچہ اس تشہد کی تعلیم فرمائی ”بسم اللہ وبالله الصالحات الخ“۔

تشریح: ”قال ابو عبد الله حسن لا نعلم احدا الخ“ اس حدیث کے بارے میں امامہ سہلی کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے اس روایت میں ائمن بن نابل کی کسی نے متابعت کی ہو اور ہمارے نزدیک ائمن بن نابل میں کوئی برائی نہیں البتہ ان کی یہ حدیث صحیح نہیں۔ (وبالله التوفیق)

امامہ سہلی نے راوی حدیث ائمن بن نابل کی جس لفظی کی طرف اشارہ کیا ہے اس کی شارحین حدیث کے کلام سے درجہ معلوم ہوتی ہیں ایک تو یہ ہے کہ ”بسم اللہ وبالله“ کی زیادتی کو خطا قرار دے رہے ہیں جو صرف ائمن بن نابل نے اس تشہد کے شروع میں بیان کی ہے اس پر کسی محدث نے اس کی متابعت نہیں کی اور جتنے تشہدات احادیث صحیحہ و مرسلہ سے ثابت ہیں ان میں سے کسی کے شروع میں اس زیادتی کا ذکر نہیں لہذا یہ زیادہ جو اس تشہد کے شروع میں نقل کی ہے درست نہیں اور اس کے عدم اعتبار پر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوعہ جو تشہد کے بارے میں آئی ہے دلالت کر رہی ہے چنانچہ ان کی حدیث مرفوعہ میں آیا ہے ”فاذا اقعوا احدکم فلیکن اول قوله الصلوات الخ“ یہ حدیث اوپر کے عنوان کے تحت مذکور ہے جس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ تشہد کے شروع میں تسبیح کی زیادہ صحیح نہیں اس کی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہما کے انکار سے ہوتی ہے کہ جو ہمیں ”الصالحات الخ“ کی زیادتی کو اس پر حضرت جابر بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہما انکار فرماتے تھے بہر حال مجبور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اول تشہد میں تسبیح سنت تشہد میں سے نہیں چنانچہ علماء نووی نے الاذکار میں لکھا ہے کہ اگر حدیث میں سے امام بخاری اور نسائی وغیرہما نے فرمایا کہ تشہد کے شروع میں زیادہ تسبیح رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں لہذا ہمارے مجبور اصحاب کہتے ہیں کہ اول تشہد میں تسبیح مستحب نہیں ہے دوسرے یہ کہ

مکن میں داخل نے اشارہ میں بھی خطا کی ہے کہ صرف انہوں نے حدیث کو بواسطہ فی الزہر حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے۔
 حالانکہ بواسطہ فی الزہر حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کرنا صحیح نہیں کیوں کہ اس حدیث کے تمام بخاری وغیرہ دھانچا حدیث کے فرقہ یا انہیں
 تحفظ فی اسنادہ وان الصواب رواۃ نسبی المرسر عن عطاء بن ریحان عن ابن عباس رحمہ اللہ عنہ قالہ
 انحفظ فی النسخ اور ماہذا من تجزئہ السلیط میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے جال ثبات میں مگر انہوں میں داخل نے
 اس کی سند میں خطا کی ہے جس کی اصل یہ ہے کہ ایف نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے روایت ابو الزہر سے روایت کرنے والوں
 میں سب سے زیادہ وقت میں اور وہ اس جابر بن عبد اللہ کے لئے لکھتے ہیں "عن اسی الزہر عن طایس وسعد بن ابی عبد اللہ
 اور یحییٰ کہتے ہیں "عن اسی الزہر عن جابر" میں انہوں نے ناظر مفرد ہیں اور صحیح اسناد اس حدیث کے "عن اسی
 الزہر عن سعد بن جبیر و طایس عن ابن عباس" نقل کی ہے اور اسی طرح اس کو عبد الرحمن بن عبد الرحمن نے
 ابو الزہر سے شریعت کے نقل کیا ہے۔

باب السلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام صحیحی کا بیان

اخیرنا عبد الوہاب بن عبد الحکم الوردی قال حدثنا معاذ بن معاذ عن سنان بن سعد بن سعید بن واخیرنا
 محمود بن غسان قال حدثنا رکیع وعبد الرزاق عن سعید بن سعید عن عبد اللہ بن المسائب عن زاذان عن عبد اللہ
 قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تہلکوا سباحی فی الارض بنعوس من احبب الاسلام
 حضرت مہدی علیہ السلام کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سے ایسے ہیں جو زمین میں نہ
 کرتے رہتے ہیں وہ میری امت کی طرف سے مجھ کو سلام پہنچاتے ہیں۔

تشریح اس حدیث میں امر یہ کہ فرشتے امت کی طرف سے حضور ﷺ کو سلام پہنچاتے ہیں یہ ان
 لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو امر علیہ السلام سے اور ہیں لیکن جو شخص رائے اہل علم کے پاس جائز سلام پہنچے ہے اس کو
 حضور ﷺ بلا واسطہ سنتے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں بھی سلام کے اہل جہان بھیجی ہو تو ان کے اندر ایک امتیازی شرف
 و اہمیت حاصل ہے جو زمین کے تواریخ و اثرات سے بالکل محفوظ رہتے ہیں لہذا ان کی موت کو بالکل عام انسانوں جیسی
 موت سمجھنا صحیح نہیں بلکہ اس کے خلاف ہے کیوں کہ حدیث میں ان کے قتل ان کے دشمن ان کی نافرمانی کے ذریعہ ان کی
 نجات سے حرمت نکالنے کے مدخل صاف صاف موجود ہیں تو ان کے قتل میں بالکل عام موت کا عقیدہ نہ رکھنا کیسے صحیح
 ہو سکتا ہے وہ عام انسانوں کی بہ نسبت مرنے کے بعد بھی ایک ممتاز برزخی حیثیت کے ساتھ رہتے ہیں جیسی امت و انجاعت
 کا مقیہ ہے۔

فضل التسليم على النبي صلى الله عليه وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی فضیلت کا بیان

اخبرنا اسحق بن منصور الکوسج قال حدثنا عفان قال حدثنا حماد قال حدثنا ثابت قال فقم علينا سليمان مولى الحسن بن علي زمن الحجاج فحدثنا عن عديله بن ابي طلحة عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم جاء ذات يوم والبشر في وجهه فقلنا انا نرى البشر في وجهك فقال انه اتاني الملك فقال يا محمد ان ربك يقول اما يرضيك انه لا يصلي عليك احد الا صليت عليه عشر او لا يسلم عليك احد الا صلت عليه عشرًا.

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز تشریف لائے اور آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر خوشی کھسکی ہوئی تھی ہم نے عرض کیا کہ نہ آپ کے چہرہ مبارک پر خوشی دیکھ رہے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا ایک میرے پاس ایک خوش آواز اور کہا اے محمد بیشک آپ کا پروردگار فرماتا ہے کہ کیا تم اس بات پر خوش نہ ہو گے کہ جو کوئی آپ پر درود بھیجے اس پر درود رحمت بھیجوں اور جو کوئی آپ پر سلام بھیجے اس پر اس بار سلامتی بھیجوں۔

تشریح: اور حقیقت اس بشارت سے حضور ﷺ کا خوش ہونا اپنی امت کو نواب حاصل ہونے کی وجہ سے تھا کہ آپ ﷺ کی نہایت غرض اور خواہش امت کے واسطے طلبِ فی کی تھی اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں مضمون یہ ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا یا نبی اکرم اللہ من صلی علیک صلاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو بشارت دیجئے کہ جو شخص آپ پر آید درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا اور دس گناہیں بخش دے گا اور اس کے واسطے دس درجات بلند کرے گا۔ (مرفعات: ۳۳۴/۲)

باب التمجيد والصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم في الصلاة

نماز میں ادعاء سے پہلے اللہ کی تعریف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کا بیان

اخبرنا محمد بن سلمة قال حدثنا ابن وهب عن ابي هانئ ان ما على الجبى حدثنا انه سمع لقمان بن عبيد يقول سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا يدعوفى صلاته لم يمجده الله ولم يصل على النبي صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم عجلت ايها المصلي ثم علمهم رسول الله صلى الله عليه وسلم وسمع رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا يصلي فمجده الله وحمده وصلى على النبي صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ادع نحب وسل لعظ.

حضرت فضل بن عبید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی سے نماز میں دعا کرتے سنا مگر اس نے نہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور نہ رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے مصلیٰ تو نے دعا مانگنے میں جملہ باری کی بھر اس کو اور دوسرے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ نے دعا کا ادب سکھایا اور آدمی کا بیان ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے اُقیب اور آدمی سے دعا کرتے سنا کہ اس نے نماز پڑھی اس کے بعد اللہ کی حمد و ثناء کی اور نبی ﷺ پر درود بھیجا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے مصلیٰ اب دعا کرتی رہو قبول ہوگی اور سوال کرتی رہی مانگی ہوگی چیز تجھے دیدی جائے گی۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آداب دعا کی رعایت کے ساتھ جو دعا مانگی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے آداب دعا یہ ہے کہ وہ سے پہلے فقہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرے اور حضور ﷺ پر درود بھیجے اس اول شخص نے بدوں آداب کی رعایت کے دعا مانگی اس کے اس عمل کو حضور ﷺ نے پسند نہیں فرمایا اس لئے حضور ﷺ نے اس سے فرمایا "تَحْطِطْ" کہ تو نے ترتیب دعا کو ترک کر دیا اور وسیلہ سے پہلے سوال پیش کیا بعد ازاں اس کو آداب دعا کی تعلیم دی راوی کہتے ہیں کہ ایک شخص آیا اس نے نماز پڑھی پھر فقہ میں اللہ کی حمد و ثناء کی اور نبی ﷺ پر درود بھیجا اس کے عمل کو حضور ﷺ نے پسند فرمایا کیوں کہ دعا میں اس نے جملہ باری سے کام نہیں لیا پھر حضور ﷺ نے اس سے فرمایا اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگو عطا کی جائے گی۔

باب الأمر بالصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر امر بالصلاة کا بیان

اخبرنا محمد بن سلمة والمحدث بن مسكين قراءۃ عنہ وانا نسمع واللفظ له عن ابن القاسم قال حدثني مالك عن نعيم بن عبد الله المجرم عن محمد بن عبد الله بن زيد الانصاري وعبد الله بن زيد الذي اوى النداء بالصلاة اخبره عن ابي مسعود الانصاري انه قال انا و رسول الله صلى الله عليه وسلم في مجلس سعد بن عباد فقال له بشير بن سعد امرنا الله عز وجل ان نصلّي عنك يا رسول الله فكيف نصلّي عليك فسكت رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى تمنينا انه لم يسأله ثم قال قولوا اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على آل ابراهيم وبارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على آل ابراهيم في العالمين انك حميد مجيد والسلام كما علمتم.

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس سعد بن عباد رضی اللہ عنہ کی مجلس میں تشریف لائے آپ سے بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اللہ نے آپ ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہم آپ ﷺ پر درود کس طرح پڑھیں جس رسول اللہ ﷺ خاموش رہے حتیٰ کہ ہم نے کہا کاش یہ بات آپ ﷺ سے دریافت نہ کرتے تو اچھا براہ

لینی بعد قرآن و تشہید قہر کیا تو تیری نرازی پوری ہوئی تو اس حدیث میں تمام صلوٰۃ کو دو چیزوں میں سے ایک سے ساتھ مربوط فرمایا ہے اب اگر کسی نے ان دونوں کے علاوہ تیسری چیز یعنی درود کے ساتھ تمام صلوٰۃ کو متعلق کیا تو اس نے نص کی مخالفت کی بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ تشہید کے بعد درود واجب نہیں دونوں قسم کی اجازت نہ ہوئی نہ لاکھ الفاظ حدیث "ان صلیت ان تغوم فغم" سے قیام کی اجازت ثابت ہو رہی ہے امام شافعی کے نزدیک تشہید اور درود دونوں فرض ہیں انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "کنا نقول قبل ان یغرض علیا التشہد السلام علی اللہ السلام علی جبریل و میکائیل فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قولوا الصلوات الخ" اور اسی حدیث میں یہ جرح بھی فرمایا "اذ اذنت هذا او فعلت هذا فقد تمت صلاتک الخ"۔ (رواہ ابو داؤد وغیرہم)

تو امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں فرض کا اطلاق تشہید پر کیا گیا ہے اور حضور ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا "قلن الصلوات الخ" اور امر وجوب کے لئے ہے اور تمام صلوٰۃ کو تشہید کے ساتھ متعلق فرمایا ہے لہذا بدوین میں اس کے نرازی پوری نہ ہوئی اور درود کا فرض ہوتا تو اس پر استدلال اللہ تعالیٰ کے قول تمام صلوٰۃ علیہ سے کہ ہے سید امرت اور امر وجوب کے لئے ہے اور اگر ثابت میں جس درود کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد نہ نہ کے اندر درود پر حنا ہے نہ کہ نہ من صلوٰۃ میں بندہ تشہید کے بعد نماز کے اندر درود واجب ہے امام شافعی کے اس استدلال کا جواب غیہ یہ دیتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تمام صلوٰۃ کو دو چیزوں میں سے ایک کے ساتھ تشہید کیا گیا ہے اور سب کا اس پر اتفاق ہے کہ تمام صلوٰۃ تشہید پر متوقف ہے اگر اس کو ترک کر دے تو نماز درست نہ ہوگی لہذا دوسری چیز یعنی قرآن و تشہید پر متوقف نہ ہوگا اگر حدیث میں جو اختیار دیا گیا ہے وہ ثابت رہے کیوں کہ وہ چیزوں میں اختیار دینے کا حاصل ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک بجا لے اب اگر تمام صلوٰۃ تشہید اور قرآن و تشہید دونوں پر متوقف نہ کیا جائے تو پھر اختیار کہا باقی رہا دونوں پر متوقف نہیں مگر اس اختیار کی مخالفت ہے جو حدیث سے معلوم ہوتا ہے علاوہ اس نے خبر واحد سے قطعی فرض ثابت نہیں ہو سکتا مگر واجب تو حنفیہ و شافعیہ و مالکیہ کے قائل ہیں اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے لفظ "ان یغرض الخ" سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ یہاں فرض کے معنی تقدیر کے ہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ تشہید مقدم و مستمر ہونے سے پہلے ہم السلام علی اللہ علی الخ" کہتے تھے اور حدیث میں امر کا صیغہ جو درود اور یعنی "قل الصلوات الخ" میں ہو وہی سننا التحمید اور وہی ہے تشہید اور قرآن کا قائل نہیں دینا اور اس سے فرضیت پر استدلال نہیں ہو سکتا اب رہا درود کا مسئلہ ان پاک کی آیت "صلوا علیہ وسلموا علیہ لعلکم" سے استدلال کرتے ہوئے تمام شافعی کا یہ فرمانا کہ اس آیت میں جس درود کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد نہ نہ کے اندر درود پر حنا ہے اور امر کا مقتضی و وجوب ہے لہذا تشہید کے بعد درود پر حنا واجب قرار پایا نماز سے باہر نہیں اس کو حنا یا تحمید نہیں کرتے کیوں کہ درود پر حنا حضور ﷺ پر نماز سے باہر واجب ہے یا تو حرم عمر میں ایک بار واجب ہے جیسا کہ کرتی تھیں کیا بار بار واجب ہے جبکہ حضور ﷺ کا ذکر کیا جائے یہاں تمام لوگوں نے اختیار کیا ہے غرض کہ آیت کے امر سے درود ایک بار پڑھنے سے حکم فرض ادا ہو جائے نہ کہ اسے اندر پڑھے

یا نماز سے باہر کیوں کہ امر ٹھہر کر تمہیں چاہتا اور آیت مذکورہ یعنی طور پر درود کا نماز ہی کے اندر ہونے پر دلالت نہیں کرتی نہ مشافعی
 الحیات کے بعد درود واجب ہونے پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابن ماجہ کی حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں حدیث ابن
 مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں ”من صلی صلاۃ لم یصل علیٰ فیہا وعلیٰ لعل منیٰ لم یقبل منہ“ ابن ماجہ کے اضافہ
 یہ ہیں ”لا صلاۃ لمن لا وضوء لہ ولا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ ولا صلاۃ لمن لم یصل علیٰ النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم ولا صلاۃ لمن لم یحب الانصار“ ”تہذیب التہذیب“ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ
 کی حدیث کا اندازہ اس سے ہے اور وہ ضعیف ہیں درود اس کے اس حدیث کے راویوں میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض نے اس
 کو بطور معروف اور بعض نے بطور معروف روایت کیا ہے لہذا اس حدیث سے استدلال کیجئے نہیں اور ابن ماجہ کی روایت کو تمام محدثین
 نے ضعیف بتایا ہے ابن حبان کہتے ہیں کہ اس حدیث سے استدلال درست نہیں اور بغرض اس کو کھینچ کر بھی لیا جائے تو اس کا
 مطلب یہ ہے کہ جس نے نماز کے اندر تشہید کے بعد درود نہیں پڑھا اس کی نماز کامل نماز نہ ہوگی یا جس نے قرآن میں نبی
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ بھی درود نہیں پڑھا ایسے شخص کی نماز نہ ہوگی۔ ”دانتہ قحانی اطم“

بہر حال اس مسئلہ میں امام شافعی کا مسلک جمہور علماء کے برعکس ہے اسی چیز سے قاضی عیاض نے کہا کہ امام شافعی چاہے
 اس قول میں کہ نماز میں تشہید کے بعد درود فرض ہے نہیں۔ نے درود نہ پڑھا اس کی نماز قاسد ہے مگر وہ ہیں ان سے پہلے کوئی اس کا
 تاہل نہیں تھا اور اس میں کوئی دلیل حدیث ہے جس کی ابتلا واجب ہو اور اس قول پر ایک جماعت نے حرف گیری کی جن میں
 طبرانی اور قسری ہیں اور علامہ خطابی علامہ شافعی سے خود مخالف ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں امام شافعی کا کوئی مقتدا مجھے
 نہیں معلوم ہو اور جو تشہیدات حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ابن عباس رضی اللہ عنہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ابو سعید رضی اللہ عنہ اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں
 کسی میں درود کا فرض ہونا مذکور نہیں۔ (فتح القدیر : ۲۲۳)

نوع آخر

ایک اور درود کا بیان

ابن عباس رضی اللہ عنہ بن زکریا بن دینار من کتابہ قال حدثنا حسین بن علی عن زائدة عن سلیمان عن
 عمرو بن مرة عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن کعب بن عجرۃ قال قلنا یا رسول اللہ السلام علیک قد
 عرفناہ کیف الصلاۃ قل قولوا اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی آل ابراہیم
 انک حمید مجید اللہم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی آل ابراہیم انک حمید
 مجید قال ابن ابی لیلی ومن نفول وعلینا معهم قال ابو عبد الرحمن حدثنا بہ من کتابہ وهذا خطا
 حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجئے کا طریقہ ہم کو معلوم

ہو چکا ہے مگر درود کس طرح بھیجیں حضور ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ صلی علی محمد و علی آل محمد الخ"۔
 عبدالرحمن بن ابی الحلی کہتے ہیں کہ ہم "وعلینا معهم" بھی کہتے تھے۔ "قال ابو عبد الرحمن الخ" "امام نسائی کہتے ہیں کہ
 ہمارے شیخ قاسم نے اپنی کتاب سے یہی حدیث سند مذکور سے ہم سے بیان کی اور یہ سند مذکور قطا ہے۔ (جو حفظہ آگے بیان
 کریں گے)

اخبرنا القاسم بن زکریا قال حدثنا حسين عن زائدة عن سليمان عن الحكم عن عبد الرحمن بن
 ابي ليلى عن كعب بن عجرة قال قلنا يا رسول الله السلام عليك فذ عرفنا فكيف الصلاة عليك قال
 قولوا اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد
 مجيد وبارك على محمد وعلى آل محمد كما بركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد
 مجيد. قال عبد الرحمن ونحن نقول وعلينا معهم. قال ابو عبد الرحمن وهذا اولي بالصواب من الذي
 قبله ولانعم احدا قال فيه عمرو بن مرة غير هذا والله تعالى اعلم.

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ﷺ پر سلام کا طریقہ تو تو ہم کو معلوم ہے پس
 آپ ﷺ پر درود بھیجے گا کیا طریقہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ صلی علی محمد الخ" عبدالرحمن بن ابی الحلی
 کہتے ہیں اور ہم یہ لفظ بھی کہتے تھے "وعلینا معهم"۔

"قال ابو عبد الرحمن الخ" یعنی امام نسائی کہتے ہیں سند سابق کے مقابلہ میں یہی سند صحیح ہے جس میں نعم بن
 عبدالرحمن بن ابی الحلی ہے اور ہم کہیں کہیں جانتے کہ اس نے اس حدیث کی سند میں عمر بن عمر عن عبدالرحمن بن ابی الحلی کہا ہو
 سوائے قاسم کے انہوں نے اول سند میں عمر بن عمر کا ذکر کیا ہے اور سند ثانی میں حکم کا اور صحیح عمر ہی ہے جیسا کہ آگے حدیث میں
 سوید بن نضر نے نعم بن ابی الحلی کے طریق سے روایت کیا ہے۔

اخبرنا سوید بن نصر قال حدثنا عبد الله بن شعبة عن الحكم عن ابن ابي ليلى قال قال لي كعب
 بن عجرة الا اهدي لك هدية قلنا يا رسول الله فذ عرفنا كيف السلام عليك فكيف نصلي عليك قال
 قولوا اللهم صل على محمد و على آل محمد كما صليت على آل ابراهيم انك حميد مجيد اللهم
 بارك على محمد و آل محمد كما بركت على آل ابراهيم انك حميد مجيد.

حضرت ابن ابی الحلی کہتے ہیں کہ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کیا میں تمہیں ایک تحفہ دوں ہم نے عرض کیا یا رسول
 اللہ آپ ﷺ پر سلام کا طریقہ تو معلوم ہے مگر ہم آپ ﷺ پر درود کس طرح بھیجیں آپ ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ صلی علی
 محمد و علی آل محمد الخ"۔

نوع آخر

ایک اور روایت کا بیان

اخبرنا اسحاق بن ابراہیم قال انانا محمد بن بشر قال حدثنا مجمع بن يحيى عن عثمان بن موهب عن موسى بن طلحة عن ابيه قال قلنا يا رسول الله كيف الصلاة عليك قال قولوا اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وآل ابراهيم انك حميد مجيد وبارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على ابراهيم وآل ابراهيم انك حميد مجيد.

حضرت علیؑ کہتے ہیں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ﷺ پر درود بھیجنے کا کیا طریقہ ہے حضور ﷺ نے فرمایا: **بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ**۔

اخبرنا عبد الله بن سعد بن ابراهيم بن سعد قال حدثنا عمي قال حدثنا شريك عن عثمان بن موهب عن موسى بن طلحة عن ابيه ان رجلا من بني ابي لهب قال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال كيف نصلي عليك يا جبي الله قال قولوا اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم انك حميد مجيد وبارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على ابراهيم انك حميد مجيد.

حضرت موسیٰ نے اپنے والد حضرت طحیرؑ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! ہم آپ ﷺ پر درود کی طرح تمہیں حضور ﷺ نے فرمایا پڑھا کر: **اللهم صل على محمد و آله**۔

اخبرنا سعيد بن يحيى بن سعيد الاموي في حديثه عن ابيه عن عثمان بن حكيم عن خالد بن سامة عن موسى بن طلحة قال سألت زيد بن خازم قال انا سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال صلوا على واحنهوا في الدعاء وقلوا اللهم صل على محمد وعلى آل محمد

موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں کہ میرے زید بن خازمؑ سے پوچھا حضرت زید بن خازمؑ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا: **يا رسول الله صل على محمد و آله**۔

نوع آخر

ایک اور روایت کا بیان

اخبرنا قتيبة قال حدثنا سكر وهو ابن مضر عن ابن الهاد عن عبد الله بن عباس عن ابي سعيد

الحدیثی قال قال رسول الله هذا النسبم علیک قد عرفنا، فكيف الصلاة علیک قال فوالله صل علی محمد عبدک ورسولک کما صلیت علی ابراهیم وبارک علی محمد وآل محمد کما بارک علی ابراهیم.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ﷺ پر سلام بھیجے گا طرہ تو یہ تو یہ معلوم ہے کہ آپ ﷺ پر سلام بھیجے گا کیا حقیقت ہے حضور ﷺ نے فرمایا: ہا کرہ اللہم صلی علی محمد عبدک ورسولک الخ۔

نوع آخر

ایک اور درود کا بیان

حضرت قتیبہ بن سعید عن مالک والحارث بن مسکین قوالا سمع عن ابن عباس قال حدثنی مالک عن عبد الله بن ابي بكر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابيه عن عمرو بن مسمو الزرقی قال اخبرنی ابو حمید الساعدی انہم قالوا یا رسول الله کیف تصلی علیک فقال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قولوا اللہم صل علی محمد ووزوجہ ودرجہہ ولی حدث الحارث کما صلیت علی آل ابرہیم ومارک علی محمد ووزوجہ ودرجہہ فلا حمیفا کما مارکت علی آل ابرہیم نک حید مجید قال ابو عبد الرحمن حسن ابیہ قتیبہ بهذا الحدیث مرتین ولعلہ ان یکون قد سقط علیہ منہ سطر.

محمد بن اسماعیل زرقی کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی کہ میں نے اپنے بھائی سے عرض کیا یا رسول اللہ تم پر ﷺ پر درود کی طرح بھیجیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہا کرہ اللہم صل علی محمد ووزوجہ ودرجہہ اور حارث بن مسکین کی حدیث میں یہ لفظ مل گیا کہ صلیت علی آل ابرہیم الخ "بجز ان کے کہنے میں (میں نے قہر و مزاح) "کما مارکت علی آل ابرہیم نک حید مجید"۔

"قال ابو عبد الرحمن حسن الخ "یعنی، منہائی کہتے ہیں کہ قہر سے ہم سے یہ حدیث دوم ترجمہ بیان کی اور میں نے اس کی کتابت کے وقت میں اس سے ایک طرہ سے اس کا نقل ہوئی ہو کیوں کہ انہوں نے کاسطیت سے درجہ تک بیان نہیں کیا مگر اس کو اس میں نہیں لکھیں۔ تاہم یہ ہے۔

تشریح حسب درجہ مال ہجرت کے ماہ شاہان میں ثبت مبارکہ ان اللہ وصلاحک یصلون الخ "انسان ہوئی تو سو یہ تمام چیزیں سے غصہ ہے، یہ درود بھیجنے کی نیابت مہر ملی تمام بھیجنے کی نیابت میں سے اور یہ سنت نہیں کی کہ ان کو تمام بھیجنے کا طریقہ معلوم تو ان کیوں کیا حقیقت میں پہلے نماز پانچ بار تھا "السلام علیک اہل البی ورحمة اللہ وبرکاتہ

”کہ جائے عمر بن کعبہ یعنی درود بھیجے کا طریقہ معلوم ہوتا تھا اس نے اس کی کیفیت کے بارے میں سوال کیا تو حضور ﷺ نے اس کی تعلیم فرمائی کہ پڑھا کر ”اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد الح“ اور یہ درود نماز میں اچھا ہے کہ بعد میں علماء کے نزدیک سنت ہے جس کی تفصیل پیچھے گزرتی ہے ان روایات مذکورہ میں درود کے متعدد اظہار آئے ہیں ہر ایک جائز ہے اور ہر اس صیغہ سے صلاۃ سلام کے حکم کی قیاس ہو سکتی ہے جس میں صلاۃ سلام کے الفاظ ہوں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ الفاظ حضور ﷺ سے بعد منقول بھی ہوں بلکہ جس عبرت سے بھی صلاۃ و سلام کے الفاظ اور اس کے باطن میں اس صلوٰۃ کی تعمیل اور درود شریف کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے مگر یہ غایب ہے کہ جو الفاظ خود حضور ﷺ سے منقول ہیں وہ زیادہ بابرکت اور زیادہ ثواب کے موجب ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

آیت مبارکہ میں بعد اس کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ خرائجی ﷺ پر صلاۃ بھیجیں یعنی سب بندے حضور ﷺ کے لئے رحمت خاصہ کی فائز ہیں جس کو ہماری دعاؤں سے بخار دے میں درود کہتے ہیں مگر طریقہ یہ بتایا کہ ”اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد“ (یعنی درود بھیج تو بندے خود صلاۃ بھیجنے کے لئے نہ دعا کی ہے اس کا سوا کر کے یہ حال نہ ہو، اصولاً بندے ہی ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کا حق عظمت جوامت کے ذمہ ہے اس کا حضور ﷺ کی شان عالی کے مطابق پورا کرنا اور انہیں کے پس میں نہیں اس لئے امت پر یہ لازم کیا گیا کہ اللہ جل شانہ سے دعا کریں تو درحقیقت صلاۃ بھیجے دے اللہ تعالیٰ ہیں اور اس کی نسبت بندے کی طرف بطور دعا ہے۔ (بحر الرائق ۱/۳۲۸)

تشبیہ پر اشکال اور اس کا جواب

یہاں درود کی تعلیم میں تشبیہ مذکور ہے (ما صلیت میں کاف تشبیہ کے لئے ہے) یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شرف و عمار میں حضور ﷺ سے افضل ہیں کیوں کہ یہ ثابت شدہ بات ہے کہ مشہ سے مشہ ہر فعل و اکمل ہوتا ہے اور مشہ کا درجہ کم ہوتا ہے عاقلانہ واقعہ اس کے برعکس ہے کیوں کہ حضور ﷺ تین بڑا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آل سے افضل ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ کما صلیت سے منظور صلاۃ میں تشبیہ دینا ہے نہ کہ صلاۃ میں مائل نہ حضور ﷺ سے سب سے بڑا کی باری تعالیٰ کے قول ”کعب علیکم الصلوٰۃ کما کعب الفخ“ میں کما کعب سے فہم اس وجہ سے تشبیہ عام مراد ہے اور کیفیت اور تعداد وغیرہ کے اندر مائل نہ رہتا تصور نہیں ہے کہ کما صلیت میں تشبیہ نہ ہو مگر اس طرف واضح ہے کہ ”اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد“ کا تشبیہ سے وہی قطع نہیں ہے یہ کہ اس تشبیہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضور ﷺ سے افضل ہونا نہیں آتا بلکہ تشبیہ کبھی مثل اور اس سے بھی اونٹنی چیز کے ساتھ دی جاتی ہے یہاں نہ قرآن پاک میں ہے ”مقل نمودہ کعبہ شکاہ الایۃ“ حالانکہ چہ انہوں نے فوراً اللہ جل شانہ کے نور کے ساتھ کہ حاجت ہی طریق یہاں زیر بحث مسئلہ میں سمجھ لیں کہ قیاسی معارض نے کہ تمام اقوال میں زیادہ ہی یہ قول ہے کہ نہارے نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اس صلاۃ کا سوال اپنے لئے دوائے شہادت

باب تخییر الدعاء بعد الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم

نبي صلى الله عليه وسلم پر روز کے بعد دعا کا اختیار کرنے کا بیان

آخر ما يعقوب بن ابراهيم الخزاز في عمرو بن علي را يعقوب بن خالد حدثنا يحيى بن خالد بن سليمان
الاذهلي عن ابن جندب عن شريك عن عبد الله قال كنا اذا جلسنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في الصلاة
قلنا السلام على النبي صلى الله عليه وسلم عباد الله السلام على فلان وفلان فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقولوا
السلام على الله فان الله هو السلام ولكن اذا جئنا احداكم فقللوا التحيات لله والصلوات والطيبات
السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته السلام عليك وعلى عباد الله الصالحين فانكم اذا قلتم
والله اصعبت كل عبد عذابي في السماء والارض شهيد ان لا اله الا الله وشهد ان محمدا عبده ورسوله
ثم تتيخير من الدعاء بعد تعجبه اليه يدعوه

حضرت حبر اللہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں بیٹھتے تو ہم یہ الفاظ کہتے "السلام علی
اللہ علی عبادہ السلام علی فلان وفلان" کسی مولانا نے فرمایا کہ "السلام علی اللہ" کیوں کہ اللہ
بانتہا نور ہے، ہر ایک کو پہنچتا ہے، کوئی نیچے تو پہنچتا ہے، تحیات اللہ والصلوات والطیبات اللہ "اے نبی جب
تم ان کو پڑھتے ہو ان کا قرب حاصل کی برکت چاہیے کہ کوئی نیچے نہ آئے اور تم میں میں یہ اختیار ہے کہ سلام
میں سے جو اس کو پہنچانے کے لئے کہنا چاہو۔

تشریح امام ابو داؤد اور میں نے ابی داؤد کے بعد پڑھنا عاقلانہ ہے اور نہ اس سے بہتر کسی چیز
مختلفہ الفاظ کے ترجمان میں سے کیا جا رہا ہے، ہر نماز میں اپنے لئے حضرت ابو داؤد رحمہ اللہ کی تعلیم اس طبعیت
نفسی طلعا کثیرا "آخر کتاباں کا چرچا، اللہ کے بعد اللہ ہے اور حضرت ابن مسعود رحمہ اللہ کی یہ دعا ہے "اللہم
اسئلك من الخير كله ما علمت منه وما لم أعلم وأعوذ بك من الشر كله ما علمت منه وما لم أعلم"
ترجمہ اگر اللہ کے لئے اللہ سے جو بہتر ہے اس سے پڑھ کر۔ اور اللہ سے جو شر ہے اس سے بچنے کی دعا فرمائی۔

الذكر بعد التشهد

تشہد کے بعد ذکر کا بیان

حبرنا عبد بن وكيع بن الحجاج هو سفيان بن وكيع قال حدثنا ابي عن عكرمة بن عمار عن
اسحق بن عبد الله بن ابي طلحة عن ابي بن مالك قال جاءنا ابا سليم الى النبي صلى الله عليه وسلم

قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلِمْنِي كَلِمَاتٍ ادْعُو بِهِنَ فِي صَلَاتِي فَإِنَّ سُبْحَى اللَّهِ عَشْرًا وَاحْمَدِيهِ عَشْرًا وَكَبِّرِيهِ عَشْرًا ثُمَّ سَلِّهِ حَاجَتَكَ يَقُولُ نَعَمْ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کچھ کلمات بتا دیجئے کہ ان کے ذریعہ سے میں اپنی نماز میں اعاءہ کروں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس بار سبحان اللہ پڑھ اور دس بار الحمد اور دس بار اللہ اکبر پھر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت مانگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طلب کے جواب میں فرما رہے تھے ہاں ہاں یعنی میں نے تیرا مطلوب تجھ کو دیا اور وہ بھی کلمات ہیں ان کو پڑھا کرو۔

باب الدعاء بعد الذكر

ذکر کے بعد دعاء کا بیان

اخبرنا فضیلة قال حدثنا خلف بن خليفة عن حفص بن احی عن انس عن انس بن مالك قال كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم جالسا بهنى ورجل فائمه يصلى فلما ركع وسجد وتشهد دعا فقال فى دعائه اللهم انى اسئلك بان لك الحمد لانه لا انت اتمان بديع السموات والارض باذلال الجبال والاكرام يا حي يا قيوم انى اسئلك فقال النبى صلى الله عليه وسلم لا صحابه تدرون بيم دعاه فالتوا الله ورسوله اعلم لما قال والذى نفسى بيده لقد دعا الله باسمه العظيم الذى اذا دعى به اجاب واذا سئل به اعطى

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور ایک آدمی کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا تھا اس نے رکوع کیا اور سجدہ کیا اور تشہد پڑھا پھر دعا مانگی جس اچھی دعا میں کہا "اللهم انى اسئلك البع" یا الہی بیٹک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں یا وسیلہ اس کے کہ تمام حمد و ثناء تیرے ہی لئے ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں احسان کرتے ہو ان آسمانوں اور زمین کا خالق ہے اے عظمت اور بخشش والا اے زندہ اے ہمیشہ قائم رہنے والا بیٹک میں تیرے سوال کرتا ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ اس نے کس کے ساتھ دعاء کی صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو معلوم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے البتہ اس نے اللہ تعالیٰ کے عظیم نام کے ساتھ دعا مانگی ایسا نام جب اس کے ساتھ مانگا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرتا ہے اور جب اس کے ساتھ دعائیں کیا جائے تو عطا فرماتا ہے۔

اس شخص نے اپنی دعا میں مسئلہ کا ذکر نہیں کیا صرف ان اوصاف کا ذکر کیا ہے جن کی بدولت اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ اللہ تعالیٰ محمود ہے سوائے اس کے کوئی معبود نہیں وغیرہ وغیرہ۔

حضرت عمر بن ابوبکر رضی اللہ عنہما عن عبد الصمد بن عبد الوہاب قال حدثنا ابي قال حدثنا حمیس المعلم عن ابن بريدة قال حدثني حفص بن علي ان محمدا بن الاكوع حدثه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل المسجد اذا رجل قد فطى صلاحه وهو يتشهد فقال اللهم بي اسألك يا الله ما لك الواحد الاحد الصمد الذي لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد ان تغفر لي ذنوبي انك انت الغفور الرحيم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم قد غفرت له ثلاثا

حضرت محمدا بن ادریس نے غلط بیان کی ہے یہ حدیث بیان کی کہ یکتا رسول اللہ ﷺ: ”مجھ میں داخل ہو۔ اس وقت یک آدمی نے اپنی نماز کو پورا کیا اور وہ تشہد پڑھا تھا اس کے بعد یہ وہی پڑھی ”اللهم انی اسألك الخ“ یا ائی میں تجھ سے مانگا ہوں اسے آخر تو میرے گناہوں کو معاف کر دے پس اس کے کہہ رہے تھے اے اللہ! بے نیاز ہو کہ نہ بتا اور نہ جانتا اور بے غی نہیں اس کا کوئی سوا تو میرے گناہوں کو دگر کر دے (مجھ جی میری رائے ہے شک تو معفرت کرنے والا ہے اور میری رائے کرتے ہیں) اے نبی ﷺ نے فرمایا اس کی معفرت کی گئی یہ بات تمہیں یاد رہی۔

نوع آخر من الدعاء

ایک اور دعا کا بیان

اخبرنا فضیہ بن سعید قال حدثنا الملیث عن یزید بن اسی حبیب عن اسی الجعفی عن عبد الله بن عمرو عن ابي بكر الصديق رضي الله عنهم انه قال لرسول الله صلى الله عليه وسلم علمني دعاء ادعوه في صلاتي قال قل اللهم نس ظلمت نفسي ظلما كثيرا ولا يغفر الذنوب الا انت فاعف عني واعتبرني معذرة من عندك وارحمني انك انت العفو الغفور الرحيم

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا مجھے کوئی ایسا دعا بخلا دیجئے کہ میں اس کے ساتھ اپنی نماز میں دعا کروں یعنی بعد تشہد اور اس کے تصور ﷺ نے فرمایا یہ دعا کہ ”اللهم انی ظلمت نفسي“ الخ ”اے اللہ میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا اور اس میں شک نہیں کہ تیرے ہوا میں ہوں وہ کوئی غنیمت نہیں بلکہ میں تو اپنے فعل سے مجھ کو بخش رہا اور مجھ پر رحم فرمایا یہ کمال تیری بخشش والا نہایت رحم والا ہے۔

نوع آخر من الدعاء

ایک اور دعا کا بیان

حضرت یونس بن عبد الاعلی قال حدثنا ابن وهب قال سمعت حذوفاً يحدث عن عقیبة بن مسلم عن

نوع آخر

ایک اور دعاء کا بیان

اعبرنا یحییٰ بن حبيب بن عمری قال حدثنا حماد قال حدثنا عطاء بن السائب عن ابيه قال صلى بنا عماد بن ياسر صلاة فاور جز فيها فقال له بعض القوم لقد خففت اراو جزت الصلاة فقال اما على ذلك فقد دعوت فيها بدعوات سمعتهن من رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما قام تبعه رجل من القوم هو ابي غير انه كسى عن نفسه فقال له عن الدعاء ثم جاء فاخبر به القوم اللهم بعلمك الغيب وقد تك على السخيل اجنبي ما علمت الحياة خير الى ونوفني ادا علمت الوفاء خير الى اللهم واسألك خشيتك في الغيب والشهادة واسألك كلمة الحق في الرضا والغضب واسألك القصد في الفقر والغنى واسألك نعيما لا ينفد واسألك قرة عين لا تقطع واسألك الرضاء بعد القضاء واسألك برد العيش بعد الموت واسألك لغة النضر الى وجهك والشوق الى نفاذك في غير ضراء مضرة ولا فتنة مضلة اللهم زينا ربنا ربنا الامان واجعلنا هداة مهتدين.

خط و متن سائب نے اپنے والد کی روایت سے بیان کیا ہے ان کے والد کہتے ہیں کہ ہم کو عمر بن یاسر رضی اللہ عنہ نے ایک نماز پڑھائی اس نماز میں قرأت وغیرہ کسی نہ پڑھیں مختصر پڑھیں تو ہم میں سے کسی نے کہا آپ نے الٹی اور مختصر نماز پڑھی حضرت عمر نے کہا ہاں ہاں جو اس کے میں نے اس نماز میں وہ دعائیں پڑھیں (یعنی قصہ ابورعہ کے میں) جن کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اس کے بعد جب کمرے ہوئے تو قوم میں سے ایک آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھنے لگا (یہ آدمی کون تھا) اس کے متعلق عطاء کہتے ہیں کہ وہ شخص میرا باپ سائب تھا مگر اس نے یوں نہ کہا کہ میں نماز ﷺ کے ساتھ کیا بلکہ کہا کہ قوم میں سے ایک شخص نماز ﷺ کے ساتھ چل پڑا تو گویا سائب نے جھوٹا عمل سے اپنے نفس کی طرف اشارہ کیا ہے پس اس نے یعنی سائب نے پوچھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دعا کے متعلق تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا بتادی وہ شخص آیا اور قوم کو اس کی خبر دی اے اللہ ہم سے علمک الغیب العلیٰ یا الہی حیرے علم غیب اور حیرتی مخلوق پر قدرت کی بدولت زندہ رکھ چھو جب تک کہ آپ کے علم میں زندگانی میرے لئے بہتر ہو اور موت دے چھو کہ جب آپ کے علم میں موت میرے لئے بہتر ہو یا الہی اور مانگا ہوا تجھ سے ظاہر و باطن میں تیرا خوف ہو تجھ سے مانگا ہوا خوشی میں اور غفلت میں گھر نہ حق کہا اور تجھ سے مانگا ہوا حالت عجمانی اور تو تیری میں مینا روی اور تجھ سے مانگا ہوا ایسی نعمت جو ختم نہ ہو یعنی نعمتیں جنت کی اور تجھ سے مانگا ہوا آگہی کی غفلت جو نہ منقطع ہو (یعنی جن چیزوں سے کامل لذت پاتا ہے اور قلوب کو سکون ہوتا ہے موت و عبادات ان کی خوشی مانگا ہوا) اور تجھ سے مانگا ہوا رضا بعد قضاء کے اور تجھ سے مانگا ہوا شکر نہ نہی کی بعد موت کے (یعنی راحت بیشک کی عالم برزخ اور قیامت میں) اور تجھ

نوع آخر

ایک اور دعاء کا بیان

اخبرنا محمد بن بشار عن محمد قال حدثنا شعبه عن اشعث عن ابیہ عن مسروق عن عائشة رضي الله عنها قالت سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن عذاب القبر فقال نعم عذاب القبر حق قالت عائشة فما دأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي صلاة بعد الا تعوذ من عذاب القبر.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے متعلق دریافت کیا حضور ﷺ نے فرمایا ہاں عذاب قبر حق ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سوال کے بعد میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول دیکھا کہ جب آپ کوئی نماز پڑھتے تو اس کے اندر عذاب قبر سے پناہ مانگتے۔

اخبرنا عمرو بن عثمان قال حدثنا ابي عن شعيب بن الحر عن ابي عروة بن الزبير ان عائشة اخبرته ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يدعو في الصلاة اللهم اني اعوذ بك من عذاب القبر واعوذ بك من فتنة المسيح الدجال واعوذ بك من فتنة المعيا والمعات اللهم اني اعوذ بك من الماتم والمغموم فقال له لائل ما اكثر ما تستعبد من المعرم فقال ان الرجل اذا غرم حدث فكذب ووعد فأخلف.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فراموش نہ کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز میں پڑھتا دیکھتے تھے (یعنی آخر میں سلام سے پہلے) "اللهم اني اعوذ بك الخ" یا اللہ میں آپ کے ساتھ عذاب قبر سے پناہ چاہتا ہوں اور مسیح دجال کے فتنہ سے پناہ چاہتا ہوں اور مسیح کے فتنہ سے پناہ چاہتا ہوں اور موت کے فتنہ سے پناہ چاہتا ہوں اے اللہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں مٹا دے اور (پناہ دے) ان شخصوں سے جس کسی کہنے والا نے بطور تعجب آپ سے کہا (وہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں) آپ کہتے تھے قرعہ سے پناہ مانگتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جب آدمی قرض دار ہوتا ہے اور وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور دھوکہ دے تو غلوں سے بچ کر رہے۔

اخبرني محمد بن عبد الله بن عمار الموصلي عن المعالي عن الاوزاعي ح والباقر عن علي بن عشرين عن عيسى بن يونس واللفظ له عن الاوزاعي عن حسان بن عطية عن محمد بن ابي عائشة قال سمعت ابا هريرة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا تشهد احدكم فليعثر ذراعه من اربع من عذاب جهنم وعذاب القبر وفتنة المعيا والمعات ومن ذر المسيح الدجال لم يدعوا لنفسه بمباذله.

محمد بن ابی عائشہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت قر

میں سے کوئی تشہید سے فارغ نہ تو اللہ کے ساتھ چار چیزوں سے نہ پکڑے عذاب دوزخ اور عذاب قبر سے اور حیات اور موت کے فترت سے اور سراجِ دل کی برائی سے بھرا اپنے واسطے جو کچھ مانگنا چاہے مانگے۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو لڑ رہی تھیں کہ میں روز میں نے عذابِ قبر کا عاب پوچھا اس کے بعد سے حضور ﷺ کا یہی معمول رہا کہ ہر نماز کے بعد عذابِ قبر سے یاد مانگتے تھیں ہے اسی روز حضور ﷺ سے پاس وحی آئی: ہوس میں عذابِ قبر کی خبر نہ دی گئی ہو اور اس دن سے عذابِ قبر سے یاد مانگتے کو اپنا معمول بنالیا یا حضور ﷺ کو پہلے اس سے معذور ہو پورے چپکے یاد بھی چاہتے ہوں مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبر نہ ہو اور بعد سوال کے بھی کھوار نہ ہوئے۔ دیکھتے تو ان حبیبہ کے سنے۔۔۔ اللہ تعالیٰ علم (مظاہر حق و حاشیۃ النبی)

نوع آخر من الذکر بعد التشہد

تشہد کے بعد ایک اور ذکر کا بیان

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا یحییٰ عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما ینقول فی صلاتہ بعد التشہد احسن الکلام کلام اللہ واحسن الہدی ھدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر رسول اللہ ﷺ اپنی نماز میں تشہد کے بعد کہتے "احسن الکلام الخ" بہترین کلاموں کا کلام خدا کا ہے اور بہترین طریقوں کا طریقہ محمد ﷺ کا ہے۔

باب تطہیف الصلاة

تخفیف صلاۃ کا بیان

اخبرنا احمد بن سلیمان قال حدثنا یحییٰ بن آدم قال حدثنا مالک وھو ابن مغیر عن حفصہ بن مصرف عن زید بن وہب عن حذیفۃ انه راى رجلا یصلی فطلف فقال لہ حذیفۃ منذ کم تصنی ھذہ الصلاۃ قال منذ اربعین عاما قال ما صلیت منذ اربعین سنۃ ولومت وانت تصنی ھذہ الصلاۃ لمت علی غیر فطرۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال ان الرجل لیخفف ویتم ویحسن۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو نماز پڑھتے دیکھا اس نے نماز میں کوتاہی کی یعنی رکوع اور سجدہ اچھی طرح ادا نہیں کیا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کب سے تم ایسی نماز پڑھ رہے ہو اس نے کہا چالیس سال سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا چالیس سال سے تم نے نماز نہیں پڑھی یعنی کمال نہ نہیں پڑھی اور اگر تم ایسی ہی نماز پڑھتے رہو

گے اور اس حالت میں سر اٹکے تو قہر ﷻ کے طریقہ کے سوا کسی اور طریقہ پر سر اٹکے نہ صرف حدیث ﷺ کہتے ہیں کہ کسی کے بعد وہ آدمی مختصر قرأت کے ساتھ ملکی نماز پڑھتا تھا اور قعدیل اذکان کے ساتھ قرآن پڑھا کرتا تھا اور سنن و آداب کی رعایت کے ساتھ بھی نماز پڑھتا تھا۔

تشریح

الرحمہ اللہ سے معلوم ہو کہ قرآن میں اذکان بہت ضروری چیز ہے قرآن پاک میں ہے "والصبر" ایضاً "تو لفظ اذکان میں تمام شیاؤں کی رعایت داخل ہے اور قعدیل اذکان سے کاٹنی، بچہ نہ، دو بچہ نہ، قاسم، سحر جب طاعت نہیں ہوئی تو وہاں اقامت سلوٹ نہیں ہونے حدیث باب میں حضرت حدیث ﷺ جس شخص کا اذان بیان کر رہے ہیں وہ نماز کے عذر کو مٹا کر رکھتا تھا میں اذکان سے کہتا تھا کہ اگر وہ نہ کرتا تھا اس پر وہ حضرت حدیث ﷺ نے فرمایا "ما صلیبت منذ اربعین سنة ای صلاۃ کما صلاۃ" کہ تو نے چالیس سال سے کاش نماز نہیں پڑھی اگر تو اس حالت میں سر سے تو غیر طہ پر سر سے کاٹنے پر اذکان سے کہتا تھا کہ اگر نہ کرنا چاہتے تھے تو بھی اس کی تکفیر ہے کہ اللہ کے دہا میں طاعت ہوئی چاہئے، علامہ بخاری نے کہا کہ اس کا سر سے حضرت حدیث ﷺ کا مقصد یہ نہیں کہ تو دین سے خارج ہو گیا میری موت غیر دین پر ہوگی بلکہ مقصد ان کا "لو موت وانت نفسی امح" کلام سے اس شخص کی بے اختیار بی اور فعل نہ مانگتے ہر اس کو جو توجہ کرتا تھا تاکہ وہ مستقبل میں اس طرح کی حرکت سے باز رہے اور عذر نہ لگے کہ کیا یہاں تو نہ کو طہ سے تعبیر کیا گیا ہے کیوں کہ نماز نماز کے حلقوں میں سب سے زیادہ مضبوط طہ ہے اس سے قبل یہ مطلب یہ ہوگا کہ اگر کچھ کی نماز پڑھتے رہنے کی حالت میں سر سے کہتے تو غیر صلاۃ کی حالت پر مبنی ہے۔

باب اقل ما یجزی من عمل الصلاۃ

تم سے کم جس عمل سے نماز جائز ہو جاتی ہے اس کا بیان

احسنہ فیہ لول حدثنا الذہب عن ابن عجلان عن علی وھو ابن یحیی عن جہ عن عم ثع بصری، ھو جدنہ ان رجلاً دخل المسجد فصلى ورسول الله صلى الله عليه وسلم برمقه وحين لا نشعر فلما فرغ اقبل فسلم عسى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ارجع فصل فانك لم تنص فخرج فصلی ثم اقبل لی رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ارجع فصل فانك لم تنص مرتين اولئنا فقال له الرجس والذي اكرمك يا رسول الله لقد جهدت فعلمنی فقال اذا قمت توبد الصلاۃ فتوما فاحس وصبرك ثم استقبل القبلة فكبر ثم اقرأ ثم اركع فاطمئن راكعاً ثم ارفع حتى تعتدل فانما ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً ثم ارفع حتى تطمئن ساجداً ثم اسجد حتى تطمئن ساجداً ثم ارفع ثم اقل كذا لك حتى تفرغ من صلاتك.

کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو کر گیسو کی پٹہ پھر فرات پر چھڑکوں کر یہاں تک کہ توروں کی حالت میں مطمئن ہو پھر سر اٹھائیں تب کہ تو سیوہا کھڑا ہو کر مسجد کو متنی کہ مسجد کی حالت میں تو مطمئن ہو پھر سر اٹھائیں کہ پٹے میں تو مطمئن ہو پھر مسجد کو متنی کہ مسجد کی حالت میں تو مطمئن ہو پھر سر اٹھائیں جب تو نے اس طریقہ کے مطابق ایسا نہ پڑھائی تو حیرت کی غماز چہرہ پر آتی اور وہ چمچہ تو نے اس سے کہہ کر اس حد تک قوانین نماز میں سے کم کرتا ہے۔

احمد بن محمد بن بشير قال حدثني يحيى عن سعيد عن قتادة عن زرارة بن ابي عن سعد بن هشام قال قلت ليام بن مؤمن بن بنيه عن وتر رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت كنا نعدله سواكه وظهره فيبعثه الله لما شاء ان يبعثه من الليل فتسوك ويوضا ويصلي ثمان ركعات لا يجلس فيهن الا عند الثامنة ليجنس فيه ذكر الله عز وجل ويدعو ثم يسلم تسليما يسما.

سعد بن هشام کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے مسلمانوں کی ماں! مجھے رسول اللہ ﷺ کے رُوحِ نبویؐ کے خروجے (یعنی وقت اور کیفیت اور مدارِ کلمات سے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فراہم یا میں تیرا رکھی حضور ﷺ کے واسطے آپ ﷺ کی مسواک اور پانی وغیرہ۔ مائیں رات کو جس وقت اللہ حضور ﷺ کو نواہ چاہتا ہے اس وقت حضور ﷺ کو نواہتا ہیں مسواک کرتے اور دُستو کرتے اور آنکھ دُکھتیں پڑھتے۔ ان میں نہ بیٹھتے مگر اُٹھتے۔ رُکعت میں بیٹھتے ہیں اللہ عزوجل کو یاد کرتے اور دعا پڑھتے یعنی اُتھتے پڑھتے پھر سو بچھرتے کہ ہم کو سنا تے جی بڑی آواز کے ساتھ سلام پھیرتے جو ہم سن لیتے۔

جاءت الرسالة

سید ام کا بیان

اخبرنا محمد بن اسماعیل بن ابراہیم قال حدثنا سلیمان یعنی اس داؤد الهاشمی قال حدثنا ابراہیم وهو ابن سعد قال حدثني عبد الله بن جعفر وهو ابن النضر والمحرمي عن اسماعيل بن محمد قال حدثني عمر بن سعد عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يسلم عن يمينه وعن يساره .
اسماعیل بن محمد کہے ہیں کہ عمر بن سعد نے بواسطہ اپنے والد سعد رضی اللہ عنہ کے ہم سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے تھے۔

اخبرنا اسحق بن ابراهيم قال اثينا ابو عامر العدي قال حدثنا عبد الله بن جعفر المخزومي عن
اسعد عجل بن محمد بن سعد عن عامر بن سعد قال كنت اري رسول الله صلى الله عليه وسلم
يسلم عن يمينه وعن يساره حتى يرى بياض خده قال ابو عبد الرحمن عبد الله بن جعفر هذا ليس به باس
وعبد الله بن جعفر بن نجيم والمدعي بن العدي متروك الحديث

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں دیکھتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے تھے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشوار مبارک کی سفیدی دکھائی دیتی۔

”قال ابو عبد الرحمن“ ”فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں جو محدثین جعفر الطحاوی سے اس کے اندر ہوئی خرابی نہیں یعنی معتبر ہے اور عبد اللہ بن جعفر بن زید جو والدہ سے ہی بن اللہ بن علی کا و متروک الحدیث ہے۔

باب موضع الیدین عند السلام

سلام کے وقت دونوں ہاتھوں کے مقام کا بیان

اخبرنا عمرو بن علی قال حدثنا ابو نعیم عن مسعر عن عبد اللہ بن القبطی قال سمعت جابر بن سمرة يقول كنا اذا صلينا خلف النبي صلى الله عليه وسلم قلنا السلام عليكم السلام عليكم واشار مسعر بيده عن يمينه وعن شماله فقال ما مال هؤلاء الذين يرمون بايديهم كانوا اذنا ب الخيل النخس اما بكفي ان يضع يده على فخذه لم يسلم على اخيه عن يمينه وعن شماله.

عبد اللہ بن قبطی سے روایت ہے کہ میں نے جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہم کہتے ”السلام علیکم السلام علیکم“ اور راوی حدیث مسعر نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے دکھایا دائیں جانب اور بائیں جانب پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) فرمایا ان لوگوں کو کیا ہو گیا سلام پھیرتے وقت اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہیں جیسے سرکش گھوڑے بار بار اپنے دم کو حرکت دیتے ہیں یہاں تک کہ کوئی نہیں کہ اپنے ہاتھ کو اپنی ران پر رکھے پھر دائیں اور بائیں اپنے بھائی پر سلام کرے۔

تشریح عبد اللہ بن قبطی کوئی صحیح مسلم و ابو داؤد و ترمذی کے راویوں میں سے ہیں اور تابعی ہیں ان کا بیان معنی دار و غیر دانے ثبات میں سے شمار کیا ہے وہ بواسطہ حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو تسلیم کے وقت دائیں اور بائیں اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے تو چونکہ سلام پھیرتے وقت دائیں بائیں بار بار ہاتھ اٹھانا مطلوب نہیں بلکہ سکون مطلوب ہے اس لئے اس پر انکار کرتے ہوئے فرمایا ”ما مال هؤلاء الذين يرمون بايديهم“ ”تو تنقید تجر طر گھوڑے سے اس میں رکی کہ جس طرح تجر گھوڑا بار بار ہلاتا ہے تم بھی تسلیم کے وقت ایسے ہی کرتے ہو اس کے بعد طریقہ مسنون کی تعلیم دی کہ تم میں سے ہر شخص سلام پھیرتے وقت اپنے ہاتھ کو ران پر رکھے پھر دائیں بائیں اپنے بھائی پر سلام کرے یعنی سلام پھیرنے میں نماز کے انیس میں ایک دوسرے کی نیت کریں دائیں طرف میں دائیں والوں کی اور بائیں طرف میں بائیں والوں کی نیت کرے اس حدیث سے مسلک جمہور کی تائید ہوتی ہے کہ جس طرح اور پر دو سلام واجب ہیں ایک دائیں طرف دوسرا بائیں طرف اسی طرح مقتدی پر بھی دو سلام واجب ہیں۔

کیف السلام علی الیمین

اس بات کے بیان میں کہ دائیں طرف سلام کس طرح کرنا چاہئے

اخبرنا محمد بن الحنفی قال حدثنا معاذ بن معاذ قال حدثنا زهير بن ابي اسحق عن عبد الرحمن بن الاسود عن الاسود وعلقمة عن عبد الله قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يركب في كل حفص ورفع وقبام وفمرد ويسلم عن يمينه وعن شماله السلام عليكم ورحمة الله والسلام عليكم ورحمة الله حتى يرى بياض خده ورأيت ابا بكر وعمر وعيسى الله عليهما يفعلان ذلك.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بڑا بڑا اور اٹھا اور پیٹا اور قبو میں بکیر کہتے دیکھا اور دائیں اور بائیں اس طرح سے سلام بھیج دیا کہ ”السلام علیکم ورحمة اللہ والسلام علیکم ورحمة اللہ“ حتی کہ آپ کے سامنے ہاتھ کی سفیدی دیکھی جاتی اور میں نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بھی اسی طرح کرتے دیکھا۔

اخبرنا الحسن بن محمد الرعفرانی عن حجاج قال قال ابن حریج ابانا عمرو بن یحیی عن محمد بن یحیی بن حبان عن عمه واصل بن حبان انه سأل عبد الله بن عمر عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال كان يقول الله اكبر كلما وضع الله اكبر كلما رفع ثم يقول لسلام عليكم ورحمة الله عن يمينه السلام عليكم ورحمة الله عن يساره.

حضرت واصل بن حبان نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ جس وقت حضور ﷺ پہنچتے ”اللہ اکبر سو“ کہتے اور جس وقت اٹھتے ”اللہ اکبر“ کہتے پھر دائیں طرف السلام علیکم ورحمة اللہ کہتے اور بائیں طرف السلام علیکم ورحمة اللہ کہتے۔

کیف السلام علی الشمال

بائیں طرف سلام کی کیفیت کا بیان

اخبرنا ابية قال حدثنا عبد العزيز بن علي الرازي عن عمرو بن يحيى عن محمد بن يحيى بن حبان عن عمه واصل بن حبان قال قلت لابن عمر اخبرني عن صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف كان قال فذكر التكبير قال يعني وذكر كلمة معناها وذكر السلام عليكم ورحمة الله عن يمينه والسلام عليكم عن يساره

واصل بن حبان کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں بتائیں کہ

آپ ﷺ کی نماز کے طریق بھی منع میں کہاں کہتے ہیں ان سے ﷺ نے گھبر کا ترک کیا (یعنی ہر نماز اور جھکاؤ میں نہیں کہتے) اور نہ یا کہ سلام پھیرتے دائیں طرف انعام علیکم ورحمۃ اللہ اور بائیں طرف السلام علیکم اور بائیں سلام پھیرتے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ۔

اخبرنا زید بن اخوان عن ابن داؤد بنی عبد اللہ بن داؤد النخعی عن علی بن علی بن صالح عن ابی اسحق عن ابی الاحوص عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کلمی انظر لی بیاض حدہ عن یسیدہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وعن یسارہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں اہل بیت نبی ﷺ دائیں طرف سلام پھیرتے تو کہتے: سلام پھیرو ورحمۃ اللہ اور بائیں وقت بائیں طرف سلام پھیرتے تو کہتے: سلام پھیرو ورحمۃ اللہ گوشتاں آپ ﷺ کے رخسارہ مبارک کی سفیدی دیکھو، ۱۰۱۔

احمرنا محمد بن آدم عن عمر بن عبد عن ابی اسحق عن ابی الاحوص عن عبد اللہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسلّم عن یمنہ حتی یدو بیاض حدہ وعن یسارہ حتی یدو بیاض حدہ، حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دائیں طرف سلام پھیرتے تھے کہ آپ ﷺ کے رخسارہ مبارک کی سفیدی ظاہر ہوتی اور بائیں طرف سلام پھیرتے تھے کہ آپ کے رخسارہ مبارک کی سفیدی ظاہر ہوتی۔

احمرنا عمرو بن عمنی قال حدثنا عبداللہ بن جعفر عن یحییٰ عن ابی اسحق عن ابی الاحوص عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه کان یسلّم عن یمنہ وعن یسارہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ حتی یری بیاض حدہ من ھنھا

حضرت عبداللہ بن مسعود نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ دائیں اور بائیں دونوں طرف سلام پھیرتے تھے سلام پھیرو ورحمۃ اللہ اور بائیں طرف سلام پھیرتے تھے کہ آپ ﷺ کے رخسارہ مبارک کی سفیدی ظاہر ہوتی اور بائیں طرف سلام پھیرتے تھے کہ آپ کے رخسارہ مبارک کی سفیدی ظاہر ہوتی۔

اخبرنا ابراہیم بن یعقوب قال حدثنا علی بن الحسن بن شقیق قال ابانا الحسن بن داؤد قال حدثنا ابو اسحق عن علقمۃ والاسود وابی الاحوص قالوا حدثنا عبد اللہ بن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یسلم عن یمنہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ حتی یری بیاض حدہ الایمن وعن یسارہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ حتی یری بیاض حدہ الایسر

حضرت عمر بن ابی اسود اور ابی اسود بنی مسعود کہتے ہیں کہ ہم سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ جبکہ رسول اللہ ﷺ دائیں طرف سلام پھیرتے تھے سلام علیکم ورحمۃ اللہ یہی تک کہ آپ ﷺ کے دائیں رخسارہ مبارک کی سفیدی ظاہر ہوتی تھی اور بائیں طرف سلام پھیرتے تھے سلام علیکم ورحمۃ اللہ یہاں تک کہ بائیں رخسارہ مبارک کی سفیدی ظاہر ہوتی تھی۔

تشریح

امام ابو حنیفہؒ و امام احمد و امام شافعیؒ اور مسہور علماء و مسلمانوں کے قائل ہیں ایک دائیں جانب دوسرا بائیں جانب ان کا استدلال حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کی اس حدیث سے ہے حدیث بائیں جانب واضح طور پر بتا رہی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ سلام پھیرنے تو دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے تھے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ دونوں تسلیہ میں چہرے کو خوب اچھی طرح پھیرتے چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ سلام پھیرنے کی کیفیت بتاتے ہیں کہ جس وقت حضور ﷺ دائیں جانب سلام پھیرتے تو آپ ﷺ کے رخسارہ مبارک کی سفیدی معلوم ہوتی تھی اور جس وقت بائیں جانب سلام پھیرتے تو آپ ﷺ کے رخسارہ مبارک کی سفیدی معلوم ہوتی تھی تو ظاہر بات ہے کہ رخسارہ کی سفیدی کا ذکر کیا ہوا اس صورت میں ممکن ہے جبکہ حضور ﷺ تسلیہ کے وقت چہرے کو خوب اچھی طرح پھیرتے ہوں ہمارے اس قول کی گائیڈ انجیل کی عبارت سے ہوتی ہے اس میں ہے ”ومن سن التسلیم ان یبالغ فی تعزیل الوجه فی التسلیتین الحج“ کہ دونوں سلام میں چہرے کو خوب اچھی طرح پھیرنا سنت سلام سے ہے۔

امام مالک کا مسلک

امام مالکؒ اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایک ہی سلام ہے جس کی کیفیت یہ ہے کہ امام صرف ایک دفعہ اپنے سامنے کی طرف منہ اٹھا کر سلام کرے اس کے بعد تھوڑا سا دائیں طرف مائل کرے امام مالکؒ نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو امام ترمذیؒ نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے ”ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما یسلم تسلیما واحدا من خلفا وجہ یصل الی الشق الايمن شبرا“ کہ رسول اللہ ﷺ سامنے کی طرف ایک ہی سلام پھیرتے تھے اس حال میں تھوڑا سا دائیں طرف کو پھیر لیتے تو اس حدیث سے ایک ہی سلام کا ثبوت ہوتا ہے۔ مسہور علماء اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد میں زہیر بن محمدؒ ہے ان کے بارے میں امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے افہام شام نہ کرنا حدیث نقل کرتے ہیں اور یہ حدیث بھی ابن سے اہل شام ہی نے روایت کیا ہے یعنی ان سے عمرہ بن ابی اسعدؒ نے روایت کی ہے اور وہ اہل شام سے کیوں کہ وہ دمشق ہے لہذا اس سے استدلال درست نہیں اور صاحب الاسانہ کا کہنا کہ لوگوں نے اس حدیث کے بارے میں ابن مسعودؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ عمرہ بن ابی اسعدؒ اور زہیر بن محمدؒ دونوں ضعیف ہیں لہذا ان کی حدیث ناقابل حجت ہے۔ (المجوہو النقی)

اور علامہ نوویؒ نے خلاصہ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور حاکم کا بھی کہنا قوی نہیں اور ایک ہی سلام کے بارے میں حضور ﷺ سے کچھ ثابت نہیں۔ (کما فی نصب الرایہ)

علامہ عینیؒ کا جواب

علامہ موصوفیؒ نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت عائشہؓ بیچے عورتوں کی صف میں کھڑی ہوتی تھیں تو ہو سکتا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے ایک ہی سلام سنا ہو اور دوسرا نہ سنا ہو اور مردوں کو حال فرادہ معلوم اسی لئے حضرت ابن

مسعودیؒ وغیرہ کا برہنہ ہونے حضور ﷺ سے دو سلام نقل کئے ہیں مانا یکجہاں (۲۵) صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے دو سلام نقل کئے ہیں لہذا حضرت عائشہؓ کی حدیث پر حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ کی حدیث کو ترجیح دی جائے گی۔

امام ہاکلؒ کی دوسری دلیل جو اہل کے مقابلہ میں مضبوط ہے سنن نسائی میں سعد بن ہشام کی روایت ہے جو اوپر کے عنوان کے تحت لڑ چکی ہے اس حدیث میں سعد بن ہشام نے حضرت عائشہؓ کی روایت سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں "بسم یسلم تسلیما یسما" اور عین بن ابی امام مسلمؒ نے اپنی تصحیح میں باب اھوط اللیل کے اہل میں پوری حدیث بیان کرنے کے بعد نقل کئے ہیں اور امام حاکمؒ روایت میں "بسم تسلیمة واحدة السلام علیکم برفع ہما صوتہ حتی یوقظ" کے الفاظ آئے ہیں۔ (کشاف فی الضعیف)

اسی طرح امام ابوداؤدؒ نے بھی معین بن ابی عروبہؒ کے طریق سے "وبسم تسلیمة یسما" کے الفاظ روایت کئے ہیں اور ابن ماجہؒ بن تیممؒ بن زبیرؒ کے طریق سے اسی صلوٰۃ اللیل کے قصہ میں روایت حضرت عائشہؓ یہ الفاظ روایت کئے ہیں "وبسم تسلیمة واحدة شدیدة یکاد یوقظ اهل البيت من شدۃ التسلیم" تو بظاہر ان روایات سے امام واکؒ کے مسلک کا تائید ہوتی ہے اس کے جواب میں مجاہد علماء کہتے ہیں کہ امام احمدؒ نے حدیث کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ حضور ﷺ اترتے کہ ایک سلام سناتے تھے تو حضرت عائشہؓ کی اس حدیث میں دوسرے سلام کے ترک پر کوئی دلیل نہیں اور جن روایوں سے "بسم یسلم تسلیما یسما" روایت کیا ہے اس میں ماسیہ کے لئے کوئی حجت نہیں کیوں کہ وہ ایک سلام پر بھی واقع ہوتے ہیں اور دو سلام پر بھی اور لہذا یہ میں تمنا ہے کہ اس حدیث کا جو بہ مزاج و غیرہ کے احادیث یہ دیا جائے کہ حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث ان احادیث مثلاً اردو کے کاتب ہے جو دو سلام پر رسالت کرتی ہیں اور جن لوگوں نے حضور ﷺ سے دو سلام نقل کئے ہیں انہوں نے فرض کا بھی مشہدہ کیا ہے اور نقل کا بھی اور یہ حدیث حضرت عائشہؓ کی نماز تہجد کے بارے میں ہے اور جو اس کے یہ حدیث ایک علی سلام پر جس کرنے کے ثبوت میں صرف بھی نہیں بلکہ حضرت عائشہؓ نے صرف اس بات کی خبر دی کہ حضور ﷺ ایک سلام اس انداز سے فرماتے کہ اس کے ذریعہ اہل بیت کو جگا دیتے اور حضرت عائشہؓ نے دوسرے سلام کی نقل نہیں کی اور ان کی حدیث میں ایک بڑی جو عمت صحابہ کرامؓ کی زبانی یاد ہے کہ جس جماعت نے دوسرے سلام کو محفوظ رکھا ہے مقدم نہیں ہو سکتی۔ (فتاویٰ عالمی الاحیاء ۵۴/۳ ۱۵۵۰)

باب السلام بالیدین

دونوں ہاتھ سے سلام کرنے کا بیان

احمرنا احمد بن سیدماں قال حدثنا عبد اللہ بن موسیٰ قال حدثنا اسیر الدلی عن لوات القوز عن عید اللہ وهو ابن القبطی عن جابر بن سمرۃ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلکنا اذا سلمنا

قُتِلَ بِأَيْدِيهِ السَّلامُ عَلَيْكُمْ قَالَ فَنَظَرَ الْبَيِّنَاتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا شَأْنُكُمْ تَشِيرُونَ بِأَيْدِيكُمْ كَمَا نَهَا أَذْهَابُ حَيْلٍ شَمْسًا إِذَا صَفَا أَحَدُكُمْ فَلْيُثْبِتْ إِلَى حِمَايِهِ وَلَا يَوْمَنِي بِيَدِهِ

حضرت جابر بن سرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی جس میں جب ہم سامعہ پھرتے تھے یعنی نماز سے فارغ ہونے کے وقت تو ہم اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے اسلام علیکم السلام علیکم کہ ساتھ میں رسول اللہ ﷺ نے ہماری طرف دیکھا پھر فرمایا تمہارا کیا حال ہے کہ تم اپنے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہو گویا وہ تیز اور سرکش گھوڑے کی دم ہیں جب تم میں سے کوئی سلام کرے تو (چیرے کو) ایں بائیں پھیر کر (اپنے ساتھی کی طرف انکشاف کرے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔

تَسْلِيمُ الْمَامُومِ حِينَ يَسْلُمُ الْإِمَامُ

مقتدری کا سلام کرنا جس وقت امام سلام کرے

احمرنا سوبد بن نصر قال انبأنا عبد الله بن المبارك عن معمر عن الزهري احبوه قال اخبرني محمود بن الربيع قال سمعت عثمان بن مالك يقول كنت اصلي مغموم مني سلم فابت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت اني قد انكرت بصرى وان الميول نحو اليمين وسجد فومى قلود ددت انك جنت فقلت لبي بعتي مكانا اتخذه مسجدا قال النبي صلى الله عليه وسلم سافعل ان شاء الله لندنا علي رسول الله صلى الله عليه وسلم وابوسكو ورضي الله عنه معه بعد ما اشتد النهار فاستأذن النبي صلى الله عليه وسلم فاذنت له فلم يجلس حتى قال ابن قتيب ان اصلي من بيتك فاضرب له اني المكان الذي احب ان يصلي فيه فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم وعففتنا خلفه ثم سلم ومسلمنا حين سلم

حضرت عثمان بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مغلہ بنی سلم میں اپنی قوم کو نماز پڑھا تھا ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری نظر گمراہ ہوئی میرے اور قوم کی مسجد کے درمیان سیلاب (بارش کے پانی میں) اُلجھ جاتا ہے لہذا میری خواہش یہ ہے کہ آپ میرے گھر میں تشریف لائیں اور یہ جگہ پرنماز پڑھیں جس میں اس جگہ کو جائے نماز بنادوں گا نبی ﷺ نے فرمایا ان شاء اللہ مغرب کروں گا پس رسول اللہ ﷺ دو ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ہمراہ بلند ہوئے سورج کے میرے گھر تشریف لائے نبی ﷺ نے اجازت طلب کی میں نے آپ ﷺ کو اجازت دی آپ ﷺ نہیں بیٹھے کھڑے کھڑے فرمایا میرے گھر میں کس جگہ پر نماز پڑھنے کو تو پسند کرتا ہے میں نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا احساں آپ ﷺ کے نماز پڑھنے کو پسند کرتا ہوں پس رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے پیچھے بلند ہوئے کہ کھڑے ہوئے پھر سلام پھیرا اور ہم نے بھی سلام پھیرا جس وقت آپ ﷺ نے سلام پھیرا۔

باب السجود بعد الفراغ من الصلوة

نماز سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ کرنے کا بیان

اخبرنا سليمان بن داؤد بن حماد بن سعد عن ابن وهب قال اخبرني ابن ابي ذئب وعمرو بن الحارث ويونس بن يزيد ان ابن شهاب اخبرهم عن عروة قالت عائشة كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي فيما بين ان يفرغ من صلاة العشاء الى الفجر إحدى عشرة ركعة ويوتر بواحدة ويسجد سجدة فمر ما يقرأ أحدكم خمسين آية قبل ان يرفع رأسه وبعضهم يزيد على بعض في الحديث مختصر.

مردوں سے روایت ہے کہ جب میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نماز عشاء سے فارغ ہونے اور فجر تک کے درمیان کیا اور کتنی پڑھتے اور ذکر کرتے ایک رکعت کے ساتھ اور طویل سجدہ کرتے بقدر اس کے کہ تم میں سے کوئی بچہ کی آیات پڑھ سکا قبل اس کے کہ آپ اپنا سر سجدہ سے اٹھائیں سیمان بن داؤد کہتے ہیں کہ بعض راویوں نے بعض سے زیادہ بیان کیا ہے یعنی حدیث کو کسی نے پورا بیان کیا ہے اور کسی نے اختصار کے ساتھ اور یہ حدیث بھی مختصر ہے مصنف نے یہاں چوری حدیث نقل نہیں کی۔

تشریح: مصنف نے جواب قائم کیا ہے اور اس کے لئے جو روایت پیش کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک "ويسجد سجدة" بھی سجدہ سے مراد سجدہ صلوٰۃ نہیں بلکہ تمام نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک سجدہ کرتے جو بہت طویل ہوتا اور وہ مصنف کے خیال کے مطابق سجدہ شکر لیکن زیادہ ظاہر اور راجح یہی ہے کہ اس سے مراد سجدہ صلوٰۃ ہے کہ ان رسالت کے سجدوں میں سے ہر سجدہ اس قدر طویل تھا کہ اس دوران میں جتنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک آدمی پر چاس آیتیں پڑھ سکتی تھا ہر چاس تیسویں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ ہے کہ ان رکعات کے بعد ہی میں میں سے ہر سجدہ بہت طویل ہوتا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (کذا فی هامش السنائی لعلامة السنہی)

باب سجدة التسبیح والسلام بعد السلام والكلام

سلام اور کلام کے بعد سجدہ و تسبیح کا بیان

اخبرنا محمد بن ادم عن حفص عن الاعمش عن ابراهيم عن عافيه عن عبد الله ان النبي صلى الله عليه وسلم سلم ثم تكلم ثم سجد سجدتي السهو.

حضرت محمد اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے سلام پھر اربع بات چیت کی پھر سجدہ کے دو سجدے کیے۔

السلام بعد سجدة السهو

سہو کے دو جبے کے بعد سلام کا بیان

اخبرنا سويد بن نصر عن عبد الله بن المبارك عن عكرمة بن عمار قال حدثنا حنظل بن جوس عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يسجد سجدة السهو وهو جالس ثم سلم قال ذكره في حديث ذي اليلدين.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سلام پھر پھر سہو کے دو جبے کئے بعدہ کی حالت میں پھر سلام پھر۔

داؤد کی حدیث میں بھی ہے کہ اس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث ذی الیلدین میں بیان کیا ہے۔

اخبرنا يحيى بن حبيب بن عيسى قال حدثنا حماد قال حدثنا خالد عن ابي قلابه عن ابي السهلب عن عمران بن حصين ان النبي صلى الله عليه وسلم صلى ثلاثا ثم سلم فقال المغيرة انك صليت ثلاثا فصلي بهم الركعة الرابعة ثم سلم ثم سجد سجدة السهو ثم سلم.

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے نماز تیس رکعت پڑھی پھر سلام پھر پھر ایسی قربانی سے کہا ہے شک آپ نے تین رکعات پڑھی پھر حضور ﷺ نے لوگوں کو باتی رکعت پڑھائی پھر سلام پھر پھر سہو کے دو جبے کئے پھر سلام پھر۔

تفسیر: بحمدہ القاری میں جمہور ائمہ کا یہ مسلک بیان کیا ہے کہ جبہ سہو کے بعد تشہد بھی پڑھنا چاہئے اور سلام بھی پھر پڑھنا چاہئے مگر حضرت انس رضی اللہ عنہ ومن یمرق وعلواء اور طاہس کا قول یہ ہے کہ جبہ سہو کے بعد تشہد پڑھنا چاہئے گا اور نہ سلام جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جبہ سہو کے بعد نماز خود بخود تمام ہو جانے کی یقین امام مہنف کے قائم کردہ عنوان اور اس کے تحت جو روایات لائے ہیں اس سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ میں جمہور علماء کی موافقت کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

دوسرا مسئلہ حدیث باب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلام کر کے جبہ سہو کر کے حدیث باب کے علاوہ اور حدیث بھی ہے چنانچہ ترمذی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھی کسی نے عرض کیا کیا نماز میں زیادتی کی تھی حضور ﷺ نے فرمایا کیا سب صحابہ کرام نے عرض کیا آپ نے نماز پانچ رکعت پڑھی اسی روایت میں ہے "فمسجد سجدة بین بعد فایسلم" کہ حضور ﷺ نے سلام کے بعد دو جبے کئے پھر صحابہ کرام اور اؤاد و نسا کی بلکہ صحابہ ستہ کی تمام کتابوں میں حدیث ذوالیلدی رضی اللہ عنہ مروی ہے اس میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے دونوں رکعتیں

پرمیں پھر سلام کیا پھر تکبیر کی پھر تہجد ہو گیا نیز حدیث قولی میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے "لکل مہو مسجد نان بعد السلام" کہ ہر سہو کے لئے دو جہدے بعد سلام کے ہیں بہر حال ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ تہجد ہو سلام سے بعد کرنا چاہئے تو ان احادیث سے مسلک حنفی کی تائید ہوتی ہے کیوں کہ حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ تہجد ہوتی دفعنان ہر صورت میں سلام کر کے تہجد ہو کر رہے۔

مسلک امام شافعی وغیرہ

امام شافعی کے نزدیک ہر صورت میں تہجد ہو دو پہلے سلام کے کرے اور امام: کَلِّمَ کے نزدیک نقصان کی صورت میں تہجد ہو تیسرا سلام کرے اور زیادتی کا سہو ہو تو بعد سلام کرے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ جن صورتوں میں حضور ﷺ نے تہجد ہو سلام کے پہلے کیا ہے وہاں پہلے سلام کرے اور جن صورتوں میں بعد سلام کے کیا ہے وہاں بعد سلام کرے امام شافعی وغیرہ نے اپنے مسلک پر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے تکبیر کی نماز پڑھائی آپ جلی دور کھٹوں میں کھڑے ہو گئے یعنی تہجد ہوا فی کے لئے نہیں بیٹھے لوگ بھی کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ جب نماز پڑھ چکے ہو لوگ اخیر تہجد میں مختصر سلام تھے کہ آپ ﷺ نے تکبیر کی پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو جہدے کے پھر سلام پھیرا۔

حنفیہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث میں فعل سلام تہجد ہو کر کرنے کے سلسلہ میں جو شخص نفل کیا گیا ہے وہ وہاں جواز پر محمول ہے ہم اس کا انکار نہیں کرتے لیکن ہوتی یہ ہے کہ تہجد ہو سلام کے بعد تہجد اولویت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے فعل کی رو سے روایتیں متعارض ہیں اب حضور ﷺ کے قول سے استدلال بل معارضہ رہے گا کیوں کہ اس کا کوئی معارض نہیں دو معارض سے سامنے ہے اور حضور ﷺ کا وہ قول روایت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "لکل مہو مسجد نان بعد السلام" ہر سہو کے لئے دو جہدے بعد سلام ہیں۔ (رواہ ابو داؤد وابن ماجہ)

تو جس طرح روایات کتاب میں متعارض کی صورت میں سنت کی طرف اور سنت میں موزنہ کے وقت قیاس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اسی طرح یہاں فعلی احادیث میں متعارض کی وجہ سے حنفیہ نے باہج متعارضین یعنی حدیث قولی کی طرف رجوع کیا ہے اور اسی بنا پر حضور ﷺ کے وہ فطوں میں سے ایک فعل کو یعنی تہجد ہو سلام ہونے کو ترجیح دی اور اسی کو افضل قرار دیا جو جائز دونوں میں مگر اس تقریب مذکور کی بناء پر بعد سلام افضل ہے اس سے احادیث فعلیہ اور قولی میں تطبیق ہو جاتی ہے بخلاف اس مسلک کے جس کو امام شافعی وغیرہ نے اختیار کیا ہے ان کے پاس صرف فعلی حدیث ہے اور وہ بھی بہت کم انہی میں جتنی بعد سلام تہجد ہو کر رہے ہیں اور وہ بھی ہیں اور حدیث قولی تو ان کے پاس ہے نہیں لہذا حنفیہ کی دلیل علی ثبوت کے لحاظ سے زیادہ رافع ہے اگر کوئی کہے کہ جس طرح فعل کی دونوں روایتیں متعارض ہیں اسی طرح قولی روایت بھی متعارض ہیں کیوں کہ صحیح میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے رجوع روایت ہے "اذا شک احدکم فی صلاۃ فلم یدر کم صلی فلا یتا او یعالمع" اس کے آخر میں ہے پھر تکبیر سلام کے دو جہدے کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کلام تو علی الاطلاق تہجد ہو سہو ہے

جس میں کوئی دلیل قوی حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معارض نہیں اور یہ حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی یا اس میں دوسری روایات قویہ خاص طور سے شک کے بغیر معارضہ وارد ہوئی ہیں اس وقت ہماری بحث اس کے بارے میں نہیں بلکہ زیر بحث مسئلہ کے بارے میں ہے علاوہ اس کے شک کی صورت میں بھی احادیث قویہ معارض ہیں چنانچہ معارض اس کی حدیث مرفوعہ عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ جومنا میں شک کر کے دو بعد سلام کے دو سجدة کرے۔ (درواہ ابوداؤد والنسائی وغیرہما)

اور بخاری میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوعہ ہے جس کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلایا کرو اور جب کوئی تم میں سے اپنی نماز میں شک کرے تو ٹھیک بات کے لئے تحریر کرے۔ پھر ان پر نماز تمام کرے پھر سلام پھر کر دو سجدة کرے۔

ابن ہاشم نے کہا کہ قوی معارضہ ان احادیث شک میں ہے اور سب کی حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ بلا معارضہ ثابت ہے لہذا ہی کی بنا پر افضل یہ کہ سجدة سب بعد سلام ہو اس حدیث پر پہلی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کا کلاماً ٹائپل میں عیاش پر ہے وہ ضعیف ہے اس اعتراض کا ابن ہاشم نے یہ جواب دیا ہے کہ ہم اس کو معارضہ تسلیم نہیں کرتے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ جرح و تعدیل نے ان کی توثیق کی ہے چنانچہ ابن عثیم نے ثقہ قرار دیا ہے اور ابوداؤد نے کہا کہ شام میں ابوزاوی اور سعید بن عبد الصخر رضی اللہ عنہ کے بعد اسامیل بن عیاش سے یہ حدیث کوئی حافظہ نہ تھا اور ابن عثیم کے قول "اعن الشامیین حدیثہ صحیح النع" سے واضح ہوتا ہے کہ ابن عیاش کی روایات اہل شام سے صحیح ہیں اور یہ حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ اہل شام سے روایت کی ہے انہوں نے اس کو سعید بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جو اہل شام سے ہیں وحیم اور ابن عثیم نے اس کی توثیق کی ہے لہذا یہ حدیث مقبول ہے۔ (ہدایہ وفتح القدیر)

علاوہ اس کے حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ کا اعتبار ابوداؤد کے سکوت سے ہوتا ہے چنانچہ علامہ ابن الترمذی فرماتے ہیں کہ اس حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ کو امام ابوداؤد نے روایت کرنے کے بعد منکوت کیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ حدیث کم از کم درجہ حسن میں ہوگی حیرت کی بات ہے کہ پہلی نے باب ترک الوضوء ان الیم کے تحت لکھا ہے وماروی ابن عیاش عن النعمان بن محمد صحیح کہ ابن عیاش نے اہل شام سے جو حدیث روایت کی ہے وہ صحیح ہے تو پھر خبر نہیں اس حدیث کی اسناد میں ضعف کہاں سے آیا کہ وہ اس حدیث کو ضعیف قرار دے رہے ہیں۔ (الجمہور النقی)

جلمۃ الامام بین التسلیم والانصراف

تسلیم اور انصراف کے درمیان امام کا بیٹھنا

اخبرنا احمد بن سلیمان قال حدثنا عمرو بن عون قال حدثنا ابو عوانہ عن ہلال عن عبد الرحمن

حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو جانب قبلہ سے پھر گئے (اور قوم کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے)۔

یعنی سلام پھیرنے کے بعد جب قبلہ سے مڑ کر قوم کی طرف متوجہ ہو گئے یا انحراف سے مراد یہ ہے کہ اپنے گھر کی طرف چلے گئے لیکن قول لوں زیادہ واضح ہے۔ (کلمۃ قال علامۃ السندھ)

التکبیر بعد التسليم الامام

امام کے سلام پھیرنے کے بعد اللہ اکبر کہنا

احمرنا بشر بن خالد العسکری قال حدثنا يحيى بن آدم عن سفيان بن عيينه عن عمرو بن دينار عن ابي عبد الله عن ابن عباس قال انما كنت اعلم ان قضاء صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالتكبير. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کا ختم ہوا اللہ اکبر کہنے کے ساتھ ہو چکا تھا۔

تشریح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول کی مراد بیان کرنے میں شارحین کے اقوال مختلف ہیں حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ یہاں مراد تکبیر سے مطلق ذکر ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں خود ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں صلح صحت باندھ کر تھا جس وقت لوگ فرض نماز سے فارغ ہو جاتے تو معلوم ہو کہ اس حدیث میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مراد تکبیر سے مطلق ذکر ہے اور حضور ﷺ کا بلند آواز کے ساتھ پڑھنا جیسا کہ حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے وہ تعلیم کی فرض سے تھا چنانچہ امام شافعی نے اسی پر حمل کیا ہے کہ آپ ﷺ کا جبر سے پڑھنا مقتدیوں کے تعلیم کی خاطر سے تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم علامہ طحطاوی نے کہا شاید ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اپنے اس قول سے ان کی مراد یہی ہو کہ جو تکبیر میں رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا اس کے ذریعہ سے آپ کی نماز کی ہر حرکت تمام ہونے کو پہچان لیتا تھا لیکن یہ تاویل دوسری روایت کے قریب نظر غیر موزوں و مناسب ہے یہ حال اللہ یقین نے فرمایا کہ اس حدیث میں ابن عباس رضی اللہ عنہما جو کچھ فرما رہے ہیں کہ میں تکبیر سے حضور ﷺ کی نماز تمام ہونے کو پہچان لیتا تھا اس سے شاید ان کا یہ مطلب ہو کہ تکبیر آگے ہے اس کے ذریعہ سے نماز کے اندر افعال امام کی شناخت ہوتی ہے لہذا اسی کے ذریعہ سے امام کے نماز سے فارغ ہونے کی شناخت بھی ہو سکتی ہے اور بعضوں نے کہا کہ تکبیر سے مراد وہ تکبیر ہے جو حضور ﷺ کے زمانے میں بعد نماز ایک بار یا تین بار اللہ اکبر کہتے تھے۔ (مرویات: ۲/۳۵۷)

وہاں کچھ اور اقوال بھی نقل کئے ہیں جس کا یہی چاہیہ کہے۔

باب الامر بقراءة المعوذات بعد التسليم من الصلاة

نماز سے سلام پھیرنے کے بعد معوذات پڑھنے کا حکم دینا

احمرنا محمد بن سلمة قال حدثنا ابن وهب عن الليث عن حنين بن ابي حكيم عن علي بن رباح

حدثنی ابو الزبیر قال سمعت عبد اللہ بن الزبیر يحدث علی هذا المنبر وهو يقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم يقول لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدير لا حول ولا قوة الا باللہ لا الہ الا اللہ لا تعبد الا اياه اهل النعمة والفضل والثناء الحسن لا الہ الا اللہ محصلین له الفین ونوکرہ الکفارون۔

ابو الزبیر کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے اسی منبر پر بیان کرتے سنا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھیرتے تو اس کے بعد کہتے "لا الہ الا اللہ وحده لا شریک"۔

عدد التہلیل والذکر بعد التسليم

تسليم کے بعد ذکر اور تہلیل کی تعداد کا بیان

اخبرنا اسحق بن ابراہیم قال حدثنا عبد اللہ قال حدثنا هشام بن عروة عن ابی الزبیر قال کان عبد اللہ بن الزبیر یہلل فی دبر الصلاة يقول لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدير لا الہ الا اللہ ولا نعبد الا اياه له النعمة والفضل وله الثناء الحسن لا الہ الا اللہ محصلین له الفین ونوکرہ الکفارون ثم يقول ابن الزبیر کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہلل بہن فی دبر الصلاة۔

ابو الزبیر کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نماز کے بعد "لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له الخ" پڑھتے تھے پھر ابن الزبیر کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کو نماز کے بعد پڑھتے تھے۔

نوع آخر من القول عند انقضاء الصلاة

نماز کے تمام ہونے کے وقت ایک اور دعاء پڑھنے کا بیان

اخبرنا محمد بن منصور عن سفیان قال سمعہ من عبدہ بن ابی لہابہ وسمعہ من عبد الملک بن اھین کلاہما سمعہ من وراذ کاتب الصغیر بن شعبہ قال کتب معاویۃ الی الصغیرۃ بن شعبہ اخبرنی بشی سمعہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قضی الصلاة قال لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدير اللهم لا مانع لما عطیت ولا معطى لما سئمت ولا ینفک ذالحد منک الحد۔

حضرت منیر بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب درو کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے منیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مجھ کو

انکی چیز بتاؤ جو تم نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے حضرت منہ میں اس کے جواب میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت نماز سے فارغ ہو جاتے تو یہ دعا پڑھتے "لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له" آخر ۔

اخبرنی محمد بن قدامة قال حدثنا جرير عن منصور عن المسيب ابی العلاء عن وراق قال قال کتب المغيرة عن شعبة ابی معاوية ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول ذبر الصلاة اذا سلم لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير اللهم لا مع لهما اعطيت ولا معطى لهما منعت ولا ينفع ذا الجند منك الجند .

ورایت روایت ہے کہ جس نے نبی کریم ﷺ نے دعا یہ پڑھنے کے پاس لگا کر رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد جس وقت سلام پھیرتے یہ پڑھتے "لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير اللهم لا مانع لهما اعطيت ولا معطى لهما منعت ولا ينفع ذا الجند منك الجند"۔

کم مرة يقول ذالك

یہ دعاء کتنی بار پڑھتے

اخبرنا الحسن بن اسماعيل المجالدي قال اننا حسب قول ابنا المغيرة وذكر آخر ج وابنا يعقوب بن ابراهيم قال حدثنا هشيم قال ابنا عبر واحد منهم المغيرة عن النعمان عن وراق كاتب المغيرة ان معاوية كتب الى المغيرة ان اكتب الي محدث سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم فكتب اليه المغيرة اني سمعته يقول عند الصلوة من الصلاة لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير ثلاث مرات .

حضرت شیخ رحمہ اللہ کے کتاب "تہذیب السنن" میں ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے شیخ کے پاس لگا کر میرے پاس کوئی ایسی حدیث کبھی نہ بھیج دو جو تم نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے میں نے شیخ رضی اللہ عنہ نے دعا یہ پڑھنے کے پاس لگا کر کہا کہ میں نے حضور ﷺ سے پڑھنے میں سنا کہ آپ ﷺ سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوئے "لا الہ الا اللہ وحده لا شریک له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير" اس کو تین بار پڑھتے ۔

نوع آخر من الذكر بعد التسليم

سلام پھیرنے کے بعد ایک اور ذکر پڑھنے کا بیان

اخبرنا محمد بن اسحق الصاغاني قال حدثنا ابو سمعة الخزاعي منصور بن سلمة قال حدثنا حلال

بن سلیمان قال اوسلعة وکان من الغافلين عن بولہ من امی عمران عن عروۃ عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا جمعی مجلسا اوصلی تکلم بکلمات فسالته عائشۃ عن الکلمات فقال ان تکلم بحیر کان طابعا عنہن الی یوم النیامۃ وان تکلم بغیر ذالک کان کفاراً لہ سبحانک اللہم و محمدک استغفرک و اوب الیک۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی جگہ بیٹھے یا نہ بیٹھے تو کچھ کلمات پڑھتے (یعنی مجلس سے اٹھنے کے وقت اور نہ اسے فارغ ہونے کے بعد) ایس میں نے ان کلمات کے بارے میں حضور ﷺ سے پوچھا یعنی فائدہ ان کا پوچھ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر ابھی بات چلی جائے (یعنی پہلے ان کلمات کے) تو یہ کلمات قیامت تک اس پر مرہون رہے (یعنی قیامت تک وہ کلام نیک محفوظ رہے گا تو اب اس کا ضائع نہ ہوگا) اور ان میں سے کوئی مجلس میں کوئی غصوں اور برائی بات کہی جائے تو یہ کلمات اس کے لئے باعث مغفرت ہوں گے اور کلمات یہ ہیں "سبحانک اے اللہ و محمدک" آخر تک اے اللہ میں تیری نعم کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں کوئی سمجھ نہیں سوائے تیرے میں اپنے مٹاؤں کی تجھ سے بخشش پاتا ہوں اور تیرے حضور میں تو بہ کرتا ہوں۔

نوع آخر من الذکر والدعاء بعد التسليم

تسليم کے بعد ایک اور ذکر اور دعا کا بیان

اخبرنا احمد بن سليمان قال حدثنا يعلى قال حدثنا قدامة عن جسر قال حدثني عائشة رضي الله عنها قالت دخلت على امرأة من اليهود فقلت ان عذاب النهر من الموت فقلت كذبت فقالت بلى انا لنقرص منه الجلود والنوب فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم الى الصلاة وقد ارتفعت اصواتنا ففعل ما فعلنا فحسرت ما فالت فقال صدقت فما صلى بعد يومئذ صلاة الا قال في دبر الصلوة رب حبريل وميكائيل واسرافيل اعطني من حرائر وعداب القبر۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان ہیں کہ ایک یہودیہ عورت میرے پاس آئی اس نے کہا وہ ایک مذہب قریشیہ کی عورت سے ہوتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تو جو موت ہوئی ہے اس عورت نے کہا ہاں ہم قریشیہ تھیں۔ اس نے چڑھے اور کہنے لگے کہ کات دیتے ہیں رسول اللہ ﷺ کو لڑکے لئے شریف کے لئے کیا ایک ہار لڑیہ اور ہار کی ڈانڈ باندھتی تھیں حضور ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے میں نے اس یہودیہ عورت کی بات عرض کی حضور ﷺ نے فرمایا اس نے تجھ کو ہم میں دان کے بعد سے جب حضور ﷺ نماز پڑھتے تو ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے "رب حبریل و اسرافیل و میکائیل و اسرافیل اعطني من حرائر و عذاب القبر"۔

عن احدث هذا فقلت عنك قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقولهن في دير الصلاة.

سلم کہتے ہیں کہ میرے والد ابو بکرؓ ہر نماز کے بعد یہ پڑھتے "اللہم انی اعوذ بک من الکفر والنفر وعذاب النفر" (میں تم ہی کو پڑھا کرتا تھا میرے والد نے پڑھا ہے جو تو نے پڑ کر کس سے تمہا میں نے عرض کیا آپ سے فرمایا بیشک رسول اللہ ﷺ ان کلمات کو نماز کے بعد پڑھتے تھے۔

عدد التسبیح بعد التسليم

سلام پھیرنے کے بعد تسبیح کی تعداد کا بیان

اخبرنا يحيى بن حبيب بن عربي قال حدثنا حماد عن عطاء بن السائب عن ابيه عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خلطان لا يحصييهما رجل مسلم الا دخل الجنة وهما يسبحون ومن يعمل بهما قليل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان صلوات المصطفى يسبح احدكم في دهر كل صلاة عشرة او بحد عشر او بغير عشر افعي خمسون ومائة في اللسان والف وخمسمائة في الميزان واما رايته رسول الله صلى الله عليه وسلم يعقد من بيده واذا اوى احدكم اني فراشه او مضجعه يسبح ثلاثا وثلاثين وحمد ثلاثا وثلاثين وكبر اربعا وثلاثين ففهي مائة على اللسان والف في الميزان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يكم يعمل في كل يوم وليلة الفين وخمسمائة سبحة ليس بالرسول الله وكيف لا يحصيها فقال ان الشيطان ياتي احدكم وهو في صلاة فيقول اذكر كذا اذكر كذا او ياتي عند منامه فينبهه.

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے دو چیزیں نکلی ہیں کونکلی ہر اوست کرتا ان پر کوئی مسلمان مرد اگر بہشت میں داخل ہوتا ہے اور وہ دونوں چیزیں آسان ہیں مگر ان پر عمل کرنے والے یعنی ہر اوست کرنے والے کہ یہاں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فرض نمازیں پانچ ہیں ہر فرض نماز کے بعد سبحان اللہ دس بار پڑھے اور الحمد دس بار اور اللہ اکبر دس بار پڑھے پس یہ زبان پر پڑھے سو ہیں اور میزان اعمال میں دیرہ ہزار ہیں (بحساب حواء حسنة عشرة ائلافہ کے) حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ان شجاعت کو اپنے ہاتھ سے کھینچتے تھے یعنی انگلیوں پر دوسری چیز یہ ہے کہ جب قریش سے کوئی آدمی اپنے بستر یا خوابگاہ پر لیٹے کو جاوے تو تینتیس (۳۳) بار سبحان اللہ اور الحمد تینتیس (۳۳) بار اور اللہ اکبر چونتیس (۳۴) بار پڑھے پس یہ سو بار ہیں زبان پر اور میزان اعمال میں ہزار ہیں حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سے سونے شب و روز میں اڑھائی ہزار برائیاں کرنا ہو گا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں بندہ مسلمان دونوں چیزوں کا اہتمام اور ان پر ہر اوست نہ کرے گا جبکہ اتنا ثواب

(۳۳) بارگاہہ اللہ اور چونتیس (۳۴) بار اللہ اکبر پڑھنا یہ بھی ایک انسانی شخص نے خوب میں دیکھ کر کوئی کہنے والا اس سے کہتا ہے کہ عظیم ہوتا ہے تم کو کہ میں اللہ ﷻ نے یہ کہ ہر نماز کے پیچھے پڑھا کرتے تھے (۳۳) بار سبحان اللہ چونتیس (۳۴) بار الحمد للہ اور چونتیس (۳۵) بار اللہ اکبر اس انسانی نے کہا میں اس کہنے والے نے یعنی فرشتے نے کہا کہ ہر ایک کلمہ کو چوبیس بار کرنا اور اس میں چوبیس بار "لا الہ الا اللہ" کا غانہ کرنا (تاکہ کلمہ حق سون پوری ہو جائے) جب صبح ہوئی وہ انسانی شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر، والدین حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا حضور ﷺ نے فرمایا میں غریب کر لو۔

اخبرنا عبيد الله بن عبد الكريم ابو زرعة الرازي حدثنا احمد بن عبد الله بن يونس قال حدثني علي بن الفضل بن عياض عن عبد العزيز ابن ابي رواد عن نافع عن ابن عمر ان رجلا رأى فيما يرى النائم قبل له باى شئ امركم نيكم صلى الله عليه وسلم قال امرنا ان نسبح ثلاثا ونحمد ثلاثا وفلأتين ونكبر اربعاً وتلائين فتلك مائة قال سبحوا خمسا وعشرين واحمدوا خمسا وعشرين وكبروا خمسا وعشرين وهللوا خمسا وعشرين فتلك مائة قلنا اصبح ذكر ذلك لنبى صلى الله عليه وسلم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فاعلوا كما قال الانصارى

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے خواب دیکھا کہ کوئی کتبہ والا اس سے کہتا ہے کہ تہہ رے نبی ﷺ نے تم کو کس چیز کی تعلیم دی؟ اس شخص نے کہا میں اس بات کی تعلیم دی کہ ہم پر احکام کریں جتنیس بار سبحان اللہ اور تینس بار افسندہ اور پچتیس بار اللہ اکبر یہ سب مل کر سو ہیں اس کہنے والے نے کہا سبحان اللہ پچیس بار پڑھ کر افسندہ پچیس بار پڑھ کر اللہ اکبر پچیس بار پڑھ کر سو ہیں اس کہنے والے نے کہا سبحان اللہ پچیس بار پڑھ کر افسندہ پچیس بار پڑھ کر اللہ اکبر پچیس بار پڑھ کر سو ہیں جب صبح ہوئی تو اس شخص نے اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسی طرح کر لے کرو جیسا کہ انھار کی کتاب ہے۔

تشریح: غیریکی کا خوب بہت نہیں ہوتا کیس اس واقعہ مذکور میں جب اس انصاری شخص نے خواب بیان کی تو حضور ﷺ نے اس سے انکار نہیں فرمایا بلکہ اس کی تقریر فرمائی اور اس طرح سے پڑھنے کی اجازت دی تو کون حضور ﷺ کی تقریر اور اجازت سے اس خطرہ مذکورہ کے مطابق پڑھنے کا جواز بھی ثابت ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نوع آخر من عدد التسبيح

ایک اور طرح کی تسبیح کا بیان

أخبرنا محمد بن بشار قال حدثنا محمد قال حدثنا شعبة عن محمد بن عبد الرحمن مولى آل
صلحمة قال سمعت كريباً عن ابن عباس عن جويرية بنت النخع أن النبي صلى الله عليه وسلم مر عليها
وهي في المسجد فتدعو ثم يبها قرياً من نصف النهار فقال لها ما زلت على حالك قالت رجوا فلان لا

جیسے تہارے ہیں (یعنی ایمان میں)۔

نوع آخر

ایک اور تسبیح کا بیان

احمرنا احمد بن حنبل عن عبد اللہ النبی بوری قال حدثنی ابی قال حدثنی ابراہیم بنی ابن طہمان عن الحجاج بن الحجاج عن سی الثور عن ابی علفی عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من مسح فی دبر صلاۃ الغداة مائة تسبیحة وھلزل مائة تھلیلۃ غفرت لہ ذنوبہ ولو کان من زبد البحر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص صبح کی نماز کے بعد سو بار بھان اللہ پڑھے اور سو بار آوالہ اللہ پڑھے اس کے گنہ گاروں کو دینے جاتے ہیں اگرچہ وہ دریا کی مچھ لکے کے برابر ہوں۔

باب عقد التسبیح

انگوٹوں پر تسبیح شمار کرنے کا بیان

احمرنا محمد بن عبد الاعلی الصنعانی والحسن بن محمد الرزاعی واتفقا لہ قالا حدثنا عثمان بن علی قال حدثنا الاعمش عن عطاء بن السائب عن ابیہ عن عبد اللہ بن عمرو قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعقد التسبیح

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انگوٹوں پر تسبیح پڑھتے دیکھا۔ تسبیح کو انگوٹوں پر ہی پڑھا تھا اس سے اسی تسبیحوں وغیرہ پر بھی جائز ہے کیونکہ کچھ کرام رحمہ اللہ سے سمجھ کر انگوٹوں پر بھی پڑھا تاہم ہمارے ہندو جوڑوں اس کو بدعت کہتے ہیں ان کا قول غیر منقول ہے۔

باب ترک مسح الجبۃ بعد التسلیم

سام پھیرنے کے بعد پیشانی صاف نہ کرنے کا بیان

احمرنا قتیبہ بن سعید قال حدثنا کھر وھو ابن مضر عن ابن الھاث عن محمد بن ابراہیم عن ابی سلسۃ بن عبد الرحمن عن ابی سعید الخدری قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحاور فی العشر الذی فی وسط الشهر فاذا کان من حین یعضی عشرون لیلة ویسفل احدی وعشرین یرجع الی مسکۃ ویرجع من کان یحاور معہ ثم انہ اقام فی شہر حار و فیہ تلک اللیلة التی کان یرجع فیہا فحفظ الناس

صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی الفجر قعد فی مصلاۃ حتی تطلع الشمس۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت فجر کی نماز سے فارغ ہوئے تو اپنے منہ پر آفتاب طلع ہونے تک بیٹھ رہتے۔

احمرنا احمد بن سلیمان قال حدثنا یحییٰ بن ادم قال حدثنا زہیر و ذکر آخر عن سماک بن حرب قال قلت لجابر بن سمرة کتب نجاشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نعم کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی الفجر جلس فی مصلاۃ حتی تطلع الشمس فینحدث اصحابہ بدکرون حدث الجاهلیۃ ینشدون ویصحکون یریسم صلی اللہ علیہ وسلم۔

سماک بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھتے تھے انہوں نے کہا جی ہاں روز منہ ﷺ جس وقت فجر کی نماز سے فارغ ہو جاتے تو آداب شویا ہونے تک منہ پر بیٹھتے تھے میں اپنے اصحاب سے بات چیت فرماتے تھا یہ گرام اور طبیعت کے واقعات بیان کرتے اور شعر پڑھتے اور بیٹھتے تھے اور حاضر ﷺ مسکراتے تھے۔

تشریح اس حدیث باب کے بر خلاف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سامعہ میری کے بعد نہیں بیٹھتے۔ اتنا کہ میں "اللهم انت السلام ومنک السلام تبارکت باذا حللت والا اکرام" پڑھ لیتے تو بظاہر خدا ہے اس کا آداب یہ ہے کہ اس حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس پر عمل کیا جائے کہ حضور ﷺ استقبال قبلہ کی حیثیت پر نہیں بیٹھتے مگر اس قدر کہ جس میں یہ دعا مذکور پڑھ لیتے یہ نہ پر عمل کیا جائے کہ ان نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان سے سلام کے بعد نہیں بیٹھتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (کذا فی هامش السنائی نعلامۃ السنہ ص: ۱۵۲۱)

بہرحال جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں مشافہ اور عصر کے بعد ان دعا کے پڑھنے کی مقدار سے زیادہ حضور ﷺ کا بیٹھنا حدیث سے ۲ ہے اور صبح اور عصر کی نماز کے بعد طلوع اور غروب آفتاب تک ذکر کے انتخاب و اس کی فعالیت پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث جو ابو داؤد میں موجود ہے واضح طور پر دلالت کرتی ہے اس حدیث کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں "ان افعد مع قوم بدکرون اللہ الخ" ایک اور مسئلہ حدیث باب سے معلوم ہوا جو اشعار جبار کے باب سے ہوں عزایات نہ ہوں نیز "وازمیت بنہ نہ کرے تو ایسے اشعار کا مسجد میں پڑھنا جائز ہے کیوں کہ ایسے اشعار ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق کعبہ کے قلوب میں تحریر سے زیادہ اہم کرنے والے ہیں اس لئے یہ مبادت ہے صحابہ رضی اللہ عنہم ایسے اشعار مسجد میں پڑھتے تھے۔

باب الانصراف من الصلاة

نماز سے پھر جانے کا بیان

خبرنا قتیبہ بن معبد قال حدثنا ابو عروۃ عن السدی قال سألت انس بن مالک کیف انصرف ادا

صَحِيحٌ عَنْ يَسْرَى أَوْ عَنْ يَسْرَى قَالَ لَهَا مَا فَاتَكَ عَنْ رَأْيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَصْرَفٍ عَنْ مَجْنُونٍ.

سنن سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا جس وقت میں نماز سے فارغ ہوا جاؤں تو کس طرح بھروسہ اپنی دائیں طرف سے یا بائیں طرف سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں نے ہر دو وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی دائیں طرف سے پھرتے دیکھا۔

اخبرنا ابو حفص عمر بن علي قال حدثنا يحيى قال حدثنا الاعمش عن عمارة عن الاسود قال قال عبد الله لا يجعل احدكم للشيطان من نفسه جزء ابرى ان حتما عليه ان لا يصرف الا عن يمينه لند رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اكثر اصرافه عن يساره.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کے واسطے حدت مقرر کرے اس طرح سے کہ پیشہ رکعی طرف سے پھرنے کو اپنے اوپر لازم کرے۔ بات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اگر اپنے بائیں طرف سے پھرتے تھے۔

اخبرنا اسحق بن ابراهيم قال ابنا بنية قال حدثنا الزبيدي ان مكحولاً حدثه ان سرور بن الاعدع حدثه عن عائشة قالت رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يشرب قائما رافعا ويصلي قائما ومتعلا وينصرف عن يمينه وعن شماله.

معرفت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیٹے سے کھڑے بھی نہ بیٹھے بھی اور نماز پڑھتے تھے کھڑے پاؤں اور جوتے سیت بھی اور پھرتے تھے (نماز سے) اپنی دائیں طرف سے بھی اور بائیں طرف سے بھی۔

تشریح حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کوئی تعارض نہیں ماحمل دونوں کا یہ ہے کہ کبھی کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد بائیں طرف سے پھرتے تھے اور کبھی بائیں طرف سے جس سے معلوم ہوا کہ دونوں نقل جائز ہیں البتہ دائیں طرف سے پھرنا افضل ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں اس امر کو ظاہر اور متعذر بیت کے خلاف قرار دیا ہے کہ دائیں طرف سے پھرنے کو واجب اٹھ دیا جائے اور بیٹھ اچھڑے پھرنا اختیار کرے اس سے معلوم ہوا کہ غیر ان ازم اشیاء میں کا شمار صلی اللہ علیہ وسلم نے التزام نہیں فرمایا التزام کرنا بدعت مذمومہ اور پندیدہ ہے ہر سال امام نوویس طرف حاجت ہو جس طرف سے چر جائے اور ظاہر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حاجت نہ کہ دخول فی البیت بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجر شریف بائیں طرف تھا اس لئے کہ اکثر بائیں طرف سے پھرتے تھے کہ کھر میں داخل ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم اگر ضمیر ہے تو وہ صورتیں ہیں قوم سے اگر آپ سے تو وہ بیٹھ بیٹھ مقتدر ہیں کی طرف مڑ کر نے بیٹھ بیٹھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے یہی فتویٰ ہے لیکن اگر لڑاکا کے لئے ہے تو ہر طرح بیٹھ سکتا ہے خواہ دائیں طرف نہ کر کے بیٹھے یا بائیں طرف یا قریبی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ سکتا ہے۔

باب الوقت الذی ینصرف فیہ النساء من الصلاۃ

اس وقت کے بیان میں جس میں عورتیں نماز سے ہٹ جاتی ہیں

انصر ما علیہ بر حشوم قال اما عیسیٰ بن یونس عن الاوزاعی عن الزہری عن عروۃ عن عائشۃ قالت کان النساء ینصربن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النحر فکان اذا سلم انصرلن مطلقا معروطن فلا یعرفن من العلس۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ٹہری نماز پڑھتیں جب حضور ﷺ سلام پھیرتے تو اپنی چادر میں لپیٹتی ہوئی لوٹ جاتیں اور بوجہ اندھیرے کے وہ پہچانی نہ جاتی تھیں۔

تشریح

جن عورتوں نے حضور ﷺ کی امتداد میں نماز پڑھی تھی وہ نماز سے فارغ ہو کر جب الہیں ہو جاتیں تو اندھیرے کی وجہ سے انھیں پہچان نہ جاتا تھا معلوم ہوا کہ ٹہری نماز غلطی میں پڑھی جاتی تھی یہی مسئلہ امام شافعی وغیرہ کا ہے ان کے نزدیک غلطی میں افضل ہے اور استدلال اسی حدیث سے کرتے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک اسفار میں افضل ہے حنفیہ کا استدلال تو یہ حدیث سے ہے اتفاقا اس کے یہ ہیں "اسفروا بالنحر فانہ اعظم للاحر" اس میں اسفار فجر کا حکم واضح بیان اس کے کہ اس میں ثواب زیادہ ہے یہ حدیث ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے اتفاقا نقل کی گئی ہے اور امام ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے لہذا اس حدیث کی صحت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تو اس سے بلاشبہ اسفار کا ثبوت ہوتا ہے بلکہ نہ پر اجماع صحابہ پتہ چلتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں "ما اجمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی فی ما اجمعوا علی التوبہ" یعنی اصحاب رسول اللہ ﷺ جس طرح توبہ یعنی اسفار بانجور پر متفق ہوئے اسی طرح کسی چیز پر متفق نہیں ہوئے۔

اس کی اسناد صحیح ہے۔ اس کو ابن ابی شیبہ اور طحاوی نے روایت کیا ہے غرض کہ تو یہ حدیث سے اسفار کا حکم اور اس پر اثر ابراہیم نخعی سے اجماع صحابہ کا پتہ چلتا ہے اسی بناء پر حنفیہ اسفار کو افضل کہتے ہیں اس حدیث باب سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ "من العلس" کا لفظ درج ہے حدیث کا لفظ نہیں لہذا اس پر مدار استدلال نہیں ہو سکتا اس بات کی طرف ابن ماجہ کی روایت اشارہ کر رہی ہے ابن ماجہ نے ہے "وما یعرفن احدنا من العلس وهذا الملقب بشیر الی الامواج" مزید تفصیل عزان "العلیس فی النحر" کے تحت گزر چکی ہے۔

باب النہی عن مبادرة الامام بالانصراف من الصلاة

نماز سے پھرنے میں امام سے سبق کی ممانعت کا بیان

احمرنا عنی بن حمر قال حدثنا عنی بن مسهر عن المختار عن فضل عن اسیر بن مالک قال قال صلی
سارسلون اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دامت بوم ثم اقبل علينا بوجه فقال ای امامکم فلا یأخذ ویس بالکفر
ولا بالسجود ولا بالقیام ولا بالانصراف فانی اراکم من امامی ومن خلفی ثم قال والذی نفسی بیده
لو رايتن ما رایت لصحکم قلبا ولکنتم کثیرا قلنا ما رایت یارسول اللہ قال رایت الجنة والنار
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ میں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے
پھر فرمایا میں تمہارا ماسوس تمہارے ہیبت نہ کرے کہ رکوع میں اور نہ سجدے میں اور نہ قوم میں اور نہ پھرنے میں یعنی نماز سے فارغ
ہونے میں یوں کہ میں تم کو آگے سے اور پیچھے سے رکعت ہوں اس کے بعد فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری
جان ہے اگر تم دیکھتے اس چیز کو جو میں دیکھتا ہوں تو تم کہتے اور زیادہ رہتے تم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیا دیکھتے ہیں
آپ ﷺ نے فرمایا جنت اور دوزخ۔

"انصرف من الصلوة" اس مبادرت سے مراد یہ ہے کہ امام کے فروغ اور سلام سے پہلے مقتدی نماز سے نکل جاوے
اور سلام پھیرے لیکن حدیث باب میں اس سے منع کیا گیا ہے اور یہی وجہ یہ حدیث کی پابست اور دشمنی کے سنی و سابق کے خلاف
سے اذکر بقلمہ حدیث ہے۔ (مذلل المعجود)

مذلل قاری کہتے ہیں کہ اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ امام کے سلام سے پہلے مسنون ٹھکڑے ہو جائے اور یہ
بہرہ نزدیک حرام ہے اس کو قس کر سنے کے بعد مناسب بدل دے، تے ہیں "وهذا ايضا عهد عن اللفظ" کہ یہ تاویل میں
مقتضائے حدیث کے خلاف ہوئے کی وجہ سے موزوں و مناسب نہیں۔

باب ثواب من صلی مع الامام حتی یصرف

اس بات کے بیان میں کہ جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھے حتیٰ کہ وہ نماز سے فارغ ہو جائے اس کو کتنا ثواب ملے گا

احمرنا اسماعیل بن معمر قال حدثنا بشر وهو ابن المغنضل قال حدثنا داؤد بن اسی ہند عن
السولید بن عبد الرحمن عن جیسر بن نفیر عن ابی ذر قال صعدنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان
فلما یقرب الی صلی اللہ علیہ وسلم حتی بقی سبع من الشهر فقام ۛ حتی ذهب نحو من ثلث الليل ثم
کانت سادسة فلم یسلم بنا فلما كانت الخامسة قادینا حتی ذهب نحو من شطو الليل فلما یارسول اللہ

لو نفلتنا قیام هذه الليلة قال ان الرجل اذا صلى مع الامام حتى ينصرف حسب له قيام ليلة قال ثم كنت
الاربعة فلم يقم بنا فلما بقى ثلث من الشهر ارسل الى بناته وسانه وحشد الناس فقام بنا حتى خشينا ان
يفرنا الفلاح ثم لم يقم بنا شيد من الشهر قال داود قلت ما الفلاح قال السحور .

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے تو نبی ﷺ نے ہمارے
ساتھ قیام نہیں کیا (یعنی رمضان کی راتوں میں سوائے فرض کے کوئی قرآن نہیں پڑھی) یہاں تک کہ میرے کی سات راتیں باقی رہیں
تیس ہمارے ساتھ قیام کیا (یعنی تیسویں رات میں) یہاں تک کہ تقریباً تہائی رات گزر گئی پھر جبکہ باقی رہے پھر راتیں (یعنی
چوبیسویں رات ہوئی) تو ہمارے ساتھ قیام نہ کیا پھر جب پانچ راتیں رہیں تو ہمارے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ آدھی رات
گزر گئی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کاش اس رات کا قیام ہماری رعایت سے زیادہ کرتے (یعنی تمام رات قیام کرتے تو بہتر
ہوتا) حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہی جس وقت لوم کے ساتھ نماز پڑھتا ہے یعنی فرض یہاں تک کہ وہ نماز شروع ہوتا ہے تو اس کے
لئے قیام رات کا گنا جاتا ہے (یعنی اس کے لئے قیام رات کا ثواب بوجہ پڑھنے عثمان اور حجر کے جماعت سے حاصل ہوتا ہے)
پھر جبکہ چار راتیں رہیں تو ہمارے ساتھ قیام نہ کیا پھر جبکہ بیسویں راتیں رہیں (یعنی ستائیسویں رات ہوئی) تو
حضور ﷺ نے اپنی بیٹیوں اور عورتوں اور لوگوں کو منع فرمایا پھر ہمارے ساتھ قیام کیا یہاں تک کہ ہم کو نائش ہو گئی کہ کہیں ہم
سے نواح فوت نہ ہو جائے پھر ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا باقی بیسویں راتوں حدیث داود کہتے ہیں کہ میں نے پورا فلاح کیا ہے
تو ولید بن عبد الرحمن نے جواب دیا میری کے وقت کھانا پینا۔

تشریح: ملا علی قاری کہتے ہیں کہ ظاہر یہاں ہے کہ جو شخص عشاء اور صبح کا فرض امام کے ساتھ پڑھے گا اس کے لئے
قیام رات کا ثواب حاصل ہوتا ہے کیوں کہ اس صورت میں یہی فضیلت حاصل ہونے کے بارے میں حدیث وارد ہوئی ہے اور
حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تقاضات قیام کا ان راتوں میں باعتبار فضیلت کے یعنی بعض راتوں کی فضیلت کمرقی کم قیام کیا اور
بعض کی فضیلت زیادہ تھی اس میں قیام زیادہ کیا حتیٰ کہ ستائیسویں شب تمام رات قیام کیا کیوں کہ اکثر علماء کے نزدیک شب قدر
وفا ہے اسی لئے اس رات میں حضور ﷺ نے اپنے اہل و عیال اور لوگوں کو جمع فرمایا۔ (مرقات و مظاہر حق)

باب الرخصة للامام في تخطي رقاب الناس

امام کے لئے لوگوں کی گردنوں پر سے گزر جانے کی اجازت کا بیان

اخبرنا احمد بن حنبل والحرانی قال حدثنا بشر بن السري عن عمرو بن سعيد بن ابی حمیس
الولبی عن ابن ابی مہیکة عن عقیبة بن لبحار قال صليت مع انسى صلى الله عليه وسلم العصر بالمدينة
لم انصرف بتخطي رقاب الناس سريعا حتى تعجب الناس لسرعة فبعه بعض اصحابه فدخل على بعض

از واجہ ثم عرج لھذا الی ذکرت وانا فی العصر شیتا من قسرات عیدنا فکرت ان یبیت عندنا فہمرت
بقسمتہ۔

حضرت عقب بن حارث ؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ مدینہ میں عصر کی نماز پڑھی پھر آپ سلام پھیر کر
لوگوں کی ٹہریوں پر سے گزرتے ہوئے ہمدی جندی (جرہ کی طرف) تشریف لے گئے تھے کہ لوگوں کو آپ ﷺ کی سب سے
رقاری سے تعجب ہوا اور حضور ﷺ کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام ؓ میں سے کچھ لوگ گئے پس حضور ﷺ کی پیروی کے مجرم
میں داخل ہوئے پھر باہر تشریف لائے اور فرمایا ہرے گھر میں سونے کی ایک ڈلی رکھی ہوئی تھی وہ اٹھنے والی جگہ میں عصر کی
نماز میں تھا اس لئے میں نے اس کو پسند نہیں کیا کہ وہ سنا بدین تقسیم کے گھر سے پاس رات گزرنے تک گزارے اس لئے میں
اس کو تنبیہ کر دینے کا حکم دے کر آیا ہوں۔

تشریح: تھکنی رقاب یعنی لوگوں کی ٹہریوں پر سے گزرنا منوع ہے مگر حدیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ اس کے
کے آیات ہے اور نہ مناسی کا میان اور جان بھی معلوم ہوتا ہے تو مصنف عنوان کے زیل میں حضرت عقب بن حارث ؓ
کی حدیث سے یہ فرمایا جانتے ہیں کہ غیر جہ میں قطعی ضرورت کی وجہ سے اس کے لئے جائز ہے کہ بدلہ سے حدیث باب ہذا یہ
حدیث اس حدیث سے معارض نہ ہوگی جو صلاۃ جمعہ میں تھکنی رقات کی کراہت پر دلالت کرتی ہے۔ علامہ سند عنی فرماتے ہیں کہ
نماز سے غیر متعلقہ چیز نہ اس یاد جانے سے نماز باطل نہیں ہوتی اور نہ فتوح صلاۃ کے منافی ہے۔

باب اذا قيل للرجل هل صليت هل يقول لا

باب جب آدمی سے پوچھا جائے کہ کیا تم نے نماز پڑھی تو کیا وہ لا کہہ سکتا ہے

اخبرنا اسماعیل بن مسعود ومحمد بن عبد الاعلیٰ قول حدیث خالد وهو ابن الحارث عن هشام
عن یحییٰ بن ابی کثیر عن ابی صمم عن عبد الرحمن عن حنظل بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب یوم
انحدق بعد ما غربت الشمس جعل یسب کفار قریش وقت یارسول الله ما کنت ان اصلي حتی کادت
الشمس تعرب فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لوالله ما صفتها فترت مع رر قد صلی الله علیه
وسلم الی بطحان فخرجنا للصلاة فوضاها فاصنی العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلی بعدها
انعرب۔

حضرت ہاشم بن عبد اللہ ؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ غزوہ خندق کے روز آفتاب غروب ہونے
کے بعد کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ سنا تھا کہ میں عصر کی نماز پڑھ سکوں حتیٰ کہ آفتاب غروب ہونے
لگا (جب عصر کی نماز پڑھی) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ

بھٹان میں اسے (بھٹان مدینہ میں ایک ادوی کا نام ہے) پھر حضور ﷺ نے نماز کے لئے وضو کیا اور ہم نے بھی وضو کیا پھر حضور ﷺ نے آفتاب غروب ہونے کے بعد عمر کی نماز پڑھی پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

تشریح عمری نے کہا کہ لفظ "کادہ" فعل حال متاثر بہت ہے چنانچہ اگر کوئی بولے "کادہ زینہ یقوم" تو اس سے بھی کہا جاتا ہے کہ زینہ غریب قیام ہے مگر قیام اب تک وجود میں نہ آیا اور جب یہ بات ہے کہ لفظ کادہ متاثر بہت پر دلالت ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول "عاصدت ان فصلی الخ" کا مطلب یہ ہوگا کہ نبیوں نے عمر کی نماز قریب غروب آفتاب پڑھ لی کیوں کہ لفظ کادہ اگر لٹنی میں آئے تو اثبات کا نہ ہوتا ہے اور اگر اثبات میں آئے تو نئی کادہ نہ دے گا لہذا فی سلاۃ ثابت صاۃ کو پختی ہے اور اثبات غروب لئی عمر کو چاہتا ہے تو حاصل اس کا یہ نکلا کہ غروب ثابت نہیں ہوا بلکہ اس سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قریب غروب نماز پڑھ لی اس سے عصر الیوم کے مسئلہ کے لئے ماخذ مل گیا اور مسلک حنفیہ کی اس سے تائید ہوتی ہے حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی نے عصر نہیں پڑھی یہاں تک کہ غروب کا وقت ہو گیا تو اسی روز کی معرودہ پڑھ لے۔

یہاں پر ایک اشکال ہے اس کو حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے فرماتے ہیں اگر کوئی یہ کہے کہ ظاہر تو یہی ہے کہ غزوہ خندق کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے ساتھ تھے لہذا یہ کس طرح ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھ لی اور حضور ﷺ اور بقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نہ پڑھی اس کا جواب حافظ ابن حجر نے یہ دیا ہے کہ ممکن ہے کہ مشرکوں کے ساتھ جنگ غروب آفتاب کے قریب واقع ہوئی ہو اور اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ وضو ہوں اس لئے فوراً نماز پڑھ لی پھر حضور ﷺ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہو کر اپنے اس فعل کی اطلاع دی جب کہ نبی کریم ﷺ نماز کی تہری فرما رہے تھے لہذا خبر دینے کے ساتھ ہی حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے لئے کھڑے ہوئے پھر نماز ادا فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اب رہی یہ بات کہ حضور ﷺ نے قسم کے ساتھ کیوں فرمایا کہ میں نے عمر کی نماز نہیں پڑھی اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام سے غصوں فرمایا کہ تاخیر عصر غروب آفتاب تک ان پر نہایت گماں ہوئی اس لئے ان کے کلب کہ مضین اور تسل دینے کے لئے قسم کھا کر فرمایا "فواللہ حاصلینہا" کہ اللہ کی قسم مجھے تو عصر پڑھنے کا یہ تک موقع نہیں ملا بہر حال اس سے معلوم ہوا کہ بغیر اختلاف یعنی قسم دینے کے قسم کھانا جائز ہے بلکہ مستحب ہے جبکہ اس حلقہ میں تاکید امر زیادہ طریقت وغیرہ کی مصلحت نہ نظر ہو۔ (فتح الملہم: ۲۰۵/۲)

آخر کتاب الشہد والصلوٰۃ والسلام

تم المجلد الثانی بعون اللہ تعالیٰ وبتلوہ السجلہ الثالث ان شاء اللہ تعالیٰ

~~~~~